

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على سيدنا محمد
النبينا والبرقاه
الطاهرين

شرح معجم

تصنيف

علامه نظام رشول سید شری
میرزا حسن آراغی کلاهی ۳۸

تألیف

سال (۱۳۰۳)

فروغیہ سال ۳۸ اردو بازار لاکھنؤ

وَقَالَ أَنَا كَلِمَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أُورِثُكُمْ بِهَا حُكْمَ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ
فَأَرْضُوا حُكْمَ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ
فَلَا تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ وَحُكْمُ اللَّهِ هُوَ حُكْمُ اللَّهِ
أُورِثُكُمْ بِهَا حُكْمَ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ
فَأَرْضُوا حُكْمَ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ
فَلَا تَرْضَوْنَ حُكْمَ اللَّهِ وَحُكْمُ اللَّهِ هُوَ حُكْمُ اللَّهِ

شرح صحیح مسلم

محمد بن مسلم

جلد اول

مقدمہ کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب بحضرت کتاب الصلوٰۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فریدی بکسٹال (رجسٹرڈ) ۳۸ - اردو بازار لاہور

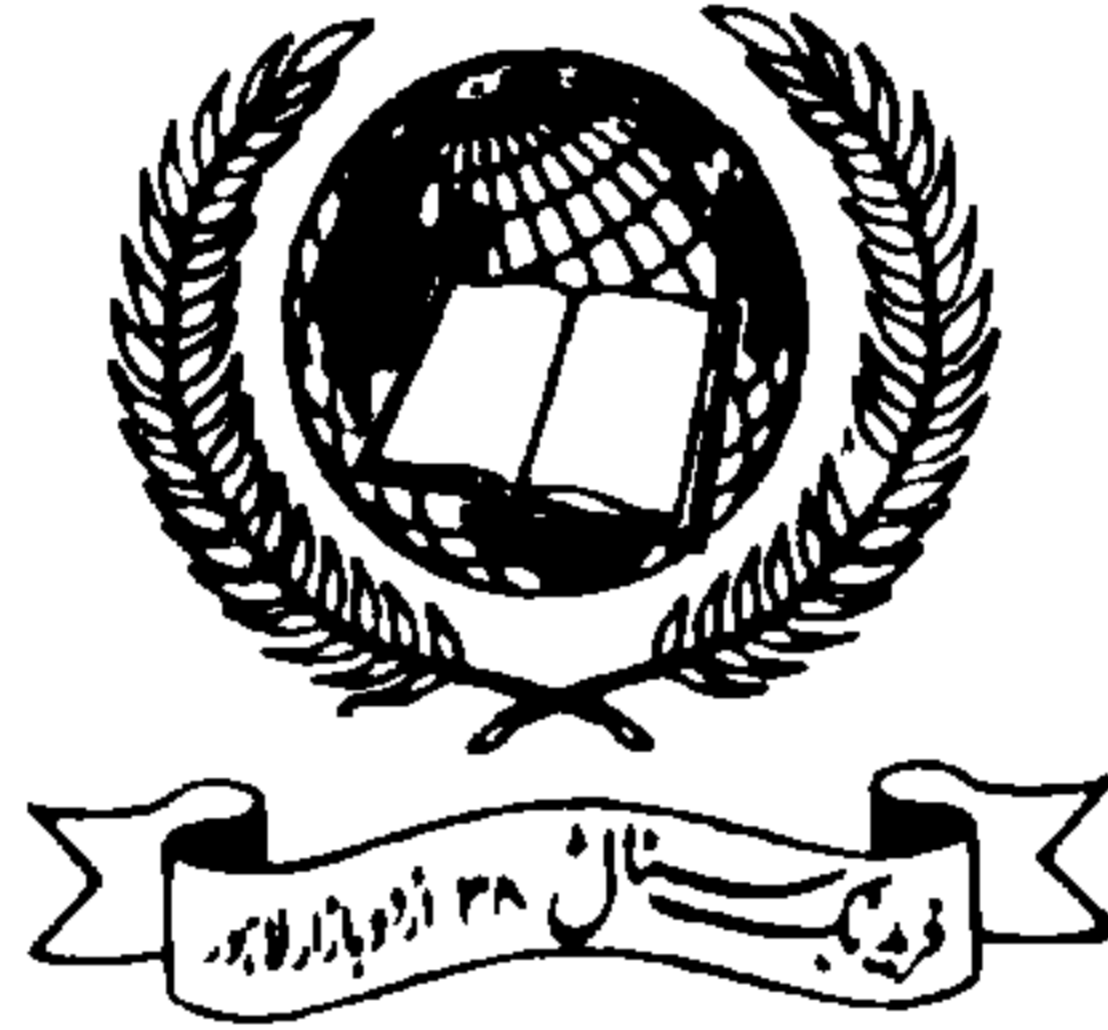
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع التاسع : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء

الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۴ھ / اپریل ۲۰۰۳ء

تصحیح : مولینا حافظ محمد ابراہیم فیضی

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

قیمت : 410/- روپے

Farid Book Stall®

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹

ای۔میل: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

marfat.com

Marfat.com

انتساب

بہ حضور سرور کائنات ﷺ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالْكَرَامَاتِ

اللَّهُمَّ ارِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارِنُ قُنِي إِيْتَابَهُ

اللَّهُمَّ ارِنِي الْبَاطِلَ بِاطِلًا وَارِنُ قُنِي اجْتِنَابَهُ

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیت واضح کر، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما،

اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما!

(امین)

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۳۷	۱۸	امام بخاری سے تعلق خاطر۔	۵۱
۲	متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق۔	۳۷	۱۹	تصانیف۔	۵۱
۳	مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان۔	۳۹	۲۰	وصال۔	۵۱
۴	کتاب و سنت و جماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں۔	۴۰	۲۱	حسن عاقبت	۵۱
۵	شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث۔	۴۰	۲۲	شرح صحیح مسلم	۵۲
۶	امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق۔	۴۱	۲۳	صحیح مسلم	۵۵
۷	شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل۔	۴۱	۲۴	سبب تالیف اور مدت	۵۵
۸	شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان۔	۴۲	۲۵	تسمیہ۔	۵۶
۹	”بیان القرآن“ لکھنے کا عزم۔	۴۲	۲۶	اسلوب۔	۵۶
۱۰	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۴۸	۲۷	شرائط۔	۵۷
۱۱	ولادت اور سلسلہ نسب۔	۴۹	۲۸	تعلیقات	۵۸
۱۲	تحصیل علم حدیث۔	۴۹	۲۹	عدد روایات	۵۹
۱۳	شخصیت۔	۴۹	۳۰	مستخرجات	۵۹
۱۴	اساتذہ اور مشائخ۔	۴۹	۳۱	شرح احادیث صحیح مسلم	۶۰
۱۵	تلامذہ۔	۵۰	۳۲	شرح صحیح مسلم، از قاری عبدالمجید برہنہ۔	۶۳
۱۶	کلمات الثناء	۵۰	۳۳	شرح صحیح مسلم، از مفتی گل رحمان برہنہ۔	۶۸
۱۷	علمی شکوہ۔	۵۰	۳۴	مقدمہ از شارح صحیح مسلم	۷۱
			۳۵	مذرت حدیث۔	۷۱
			۳۶	جہت حدیث	۷۲

جلد اول

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
			سیدوین حدیث۔	۳۷
۱۰۲	حدیث، متن اور سند کا معنی۔	۵۹	صحیح بخاری کی احادیث کا بیان۔	۳۸
۱۰۷	حدیث اور حافظ کی تعریف۔	۶۰	صحیح مسلم کی احادیث، اور صحیح بخاری، اور	۳۹
۱۰۷	تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم	۶۱	صحیح مسلم میں تقابل کا بیان۔	۴۰
۱۰۲	خبر متواتر کی تعریف اور شرائط۔	۶۲	صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث	
۱۰۳	خبر متواتر کا حکم۔	۶۳	صحیحہ کا بیان۔	
۱۰۳	خبر متواتر کی اقسام	۶۴	جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان	۴۱
	خبر الامداد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی	۶۵	سنن ابی داؤد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۲
	اقسام۔	۶۵	سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۳
۱۰۴	حدیث مشہور کی تعریف۔	۶۶	سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۴
۱۰۴	حدیث عزیز کی تعریف۔	۶۶	موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۵
۱۰۵	حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام۔	۶۸	کتب خمسہ کے ساتھ غیر اسمائی کتب احادیث	۴۶
۱۰۵	قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی	۶۹	کا بیان۔	
	تقسیم۔	۸۷	سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۷
۱۰۴	حدیث منقول کا بیان۔	۷۰	مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۸
۱۰۴	حدیث صحیح کی تعریف۔	۷۱	مسند بناری کی فنی حیثیت کا بیان۔	۴۹
۱۰۶	حدیث صحیح کے مراتب۔	۷۲	مسندک لھامک کی فنی حیثیت کا بیان۔	۵۰
۱۰۶	حدیث صحیح بغیرہ کی تعریف۔	۷۳	حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان۔	۵۱
۱۰۸	حدیث حسن لذاتہ کی تعریف۔	۷۴	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان۔	۵۲
۱۱۰	حدیث حسن بغیرہ کی تعریف۔	۷۵	اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان۔	۵۳
۱۱۲	حدیث مردود کا بیان۔	۷۶	مناخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح التحسین	۵۴
۱۲۲	حدیث ضعیف کی تعریف۔	۷۷	اور تضعیف کرنے کی تحقیق۔	
	سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف	۷۸	چند ضروری اصطلاحات کا بیان۔	۵۵
	کی اقسام۔	۹۶	کتب احادیث کے اسماء	۵۶
۱۱۳	حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم۔	۷۹	تعدد احادیث کا بیان۔	۵۷
۱۱۵	حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۸۰	علم الحدیث روایت اور علم الحدیث درایت	۵۸
۱۱۵	حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ	۸۱	کی تعریفات۔	
۱۱۶	حدیث مرسل کی فنی حیثیت	۸۲		

جلد اول

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۸	حدیث منقولہ کا بیان -	۱۰۵	۱۱۸	۸۳
	حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان -	۱۰۶	۱۱۸	۸۴
۱۴۹	حدیث مضطرب کا بیان -	۱۰۷	۱۱۸	۸۵
۱۵۰	حدیث مصحف کا بیان -	۱۰۸	۱۱۹	۸۶
۱۵۱	مجہول راوی کی حدیث کا بیان -	۱۰۹	۱۲۰	۸۷
۱۵۲	مبہم راوی کی حدیث کا بیان -	۱۱۰	۱۲۳	۸۸
۱۵۳	بدعتی راوی کی حدیث کا بیان -	۱۱۱	۱۲۴	۸۹
۱۵۴	بدعت مکفرہ کا بیان -	۱۱۲	۱۲۵	۹۰
۱۵۵	روافض کی روایت کا بیان -	۱۱۳	۱۲۶	۹۱
۱۵۶	فسق سے تائب کی روایت کا بیان -	۱۱۴	۱۲۷	۹۲
۱۵۷	روایت اور شہادت کا فرق -	۱۱۵	۱۲۸	۹۳
۱۵۸	حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان -	۱۱۶	۱۲۹	۹۴
۱۵۹	بدعا فظہ کی روایت کا بیان -	۱۱۷	۱۳۰	۹۵
۱۶۰	جرم اور تبدیل کے الفاظ کا بیان -	۱۱۸	۱۳۱	۹۶
۱۶۱	حدیث ضعیف کے مراتب -	۱۱۹	۱۳۲	۹۷
۱۶۲	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق -	۱۲۰	۱۳۳	۹۸
۱۶۳	تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق -	۱۲۱	۱۳۴	۹۹
۱۶۴	حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ -	۱۲۲	۱۳۵	۱۰۰
۱۶۵	مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق -	۱۲۳	۱۳۶	۱۰۱
۱۶۶	اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق -	۱۲۴	۱۳۷	۱۰۲
	کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت -	۱۲۵	۱۳۸	۱۰۳
			۱۳۹	۱۰۴
			۱۴۰	
			۱۴۱	
			۱۴۲	
			۱۴۳	
			۱۴۴	
			۱۴۵	
			۱۴۶	
			۱۴۷	
			۱۴۸	
			۱۴۹	
			۱۵۰	
			۱۵۱	
			۱۵۲	
			۱۵۳	
			۱۵۴	
			۱۵۵	
			۱۵۶	
			۱۵۷	
			۱۵۸	
			۱۵۹	
			۱۶۰	
			۱۶۱	
			۱۶۲	
			۱۶۳	
			۱۶۴	
			۱۶۵	
			۱۶۶	
			۱۶۷	
			۱۶۸	
			۱۶۹	
			۱۷۰	
			۱۷۱	
			۱۷۲	
			۱۷۳	
			۱۷۴	
			۱۷۵	
			۱۷۶	
			۱۷۷	
			۱۷۸	
			۱۷۹	
			۱۸۰	
			۱۸۱	
			۱۸۲	
			۱۸۳	
			۱۸۴	
			۱۸۵	
			۱۸۶	
			۱۸۷	
			۱۸۸	
			۱۸۹	
			۱۹۰	
			۱۹۱	
			۱۹۲	
			۱۹۳	
			۱۹۴	
			۱۹۵	
			۱۹۶	
			۱۹۷	
			۱۹۸	
			۱۹۹	
			۲۰۰	

جلد اول

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۸۳	اکابر اور افاضل تابعین کا بیان۔	۱۴۵	اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۲۶
۱۸۳	حدیث مسند کی تعریف۔	۱۴۶	امت کی تلقینی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۲۷
۱۸۴	حدیث متصل کی تعریف۔	۱۴۷	جب کسی مستند پر صرف حدیث ضعیف مبنی ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق۔	۱۲۸
۱۸۵	مختلف اسناد کی تعریف کا بیان۔	۱۴۸	حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان۔	۱۲۹
۱۸۶	حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان۔	۱۴۹	امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق۔	۱۳۰
۱۸۷	اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان۔	۱۵۰	روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط۔	۱۳۱
۱۸۹	زیادات ثقات کا بیان۔	۱۵۱	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط۔	۱۳۲
۱۹۰	تھمل حدیث کے طرق۔	۱۵۲	انتہار اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔	۱۳۳
۱۹۲	سماع	۱۵۳	حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحتاً، اور حکماً کا بیان۔	۱۳۴
۱۹۲	قمرات۔	۱۵۴	صحابی کی تعریف کی تحقیق۔	۱۳۵
۱۹۲	اجازة	۱۵۵	جو مسلمان آپ سے طاقات کے بعد مرتد ہو گیا پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۳۶
۱۹۳	منازل	۱۵۶	صحابی کی معرفت کے ذرائع۔	۱۳۷
۱۹۴	مرکاتہ	۱۵۷	تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان۔	۱۳۸
۱۹۴	اعلام۔	۱۵۸	کثیر الروایت صحابہ کا بیان۔	۱۳۹
۱۹۴	وصیت	۱۵۹	فقہاء صحابہ کا بیان۔	۱۴۰
۱۹۴	وجاہة	۱۶۰	احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد۔	۱۴۱
۱۹۵	اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان۔	۱۶۱	طبقات صحابہ کا بیان۔	۱۴۲
۱۹۶	حدیث مسلسل کا بیان۔	۱۶۲	تابعین کا بیان۔	۱۴۳
۱۹۸	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۱۶۳	مخضرمین کا بیان۔	۱۴۴
۲۰۰	اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء۔	۱۶۴		
۲۰۱	حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ۔	۱۶۵		
۲۰۱	حرف آخر۔	۱۶۶		
۲۰۳	مقدمہ صحیح مسلم	۱۸۱		
		۱۶۷		
	باب: ۱	۱۸۲		
۲۱۱	حدیث گھونے کی ممانعت۔	۱۶۸		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۰	ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات۔	۱۸۳	باب ۲: بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت۔	۱۶۹
۲۶۱	ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات۔	۱۸۴	باب ۳: ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت۔	۱۷۰
۲۶۳	ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات۔	۱۸۵	باب ۴: اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت۔	۱۷۱
۲۶۴	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ۔	۱۸۶	باب ۵: حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل۔	۱۷۲
۲۶۵	آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحدہ؟	۱۸۷	۲۳۵	
۲۶۹	مومن اور مسلمان کی تعریف۔	۱۸۸	۲۳۵	
۲۷۱	ایمان کا بیان		۲۳۵	
۲۷۳	تمام علماء اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور نکلنے کا جواز۔	۱۸۹	۲۴۴	۱۷۳
۲۷۴	اللہ تالی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام نکلنے کے آداب۔	۱۹۰	۲۴۴	۱۷۴
۲۷۸	تضار و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۱۹۱	۲۴۸	۱۷۵
۲۸۰	تضار و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۱۹۲	۲۵۰	۱۷۶
۲۸۱	تقدیر کی تعریف۔	۱۹۳	۲۵۱	۱۷۷
۲۸۳	معتزلہ اور جبریت کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خالق اور کسب کا بیان۔	۱۹۴	۲۵۲	۱۷۸
۲۸۴	تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات۔	۱۹۵	۲۵۳	۱۷۹
۲۸۵	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۱۹۶	۲۵۳	۱۸۰
۲۸۶	انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان۔	۱۹۷	۲۵۴	۱۸۱
۲۸۷	انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۱۹۸	۲۵۵	۱۸۲
۲۸۹	انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ	۱۹۹	۲۵۶	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۰۸	رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۲۹۰	میں مختار ہونا۔	۲۰۰
۳۰۹	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۲۹۱	بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔	۲۰۱
۳۱۰	ندائے یا محمد کا جواز اور بحیث و نظر۔	۲۹۲	تقدیر مبرم اور تقدیر معلیٰ کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث۔	۲۰۲
۳۱۴	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا۔	۲۹۳	تقدیر مبرم اور تقدیر معلیٰ کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۲۰۳
۳۲۰	انہیار علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ندانے یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا۔	۲۹۴	تقدیر مبرم اور تقدیر معلیٰ کے متعلق محدثین کی آراء۔	۲۰۴
۳۲۲	ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔	۲۹۵	تقدیر مبرم اور تقدیر معلیٰ کے متعلق متکلمین کی آراء۔	۲۰۵
۳۲۲	مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۹۶	کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق۔	۲۰۶
۳۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات۔	۲۹۸	کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۰۷
۳۲۸	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب۔	۲۹۹	کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۲۰۸
۳۲۹	علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔	۳۰۰	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۹
۳۳۱	باب: ۱ نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔	۳۰۳	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔	۲۱۰
۳۳۲	نظمی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۰۴	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۲۱۱
۳۳۳	فسخ میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم۔	۳۰۵	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۲۱۲
۳۳۴	تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۰۸	کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	
۳۳۴	وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل۔			

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۵۹	وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔		رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر	۲۲۸
۳۶۲	توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف۔	۲۴۳	روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔	
	باب: ۲	۳۳۵		
۳۶۲	اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان۔	۲۴۴	باب: ۲	
۳۶۴	الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت	۲۴۵	ارکان اسلام سے متعلق سوال۔	۲۲۹
	باب: ۵	۳۳۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات۔	۲۳۰
۳۶۴	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، احکام شریعت پر عمل کرنے، ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم۔	۲۴۶	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔	۲۳۱
	حزمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق	۲۴۷	روزہ کے لغوی اور شرعی معنی۔	۲۳۲
۳۶۴	ایک اشکال کا جواب۔	۲۴۸	روزہ کے مفسرات اور مفسدات کا بیان۔	۲۳۳
۳۶۹	چار قسموں کے بدتموں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت۔	۲۴۹	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال۔	۲۳۴
۳۷۰	نبیذ کا معنی۔	۲۵۰	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	۲۳۵
	باب: ۶	۳۴۸	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال۔	۲۳۶
۳۷۱	توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شریعت کی گواہی دینا۔	۲۵۱	انسانی بدن کی تشریح کے متعلق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا۔	۲۳۷
۳۷۲	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۲۵۲	انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ۔	۲۳۸
۳۷۳	آیا کفار احکام شریعت فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۲۵۳	آیا روزہ دار میں انجیکشن لگوانے یا نہیں۔	۲۳۹
	باب: ۷	۳۵۸	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرہ اختلاف اور بر سبیل تنزیل استدلال۔	۲۴۰
۳۷۵	جب تک لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہیں ان سے قتال کرنے کا حکم۔	۲۵۴	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حروف آخر۔	۲۴۱
۳۷۸	حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان۔	۲۵۵	باب: ۳	۲۴۲
۳۷۹	مانعین زکوٰۃ کا شبہ۔	۲۵۶	ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دنوں کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۷	ما نیین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب۔	۳۷۹	۲۷۰	اسی حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل	۲۰۸
۲۵۸	قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام	۳۸۰	۲۷۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان۔	۲۱۰
۲۵۹	ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔	۳۸۱		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت مہاذن نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟	۲۱۰
۲۶۰	حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث۔	۳۸۲		حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۲۱۱
۲۶۱	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔	۳۸۲		باب: ۱۰	
۲۶۲	موت کے وقت غرغره موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پر مرنے والا جہنمی ہے۔	۳۸۳	۲۷۳	جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔	۲۱۳
۲۶۳	غرغره موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث۔	۳۸۴	۲۷۴	باب: ۱۱	
۲۶۴	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔	۳۸۵	۲۷۵	ایمان کی شاخوں کی تعداد، ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔	۲۱۳
۲۶۵	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث	۳۹۳	۲۷۶	ایمان کی شاخوں کی تفسیر اور تعیین۔	۲۱۶
۲۶۶	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔	۳۹۴	۲۷۷	حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۲۱۷
۲۶۷	باب: ۹		۲۷۸	حیا کا شرعی معنی۔	۲۱۸
۲۶۸	جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا۔	۳۹۸	۲۷۹	باب: ۱۲	
۲۶۹	آیا مگر کبیرہ کی بنیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں؟	۴۰۷	۲۸۰	اسلام کے جامع اوصاف۔	۲۱۹
۲۷۰	کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر	۴۰۷	۲۸۱	استقامت کا بیان	۲۲۰
			۲۸۲	باب: ۱۳	
				احکام اسلام میں سے بعض کی بعض تفصیلات	۲۲۲
				افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔	۲۹۸	تاریخ کا بیان۔	
۴۴۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام پڑھنا۔	۲۹۹	باب: ۱۴	۲۸۳
۴۴۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا۔	۳۰۰	ان خصائص کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔	۲۸۴
۴۴۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا۔	۳۰۱	حلاوت ایمان کا معنی۔	۲۸۵
۴۴۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا۔	۳۰۲	اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ۔	۲۸۶
۴۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا۔	۳۰۳	باب: ۱۵	۲۸۷
۴۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر۔	۳۰۴	اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۲۸۸
	باب: ۱۶	۳۰۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۲۸۹
۴۵۲	ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔	۳۰۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ۔	۲۹۰
۴۵۳	جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔	۳۰۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۲۹۱
	باب: ۱۷	۳۰۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۲۹۲
۴۵۴	پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۳۰۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات۔	۲۹۳
۴۵۵	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۳۱۰	اطاعت رسول۔	۲۹۴
	باب: ۱۸	۳۱۱	اتباع رسول کی حلاوت۔	۲۹۵
	پڑوسی اور مہمان کی تکمیل کرنا اور نیکی کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان کے ہیں۔	۳۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا۔	۲۹۶
		۳۱۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا۔	۲۹۷
		۳۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۲۹۸
		۳۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے اجتراز کرنا۔	۲۹۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۶۰	فقہ اور حکمت کی تعریفات	۲۲۷	افضلیت سکوت کے مواقع۔	۳۱۰
۴۶۰	باب: ۲۱	۲۲۷	مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب۔	۳۱۱
۴۶۰	جنت میں موت مومنین داخل ہوں گے،	۲۲۸	باب: ۱۹	۳۱۲
۴۶۰	مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت	۲۲۸	برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے اور	۳۱۳
۴۶۰	ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب	۲۲۸	ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔	۳۱۴
۴۶۰	ہے۔	۲۲۸	خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور	۳۱۴
۴۶۱	مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان	۲۲۹	میش منظر۔	۳۱۴
۴۶۱	باب: ۲۲	۲۲۹	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق۔	۳۱۳
۴۶۲	دین خیر خواہی ہے۔	۲۳۰	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن	۳۱۵
۴۶۲	اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور	۲۳۱	مجید کی آیات۔	۳۱۵
۴۶۳	عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل۔	۲۳۱	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث	۳۱۶
۴۶۳	باب: ۲۳	۲۳۱	کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۳۱۷
۴۶۳	گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے	۲۳۲	کو ترک کرنا جائز ہے۔	۳۱۷
۴۶۳	ارتحکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا	۲۳۲	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک	۳۱۸
۴۶۴	حدیث الباب کی تشریح۔	۲۳۳	ہونا ضروری نہیں ہے۔	۳۱۸
۴۶۴	باب: ۲۴	۲۳۳	ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۳۱۹
۴۶۴	منافق کی صفات کا بیان۔	۲۳۴	کو فتنہ کہنے کا بطلان۔	۳۱۹
۴۶۴	تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار	۲۳۵	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف	۳۲۰
۴۶۴	کی وجہ۔	۲۳۵	کو ترک نہ کیا جاتے۔	۳۲۰
۴۶۸	ان تین خصلتوں کا منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ۔	۲۳۶	امر بالمعروف میں طمانت کو اختیار کیا جاتے۔	۳۲۱
۴۶۸	باب: ۲۵	۲۳۶	خلوت کا معنی۔	۳۲۲
۴۶۸	مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم۔	۲۳۷	باب: ۲۰	۳۲۳
۴۶۸	مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی ترجیحات	۲۳۸	اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت	۳۲۳
۴۶۸	مبتدعین اہل قبلہ کا تکفیر کے متعلق مشکلیں نظر	۲۳۹	اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح۔	۳۲۳
۴۶۸	غیر کے مال پر ڈھوسی کرنے کا حکم۔	۲۴۰	یمن کی طرف ایمان کے نسبت کرنے کی ترجیح۔	۳۲۴
۴۶۸	باب: ۲۶	۲۴۰	اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ۔	۳۲۵
۴۶۸	جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۲۴۱	شیطان کے دو سیکنگوں سے کیا مراد ہے؟	۳۲۶

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۱۰	جوابات۔	۴۸۵	انکار کرے اس کے ایمان کا بیان۔	۳۴۲
۵۱۳	چہرہ پینٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب۔	۳۵۷	استحاق زیاد کا بیان	
۵۱۵	زانو پینٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۸۷	باب: ۲۷	
۵۱۶	سینہ پینٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۸۸	اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔	۳۴۳
۵۱۷	زانو، رخسار اور سینہ پینٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۸۹	فسق کا بیان۔	۳۴۴
۵۲۰	ماتم حسین کے استنار کا جواب۔	۳۴۱	مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ۔	۳۴۵
۵۲۱	ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔	۳۴۲	باب: ۲۸	
۵۲۲	بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق۔	۳۴۳	اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا۔	۳۴۶
۵۲۳	جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا جواب دینا چاہیے۔	۳۴۴	باب: ۲۹	
۵۲۴	باب: ۳۰	۳۴۵	نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق۔	۳۴۸
۵۲۵	جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان۔	۳۴۶	تغزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ مہذبہ عہد۔	۳۴۹
۵۲۶	ستاروں کے موثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال۔	۳۴۷	مر وجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال۔	۳۵۰
۵۲۷	کواکب سیارگان اور بروج کا بیان۔	۳۴۸	مر وجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال۔	۳۵۱
۵۲۸	ستارہ پرستوں کا نظریہ۔	۳۴۹	مر وجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال۔	۳۵۲
۵۲۹	اسباب کی تاثیر کا بیان۔	۳۵۰	مر وجہ ماتم کی حرمت پر نوحہ ملاحقہ مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۳۵۳
	باب: ۳۱	۳۵۱	مر وجہ ماتم کی حرمت پر نوحہ ملاحقہ مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۳۵۴
	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	۳۵۲	مر وجہ ماتم کی حرمت پر نوحہ ملاحقہ مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۳۵۵
	باب: ۳۲	۳۵۳	مر وجہ ماتم کی حرمت پر نوحہ ملاحقہ مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۳۵۶
	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	۳۵۴	مر وجہ ماتم کی حرمت پر نوحہ ملاحقہ مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۳۵۷

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۴۷	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں۔	۳۸۷	کی، اور ان سے بعض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔	۳۷۱
۵۴۸	اصرار معصیت اور نکواری معصیت۔	۳۸۸	۵۲۸	۳۷۲
۵۴۸	شرک کی تعریف۔	۳۸۹	۵۲۹	۳۷۳
۵۴۸	سحر کی تعریف۔	۳۹۰	باب: ۳۳	۳۷۴
۵۴۹	باب: ۳۸		عبادت کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق۔	۳۷۵
۵۴۹	تکبر کے حرام ہونے کا بیان۔	۳۹۱	۵۳۰	۳۷۶
۵۴۹	اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحث	۳۹۲	۵۳۱	۳۷۷
۵۵۰	اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث	۳۹۳	۵۳۱	۳۷۸
۵۵۰	جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے۔	۵۳۲	۵۳۲	۳۷۹
۵۵۰	جنت میں تکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ	۳۹۴	۵۳۲	۳۸۰
۵۵۱	قیمتی لباس پہنا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے۔	۳۹۵	۵۳۶	۳۸۱
۵۵۱	باب: ۳۹	۵۳۷	۵۳۷	۳۸۲
۵۵۲	جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر نرگیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر ملا اس کے دوزخی ہونے پر دلیل۔	۳۹۶	۵۳۷	۳۸۳
۵۵۲	کیا صرف لا الہ الا اللہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟	۳۹۷	۵۳۸	۳۸۴
۵۵۳	باب: ۴۰	۵۳۹	باب: ۳۴	۳۸۵
۵۵۳	کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے	۳۹۸	۵۳۹	۳۸۶
۵۵۳	ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ۔	۳۹۹	۵۳۹	۳۸۷
۵۵۴	باب: ۴۱	۵۴۰	باب: ۳۵	۳۸۸
۵۵۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھانے و ہم میں سے نہیں ہے۔	۴۰۰	۵۴۰	۳۸۹
۵۵۴	۵۴۱	۵۴۱	۳۹۰
۵۵۴	۵۴۲	۵۴۲	۳۹۱
۵۵۴	۵۴۳	۵۴۳	۳۹۲
۵۵۴	۵۴۴	۵۴۴	۳۹۳
۵۵۴	۵۴۵	۵۴۵	۳۹۴
۵۵۴	۵۴۶	۵۴۶	۳۹۵
۵۵۴	۵۴۷	۵۴۷	۳۹۶
۵۵۴	۵۴۸	۵۴۸	۳۹۷
۵۵۴	۵۴۹	۵۴۹	۳۹۸
۵۵۴	۵۵۰	۵۵۰	۳۹۹
۵۵۴	۵۵۱	۵۵۱	۴۰۰
۵۵۴	۵۵۲	۵۵۲	۴۰۱
۵۵۴	۵۵۳	۵۵۳	۴۰۲
۵۵۴	۵۵۴	۵۵۴	۴۰۳
۵۵۴	۵۵۵	۵۵۵	۴۰۴
۵۵۴	۵۵۶	۵۵۶	۴۰۵
۵۵۴	۵۵۷	۵۵۷	۴۰۶
۵۵۴	۵۵۸	۵۵۸	۴۰۷
۵۵۴	۵۵۹	۵۵۹	۴۰۸
۵۵۴	۵۶۰	۵۶۰	۴۰۹
۵۵۴	۵۶۱	۵۶۱	۴۱۰
۵۵۴	۵۶۲	۵۶۲	۴۱۱
۵۵۴	۵۶۳	۵۶۳	۴۱۲
۵۵۴	۵۶۴	۵۶۴	۴۱۳
۵۵۴	۵۶۵	۵۶۵	۴۱۴
۵۵۴	۵۶۶	۵۶۶	۴۱۵
۵۵۴	۵۶۷	۵۶۷	۴۱۶
۵۵۴	۵۶۸	۵۶۸	۴۱۷
۵۵۴	۵۶۹	۵۶۹	۴۱۸
۵۵۴	۵۷۰	۵۷۰	۴۱۹
۵۵۴	۵۷۱	۵۷۱	۴۲۰
۵۵۴	۵۷۲	۵۷۲	۴۲۱
۵۵۴	۵۷۳	۵۷۳	۴۲۲
۵۵۴	۵۷۴	۵۷۴	۴۲۳
۵۵۴	۵۷۵	۵۷۵	۴۲۴
۵۵۴	۵۷۶	۵۷۶	۴۲۵
۵۵۴	۵۷۷	۵۷۷	۴۲۶
۵۵۴	۵۷۸	۵۷۸	۴۲۷
۵۵۴	۵۷۹	۵۷۹	۴۲۸
۵۵۴	۵۸۰	۵۸۰	۴۲۹
۵۵۴	۵۸۱	۵۸۱	۴۳۰
۵۵۴	۵۸۲	۵۸۲	۴۳۱
۵۵۴	۵۸۳	۵۸۳	۴۳۲
۵۵۴	۵۸۴	۵۸۴	۴۳۳
۵۵۴	۵۸۵	۵۸۵	۴۳۴
۵۵۴	۵۸۶	۵۸۶	۴۳۵
۵۵۴	۵۸۷	۵۸۷	۴۳۶
۵۵۴	۵۸۸	۵۸۸	۴۳۷
۵۵۴	۵۸۹	۵۸۹	۴۳۸
۵۵۴	۵۹۰	۵۹۰	۴۳۹
۵۵۴	۵۹۱	۵۹۱	۴۴۰
۵۵۴	۵۹۲	۵۹۲	۴۴۱
۵۵۴	۵۹۳	۵۹۳	۴۴۲
۵۵۴	۵۹۴	۵۹۴	۴۴۳
۵۵۴	۵۹۵	۵۹۵	۴۴۴
۵۵۴	۵۹۶	۵۹۶	۴۴۵
۵۵۴	۵۹۷	۵۹۷	۴۴۶
۵۵۴	۵۹۸	۵۹۸	۴۴۷
۵۵۴	۵۹۹	۵۹۹	۴۴۸
۵۵۴	۶۰۰	۶۰۰	۴۴۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۷۵	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۴۱۴	باب ۲۲:	۴۰۱
۵۷۶	باب ۲۸: خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل۔	۴۱۵	۵۶۱	۴۰۱
۵۷۷	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۴۱۶	باب ۲۳:	۴۰۲
۵۷۸	باب ۲۹: قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھالینا جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو۔	۴۱۷	۵۶۱	۴۰۲
۵۷۹	باب ۵۰: فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب۔	۴۱۸	۵۶۳	۴۰۳
۵۸۰	باب ۵۱: مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا۔	۴۱۹	۵۶۵	۴۰۴
۵۸۱	حدیث الباب کی تشریح۔	۴۲۰	باب ۲۵:	۴۰۵
۵۸۲	باب ۵۲: کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہو گا؟	۴۲۱	۵۶۴	۴۰۶
۵۸۳	اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں پر مواخذہ کا جواب۔	۴۲۲	۵۶۵	۴۰۷
۵۸۴	باب ۵۳: اسلام، حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔	۴۲۳	۵۶۸	۴۰۸
۵۸۵	دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان۔	۴۲۴	۵۶۹	۴۰۹
۵۸۶	باب ۵۴: اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم۔	۴۲۵	۵۷۰	۴۱۰
۵۸۷	کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔	۴۲۶	۵۷۳	۴۱۱
۵۸۸	باب ۵۵: ایمان میں صدق اور اخلاص۔	۴۲۷	۵۷۴	۴۱۲
				۴۱۳
				۴۱۴
				۴۱۵
				۴۱۶
				۴۱۷
				۴۱۸
				۴۱۹
				۴۲۰
				۴۲۱
				۴۲۲
				۴۲۳
				۴۲۴
				۴۲۵
				۴۲۶
				۴۲۷
				۴۲۸
				۴۲۹
				۴۳۰
				۴۳۱
				۴۳۲
				۴۳۳
				۴۳۴
				۴۳۵
				۴۳۶
				۴۳۷
				۴۳۸
				۴۳۹
				۴۴۰
				۴۴۱
				۴۴۲
				۴۴۳
				۴۴۴
				۴۴۵
				۴۴۶
				۴۴۷
				۴۴۸
				۴۴۹
				۴۵۰
				۴۵۱
				۴۵۲
				۴۵۳
				۴۵۴
				۴۵۵
				۴۵۶
				۴۵۷
				۴۵۸
				۴۵۹
				۴۶۰
				۴۶۱
				۴۶۲
				۴۶۳
				۴۶۴
				۴۶۵
				۴۶۶
				۴۶۷
				۴۶۸
				۴۶۹
				۴۷۰
				۴۷۱
				۴۷۲
				۴۷۳
				۴۷۴
				۴۷۵
				۴۷۶
				۴۷۷
				۴۷۸
				۴۷۹
				۴۸۰
				۴۸۱
				۴۸۲
				۴۸۳
				۴۸۴
				۴۸۵
				۴۸۶
				۴۸۷
				۴۸۸
				۴۸۹
				۴۹۰
				۴۹۱
				۴۹۲
				۴۹۳
				۴۹۴
				۴۹۵
				۴۹۶
				۴۹۷
				۴۹۸
				۴۹۹
				۵۰۰

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۲۸	حدیث اباب کی تشریح۔	۵۸۷	حدیث اباب کی تشریح۔	۲۲۸
۲۲۹	باب: ۵۶	۲۲۱	باب: ۵۶	۲۲۹
۲۳۰	حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان۔	۵۸۷	حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان۔	۲۳۰
۲۳۱	ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم۔	۵۹۳	ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم۔	۲۳۱
۲۳۲	وہ سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔	۲۲۲	وہ سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔	۲۳۲
۲۳۳	باب: ۵۷	۵۹۵	باب: ۵۷	۲۳۳
۲۳۴	ایمان میں دوسو سہ کا بیان اور دوسو سہ کے وقت کیا کہنا چاہیے۔	۲۲۴	ایمان میں دوسو سہ کا بیان اور دوسو سہ کے وقت کیا کہنا چاہیے۔	۲۳۴
۲۳۵	شیطانی دوسو سوں کی دو قسمیں۔	۵۹۷	شیطانی دوسو سوں کی دو قسمیں۔	۲۳۵
۲۳۶	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال۔	۲۲۵	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال۔	۲۳۶
۲۳۷	باب: ۵۸	۲۲۶	باب: ۵۸	۲۳۷
۲۳۸	جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید۔	۲۲۷	جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید۔	۲۳۸
۲۳۹	باطن میں قصار ناقد نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال۔	۲۲۸	باطن میں قصار ناقد نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال۔	۲۳۹
۲۴۰	ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل۔	۲۲۹	ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل۔	۲۴۰
۲۴۱	باب: ۵۹	۲۳۰	باب: ۵۹	۲۴۱
۲۴۲	غیر کامل ناحق پھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔	۲۳۱	غیر کامل ناحق پھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔	۲۴۲
۲۴۳	شہید کی وجہ تسمیہ۔	۲۳۲	شہید کی وجہ تسمیہ۔	۲۴۳
۲۴۴	فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور	۲۳۳	فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور	۲۴۴
۲۴۵	احکام۔	۲۳۴	احکام۔	۲۴۵
۲۴۶	فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام	۲۳۵	فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام	۲۴۶
۲۴۷	باب: ۶۰	۲۳۶	باب: ۶۰	۲۴۷
۲۴۸	رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے ماکم کے لیے دوزخ کی وعید۔	۲۳۷	رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے ماکم کے لیے دوزخ کی وعید۔	۲۴۸
۲۴۹	صحیح کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟	۲۳۸	صحیح کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟	۲۴۹
۲۵۰	باب: ۶۱	۲۳۹	باب: ۶۱	۲۵۰
۲۵۱	بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا۔	۲۴۰	بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا۔	۲۵۱
۲۵۲	عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان۔	۲۴۱	عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان۔	۲۵۲
۲۵۳	حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجزارت نہ ہونے کا بیان۔	۲۴۲	حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجزارت نہ ہونے کا بیان۔	۲۵۳
۲۵۴	باب: ۶۲	۲۴۳	باب: ۶۲	۲۵۴
۲۵۵	اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جانے کا اور مسجدوں میں گس جانے کا۔	۲۴۴	اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جانے کا اور مسجدوں میں گس جانے کا۔	۲۵۵
۲۵۶	اول آعر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد؟	۲۴۵	اول آعر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد؟	۲۵۶
۲۵۷	باب: ۶۳	۲۴۶	باب: ۶۳	۲۵۷
۲۵۸	انہی زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا۔	۲۴۷	انہی زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا۔	۲۵۸
۲۵۹	باب: ۶۴	۲۴۸	باب: ۶۴	۲۵۹
۲۶۰	خون زدہ شخص کے لیے ایمان منافی رکھنے کا جواز۔	۲۴۹	خون زدہ شخص کے لیے ایمان منافی رکھنے کا جواز۔	۲۶۰
۲۶۱	تقیہ کی تحقیق۔	۲۵۰	تقیہ کی تحقیق۔	۲۶۱
۲۶۲	تقیہ کی تعریف: ایس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام۔	۲۵۱	تقیہ کی تعریف: ایس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام۔	۲۶۲
۲۶۳	مدارات کی تحقیق۔	۲۵۲	مدارات کی تحقیق۔	۲۶۳
۲۶۴	تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ۔	۲۵۳	تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ۔	۲۶۴

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۲۰	اکا سفر اختیار کرنا۔	۶۲۲	تقیہ کے متعلق شبیہ کا نظریہ۔	۴۵۵
۶۲۰	اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق۔	۶۲۲	تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل۔	۴۵۶
۶۴۲	خواتین کو تعظیم دینا۔	۶۲۴	تقیہ کے متعلق ائمہ شیبہ کی روایات۔	۴۵۷
	باب: ۶۸	۶۲۵	تقیہ کے متعلق شبیہ مفسرین کی عبارات۔	۴۵۸
	حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور	۶۲۷	کتب شیبہ سے تقیہ کا بطلان۔	۴۵۹
	شرعیات محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے		باب: ۶۵	
	کا بیان۔		جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس	۴۶۰
۶۴۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل۔	۶۲۷	کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی	
	باب: ۶۹	۶۳۰	مومن کہنے کی ممانعت۔	
	اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا	۶۳۲	حدیث الباب کی تشریح۔	۴۶۱
	جاتے گا۔		باب: ۶۶	
۶۴۵	دجال کا بیان۔	۶۳۳	دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا۔	۴۶۲
۶۴۷	دابۃ الارض کا بیان۔	۶۳۵	مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے	۴۶۳
۶۴۸	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں	۶۳۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ۔	
	پڑے رہنے کی توجیہ۔	۶۳۳	حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی	۴۶۴
۶۴۸	باب: ۷۰	۶۳۵	پناہ چاہنے کی توجیہ۔	
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی	۶۳۵	قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت	۴۶۵
	کی ابتداء کرنے کا بیان۔	۶۳۵	یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ۔	
۶۴۹	وحی کا لغوی معنی۔	۶۳۵	باب: ۶۷	
۶۵۳	وحی کا شرعی معنی۔	۶۳۵	ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت	۴۶۶
۶۵۴	الہام اور فراست کی تعریضیں۔	۶۳۵	کے عموم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ	
۶۵۵	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام۔	۶۳۵	کی امت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے	
۶۵۶	تحواب کی تعریف اور اقسام	۶۳۶	کا بیان۔	
۶۵۶	ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں۔	۶۳۸	معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام۔	۴۶۷
۶۵۷	بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق۔	۶۳۸	ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار	
۶۵۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی	۶۴۰	سے وضاحت۔	
۶۵۸	تحقیق۔	۶۴۰	علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز	۴۶۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
			حرام میں فرشتے کی آمد۔	۴۸۶
			صاننا بقاری کی تحقیق۔	۴۸۷
			پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۴۸۸
۴۹۷	حضرت جبرائیل کا دوسرے مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔	۵۰۶	۴۹۰	۴۸۹
			حضرت صدیق کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح۔	۴۸۹
			درقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۴۹۰
۴۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار۔	۵۰۷	۴۹۳	۴۹۱
			آیا وحی رُک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟	۴۹۱
۴۹۷	شب معراج دیدار الہی کے بیان میں احادیث اور آثار۔	۵۰۸	۴۹۴	۴۹۲
			نقطاع وحی کی مدت کا بیان۔	۴۹۲
۴۹۸	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء مابکیہ کا نظریہ۔	۵۰۹	۴۹۶	۴۹۳
			علان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔	۴۹۳
۷۰۲	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء عنبیہ کا نظریہ۔	۵۱۰	۴۹۷	۴۹۴
			باب: ۱۰	۴۹۴
۷۰۴	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۵۱۱	۴۹۸	۴۹۵
			رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی قرینیت کا بیان۔	۴۹۵
۷۰۷	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء حنفیہ کا نظریہ۔	۵۱۲	۴۹۹	۴۹۶
			معراج کا لغوی معنی۔	۴۹۶
۷۰۸	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۵۱۳	۵۰۰	۴۹۷
			معراج کا اصطلاحی معنی۔	۴۹۷
۷۱۲	واقعہ معراج کی تاریخ۔	۵۱۴	۵۰۱	۴۹۸
			شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان۔	۴۹۸
۷۱۵	واقعہ معراج کی ابتدا کی جگہ۔	۵۱۵	۵۰۲	۴۹۹
			سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۴۹۹
۷۱۵	معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ۔	۵۱۶	۵۰۳	۵۰۰
			لفظ سبحان کے اسرار۔	۵۰۰
۷۱۶	کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان۔	۵۱۷	۵۰۴	۵۰۱
			لفظ عبودہ کے اسرار۔	۵۰۱
۷۲۳	رات میں معراج کرانے کے اسرار۔	۵۱۸	۵۰۵	۵۰۲
			لفظ اسرئیل کے اسرار۔	۵۰۲
۷۲۴	معراج کی ابتدا کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۵۱۹	۵۰۶	۵۰۳
			معراج کے متعلق سورہ والبنم کی آیات۔	۵۰۳
۷۳۵	حضرت ہم بانی کے گھر کی چھت شنی کر کے فرشتہ کے آنے کے اسرار۔	۵۲۰	۵۰۷	۵۰۴
			البنم اذا صوی کے اسرار۔	۵۰۴
			ثم وئی فتدائی کے اسرار۔	۵۰۵
			فکان قاب قوسین کے اسرار۔	۵۰۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۵۹	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا۔	۵۳۶	۴۳۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار۔	۵۲۰
۴۶۲	شب معراج عالم بزرخ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار۔	۵۳۷	۴۶۶	شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق۔	۵۲۱
۴۶۲	مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار۔	۵۳۸	۴۶۰	تین بار شق صدر کرنے کے اسرار۔	۵۲۲
۴۶۵	آسمانوں پر جانے کے اسرار۔	۵۳۹	۴۶۱	”ہذا حظک من الشیطان“ کے اسرار۔	۵۲۳
۴۶۵	سدرة المنتہیٰ سے آگے گزرنے کے اسرار۔	۵۴۰	۴۶۳	قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے اسرار۔	۵۲۴
۴۶۵	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۵۴۱	۴۶۴	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۵۲۵
۴۶۶	قف یا محمد فان و بک یصلی کے اسرار۔	۵۴۲	۴۶۴	براق پر سواری کے اسرار۔	۵۲۶
۴۶۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار۔	۵۴۳	۴۶۶	قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار۔	۵۲۷
۴۶۶	الصلوة مع اجماع المؤمنین کے اسرار۔	۵۴۴	۴۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق۔	۵۲۸
۴۶۶	کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار۔	۵۴۵	۴۶۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا۔	۵۲۹
۴۶۸	شب معراج دیدار الہی کے اسرار۔	۵۴۶	۴۶۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا۔	۵۳۰
۴۶۹	باب: ۶۲	۵۴۷	۴۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا۔	۵۳۱
۴۶۹	آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟	۵۴۸	۴۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا۔	۵۳۲
۴۶۹	قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا۔	۵۴۹	۴۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا۔	۵۳۳
۴۶۹	حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان۔	۵۵۰	۴۵۲	صحابیین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا۔	۵۳۴
۴۸۰	نورانی اسرار کی تحقیق۔	۵۵۱	۴۵۲	اجسام مثالیہ کا تعدد۔	۵۳۵
۴۸۱	باب: ۶۳	۵۵۱	۴۵۸		
	آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہ کے دیدار کا اثبات۔	۵۵۱	۴۵۸		

جلد اول

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۸۳۶	کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے	۵۶۴	۴۹۳	۵۵۲
۸۳۷	اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر تامل	۵۶۵	۴۹۴	۵۵۳
۸۳۷	باب: ۶۸			
۸۳۷	مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا۔	۵۶۶	۴۹۵	۵۵۴
۸۳۸	باب: ۶۹			
۸۳۸	غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر نکتہ نگاہ۔	۵۶۷	۴۹۵	۵۵۵
۸۳۹	باب: ۷۰			
۸۳۹	مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول۔	۵۶۸	۸۲۵	۵۵۶
۸۴۰	شفاعت طلب کرنے پر دلیل۔	۵۶۹	۸۲۵	۵۵۷
۸۴۱	دم کرانا اور داغ لگنا کر علاج کرانا توکل کے معنائی نہیں ہے۔	۵۷۰		
۸۴۲	باب: ۸۱			
۸۴۲	نصف اہل جنت اس امت کے لوگوں کے	۵۷۱	۸۲۷	۵۵۸
۸۴۳	باب: ۸۲			
۸۴۳	کتاب الطہارۃ			
۸۴۳	طہارت کے لغوی معنی کا بیان۔	۵۷۲	۸۳۰	۵۵۹
۸۴۴	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۵۷۳	۸۳۱	۵۶۰
۸۴۵	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۵۷۴	۸۳۲	۵۶۱
۸۴۶	طہارت کے مراتب اور درجات۔	۵۷۵		
۸۴۷	باب: ۸۳			
۸۴۷	وضو کی تفصیلت۔	۵۷۶		
۸۴۸	وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق۔	۵۷۷	۸۳۳	۵۶۲
۸۴۹	طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح۔	۵۷۸	۸۳۵	۵۶۳
۸۵۰				
۸۵۱				
۸۵۲				
۸۵۳				
۸۵۴				
۸۵۵				
۸۵۶				
۸۵۷				
۸۵۸				
۸۵۹				
۸۶۰				
۸۶۱				
۸۶۲				
۸۶۳				
۸۶۴				
۸۶۵				
۸۶۶				
۸۶۷				
۸۶۸				
۸۶۹				
۸۷۰				
۸۷۱				
۸۷۲				
۸۷۳				
۸۷۴				
۸۷۵				
۸۷۶				
۸۷۷				
۸۷۸				
۸۷۹				
۸۸۰				
۸۸۱				
۸۸۲				
۸۸۳				
۸۸۴				
۸۸۵				
۸۸۶				
۸۸۷				
۸۸۸				
۸۸۹				
۸۹۰				
۸۹۱				
۸۹۲				
۸۹۳				
۸۹۴				
۸۹۵				
۸۹۶				
۸۹۷				
۸۹۸				
۸۹۹				
۹۰۰				

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۸۷۸	مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات	۵۹۶	صبر کا معنی۔	۵۷۹
	باب: ۸۶		باب: ۸۴	
۸۷۸	وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان۔	۵۹۷	نماز کے لیے طہارت کا وجوب۔	۵۸۰
	باب: ۸۷		موجب طہارت کی تحقیق۔	۵۸۱
۸۸۰	وضو کے طریقہ کی تفصیل۔	۵۹۸	فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں	۵۸۲
	ایک چلو یا متعدد چلوں سے کلی کرنے	۵۹۹	فقہاء شافعیہ کے اقوال۔	
	اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب		فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب	۵۸۳
۸۸۱	فقہاء۔		میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	
	باب: ۸۸		بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار	۵۸۴
	ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ	۶۰۰	دینے کی تحقیق۔	
	استنجا کرنا۔		فاسقوں کے لیے زجباً دھانا کی جلتے۔	۵۸۵
۸۸۳			باب: ۸۳	
	باب: ۸۹		مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔	۵۸۶
۸۸۵	وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب	۶۰۱	کامل وضو کرنے کا طریقہ۔	۵۸۷
	وضو میں پیروں کے دھونے کے	۶۰۲	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر	۵۸۸
۸۸۷	متعلق اہل قبلہ کے مذاہب۔		امام شافعی کے دلائل۔	
	وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء	۶۰۳	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر	۵۸۹
۸۸۸	شیعہ کے دلائل۔		ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	
	آیت وضو میں قرأتِ جبر سے علماء شیعہ کے	۶۰۴	سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب	۵۹۰
۸۸۹	استدلال کے جوابات۔		فقہاء۔	
۸۹۰	علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات۔	۶۰۵	چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء	۵۹۱
	پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث	۶۰۶	احناف کے دلائل۔	
۸۹۰	اور اشارہ کا بیان۔		چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث۔	۵۹۲
۸۹۳	علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔	۶۰۷	نماز میں ممنوعہ خطرات اور وسوسا کا بیان۔	۵۹۳
	باب: ۹۰		وضو اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان۔	۵۹۴
	تمام اعضاء وضو کو مکمل طور پر دھونے کا	۶۰۸	باب: ۸۵	
۸۹۴	استحباب۔		وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	۵۹۵
	وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز	۶۰۹		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۹۱۱	مسواک کے متعلق احکام شرعیہ۔	۶۲۴	کی طہارت کے ترک ہوجانے کا حکم۔	
۹۱۳	منجن اور ٹورٹھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔	۶۲۵	باب: ۹۱	۶۱۰
۹۱۴	احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفضول ہونا۔	۶۲۶	بعض سنتوں کا بیان۔	
۹۱۵	باب: ۹۵	۶۲۷	غزہ اور تخیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۱۳
۹۱۶	دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔	۶۲۸	غزہ اور تخیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۴
۹۲۰	۱۰۔ ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات۔	۶۲۹	غزہ اور تخیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۱۵
۹۲۱	۲۔ ۳۔ زیر ناف بال موٹنے اور نبل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم۔	۶۳۰	غزہ اور تخیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۱۶
۹۲۲	۴۔ مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء ڈارحی کا لغوی معنی۔	۶۳۱	بعض مرتدین کو حوض پر اسیحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات۔	۶۱۷
۹۲۳	۵۔ ڈارحی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۳۲	مستقبل کے یقینی امور کے متعلق انشاء اللہ کہنے کا بیان۔	۶۱۸
۹۲۴	۶۔ ڈارحی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۳۳	بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق۔	۶۱۹
۹۲۵	۷۔ ڈارحی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۳۴	عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جاتے۔	۶۲۰
۹۲۶	۸۔ ڈارحی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۳۵	باب: ۹۳	
۹۲۷	۹۔ ڈارحی کے متعلق مصنف کا نظریہ۔	۶۳۶	تمکلیف کے وقت مکمل وضو کرنے کی تفصیلت	۶۲۱
۹۲۸	۱۰۔ ۱۱۔ کھانسی اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۶۳۷	باب: ۹۴	
۹۲۹	۱۲۔ انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۶۳۸	مسواک کا بیان۔	۶۲۲
۹۳۰	۱۳۔ نبل پالش اور مہندی سے وضو کا حکم۔	۶۳۹	مسواک کا لغوی اور شرعی معنی۔	۶۲۳
۹۳۱	۱۴۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۶۴۰		
۹۳۲	۱۵۔ پانی سے استنجاء کرنا۔	۶۴۱		
۹۳۳		۶۴۲		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۵۲	باب: ۱۰۰ کے دلائل۔	۹۳۲	باب: ۹۶ استنجا۔	۹۳۲	۹۳۲
۹۵۲	باب: ۱۰۰ تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے	۹۳۸	باب: ۹۶ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا	۹۳۸	۹۳۸
۹۵۲	برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت۔	۹۴۰	باب: ۹۶ پہننے کے وقت قبلہ کی طرف منہ	۹۴۰	۹۴۰
۹۵۶	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	۹۴۰	باب: ۹۶ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۴۰	۹۴۰
۹۵۶	باب: ۱۰۱ کتے کے جھوٹے کا حکم۔	۹۴۰	باب: ۹۶ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا	۹۴۰	۹۴۰
۹۵۶	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	۹۴۰	باب: ۹۶ پہننے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۴۰	۹۴۰
۹۵۶	متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۹۴۱	باب: ۹۶ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ	۹۴۱	۹۴۱
۹۵۶	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	۹۴۱	باب: ۹۶ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۴۱	۹۴۱
۹۵۹	متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح۔	۹۴۳	۹۴۳
۹۵۹	باب: ۱۰۲ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۵۹	ممانعت۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۰	کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۱	باب: ۱۰۳ جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۱	باب: ۱۰۴ جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۲	باب: ۱۰۴ جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۲	ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۲	طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۲	ہونا۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۳	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۳	سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۳	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۳	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳
۹۶۵	شدہ مسائل۔	۹۴۳	باب: ۹۷ موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۳	۹۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۸۹	دولم کا بیک وقت رابطہ۔			باب: ۱۰۵ شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم۔	۹۶۰
۹۹۰	کتاب الحیض		۹۶۵	شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔	۹۶۱
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی۔	۶۸۴			
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء۔	۶۸۵	۹۶۷		
۹۹۰	حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۶۸۶		باب: ۱۰۶ منی کا حکم۔	۹۶۲
۹۹۱	حیض کے مسائل۔	۶۸۷	۹۶۸	منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء۔	۹۶۳
۹۹۲	باب: ۱۰۹ طبوس مائعہ کے ساتھ لیٹنا۔	۶۸۸	۹۷۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی طہارت کا بیان۔	۹۶۴
۹۹۲	مائعہ عمدت کے ساتھ مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام۔	۶۸۹	۹۷۲	رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔	۹۶۵
۹۹۵	منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔	۶۹۰	۹۷۶	باب: ۱۰۷ خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ۔	۹۶۶
۹۹۶	باب: ۱۱۰ مائعہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا۔	۶۹۱	۹۷۷	نجاست کو دائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۹۶۷
۹۹۶	باب: ۱۱۱ مائعہ عمدت کے لیے اپنے کاوند کا سر دھونے والوں میں لگھکا کرنے کا جواز اس کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں مگر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز۔	۶۹۲	۹۷۸	باب: ۱۰۸ پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب۔	۹۶۸
۹۹۷	بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز۔	۶۹۳	۹۷۹	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق۔	۹۶۹
۱۰۰۰	باب: ۱۱۲ نذی کا حکم۔	۶۹۴	۹۸۰	قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر۔	۹۷۰
۱۰۰۰	باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔	۶۹۵	۹۸۶	ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر۔	۹۷۱
۱۰۰۰	باب: ۱۱۳ نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ منہ دھونا۔	۶۹۶	۹۸۸	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل۔	۹۷۲
۱۰۰۲				برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ	۹۷۳

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۰۲۱	باب: ۱۱۹ غسل میں سرد وغیرہ پدمتین مرتبہ پانی ڈالنا۔	۷۰۹	باب: ۱۱۴ جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے	۶۹۷
۱۰۲۳	باب: ۱۲۰ غسل میں مینہ ٹھیسوں کا حکم۔	۷۱۰	۱۰۰۲	کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجا اور وضو کرنے کا استحباب۔
۱۰۲۴	باب: ۱۲۱ حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب۔	۷۱۱	۱۰۰۴	مجاہد کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب۔
۱۰۲۵	باب: ۱۲۲ مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام	۷۱۲	۱۰۰۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق۔
۱۰۲۸	باب: ۱۲۳ حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔	۷۱۳	۱۰۰۸	باب: ۱۱۵ احکام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجہ۔
۱۰۲۹	باب: ۱۲۴ پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا۔	۷۱۴	۱۰۰۹	باب: ۱۱۶ مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔
۱۰۳۰	باب: ۱۲۵ پرانی شرمگاہ دیکھنے کی حرمت۔	۷۱۵	۱۰۱۱	باب: ۱۱۷ غسل جنابت کا طریقہ۔
۱۰۳۱	باب: ۱۲۶ تہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز۔	۷۱۶	۱۰۱۳	۷۰۳
۱۰۳۲	باب: ۱۲۷ تہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت۔	۷۱۷	۱۰۱۵	۷۰۴
۱۰۳۳	باب: ۱۲۸ شرمگاہ چھپانے کی کوشش کرنا۔	۷۱۸	۱۰۱۸	۷۰۵
۱۰۳۴	باب: ۱۲۹ قضاء حاجت کے وقت پردہ کرنا۔	۷۱۹	۱۰۱۹	۷۰۶
.....	۷۲۰	۱۰۲۰	۷۰۷
.....	۷۰۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۵۴	باب: ۱۳۵ مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل۔	۴۳۵	باب: ۱۲۹ غسل جماع کے احکام۔	۷۷۱
۱۰۵۷	آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔	۴۳۶	غسل جنابت کا سبب۔	۷۷۲
۱۰۵۸	باب: ۱۳۶ جنابت ہونے پر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر۔	۴۳۷	باب: ۱۳۰ آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب۔	۷۷۳
۱۰۵۸	جنس اور عارضی کے لیے قرآن مجید کی تلاوت منع ہے۔	۴۳۸	باب: ۱۳۱ ادنیٰ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم۔	۷۷۴
۱۰۵۸	باب: ۱۳۷ بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الغد وضو کا واجب ہونا۔	۴۳۹	باب: ۱۳۲ جس شخص کو وضو کا یقین ہو، پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔	۷۷۵
۱۰۵۹	باب: ۱۳۸ بیت الخلاء جلنسے کے وقت کی دعا۔	۴۴۰	شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔	۷۷۶
۱۰۶۰	باب: ۱۳۹ بیمٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۴۴۱	باب: ۱۳۳ مرد اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا۔	۷۷۷
۱۰۶۱	نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۴۴۲	دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۷۷۸
۱۰۶۳	کتاب الصلوٰۃ	۴۴۳	دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام۔	۷۷۹
۱۰۶۰	اذان کے مباحث۔	۴۴۴	باب: ۱۳۴ تیمم۔	۷۸۰
۱۰۶۰	اذان کی ابتداء کا بیان۔	۴۴۵	تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات۔	۷۸۱
۱۰۶۱	قبر پر اذان دینے کی تحقیق۔	۴۴۶	حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل۔	۷۸۲
۱۰۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق۔	۴۴۷	حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث۔	۷۸۳
۱۰۶۱	وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق۔	۴۴۸	تیمم کے بعض مسائل۔	۷۸۴
۱۰۶۳	باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء۔	۴۴۹		
۱۰۶۴	اذان کی مشروعیت کا بیان۔	۴۵۰		
۱۰۶۵	۴۵۱		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	تعداد
			باب: ۱۴۱	
۱۰۹۱	اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔	۷۶۴	اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم۔	۷۵۱
۱۰۹۲	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم۔	۷۶۵	کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۷۵۲
۱۰۹۲	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟	۷۶۶	کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر وائیل۔	۷۵۳
۱۰۹۲	اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حروف آخر۔	۷۶۷	باب: ۱۴۲	
۱۰۹۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ۔	۷۶۸	اذان کا طریقہ۔	۷۵۴
۱۰۹۵	باب: ۱۴۳	۷۶۹	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ۔	۷۵۵
۱۰۹۵	اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا۔	۷۷۰	اذان میں ترجیح کرنے کی تحقیق۔	۷۵۶
۱۰۹۸	قیامت کے دن مؤذنین کی لمبی گونہیں ہونے کی تشریح۔	۷۷۱	باب: ۱۴۴	
۱۰۹۸	اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق۔	۷۷۲	ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب۔	۷۵۷
۱۱۰۲	باب: ۱۴۵	۷۷۳	نابینا کے اذان دینے کا جواز۔	۷۵۸
۱۱۰۳	تنبکیر احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب۔	۷۷۴	حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح۔	۷۵۹
۱۱۰۳	رفع یدین کی حکمتیں۔	۷۷۵	باب: ۱۴۶	
۱۱۰۳	رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء۔	۷۷۶	جب نابینا کے ساتھ بیٹا ہو تو اس کی اذان کا جواز۔	۷۶۰
۱۱۰۵	کانوں تک لہجہ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۷۷۷	باب: ۱۴۷	
		۷۷۸	دارالکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت۔	۷۶۱
		۷۷۹	باب: ۱۴۸	
		۷۸۰	اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔	۷۶۲
		۷۸۱	اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔	۷۶۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۱۲۴	نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ۔ باب: ۱۵۰ پہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کا جو آیات یاد ہوں۔ ان کو پڑھنے۔	۷۹۰	۱۱۰۸	رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔ رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۷۷۶
۱۱۲۵	قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۷۹۱	۱۱۱۰	سبکیہ تحریر کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار۔	۷۷۸
۱۱۲۹	قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۷۹۲	۱۱۱۱	ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ۔	۷۷۹
۱۱۳۰	قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۷۹۳	۱۱۱۵	حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرق اور ضعف کا جواب۔	۷۸۰
۱۱۳۲	قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۷۹۴	۱۱۱۶	ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں۔	۷۸۱
۱۱۳۲	سورۃ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال۔	۷۹۵	۱۱۱۷	حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۷۸۲
۱۱۳۶	امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر۔	۷۹۶	۱۱۱۸	حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۷۸۳
۱۱۳۹	قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔	۷۹۸	۱۱۱۹	حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۷۸۴
۱۱۴۴	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل۔	۸۰۰	۱۱۲۰	حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۷۸۵
۱۱۴۹	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل۔	۸۰۱	۱۱۲۱	سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر۔	۷۸۶
۱۱۵۰	فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل۔	۸۰۲	۱۱۲۲	باب: ۱۲۹ رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقن اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت۔	۷۸۷
۱۱۵۱	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سراً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۸۰۳			۷۸۸
۱۱۵۲	سورۃ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے۔	۸۰۴			۷۸۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۱۶۷	تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدقاً سلام عرض کرنے کی تحقیق۔ باب: ۱۵۶	۸۱۵	باب: ۱۵۱ امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت۔	۸۰۴
۱۱۶۵	تشریح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔	۸۱۶	قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت	۸۰۵
۱۱۶۷	ناز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۸۱۷	باب: ۱۵۲ بسم اللہ کو سر آ پڑھنے والوں کے دلائل۔	۸۰۶
۱۱۶۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی ترجیحات۔	۸۱۸	ناز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ۔	۸۰۷
۱۱۶۹	درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے	۸۱۹	باب: ۱۵۳ جن لوگوں کے نزدیک سورت توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل۔	۸۰۸
۱۱۷۰	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے	۸۲۰	سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جہز نہ ہونے کے دلائل۔	۸۰۹
۱۱۷۱	درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ۔	۸۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان۔	۸۱۰
۱۱۷۲	درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟	۸۲۲	باب: ۱۵۴ سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا۔	۸۱۱
۱۱۷۳	غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً "صلوٰۃ" پڑھنے کی تحقیق۔	۸۲۳	باب: ۱۵۵ ناز میں تشریح کا بیان۔	۸۱۲
۱۱۷۴	غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق۔	۸۲۴	باب: ۱۵۶ ناز میں تشریح کا بیان۔	۸۱۳
۱۱۷۵	باب: ۱۵۷ سمع اللہ لمن حمد، ربنا لک الحمد اور آمین کا بیان۔	۸۲۵	باب: ۱۵۷ تشریح میں مذاہب ائمہ۔	۸۱۴
۱۱۷۶	آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۸۲۶		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
				آئین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۲۸
	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء حنفیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹	۸۲۲	آئین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۲۹
۱۲۱۳	باب: ۱۶۰	۱۱۸۹		آئین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۳۰
	جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز۔	۱۱۹۰		آئین بالسر پر دلائل۔	۸۳۱
۱۲۱۴	باب مذکور کی احادیث کے مسائل۔	۱۱۹۱	۸۲۳	باب: ۱۵۸	
۱۲۱۶	باب: ۱۶۱	۱۱۹۲	۸۲۴	امام کی اقتداء کرنے کا بیان۔	۸۳۲
	امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں باہر نہ ہوں۔	۱۱۹۴	۸۲۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں۔	۸۳۳
۱۲۱۵	باب: ۱۶۲	۱۱۹۶		امام کے لیے رینا و لک الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ۔	۸۳۴
	نماز کو خضوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم۔	۱۱۹۷	۸۲۶	جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۸۳۵
۱۲۱۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بعات کے دائمی ہونے کا بیان۔	۱۱۹۷	۸۲۷	باب: ۱۵۹	
۱۲۲۰	باب: ۱۶۳	۱۱۹۸		مرضی با سفر کے نذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔	۸۳۶
۱۲۲۱	پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی ضمانت۔	۱۱۹۸		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے	۸۳۷
۱۲۲۲	گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ۔	۱۲۰۰	۸۲۸	حضرت ابو بکر کا امامت کو لانے سے مندر پیش کرنے کا سبب۔	۸۳۸
۱۲۲۳	باب: ۱۶۴	۱۲۰۰		عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان۔	۸۳۹
۱۲۲۴	نماز میں آسمان کی بلوں دیکھنے کی ضمانت۔	۱۲۰۰	۸۲۹	حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۸۴۰
۱۲۲۵	باب: ۱۶۵	۱۲۰۰		حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۸۴۱
۱۲۲۶	سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت لمخواتانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ضمانت اور پہلی صفت کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم۔	۱۲۰۸	۸۲۸	حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث۔	۸۴۲
۱۲۲۷	رفیع یدین کا منسوخ ہونا۔	۱۲۰۹	۸۲۹		
۱۲۲۸		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۲۴۶	ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان۔		باب: ۱۶۶	۸۵۲
۱۲۴۷	باب: ۱۶۲	۱۲۳۰	نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی انضیلت کا بیان۔	۸۵۳
۱۲۴۸	نہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت۔	۸۶۵	ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان۔	۸۵۴
۱۲۴۹	باب: ۱۶۳	۱۲۳۳	عشاء کی نماز کو عتہ کہنے کی توجیہ۔	۸۵۵
۱۲۵۰	صبح کی نماز میں قرأت۔	۸۶۶	باب: ۱۶۷	۸۵۶
۱۲۵۱	باب: ۱۶۴	۱۲۳۴	مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں	۸۵۷
۱۲۵۲	عشاء کی نماز میں قرأت۔	۸۶۷	مردوں سے پہلے سجدہ سے سزا اٹھائیں۔	۸۵۸
۱۲۵۳	متنفل کی اقتدا میں مفترض کی نماز کی ممانعت	۸۶۸	باب: ۱۶۸	۸۵۹
۱۲۵۴	میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل		جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بہ شرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں۔	۸۶۰
۱۲۵۵	باب: ۱۶۵	۸۶۹	مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔	۸۶۱
۱۲۵۶	ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم۔	۸۷۰	باب: ۱۶۹	۸۶۲
۱۲۵۷	منزب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ۔	۸۷۱	جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔	۸۶۳
۱۲۵۸	بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم۔	۸۷۲	باب: ۱۷۰	۸۶۴
۱۲۵۹	باب: ۱۶۶	۱۲۳۷	قرآن مجید سننے کا حکم۔	۸۶۵
۱۲۶۰	نماز کے ارکان میں اعتدال کہنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۸۷۳	قرآن مجید سننے کا شرعی حکم۔	۸۶۶
۱۲۶۱	رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توجیہ۔	۸۷۴	باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور تشبیہوں کا شرعی حکم۔	۸۶۷
۱۲۶۲	باب: ۱۶۷	۱۲۳۸	باب: ۱۷۱	۸۶۸
۱۲۶۳	امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا۔	۸۷۵	صبح کی نماز میں جہر قرأت کہنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا۔	۸۶۹
۱۲۶۴	باب: ۱۶۸	۱۲۳۹	جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے	۸۷۰
۱۲۶۵	نمازی رکوع سے سزا اٹھا کر کیا کہے؟	۸۷۶		
۱۲۶۶	حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح۔	۸۷۷		

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۳۰۲	سنوارنے کا شرعی حکم۔ باب: ۱۸۳	۸۹۷	۱۲۷۱	باب: ۱۶۹ رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت۔	۸۷۷
۱۳۰۳	اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر پھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو زانوں سے اوپر رکھنا۔	۸۹۷	۱۲۷۳	رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء۔	۸۷۸
۱۳۰۴	باب: ۱۸۴ نازک جامع صفت نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع قتل چار رکعت کی ناز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد دو سجودوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان۔	۸۹۳	۱۲۷۴	باب: ۱۸۰ رکوع اور سجود میں کیا کہے،	۸۷۹
۱۳۰۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سورۃ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر دلائل۔	۸۹۲	۱۲۷۴	ایسا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟	۸۸۰
۱۳۰۶	تشہد کے منقولہ مذاہب کی آراء۔	۸۹۵	۱۲۷۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محال۔	۸۸۱
۱۳۰۷	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۸۹۶	۱۲۸۲	عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۸۸۲
۱۳۰۸	ناز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۸۹۷	۱۲۸۲	جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا۔	۸۸۳
۱۳۰۹	خروج بسنت کی تحقیق۔	۸۹۸	۱۲۸۲	باب: ۱۸۱ سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب۔	۸۸۴
۱۳۱۰	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۸۹۹	۱۲۸۳	کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ	۸۸۵
۱۳۱۱	باب: ۱۸۵ نازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے ناز بیٹھنے کا استحباب، نازی کے سترے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کا حکم، اور گزرنے والے کو روکنا، نازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے ناز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے	۹۰۰	۱۲۸۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت۔	۸۸۶
۱۳۱۲			۱۲۸۶	باب: ۱۸۲ اعضائے سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نازی میں کپڑے موڑنے کی ممانعت۔	۸۸۷
			۱۲۸۸	اعضائے سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ۔	۸۸۸
			۱۲۹۱	سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فضیلت کی تحقیق۔	۸۸۹
			۱۲۹۹	سجدہ میں کس ایک انگلی کے پست لگانے کے فریضہ ہونے کی تحقیق۔	۸۹۰
				نازی میں کپڑا موڑنے یا اٹھانے اور مال	۸۹۱

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۳۳۰	صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت - باب : ۱۸۶	۹۰۴	۱۳۱۳	کا امر اور سنتہ اور اس کے متعلق امور کا بیان -	
۱۳۳۱	ایک کپڑا پہن کر ناز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان -	۹۰۵	۱۳۲۳	سنتہ کی تعریف اور اس کا حکم -	۹۰۱
۱۳۳۲	عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ ناز پڑھنے کے استحباب پر دلائل -	۹۰۶	۱۳۲۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنانہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضائل کی طہارت کا بیان -	۹۰۲
۱۳۳۶	حرف آخر -	۹۰۷	۱۳۲۹	حدہ کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز	۹۰۳
۱۳۳۹	آخر و مراجع	۹۰۸			

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوة والسلام على
خاتم النبيين سيد الانبياء والمرسلين اكرم الاولين و
الاخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اول الشافعين
والمشفعين صاحب المقام المحمود بين المحشورين
الذي نطقه وحى رب العالمين والذي خلقه معيار
للحسن في الاولين والاخرين رحمة للعالمين جيب
رب العالمين سيدنا محمد وعلى اليه الطيبين الطاهرين
واصحابه الراشدين المهديين وازواجه الطاهرات
المطهرات اقمات المؤمنين واولياء ائمه الواصلين
الكاملين وعلماء ائمه الراسخين من المفسرين
والمحدثين والائمة المجتهدين اجمعين ○



تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

۱۹۸۰ء میں شرح صحیح مسلم لکھنے کا آغاز ہوا، اس وقت کے پبلیشر سید حامد صاحب کے بے حد وباؤ کی وجہ سے میں نے جلد اول بہت مختصر لکھی، پھر میں بیمار پڑ گیا اور چار سال تک یہ کام التوا میں پڑا رہا، ۱۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو میں لاہور سے کراچی آ گیا اور یہاں آکر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت بہتر ہو گئی، مارچ ۱۹۸۶ء میں فرید بک سٹال کے مالک سید محمد اعجاز صاحب کراچی آئے اور مجھ سے دوبارہ شرح صحیح مسلم لکھنے کا وعدہ لے لیا، اور یوں شرح صحیح مسلم کی نشاۃ ثانیہ ہوئی، میں نے سید اعجاز صاحب سے کہا میں تفصیل سے لکھوں گا، اور پھر میں نے بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا اور جنوری ۱۹۹۳ء میں اس کی سات جلدیں مکمل ہو گئیں، چونکہ پہلی جلد باقی چھ جلدوں کی بہ نسبت بہت مختصر تھی اس لیے سید اعجاز صاحب اور بہت سے اہل علم حضرات کا اتفاق ہوا تھا کہ اس کو بھی باقی جلدوں کے منہاج پر از سر نو تفصیل سے لکھیں تاکہ ساتوں جلدیں ایک منہاج پر ہوں سو میں نے ساتوں جلد کی تکمیل کے بعد باقی جلدوں کی طرز پر پہلی جلد کو لکھنا شروع کر دیا اور الحمد للہ فروری ۱۹۹۴ء کو وسط میں تکمیل ہو گئی۔ میں نے جب شرح صحیح مسلم کو بہت تفصیل کیساتھ لکھنا شروع کیا تھا تو بعض دوستوں نے کہا آپ مختصر لکھتے تو یہ مکمل ہو جاتی پتا نہیں عمر وفا کے یا نہ کرے اور اس کی تکمیل ہو سکے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم نہ موت یہ کہ میری زندگی میں مکمل ہوئی بلکہ طبع ہو گئی اور اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ یورپ امریکہ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک یہ کتاب پہنچ گئی اور اس کتاب کو پڑھا گیا اور ہر طبقہ میں اس کی پذیرائی ہوئی۔

متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تمام ائمہ شریعت اور علماء طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء اپنے تمام اعزاز و اکرام کے باوجود بندے اور بشر ہیں، نبی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطا واقع ہو سکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور فقیہ اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور عاشق رسول کیوں نہ ہو کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطا واقع نہیں ہو سکتی، شرک فی الرسائل کے مترادف ہے اور اس شخص کو امتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائم مقام ہے، العیاذ باللہ۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ فرعون کا کفر جماعی ہے لیکن امام محمد بن حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے، علامہ ابن حجر نے زواج میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ ہمیں ان کی جلالت علم کا اعتراف ہے اس کے باوجود ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ عصمت مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۰)۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

و یأبى الله العصمة لکتاب غیر

کتابہ۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسا اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا،

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ - (حُورِ السَّجْدَةِ، ۴۲)

اس کتاب میں باطل سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں لہذا خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ بوہلی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصنیف کیلئے، میں نے اس میں عصمت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَوْجِدُوا فِيهِ
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا - (النِّسَاء، ۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے۔

لہذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطا پر مطلع ہوتے، بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

اس کتاب میں میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اس پر بعض جمود پسند لوگوں نے بڑا منایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں یا کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا؟ علم اور تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزور بات ہے آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدمین اور ان اکابرین سے اختلاف کیلئے جن کا علم و فضل سب کے نزدیک مسلم اور ان سے زیادہ تھا، ان میں ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہ کرام سب ہی شامل ہیں، تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا یا ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان کے دلائل کا علم نہیں تھا! پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر فرد میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمود پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں، ملا علی قاسمی رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے اختلاف کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی لیلیہ سے روایت کیا، کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے (اور قریب الوفا تھے) تو حضرت مہیب روتے روتے آئے اور کہا وا احاہ وا صاحبہ حضرت عمر نے فرمایا اے مہیب تم مجھ پر روئے ہو! حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے! بہ خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے گھر والوں کے رونے سے اس کے عذاب کو زیادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن مجید کا یہ آیت کافی ہے:

ولا تزر وازرة وزر اخرى . اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں

(زمر: ۷)

اٹھائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ کراچی)

حضرت علم کا علم و فضل اور مرتبہ صحابیت حضرت عائشہ سے بہت زیادہ تھا، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے دلیل کے ساتھ حضرت عمر سے اختلاف کیا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد دلیل کے تابع ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مجتہد کی رائے کو خطا قرار دے اور اس کے غلط ہونے پر قسم کھائے خواہ دوسرا مجتہد اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ حضرت عمر کا مرتبہ اور علم حضرت عائشہ سے بڑا اور زیادہ تھا۔

مائل قاری، علامہ ابن حجر مکی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے، یہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میلان تحقیق میں وارو نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی غلط بات کا رد کرتے ہیں تو یہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ "نتہایا جیسا شخص شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے؛ حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۰۱-۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان | میں نے چند مسکوں میں اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے، میں نے

تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن جب میں نے اس پر مزید غور و فکر کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع ثانی میں، میں نے لکھا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جلد ثالث کے آخر میں اس سے متعلق ایک حکم لکھا گیا ہے، اور اس جلد اول میں بھی اس کی وضاحت کی ہے، شرح صحیح مسلم جلد رابع طبع اول میں لکھا تھا کہ اگر رجم کے وقت چند پتھر مار کر گولی مار دی جائے تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، بعد ازاں طبع ثانی میں یہ لکھ دیا ہے کہ گولی مارنے کو رجم کا حصہ نہ بنایا جائے، اگر کسی نے اتفاقاً گولی مار دی تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، شرح صحیح مسلم جلد اول میں ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب لکھا تھا، طبع چہارم میں لکھ دیا ہے کہ قبضہ سنت ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں ہاشمیہ لکھ دیا تھا اور طبع ثانی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ وہ ہاشمیہ نہیں ہیں ان کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے ہے، اسی طرح لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبك کے

ترجمہ میں، میں نے اپنے سابق نظریہ سے رجوع کر لیا ہے اس کی تفصیل جلد ثالث، سادس اور سابع میں ہے، یہ وہ گل مسائل ہیں جن میں میں نے رجوع کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کتابت کی اغلاط سامنے آئی رہتی ہیں جن کی ہر ایڈیشن میں اصلاح کر دی جاتی ہے اور غور و فکر اور اصلاح کا یہ عمل ان شاء اللہ میری زندگی تک جاری رہے گا۔

کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں

قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع ہے اور بعض جگہ قرآن سے بھی استدلال کیا ہے، تاہم اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب و سنت اور اجماع ہے، میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہم سے فقہاء احناف نے ضرورت کی بنا پر دوسرے علماء احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریہ ضرورت ہے، اتباع حدیث ہے مثلاً عید کے بد چھ روز سے رکھنے کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے اور حدیث میں اس کی فضیلت ہے اس جگہ ہمارے فقہاء نے حدیث کو مقدم رکھا ہے، علامہ امجد علی نے بھی یہاں حدیث کے مطابق لکھا ہے، اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخص میرے ذکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو جس قول کی دلیل سے وہ مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔

شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث

فارسی کا ایک مقولہ ہے نہ کہ دن یک عیب و نہ کہ دن صد عیب (کام کا نہ کرنا تو ایک عیب ہے اور کام کرنے والے کے کام میں سو عیب لگال لیے جاتے ہیں) یقیناً عصر حاضر میں ایسے اجلہ اور اکابر علماء اہل سنت موجود ہیں جن کا علمی مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور مختلف مسائل میں ان کے تفروقات ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مخصوص مشاغل کی وجہ سے وہ اپنے انفرادی نظریات کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکے، یا اگر ان کے نظریات کی اشاعت ہوئی بھی تو وہ اس قدر کم تھی کہ عام لوگ اس پر مطلع نہ ہوسکے یا ان کی بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کر لیا گیا، عربی کا مشہور مقولہ ہے من صنف فقد استهدف (جس نے کوئی کتاب تصنیف کی وہ اعتراضات کا نشانہ بن گیا) اور شرح صحیح مسلم الحمد اللہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں صد اہمات الکتاب کے حوالہ جات ہیں اور اللہ رب العزت کے خصوصی فیضان کرم سے اسے قبولیت عام نصیب ہوئی اور تکبیل سے پہلے ہی اس کے چار ایڈیشن ہاتھ لگ گئے۔ میں بارگاہ الوہیت میں سر اپا تفکر و امتنان ہوں کہ مسیحی جیل لہذا الرحمن و داء کے مصداق اس نے اس کتاب کو اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں جگہ دی۔ اگرچہ اس کتاب کی تحسین کرنے والوں کی تعداد اس سے عناد رکھنے والوں سے بہت زیادہ ہے تاہم اس کے بعض مقامات یا مسائل سے اختلاف کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو نہایت توجہ، شرف بینی اور ناقدانہ نظر سے پڑھا گیا ہے، اور یہ امر بجا ہے خود مصنف اور کتاب کے لیے وجہ افتخار ہے، اور یہ سب انعامات الہیہ اس حقیقت کے باوجود ہیں کہ ابلاغ و تشہیر کے اس دور میں نہ تو اس کتاب کی تقریب تعارف یا ردنائی منعقد کی گئی اور نہ جدید تشہیری ذرائع استعمال کئے گئے، میں نے اس سے پہلے بھی مختلف جلدوں کے پیش لفظ لفظ میں لکھا ہے اور اب ایک بار پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ دلائل حقہ اور اخصاص پر مبنی نامحاذ مشوروں کو میں قبول کروں گا اور خالص علمی اختلاف کا خیر مقدم کروں گا اور میں مجب نفس اور انانیت اور معاندین کے شخصی اور گروہی بغض عناد اور

تعصبات کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق ایک بحث یہ اٹھائی جاتی ہے کہ اگر مقلد کو اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو آیا وہ اپنے امام سے اختلاف کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بھی ہم سب سے پہلے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثوحا صحت قال لهم تنفرو قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زید قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقد موال المدينة فكان في من سألوا امر سليم فذكرت حديث صفية -

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف ریاس کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (تو آیا وہ طواف و دواع کے بغیر واپس جاسکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف و دواع کیے بغیر نہیں جاسکتی (حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا، جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی: کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف و دواع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ کراچی)

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرجعوا الى ابن عباس فقالوا وجدنا الحديث كما حدثتنا -

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی، ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فرجع اليه ، فقال ما ادراك الا قد صدقت لفظ مسلم وللنساء كنت عند ابن عباس فقال له زید بن ثابت انت الذي تفق

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی

وقال فيہ فسألها ثم رجع وهو
يضحك فقال : الحديث كما
حدثتني -

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

عبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے: مکرر
کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان
سے حضرت زید بن ثابت نے پرچا آپ یہ فتویٰ دیتے
ہیں؛ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری مازن سے
اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے
حدیث پرچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع
کر لیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث
ہے۔

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی
دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔
نیز ہم پہلے کچھ چکے ہیں کہ شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے، لیکن چونکہ حدیث صحیح میں ان کی
کابیان ہے اس لیے ہمارے فقہاء نے یہاں اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ علامہ امجدی
رحمہ اللہ نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے، اور امام اعظم کے قول کی یہ توجیہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں
پہنچی۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ہمارے فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے،
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہمارے ستم عالم ہیں انہوں نے کئی مسائل میں امام اعظم کے قول کے برخلاف کہا ہے، مثلاً امارت
اور اٹار میں بیع عینہ کی سخت مذمت ہے، اسی بنا پر امام مالک، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا
ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ بیع عینہ جائز ہے اور کار ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۱۲، مطبوعہ مدینہ
پبلسٹنگ کمپنی کراچی) اس کے جواب میں معتز ضیین کہتے ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب ترجیح نے امام اعظم کے قول کے خلاف
امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے وہاں اعلیٰ حضرت نے ایسا کیا ہے، اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ
قدوری اور صاحب ہلہ یہ اصحاب ترجیح ہیں اور انہوں نے امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق بیع عینہ کو حرام لکھا ہے
رہا یہ اخیرین (ص ۵۸، ۵۹، مطبوعہ ملتان) ثانیاً اصحاب ترجیح بھی تو امام اعظم کے مقلد ہیں، ان کے لیے اپنے امام سے اختلاف
کرنا کس طرح جائز ہو گیا؟ معتز ضیین جواب میں کہتے ہیں کہ انہوں نے دلائل کے ساتھ امام اعظم سے اختلاف کیا ہے، ہم کہتے
ہیں کہ پھر آپ نے ہماری بات مان لی کہ اعتبار دلائل کا ہے شخصیت کا نہیں ہے، معتز ضیین کہتے ہیں کہ تمہارے علم اور
اصحاب ترجیح کے علم میں بہت فرق ہے، ان کا علم اس پایہ کا تھا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کر کے
ان میں سے کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ترجیح کا علم امام اعظم اور صاحبین کے علم کے مقابلہ
میں بہت کم ہے، پھر ان کے لیے کیسے جائز ہو گیا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کریں؟ نیز جن علماء نے
قدوری اور صاحب ہلہ کو اصحاب ترجیح قرار دیا ہے وہ بھی تو بعد کے علماء ہیں ان کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ
ان متاخرین کو اصحاب ترجیح قرار دیں، نیز علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت اصحاب ترجیح نہیں ہیں اور انہوں نے کئی مسائل میں
اصحاب ترجیح کی ترجیح کے خلاف قول کو اختیار کیا ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت مثالیں ہیں، علامہ امجدی رحمہ اللہ نے

بھی ہمارے امہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے: احادیث صحیحہ میں عقیدہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابوحنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیدہ کرنے سے منع کیا ہے اور ہمارے فقہاء نے امام محمد کا ایک قول اباحت کا بھی نقل کیا ہے، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے ان اقوال سے عدول اور اختلاف کر کے عقیدہ کو سنت کہا ہے، گو کہ اپنے اختلاف کی صراحت نہیں کی، ہم پہلے عقیدہ کی فضیلت کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، پھر ظاہر الروایۃ اور دیگر کتب فقہ سے مذہب احناف نقل کریں گے اور اس کے بعد علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کریں گے، فتقول وبانثہ التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیدہ ہے، اس سے محون بہاؤ اور اس کی گندگی دور کرو۔

عن سلمان بن عامر الضبی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الغلام عقیقة فأهريقوا عنه دماً وأميطوا عنه الأذى۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کرد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ترمہوں یا مادہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

عن ام کرتر أنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقیقة فقال عن الغلام شاتان وعن البجاریة واحدة لا یضر کم ذکرانا کن ام انا فا هذا حدیث صحیح۔

حضرت سمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیدہ کے بدلہ میں گروی ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرتین بعقیقته ینابح عنه یوم السابع ویسمی ویحلق راسه، هذا حدیث حسن صحیح۔
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

احادیث کے بعد ائمہ احناف اور فقہاء احناف کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔
امام محمد لکھتے ہیں:

امام محمد از امام ابو یوسف از امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیدہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة (رضی اللہ عنہم) قال..... (الی قوله) ولا یعق عن الغلام ولا عن البجاریة۔

(جامع الصغیر ص ۵۳۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

امام محمد لکھتے ہیں:

قال محمد اما العقیقة قبلنا انها كانت
فی الجاهلیة وقد فعلت فی اول الاسلام ثم
نسخ الاضحی کل ذبح کان قبله ونسخ صوم
شهر رمضان کل صوم کان قبله ونسخ
غسل الجنابة کل غسل کان قبله ونسخت
الزکوٰۃ کل صدقة کان قبلها كذلك
بلغنا۔

امام محمد فرماتے ہیں میں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ
نہ نہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا،
پھر قرآنی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے
تھا اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ
کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور غسل جنابت نے ہر اس
غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور زکوٰۃ نے
ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا۔ ہم کو
اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

امام محمد ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس وقت
سے پہچانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قرآنی نے اس
پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا، اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت
عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا (الی قولہ)۔
امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف
اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں نفیلت تھی اور جب نفیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

ردائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹، مطبوعہ، ایچ۔ ایم سعید، کراچی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

العقیقة عن الغلام وعن الجارية وهي
ذبح شاة في سابع الولادة وضيافة الناس
وحلق شعرة لاسنة ولا داجبة كذا في الوجيز
للكردي - وذكر محمد رحمه الله تعالى في
العقیقة فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل
وهذا يشير الى الاباحة فيمنع كونها سنة
وذكر في الجامع الصغير ولا يعق عن الغلام
ولا عن الجارية وانما اشارة الى الكراهية كذا في
البدائع في كتاب الاضحية -

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ بلاق مصر)

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف
سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کو دعوت کرنا اور بچہ کے
بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے،
اسی طرح کردی کی وجیز میں ہے، امام محمد نے عقیقہ کے منقطع
ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس
کا اشارہ اباحت کی طرف ہے، اس لیے اس کا سنت ہونا
منسوخ ہے، اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے
لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ
کرامت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح بدائع کی کتاب الوجیز
میں ہے۔

غلام یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام اعظم اور امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہو گیا، اگر اس نسخ کو عقیقہ کے استحباب پر محمول کیا جائے تو عقیقہ مباح ہے یا پھر مکروہ ہے جیسا کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے تو پھر احناف کے نزدیک عقیقہ مکروہ ہے یا مباح ہے بہر حال سنت یا کارِ ثواب نہیں ہے۔

اور علامہ امجد علی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار صحیح نہیں۔

(مہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

- ۱۔ ایک فعل کو مباح اور مستحب دونوں قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مباح پر ثواب نہیں ہوتا اور مستحب پر ثواب ہوتا ہے۔
- ۲۔ ہم نے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے، اس لیے علامہ امجد علی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے یعنی غیر مؤکدہ سنت ہے اور مطلقاً سنت کی نفی نہیں ہے یہ توجیہ الکلام بالابریضی بہ قائلہ ہے۔

۳۔ امام محمد کی دوسری عبارت یہ ہے کہ جو چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ اباحت کی تصریح ہے اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تقلید محض کی لپستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کارِ ثواب نہیں ہے اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ میدان حقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ استنبول) اس لیے یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

امام محمد کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قربانی کے بعد عقیقہ مشروع نہیں رہا، اور یہ قول تسلیم نہیں ہے کیونکہ احادیث معتبرہ میں عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کی بہت زیادہ صراحت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسروں کے اقوال پر مقدم ہیں خواہ وہ کوئی شخص ہو، اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا

عقیدہ نہ فرماتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رسال کے بد صحابہ کرام نے عقیدہ کیا ہے، کیونکہ مولانا امام مالک میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کا عقیدہ کیا، اس باب میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ اور موقوفہ ہیں اور ایک قول کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے، نیز اگر ہم مان لیں کہ قربانی نے ہر ذبیحہ سابقہ کو منسوخ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا نہ یہ کہ وہ اصلاً مشروع نہیں رہا۔ (عاشیہ بر مولانا امام محمد ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

ہاں ہم علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس بات سے متفق ہیں کہ عقیدہ کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے صاف صاف یہ کہنا چاہیے کہ عقیدہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ مستند احادیث سے اس کا ثبوت ہے اور چند کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اس کی کراہت اور اباحت منقول ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان ائمہ کے اقوال پر مقدم ہیں کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں پھر حنفی یا شافعی ہیں۔ اور یقیناً علامہ امجد علی نے بھی اس مسئلہ میں ائمہ احناف کے اقوال صریحہ سے عدول اور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ علامہ امجد علی خود کو ائمہ احناف سے بڑا سمجھتے ہوں۔

جن بعض مسائل میں ہم نے ائمہ احناف کے قول کو اختیار نہیں کیا ان میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ ان ائمہ کرام کو وہ احادیث نہیں پہنچیں مثلاً اگر ہمارے ائمہ کو عقیدہ کے متعلق احادیث مل گئی ہوتیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ عقیدہ نہ کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ابتدائی دور میں احادیث کی نشر و اشاعت کے اتنے ذرائع نہیں تھے جتنے بعد میں ہوتا ہو گئے۔ بہر حال جب علامہ امجد علی اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ، امام اعظم اور صاحبین سے اختلاف کر سکتے ہیں، اصحاب ترمذی ان ائمہ کرام میں ممانعہ کر سکتے ہیں اور ان سے بھی بد کے علماء قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترمذی قسماً سے سکتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اس منصب کی کوئی آسانی سند نہیں ہے تو پھر ہم دلائل قویہ کے ساتھ متقدمین سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیوں نہیں کر سکتے!

مذکورہ الصدر تفصیل اور بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل اعتبار دلیل کا ہونا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ متاخرین کا علم متقدمین کے پائے کا نہیں ہے اس لیے وہ ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، اور جو متقدمین یہ کہتے ہیں کہ تمہارا علم فلاں، فلاں کے علم سے کم ہے اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے اور فلاں، فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں ان سے گذارشیں یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں جو ممانعہ کیا ہے اور فلاں، فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور حکم ہے کہ آپ ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں ممانعہ اور تجزیہ کر سکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور ممانعہ کی کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟

شرح صحیح مسلم میں اغادہ کیسے ہوئے مسائل کی تفصیل | بعض مسائل کا میں نے اعادہ کیا ہے لیکن وہ اغادہ سے خالی نہیں ہے، ہدایہ کی ایک عبارت سے امام

ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کو حلال کر دیا ہے، اس کا جواب میں نے چوتھی جلد میں دو جگہ ذکر کیا ہے، علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے یہ دہم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کی قلت مشقت ہے مسافت نہیں ہے جس کی بنا پر بعض علماء نے یہ کہا کہ ہوائی جہاز کے سفر سے قصر لازم نہیں ہے اور

عقد میں بغیر محرم کے ہوائی جہاز سے حج اور عمرہ کے لیے جاسکتی ہیں۔ (فقہ اہل سنت ص ۱۹۲، مطبوعہ کراچی) میں نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ذکر کی ہے اور تیسری جلد میں پھر اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں زیادہ تفصیل ہے اہل کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں دخول کے متعلق، احناف کے منہب کی تحقیق میں نے تیسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، عصمت نیا کی بحث دوسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، تلک الغرائق العلی کی بحث دوسری جلد میں ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تحقیق ہے، غیر کفو میں نکاح کے جواز کی بحث تیسری جلد میں ہے اور چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے کی بحث تیسری جلد کے ضمن میں ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، نلے یا محمد کی بحث ساتویں جلد میں دو جگہ پر ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تفصیل ہے، "لیغض لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" میں مغفرت و نوب کی بحث میں نے تیسری جلد میں کی ہے، پھر چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل کی پھر ساتویں جلد میں مزید تشریح کی، ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کا استحباب اور مسنون ہونا، ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا ہے اور چھٹی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے۔

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان

جلدیں میں نے یہاں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں لکھی ہیں، مارچ ۱۹۸۶ء میں یہ کام شروع کیا اور فروری ۱۹۹۲ء میں یہ کام ختم ہو گیا، شرح صحیح مسلم کے اس عظیم کام میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹینرز کا بہت بڑا حصہ ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول الله
صلی الله علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم
یشکر الله۔
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے
لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸-۲۹۵، ۳۰۳، ۳۸۸، ۴۷۱، ۴۹۲، ج ۳ ص ۳۲، ۳۲، ۴۲، ج ۴ ص ۲۷۸، ج ۵ ص ۲۱۱، ۲۱۲)
اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں دارالعلوم نعیمیہ کے تمام ٹرسٹینرز کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اس قدر سہولتیں مہیا کیں، کہ میں اس عظیم اور ضخیم کتاب کو آسانی سے مکمل کر سکا، حضرت پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمن مہتمم دارالعلوم نعیمیہ زید جبہم کا میں خاص طور پر شکریہ گزارا، ہوں کیونکہ اول یوم سے وہ اس کام میں میرے معاون رہے ہیں، فریڈیک سٹال سے جب اس کام کا معاہدہ ہوا اور اس کے درمیان سے لے کر اس کے اخیر تک ہر مرحلہ میں انہوں نے میری وکالت کی اور اس کام کو اپنا سمجھا، اور اس کام میں جہاں جہاں مشکلات اور رکاوٹیں آئیں انہوں نے انتہائی ادلو العزمی سے ان مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا، شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں میں نے مولانا منیب الرحمن سے مشورہ بھی لیا اور ان کی گراں قدر آراء سے مستفید ہوا، اس کام کے لیے دارالعلوم نعیمیہ کی لائبریری کی چابی انہوں نے میرے حوالے کی جس سے مجھے کام میں بہت آسانی ہوئی، اس ایک کام ہی کی وجہ سے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے میں ان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں، ان کے علاوہ حافظ محمد زہر نعیمی زید جبہم کا بھی میں شکریہ گزارا ہوں، وہ بھی میرے لائق الشکر محب اور غیر خواہ ہیں، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا اقبال احمد

فیسی، ان کی عنایات کا بھی ممنون ہوں۔ میرے ایک اور محترم دوست استاذ العلماء مولانا حافظ الحاج غلام محمد سیالوی صاحب شمس العلوم زید جہم ہیں، ان کی لائبریری کی کتابوں سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اور میرے محترم دوست مولانا محمد اکرم حسین سیالوی زید جہم ہیں، ان کا تعاون بھی اس کتاب میں شامل ہے اور حضرت ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے احسانات ہیں ان کا تفصیلی ذکر میں نے ساتریں جلد کے اجراء میں کیا ہے، حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے انتہائی لگن اور جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کی، دارالکتابت حضرت کیلیب زلالہ کے کاتبوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بہت خوبصورت اور دل آویز کتابت کی، اور اخیر میں سید محمد اعجاز ملک فرید بک سٹال کے بے دعاگر ہوں جنہوں نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کتاب کو بہت حسین اور جاذب نظر طباعت سے مزین کر کے انتہائی ارزاں قیمت پر مہیا کیا۔

تبیان القرآن لکھنے کا عزم | شرح صحیح مسلم کا کام اب ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی زندگی باقی ہے اور میری خواہش ہے کہ جب تک مجھ میں قوت کار باقی ہے دین کا کام کرتا رہوں، بہت سے دوستوں اور خاص طور پر سید محمد اعجاز صاحب کی فرمائش ہے کہ قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھوں، اس لیے میں نے تبیان القرآن کے نام سے تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ان شاء اللہ ماہ رمضان ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں تفسیر کے کام کا آغاز کر دوں گا، اور جب تک صحت قائم رہی اور عمر نے وفا کی ان شاء اللہ اس کو مکنتارہوں گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی مشیت میں ہے کہ یہ کام کہاں تک پہنچ سکے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کا اظہار عطا فرمائے اور باطل سے اجتناب مرحمت فرمائے و ما فالک علی اللہ بعزیز۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بار الہ مصنف اور اس کام میں اس کے معاونین اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر اور اس کتاب کے قارئین اور مصنف کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور ان کو وارثین کی ہر نعمت اور ہر رحمت عطا فرما! آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاهرات امہات المؤمنین وعلیٰ سائر اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

غلام الحدیث دارالعلوم نعیمیہ

بلاک نمبر ۱۵، فیدرل بی، ایریا، کراچی۔ ۳۸

۶ رمضان المبارک، ۱۴۱۴ھ / ۷ افروری ۱۹۹۴ء

۱۰۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کو تفسیر "تبیان القرآن" کا آغاز کر دیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی کے جن محدثین اور علماء راہنہ نے علم حدیث کی ترویج اور تفسیح کے لیے متعدد فنون ایجاد کیے اور اس علم کی توسیع اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام مسلم بن حجاج القشیری کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

امام مسلم بن حدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابو زرہ رازی اور ابو حاتم رازی نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی۔ امام ترمذی اور ابو یوسف ختیمی جیسے مشاہیر نے ان سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا اور ابو قریش نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں اور امام مسلم ان میں سے ایک ہیں۔

ولادت اور سلسلہ نسب | عساکر الملک والدین ابوالحسنین امام مسلم بن اسحاق بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری و خراسان کے ایک وسیع اور خوبصورت شہر نیشاپور میں بنو قشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مورخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے ان کا سال ولادت ۲۰۲ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو اختیار کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث | ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی، فن حدیث کو انھوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا۔ اور بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت | امام مسلم سرخ و سفید رنگ بلند قامت اور وجہہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ کپڑوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انھوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے یہ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ اور مشائخ | علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدد شہروں کا سفر اختیار کیا۔ نیشاپور کے اساتذہ سے لے کر عراق، شام، حجاز، شام، عراق اور مصر گئے اور ان گنت بار بغداد کا سفر کیا، انھوں نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر مورخین نے ان کے اساتذہ

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۰۴ مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

میں یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبد اللہ بن مسلمہ، القعنبری، احمد بن یونس، یحییٰ بن عیسیٰ، اسماعیل بن ابی اوس، سعید بن منصور، عون بن سلام، داؤد بن عمرو القنبری، ہیثم بن خارج، شیبان ابن فروخ اور امام بخاری کا تذکرہ دکھایا ہے۔

تلامذہ امام مسلم سے بے حساب لوگوں نے سماع حدیث کیا ہے ان سے روایت کرنے والے تمام حضرات کے اسماء کا شمار تو مشکل ہے چند اسماریہ ہیں:

ابوالفضل احمد بن سلمہ، ابراہیم بن ابی طالب، ابو عمرو و خثاف، حسین بن محمد قبانی، ابو عمرو مستملی، حافظ صالح بن محمد علی بن حسن، محمد بن عبدالوہاب، علی بن حسین بن جنید، ابن خزیمہ، ابن صاعد، سراج، محمد بن عبد بن حمید، ابو حامد ابن الشرقی، علی بن اسماعیل الصنار، ابو محمد بن ابی حاتم رازی، ابراہیم بن محمد بن سفیان، محمد بن مخلد ووری، ابراہیم بن محمد بن حمزہ، ابو عوانہ اسفرائینی، محمد بن اسحاق فاکہی، ابو حامد المثنوی، ابو حامد بن حسنیہ اور امام ترمذی ہیں۔

امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں امام مسلم سے صرف ایک روایت ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے۔ من یحییٰ بن یحییٰ بن ابی معاویہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ، اخصوا للال شیبان برمضان۔

کلمات الشناہ امام مسلم کی خدمات اور ان کے کمالات کو ان کے اساتذہ اور معاصرین نے بے حد سراہا ہے۔ ابو عمرو مستملی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں اسحاق بن منصور احادیث کھوائے تھے اور امام مسلم ان احادیث میں سے انتخاب کر رہے تھے۔ اچانک اسحاق بن منصور نے نگاہ اُپر اٹھائی اور کہا ہم اس وقت تک کبھی خیر سے محروم نہیں ہوں گے جب تک ہمارے درمیان مسلم بن حجاج موجود ہیں۔ ان کے ایک استاد محمد بن عبدالوہاب فراد نے کہا کہ مسلم علم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔ ابن افرم نے کہا نیشاپور نے تین محدث پیدا کیے، محمد بن یحییٰ، ابراہیم بن ابی طالب اور مسلم۔ ابن علقمہ نے کہا امام مسلم بالمشافہ سماع کے بغیر روایت نہیں کرتے تھے۔ ابو بکر ہار و دی نے کہا کہ مسلم علم کے محافظ تھے مسلم بن قاسم نے کہا کہ وہ جلیل القدر امام تھے۔ بغدادی نے کہا دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں، ابو زہرہ، محمد بن اسماعیل، واری اور مسلم بن حجاج۔

علمی شکوہ امام مسلم فقہ حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حدیث صحیح اور ستقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے بطریق مناوہ حاصل کی ہیں۔ خود ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا، اس لیے ان کے راویوں میں امام بخاری سے بسا اوقات غلطی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ایک ہی راوی کا کبھی نام ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کنیت، ایسی صورت میں بعض دفعہ امام بخاری ان کو در راوی خیال کر لیتے ہیں۔ اور امام مسلم نے چونکہ اہل شام سے براہ راست سماع کیا ہے اس لیے وہ اسی قسم کا مناوہ نہیں کھاتے۔

۱۔ امام عبد اللہ بن مسلمہ المتوفی ۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۵۸، مطبوعہ ادارۃ التراث العربی بیروت

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر استقلانی المتوفی ۵۲ھ، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۷۶، مطبوعہ دارۃ المعارف جدیدہ آباد دکن، ۱۳۴۶ھ

۳۔ تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۷۸، " " " " " " " " " " " "

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۹۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۰، مطبوعہ سعید سید ٹیپو کینی کراچی

امام بخاری سے تعلق خاطر | جس طرح امام بخاری ایمان کے مرکب ہونے کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اسی شخص سے روایت نہیں لیتے تھے جو بساطت ایمان کا قائل ہو، اسی طرح امام محمد بن یحییٰ ذہلی قدم

قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے سخت بیزار تھے جو الفاظ قرآن کو مخلوق مانتا ہو۔ جب امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان میں اور امام بخاری میں سخت منافرت پیدا ہو گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن محمد بن یحییٰ ذہلی نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص الفاظ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ ہماری مجلس سے چلا جاتے۔ یہ سن کر امام مسلم نے اپنا نامہ سنبھالا اور امام ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور امام ذہلی سے انھوں نے جس قدر احادیث ضبط کی تھیں وہ سب انھیں واپس بھجوا دیں۔

تصانیف | امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایت حدیث کے حصول کے لیے مختلف شہروں میں سفر کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس میں بھی بے حد مشغول رہے۔ اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

- ۱۔ الجامع الصحیح - ۲۔ المسند الکبیر - ۳۔ کتاب الاسماء والکنی - ۴۔ کتاب الجامع علی الباب - ۵۔ کتاب العلل
- ۶۔ کتاب الوعدان - ۷۔ کتاب الافراد - ۸۔ کتاب سوالات احمد بن حنبل - ۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب - ۱۰۔ کتاب الانتفاع باب السباع - ۱۱۔ کتاب مشائخ مالک - ۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری - ۱۳۔ کتاب مشائخ شعیبہ - ۱۴۔ کتاب من لیس له الاراد واحد - ۱۵۔ کتاب المخضرمین - ۱۶۔ کتاب اولاد الصحابة - ۱۷۔ کتاب اولم المحدثین - ۱۸۔ کتاب الطبقات - ۱۹۔ کتاب افراد الشامیین - ۲۰۔ مسند امام مالک - ۲۱۔ مسند الصحابة۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے مسند الصحابة بڑی تفصیل سے لکھنی شروع کی تھی مگر وہ مکمل نہ ہو سکی اور امام مسلم وفات پا گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

وصال | امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آ کر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا امام مسلم کے استغراق اور اناہماک کا یہ عالم تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کھجوروں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا۔ اور اس طرح ۲۴ رجب ۲۶۱ھ اتوار کے دن شام کے وقت علم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حسن عاقبت | امام مسلم سادہ دل درویش تھے اور علم و عمل کی بہترین خوبیوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم رازی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ ۷

۷۔ امام عبد اللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۴۸۰ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت
 ۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید انبند کمپنی کراچی

شرح صحیح مسلم

از مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی، کراچی

حضرت استاذ محترم استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی و امت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جید علماء میں ہوتا ہے جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے دنیا سے اسلام میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، آپ بیک وقت ایک مستند عالم دین، ماہر مدنی، عظیم محدث، بے بذل فقیہ، عمدہ خطیب اور صاحب طرز مصنف ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء میں دہلی کے متمول اشراف میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد منیر تھا، جو آپ کے عہد طفولیت میں وفات پا گئے تھے، آپ نے ناظرہ سران مجید چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ سے پڑھ کر ختم کیا، دس سال کی عمر میں پنجابی اسلامیہ ٹی سکول دہلی سے پرائمری پاس کر کے ٹل کلاس میں داخلہ لیا تو پرنسپل کی تقسیم ہو گئی، ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور یہاں کراچی میں مقیم ہوئے، یہاں آکر وادھ روزگار کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور کمپوزنگ کا کام سیکھا اور آٹھ سال تک کراچی کے مختلف پریسوں میں بطور کمپوزر کام کرتے رہے، لیکن قدرت کو آپ کے ذریعہ دین اسلام کی خدمت اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت مقصود تھی، اس لیے ایک مرتبہ پھر آپ کا رجحان حصول تعلیم کی طرف ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں علماء دین کی مستفاد تقریروں اور قرآن مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے! اور کون سا ترجمہ برحق ہے؟ اسی تجسس کے عالم میں آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے آپ جامعہ محمدیہ رحیم یار خاں گئے وہاں مولانا محمد نواز اوسی مدظلہ نے آپ کو کریا فارسی اور قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا، اس کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبدالمجید اوسی و امت برکاتہم کے سپرد کر دیا جن سے آپ نے فارسی کی بقیہ کتابیں اور صرف نحو پڑھی، مولانا عبدالمجید اوسی کے پاس آپ ڈیڑھ سال رہے، اور ان کے ہمراہ سکندر آباد اور سراج العلوم خانپور گئے، خانپور سے جامعہ نعیمیہ لاہور چلے گئے، وہاں مولانا عبدالغفور مدظلہ سے کافیہ، شرح تہذیب، اصول الشاشی اور نور الانوار پڑھیں، اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ سے شرح جامی، قطبی، جلالین اور ہدایۃ الحکمۃ پڑھیں، مفتی عزیز احمد رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند اسباق پڑھے، بعد ازاں بند بال چلے گئے، وہاں حضرت رئیس الاساتذہ مولانا عطا محمد بند یا لوی و امت فیوضہم سے میبذی، صدائشس بازفہ محقق مہمانی، مطول، ملاحسن، زواہد ثلثہ، قاضی مبارک، حمد اللہ، ہدایہ آخرین، شرح نخبۃ الحکمہ اور جامع ترمذی پڑھیں، اخیر میں جامعہ قادریہ فیصل آباد آ گئے، وہاں حضرت مولانا ولی النبی رحمہ اللہ سے اقلیدس اور تفسیر صحیح پڑھی، اور حضرت مولانا مختار حق مدظلہ سے سراجی پڑھی۔

۱۹۵۸ء میں جب حضرت استاذ محترم رحیم یار خاں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالمجید

اویسی نے آپ کو غزالی زمانہ رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، انہی کے نام کی نسبت سے استاذ محترم خود کو سعیدی لکھتے ہیں اور حضرت قبلہ غزالی زمانہ سے بیعت کو اپنے لیے باعث صداقت قرار دانتے ہیں۔

نومبر ۱۹۹۵ء میں حضرت استاذ محترم نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ پہلے چار سال مشکوٰۃ، جلالین اور دیگر علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مکمل دورہ حدیث پڑھانا شروع کرایا، اور یہ سلسلہ تا دم تحریر جاری ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے حافظ عبدالقادر روپڑی سے محفل میلاد کے جواز پر مناظرہ کیا اور بھری محفل میں حافظ مذکور کو جواب کر دیا اور انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ اگر تعین شرعی نہ ہو تو بارہ ربیع الاول کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنا جائز ہے، جس کو عرف میں میلاد النبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ تحریر آپ کو لکھ کر دے دی، اس مناظرہ میں شرف الملت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی بھی تشریف فرما تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اہل سنت تھے، ۱۹۶۹ء میں حافظ مذکور سے علم غیب پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں جب استاذ محترم نے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی فتح البیان سے علم ماکان و مایکون کے ثبوت میں ابن کیسان کا قول پیش کیا تو حافظ مذکور بدحواس ہو گئے، اور انہوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا، یہ دونوں مناظرے عصر کے بعد سے عشاء کے بعد تک جاری رہے تھے اور اس میں طسرفین کے بہ کثرت علماء شریک تھے، دونوں مناظرے طبع ہو چکے ہیں۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۸ء کے وسط تک آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۸ء کے وسط میں آپ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کی دعوت پر کراچی آئے اور ایک سال تک دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں درجہ حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، بعد ازاں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خواہش پر دوبارہ لاہور چلے گئے اور جولائی ۱۹۸۵ء تک پھر وہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو کمر کا درد لاحق ہوا، بعد ازاں شوگر ہو گئی، اور اس کے بعد بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ لاہور میں آپ کافی بیمار تھے، اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کراچی آجائیں، آپ کا علاج ہو جاتے گا، سو آپ ۲ جولائی ۱۹۸۵ء کو بالآخر دوبارہ کراچی آگئے اور تا دم تحریر یہیں اقامت پذیر ہیں۔

آپ کی بہ کثرت تصانیف ہیں جو متعدد بار طبع ہو کر قارئین سے شراج حسین وصول کر چکی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں وفاتی شرعی عدالت، لاہور میں سود سے متعلق ایک رٹ کی سماعت کر رہی تھی، اس وقت یہ سوال درپیش تھا کہ اگر قرض پر سود نہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صرف اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم جو نقائی مالیت کی یا اس سے بھی کم رہ جائے گی، اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ ایک وکیل نے حضرت استاذ محترم کی مقالات سعیدی سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، اس وقت وفاتی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مولانا تنزیل الرحمان تھے، وہ اس حل سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے متعدد دفعہ اس سے ایک سال تک مسلسل کوشش کی کہ حضرت استاذ محترم وفاتی شرعی عدالت میں جسٹس کا عہدہ قبول کر لیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں عدالت کی ذمہ داریاں

۳۔ جسٹس تنزیل الرحمان نے سود کی ممانعت پر جو تاریخ ساز فیصلہ لکھا ہے اس میں بھی مقالات سعیدی کے ایک اقتباس کا حوالہ دیا ہے، یہ فیصلہ ہفت روزہ زندگی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔

قبول کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکوں گا۔
 آپ کی تصانیف اور تلامذہ کا حلقہ برصغیر، یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، برطانیہ میں بھی
 آپ کے تلامذہ اور معتقدین کی کافی تعداد ہے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان مجہول زبیر جہادہ ٹھاکری
 شریف مقیم برطانیہ کی دعوت پر برطانیہ گئے اور سہ ماہ تک برطانیہ کے متعدد شہروں میں دینی جلسوں سے خطاب کیا اور
 واپسی میں حرمین طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، اہل برطانیہ کی خواہش اور حضرت
 صاحبزادہ صاحب کی دعوت پر ۱۹۹۳ء میں آپ دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور متعدد دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔
 حضرت استاذ محترم کے شرح صحیح مسلم مکمل فرمائی ہے اور اب "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر
 لکھنا چاہتے ہیں اور وہ ان شمار اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں اس کی تصنیف کا آغاز کر دیں گے، شرح
 صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت دیکھ کر بہت سے اشاعتی اداروں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اداروں کو تفسیر
 شائع کرنے کا موقع دیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے فریڈیک سٹال لاہور سے ایمان و فاء کو برقرار رکھا اور بہت
 سی پریشانی پیش کشوں سے معذرت کر لی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کو "تبیان القرآن" مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور جس طرح اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو حدیث پاک کی خدمت سے مسعود کیا ہے اسی طرح آپ کی قرآن مجید کی خدمت سے بھی مسکون فرمائے اور
 "تبیان القرآن" کو اسم بامسمیٰ کر دے، اور ان دونوں کتابوں کو قبول دوام عطا فرمائے۔

سید محمد اشرف جیلانی

صحیح مسلم

صحیح مسلم کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ امام مسلم بن حجاج نے اس کی احادیث کو انتہائی محنت اور کاوش سے ترتیب دیا ہے۔ حسن ترتیب اور تدوین کی عمدگی کے لحاظ سے یہ صحیح بخاری پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور زمانہ تصنیف سے لے کر آج تک اس کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل رہا ہے۔

مستقدمین میں سے بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو بے حد پسند کیا ہے اور اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ابوعلیٰ حاکم نیشاپوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی صاحب مدخل کا یہی قول ہے اور امام عبدالرحمان نسائی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح بخاری کی صحیح سے عمدہ ہے اور مسلم بن قاسم قرطبی معاصر دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح کی مثل کوئی شخص نہیں پیش کر سکتا۔ ابن حزم بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے۔ اور خود امام مسلم نے اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر محدثین دو سو سال بھی احادیث لکھتے ہیں پھر بھی ان کا مدار اسی کتاب پر ہوگا۔ ۳۷ اور اب تو دو سو برس چھوڑ کر گیارہ سو برس ہونے کو آئے لیکن اس مرد خدا کے قول کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ابوعلیٰ سفرائی کو کسی شخص نے وفات کے بعد غلاب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بخشش کس سبب سے ہوئی تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان اجزاء کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سب سے انہوں نے بالمشافہ اور براہ راست سماع کیا ہے اور اس تصنیف میں انہوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید اہلیا

۱۔ الشیخ محی الدین ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۵۶۷ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ شاہ الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، مہر الساری جلد ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مصر۔

۳۔ الشیخ محی الدین ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۵۶۷ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، رستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کی صحت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ تحقیق مزید کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد اسے حافظ عمر ابو زرعہ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں علی مدیف اور جرح و تعدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کس علت کی نشاندہی کی، امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی لگاتار جدوجہد اور شدید مشقت کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعہ احادیث تیار ہو گیا۔

تسمیہ | حاجی خلیفہ اور دیگر مؤرخین نے صحیح مسلم کا نام الجامع الصحیح بیان کیا ہے مگر اس نام پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تفسیر بھی ہو اور صحیح مسلم میں تفسیر سے متعلق احادیث بہت کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامع کے تحقق کے لیے کتاب میں نفس تفسیر کا لانا شرط ہے علت یا کثرت ملحوظ نہیں ہے۔ چنانچہ متقدمین میں سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جو تعانیف جامع کے نام سے مشہور ہیں ان میں بھی تفسیر بہت کم ہے صحیح مسلم میں تفسیر اس قدر کم لانے کا سبب یہ ہے کہ تفسیر سے متعلق اکثر روایات امام مسلم کتاب کے شروع میں سے آئے ہیں اور چونکہ اس کتاب میں انہوں نے حتی الامکان نکتہ سے گریز کیا ہے اس لیے کتاب التفسیر میں ان روایات کو دہرایا نہیں لائے۔

اسلوب | امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی حزم و احتیاط اور کامل ودع اور تقویٰ سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب زہری، امام مالک اور امام بخاری حدیثنا اور اخبارنا کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ابن جریر، اور امامی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ، عبد اللہ بن مبارک اور دیگر تمام محدثین حدیثنا اور اخبارنا میں فرق کرتے ہیں۔ حدیثنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب اسناد حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد سن رہے ہوں اور اخبارنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب شاگرد پڑھے اور استاد سن رہا ہو۔ چونکہ اکثر محدثین اخبارنا اور حدیثنا میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ بازنہ نہیں رکھتے۔ اس لیے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور حدیثنا اور اخبارنا کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلم نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بھی بڑا خیال رکھا ہے جس راوی کا اصل سند میں صرف نام ذکر کیا گیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو جس کے سبب ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اسناد کے بیلن کیسے ہوئے الفاظ میں غلط نہ آئے۔ مثلاً انہوں نے ایک سند ذکر کی۔ حدیثنا سلیمان یعنی ابن بلال بن یحییٰ و ہوا بن سعید، اس مقام پر اسناد نے سلیمان بن بلال کا نام صرف سلیمان اور یحییٰ بن سعید کا نام صرف یحییٰ ذکر کیا تھا اور ان کے نسب کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ امام مسلم چاہتے تو اس کو سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن سعید کے نام سے ذکر کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں یہ وہم ہوتا کہ شاید اسناد نے اپنی سند میں ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے اس لیے احتیاط امام مسلم نے ایک نام کے ساتھ یحییٰ ابن بلال اور دوسرے نام کے ساتھ ہوا بن سعید لکھا۔

اسی طرح راوی کے اسم، صفت، کنیت یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ نیز جس اسناد میں کوئی علت خفیہ ہو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سند میں اگر اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو واضح کر دیتے ہیں الفاظ حدیث کے اختلاف کو واللفظ لفظان کے ساتھ اسی جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم ان خوبیوں میں منفرد

ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں یہ غور بیاں نہیں ہیں۔

ایک متن حدیث جب اسابید متعددہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسابید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کر دیتے ہیں وہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ وارد کرتے ہیں نہ روایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں نیز ابواب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو مختلط نہیں کرتے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے وارد کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب یا تو اختصار تھا یا کوئی اور امر جس کو امام مسلم ہی بہتر طور پر جانتے تھے۔ بہر حال بعد کے لوگوں نے ان ابواب کے تراجم مقرر کر دیے ہیں جن کو صحیح مسلم کے حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بعض بہت عمدہ ہیں اور بعض میں رکاوٹ اور تقصیر ہے۔

شراط امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں احادیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل غیر شاذ اور غیر معطل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہوں۔ یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمت مع الشیخ ہوں یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل الضبط اور قلیل الملازمت ہوں۔ یہ طبقہ ثانیہ ہے یہاں تک کہ ثانیہ یعنی ناقص الضبط اور کثیر الملازمت تو ان کی روایات سے امام مسلم انتخاب کرتے ہیں اور استیجاب فقط پہلے دو طبقوں سے کرتے ہیں اور اتصال کا معیار ان کے نزدیک یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان معاشرت کا ثبوت ہو۔

امام مسلم نے رواۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں اول وہ ضبط اور اتقان میں اعلیٰ درجہ پر ہیں، ثانی متوسطن اور ثالث کمزورین جو متہم بالکذب ہوں اور امام مسلم نے اس کتاب میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ وہ راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور ان دونوں میں پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی اور تیسرے طبقہ کے بارے میں انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود صحیح مسلم میں تیسرے طبقہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے اس طبقہ کی روایات اصالتاً وارد نہیں کیں بلکہ ان کو بالاتباع تائید کے مرتبہ میں لائے ہیں یا اس طبقہ کی روایات کو اس وقت لائے ہیں جب وہ کسی راوی نحوئی مثلاً علو اسناد پر مشتمل تھیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس ضعف کی وجہ سے ان راویوں کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں وہ ضعف مثلاً نسیان یا اشتغال وغیر صحیح مسلم میں ان کی احادیث کے اندراج کے بعد لاحق ہوا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث وارد کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو کیونکہ جب ان سے حدیث ابوہریرہ فاذا قسوا فاستواء کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر اس حدیث کو کتاب میں درج نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح تھی۔

۱۔ طاہر بن صلاح الجزائری الدمشقی توجیہ النظر ص ۸۶، مطبوعہ مصر۔

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ص ۳ تا ۵، مطبوعہ نوری، مطابع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بلکہ اس حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہو یہ

امام مسلم کی اس شرط پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ان کے خیال میں کہ جو احادیث جمع علیہ نہیں ہیں ممکن ہے ان کو وارد کرتے وقت امام مسلم کو یہ شرط یاد نہ رہی ہو اور علامہ سیوطی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس اجماع سے اجماع اضافی مراد ہے یعنی امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کا اجماع۔ اور امام مسلم کی لائی ہوئی احادیث اس قسم کے اجماع سے بہر حال خالی نہیں ہیں۔

امام بخاری اور علی بن مدینی اتصال کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی معاشرت کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں باہم ملاقات کی بھی شرط لگاتے تھے اس لیے امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ان لوگوں پر انتہائی شدید اور تند و تیز رد کیا ہے جس کا ذکر امام مسلم کے ذکر کردہ مقدمہ میں آ رہا ہے۔

تعلیقات امام بخاری کی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں تعلیقات کی کثرت نہیں کی حافظ ابن اصلاح نے صحیح مسلم کے صرف چودہ مقامات گنوائے ہیں جہاں مسلم نے سند معلق کے ساتھ احادیث وارد کی ہیں تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ حدیث ابی جہم باب تیمم۔
- ۲۔ حدیث ابی اللہ باب صلوة النبی۔
- ۳۔ حدیث یحییٰ بن عسان باب سکوت بین التکبیر والقراءة۔
- ۴۔ حدیث عائشہ کتاب الجنائز۔
- ۵۔ حدیث عائشہ باب الجوائح۔
- ۶۔ حدیث جعفر بن زبیر باب الجوائح۔
- ۷۔ حدیث کعب بن مالک فی تعاضی ابن حدر۔
- ۸۔ حدیث مہر باب احتکار الطعام۔
- ۹۔ حدیث ابی اسامہ باب فقہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ حدیث ابن عمر آخر باب الفضائل۔
- ۱۱۔ حدیث ابی سعید خدری آخر کتاب القدر۔
- ۱۲۔ حدیث براء بن عازب فی الصلوة الوسطی۔
- ۱۳۔ حدیث ابو ہریرہ باب الرجم۔
- ۱۴۔ حدیث عوف بن مالک کتاب الامارۃ۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ یہ چودہ احادیث اگرچہ سند منقطع سے وارد ہیں لیکن یہ احادیث دوسرے طرق سے جہاں

صحیحہ سے سند موصول کے ساتھ بھی مروی ہیں اس لیے یہ روایات بھی حکماً صحیح ہیں۔

عدد روایات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابو الفضل احمد بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث بارہ ہزار ہیں اور ابو حفص نے بیان کیا ہے کہ آٹھ ہزار ہیں۔ اجزا ترمذی نے اسی کی تشریح کی ہے اور حدیث کرات کے بعد صحیح مسلم میں بالاتفاق چار ہزار احادیث ہیں۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ حافظ ابو قریش بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ ابو زرعہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام مسلم آئے اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی صحیح کو پیش کر کے کہا یہ چار ہزار احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ شیخ ابو زرعہ نے سن کر کہا باقی احادیث کسی کے لیے چھوڑ دیں۔ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ چار ہزار احادیث سے امام مسلم کی مراد وہ احادیث تھیں جو غیر مکرر ہیں۔

مستخرجات اصطلاح حدیث میں مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی کتاب کی احادیث کو دیگر اسانید کے ساتھ اس کے مصنف کی شرائط پر جمع کیا جائے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تخریج میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں چند ازاں یہ ہیں:

(۱) **المستدرایح علی مسلم** | یہ حافظ ابو بکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائینی المتوفی ۲۸۶ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ اسفرائینی اکثر شیوخ میں امام مسلم کے شریک ہیں۔

(۲) **التخریج علی صحیح مسلم** | یہ ابو جعفر احمد بن حمدان علی النیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۳) **مختصر المستدرایح علی مسلم** | یہ حافظ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی المتوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ انھوں نے یونس بن عبدالاعلیٰ اور دوسرے شیوخ مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) **التخریج علی مسلم** | یہ ابو نصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی ۳۴۲ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **التخریج علی مسلم** | یہ ابو حامد احمد بن محمد الشاذلی الشافعی الہروی المتوفی ۳۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۶) **المستدرایح علی مسلم** | یہ ابو بکر محمد بن عبداللہ الجوزقی النیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۷) **المستدرایح علی مسلم** | یہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے۔

(۸) **المخرج علی صحیح مسلم** | یہ ابو الولید حسان بن محمد القرشی المتوفی ۴۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

۱۔ شیخ محی الدین بیہقی بن شترن نورعی متوفی ۶۷۷ھ، مقدمہ شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۲، مطبوعہ نوریہ مطبعہ مطابع کراچی، ۱۳۲۷ھ
۲۔ شیخ طاہر بن صلاح الجزائری، ترجیح النظر ص ۹۳، مطبوعہ مصر

شروعات صحیح مسلم

صحیح مسلم پر متعدد حواشی لکھے گئے اور بہت سی شروعات تصنیف کی گئی ہیں اور تقریباً ہر زمانہ میں علماء راسخین اور جلیل القدر محدثین صحیح مسلم کی احادیث کے اسرار و رموز اور حقائق و دقائق بیان کرتے رہے ہیں۔ سطور ذیل میں چند شروعات کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ المفہم فی شرح غریب مسلم | یہ امام عبدالفاخر بن اسماعیل الفارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۲)۔ شرح مسلم | یہ امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی متوفی ۵۳۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ المعلم بقواعد کتاب مسلم | یہ ابو عبداللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ الاکمال فی شرح مسلم | یہ تاجی عیاض بن موسی المالکی المتوفی ۵۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵)۔ شرح مسلم | یہ عماد الدین عبدالرحمان بن عبدالعلی المصری المتوفی ۶۴۴ھ کی تصنیف ہے۔

(۶)۔ المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم | یہ شرح ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرظی المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔ اس شرح میں میں الفاظ غریبہ کے معانی، اغاریب اور احادیث سے مستنبط دیگر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷)۔ المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نوری الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ کی تالیف ہے۔ امام نوری نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی ہست ہستی اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرح کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی، عام طور پر مصنف کے علماء کے پاس یہی شرح ہے جسے صحیح مسلم کے ساتھ چھاپ دیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین القونوی المتوفی ۸۸۸ھ نے اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

(۸)۔ شرح مسلم | یہ شرح ابوالعرج بلبسی بن مسعود الزوادی المتوفی ۶۴۴ھ کی تالیف ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم شرح ہے۔

(۹) شرح زوائد مسلم علی البخاری | یہ شرح سراج الدین عمر بن علی المتوفی ۸۰۲ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۱۰) اکمال اکمال المعلم | یہ شرح امام عبداللہ محمد بن خلیفہ المالکی المتوفی ۸۲۰ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم شرح ہے۔

(۱۱) شرح مسلم | یہ شرح سیخ الحق الدین ابو بکر بن محمد الدمشقی المتوفی ۸۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۱۲) الدبیاج علی صحیح مسلم بن الحجاج | یہ حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۱۳) شرح مسلم | یہ شرح قاضی زین الدین زکریا بن محمد الانصاری المتوفی ۹۲۶ھ کی تالیف ہے۔

(۱۴) منہاج الابدہاج بشرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی تالیف ہے۔ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔

(۱۵) شرح مسلم | یہ شرح ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۲ھ کی تالیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ لہ

(۱۶) فتح الملہم | شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۷۹ھ کی تالیف ہے، تین جلدوں میں اخیر کتاب النکاح تک لکھی ہے، جسٹس محمد تقی عثمان نے کتاب الرضاع سے اخیر کتاب تک چار جلدوں میں اس کا تمکد لکھا ہے۔

(۱۷) شرح صحیح مسلم | از علامہ غلام دہلوی سید اس شرح میں پہلے احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان احادیث کی اردو میں شرح کی ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں اس شرح کو شروع کیا گیا۔ اور ۱۳۱۴ھ میں اس کا اختتام ہوا درمیان میں چھ سال بیماری کی وجہ سے سلسلہ تصنیف منقطع رہا۔

مختصرات صحیح مسلم اور ان کی شرح

صحیح مسلم کا خلاصہ کر کے مختصرات کی بھی تالیف کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ان کی شرح بھی لکھی ہیں۔

(۱) مختصر صحیح مسلم | یہ شرح ابو الفضل محمد بن عبداللہ المرسی المتوفی ۶۵۵ھ کی تالیف ہے۔

لہ۔ ان تمام شروح کا ذکر حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۵۵۸ - ۵۵۷ میں کیا ہے۔

(۲) - مختصر صحیح مسلم | حافظ ذکی الدین عبدالمعظم المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳) - شرح مختصر صحیح مسلم | عثمان بن عبداللہ المکرمی المصری المتوفی ۴۳ھ کی تالیف ہے۔

(۴) - شرح مختصر صحیح مسلم | یحییٰ بن احمد السنوی المتوفی ۶۳ھ کی تالیف ہے۔

شروع، محققات اور مستخرجات کے علاوہ مسلم کے اسماء رجال پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ابو بکر احمد بن علی الاصعہانی المتوفی ۲۶۹ھ کی تالیف مشہور ہے۔

۵۔ ان تمام شروحوں کی تفصیل حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۶ھ نے کشف الظنون جلد ۱ ص ۵۵۰-۵۵۱ سے لی گئی ہے۔

شرح صحیح مسلم

از قلم: قاری عبدالمجید شترقپوری، برٹش برطانیہ

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے علامہ غلام رسول سعیدی کو دیکھا، کچھ علماء ان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ یہ واحد عالم دین ہیں جو اس کم عمری میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت علامہ کی ایک کتاب ضیاء کنز الایمان پر مبنی اور پھر یہ نام میرے ذہن سے محو ہو گیا، ۱۹۸۲ء میں پاکستان سے برطانیہ آ گیا، مولانا احمد نثار بیگ نے مانچسٹر میں ایک ماہنامہ نکالا جس میں انھوں نے وجود باری پر حضرت علامہ سعیدی کا ایک مضمون شائع کیا، یہ مضمون پڑھ کر مجھے حضرت علامہ کے علم و فضل کا اندازہ ہوا، اس کے بعد پھر یہ نام ذہن سے غائب ہو گیا۔

۱۹۹۰ء میں میں نے پاکستان سے بعض دینی کتابیں منگوائیں جن میں سے ایک کتاب کا نام "شرح صحیح مسلم" تھا، اور مصنف کا نام تھا علامہ غلام رسول سعیدی، میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا، اس کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ جب تک چاروں جلدیں ختم نہیں کر لیں، چین نہیں آیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ میں ہر روز نئے نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، کبھی عقائد پر کبھی عبادات پر اور کبھی معاملات پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کیا تو خدا کے فضل سے ان کے بہت سے اعتراضات کے جوابات مل گئے، پھر پانچویں جلد آ گئی اس میں اور دوسرے بہت سے مسائل کی تحقیق تھی، اب جب سے میرے پاس شرح صحیح مسلم ہے، مجھے کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے میرے ایک نو مسلم دوست محمد خلیل نے مجھے فون کیا کہ میں نے ایک یہودی پروفیسر کو بتایا کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پینے گا اس کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی، اس یہودی پروفیسر نے اعتراض کیا تو پھر جنت میں نہریں کس لیے بنائی ہیں؟ میں نے اپنے نو مسلم دوست سے کہا ایک گھنٹہ بعد فون کرنا، پھر بلکہ نے شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلدوں کی فہرست دیکھ ڈالی مگر وہ مسئلہ نہ ملا، میں سخت پریشان ہو رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ڈاکیہ تھا، اس نے کہا تمہارا پاکستان سے پارسل ہے۔ میں نے پارسل کھولا تو وہ شرح صحیح مسلم کی جلد سادس تھی، میں نے جلد از جلد فہرست دیکھی تو اس میں حوض کوثر کی بحث مل گئی، اور اس بحث میں اس سوال کا جواب بھی لکھا ہوا تھا کہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد پیاس تو کبھی نہیں لگے گی اور جنت کی نہروں کا پانی پیاس بجھانے کے لیے نہیں حصول لذت کے لیے پیا جاتے گا۔ اس سال جب علامہ صاحب برطانیہ آئے تھے تو میں نے ان سے چند مسائل کا ذکر کیا جو یہاں کے مسلمانوں کو درپیش ہیں، آپ نے فرمایا "میں نے شرح صحیح مسلم کی ساتویں جلد میں ان مسائل پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے" ان شاء اللہ شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہے گا جس کا حل شرح صحیح مسلم میں نہ ہو۔

حضرت علامہ کا شرح صحیح مسلم میں اسلوب یہ ہے کہ آپ جس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کرتے ہیں، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال ان کے اصل ماخذ سے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس پر لکھنے والے جدید و قدیم اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو کھتے وقت صد کتابوں کا مایع مطالعہ کیا ہے، پھر آپ اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ کرتے ہیں، تب کہیں جا کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور عصری مسائل میں سے جس سے تعلق ہے اس پر آپ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اس کے آخر میں لکھ دیتے ہیں اگر یہ رائے حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اللہ کے فضل سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اللہ کے فضل سے ہے۔

عام طور پر لکھنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مشہور مصنف کی کتاب سے اس کا تحقیق نقل کر دیتے ہیں اور اگر اس مصنف کو کسی حوالے میں کوئی سہولت ہو گیا تو یہ بھی اسی طرح لکھی پر لکھی مار دیتے ہیں، زمانہ قریب کے اور معاصر مصنفین تو الگ رہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متنبہ کیا ہے کہ علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہم کو بھی بعض مقامات پر حنفی مذہب کو نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، اس کے برعکس حضرت علامہ جب کسی امام کا مذہب نقل کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب کی کتاب پر اعتماد نہیں کرتے ہیں بلکہ اس مذہب کے مؤرخین سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علامہ جب کسی مسئلہ میں دوسروں سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے موقف پر بکثرت عقل اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور جس کا تعاقب کرتے ہیں اس کا بڑی عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں، ائمہ اربعہ عسری حنفی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر فقہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور حضرت علامہ کے نزدیک مواضع ضرورت کے علاوہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی واجب الستر ہے۔ اس مقام پر علامہ عسری سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں ہم علامہ عسری کی گردنعلین کو بھی نہیں سنیجتے، فقہ حنفی کی خدمت کر کے علامہ عسری نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی ستر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ عسری کے تمام علم و فضل کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت (ستر تا پاؤں) واجب الستر ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۵۰-۶۴۹)

اس سے پہلے صحیح مسلم کی جس قدر شرح لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور مشہور شرح علامہ نووی کی ہے، لیکن اس شرح میں آپ دیکھیں گے کہ علامہ نووی ہر جگہ مذہب شافعی کی بڑی بیان فرماتے ہیں، اور اکثر مقامات پر مذہب اخلاف کا رد کرتے ہیں اور ان پر بہت قوی اور علمی اعتراضات کرتے ہیں، لہذا فقہاء اخلاف پر یہ قرض تھا کہ علماء احناف میں سے کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جو اس قرض کو اتار دے اور صحیح مسلم کی ایسی شرح لکھے جس میں علامہ نووی کے تمام اعتراضات کے جوابات ہوں اور تمام مذاہب پر مذہب حنفی کی بڑی بیان ہو، قسام ازل نے یہ سعادت حضرت علامہ سعیدی کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کی احادیث کے ساتھ مطابقت بیان کرنا یہ امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے اور علامہ نے لکھا ہے کہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی

رحمہ اللہ نے عمدۃ الفارسی لکھ کر اس قرض کو اتار دیا ہے، سو جس طرح علامہ عینی نے صحیح بخاری کی تشریح لکھ کر امام بخاری کا قرض اتارا ہے، علامہ سعیدی نے صحیح مسلم کی تشریح لکھ کر علامہ نووی کا قرض اتارا ہے اور ان دونوں تشریحوں کی وجہ سے الحمد للہ ہم کم از کم شیخین کے قرض سے تبرا رہے ہو گئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ تشریح صحیح مسلم صرف صحیح مسلم ہی کی تشریح نہیں ہے بلکہ یہ پوری صحاح سنہ کی احادیث کی تشریح ہے، کیونکہ صحاح سنہ کی احادیث کم و بیش مشترک ہیں صرف اساتید اور ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے فرق ہے۔

اب میں چند مسائل کا بہ طور تشریح ذکر کر رہا ہوں مثلاً فاسق کی امامت ایک ایسا عنوان ہے جس پر اس سے پہلے آج تک اتنی تفصیل سے نہیں لکھا گیا، اسی طرح مسافت قصر کی جس طرح حضرت نے تحقیق کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ پر انھوں نے اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ بھی کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ کو منقطع فرمایا، عصری مسائل میں سے ایلوپیتھک دواؤں سے علاج، انتقال خون، پوسٹ مارٹم اور اعصاب کی پیوند کاری پر بہت مبسوط بحث کی ہے، خلیقات میں سے علم غیب، نور و بشر، بدعت اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت معروفی تجزیہ کیا ہے، راقم انحرف برٹش میں رہتا ہے، اس شہر کی یونیورسٹی بہت مشہور ہے، اس لیے سعودی عرب، کویت، بحرین، ابو ظہبی وغیرہ کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہاں سکالرشپ پر آتے ہیں، اور وہ اپنے دینی اجتماعات میں معروف علماء کو دعوت دیتے ہیں، اس طرح مجھے اکثر و بیشتر ریاض، جدہ، طائف اور حرمین طیبین کے علماء سے ملاقات کا موقع میسر آتا ہے، میں نے ان کے سامنے تشریح صحیح مسلم سے یہ چاروں مسائل بیان کیے تو انھوں نے کہا اگر واقعی علماء اہلسنت کے یہی نظریات ہیں تو پھر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحب عزیمت تشریح صحیح مسلم کو عربی میں منتقل کر دے تاکہ دنیا بھر میں ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی ہو سکے، اور وہ لوگ جو ہمیں دشمنی اور قبوری (بت پرست، قبر پرست) کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور بریلویوں کو مرد ایٹوں کی طرح کوئی گمراہ فرقہ قرار دیتے ہیں اس کا قرار واقعی سد باب ہو سکے۔ میں نے ایک غیر مقلد عالم کو تشریح صحیح مسلم کے چند اقتباسات سنائے تو اس نے بے ساختہ کہا میرا دل چاہتا ہے کراچی جا کر اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔

ضبط ولادت پر سید مودودی کی کتاب موجود ہے مگر اس میں انھوں نے فقہ ظاہری کی تمام روایات جمع کی ہیں، علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کیے اور ظواہر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، اس سے پہلے اس موضوع پر کراچی کے ایک عالم نے بھی کتاب لکھی تھی مگر اس میں زیادہ تر حوالے سید مودودی کی کتاب سے لیے گئے ہیں، تشریح صحیح مسلم میں علامہ سعیدی کی تحقیق سب سے زیادہ جامع ہے۔

Test tube baby پر بھی حضرت علامہ نے بہت مبسوط بحث کی ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت محفوظ ہوا، چند دنوں کے بعد میں ایک میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں ایک ورجن کے قریب انگریز سکالر بھرتے تھے، اس مجلس میں میں نے اسلام کی حقانیت پر چند باتیں پیش کیں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماٹھی اور مستقبل کی خبریں دینا تو الگ رہا میں تم کو ان کے ایک غلام کی کرامت بیان کرتا ہوں، علامہ شمس الدین نرہسی نے لکھا ہے کہ جس شخص کا آہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جامع نہیں کر سکتا، ایسے شوہر کا نطفہ اگر بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے

عورت کی اتلام نہانی میں پہنچے گا، اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا، اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳) میں نے کہا میڈیکل سائنس کو آج معلوم ہوا ہے کہ بنیر جماع کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور ہمارے فقہانے ایک ہزار سال پہلے یہ مسئلہ بتا دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ تقریر سنی تو ان میں سے دو انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا، میں نے ایک کا نام محمد سلیم اور دوسرے کا نام محمد عابد رکھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں نماز وغیرہ سیکھ رہے ہیں۔

علامہ سرخسی کی جس عبارت کا حوالہ سن کر دو انگریز سالہ مسلمان ہو گئے وہ تقریباً ایک ہزار سال سے بسوط میں چھپ رہی ہے، لیکن اس عبارت کو منظر عام پر لانے اور اس کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر منطبق کرنے اور اسلامی فقہ کی ہم گیری اور آفاقیت کو اجاگر کرنے کا سہرا شرح صحیح مسلم کے سر ہے۔ تین طلاقوں کے مسئلہ پر ایک مصری عالم کی تحقیق پڑھ کر ملک ایک حضفی عالم دین نے لندن میں کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مسلک درست نہیں ہے، لیکن جب انھوں نے شرح صحیح مسلم میں تمام اعتراضات کے جوابات پڑھے تو انھوں نے پھر رجوع کر لیا ہے اور اب وہ کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا موقف ہی برحق ہے۔

علامہ سعیدی وہ واحد عالم دین ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کی ایسی تحقیق کی ہے جس سے منکرین ملائکہ کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں۔ اس پر گفتگو تو بہت سے علماء نے کی ہے مگر تسلی بخش جواب صرف حضرت علامہ سعیدی نے لکھا ہے کیونکہ منکرین ملائکہ غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے واقعہ سے ملائکہ کے وجود کی نفی کرتے ہیں، خود راقم الحروف سے کئی بار انکار سہ سید کے متبعین نے اس مسئلہ پر بحث کی مگر میں ان کو کوئی تسلی بخش جواب دینے سے قاصر پاتا تھا، لیکن جب سے میں نے شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو پڑھا ہے منکرین ملائکہ کو مسکت جواب دیتا ہوں۔

ایک اور اہم موضوع ہے اسلامی سیاست، پاکستان میں کتنے سیاسی رہنما ہیں جو عالم دین بھی ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں اسلام اور جمہوریت ایک ہی چیز ہے، حلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں ایک حبشی بھی حلیفہ ہو سکتا ہے، بادشاہت کا اسلام میں وجود نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ علامہ سعیدی نے اس موضوع کو نکھار کر بہت تفصیل سے پیش کیا ہے، میں سیاسی رہنماؤں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو ضرور پڑھ لیں۔

فقہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علاج کی غرض سے خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ کو لکھنا جائز ہے، راقم الحروف نے اکثر علماء سے اس کے متعلق پوچھا مگر چونکہ یہ بات بڑے بڑے فقہاء نے لکھی تھی، اس لیے سب نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا، علامہ سعیدی نے پہلی بار اس جمود کو توڑا وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے اگر کسی آدمی کو روز روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفاء ہو جائے گی تب بھی اس کا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے کی جرأت کرے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو معاف کرے بال کی کھال نکلنے اور حزیات مستنبط کرنے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع مسزود ہو گیا، ورنہ ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت و حرمت بہت زیادہ تھی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۵۵)

آپ نے دیکھا حضرت علامہ سعیدی نے فقہاء کے اعزاز و اکرام کو بھی برقرار رکھا اور اصل مسئلہ بھی حکیمانہ طریقہ سے بیان کر دیا!

ینسید کی بیعت، سوشلزم اور سرمایہ داری، انامی بانڈز، رجم، عورت کی شہادت، انٹرنس اور کتاب الحدود کے متعلق تبصرہ کرنا چاہتا تھا، مگر طوالت کی وجہ سے میں نے ارادہ ترک کر دیا، میری لڑکے میں شرح صحیح مسلم، مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور علامہ غلام رسول سعیدی کا نام ان شاء اللہ تاریخ میں اسی طرح زندہ رہے گا، جس طرح علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ علی قاری اور دیگر اکابر علماء کا نام زندہ ہے۔

بلاشک و شبہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کی محنت اور کاوش کا شاہکار ہے لیکن اس عظیم کام کی تکمیل میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹینز کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، جنہوں نے علامہ سعیدی کو اس قدر سہولتیں فراہم کی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ خود حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جسٹس علامہ مفتی سید شجاع علی قادری نے ان کو صرف دو پیریڈ پڑھانے کا مکلف کیا ہے، وہ حدیث شریف کے دو سبق پڑھاتے ہیں اور باقی تمام اوقات شرح صحیح مسلم کے لیے وقف ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دارالعلوم کی تمام کتابوں کی چابیاں حضرت علامہ کے حوالے کر دی ہیں تاکہ ان کو تحقیق و تدقیق کے دوران کوئی رکاوٹ نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تمام حسنات کو مقبول فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت پروفیسر مفتی منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کا ہے، جن کے متعلق حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا کہ دارالعلوم نعیمیہ میں وہ ان کے سب سے بڑے حلیف اور خیر خواہ ہیں، اور محض لٹرنی اللہ ان سے دلی محبت رکھتے ہیں اور ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں، شرح صحیح مسلم کے کام میں وہ روز اول سے ان کے معاون ہیں، فریڈیک سال سے تمام معاملات انہی کی وساطت سے طے پاتے ہیں، اور شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں حضرت علامہ ان سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں تیسرا نام سید محمد اعجاز مانک فریڈیک سٹال کا ہے جنہوں نے اپنی بیماری کے باوجود انتہائی سرعت اور برقی رفتاری کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی طباعت کی، کاغذ، طباعت اور جلد بندی میں مثالی حسن کو قائم رکھا اور اس کی متوازن قیمت رکھی، اس وقت مارکیٹ میں اتنے صفحات کی جس قدر کتابیں ہیں شرح صحیح مسلم کی قیمت ان سب سے کم ہے، اور کاغذ، طباعت اور جلد کامیاب ان سب سے بہتر ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ غلام رسول سعیدی اور ان کے معاونین کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

عبدالمجید شترپوری برٹل برطانیہ

26 Britannia Rd, Easton

Bristol B 856DA England

Tel: 0272 - 351318

شرح صحیح مسلم

از قلم حضرت مولانا مفتی محمد گل رحمان ری بنگلہ، برطانیہ

شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کے شرح صدر کی کرامت کا مظہر ہے، اہل سنت کے علمی کارناموں میں عصر حاضر کا خوشنہ ستارہ ہے، بعد میں لکھنے والوں کے لیے تشریح و تحقیق کی مشعل راہ ہے، اور حضرت علامہ کی سادگی و نجات کے لیے پُر امید وسیلہ جلیبہ ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اہم مسائل فقہیہ کو عمدہ دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے، جس کا امانہ آپ کی ممدتازہ اور نقیہانہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم دراصل صرف احادیث کے منشاء اور اس کے مطالب و مقاصد کے بیان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں احادیث سے عصری مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور قدیم مسائل میں اولہ کے زور سے ترجیح کا مقام حاصل کیا گیا ہے۔ ترجیح مسائل میں آپ نے علماء متقدمین اور معاصرین کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اپنے علم و فکر کا آزادانہ اظہار فرمایا ہے، اور حضرت علامہ کے علم و فضل، وسعت مطالعہ اور حدیث فکر کے پیش نظر یہ ان کا علمی حق ہے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں کے تحت غیر منصوص مسائل کا کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنا اہل تحقیق علماء کا منصب ہے، بلاشبہ کئی فروعی مسائل میں حضرت علامہ نے ترجیح اور تصویب تک رسائی حاصل کی ہے، یہ ان کی خدا داد صلاحیت اور مسلسل محنت اور کاوش کا ثمرہ ہے۔

حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم میں امت مسلمہ کی سہولت کے پیش نظر ریسرچ کو زیادہ اختیار کیا ہے تاہم بعض مسائل میں انھوں نے عسر کا راستہ اختیار کیا ہے، مثلاً حالات حاضرہ میں ذرائع ابلاغ کی ٹیکنالوجی، ٹی۔وی، ویڈیو وغیرہ کو اسلام کی نشوونما کے لیے استعمال میں لانا جائز قرار دیا جاسکتا ہے، اور امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے، دور حاضر کی معاشی ضروریات کے پیش نظر خواتین اسلام کے لیے تعلیم کا حصول اور شرعی حدود کے تحت ملازمت کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا اور قانون صحت کے تحت آتا ہے، ورنہ مسلم آبادی کے نصف حصہ کے معاشی اور معاشرتی حقوق کا میسر نہ ہونا فتنہ کا باعث ہوگا، دور حاضر کی اس قسم کی مشکلات کے لیے مزید غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے میں حضرت علامہ نے انتہائی سعی جمیل سے کام لیا ہے، حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کو اردو زبان میں لکھ کر، مدسنین، علماء اور اہل تحقیق مصنفین کو جدید امداد میں فکر و اجتہاد کے ساتھ اسلامی علوم کی تشریح و توضیح اور استنباط مسائل کا راستہ دکھایا ہے، عام مسلمانوں، اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کو شرح صحیح مسلم

کا بلاستیاب مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس شرح کی بہت بڑی ضرورت اور اہمیت ہے، اخیر میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سعیدی کو سعادت دارین اور نجات اخروی سے نوازے اور ان کے علوم نافعہ سے امت مسلمہ کو مزید فیضان بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خادم علماء اہل سنت
محمد گل رحمان قادری غفرلہ

14-1-94

12, Palmerston Road, Sparkbrook Birmingham B11
(LH) England.



مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں خواتین کے لیے حصول تعلیم کو جائز رکھا ہے خواہ دینی تعلیم ہو یا جدید سائنسی تعلیم، اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس پر مفصل بحث کی ہے، اسی طرح معاشی اور عمرانی ضرورت کے پیش نظر باعزت طریقہ سے پردہ کی حدود و قیود کے ساتھ خواتین کی ملازمت کو بھی جائز رکھا ہے، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سننے اور دیکھنے کا مسئلہ تو اس کو مصنف نے علی الاطلاق ممنوع نہیں لکھا مصنف کی عبارت یہ ہے:

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہو گا، وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا دی۔ سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے نہ سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۰۵)

نیز لکھا ہے:

ہم اسے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں بجانا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی تبادول آگے رواج نہیں ہوتا۔ اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہو گا، اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہو گا، بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں، جب تک کوئی تبادول آگے نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی سے لگ رنگ موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کر لیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۰۵)۔

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

ہمارے ملک پاکستان میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کی جو نشریات ہوتی ہیں ان میں صرف برائے نام زیادہ سے زیادہ ایک فیصد دینی اور اسلامی پروگرام ہوتے ہیں باقی نینانوے فی صد پروگرام، موسیقی، لاک و رنگ اور محزب اخلاق عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں، لہذا جو شخص ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سنے گا اور دیکھے گا اس پر اس ایک فی صد کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کے برعکس وہ نینانوے فی صد میں ڈوب جائے گا، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات کے شرعی حکم کو اس آیت سے مستنبط کیا جاسکتا ہے:

يسئلونك عن الخمر والميسر قد فيهما

لوگ آپ سے شراب اور جئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرمادیں گے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے سے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے

اكثر كبر ومنافع للناس واثمهما اكبر من

(بقرہ ۲۱۹، ۱)

نفعهما۔

بہت بڑا ہے۔

شرعی احکام میں میرا مزاج ایسا ہی ہے بشرطیکہ وہاں شرعی گنجائش ہو اور جس چیز میں شر بہت زیادہ غالب ہو اور خیر بہت مغلوب ہو وہاں شریعت اسلام کا یہی مزاج ہے کہ وہ شر کثیر کی بنا پر خیر قلیل کو ترک کر دیتی ہے۔ آج کل دنیا میں بہت سے پرائیویٹ ٹیلی ویژن عالمی سطح پر اپنے پروگرام نشر کر رہے ہیں اور ان کی نشریات سٹائٹ کے ذریعہ تقریباً دنیا بھر میں دیکھی جا رہی ہیں، مثلاً سی این این ٹیلی ویژن، بی بی سی ٹیلی ویژن اور سار ٹیلی ویژن وغیرہ، اگر بعض مالدار مسلمان عالمی سطح پر ایسا پرائیویٹ ٹی۔ وی چینل قائم کریں جس کی نشریات سٹائٹ کے ذریعہ عالمی سطح پر دیکھی جاسکیں اور ان نشریات سے صرف اور صرف اسلامی تعلیمات نشر کی جائیں جن میں قرآن مجید کی تلاوت ہو، تفسیر ہو، احادیث پڑھی جائیں، ان کا درس ہو اور خالص اسلامی اور فقہی معلومات ہتیا کی جائیں اور خاتین کی نمائش اور موسیقی سے کلی اجتناب کیا جائے اور موثر پیرائے میں اسلام کو پیش کیا جائے تو اس کا دیکھنا اور سننا جائز ہوگا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلہ علی رسولہ الکریم

مقدمہ از شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی متابع کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور آپ کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سب سے بہتر ہدایت ہیں، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت و علوت، سفر و حضر اور سبھی حالات سے لے کر عام سیاسی معاملات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر لیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تذکار کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی، اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں تدوین ہوئیں، یوں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچ سکی۔

اکابر علماء ملت اور ماہرین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا۔ طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کر لیتے تھے۔ انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل و صورت ہوتی۔

صحیح مسلم کی شرح شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفتگو کر لی جائے تاکہ قارئین کو حدیث شریف کی علمی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت حجیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف، اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض دیگر اصطلاحات کا مختصراً بیان کریں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تفسیر ضرورت حدیث و تشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے، علاوہ ازیں، مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، یتیم،

حج اور عمرہ پر محض الفاظ ہیں لغت عربی میں ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حجیت حدیث ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ واطيعوا الله واطيعوا الرسول۔
(آل عمران: ۳۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۲۔ وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۵)

اور رسول تم کو جو احکام (دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔

۳۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني۔
(آل عمران: ۳۱)

اے میری پیروی کرو۔

۴۔ لقد كان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔
(احزاب: ۲۱)

تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے، اب سوال یہ ہے کہ بد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے۔ پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے۔ اور جب کہ ہمیں اسوہ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بہ نفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت تھی۔ اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی وحی ہوئی ہدایت اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی ہوئی ہدایت سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی وحی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔
(نحل: ۱۰۴)

ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

ويعلمهم الكتاب والحكمة - (بقرہ ۱۲۹) اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انھیں ضرورت تھی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام جب اپنے بلند مقام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآن مجید کے احکام کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين واخرون منهم لما يلحقوا بهم (جمعه: ۳-۲)

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا۔ اسی طرح قیامت تک مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے قیام، رکوع اور سجود کی یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیوں کر معلوم ہوتی اسی طرح حج اور غیرہ کا بیان احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا سے وقوف عرفہ، طواف زیارت، طواف وداع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تعین قرآن میں نہیں ملتی، حدیث ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کدائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز ہو قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعین صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ملتی ہے، عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہ ہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہوگا اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا، اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعین جاننے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح معانی قرآن کے متبیین اور مسلم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارح بھی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم

رسول اللہ ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

(اعراف، ۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے والے وزندوں اور پندروں کو حرام کیا، دلازگوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ مشکل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی، ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر ہم قرآن کے لیے احادیث نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیتان اور معہ بن کر رہ جائیں گی۔

عام طور پر سن کرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھائی سو تدریج حدیث سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور ڈھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آکر عرض کیا۔

میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔

اكتب لي يا رسول الله۔

آپ نے حکم دیا:

اس شخص کے لیے خطبہ لکھ دو۔

اكتبوا لابي فلان۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر و قال كنت
اكتب كل شئ اسمعه من رسول الله صلى
الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتني وقالوا
اكتب كل شئ اسمعه و رسول الله صلى الله
عليه وسلم بشر يتكلم في الغضب والرضاء
فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فامباصبه
الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسي بيده
ما يخرج منه الا حق - له

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور
کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتے
ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں آپ
کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے کھانا
چھوڑ دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس
واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ
کر کے فرمایا لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا
ہے فرماتے ہیں:

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوا عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں
نہیں لکھتا تھا۔

ما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
احد اكثر حديثا عنه مني الا ما كان من عبد
الله بن عمر و فانه كان يكتب ولا اكتب - له

امام ابو داؤد اور امام بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر و احادیث قلمبند کیا کرتے تھے۔
رہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے
وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔
چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو
ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث
کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس تھی ہوئی ہے۔

تحدث عند ابي هريرة بحدیث فاخذ بيدي
الى بيته فارانا كتبنا من حدیث النبي صلى الله
عليه وسلم وقال هذا هو مكتوب عندي - له

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس انکی تمام روایات لکھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے
ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ابتداء زمانہ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث

۱۔ امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ۵۱۴-۵۱۳، مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی
۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۶۱۷، مطبوعہ مصر

کو لکھ لیا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابو ہریرہ کے بلکہ میں آپ کی نظر سے محکم ہونے لگے ہیں کہ یہ حضرات ہمد رسالت میں احادیث صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا عالم پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معهم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبعوا مقعدا من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال و انتم تنہمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منه عندنا فی کتاب بلہ

میں دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اور میں ان سب سے عمر میں کم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے معاملہ میں کتنی شدید وعید فرمائی ہے اور آپ لوگ اس کے باوجود کج بخت احادیث بیان کرتے ہیں یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال کو لکھ کر قلمبند کر لیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دو صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا۔ حضرت ابو ہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوبیس (۲۳۴) احادیث مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا۔ چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس سے دو ہزار چھ سو ساٹھ (۲۶۶) احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کرب نے محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں ان کے پاس میں سند دارمی میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابانہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو (۲۲۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
 ۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۵۴۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ منورہ
 ۳۔ محمد بن سعد کاتب واقفی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

روایت کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی روایات کو قتادہ بن دعامہ سروسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکورہ الصدق مسطور میں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے مدون احادیث کا کام آگے بڑھتا رہا۔ احادیث کے یہ صحائف اور نوبتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی روایات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انھوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انھوں نے معتد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دی اور تہذیب منظم اور منضبط کیا۔ احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے ہی کی ہے اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا، اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس صلیبی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث، موطا کے نام سے پیش کیا۔

موطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنی روایات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور قابل فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے، ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متقدم بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید (۱۵۱ھ) جامع سفیان ثوری (۱۶۱ھ) مصنف ابی سلمہ (۱۶۷ھ) مصنف ابی سفیان (۱۹۷ھ) جامع سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الام للشافعی (۲۰۴ھ) مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) الجامع الصیح للبخاری (۲۵۶ھ) الجامع الصیح للمسلم (۲۶۱ھ) سنن ابوداؤد (۲۶۵ھ) الجامع للترمذی (۲۶۹ھ) سنن ابن ماجہ (۲۴۳ھ) مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی، نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی، یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک

جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔

کتب احادیث کے ان ادوار کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پند مشہور کتب احادیث کا اجمالی تعارف ذکر کر دیا جائے۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی احادیث کا بیان

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ان کے بعد امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے احادیث صحیحہ کا مجموعہ پیش کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب اللہ کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں میں صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے، حافظ نیشاپوری اور بعض منار بہ رطلاء اندلس نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اس کا اہل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں صرف احادیث صحیحہ ہیں جب کہ صحیح بخاری کے تراجم میں بعض غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن صحت اور قوت کے لحاظ سے صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم پر راجح ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو مندرج کرنے کا التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طوالت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن اہرم نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث رہ گئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن یہ نزل صحیح نہیں، یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی مستدرک علی الصحیحین، بہت بڑی کتاب ہے یہ جہازی سانز کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ لاکھ صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں درج کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور ان میں سے احادیث مکرمہ کو حذف کرنے کے بعد کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ہاں اگر اٹھارہ صحابہ اور تابعین کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے زیادہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جو حدیث واحد و سندوں سے روایت کی گئی ہو اس کو بھی دو حدیثیں قرار دیا جاتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کل احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اس وقت مکررات کے بعد کل احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس بتائی ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی احادیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان

پرتزیج دی ہے حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ اسلمان کے نیچے امام مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے معارف دقیق ہیں، جن دلیل سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ہے ان کی

تعداد اسٹیج ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساڑھے راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، نیز جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کم روایت کی ہے اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ۔ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیح کتب الحدیث ہیں اس کے باوجود یہ تمام احادیث صحیحہ کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ بھی ان میں تمام درج نہیں ہیں۔ ۱۔
حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے اور ابو الفضل احمد نے بیان کیا ہے کہ بشمول مکررات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ ۲۔

صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: صحیحین کی تخریج میں بہ کثرت کتابیں ہیں، جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو عوانہ، صحیح ابوبکر اسماعیلی اور برقیانی اور ابو نعیم اسبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اسی طرح مسند احمد میں بہ کثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابویعلیٰ اور مسند بزار میں اور دیگر مسانید، معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے اس بحث کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ ۳۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث کی مصنفات میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ مثلاً ابو داؤد سجستانی، امام ابویعلیٰ ترمذی، امام ابو عبد الرحمن نسائی، امام ابوبکر بن خزیمہ، امام ابوالحسن دارقطنی وغیرہم، اور کسی حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی یا دوسرے کسی امام کی ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں صحیح اور غیر صحیح ہر قسم کی حدیثیں درج ہوں، ہاں حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حدیث ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں حدیث کو درج کرنے کے لیے صحت کی شرط لگائی گئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ اور جن کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تخریج

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ فتح المغیرت بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۲۳-۲۹ مطبوعہ مطبعہ دارالامام الطبری

الطبعة الثالثة ۱۴۱۲ھ

۲۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التعمیر والایضاح ص ۲۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

۳۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۳-۲۱، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

امام ترمذی سے پہلے ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی صرف دو قسمیں معروف تھیں، صحیح اور ضعیف، اور ضعیف ان کے نزدیک وہ تھی جو صحیح کے درجہ سے کم ہو، پھر اگر ضعیف کا راوی متہم بالکذب یا کثیر الغلط ہو تو وہ ان کے نزدیک متروک ہوتی تھی اور اگر اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی تھی اور امام احمد نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا قیاس سے اولیٰ ہے اس سے ان کی یہی مراد ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک مستور کی حدیث بھی حسن ہے (جس راوی سے ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو وہ مستور ہے) اور جو راوی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو اور جو حدیث میں غلطی اور خطا کرنے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اختلاط کے بعد مختلف حدیث اور عنعنہ کرنے والا مدلس اور جس کی سند میں انقطاع ضعیف ہو، ان تمام راویوں کی حدیثیں امام ترمذی کے نزدیک حسن ہیں، بشرطیکہ (۱) ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو (۲) اس حدیث کا اسناد شافہ ہو (۳) وہ حدیث بشک یا بخوہ کسی اور سند سے یا کئی اور اسانید سے بھی مروی ہو۔ اور یہ تمام حدیثیں ایک مرتبہ کی نہیں ہیں بلکہ بعض، بعض سے قوی ہوتی ہیں، امام ترمذی نے اتصال سند کو اصل اور سیار نہیں قرار دیا اس وجہ سے وہ بہت سی احادیث منقطعہ کو بھی حدیث حسن کہتے ہیں۔ ۱۰

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابو طاهر سلفی نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہ میں ابن سبیداناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے مصنفین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ ترمذی کی توجیہ مستحسن ہے انہوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بہ نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث چونکہ بہت کم ہیں اس لیے حافظ سلفی نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔

حافظ ابواسماعیل ہروی یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک امام ترمذی کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ نفع رساں ہے، کیونکہ ان کی کتابوں سے متبحر عالم کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جامع ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ۱۱

جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ۳۸۵۱ ہے اور توابع اور شواہد کو ملا کر یہ تعداد ۳۹۵۶ ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی فنی حیثیت کا بیان امام ابوداؤد سجستانی کی سنن بھی حسن کے قبیل سے ہے، ہم نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا

۱۰۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۸۸-۳۸۵، مخصراً مطبوعاً احیاء التراث الاسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۳۰۴ھ
۱۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۴ھ، فتح المنیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۰، مخصراً مطبوعاً دار المطبوعہ العلمیہ، ۱۳۱۲ھ

ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے، اور امام ابو داؤد نے کہا میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعف ہوئی اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

(حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر تقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد کے نزدیک حسن ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی، اور نہ وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے (زیر تحریر مقدمہ میں حسن لذاتہ کی تعریف ص ۱۰۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔ سیدی غفرلہ) حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ امام ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر وہ راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں، امام ابن مندہ نے کہا اسی طرح امام ابو داؤد سبستانی کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انھوں نے سکوت کیا ہو وہ حسن ہے۔ لہذا حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ابو داؤد صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قائل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابو الفتح عیمری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی، بلکہ ان کا قائل امام مسلم کے قول کی طرح ہے، امام ابو داؤد نے یہ کہا کہ انھوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک، شعبہ اور سفیان کے پاس ہیں دیکھتے اور ان کے راوی ہیں یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) اس لیے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے، مثلاً لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب اور زید بن ابی زیاد یہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۲-۳۳، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

۲۔ حافظ عطاء الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۳۴، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

یعنی ناقص الضبط والاتقان اور کثیر الملازم مع الشیخ) کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ امام مسلم نے صحیح کی شرط لگائی ہے اس لیے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لیے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں، اور امام ابو داؤد نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں، اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم اور امام ابو داؤد میں فرق یہ ہے کہ امام مسلم نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لیے امام مسلم کی حدیث کو حسن نہیں کہا جاسکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔ اور امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث سے میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج (لائق استدلال) ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ لے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ "جس حدیث میں شدید ضعف ہو، اس کا میں بیان کر دیتا ہوں" اس کا مفہوم مفہوم صحیح ہے کہ جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں: (۱) وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں یا صحت کی شرط پر ہیں، (۲) وہ حسن لذاتہ ہیں، (۳) اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں، مؤخر الذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں، (۴) وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابو داؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے، حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ لے

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد و صفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن لھیعہ، صالح مولی التوامہ، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمہ بن الفضل، ودلعیم بن صلاح وغیر ہم، اس لیے جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابو داؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گی کیونکہ امام ابو داؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وحیہ، صدقہ دیقی، عثمان بن واقد، عمری، محمد بن عبدالرحمان بلیمانی، ابو جناب کلبی، سلیمان بن ارقم، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ اور ان کی مثل متروک راوی

۱۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۴-۵۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ
 ۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۳۶-۲۳۵، مطبوعہ احیاء التراث اسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

اسی طرح جن پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور حدیث سنن کی معنی کے ساتھ روایات ہیں اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو اس وجہ سے سنن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی باب میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے جیسے ابوالحوریرث، یحییٰ بن العلاء وغیرہما، اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد کو اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں، جیسے محمد بن ثابت العبیدی، سنن ابو داؤد میں انھوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب المنقرود میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر الحدیث ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو راہے پر مقدم رکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے "سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی مستند نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی مستند نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔" علامہ نووی نے یہ جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں نے انھوں نے مجرد امام ابو داؤد کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ ۱۵

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم دین میں سنن ابو داؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ ۱۶

سنن ابو داؤد کی کل احادیث کی تعداد بہت کم ہے اور اس کی تعداد ۴۸۰۰ ہے اور اس کی تعداد ۶۰۰ ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان | حافظ ابو علی بن اسکن اور خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے کہ امام نسائی کی کتاب سنن صحیح ہے اور اس پر اعتراض ہے، امام نسائی نے رجال کے لیے جو شرائط مانگی ہیں وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، لیکن سنن نسائی میں مجہول اور مجروح راوی ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ اور معطلہ ہیں۔ ۱۷

۱۵۔ حاشیہ صفحہ ۲۴۴

۱۶۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۲۶۵ - ۲۶۸، مطبوعہ مطبعہ احیاء التراث الاسلامیہ، ۱۴۱۲ھ

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ دارالامام الطبری الطبری الثانیہ

۱۸۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دارالتراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

غالباً حافظ ابن کثیر کی اس جگہ سنن سے مراد سنن کبریٰ للنسائی ہے نہ کہ سنن مجتبیٰ اور ہمارے ان عام متداول کتاب سنن مجتبیٰ ہے جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی لکھا ہے کہ خطیب نے سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔ اے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو علی نیشاپوری، ابو احمد بن عدی، ابو الحسن وارقلنی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید اور ابو علی اخیلی وغیرہ نے بھی سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری نے نسائی، ابو داؤد اور ترمذی تینوں پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔

ابو عبد اللہ ابن مندہ نے کہا ہے جن ائمہ نے حدیث صحیح کو روایت کیا ہے وہ چار ہیں: بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی، ابو علی ابن اسکن نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن الصلاح نے جو باوردی سے نقل کیا ہے کہ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو، اس سے ان کی مراد خاص اجماع ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجال کے متعلق امام نسائی کا مذہب بہت وسیع ہے، لیکن فی الواقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ کتنے راوی ایسے ہیں جن سے امام ابو داؤد اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور امام نسائی ان سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ امام نسائی صحیحین کے بھی متعدد رجال سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابو الفضل ابن طاہر کہتے ہیں میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا وہ ثقہ ہے میں نے کہا امام نسائی ان سے استدلال نہیں کرتے انہوں نے کہا اے بیٹے رجال میں امام نسائی کی شرط امام بخاری اور امام مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابو بکر برقانی نے اپنے ایک رسالہ میں ان راویوں کے نام لکھے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہیں اور امام نسائی نے ان پر تنقید کی ہے، احمد بن محبوب رطلی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے سنن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں میں نے استخارہ کیا اور استخارے کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کو ترک کر دوں۔

محمد بن معاویہ احمد نے بیان کیا کہ امام نسائی کی کتاب سنن مکمل صحیح ہے، اور اس کی بعض احادیث معلول ہیں، مگر انہوں نے اس کی علت بیان نہیں کی، اور انہوں نے اس کا انتخاب کر کے جس مجموعہ کا نام مجتبیٰ رکھا ہے اس کی کلی احادیث صحیح ہیں۔ (امام نسائی کی کتاب سنن، اب سنن کبریٰ کے نام سے چھ جلدوں میں چھپ گئی ہے، دارالکتب العلمیہ بیروت نے اس کو مخطوطہ سے منتقل کر کے طبع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۱ھ میں ہوئی اور الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔) سعیدی غفرلہ

علامہ ابن رشد نے کہا کہ امام نسائی کی کتاب سنن میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع اور زیادہ حسین ہے اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان علل کا اضافہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جس کتاب میں ضعیف اور مجروح راوی سب سے کم ہیں وہ امام نسائی

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۶، مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

کی کتاب ہے اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی کتابیں اس کے قریب ہیں۔ سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۶،۷۱ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

سنن ابن ماجہ صحت اور ثقاہت کے اعتبار سے کتب خمسہ کے برعکس ہے، جو رجال کذب، سرقہ احادیث اور تفرد سے متہم ہیں جیسے حبیب بن ابی حبیب، کاتب مالک، علاء بن زید، داؤد بن مجبر، عبد الوہاب بن منجاک، اسماعیل بن زیاد سکونی اور عبد السلام بن ابی الجوزی وغیرہم، امام ابن ماجہ ان سے احادیث روایت کرنے میں متفرد ہیں، ابن طاہر نے یہ حکایت کی ہے کہ امام ابو زریعہ نے سنن ابن ماجہ کو دیکھا اور یہ کہا اس میں تیس حدیثیں بھی ضعیف نہیں ہیں، یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے، اور اگر یہ حکایت صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ جو غایت درجہ کی احادیث ساقط ہیں وہ تیس سے کم ہیں، یا انھوں نے پرری سنن ماجہ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کر کے یہ تبصرہ کیا ہے۔

امام ابن زریعہ نے سنن ابن ماجہ کی بکثرت احادیث پر باطلہ یا ساقطہ یا منکرہ کا حکم لگایا ہے۔ اس کا ذکر ابن ابی عاتم کی کتاب العلل میں ہے، اور حافظ صلاح الدین عسقلانی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کو ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاذہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اہل علم مثلاً رزین قسطلی اور مجد ابن الاثیر نے چھٹی کتاب مؤطا امام مالک ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا وہ ابو الفضل ابن طاہر صاحب شرط اللامۃ الستہ متوفی ۵۰۷ھ ہیں، پھر حافظ عبد الغنی صاحب الکمال فی اسرار الرجال نے اس پر عمل کیا۔ ابن طاہر اور ان کے متبعین نے مؤطا امام مالک کی بجائے، سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں اس لیے شامل کیا کہ مؤطا امام مالک میں ایسی احادیث مرفوعہ بہت کم ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اس کے برعکس سنن ابن ماجہ میں مؤطا کی بہ نسبت کسی گناہ زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں تو انھوں نے احادیث مرفوعہ کی کثرت کے حصول کے لیے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا۔

ان احکامات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن حضرات نے ان کتابوں کی اسانید حذف کر کے احکام سے متعلق احادیث جمع کی ہیں ان کا طریقہ ضعیف ہے مثلاً ابوالبرکات عبد السلام ابن تیمیہ منبلی متوفی ۷۲۸ھ، ان کی کتاب ہے المستقی من احادیث الاحکام (نیل الاوطار کا متن) یہ لوگ ان کتابوں سے حدیث کی صحت یا ضعف بیان کیے بغیر احادیث کو نقل کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مثلاً ایک حدیث کو امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ اس علت سے اعراض کر کے صرف اس حدیث کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، چنانچہ حافظ عبدالحق متوفی ۸۱۱ھ نے ایک کتاب کھن الا حکام الکبریٰ اس میں ایسا ہی کیا اور ابوالحسن ابن القطان متوفی ۷۷۴ھ

۱۰۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۴ - ۴۸۱ مطبوعہ احیاء التراث اسلامی

نے تتبع کر کے ان احادیث کی غلط بیان کیں اور اس کتاب کا نام رکھا بیان الوهم والا یہام الذی وضوہ علی الاحکام الکبریٰ۔ علامہ سخاوی نے بھی سنن ابن ماجہ کے متعلق بعینہ یہی تبصرہ کیا ہے۔ ۲۔ سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے علم میں امام مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے، امام شافعی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم منصفہ شہود پر نہیں آئی تھیں، اس وقت کتب سنن بہ کثرت تصنیف کی جا چکی تھیں، مثلاً کتاب ابن جریر صحیح، کتاب ابن اسحاق، کتاب ابی قرۃ موسیٰ بن طارق زبیدی، اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔ امام مالک کی کتاب موطا کا حجم ان سب سے زیادہ تھا اور اس میں ان سب سے زیادہ احادیث تھیں (بظاہر یہ صحیح نہیں ہے، سیدی غفرلہ)۔ غلیفہ منصور نے امام مالک سے یہ کہا کہ وہ تمام لوگوں کو اس کتاب پر جمع کریں تو امام مالک نے اس سے انکار کیا، اس سے ان کے علم کی وسعت اور ان کے انصاف کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اور کہا لوگ جمع ہوئے اور ان چیزوں پر مطلع ہوئے جن پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

علماء نے موطا پر کتابیں لکھیں اور تعلیقات تصنیف کیں، ان میں سب سے عمدہ کتاب حافظ ابن عبدالبر مالکی قرطبی کی تصنیف تمہید اور استذکار ہے، موطا میں احادیث متعلقہ صحیحہ بھی ہیں اور مرسلہ منقطعہ بھی ہیں اور ایسی بلاغات بھی ہیں جن کا مسندہ ہونا بہت نادر ہے۔ ۳۔ موطا امام مالک کی کل احادیث کی تعداد ۱۷۲۰ ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں: جو کتب حدیث استدلال میں کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی) کے قائم مقام ہیں، مثلاً "مسند ابو داؤد و طیا لسی، مسند عبید اللہ بن موسیٰ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مسند الحسن بن سفیان، مسند البراء اور ان کی امثال، ان کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر صحابی کی مسند میں اس کی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور یہ متعین نہیں کرتے کہ آیا یہ حدیث لائق استدلال ہے یا نہیں، اس وجہ سے ان کا مرتبہ متاخر ہے، اگرچہ ان کے مؤلفین کا مرتبہ کتب خمسہ کے مؤلفین سے بہت بڑا ہے۔ ۴۔

سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان

- ۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۸۸۔ ۲۸۵ مطبوعہ اعیان التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المنیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ
- ۳۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۱۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵۔ ۲۴، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ
- ۴۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۵۔ ۳۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

حافظ ابن الصلاح کا دارمی کی کتاب کو مسند کہنا ان کا وہم ہے، یہ کتاب مسند نہیں ہے جس میں صحابی کی مرویات کو الگ الگ روایت کیا جاتا ہے بلکہ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور یہ اصطلاح محدثین میں سنن ہے، لیکن اس کتاب کا نام مسند دارمی مشہور ہو گیا، جیسے امام بخاری کی کتاب کا نام المسند الجامع الصحیح مشہور ہو گیا اگرچہ وہ بھی ابواب پر مرتب ہے، کیونکہ امام بخاری کی احادیث مسند ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی سند متصل ہے)، اس کے برعکس مسند دارمی میں بہ کثرت احادیث مرسلہ، منقطعہ، معطلہ اور مقطوعہ ہیں۔ ۱۷

مسند احمد کی فتنی حیثیت کا بیان | حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرد اور عسقلان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور حمص کے نزدیک برص احمد کی فضیلت میں حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اور کوئی مسند اس کے پائے کی نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بہ کثرت احادیث راہ گئی ہیں، بلکہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں بلکہ حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح نے مسند احمد کا شمار صحیح میں کیا ہے، اور حافظ مدینی نے کہا امام احمد کی یہ شرط تھی کہ وہ اپنی مسند میں صرف حدیث صحیح کو درج کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحت کی شرط رکھی تھی، حافظ مدینی سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا دیکھو یہ مسند احمد میں ہے یا نہیں، اگر مسند احمد میں ہے تو یہ حجت ہے ورنہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسند احمد کی تمام احادیث حجت ہیں، اور مسند احمد کے سوا کوئی حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ کثرتی احادیث صحیحہ کتب صحیح میں ہیں اور وہ مسند احمد میں نہیں ہیں۔

مسند احمد میں حدیث ضعیف کا وجود محقق ہے بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں میں نے ان کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، امام احمد نے خود بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو جنت میں سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا، اور اس میں عمارہ بن زاذان کی سند ہے جس کی حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا یہ کذب منکر ہے اور کہا عمارہ احادیث مناکیر کی روایت کرتا ہے اور ابن جزئی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا اور ابن ابی حزمی نے حضرت عمر کی اس حدیث کو بھی موضوعات میں درج کیا ہے "اس امت میں ولید نام کا ایک شخص ہو گا" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "جو شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کئی قسم کی بلاؤں، جنون، جنام اور برص کو دور کر دیتا ہے" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "عسقلان احد الحرمین ہے اس میں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو بیعت کیا جائے گا جن پر کوئی حساب نہیں ہو گا" یہ تمام موضوع احادیث مسند احمد میں ہیں، اور اس میں احادیث منکرہ بھی ہیں مثلاً حضرت بربدہ کی یہ حدیث: تم خراسان کی جماعت میں رہو پھر مرو کے شہر جاؤ

۱۷۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التکبیر والایضاح ص ۵۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ۔ ۳۹۹

۱۸۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المسعودی بابن کثیر متوفی ۴۰۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ،

کیونکہ اس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے اور عبداللہ بن احمد نے سند میں زیادات کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوع احادیث ہیں اور موضوع احادیث یہ ہے: حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت علی کے دروازے کے سوا سب دروازے بند کر دو، ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو را فضیوں نے وضع کیا ہے۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

سند احمد تمام مسانید میں سیاق و سباق کے لحاظ سے تمام مسانید میں اکبر اور احسن ہے اس مجموعہ کو انھوں نے ساتھی سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو اس کو مسند احمد میں تلاش کرو اگر اس میں مل جائے تو فہما ورنہ وہ حجت نہیں ہے، اور بعض نے مبالغہ کر کے اس کو صحیح قرار دیا اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں بہ کثرت احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعض کا ضعف بعض سے زیادہ شدید ہے، حتیٰ کہ ابن جوزی نے اس کی بہت سی احادیث کا موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن حافظ عراقی نے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی سے اختلاف کیا ہے اور ابن جوزی کا رد کیا ہے، اور حتیٰ یہ ہے کہ جن کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا ان میں مسند احمد سب سے عمدہ کتاب ہے۔ علامہ احمد محمد شاہ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک رسالہ لکھا ہے "القول المسد فی الذب عن مسند الامام احمد" اس میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں، اور شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیہ میں لکھا ہے: اگر موضوع سے یہ مراد ہے جس کی سند میں کذاب ہوں تو مسند احمد میں ایسا کوئی راوی نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ایسی حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے خواہ وہ راوی کی غلطی کی وجہ سے ہو یا اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے تو مسند اور سنن میں ایسی بہ کثرت حدیثیں ہیں۔

حافظ عراقی نے کہا ہے کہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں یہ انتہائی غلو ہے، بلکہ بہت کم صحیحین کی حدیثیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئیں اور جو کسی معین صحابی کی حدیث اس میں رہ گئی ہے تو اس کی ہم معنی حدیث کسی اور صحابی کی روایت سے اس میں مذکور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسند میں تمام سنت کو جمع کر لیا گیا ہے تو یہ صحت سے بعید نہیں ہے، امام احمد نے اپنے بیٹے عبداللہ بن احمد (جو مسند کے راوی ہیں) سے کہا: اس مسند کو حفظ کر لو، کیونکہ عنقریب یہ لوگوں کی پیشوا ہوگی، اور انھوں نے کہا اس کتاب میں میں نے ساتھی سات لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے حدیثیں جمع کی ہیں، سو جب مسلمانوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو مسند میں تلاش کرو اگر وہ حدیث اس کتاب میں مل گئی تو فہما ورنہ وہ حدیث حجت نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا اکثر ارباب حدیثوں میں ایسا ہی ہے ورنہ صحیحین، سنن اور اجزاء میں ایسی قوی احادیث ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔

۱۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسن عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸-۵۹، مطبوعہ مکتبہ سفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغنیٰ بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ
 ۳۔ علامہ احمد محمد شاہ، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دارالتراتیف القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

نیز علامہ احمد محمد شاہرکتے ہیں:

۱۳۱۳ء مسند احمد مصر میں چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، پھر مطبوعہ علیہ سے شائع ہوئی جس میں ہر حدیث کی تخریج کی گئی اور اس کی صحت اور ضعف کا بیان کیا گیا، اس تحقیق کے ساتھ ابھی تک نو جلدوں میں مسند احمد شائع ہوئی ہے جو پہلے جلدوں والی مسند کی ایک جلد اور دوسری کا ایک ٹکٹ ہے اور یہ ان شارات تیس جلدوں میں مکمل ہوگی، ان نو جلدوں میں کل ۶۵۱۱ حدیثیں ہیں جن میں سے ۵۷۳۳ صحیح حدیثیں ہیں اور ۷۸ ضعیف حدیثیں ہیں اس طرح مسند احمد میں ضعیف احادیث کی تعداد بارہ فی صد سے بھی کم ہے اور یہ حافظ ابن کثیر کے اس قول پر شاہد عادل ہے کہ: مسند احمد میں سند اور متن کے لحاظ سے بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں بلکہ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں (اختصار علوم الحدیث ص ۲۲) اور بے شک حافظ ابن کثیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسند احمد کے بہت زیادہ عالم تھے۔

مسند بزار کی فنی حیثیت کا بیان

مسند بزار میں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کا مجملہ ذکر ہے، البتہ کہیں کہیں مصنف نے تفصیل کی ہے، اور جو راوی کسی حدیث میں متفرد ہو اس کا ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کا کوئی متابع ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور مسند دارمی میں بہ کثرت ضعیف اور مرسل روایات ہیں۔

مسندک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان

مسندک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان جو حدیثیں، امام بخاری اور امام مسلم سے رہ گئی ہیں ان پر استدراک (اضافہ) کرنے کے لیے امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مسندک لکھی جو چار کبیر اور ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کے راویوں سے حدیثیں روایت کیں یا ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر حدیثیں روایت کیں، اور جو حدیثیں ان کے اجتہاد کے مطابق صحیح تھیں خواہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق نہ ہوں، حدیث کو صحیح قرار دینے میں وہ وسیع المشرب تھے اور صحت کا فیصلہ کرنے میں متسائل تھے، اس لیے اولیٰ ہی سے کہ ہم متوسط قول اختیار کریں اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کو امام حاکم صحیح کہیں اور کسی اور امام نے اس حدیث کو صحیح نہ کہا ہو تو اگر وہ صحیح نہیں ہے تو کم از کم حسن ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ اس میں کوئی علت نہ ہو جو اس کے ضعف کا موجب ہو۔

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

قاضی القضاة بدر الدین بن جماع نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ جب حاکم کسی حدیث کی تصحیح میں متفرد ہو تو اس کو حسن قرار دیا جائے گا وہ کہتے ہیں بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اس حدیث کا صحیح حکم معلوم کیا جائے گا آیا وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے اور اس کے مطابق اس پر حکم لگایا جائے گا۔

۱۔ علامہ احمد محمد شاہرکت، اباعث الخثیث ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ء
 ۲۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۵۸۰ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ء
 ۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن مشہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۸، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۷ء
 ۴۔ حافظ زین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۵۸۰ھ، التقیید والایضاح ص ۳۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ء

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

- مستدرک میں امام حاکم کی اضافہ کی ہوئی احادیث کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں :
- ۱- جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کو انھوں نے صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں سے صورت اجتماع پر روایت کیا ہے جس سے امام بخاری اور مسلم دونوں یا کسی ایک نے استدلال کیا ہو اور وہ علل سے محفوظ ہے۔ اس قسم کی حدیث مستدرک میں بہت نادر ہے۔
 - ۲- جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت نہیں کی بلکہ شواہد، متابعات، تعالیق وغیرہ میں اس سند کا ذکر کیا ہو، اس قسم کی احادیث، حدیث صحیح کے درجہ سے کم ہیں، بلکہ ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن ایسی احادیث کی اکثریت حسن سے کم نہیں ہے اور ہر چند کہ امام حاکم متقدمین کی اتباع میں صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے بلکہ امام ابن خزمیہ اور امام ابن حبان ایسے اپنے مشائخ کی اتباع میں ان کو احادیث صحیحہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ چیز ان کے اس دعویٰ کے خلاف ہے کہ مستدرک میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں۔
 - ۳- جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت کی ہو نہ بطور متابعات، اس قسم کی احادیث مستدرک میں بہ کثرت ہیں، امام حاکم ایسے بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں لیکن وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور بعض اوقات وہم کے سبب سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس قسم میں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ہوگی جو حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچے، شیخین کی شرط پر ہوتا تو بہت دور کی بات ہے۔
- ہم اسے بیان کر رہے ہیں کہ وہ معیار کے اعتبار سے مستدرک میں جو احادیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

امام حاکم تصحیح حدیث میں متسائل ہیں، علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے شاگرد و بیعتی ان سے زیادہ تحقیق کرتے ہیں، حافظ ذہبی نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے اور مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے اور ایک رسالہ میں مستدرک کی تقریباً ایک سو موضوع احادیث جمع کی ہیں۔

ابوسعید مالینی نے کہا میں نے مستدرک کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا یہ انتہائی غلو ہے، ورنہ اس میں شیخین کی شرط پر یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر کثرت احادیث ہیں اور شاید اس کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہو اور چوتھائی مستدرک میں دیگر صحیح السند احادیث ہیں اور ان میں سے بعض میں ضعف یا علت ہے اور باقی چوتھائی میں ضعیف اور منکر روایات ہیں اور بعض موضوعات بھی ہیں۔

۱- حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۱۹۳-۱۹۴ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ امام حاکم کے تساہل کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور اس پر نظر ثانی کرنے سے پہلے ان کو موت نے آیا، (الی قولہ) علامہ نووی نے کہا ہے مستدرک کی جس حدیث کو متقدمین نے صحیح قرار دیا ہو وہ ضعیف، اگر اس میں ضعف کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

امام حاکم متسائل ہیں اور انہوں نے ضعیف احادیث کو الگ نہیں کئی موضوع احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے اس کی وجہ یا تو تعصب ہے کیونکہ ان پر تشیع کی تہمت تھی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے آخر میں مستدرک کو تصنیف کیا، اس وقت ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا اور ان پر غفلت طاری تھی ان کو اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ بعض راویوں کا حاکم نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے روایت کرنے کو منع کیا ہے، پھر خود ان کی روایات کو مستدرک میں صحیح لکھا ہے، ان راویوں میں سے ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۲۳) اس کی دلیل یہ ہے کہ مستدرک کے پہلے پانچویں حصے میں باقی کتاب کی بہ نسبت تساہل بہت کم ہے۔ ۱۷

شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضمیمہ اور جلد سادس میں ہم نے امام حاکم کے تساہل کے متعلق بہ کثرت علماء کی آراء ذکر کی ہیں۔ مشہور کتب حدیث کے تنازع کے بعد ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث صحیح اور صحاح ستہ کے راویوں کی شرائط بیان کر دی جائیں۔

حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان | حافظ ابو بکر السخاوی لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے لیے چند شرائط ہیں:

- ۱۔ پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ مشرکین کی روایت کتاب، سنت اور اجماع سے مردود ہے، البتہ اگر کسی شخص نے حالت فترک میں کوئی روایت سنی پھر اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد روایت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۲۔ دوسری شرط عقل ہے، کیونکہ بچہ اور مجنون کی روایت مقبول ہوتی ہے نہ شہادت، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرنوع القلم ہیں، سونے والا حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون حتیٰ کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے۔
- ۳۔ تیسری شرط صدق ہے کیونکہ جھوٹا شخص یا تو حدیث میں جھوٹ بولے گا تو اس کی حدیث مردود ہے خواہ وہ توبہ کر لے، اور یا وہ شخص لوگوں سے جھوٹ بولے گا اس کی حدیث بھی مردود ہے، اس طرح جو شخص تاملین کو قبول کرنے میں مشہور ہو اور جس شخص کا روایت کرنے میں تساہل مشہور ہو اس کی حدیث بھی مردود ہے۔
- ۴۔ اس حدیث کا راوی مدلس نہیں ہونا چاہیے۔

۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۶-۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ۔ ۱۸۱۲ھ
 ۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، نسخ المنیث بشرح البیہ الحدیث ج ۱ ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ دارالاسلام المطبری،

۵۔ اس حدیث کا راوی عادل ہونا چاہیے، عدالت سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہو اور منوعات سے اجتناب کرتا ہو اور صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کباثر سے مجتنب ہو بلکہ منائر پر اصرار کرنے سے بھی مجتنب ہو، اور ثبوت عدالت کے بعد اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو عدالت کے منافی ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اس میں حسب ذیل شرائط کا مزید پایا جانا ضروری ہے :-

- ۱۔ اہل علم میں اس شخص کی یہ شہرت ہو کہ وہ حدیث کا طالب ہے اور حدیث کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔
- ۲۔ اس شخص نے علماء حدیث سے سن کر احادیث روایت کی ہوں کتابوں سے دیکھ کر نہیں۔
- ۳۔ سماع حدیث کے وقت سے اس کو وہ حدیث منضبط ہو اور اپنے شیخ نے اس روایت کی اس کو تحقیق ہو اور تدلیس نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص حاضر و باخ اور بیدار مغز ہو اور اس پر غفلت طاری نہ ہوتی ہو۔

- ۵۔ اس شخص کو غلطی اور وہم بہت کم عارض ہوتا ہو، کیونکہ جو شخص کثیر الغلط اور وہمی ہو گا اس کی حدیث مردود ہوگی۔
 - ۶۔ وہ شخص سنجیدہ اور باوقار ہو۔
 - ۷۔ وہ شخص خود بلائے نہ ہو اور بدعت سے مجتنب ہو، کیونکہ بدعتی کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی موید ہو۔
- حدیث صحیح کے راوی کے یہ جامع اوصاف ہیں اور ان کے توابع اور لواحق ہیں جن کا پورا علم ہمارے ہاں ہر تادمہ کے بعد ہی ممکن ہے۔

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان | ائمہ خمسہ کا مخارج حدیث کے استنباط کی کیفیت میں الگ الگ مذہب ہے جو امام حدیث صحیح کو سند کے ساتھ روایت کرتا ہے وہ راوی کے مشائخ

میں عدل کا اعتبار کرتا ہے اور جن ثقہ راویوں سے وہ مشائخ روایت کرتے ہیں ان میں سے اگر بعض راوی صحیح ہوں اور بعض میں ایسی صلاحیت نہ ہو تو ان کی حدیث کو صرف شواہد اور متابعات کے طور پر نوکر کیا جاسکتا ہے، اس کو ہم ایک مثال کے ساتھ واضح کرتے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ کو اپنے بعد والے طبقہ پر ایک فوقیت حاصل ہے، پس جو طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں وہ غایت صحت میں ہیں اور وہ امام بخاری کا غایت مقصود ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے راوی عدالت میں تو طبقہ اولیٰ کے مساوی ہیں لیکن طبقہ اولیٰ کے راوی کامل الضبط والاتقان اور زہری کے ساتھ طویل الملازمتہ ہیں حتیٰ کہ وہ سفر اور حضر میں زہری کے ساتھ رہے اور طبقہ ثانیہ کے راوی زہری کے ساتھ تھوڑا عرصہ ملازم رہے اس لیے ان کو زہری کی احادیث کا اتنا تجربہ نہیں ہے اور وہ ضعیف اور اتقان میں بھی پہلے مرتبہ سے کم ہیں اور یہ راوی امام مسلم کی شرط ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ میں وہ راوی ہیں جو زہری کے ساتھ کثیر الملازمتہ ہیں لیکن وہ شدید جرح سے محفوظ نہیں ہیں اس لیے وہ رو اور قبول کے درمیان ہیں، اور یہ امام ابو داؤد اور نسائی کی شرط ہیں، اور طبقہ رابعہ جو جرح اور تعدیل میں طبقہ ثالثہ کے مساوی ہیں لیکن یہ زہری کے ساتھ بہت کم عرصہ رہے اس لیے ان کو زہری کی حدیث کا بہت کم تجربہ ہے اور یہ امام ترمذی کی شرط ہے، درحقیقت امام ترمذی کی شرط امام ابو داؤد کی شرط سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب حدیث ضعیف ہو یا اس کا مخرج طبقہ رابعہ ہو تو امام ترمذی اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں اور وجہ ضعف پر متنب کرتے ہیں اور ان کی حدیث شواہد اور متابعت کے باب سے ہوتی ہے۔ اور طبقہ خامسہ، ضعیف اور مجہولین کی حالت

ہے ان احادیث کو ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے البتہ امام ابو داؤد ان کی احادیث کو بطور اعتبار اور استشہاد روایت کرتے ہیں اصحاب بخاری اور مسلم ان سے بالکل روایت نہیں کرتے، (امام ابن ماجہ اس طبقہ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔
اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان | طبقہ اولیٰ: مثلاً، مالک، ابن عیینہ، عبید اللہ بن عمر، یونس و عقیل، شعیب بن ابی عمزہ وغیرہم۔

طبقہ ثانیہ: مثلاً عبدالرحمن بن عمر اوزاعی، لیث بن سعد، عثمان بن راشد، عبدالرحمان بن خالد بن مسافر وغیرہم۔
 طبقہ ثالثہ: سفیان بن حسین سلمی، جعفر بن برقان، عبداللہ بن عمر بن حفص العمری، زمر بن صوح المکی وغیرہم۔
 طبقہ رابعہ: اسحاق بن یحییٰ کلبی، معاویہ بن یحییٰ الصدقی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ مدنی، ابراہیم بن یزید مکی، مشی بن الصباح وغیرہم۔

طبقہ خامسہ: بحر بن کنیز السقا، حکم بن عبداللہ املی، عبدالقدوس بن حبیب الدمشقی، محمد بن سعید مصلوب وغیرہم۔
 امام بخاری طبقہ اولیٰ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد امام نسائی پہلے تین طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ رابعہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ترمذی پہلے چار طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ خامسہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ اور امام ابن ماجہ پانچویں طبقہ سے ہی استیعاب کرتے ہیں۔ لہ

متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تخمین اور تضعیف کرنے کی تحقیق | ما نظر ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب ہم مختلف رسالوں میں ایسی صحیح الاسناد حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو صحیحین میں درج نہیں ہیں اور نہ دیگر مستند حدیث نے ان احادیث کے متعلق اپنی تصنیفات میں صحت کی تصریح کی ہے تو ہم ان احادیث پر وثوق کے ساتھ صحت کا حکم گانے کی جرات نہیں کرتے، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو محض اسانید کے اعتبار سے حدیث کی صحت کا ادراک نہیں ہے، کیونکہ ہر سند میں لیے رجال مل جاتے ہیں جن کی روایت پر کچھ لوگوں نے اعتماد کیا ہوتا ہے حالانکہ وہ حفظ، ضبط اور اتقان سے عاری ہوتے ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے شرط ہے، اس لیے بالآخر حدیث صحیح اور حسن کی معرفت کا امر اللہ حدیث کی طرف رجوع کرے گا جنہوں نے اپنی معتد مستند اور مشہور تصانیف میں احادیث کے صحیح یا حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔ لہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی معرفت قوی ہو اور وہ کسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے پر قادر ہو میرے نزدیک زیادہ ظاہر ہے کہ اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔ لہ

۱۔ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۵۸۴ھ، شرط الامتہ الختمہ ص مطبوعہ رحیم آباد کراچی، ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۳۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن خروف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی مع التدریب ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے حافظ ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جس کو علامہ نووی نے ترجیح دی ہے اس پر محدثین کا عمل ہے، کیونکہ متاخرین کی ایک جماعت نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کی صحت کے متعلق متقدمین کی تصریح نہیں ہے، حافظ ابن الصلاح کے معاصر حافظ ابن القطان صاحب کتاب بیان الوهم والایہام متوفی ۶۲۸ھ نے متعدد احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے مسند بنار کی یہ حدیث ہے "حضرت ابن عمر رضو کرتے اور ان کی نقلیں کجاوہ میں ہوتیں جن پر وہ مسح کرتے اور وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے" حافظ ابن القطان نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے ایک اور معاصر حافظ ضیاء الدین مقدسی متوفی ۶۲۳ھ نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام کیا، اسی طرح حافظ ذکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ نے ایک رسالہ لکھا اور اس میں غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخو کے متعلق تمام حدیثیں درج کیں پھر اس طبقہ کے بدر کے حفاظ نے بھی تصحیح کی ان میں سے حافظ شرف الدین عبد المؤمن بن خلف و میاطی ہیں جنھوں نے زمزم کے پانی سے متعلق حضرت جابر کی مرفوع حدیث کو صحیح قرار دیا اور ایک رسالہ میں اس سے متعلق احادیث کو درج کیا، پھر اس طبقہ کے قریب شیخ تقی الدین سبکی ہیں جنھوں نے شفاء السقام نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں زیارت قبر اور سے متعلق احادیث جمع کیں۔ لہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب کوئی محدث کسی حدیث کو روایت کرے اور اس کی اسناد میں شرط صحت پائی جائے اور محدث اس حدیث میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے کیا چیز مانع ہے، خواہ متقدمین سے کسی نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کی ہو اور بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور جس شخص کو بھی اس فن کا ذوق ہو گا وہ اس میں مناقشہ نہیں کرے گا۔ لہ

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ حافظ ابن الصلاح کی دلیل یہ ہے کہ "حدیث صحیح میں جس درجہ کا ضبط مطلوب ہوتا ہے وہ اسانید میں نہیں ہے" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمام اسانید میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو یہ ممنوع ہے، کیونکہ بعض اسانید میں رجال صحیح ہوتے ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض اسانید ایسی ہیں تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ چونکہ کوئی سند صحیح نہیں ہے اس لیے اب کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث کی جو کتابیں مشہور ہیں ان میں یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس کتاب تک اپنی اسناد ثابت کریں، پھر حدیث کو روایت کریں، جیسے مسانید اور سنن ہیں، جب ان میں سے کوئی مصنف کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث میں صحت کی تمام شرائط پائی جائیں اور ماہر محدث اس میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس محدث کے لیے اس حدیث پر صحت کا حکم لگانا ممنوع نہیں ہوگا خواہ متقدمین میں سے کسی نے اس حدیث کے متعلق صحت کی تصریح نہ کی ہو۔

۱۔ حافظ زین الدین عبد الریم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التعمیر والایضاح ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۷۲۵ھ، المکتب علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۳۰۴ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حافظ ابن الصلاح کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ متقدمین کی تصحیح مقبول ہے اور متاخرین کی تصحیح مردود ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحیح حدیث مردود ہو جائے اور غیر صحیح حدیث مقبول ہو جائے، کیونکہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر امام متقدم نے صحت کا حکم لگایا اور متاخر اس کی کسی ایسی علت قاعده پر مطلع ہوا جو صحت کے حکم سے مانع تھی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ متقدم ان ائمہ میں سے ہو جو صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے جیسے امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان وغیرہ، اس لیے وہ حدیث مردود ہوگی اور حافظ ابن الصلاح کے ذکر کردہ اقبالیہ سے اس کا مقبول ہونا لازم آئے۔

حافظ عسقلانی نے کہا تعجب ہے کہ ابن الصلاح تمام اسانید متاخرہ میں عام غفل کا دعویٰ کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح کو قبول کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح بھی متاخرین کے لیے اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے جس میں وہ غفل کا دعویٰ کرتے ہیں تو اگر یہ غفل صحت اسناد کا حکم لگانے سے مانع ہے تو وہ اس تصحیح کو قبول کرنے کے حکم سے بھی مانع ہوگا یہ علامہ سخاوی کہتے ہیں :

حافظ ابن الصلاح کے معاصرین کی ایک جماعت نے متاخرین کے لیے حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کو ہائز قرار دیا ہے، ان میں حافظ ابوالحسن قطان، حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ ذکری الدین منذری اور حافظ دمیاطی ہیں پھر اس کے بعد طبقہ بہ طبقہ حتیٰ کہ ہمارے پیش تک تمام علماء حدیث، حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرتے رہے ہیں اور علامہ نوری نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس پر قادر ہو اور اس کو اس کی قوی معرفت ہو اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔^۱

میں کہتا ہوں کہ علامہ نوری شانہ منوٹی ۶، ۷، ۸ نے شرح مسلم اور شرح المہذب میں، اور علامہ ابن قدامہ سنبل منوٹی ۷۷۰ نے منہجی میں، امام ابن ابی شیبہ منوٹی ۵۹، ۶۰ نے کتاب الموضوعات اور العطل المتناہیہ میں، حافظ ذہبی منوٹی ۵۲، ۵۳ نے میزان الاعتدال میں حافظ زلیخا حنفی منوٹی ۶۲، ۶۳ نے نصب الراية میں، حافظ ابن حجر عسقلانی منوٹی ۵۲، ۵۳ نے فتح الباری، دلیلہ اور مطالب عالیہ میں، حافظ الہیثمی منوٹی ۸۰، ۸۱ نے مجمع الزوائد، کشف الاستار اور ذمائد ابن حبان میں، حافظ بدر الدین عینی حنفی منوٹی ۸۵۵ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سخاوی منوٹی ۹۰۲ نے المقاصد الحسنہ میں، علامہ سیوطی منوٹی ۹۱۱، ۹۱۲ نے اللالی المعنویہ میں اور طاملی قاری حنفی منوٹی ۱۰۱۴ نے موضوعات کبیرہ میں بہ کثرت احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور کتنی احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے اور اسانید کی تحقیق کا عمل مسلسل جاری ہے اور مصنف نے بھی شرح صحیح مسلم میں بہت سی احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور ان کی اسناد کا صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تخریج اور تحقیق کا یہ عمل کسی جامد نہیں ہو سکتا بلکہ مسلسل جاری و ساری ہے۔

چند ضروری اصطلاحات کا بیان | فروری اصطلاحات کا بیان کر رہے ہیں فنقول وبالله التوفیق وبہ
حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم علم حدیث کی چند اہم اور

الاستعانة بلیق۔

حدیث کا لغوی معنی قدیم کی ضد ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حدیث

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی منوٹی ۹۱۱، ۹۱۲، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۷، مطبوعہ مکتبہ عالیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، ص ۱۳۳
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی منوٹی ۹۰۲، فتح المنیث بہ شرح الفیتہ اکیدیٹ ج ۱ ص ۵۱-۵۰، مطبوعہ دارالاسلام العلمیہ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قول، فعل، تقریر یا وصف کی نسبت کی گئی ہے اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

نقل ما اذیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او وصف -
ملا علی قاری نے حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول، فعل یا تقریر صادر ہو یا جو آپ کا خلقی وصف ظاہر ہو یا آپ کی خلقی نعمت ظاہر ہو اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

نقل ما صدر و ظهر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا و فعلا او تقریرا او وصفا خلقیا او نعتا خلقیا لہ

سنت سنت میں سنت کا معنی ہے طریقہ اور سیرت، بعض علماء نے کہا سنت حدیث کے مترادف ہے اور علامہ ابن اثیر نے سنت کی یہ تعریف کی ہے:

جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ قرار دیا، بشرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو، وہ امور سنت ہیں۔

ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نہی عنہ و ندب الیہ قولا او فعلا مما لم ینتقل بہ الکتاب العزیز لہ

خبر خبر اور حدیث مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کی طرف جو قول منسوب ہو وہ حدیث ہے اور خبر عام ہے خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو یا کسی اور کی طرف، اسی وجہ سے جو حدیث میں مشغول ہو اس کو محدث اور جو تاریخ میں مشغول ہو اس کو اخباری کہتے ہیں۔ یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور افعال کو اشر کہتے ہیں۔

اسناد رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے۔

متن جس کلام تک پہنچ کر سند ختم ہو جائے، یعنی حدیث کی عبارت۔

کتاب احادیث کے اسماء

مسنَد (۱) وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع ہوں (۲) وہ حدیث مرفوع جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

صحیح جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

جامع جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام اشراف، مناقب جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

۱۔ دلائلی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ، ۱۳۶۷ھ
۲۔ علامہ محمد الدین محمد جزیری المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات اسماعیلیان ایران الطبع الرابع،

سنن | جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے سنن ابی داؤد، نسائی

معجم | جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی۔

مستخرج | جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے طرہ کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابن نعیم علی البخاری۔

مسند | جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے روٹی ہوں جیسے حاکم کی مسند علی الصمیمین۔

رسالہ | جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب تفسیر میں۔

جزء | جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی جزء القراءة خلف الامام۔

اربعین | جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے اربعین نووی۔

امالی | جس کتاب میں شیخ کے اطوار کرانے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے امالی امام محمد۔

اطراف | جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں۔ جیسے اطراف المکتب النعمانی ابی العباس اور اطراف المزنی۔

مصنف | جس کتاب کی ترتیب فقہی ابواب پر ہو اور اس میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین بہ کثرت ہوں۔

تعداد احادیث کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التیسیر میں لکھا ہے کہ ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن مہدی اور امام احمد بن منبل سے مروی ہے کہ بلا تکرار احادیث صحیحہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسند مروی ہیں ان کی کل تعداد چار ہزار چار سو ہے، یہ وہ احادیث ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔ امام احمد بن منبل نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابو بکر ابن العریبی نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابو داؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ حلال اور حرام سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال صرف کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے ان احادیث کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں

اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لہ

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں

یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا عدد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار مردوں اور عورتوں نے احادیث کو روایت کیا ہے جو بیس سال سے زیادہ مکہ اور مدینہ میں آپ کی صحبت میں رہے اور انہوں نے آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا، اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری، آپ کی حرکات اور سکناات، آپ کے قیام اور قعود، عبادت میں آپ کا مجاہدہ، آپ کی سیرت، آپ کے سراپا اور منازمی، آپ کا مزاج اور آپ کا جھڑکنا، آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا، آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا، آپ کی گھروالوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھوٹے کو سدھانا، مشرکین اور مسلمین کو خطوط لکھنا اور آپ کے عہود اور موثقیں، غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر منٹ کے احوال کو یاد رکھا۔ اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان احکام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد رکھا اور ان تمام قضایا اور فیصلوں کے ماسوا ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ حیثیت امیر اور حاکم کے فیصلہ سنایا۔ کیا ان حالات میں ذرا دیر کے لیے بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہزاروں صحابہ جو میدان جہاد میں صرف نظر آتے ہیں وہ کوئی حدیث بیان کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے گھر سدھار گئے، فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے ساتھ پندرہ ہزار صحابہ تھے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے، امام اسحق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث کھوادیتے تھے، حافظ ابو کریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں، محدث ابو بکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابو جعفر حنفی سے ایک لاکھ حدیثیں کھیں ہیں، محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں رگڑ یا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں۔ لہ

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ کتب خمسہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں تقریباً کل احادیث موجود ہیں اور ان کے علاوہ بہت کم حدیثیں رہ جاتی ہیں، حافظ عراقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی یہ مراد ہو کہ وہ احادیث مکررہ الا سانید ہیں اور ان میں موقوفات (اقادیل صحابہ) بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک دو حدیثیں ہیں، اور ابن جاعہ نے المنہل المروسی میں یہ لکھا ہے یا امام بخاری کی مراد کثرت میں مبالغہ ہے لیکن پہلی ترجیح زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر تمام مسانید، جوامع، سنن اور اجزاء وغیرہ کا تتبع کیا جائے تو بلا تکرار احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کی کل تعداد ایک لاکھ کو بھی نہیں پہنچتی، بلکہ پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور یہ بات بہت بعید ہے

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر مستقانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۰۹-۲۱۰، مطبوعہ اجیاد التراث الاسلامی، ۱۴۰۲ھ
 ۲۔ امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المدخل فی اصول الحدیث ص ۱۱-۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۱۴۱۱ھ

کہ ایک شخص کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جو پوری امت میں سے کسی کو بھی یاد نہ ہوں، اس کو صرف اتنی ہی حدیثیں یاد ہوں گی جو اس نے اپنے وقت کے مشائخ سے روایت کی ہوں گی۔

امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ تمام احادیث کو جمع کرنے کا امکان بہت بعید ہے البتہ ایک جماعت نے ان کے حصر اور تیسرے میں مبالغہ کیا ہے، امام احمد نے کئی لاکھ سے زیادہ صحیح احادیث ہیں اور میں نے مسند میں سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کر کے حدیثیں لکھی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس کو مل گئی ہیں پھر ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس سے رہ گئی ہیں تو احادیث کا شمار پہلے میں کہتا ہوں کہ متاخرین نے اس پر کام کیا ہے کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد معاصرین نے ان احادیث کو جمع کیا جو کتب فہرہ پر نائذ ہیں، اور حافظ ابوالحسن بیہقی نے مسند احمد کی ان حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا جو صحاح ستہ پر نائذ ہیں اور مسند بزار کی نائذ حدیثوں کو ایک جلد میں جمع کیا، اور طبرانی کی معجم کبیر کی نائذ حدیثوں کو تین جلدوں میں جمع کیا اور معجم اوسط اور معجم صغیر کی نائذ حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا، اور ابویعلیٰ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور ان تمام زوائد کو اسانید مذوت کر کے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام مجمع الزوائد رکھا اور احادیث کی فنی حیثیت پر کلام کیا اور اس میں بہ کثرت صحیح حدیثیں ہیں، اور ابو نعیم کی علیہ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ابن حبان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور اس کا نام موارد النظم رکھا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسحاق، ابن ابی عمر، مسدد، ابن ابی شیبہ، حمیدی، عہد بن حمید، احمد بن حنبل، اور طیالسی کی زوائد کو دو جلدوں میں جمع کیا اور مسند الفردوس کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ہما سے صاحب شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے سنن مارقلیٰ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور میں نے امام بیہقی کی شعب الایمان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، ان کے علاوہ اور بھی بہ کثرت کتب حدیث موجود ہیں اور ان میں بہ کثرت زوائد ہیں، اس لیے ان سب کے مجموعہ کا عدد اگر اس عدد (ساتھ سے سات لاکھ) کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے، جیسا کہ امام اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکررة الاسانید ہیں، اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے، اور کل احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا، اور یہ احادیث مکررة الاسانید ہیں اور بلا تکرار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن حبان نے بیان کیا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
علامہ ابن الاکفانی نے کہا ہے کہ علم حدیث کی دو قسمیں

علم الحدیث روایت اور علم الحدیث درایت کی تعریفات

ہیں اور علم الحدیث روایت اور علم الحدیث درایت۔
علم الحدیث روایت کی تعریف یہ ہے:

یہ وہ علم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال

ہو علم لیشتمل علی اقوال النبی صلی اللہ

حدیث، متن اور سند کا معنی | متن کے طرز بق کی حکایت کو سند کہتے ہیں اور متن حدیث کے ان الفاظ کہتے ہیں جن کے ساتھ معانی قائم ہوں، حدیث کا معنی قدیم کی ضد ہے یعنی حادث، اور سلام

ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے: **ما یضائفنا لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم** جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے وہ حدیث ہے۔

گویا کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام رسول حدیث (حادث) ہے علامہ طیبی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں اور کبھی اول الذکر کو حدیث مرفوعہ اور ثانی الذکر کو حدیث موقوفہ کہتے ہیں۔

محدث اور حافظ کی تعریف | شیخ فتح الدین نے یہ کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث روایت و درایت کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہئیں؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، اور امام ابو زرعر نے کہا امام احمد کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور یحییٰ بن مسین نے کہا میں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، امام سجاری نے کہا مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں، امام مسلم نے کہا میں نے اپنی مسند صحیحہ کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں، حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث حفظ ہوتی تھیں، اور امام احمد کہتے تھے کہ سات لاکھ احادیث صحیحہ ہیں، اور ابو زرعر کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، ان میں اثنار صحابہ اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔

ان اہم اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اقسام حدیث کو بیان کرتے ہیں:

تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم | ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں، خیر متواتر، اور خیر واحد۔

خیر متواتر کی تعریف اور شرائط | تواتر کا لفظ معنی ہے کسی چیز کا یکے بعد دیگرے اور لگاتار آنا جب لگاتار آنا ہو تو عرب کہتے ہیں تواتر المطر، اور اصطلاحی معنی ہے:

ما رواہ عدد کثیر تعجیل العاد لا تو اطموہد علی الکتاب۔
کسی چیز کو اس قدر زیادہ لگ بھگ بیان کرنے والے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۵۴۔ ۲۔ محقق، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۲ھ

خبر متواتر کی حسب ذیل شرائط ہیں:

۱۔ خبر متواتر کو روایت کرنے والے عدد کثیر ہوں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ علامہ اصطخری نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ کم از کم دس افراد ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے، بعض نے کہا چالیس ہوں، بعض نے کہا ستر ہوں، بعض نے کہا تین سو تیرہ ہوں۔ ۱۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ عدد کثیر کو کسی خاص عدد میں منضبط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اتنے لوگوں کا عدد ہونا چاہیے جن کا عادتہ کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ ۲۔

علامہ عبد اللہ بن حسین شازی لکھتے ہیں:

علامہ اعلیٰ نے لکھا ہے کہ تواتر کا مدار علم (یقین) کے حصول پر ہے، جب ایک جماعت کسی چیز کی خبر دے اور اس سے یقین حاصل ہو جائے تو وہ تواتر ہے، علامہ ابن حجر نے کہا کہ تواتر وہ خبر ہے جو بنفسہ مفید علم ہو نہ کہ قرآن سے علم کا فائدہ پہنچائے۔ ۳۔

(ب)۔ یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں پائی جاتے، یعنی ابتداء سے انتہاء تک راوی کثیر ہوں۔

(ج)۔ یہ کثرت اس درجہ کی ہو کہ ان کا عادتہ کذب پر متفق ہونا محال ہو۔

(د)۔ اس خبر کی سند کی انتہاء احساس اور مشاہدہ پر ہو، مثلاً وہ کہیں ہم نے سنا، ہم نے دیکھا، ہم نے مس کیا، یا ہم نے سونگھا، اور اگر ان کا استناد نقل پر ہو مثلاً حدیث عالم تو یہ خبر متواتر نہیں ہے۔

خبر متواتر کا حکم | خبر متواتر علم ضروری (علم بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے جس کی سننے والا غیر اختیاری طور پر تصدیق کرتا ہے۔ گویا کہ اس نے اس کا خود مشاہدہ کر لیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خبر متواتر کے تمام افراد مقبول ہیں۔

خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی۔ متواتر لفظی وہ ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں متواتر ہوں، اور متواتر معنوی وہ ہے جس کے صرف معانی متواتر ہوں الفاظ متواتر نہ ہوں۔

خبر متواتر لفظی کی مثال صرف یہ ایک حدیث ہے جس کو بہت سے محدثین نے بہ کثرت صحابہ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ بَعْدَ مَا نَبَأْتُ بِهِ مِنْ التَّمْرِ، لَعَنَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ."

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمداً مجھ پر بھڑٹا بانڈھا وہ اپنے بیٹھے کا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدنیہ منورہ، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۳۔ " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۱۸

۴۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، حافظ ابو بکر بزاز نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے، اور بعض حفاظ نے لکھا ہے اس کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اور کوئی حدیث نہیں ہے جس کو تمام عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو، اور اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس کو ساٹھ صحابہ سے زیادہ نے روایت کیا ہو (ماقظ ابن صلاح لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض محدثین نے اس کا عدد اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور وہ دن اس کے ماویٰ بڑھ رہے ہیں۔ ۱۷

خبر متواتر کی دوسری قسم تواتر معنوی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

معنی متواتر احادیث بہ کثرت ہیں ان میں سے بعض کے متعلق حدیث ہے جو پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے موزوں پر صحیح کی حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے، ناز میں رفع یدین کرنے کی حدیث پچاس صحابہ سے مروی ہے نصر اللہ امرامع مقالتی "اللہ اس کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی" یہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے اور قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا "یہ حدیث ساٹھ صحابہ سے مروی ہے، جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے، اسی طرح "ہر نشہ آلود چیز حرام ہے" اسلام ابتداء میں اجنبی تھا" منکر و بیکر کا سوال" اور بہت سی احادیث معنی متواتر ہیں۔ ۱۸

خبر الاحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام | احاد، احد بمعنی واحد کی جمع ہے، از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔ خبر واحد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو ما لم یجمع شروط المتواتر۔ جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو وہ خبر واحد ہے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں، مشہور، عزیز اور غریب۔

حدیث مشہور کی تعریف | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المشہور هو المستفیض علی رأی ومنہم من غایر بین المستفیض والمشہود بان المستفیض یكون فی ابتداء و انتہاء سواء والمشہور اخر من ذلك۔ ۱۹

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے اور بعض ائمہ نے فرقی کیا ہے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

۱۷۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۴۳-۲۴۴، مطبوعہ مکتبہ علمینہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

۱۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۸۰-۱۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمینہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۱۹۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح منجیۃ الفکر ص ۱۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

المشہور ما له طرق محصورة یا اکثر من اثنتین

مشہور وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو اور حد تواتر سے کم ہو۔

ولم يبلغ حد التواتر۔

کبھی اس حدیث کو بھی مشہور کہا جاتا ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو، خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک سند ہی نہ ہو۔ یہ لغوی مشہور ہے اور اصطلاحی حدیث مشہور کی مثال یہ ہے "اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں سے نکال کر علم کو نہیں اٹھائے گا اور یہ حدیث: جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے اور حاکم اور ابن صلاح نے اس کی یہ مثال دی ہے: "العمال کا مدار نیت پر ہے" یہ تینوں صحیح حدیثیں ہیں، اور "علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے" یہ حدیث حسن ہے اور "کان سر سے ہیں" یہ حدیث ضعیف ہے۔ لے

حدیث عزیز کی تعریف | عزیز کا لغوی معنی ہے کیاب، حدیث عزیز کو عزیز اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا وجود نادر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث عزیز کی یہ تعریف کی ہے:

حدیث عزیز وہ ہے جس میں سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہوں۔

العزیز وہ وان لا یرویہ اقل من اثنتین

عن اثنتین۔ ۲

اس کی مثال یہ حدیث ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اس حدیث کو حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے شعبہ اور سعید نے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ہر راوی سے ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۳

حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام | غریب کا لغوی معنی ہے، متفرد، مسافر یا اجنبی۔ اور اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ بھی راوی اس روایت میں متفرد ہو۔

الغریب هو ما ینفرد بروایتہ شخص واحد

فی ای موضع وقع التفرد بہ من السند۔ ۴

ملاحظہ فرمائیے: غریب کی دو قسمیں ہیں فرد مطلق اور فرد نسبی، اگر اصل سند میں تفرد ہو تو اس کو فرد مطلق کہتے ہیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۶۲ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۳۔ " " " " " " شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۶

۴۔ " " " " " " شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۶

ہیں، اصل سند سے مراد یہ ہے کہ سند کے اوّل میں تفرد ہو، مثلاً صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادہ کی بیع اور ہب سے منع فرمایا ہے، اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور ان سے اس کی روایت میں عبداللہ بن دینار متفرد ہے، اور کبھی اس متفرد سے پھر ایک راوی متفرد ہوتا ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ حقے ہیں اور افضل حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے اکتدیفہ اس میں حضرت ابو ہریرہ سے ابو صالح تابعی متفرد ہے اور ابو صالح سے عبداللہ بن دینار متفرد ہے اور کبھی یہ تفرد تمام راویوں میں مستمر رہتا ہے، مسند بزار اور طبرانی کے مجملہ اوسط میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

غریب کی دوسری قسم فرد نسبی ہے، اس میں اثناسند میں تفرد ہوتا ہے، اس کو غریب نسبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شخص واحد کے اعتبار سے تفرد ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے مثلاً امام مالک از نافع از ابن عمر ایک حدیث روایت کرتے ہیں، پھر کوئی راوی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے اور امام مالک سے روایت والے راوی کی کوئی اور راوی کی متابعت نہیں کرتا اور نافع سے راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے تو یہ حدیث امام مالک سے روایت کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ فی نفسہ مشہور ہے۔

فرد کا اکثر اطلاق فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اکثر اطلاق فرد نسبی پر ہوتا ہے۔
قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم | خبر الاماہ یعنی مشہور، عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(ا) - مقبول یہ وہ قسم ہے جس میں خبر کا صدق راجح ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے، اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔

(ب) - مردود یہ وہ قسم ہے جن میں خبر کا صدق راجح نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔ مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی متعدد اقسام ہیں جن کا ذکر اب آ رہا ہے۔

حدیث مقبول کی حسب ذیل اقسام ہیں:

حدیث مقبول کا بیان

۱۔ صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغيرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغيرہ۔
 لغت میں صحیح تندرست یعنی بیمار کے ضد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے
 علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے:

حدیث صحیح کی تعریف

جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تمام القبط ہوں وہ حدیث غیر نثاؤ اور غیر معلل ہو۔

هو ما اتصل بسندہ بالعدول الضابطين

من غیر شد و ذولا علة۔ ۲

صحیح حدیث کی تعریف میں مندرجہ ذیل امور کا اعتبار ہے:

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد ناری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجبتہ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ، ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اتصال سند بر اس کا معنی یہ ہے کہ سند حدیث کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے بلا واسطہ حاصل کیا ہو اور ابتداء سے انتہاء تک درمیان میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

عدالت روایت :- یعنی سند حدیث کا ہر راوی مسلم بالغ عاقل، صادق صالح غیر مبتدع اور غیر فاسق ہو۔
ضبط روایت :- یعنی سند حدیث کے ہر راوی کو کامل ضبط صدر یا کامل ضبط کتاب حاصل ہو، جس وقت وہ حدیث کو سنے یا حدیث کو بیان کرے تو اس میں تساہل اور غفلت نہ کرے۔

عدم تشذوف :- یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو، اور تشذوف یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے، مثلاً ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو شاذ کہیں گے اور اس کی روایت بھی شاذ کہلائے گی۔

عدم علت :- یعنی اس حدیث میں علت خفیہ قادمہ نہ ہو مثلاً ثور بن یزید کے تمام شاگردوں نے کاتب مغیرہ بن شعبہ سے اس حدیث کو مرسل بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر اور نیچے دونوں حصوں پر مسح کیا اور ولید بن مسلم نے اس کو ثور بن یزید سے متصلاً بیان کیا۔ (جامع ترمذی ص ۴۰) اس لیے یہ حدیث دراصل مرسل ہے متصل نہیں ہے لیکن اس غلطی کو وہی شخص پکڑ سکتا ہے جس کو ثور بن یزید سے اس حدیث کے روایت کرنے والے تمام راویوں کی روایت پر اطلاع ہو، اس لیے اس کو علت خفیہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے مراتب

(۱) جس حدیث پر صحیح بخاری و صحیح مسلم متفق ہوں (یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے)

(۲) جس کو صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو (اس سے تعلیقات خارج ہیں کیونکہ ان کا امام بخاری ذکر کرتے ہیں، سند کے ساتھ روایت نہیں کرتے۔)

(۳) جس حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

(۴) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہو لیکن انھوں نے اس کو روایت نہ کیا ہو۔

(۵) جو حدیث صرف امام بخاری کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا انراج نہ کیا ہو۔

(۶) جو حدیث صرف امام مسلم کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا انراج نہ کیا ہو۔

(۷) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر تو صحیح نہ ہو لیکن دوسرے ائمہ حدیث مثلاً امام ابن حبان اور امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح ہو۔

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف | اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہریرہ روایت کرتے

عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ علوم الحدیث ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

ابو ہریرہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 لولا اشق على امتي لامرتهم بالسواك
 عند كل صلوة . ۱
 حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں :

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک
 امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت
 وقت سواک کرنے کا حکم دیتا۔

جب حدیث کا راوی اہل حفظ اور اتقان کے درجہ سے متاخر ہو لیکن وہ صدق اور ستر (عدالت) میں مشہور
 ہو اور اس کے باوجود اس کی حدیث متقدما سانید سے مروی ہو تو اس کو دو وجہوں سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور
 وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے صحیح کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ محمد بن عمرو نے ابی سلمہ
 سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار
 نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت سواک کرنے کا حکم دیتا، اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ صدق اور عظمت میں مشہور ہے
 لیکن یہ اہل ضبط و اتقان میں سے نہیں ہے حتیٰ کہ بعض نے اس کو اس کے بد حافظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض
 ائمہ نے اس کے صدق اور اس کی جلالت کی وجہ سے اس کی توثیق کی ہے، پس اس وجہ سے اس کی حدیث حسن ہے
 اور جب اس کے ساتھ یہ وجہ بھی لاحق ہو گئی کہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو اس کے بد حافظ ہونے
 کی وجہ سے ہم کو اس حدیث کی صحت پر جو غمناک تھا وہ زائل ہو گیا اور اس نقصان کی تلافی ہو گئی اور یہ سند صحیح ہو گئی اور
 صحیح کے ساتھ لاحق ہو گئی۔ ۲

اس حدیث کی دوسری سندوں کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں :

یہ حدیث از محمد بن اسحاق از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از زید بن خالد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی روایت کی گئی ہے اور
 ابو سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد دونوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور میرے نزدیک یہ دونوں
 حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متقدما سانید کے ساتھ روایت کی گئی ہیں البتہ
 امام بخاری نے از ابی سلمہ از زید بن خالد کی روایت کو زیادہ صحیح قرار دے کر اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ ۳
 امام بخاری نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابو ہریرہ کی روایت کو اپنی صحیح میں اس لیے درج نہیں کیا کہ محمد
 بن عمرو کامل الضبط والاتقان نہیں ہے اور وہ کامل الضبط والاتقان کی روایت کو درج کرتے ہیں۔ (ہم متقرب
 ان شاء اللہ صحت صحیح سنہ کی شرائط کو دوبارہ تفصیل سے بیان کریں گے۔)
 حدیث صحیح کی دونوں قسموں سے استدلال کرنا جائز ہے۔

حسن کا لغوی معنی ہے جمال، اور اس کی اصطلاحی تعریف میں متعدد اقوال ہیں :

حدیث حسن لذاتہ کی تعریف

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں :

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن الصلاح شہر زردی متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۱-۳۲، مطبوعہ مکتبہ ملیہ مدینہ منورہ،
 ۳۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جس حدیث کی سند میں راوی مستور ہوں، ان کی اہلیت متحقق نہ ہو، البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطا نہ ہو، یعنی حدیث میں اس کا عمداً جھوٹ ہونا ظاہر نہ ہو، اور نہ کسی وجہ اس میں فسق ہو، اس کے باوجود اس حدیث کا متن معروف ہو، بایں طور کہ وہ حدیث اٹھنی الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو، حتیٰ کہ اس حدیث کی اس کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو، حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے سے خارج ہو جائے۔

الحدیث الذی لایخلو رجال استادہ من مستور لم تتحقق اہلیتہ غیرانہ لیس مغفلاً کثیر الخطأ فیما یرویہ ولا ہومتہم بالکذب فی الحدیث ای لم یظہر منہ تعدا الکذب فی الحدیث ولا سبب اخر مفسق ویكون متن الحدیث مع ذلك قد عرف بان روی مثلہ او نحوہ من وجہ اخر او اکثر حتی اعتضد بمنابعتہ من تابع راویہ علی مثلہ او بئالہ من شاہد وهو ورود حدیث اخر بنحوہ فیخرج بذلك عن ان یكون شاذاً ومنکراً۔^{۱۰} امام ترمذی لکھتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی نہ ہو جو متہم بالکذب ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو، اور وہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے۔

كل حدیث یروی لایكون فی استادہ من یتہر بالکذب ولا یكون الحدیث شاذاً ویروی من غیر وجہ ونحو ذاکہ فہو عندنا حدیث حسن علی علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث حسن وہ ہے جس کا تخریج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔

الحسن: قال الخطابی ہو ما عرف مخرجه واشتہر رجالہ۔^{۱۱} علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا کہ جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب ہو اس کی متصل حدیث ہو، یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو اور یہ دونوں متعدد اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر منسل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ جامع اور منضبط تعریف ہے۔

وقال الطیبی لوقیل الحسن مسند عن قرب درجۃ الثقۃ او مرسل ثقۃ، وراوی کلاہما من غیر وجہ وسلم من شد و ذو علة لکان اجمع الحدود۔^{۱۲}

امام شیخ ابوالفتح الدین شمسی نے کہا ہے کہ حسن

وقال شیخنا الامام تقی الدین الشمنی

- ۱۰۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۵۶۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ
- ۱۱۔ امام ابوعلی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۱۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
- ۱۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

الحسن خیر متصل قل ضبط راویہ العدل وارتفع عن حال من یعد تفرده منکرا و لیس بشاذ ولا معلل لہ

قال البلقینی الحسن لما توسط بین الصحیح والضعیف لہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خف الضبط والمراد مع بقیة الشروط المتقدمة فی حد الصحیح فهو الحسن لذاته لالشیء خارج لہ

حدیث حسن بغیرہ کی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وهو الذي يكون حسنه بسبب

الاغتضاد نحو حدیث المستور اذا تعددت طرقه لہ

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عامر بن عبد الله قال سمعت

عبد الله بن عامر بن ربيعة عن ابيه ان

امراة من بنی فزارة تزوجت علی نعلین

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارضیت

من نفسك و مالك بنعلین قالت نعم

قال فاجازة وفي الباب عن عمرو ابی هريرة

وسهل بن سعد و ابی سعید و انس و عائشة

وجابر و ابی حمزة و الاسلمی حدیث عامر بن

وہ حدیث متصل ہے جس کے عادل راوی کا ضبط کم ہو اور وہ منکر الحدیث ہونے سے بری ہو اور اس کی حدیث شاذ اور معلل نہ ہو۔

بلقینی نے کہا حسن وہ حدیث ہے جو صحیح اور ضعیف کے درمیان متوسط ہو۔

اگر حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے کیونکہ اس کا حسن کسی خارجی امر یعنی تدریجی روایت کا وجہ سے نہیں ہے۔ حدیث حسن بغیرہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں کے مروی ہو۔

حدیث حسن بغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور السامال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

عامر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربيعة سے سنا وہ اپنے والد عامر بن ربيعة سے روایت کرتے ہیں کہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور مال کے بدلہ میں دو جوتوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی، اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سلمان

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۴۰-۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیتہ مدنیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ " " " " تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۲۰

۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۴۔ " " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۳۲، " " " "

ربیعہ حدیث حسن صحیح - لہ

حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ سلمیٰ سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور عام بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث چونکہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کی متعدد توجیہات ہیں۔

(۱) یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث بعض سندوں کے اعتبار سے حسن اور بعض سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) مصنف کو اس کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہے۔

اس کی مزید توجیہات ہم نے تذکرۃ المحدثین میں بیان کی ہیں، اس مقدمہ میں جامع ترمذی کی فنی حیثیت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث حسن جواز استدلال میں بمنزلہ صحیح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت نے اس کو صحیح کی قسم میں درج کیا ہے، اور جب محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے یا صحیح الاسناد ہے تو ان کا یہ قول اس قول سے کم مرتبہ کا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے، کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے اور متن اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کوئی شذوذ یا علت ہوتی ہے، اور جب کوئی مستند حافظ اس پر اقتضار کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ متن کی تصحیح یا تحسین کر رہا ہے۔ اور امام ترمذی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے اس کی دو سندیں ہیں ایک کا تقاضا صحت ہے اور دوسری کا حسن۔ ۱۷

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب امام ترمذی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس وقت یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث حسن وہ ہوتی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو اور غریب کی صرف ایک سند ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حدیث حسن کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے اور جمہور کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور جب امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے تو یہاں ان کا حسن کہنا جمہور کی اصطلاح پر ہے۔ ۱۸

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو اور اس کمی کی تلافی تعدد طرق رواہ سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر تعدد طرق روایت سے اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت میں بھی کمی ہو اور اس کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ

۱۷۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۶۱-۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
 ۱۹۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

ہے اور اگر یہ کمی تعدد و اسانید سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔
حافظ ابن حجر مستطانی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ میں تعدد طرق روایت کی قید نہیں ہے
لیکن حافظ ابن الصلاح اور امام ترمذی وغیرہ سے جو حدیث حسن کی تعریف منقول ہے اس میں یہ قید ہے۔
ملا علی تارسی شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

فکل عن الحسن لا لذاتہ والصحیح
لا لذاتہ انما یحصل بکثرة الطرق الا ان
الراوی الصحیح ظاہر العدالة وراوی الحسن
مستور العدالة بلہ

حدیث حسن لغیرہ اور حدیث صحیح لغیرہ دونوں کا تعلق
کثرۃ طرق اور اسانید سے ہوتا ہے، مگر صحیح لغیرہ کے
راوی کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ کی
عدالت مستور ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اس کے صرف ضبط میں کمی ہوتی ہے
اور تعدد طرق سے اس کی تلافی نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر مستطانی نے اپنی کتاب میں اسی کی تصریح کی ہے، اور حدیث
حسن لغیرہ میں ضبط میں کمی اور عدالت مستور ہوتی ہے اور اس کی تلافی تعدد طرق سے ہو جاتی ہے۔

حدیث مردود کا بیان | حدیث مردود وہ حدیث ہے جس میں خبر کا صدی راجح نہ ہو، اور اس کی وجہ غیر مقبول کی
ایک یا ایک سے زائد شرائط کا فقدان ہے۔ علماء اصول حدیث نے خبر مردود کی پالیسی
سے زیادہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہے، اور بعض اقسام کا کوئی مستقل نام نہیں
ہے ان کو وہ صرف ایک عام نام "ضعیف" کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔

حدیث کے مردود ہونے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن عام سبب دو ہیں (ا) سند سے کسی راوی کا سقوط۔
(ب) راوی میں طعن، اور ان دو سببوں کے تحت متعدد اقسام ہیں، ہم ان شاء اللہ عنقریب ان پر تفصیلی بحث کریں گے
اور سب سے پہلے ہم حدیث ضعیف سے ابتداء کرتے ہیں، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔
حدیث ضعیف کی تعریف | لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، اور ضعف کسی بھی ہونتا ہے
اور معنوی بھی ہوتا ہے اور یہاں ضعف سے مراد معنوی ہے۔ اور حدیث

ضعیف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:
حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی ایک یا ایک سے زائد صفات نہ ہوں وہ حدیث ضعیف
سے، علامہ ابو حاتم بن حبان بستی نے اس کی انچاس اقسام بیان کی ہیں۔ (الی قولہ) حدیث ضعیف کی اقسام میں سے
جو مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل۔
حدیث ضعیف کی مثال یہ حدیث ہے:

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد تارسی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ۔
۲۔ حافظ ابو نضر عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۸، ۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال من اتی حائضاً او امراتہ فی دیرھا او کاھناً فبتہ کفر بما انزل علی محمد یہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جس شخص نے حائضہ سے وطی کی، یا کسی عورت کی دیر میں وطی کی یا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ (دین) کا انکار کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وضعت محمد هذا الحدیث من قبل

اسنادہ -

امام بخاری نے سند کے اعتبار سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

پہلے ہم حدیث ضعیف کی وہ اقسام بیان کریں گے جو سند میں راوی کے سقوط کے اعتبار سے ہیں، پھر وہ اقسام بیان کریں گے جو راوی میں طعن کے اعتبار سے ہیں۔

سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام | اس سے مراد یہ ہے کہ راوی نے سلسلہ سند میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راویوں کو عمداً یا

غیر عمدہ ساقط کر دیا ہو، سند کے اول سے، آخر سے یا اثناء سند سے خواہ یہ سقوط ظاہر ہو یا خفی۔ ظہور اوضاف کے اعتبار سے سلسلہ سند سے راویوں کے سقوط کی دو قسمیں ہیں:

(۱) - سقوط ظاہر: سقوط کی اس قسم کی معرفت میں ائمہ حدیث اور عام علماء حدیث دونوں مشترک ہیں، یہ سقوط راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن اس سے ملاقات نہیں کی اور نہ راوی کو شیخ سے اجازت حاصل ہے، باقی طور کہ شیخ نے کہا ہو کہ میں نے اپنی روایات کی اپنے زمانہ والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی، اور نہ اس کو شیخ سے وجہات حاصل ہو باقی طور کہ راوی اپنے شیخ کے خط کو پہچانتا ہو اور اسے اس خط میں شیخ کی مرویات مل گئی ہوں، اس کو جاننے کے لیے راوی کی تاریخ جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے، جس سے اس کے پیدا ہونے، فوت ہونے، طلب علم کے اوقات اور سفر طلب علم کے اوقات کا پتا چلے گا۔

(۲) - سقوط خفی: یہ وہ قسم ہے کہ سوا ان ماہر ائمہ کے جو طرق حدیث اور علل حدیث پر مطلع ہوتے ہیں اور کوئی ان کی معرفت حال نہیں کر سکتا، اس کی دو قسمیں ہیں مدلس اور مرسل خفی۔

حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم | تعلیق کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق چونکہ عالی جہت سے متصل اور سافل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس

چیز کی طرح ہو گئی جو چھت سے لٹکی ہوئی ہو، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

إذا كان السقط من مبادئ السند من تصرف المصنف فهو المعلق.

جب مصنف کے تصرف سے سند کے اوّل سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے۔

حدیث معلق کی ایک صورت یہ ہے کہ پوری سند کو ساقط کر دیا جائے مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تابعی اور صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے: امام بخاری فرماتے ہیں:

قال النبي صلى الله عليه وسلم أحب الدين الى الله الحنيفة السمحة.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہوا اور سہل ہو۔

حضرت انس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

قال انس حسر النبي صلى الله عليه وسلم عن فخذة.

حضرت ابن عباس، حضرت جرہد اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران عورت (واجب الستر) ہے۔

ديروى عن ابن عباس وجرهد ومحمد بن جحش عن النبي صلى الله عليه وسلم الفخذ عورة.

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا ماں معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور ہو نا معلوم ہو جائے (اور وہ ثقہ ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن تمام راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ تبدیل علی الالباب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں محذوف ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کر لیا ہو، جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا (مثلاً ذکر ابن عباس، یا راوی فلان، یا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ حافظ ابرو الفعل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبة الکفر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمدیہ مطابع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳

۴۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے، اور اس نے کسی غرض (مثلاً اقتصار یا تکرار سے بچنے کے لیے) کی وجہ سے سند کو حذف کر دیا ہے اور جس حدیث کو بغیر جزم کے ذکر کیا ہے (مثلاً صیغہ مجہول کے ساتھ) یہ ذکر یا بروی لکھا ہے (تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔ لے

تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی تعلیقات میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں اور بعض احادیث بہت شدید ضعیف ہیں۔ حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم | لغت میں ارسل کا معنی ہے اطلاق، یعنی کسی چیز کو بغیر قید کے بیان کرنا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی (صحابی) کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے عام ازیں کہ وہ چھوٹا موٹا بڑا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ کام کیا، یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔ لے

اس کی مثال یہ ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان رسول الله صلی الله عليه وسلم نهى عن المزانية لے
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مرسل کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جو راوی محدثوں نے اس کے حال کا علم نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ثقہ ہو، پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس محدثون تابعی نے صحابی سے وہ حدیث سنی ہو یا کسی اور تابعی سے سنی ہو اور اس تابعی میں پھر ضعف اور ثقافت کے دونوں احتمال ہیں اور دوسرے محدثون تابعی نے ہو سکتا ہے کسی اور تابعی سے سنا ہو اور اس نے چوتھے تابعی سے سنا ہو عقلاً تو تابعین کا سلسلہ ختم نہیں ہو گا، لیکن استقراء سے یہ صورت چھ یا سات تابعین تک پائی گئی ہے۔ لے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ | اگر کسی تابعی کی یہ عادت معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی کو چھوڑتا ہو تو جمہور محدثین پھر بھی توقف کرتے ہیں کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک ثقہ ہو اور فی نفسہ ثقہ نہ ہو۔ امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ فقہاء مالکیہ، فقہاء احناف اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی اور سند سے اس کی تائید ہو جائے تو وہ مقبول ہے ورنہ نہیں خواہ وہ سند

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱ - ۵۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ " " " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، " " " " " " " "

۳۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳، ۵

۴۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

متصل ہو یا مرسل۔ اور امام ابو بکر رازی حنفی اور امام ابو الویسیہ باہمی مالکی یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی ثقہ وغیر ثقہ دونوں کو چھوڑنا ہر تو اس کی حدیث اتفاقاً مقبول نہیں ہے۔ ۱

حدیث مرسل کی فنی حیثیت

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو حدیث کسی حدیث ثلثہ کی مرسل ہو وہ فقہاء احناف کے نزدیک مقبول ہے ورنہ نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے ”پھر کذب عام ہو جائے گا“ اس حدیث کو امام نسائی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ تمام تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کا اس سے انکار منقول نہیں ہے، اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی کا انکار منقول نہیں ہے، حاقظ ابن عبد البر نے یہ کہا کہ امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حدیث مرسل کو مسترد کیا ہے، اور بعض ائمہ نے تو حدیث مرسل کو مندرجہ متصل، پر بھی ترجیح دی ہے انہوں نے کہا جب کوئی راوی پوری حدیث بیان کر دیتا ہے تو وہ اس کی تحقیق کو تم پر چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ حدیث کے کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کی صحت اور ثقاہت کا ضامن ہو جاتا ہے (یعنی اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں اور سند میں باقی جو راوی میں نے ذکر کیے ہیں ان کی چھان بین تم خود کرو۔) ۲

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیب سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل مکہ عطاء بن ابی رباح سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری سے اور اہل کوفہ ابراہیم بن یزید نخعی سے اور اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام مکحول سے، ان میں سے زیادہ صحیح مراسیل ابن المسیب کی ہیں، ابن مسیب نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ وہ اولاد صحابہ میں سے ہیں اور انہوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے اور وہ اہل حجاز کے فقیہ اور مفتی تھے، اور وہ ان سات فقہاء میں سب سے پہلے ہیں جن کے اجماع کو امام مالک نے تمام لوگوں کا اجماع قرار دیا ہے، ائمہ متقدمین نے سعید بن مسیب کی مراسیل کی چھان بین کی تو ان سب کی سند صحیح تھی اور دوسروں کی مراسیل میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، کتاب اور سنت میں حدیث مرسل کی عدم حجیت پر دلیل نہیں ہے۔

امام حاکم نے صرف ابن مسیب کی مراسلات سے بحث کی ہے ہم باقی مراسلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں، عطاء بن ابی رباح کی مراسلات کے متعلق ابن مدینی نے کہا ہے کہ عطاء ہر قسم کی روایات لے لیتے ہیں اور مجاہد کی مراسلات میرے نزدیک ان سے کئی درجہ بہتر ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مراسلات سب سے بہتر ہیں، اور ابراہیم نخعی کی مراسلات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کی مراسلات سب سے زیادہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ ہر ایک سے روایات لے لیتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ حسن بصری کی مراسلات جو ثقات سے مروی ہیں وہ صحیح ہیں، ان میں سے بہت کم کوئی روایت ساقط کی گئی ہے، امام ابو زور نے کہا ہر جس روایت میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حاقظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ علیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے اس کی کسا نہ کسی اصل کا ثبوت مل گیا ماسوا چار روایتوں کے، اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ایک دو حدیثوں کے سوا جس حدیث میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مجھے اصل مل گئی۔

شیخ الاسلام نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق حسن نے صیغہ جزم استعمال کیا ہو، ایک شخص نے حسن سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاشس آپ ہمیں بیان کے راوی بیان کر کے حدیث کو متصل بیان کر دیا کریں؟ حسن نے کہا، ہم جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی جھوٹ بولتا ہے، ہم نے خراسان میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے، اور یونس بن عبید نے حسن سے کہا آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا؛ حسن نے کہا اے بھتیجے، تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے یہ حجاج کا زمانہ تھا، ہر وہ حدیث جس میں تم نے مجھ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ حدیث دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن میں اس دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، اور محمد بن سعید نے کہا حسن کی ہر سند جس میں راوی سے سماع کی تصریح ہو، حجت ہے، اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی کی مراسیل کے متعلق ابن معین نے کہا ان کی مراسیل مجھے شعبہ سے زیادہ پسند ہیں، اور ابن معین نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم کی مراسیل مجھے سالم بن عبد اللہ، قاسم اور سعید بن مسیب سے زیادہ پسند ہیں، امام احمد نے کہا ان میں کوئی حرج نہیں، الکشی نے کہا میں نے ابراہیم سے کہا مجھے حضرت ابن مسعود سے روایت کی سند بیان کریں تو انھوں نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ فلاں شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے تو وہ صرف میں نے ان سے خود سنی ہوتی ہے، اور جب میں تم سے کہوں حضرت عبد اللہ نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب ہے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے حضرت عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔ ۱۷

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ تمام بحث مرسل صحابی کے غیر میں ہے، لیکن جو حدیث مرسل صحابی ہے مثلاً صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کی خبر دی ہے جس کے بارے میں یہ متحقق ہو چکا ہے کہ وہ صحابی اپنے صغیر یا تاخر اسلام کی وجہ سے اس وقت حاضر نہیں تھا تب بھی مذہب صحیح کی بنا پر اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اس پر تمام ائمہ اور محدثین کا قطعی اتفاق ہے، خصوصاً ان کا بھی جو حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہ کثرت احادیث ہیں، کیونکہ وہ صحابہ دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں، اور ایسا بہت کم ہے کہ انھوں نے غیر صحابی سے روایت کی ہو، اور جب وہ غیر صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، اور صحابہ نے جو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں تو وہ ان کا بیان کر دیتے ہیں اور وہ احادیث مرویہ نہیں ہیں بلکہ اسرائیلیات یا حکایات ہیں یا موقوفات ہیں۔ ۱۷

۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی مترقی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۱۸۔ " " " " تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۷، " " " "

حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

ملا علی قاری حنفی مکتبے ہیں: امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند جس کی پوری سند مذکور ہو، پر ترجیح دی ہے اور اس کی یہ دلیل دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اس نے اس کی تحقیق تہا سے حوالے کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔ علامہ سندھی مکتبے ہیں:

شرح نجۃ الفکر میں علامہ عسقلانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے، اور یہ تابعی کی مرسل ہے، اور فی الواقع احناف کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح میں لکھا ہے کہ صحابہ کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا، اور قرن ثانی اور قرن ثالث کا لاکھ کو امام شافعی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے، الا یہ کہ کسی دوسری سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب کی مرسل ہیں، امام شافعی نے کہا میں نے ان مرسل کی ایسی مکمل اسانید دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول تھیں، اور اس سبب سے ان کی روایت صحیح ہے، اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ سند پر مقدم ہے کیونکہ راوی نے صحابہ کو چھوڑا ہے اور معروف یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہوتا ہے تو وہ سند کو حذف کر دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اوپر چھوڑ دیتا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ ہے تو وہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث جہل کے باوجود مقبول ہوتی ہے، تو اگر محدث کسی راوی کو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہوگی! ۱۷۔

حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ (توبہ: ۱۲۲)

تو دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی جاتا کہ ان کی قوم کے لوگ، گناہوں سے بچتے رہتے۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی طائفہ پر یہ واجب کر دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم

۱۷۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح شرح نجۃ الفکر ص ۱۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ
 ۱۸۔ تفسیر محمد اکرم سندھی من اعلام القرن السعوی عشر، امان النظر ص ۱۰۲-۱۰۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

کی طرف واپس جائیں تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائیں اور عمل نہ کرنے پر عذاب آخرت کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اس آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ وہ حدیث مسند سے ڈرائیں اور حدیث مرسل سے نہ ڈرائیں اور نہ اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ تو حدیث مرسل پہنچائیں اور تابعین اور بعد کے لوگ حدیث مرسل نہ پہنچائیں، اس لیے اس آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح حدیث مسند کو پہنچانا ضروری ہے اسی طرح حدیث مرسل کو بھی پہنچانا ضروری ہے۔ اس دلیل پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں حدیث موضوع، متروک، مجہول اور ضعیف کی دیگر اقسام کی بھی تخصیص نہیں کی گئی تو کیا اس آیت کے عموم کے لحاظ سے ان احادیث کی تبلیغ بھی واجب ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاتے تو اس کی تحقیق کر لو۔

حدیث مرود کی تمام اقسام فاسق کی خبر ہیں اور ان کے متعلق قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ بلا تحقیق ان کی خبر کو قبول نہ کیا جائے اس کے برعکس ہمارا کلام ثقات کی مراسیل میں ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب ثقہ مسلمان کوئی خبر دے تو اس کو بلا تحقیق و تحسس قبول کرنا واجب ہے، تو ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ثقہ راوی کی مرسل حدیث کو قبول کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مجہول کی حدیث سے معارضہ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے قبول نہ کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جب کہ فریق مخالف کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جب ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو وہ حدیث مقبول ہے تو پھر ثقہ کی مرسل کیوں مقبول نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ان الذين يكتُمون ما انزلنا من البینت والهدی من بعد ما بینا للناس فی الكتاب اولیک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون۔

(بقرہ: ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہماری آتاری، ہوائی روشن دلیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان فرما دیا، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر برسبیل عموم کتمان علم سے منع فرمایا ہے اور علم اور ہدایت کا پہنچانا واجب قرار دیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ثقہ کی مرسل واجب القبول ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے روایت کر کے پہنچاؤ۔ خواہ ایک آیت ہو۔

عن عبد اللہ بن عمرو وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عتی ولوایة لہ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قاضی بیضاوی نے کہا آپ نے قرآن مجید کی آیت کو پہنچانے کا حکم دیا ہے، حدیث کا نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ضمان ہے۔ تو جب اس کے باوجود آپ نے قرآن مجید کی آیت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو حدیث کا پہنچانا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیبلغ الشاہد الغائب ینہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاہد غائب کو حدیث پہنچا دے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فرب حامل فقہ الی من ہوا فقہ منہ ینہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ (خوش و غم) رکھے، جس نے ہم سے ایک حدیث کو سنا اس کو یاد کیا اور اس کو دوسرے شخص تک پہنچا دیا، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصر اللہ امرأ سمع منا شیئاً فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ أوعی من سامع ینہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اس کو جس طرح سنا تھا اسی طرح اس کو پہنچا دیا، کیونکہ بعض لوگ جن کو حدیث پہنچا دی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر احادیث کے پہنچانے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ احادیث بھی اپنے علوم کے اعتبار سے ثقات کی مراسیل پر حجت ہیں۔

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل (۱) جب راوی کسی حدیث کو مرسل روایت کرتا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نوریہ دارالعلوم المطابع کراچی، ۱۳۸۰ھ

۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ جامع ترمذی ص ۳۸۰، مطبوعہ نوریہ دارالعلوم المطابع کراچی

۳۔ " " " " " " جامع ترمذی ص ۳۸۱، " " " " " "

مستغنی کہ دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پروری سند بیان کرتا ہے تو وہ بدواً لوگوں کو اس واسطے کہ حوالے کر دیتا ہے اور خود برمی الذمہ ہو جاتا ہے، تو جب راوی حدیث کو مسنداً بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث کو مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس کے مساوی ہونے سے بہر حال کم نہیں ہے اور اگر بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) مرسل کے راوی کا عادل، امین اور ثقہ ہونا اس بات کے منافی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی شہادت دے اور اس کا راوی ثقہ اور محبت نہ ہو، اس لیے وہ حدیث پر اسی وقت اعتماد اور وثوق کرے گا جب اس کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی، اور جس راوی کو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ فاسق اور مردود الروایت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وثوق کے ساتھ روایت کر رہا ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اس راوی کی عدالت کے متعلق غلبہ ظن ہو، اور مرسل کی روایت کو رد کرنے سے اس راوی پر طعن لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ اگر ارسال، مرسل میں طعن کا موجب ہوتا تو ائمہ حدیث مرسل کی کسی مسند روایت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ وہ مرسل کو روایت کرتا ہے، خصوصاً وہ مرسل جس کی بہ کثرت مرسل روایات ہوں، حالانکہ بہت سے ایسے راوی ہیں جن کی روایات قبول کرنے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان راویوں نے بہ کثرت مرسل روایات بیان کی ہیں اور یہ امر ان کی مرسل روایات کے قبول کرنے کو بھی مستلزم ہے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

ثقہ راوی کسی حدیث کو اسی وقت مرسل روایت کرتا ہے جب اس کے نزدیک اس حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ ائمہ بیان کرتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو اس کی سند ذکر کریں، تو ابراہیم نخعی نے کہا، جب میں تم سے کہتا ہوں عبد اللہ نے کہا تو مجھے ایک جماعت نے ان سے حدیث بیان کی ہوئی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں مجھے فلاں نے عبد اللہ سے حدیث بیان کی ہے تو مجھے صرف اسی نے وہ حدیث بیان کی ہوتی ہے، لہ

ابراہیم نخعی کے اس قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب بہ کثرت لوگ کسی شخص سے روایت کریں اور راوی کو ان کی کثرت کی وجہ سے اس روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ ان کو ترک کر دیتا ہے اور جب صرف ایک شخص اس حدیث کو بیان کرے اور راوی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ اس کا ذکر کر کے اس حدیث کو مسنداً روایت کرتا ہے۔ حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ کسی حدیث کو روایت کریں تو میں ان صحابہ کو ترک کر کے اس کا اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہوں، یہ تو حسن بصری کی مراسیل ہیں جو فریق مخالف کے نزدیک ضعیف ترین مراسیل ہیں، تو پھر کبار تابعین مثلاً سعید بن مسیب کی مراسیل کی کیا شان ہوگی! عمرو بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک حدیث مرسل بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہو

۱۔ حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تہذیب ج ۱ ص ۳۸-۳۷، مطبوعہ مکتبۃ المقدوسیہ، ۱۴۰۲ھ

جائے گا اور اس حدیث کو بطور مسند ذکر نہیں کیا، عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی شہادت دیتے ہو، عروہ نے کہا: ہاں مجھے ایک عادل اور امین شخص نے اس حدیث کی خبر دی ہے جس کا میں نے نام نہیں لیا، عمر بن عبدالعزیز اس کو کافی سمجھا اور اس حدیث کو قبول کر لیا، اس قسم کے بہت ثوابد ہیں۔ ۱۷

(۳) حدیث مرسل کے — جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی کے درمیان واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہو گا یا ثقہ تابعی ہو گا یا مجروح متہم ہو گا یا مجہول الحال ہو گا، مرسل کے نزدیک وہ راوی ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ہو گا، اول الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت کا قبول کرنا واجب ہے، اور ثانی الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت قبول نہیں ہوگی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ثانی الذکر صورتوں کا تابعین میں تحقیق بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ واسطہ کذب کے ساتھ متہم ہوگا، حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و بارک وسلم نے تابعین کے عصر کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ نے قرن صحابہ کے بعد قرن تابعین کو خیر قرن قرار دیا ہے، اس لیے تابعین کے قرن میں کسی شخص کا مجروح اور متہم ہونا بہت نادر ہے، اس کے برعکس بعد کے قرون کا یہ درجہ نہیں ہے، اس طرح یہ بھی بہت بعید ہے کہ وہ راوی مجہول الحال ہو اور اس سے روایت کرنے والے تابعی پر اس کا حال مخفی ہو اور وہ قطعی طور پر اس کی روایت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کرے جب کہ وہ اس کی ثقاہت اور عدالت پر مطلع نہ ہو اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ثانی الذکر دونوں احتمال اول الذکر احتمالوں کی بہ نسبت مرجوح ہیں تو اول الذکر صورتوں کا تحقیق متین ہو گیا کیوں کہ وہی اغلب الظن ہیں پس بہ طور مرسل کو حجت ماننا ہوگا۔

(۴) اگر حدیث مرسل کو حجت نہ مانا جائے تو پھر حدیث معنی کو بھی حجت نہیں ماننا چاہیے کیونکہ اس میں بھی معنی کی وجہ سے معنی کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی تصریح نہیں کرتا، اور جو احتمال تم خیر مرسل میں نکالتے ہو وہ بعینہ خیر معنی میں بھی قائم ہے۔ اور یہ احتمال پیش کرنا کہ معنی نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہوگی اور اس سے سماع کیا ہوگا، اس احتمال سے کم نہیں ہے کہ مرسل نے جس واسطہ کو ترک کر دیا ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ اور عادل ہے۔

(۵) جب مستفتی پر واجب ہے کہ مفتی اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کرتا ہے وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے، اسی طرح عالم پر واجب ہے کہ جب مرسل اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کرے تو وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے۔

(۶) حاکم جب دو عادل گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دے اور مہر لگا دے اور گواہوں کا نام نہ لے تو کسی کو اس کے فیصلہ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے گواہوں کا نام نہیں لیا، اسی طرح یہاں بھی مرسل پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے شیخ کا نام کیوں نہیں لیا۔

(۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام مسلمان عادل ہیں ماسوا ان کے جن پر حد جاری ہوئی یا جن کے

۱۷۔ حافظ صلاح الدین ابوسعید بن خلیل عماد متوفی ۵۶۱ھ جامع التحقیل فی احکام المراسیل ص ۲۰، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ظاہر اسلام کا اعتبار کیا تھا۔ اے یہ کہ جس کے متعلق عدالت کے خلاف کوئی بات ثابت ہو گئی ہو، مرسل نے جس راوی کو ترک کر دیا ہے وہ بھی اس کی عدالت ظاہر کی بنا پر ترک کیا ہے ورنہ وہ اس کو ذکر کرتا، اور جو شخص بہ ظاہر عادل ہو تو اصل یہ ہے کہ اس کی حدیث قبول کی جائے اے یہ کہ اس کے رد کا کوئی مقتضی پایا جائے، اور یہ چیز تابعین کے زمانہ میں نمایاں تھی کیونکہ وہ عصر صحابہ کے بعد حیر القسرون تھا اور ان میں کوئی شخص جھوٹا مشہور نہیں تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر جھوٹا مشہور ہو کہ اس کا جھوٹا ہونا بحث سے مستغنی ہو، اور یہ واضح بات ہے کہ ائمہ تابعین اس سے روایت کرنے والے نہ تھے اور اس طرح کے مشہور کذاب شیعہ میں تھے۔

جامع التحصیل کے باب اول میں احکام المرسلین میں لکھا ہے کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ تابعین اور اتباع تابعین کی تمام مراسلات کو اہل کوفہ قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، نیز جامع التحصیل کی فصل ثانی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کا مختار یہ ہے کہ قرن ثانی، قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مراسلات مقبول ہیں بشرطیکہ وہ ائمہ نقل کی مرسل ہو۔ علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ بہ کثرت علماء حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جھوٹ سے نقل کیا ہے، اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ماضی میں اکثر علماء مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا زمانہ آیا اور انہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حافظ سیوطی نے نظم الدرر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔

حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم | لغت میں سخت مشکل اور تھکا دینے والے کام کو معضل کہتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اس کی اصطلاحی معنی کے

ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

ما سقط من اسنادہ اثنان فاكثر

علی التوالی -

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ تبع تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا از حضرت ابو بکر یا از حضرت عمر۔ امام حاکم نے اس کی یہ مثال دی ہے:

امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عن مالک انه بلغه ان ابا هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للملوك

طعامہ و کسوتہ بالمعروف و لا یكلف من العمل الا ما یطیق قال الحا کہ لهذا معضل عن مالک اعضله فی الموطا۔ (معرفة علوم الحديث ص ۴۹)

یہ حدیث اس لیے معضل ہے کہ امام مالک اور حضرت ابو ہریرہ کے درمیان دو متواتر راوی متروک ہیں محمد بن عجلان اور معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان | حدیث معضل اور حدیث معلق کے

درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، ان دونوں کی ایک اجتماعی اور دو انفرادی صورتیں ہیں۔

(ا) جب حدیث کی سند کی ابتداء سے دو متواتر راوی محذوف ہوں تو یہ اجتماعی مادہ ہے اور یہ حدیث بہ یک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔

(ب) جب سند کے وسط سے دو متواتر راوی محذوف ہوں، تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں ہے۔

(ج) جب ابتداء سند سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو معلق ہے اور معضل نہیں ہے۔

حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم | اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان المنقطع ما لم یصل اسنادہ علی ای وجه کان انقطاعه و اکثر ما یستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابی کمالک عن ابن عمر۔

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر سے روایت ہو۔

یعنی سند میں کسی وجہ سے بھی انقطاع ہو خواہ اول میں، وسط میں یا آخر میں۔ اس اعتبار سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہیں لیکن اس کی مخصوص اور منفرد صورت وہ ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا راوی صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک حضرت ابن عمر سے روایت کریں۔ عطیب بن دادی، ابن عبدالبر، اور دیگر فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ سبکی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۸-۲۰۷۔ مطبوعہ مکتبہ علیہ دینیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

امام حاکم نے مؤثرۃً انواع علوم الحدیث " میں لکھا ہے کہ منقطع کی دو قسمیں ہیں:

(ا) - تابعی سے نچلے راوی نے اپنے اوپر کے راوی سے سماع نہ کیا ہو اور جو راوی ساقط کیلئے اس کا ذکر نہ کیا ہو میناً نہ مبہماً۔

اس کی مثال یہ ہے امام عبدالرزاق نے از سفیان ثوری، از ابواسحاق، از زید بن یثیع از حضرت حذیفہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابو بکر کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہے الحدیث، اس حدیث میں دو وجہ سے انقطاع ہے، امام عبدالرزاق کا ثوری سے سماع نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کو نعمان بن ابی شیبہ جندی سے اور انھوں نے اس کو ثوری سے سنا، اور ثوری نے بھی اس کو بہ راہ راست ابواسحاق سے نہیں سنا۔ ثوری نے اس حدیث کو شریک سے سنا ہے اور انھوں نے اس کو ابواسحاق سے سنا ہے۔

(ب) جس سند میں بعض راویوں کا لفظ مبہم کے ساتھ ذکر کیا جائے مثلاً ایک آدمی سے روایت ہے، ایک شیخ سے روایت ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، حاکم علام بن عبداللہ بن شخیر سے، دو آدمیوں سے، شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز میں دعا کی: اللهم افی اسئلك الثبات فی الامر۔ "اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کی دعا کرتا ہوں" لہ

حدیث منقطع کا حکم یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال مجہول ہے۔

حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم | مدلس تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گاہک سے "سورے کے غیب کو چھپانا، یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے مختلط اور مشتبه ہونا، اور مدلس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت مدلس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

اخفاء عیب فی الاسناد وتحسین لظاہرہ۔
سند میں کسی غیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التدلیس هو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عن عاصرا ما لم یسمعه منه موھما سماعه قائل قال فلان او عن فلان ونحوه ودیما لم یسقط
تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلان نے کہا، یا فلان سے

۱۳۸۶ھ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ
۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری المعروف بابن اصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث ص ۵۲۔ ۵۱ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

شیخہ او اسقط غیرہ ضعیفاً و صغیراً
تحسیناً للحديث الثاني تدليس
الشیوخ بان یسمی شیخہ او یکنیہ
او ینسبہ او یصفہ بہا لا یعرف اما
الاول فمکروه جدا و اما الثاني
فکراہتہ اخف لہ

روایت سے اور بعض اوقات وہ تحسین حدیث کے لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف یا کم عمر ہوتا ہے اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے اور دوسری اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو اور یوں کہے اس نے کہا ہے یا اس سے روایت ہے جس سے اتصال کا وہم ہو اور مدٹنا، انحراف یا سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو زہری نے کہا...، اس سے پوچھا گیا کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی؟ اس نے کہا میں نے اس کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبد الزقاق نے از ممر از زہری یہ حدیث بیان کی ہے۔ ۱۷

تدلیس کی قسم ثانی تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابو بکر بن مجاہد نے کہا ہم سے عبد اللہ بن ابی عبید اللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابو بکر بن ابی داؤد سجستانی ہے اور ابو بکر بن مجاہد نے ان کا غیر معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدلتا ہے تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا اور اس نے اس کا نام بدلاتا کہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے خواہ راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا اسے علم نہ ہو، آدمی نے کہا اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے تو وہ حدیث مجروح ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے ابن سمانی نے کہا اگر وہ راوی ایسا ہے کہ اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے تو اس کی روایت مجروح ہے ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے معروف

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۰ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۰-۲۳۱، مکتبہ علمیہ بنیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
۱۸۔ حافظ صلاح الدین ابوسعید بن عیسیٰ علائی متوفی ۶۱۰ھ، جامع التحقیل فی احکام المرابیل ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

ہو اور اس کی کنیت ذکر کی جلتے، یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کیا جائے تو یہ ترمذی میں ہے تدریس نہیں ہے۔ اور اگر اس کا شیخ کم عمر ہو یا بعد میں فوت ہو، اور اس سے کم عمر کے لوگ اس روایت میں شریک ہوں، تو اس میں معاملہ آسان ہے، یا اس نے اس شیخ سے متعدد حدیثیں سنی ہوں اور وہ بار بار ایک ہی نام کے تکرار کو ناپسند کرتا ہو اور اس کا نام اس لیے بدلے کہ لوگوں کو اس کے کثرت شیوخ کا وہم ہو یا عبارت میں تغنی کے لیے ایسا کہہ سے تو اس میں بھی معاملہ آسان ہے۔

حدیث مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم | لغت میں ارسال کا معنی اطلاق ہے، اور معنی بجلی کی مندر ہے اور مرسل کی قیسم چونکہ ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اس کی مستقل بحث ہے، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدث عنہ بل بیئہ و بیئہ واسطۃ ۲۱
جو حدیث راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس نے اس شخص سے ملاقات نہ کی ہو جس نے اس کو وہ حدیث بیان کی ہو، بلکہ اس معاصر اور حدیث بیان کرنے والے کے درمیان واسطہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدریس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس شیخ سے حدیث کو روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو، اور اگر وہ اپنے کسی ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے، مرسل خفی کے ثبوت پر دلیل یہ ہے کہ مخضرمین (مخضرمین نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام پایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو) مثلاً ابو عثمان نہدی، اور قیس بن ابی حازم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان کی روایات مرسل خفی ہیں مدلس نہیں ہیں، تو اگر مدلس کی تعریف میں بھی معاشرت کا اظہار ہوتا تو مخضرمین کی روایات مدلس ہوتیں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور یہ معروف نہیں ہے کہ انہوں نے آپ سے ملاقات بھی کی۔ ۲۲

مرسل خفی کی مثال یہ ہے: امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن عبد العزیز عن عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لشکر کے محافظ پر رحم فرمائے۔
عمر بن عبد العزیز عن عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لشکر کے محافظ پر رحم فرمائے۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیۃ الفکر ص ۵۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۳۔ " " " " " " شرح منجیۃ الفکر ص ۵۵-۵۶، " " " " " "

۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

علامہ مزنی نے تحفۃ الاشراف میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی عقبہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔
مرسل خفی کا علم تین باتوں میں سے کسی ایک سے ہو جاتا ہے:

(۱)۔ بعض ائمہ سے تصریح منقول ہوتی ہے فلاں راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہے یا اس نے اس مروی عنہ سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

(ب)۔ وہ راوی خود یہ بیان کر دیتا ہے کہ جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی یا اس نے اس سے سماع نہیں کیا۔

(ج)۔ کسی اور سند سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے جس میں اس راوی اور مروی عنہ کے درمیان کوئی اور شخص زائد ہوتا ہے اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ منقطع کی قسم ہے۔

معنعن، عنعنہ سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن
حدیث معنعن اور مؤتن فلاں کہے۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

از عثمان بن عمرو از عمرو از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ
تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبہ ثنا معاویہ
بن ہشام ثنا سفیان عن اسامہ بن زید
عن عثمان بن عمرو عن عمرو عن عائشہ
قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
وملائکتہ یصلون علی من الصفوف۔^۱

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے
دوسرا قول صحیح ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

(۱)۔ معنعن مدس نہ ہو (۲)۔ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں، ان دو شرطوں
پر جمہور محدثین متفق ہیں، اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض ائمہ محدثین نے مزید شرائط مانگی ہیں:

(۱)۔ امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۲)۔ ابوالکظفر سمعانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

(۳)۔ ابو عمرو الدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

مؤتن وہ حدیث ہے جس میں راوی کہے حدثنا فلاں ان فلانا قال... امام احمد اور ایک جماعت کے
نزدیک یہ حدیث منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال ظاہر نہ ہو، اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث متصل ہے اور سماع پر
محمول بشرطیکہ شرائط سابقہ پائی جائیں۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۷۱۔، طبعہ نوریہ دار الفکر بیروت کتب کراچی

راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان | راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر زبان سے جرح کی جائے اور اس کی عدالت اور دین داری اور اس کے ضبط و حفظ

اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں، پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ عدالت کے اعتبار سے طعن کی یہ وجوہات ہیں: (۱) کذب (۲) کذب کی ہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت اور ضبط کے اعتبار سے طعن کی یہ پانچ قسمیں ہیں: (۱) فحش غلطی کرنا۔ (۲) بد حافظہ ہونا (۳) غفلت۔ (۴) کثرت اولام۔ (۵) مخالفت ثقات۔

حدیث موضوع کی تحقیق | جب راوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بانڈھنے کا طعن ہو تو اس کی حدیث موضوع کہلاتی ہے، لغت میں وضع کا معنی ہے کسی چیز کو پست کرنا، اس کا مرتبہ کم کرنا اور چونکہ اس حدیث کا مرتبہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

الموضوع هو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی۔
موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:
الموضوع المخلوق المصنوع۔
جو جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

حدیث موضوع کے تحقق پر دلائل | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی حکم حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا ذہن روشن ہو اور اس کی فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کی معرفت حاصل کر لے، اور کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا اس کے واقع کے اقرار سے علم ہو جاتا ہے، ابن دقیق العید نے کہا لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو۔ اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واقع کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ ابن دقیق العید کی یہ مراد نہیں ہے انہوں نے صرف قطعیت کی نفی کی ہے، اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ لادم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قائل کے اقرار سے اس کو نقل کرنا اور زنا کے معترف کو رجم کرنا بھی جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں جن قرائن سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے ان میں سے ایک قرینہ راوی کا حال ہے، ایک مرتبہ

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجیة الفکر، ص ۱۲۳، مطبوعہ رجم اکیڈمی کراچی
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث ص ۸۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ دینیہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

مامون بن احمد کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ آیا حسن بصری کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ہے یا نہیں، تو ایک شخص نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سنبنا کر ایک حدیث سنادی اور اس نے کہا حسن نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث سنا ہے! اسی طرح غیاث بن ابراہیم مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا اس نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک سنبنا کر کہا تیرا نماز کی، شتر سواری، گھوڑے سواری اور پردوں کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے، اس نے پندوں کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا خلیفہ مہدی تاڑ گیا کہ اس نے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا ہے، اس نے اسی وقت اس کبوتر کو دیکھ کر حکم دیا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث نص قرآن مجید یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقل مزیح کے خلاف ہو اور اس میں کسی طرح کی تاویل نہ ہو سکے، واضح کبھی تو حدیث کو خود بناتا ہے اور کبھی کسی اور کے کلام کو بطور حدیث پیش کرتا ہے، مثلاً بعض سلف صالحین، یا قدماء حکماء کے کلام کو یا اسرائیلیات کو یا کسی ضعیف حدیث کی ایک صحیح سنبنا لیتا ہے تاکہ اس حدیث کی شہرت ہو، حدیث گھڑے کا محرک اور باعث یا تو بے دینی ہے جیسے زندیق لوگ، یا غلبہ جہل، جیسے جاہل صوفیاء یا فرط عصبیت جیسے بعض مقلدین، یا بعض رئیسوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے یا کوئی انوکھی بات بیان کرنے کے شوق میں یا شہرت حاصل کرنے کے لیے اور یہ تمام امور بالاجماع حرام ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور ابو محمد جوینی نے کہا وہ شخص کافر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھے، احساس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری حدیث بیان کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ یہ جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ ۱۷

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

وتنا عین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان

نوح بن ابراہیم سے کہا گیا کہ تم نے قرآن مجید کی سورتوں کے

فضائل میں از عکرمہ از ابن عباس کئی حدیثیں بیان کی ہیں، تم نے عکرمہ سے سماع کیسے کیا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ سران کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی منازمی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا، اسی طرح حضرت ابی بن کعب کی روایت سے قرآن مجید کی ہر سورت کی تفسیر میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے اس کے متعلق بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت نے ان حدیثوں کو وضع کیا تھا۔ ۱۸ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبد ربہ سے پوچھا تم نے یہ احادیث کہاں سے روایت کی ہیں کہ جس شخص نے فلاں سورت کو پڑھا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا اس نے کہا میں نے لوگوں کو راغب کرنے کے لیے یہ احادیث گھڑی ہیں، یہ ایک راہب نوجوان تھا اس نے دنیا کی

۱۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۰-۵۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۴ء
۱۸۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث، ص ۹۱-۹۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۲۰۰۴ء

لذتوں کو ترک کر دیا تھا، جس دن یہ فوت ہوا اس دن بنیاد کے بازار بند ہو گئے تھے، حالانکہ یہ احادیث گھڑتا تھا، اس سے موت کے وقت پوچھا گیا تمہیں اپنے متعلق حسن ظن ہے، اس نے کہا کیسے نہیں ہو گا میں نے حضرت علی کی فضیلت کے متعلق متر حدیثیں گھڑی ہیں۔

ابوداؤد بخسحی صائم النہار اور قائم الیل تھے اس کے باوجود حدیثیں گھڑتے تھے اور ابو بشر احمد بن محمد فقہی مروزی سنت کے زبردست حامی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے، ابن عدی نے کہا کہ وہب بن حفص صاحبین میں سے تھے انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا اور بخش جھوٹ بولتے تھے بلکہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عقیلی نے بیان کیا ہے کہ رضاعین نے چودہ ہزار احادیث گھڑی ہیں، مہدی نے کہا میرے سامنے ایک زندقہ نے اقرار کیا کہ اس نے سو حدیثیں گھڑی ہیں، ابن عدی نے کہا جب عبدالکریم بن عوجاء کو پکڑ کر لایا گیا اور اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا میں نے تم میں چار ہزار حدیثیں گھڑ کر پھیلا دی ہیں، جن میں، میں نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے، انھی رضاعین میں سے عارت کذاب تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ہزاروں حدیثیں گھڑ لی تھیں، جب ابن مبارک سے ان احادیث موضوعہ کے متعلق تشریح کا اظہار کیا گیا تو انھوں نے کہا ان کے لیے ناقدین اور ماہرین حدیث موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ
لحفظون۔
ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم
ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کا محافظ ہے اور احادیث نبویہ قرآن کے معانی ہیں جن سے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لتبین للناس ما نزل الیہم۔
(نحل: ۱۰۲)
تاکہ آپ لوگوں کو بیان کرے کہ ان کی طرف کیا نازل
کیا گیا ہے۔

اس لیے درحقیقت کتاب اور سنت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ہر قرن بلکہ ہر زمانہ میں ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کے امور کی تجدید کرتا ہے، حدیث موضوع کی پرکھ اور پہچان کے متعلق امام ابن عدی نے کتاب الضعفاء لکھی، خود میں نے لکھی، اور امام ابن جوزی نے موضوعات لکھی، لیکن اس پر علماء نے اعتراض کیا ہے کیونکہ ان میں غیر موضوع احادیث کو بھی درج کر دیا ہے، علامہ سیوطی نے اس موضوع پر اللالی المصنوعہ لکھی ہے۔
نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، اور میرے پاس ایک لمبی ڈاڑھی والا شخص بیٹھا و غلط کر رہا تھا اور اس کے گرد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ تھا، اس نے بیان کیا کہ فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صورت بنائے ہیں اور ہر صورت سے دو مرتبہ صورت چھوڑنا جائز ہے گا ایک بار چھوڑنے سے لوگ بے ہوش ہوں گے اور دوسری بار قیامت کے لیے چھوڑنا جائز ہے گا۔ شعیب کہتے ہیں میں اپنے نفس کو ضبط نہ کر سکا میں جلدی سے نماز ختم کر کے ان کی طرف مڑا اللہ سے کہا اے شیخ! خلا سے ڈرنا اور غلطیہ بیان کرنا، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صورت پیدا کیا ہے اور اسی کو دوبار چھوڑنا جائز ہے گا، اس شیخ نے کہا اے فاجسرا مجھ سے فلاں فلاں کے یہ حدیث بیان کی ہے اور تو مجھ پر رد کرتا ہے پھر اس نے اپنی جفا کا مجھے پشیمان شروع کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کے تمام مریدوں نے مجھے اپنے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا اور بہ خدا ان لوگوں نے مجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ انہوں نے مجھ سے یہ نہیں کہہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تین صورتیں پیدا کی ہیں! لے

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، ظلیغہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اس زندیق نے کہا تم مجھ کو قتل کر دو گے لیکن چار ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور ان میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا ہوا ایک حرف بھی نہیں ہے، رشید نے کہا اے زندیق! تو عبد اللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غواری کو کیا سمجھتا ہے ان کی تنقید کی چھلنی سے تیری وضع کی ہوئی حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل جائے گا۔ لے

حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد اور ضوابط | ملا علی قاری ابن قیم جوزیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں ہم نے ان قواعد اور احادیث کا ذکر نہیں کیا جس سے

ملا علی قاری نے اختلاف کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ

ہم ایسے چند قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں جن سے کسی حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو سکے گا۔
۱۔ کسی حدیث میں ایسی بے نیکی اور بے اصول باتیں ہوں جن کا کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور اس کی حدیث موضوع میں بہت مثالیں ہیں، ایک مثال یہ ہے:

جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی اور ہر زبان کی ستر ہزار لغات ہوں گی اور وہ پرندے اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے اور جس شخص نے فلاں فلاں کام کیا اس کو جنت میں ستر ہزار شہر ملیں گے اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حدیثیں ہوں گی، اور اس جیسی حدیثیں، ان کو بنانے والا انتہائی جاہل اور احمق تھا اور یا وہ زندیق شخص تھا وہ اس قسم کی احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا چاہتا تھا۔
۲۔ ایسی حدیث جس کی جس اور مشاہدہ تکذیب کرتا ہو جیسے یہ حدیث کہ: بیگن کھانا ہر بیماری سے شفا دے، اسی طرح یہ حدیث کہ اگر کسی حدیث کو بیان کرتے وقت اس کو چھینک آئے تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے، حالانکہ کئی مرتبہ جھوٹ بولتے وقت لوگوں کو چھینک آجاتی ہے، اور کئی شخص حدیث بیان کرنے اور اس کو ایک

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیرہ ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہبانی دہلی

۲۔ حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر دمشق، ۱۳۰۴ھ

لاکھ مرتبہ بھی چھینکیں ابجائیں تو اس سے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔
 (۳) وہ حدیث جو کسی مضحکہ خیز بات پر مشتمل ہو، مثلاً یہ حدیث لگ کر چاول آدمی ہوتا تو حلیم الطبع ہوتا جو بھوکا شخص چاول کھاتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی عام فاضل شخص سے بھی متصور نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ اخروٹ کھانا بزولی کی دعا ہے اور جب یہ پیٹ میں جاتا ہے تو شفاء بن جاتا ہے۔

(۴) وہ حدیث جو کسی صریح سنت کے خلاف ہو اور اس میں واضح تضاد ہو، سو ہر وہ حدیث جو کسی فساد، ظلم، عبث، باطل کی مدح یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، ایسی ہی یہ حدیث ہے جس کا نام محمد یا احمد ہو یا جو کسی شخص کا نام محمد یا احمد رکھے جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کو دین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اسماء اور القاب کی بنا پر دوزخ سے نجات نہیں پائے گا نجات تو صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی۔

(۵) جس حدیث میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے علی الاعلان کوئی کام کیا اور وہ سب صحابہ اس کے چھپانے پر متفق ہو گئے اور کسی نے اس کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ بعض کذابین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت الوداع سے واپسی پر تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور سب صحابہ نے اس کو پہچان لیا، کہ یہ میرا وصی اور میرا بھائی اور میرے بعد خلیفہ ہے، اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، پھر صحابہ اس کو چھپانے اور اس کو متغیر کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۶) ایسی حدیث جو فی نفسہ باطل ہو اور اس کا نفس مضمون اس پر دلالت کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہو سکتا جیسے یہ احادیث ہیں (ا) جب رب غضب میں ہوتا ہے تو فارسی میں کلام کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو عربی میں کلام کرتا ہے۔ (ب) چھ چیزیں نسیان کو پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جھوٹا، جوں کو آگ میں ڈالنا، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، دندانہ چبانا، کھٹہ سیدب کھانا، گدی کی رگ میں فصد لگواتے ہوئے باتیں کرنا۔ (ج) اے حمیرا! دھوپ میں گرم پانی سے غسل نہ کرنا اس سے برص پیدا ہوتا ہے (د) جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ بیہودہ نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ لعنت کبھی بھی صدقہ کا بدل نہیں ہے۔ (ه) میں نے قسم کھائی ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

(۷) جو حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو جیسے یہ حدیث: (ا) تم طبع چہرے اور سیاہ آنکھوں کو دیکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی طبع کو دوزخ میں ڈالنے سے جیسا فرماتا ہے (ب) جو لوگ سر منڈاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور حضرت علی ان کے پیشوا ہیں۔

(۸) ہر وہ حدیث جس میں حسین چہرے والوں کی مدح و ثناء ہو، اور انھیں دیکھنے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا حکم ہو اور یہ کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی یہ سب جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں ہیں، البتہ یہ حدیث کہ حسین چہرے والوں سے غیر طلب کرو، اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی، امام ابویعلیٰ، امام بیہقی، امام ابن عساکر وغیرہ نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، یہ موضوع نہیں ہے، حسن یا ضعیف ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ بعض کتابوں میں اس کو بطور حدیث لکھا۔

اذا تحيروتم في الامور فاستعينوا من

اهل القبور۔
جب تم معاملات میں حیران ہو تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔

علامہ قاری نے اس کو لما قبل سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ ایک قول ہے۔ شرح مسند ابی حنیفہ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، اور علامہ اسماعیل بن محمد عجونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے لکھا ہے، یہ ابن کمال پاشا کی

اربعین میں مذکور ہے۔ کشف الخفاء و مزلی الاباس ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ غزالی دمشق (۹)

جس حدیث میں تاریخ مبین بیان کی ہو، کہ جب فلاں سن یا فلاں مہینہ ہوگا تو فلاں واقعہ ہوگا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے: جب محرم میں چاند گرہن ہوگا تو مہنگائی ہوگی، جنگ ہوگی اور سلطان مشغول ہوگا اور جب صفر میں چاند

گرہن ہوگا تو اس طرح ہوگا، اس طرح بارہ مہینوں کے متعلق حدیثیں ہیں اور یہ سب بناوٹی اور جھوٹی حدیثیں ہیں۔ (۱۰)

جس حدیث میں طب کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں مثلاً یہ حدیثیں: (۱) ہر یہ کمر مضبوط کرتا ہے دن، مچھلی کھانے سے ذہانت چلی جاتی ہے (ج) ایک شخص نے آپ سے قلت اولاد کی شکایت کی تو آپ نے اس کو پیاز اور انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(۱۱) وہ احادیث جس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جن کے بطلان پر شواہد صحیحہ قائم ہوں، جیسے عروج بن عنق کی طوالت

کی حدیث ہے، اس حدیث میں ہے کہ عروج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس اوتھ لہا تھا، طوفان نوح صرت اس کے ٹخنوں تک پہنچ سکا وہ مندر سے مچھلی نکاتا اور سورج سے لگا کر بھون لیتا، یہ حدیث اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مصنوع اور جھوٹی ہے۔

(۱۲) جو حدیث صریح قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں

ہزار میں ہیں۔ اس حدیث کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص کو علم ہو جاتا کہ اب قیامت کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمُ الْآبِغْتَةُ - (اعراف: ۱۸۷)

قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

(۱۳) اسی طرح مخصوص دنوں اور راتوں کی نمازوں کے متعلق احادیث ہیں جیسے اتوار کی نماز اور پیر کی نماز حتیٰ کہ ہفتہ کے

ہر دن کے متعلق نماز ہے۔ اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب کی پہلی تاریخ کو مغرب کے بعد بیس رکعت نماز پڑھی وہ پل صراط سے بنیر حساب کے گذر جائے گا، اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب میں کسی دن روزه رکھا اور

اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں سو بار آیت الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں سو بار سورہ اخلاص پڑھی وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہیں مرے گا، یہ سب موضوع حدیثیں ہیں۔

(۱۴) شعبان کی پندرہویں شب کے متعلق بھی موضوع حدیثیں ہیں: (۱) اسے علی! جس شخص نے شعبان کی پندرہویں شب کو

اس طرح سو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو وہ اس رات اللہ تعالیٰ سے جس حاجت کو طلب کرے گا اللہ اس کی اس حاجت کو پورا کر دے گا اور اس کو ستر ہزار حوریں دے گا، ہر خود کے ستر ہزار

غلام ہوں گے اور ستر ہزار بچے ہوں گے اور اس کے آخر میں ہے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک ستر ہزار کی

شفاعت کرے گا جس شخص کو سنت کا ذرا سا بھی علم ہو گا وہ اس قسم کی حدیثوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے جس شخص نے اس رات میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پاس بشارت دینے کے لیے ایک لاکھ فرشتے بھیجے گا۔

(۱۵)۔ جس حدیث کے الفاظ ایسے رکبک ہوں جن سے سماعت اور طبع متقفر ہو، جیسے یہ حدیث ہے:

ان لله مدکامن ججارة یقال له عمارة
ینزل علی حمار من ججارة کل یوم
فیسعر۔
اللہ کے لیے پتھر کا ایک فرشتہ ہے جس کو عمارہ
کہتے ہیں وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر نازل ہوتا ہے
اور اس کو جلاتا ہے۔

(۱۶)۔ جملہ احادیث کا لوں اور سیاہ فاموں کی مذمت میں ہیں، جیسے یہ حدیث ہے: حبشی کا جب پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ زنا کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے۔ اسی طرح جلاہوں کی مذمت میں بھی احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۱۷)۔ ترک، حصیوں اور غلاموں کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں اور غلاموں کی مذمت میں بھی احادیث ہیں، مثلاً یہ حدیث ہے: اگر اللہ کے علم میں حصیوں میں کوئی خیر ہوتی تو وہ ان پشت سے ایسی اولاد نکالتا جو اللہ کی عبادت گزار ہوتی۔
(۱۸) جس حدیث کے موضوع ہونے پر اسی حدیث میں قرائن قائم ہوں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا، یہ حدیث ان وجوہ سے موضوع ہے۔ (ا) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر ہے اور وہ غزوہ خندق سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (ب) اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اس طرح لکھا تھا اور حضرت معاویہ فسح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے، (ج) اس وقت تک جزیہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور نہ پہلے صحابہ اور عرب میں یہ طریقہ معروف تھا، جزیہ کے احکام غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئے ہیں، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور یمن کے یہودیوں پر جزیہ مقرر کیا اور مدینہ کے یہودیوں سے جزیہ نہیں لیا، کیونکہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا، پھر جب انھوں نے عہد شکنی کی تو ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور آپ نے اہل خیبر سے فرضیت جزیہ سے پہلے صلح کر لی تھی (د) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لازماً جزیہ مقرر نہیں کیا تھا، بلکہ فرمایا تھا ہم جب تک چاہیں گے تم کو مدینہ میں رکھیں گے (۵) اس قسم کا واقعہ اگر ہوتا تو اس کی بہ کثرت روایات ہوتیں، (۶) اہل خیبر نے پہلے ایسا کوئی احسان نہیں کیا تھا کہ ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، اور کئی صحابہ کو شہید اور زخمی کیا، ان کے علاوہ اور بہت دلائل ہیں۔

(۱۹)۔ اولاد کی مذمت میں تمام احادیث موضوع ہیں، مثلاً یہ حدیث موضوع ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سو ساٹھ کتے کے پلے پالے تو وہ ایک بچہ کو پالنے سے بہتر ہے۔

(۲۰)۔ مستقبل کی تاریخوں کے متعلق احادیث موضوع ہیں مثلاً جب ۱۳۵ سال گزر جائیں گے تو حضرت سلیمان نے جن قیدیوں کو قید کیا تھا وہ سب نکل آئیں گے، اور فلاں سن میں یہ ہو گا اور فلاں سن میں یہ ہو گا۔

(۲۱)۔ قرآن مجید کی سورتوں اور ان کے پڑھنے کے ثواب کے متعلق احادیث موضوع ہیں کہ جس نے فلاں سورت پڑھی تو

اس کو فلاں اجر ہوگا، غیبی اور واحدی نے ہر سجدت کے شروع میں اس قسم کی احادیث ذکر کی ہیں اور بیضاوی اور زنجبیری نے ہر سجدت کے آخر میں ذکر کی ہیں، اور مفتی ابوالسعود نے بھی ان کی اثبات کی ہے اور ذہبیوں نے ان حدیثوں کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ (اس کے حوالے گذر چکے ہیں)۔

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں یہ احادیث موضوع ہیں (ا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے علم تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔ (ب) جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (ج) جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کو پسند کیا تو ابوبکر کی روح کو پسند کیا۔

(۲۳) حضرت علی کی فضیلت میں احادیث موضوع ہیں؛ حاکم ابویسی نے کہا کہ ان تفسیروں نے حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

(۲۴) امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے ناموں کے ساتھ ان کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۵) حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن العاص اور بنو امیہ کی مذمت میں احادیث گھڑی گئی ہیں۔

(۲۶) منصور اور سفاح کی مدح میں حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(۲۷) یزید، ولید اور مروان بن اسلم کی مذمت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۸) بغداد، بصرہ، کوفہ، مرو، قزوین، عسقلان اور اسکندریہ کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۲۹) اولاد عباس پر دوزخ مسلیم ہونے اور اولاد عباس کے لیے خلافت کے متعلق احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۰) حضرت ابوموسیٰ کی مذمت میں جعلی احادیث بنائی گئی ہیں۔

(۳۱) جس مدینہ میں ہے کہ فلاں شہر جنت کے شہروں میں سے ہے اور فلاں شہر دوزخ کے شہروں میں سے ہے۔

(۳۲) ایمان میں کسی بیشی کی نفی اور اثبات میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۳) پھولوں کی فضیلت میں احادیث وضع کی گئی ہیں مثلاً زکس اور گلاب کے باغ میں اور یہ سب جھوٹ ہیں۔

(۳۴) ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سماغ کی محفل میں آئے اور آپ نے رقص کیا حتیٰ کہ آپ کی

قیص پھٹ گئی، اللہ تعالیٰ اس کے واقع پر سنت کرے، اس نے کیسی جرات کی ہے، جاہل صوفیاء کی اس طرح

کی بنائی ہوئی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۵) جس شخص نے کسی بختے ہوئے آدمی کے ساتھ کھانا کھا یا وہ بھی بخشا جائے گا، اس طرح کی احادیث موضوع ہیں

(۳۶) جب تم میں سے کسی کو ماں ناز میں بلائے تو اس کے ہلانے پر جلتے اور جب باپ بلائے تو نہ جائے، اس کو

عبدالعزیز بن ابان قرشی اموی نے روایت کیا ہے، یہ شخص کذاب تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔ (نقل ناز میں مسئلہ

اسی طرح ہے، البتہ فرض نماز میں ماں کے بلانے پر بھی نہ جائے۔ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں اس کی تفصیل ہے)

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

کبھی کوئی حدیث مغالطہ کی وجہ سے بھی موضوع ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیرہ ص ۱۲۲-۹۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور

پڑمرجان کے، اور اس نے بیس ورق کا ایک طویل قصہ بیان کیا، امام احمد بن حنبل حیرت سے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ رہے تھے اور یحییٰ، امام احمد کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ ہر ایک نے کہا ہرگز نہیں، جب وہ قصہ سے فارغ ہو گیا تو انھوں نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی، تم کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو؟ اس نے کہا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے، آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی، یحییٰ نے پوچھا، کیسے؟ اس نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ دنیا میں صرف یہی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہو ملی سترہ ایسے آدمیوں سے حدیث روایت کرتا ہوں جن کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے اور ان کا مذاق اڑا کر چل دیا۔

حدیث متروک کا بیان | حدیث متروک کی تعریف یہ ہے:

هو الحدیث الذی فی اسنادہ ساء او متهم
بالکذب۔^۱
یہ وہ حدیث ہے جس کا سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔

کذب کی تہمت دو چیزوں سے ہوتی ہے (ا) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ (ب) اس شخص کا عادتاً جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور اس کا راوی کذب کے ساتھ متہم ہو، اور وہ حدیث صرف اسی شخص سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو یا وہ راوی حدیث نبوی کے ماسوا میں جھوٹ بولنے میں مشہور ہو یا وہ بہت غلطیاں کرتا ہو یا فاسق ہو یا غافل ہو تو اس کی حدیث متروک ہے اور یہ ایک مستقل قسم ہے جس کا علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے جیسے از فرقة از مرہ از ابی بکر آٹھے کے صدقہ کی حدیث ہے، اور از عمر بن شمر از جابر الجعفی از حارث از علی ایک حدیث مروی ہے۔^۲

مورخ الذکر سند سے جو حدیث مروی ہے اس کا مافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے :-

عن عمرو بن شمر عن جابر عن ابی الطفیل
عن علی وعمار قال کان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یقنت فی الفجر ویکیب یوم عرفة من
صلوة الغداة ویقطع صلوة العصر اخرا یام
عمرو بن شمر از جابر از ابی الطفیل از حضرت علی و
حضرت عمار یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے اور یوم عرفة
کو صبح کی نماز سے تکبیرات تشریح شروع کرتے اور آخر

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد انقاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ہند

۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجذہ الفکر ص ۶۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

قال الحافظ البردیبی هو الفرد الذی لا یعرف متنه عن غیر راویہ و کذا اطلقہ کثیرون والصواب فیہ التفصیل الذی فی الشاذ۔^۱

ما قظ بردیبی نے کہا کہ منکر اس فرد حدیث کو کہتے ہیں جس کا متن اس راوی کے علاوہ اور کسی راوی سے مندرج نہ ہو، اکثر علماء نے منکر کو اس طرح مطلقاً بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی شاذ والی تفصیل ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث منکر کی دو تعریفیں ہیں ایک وہ تعریف ہے جو ما قظ بردیبی سے منقول ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ فرد حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی ثقہ اور صاحب اتقان راوی نہ ہو جو اس تفرد کا حامل ہو یہ اول الذکر تعریف کے اعتبار سے اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام البراد اور روایت کرتے ہیں:

عن ہمام عن ابن جریر عن الزہری عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلا وضع خاتمہ قال ابو داؤد هذا حدیث منکر وانما یعرف عن ابن جریر عن زیاد بن سعد عن الزہری عن انس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتماً من ورق ثم القاه والوہم فیہ من ہمام ولم یروہ الا ہمام۔^۲

از ہمام از ابن جریر از زہری از حضرت انس نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے، امام البراد نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کے مقابلہ میں معروف حدیث یہ ہے از ابن جریر از زیاد بن سعد از زہری از حضرت انس روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی پھر اس کو پھینک دیا اس (منکر) حدیث میں ہمام کو وہم ہوا ہے، اور ہمام کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

ثانی الذکر تعریف (جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور اس متن کے ساتھ متفرد ہو) کے اعتبار سے منکر کی مثال یہ حدیث ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن یحییٰ بن محمد بن قیس المدنی ثنا ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلووا البلیح بالتمر کلو الخلق بالجدید فان الشیطان یغضب ویقول بقی ابن ادم۔

از یحییٰ بن محمد بن قیس مدنی از ہشام بن عروہ از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچی کجور کو چھو اسے کے ساتھ ملا کر کھاؤ، اور پرانی کجور کو نئے کجور کے ساتھ ملا کر کھاؤ، کیونکہ شیطان غضب ناک ہوتا ہے اور کہتا ہے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ جلال سیوطی متوفی ۵۹۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ امام البراد اور سلیمان بن اشعث متوفی ۵۰۰ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

حق اکل الخلق بالجدید لہ

کہ ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ پرانی کھجور نئی کھجور کے ساتھ کھا رہا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، اس کی روایت میں ابو زکیر ریحی بن محمد بن قیس، متفرد ہے اور وہ شیخ صالح ہے، امام مسلم نے اس کی متابعات کو روایت کیا ہے البتہ وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے کہ اس کے تفرد کو قبول کر لیا جائے، بلکہ ائمہ حدیث نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے، ابن معین نے کہا وہ ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا اس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاتا، طحاوی نے کہا اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن عدی نے اس کی چار منکر روایات بیان کی ہیں۔ ۱۵

اس کے علاوہ اس حدیث میں معنوی رکاکت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان مومن کی محض لمبی حیات سے غضب ناک نہیں ہوتا بلکہ اس کی اطاعت اور عبادت سے اور توبہ اور استغفار سے غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں غیر ثقہ راوی، ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس کی مثال یہ ہے: مالک عن الزہری عن علی بن حسین عن عمرو بن عثمان عن اسامہ بن زید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یوث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔
 اس میں مالک نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے انھوں نے عمرو بن عثمان کہا ہے اور امام مسلم نے کتاب التیمیز میں لکھا ہے زہری کے اصحاب میں سے جس نے بھی اس کو روایت کیا ہے اس نے عمرو بن عثمان کہا ہے، اور وہ روایت کے وقت عمرو بن عثمان کے گھر کی طرف اشارہ بھی کرتا تھا کیونکہ دوسرے راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں اور عمرو بن عثمان کے بیٹے ہیں اور اس روایت کا راوی عمرو ہے۔ ۱۶

منکر کی مقابل "معروف" کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح يقال له المعروف ومقابلہ يقال له المنکر یہ
 اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔
 اس کی مثال ابن ابی حاتم کی یہ روایت ہے:

حبیب بن حبیب عن ابی اسحق عن العیزار

۱۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۲۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۱۷۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابیہیم شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

۱۸۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیہ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی، کراچی

بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اقام الصلوة واتی الزکوٰۃ وحج البیت وصام و قوی الضیف دخل الجنة۔

از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، روزہ رکھا، مہاجن نوازی کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب بن حبیب کے علاوہ دوسرے ثقہ راویوں نے اس حدیث کو ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے اور یہی حدیث معروف ہے یہ

شاذ اور محفوظ کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خولف با رجح منه لمزیدا ضبط او کثرة عدد او غیر ذلك من وجوه الترحیحات يقال له المحفوظ ومقابلہ وهو المرجوح يقال له الشاذ

جو راوی ضبط کی زیادتی، کثرت عدد یا دوسری وجوہ ترجیح (مثلاً راوی کی فقہ، علوسند، یا اس کی روایت کا اس کتاب میں ہونا جوامت کے نزدیک مقبول ہوں سے راجح ہو اس کی روایت کو محفوظ اور جو اس راجح راوی کی مخالفت کرنے سے اور وہ اس کی بہ نسبت مرجوح ہو تو اس کی روایت کو شاذ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے: امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ابن عیینہ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس ان رجلاً توفی علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولہ یدع وارثاً الا مولیٰ هو اعتقہ الحدیث۔

ابن عیینہ از عمرو بن دینار از عوسجہ از ابن عباس روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فوت ہو گیا اور اس نے یدع میں صرف ایک غلام چھوڑا جس کو وہ آزاد کر چکا تھا۔

اس حدیث کے اتصال میں ابن عیینہ کی ابن جریر وغیرہ نے متابعت کی ہے، اور حماد بن زید نے ابن عیینہ کی مخالفت کی اس نے اس حدیث کو از عمرو بن دینار، از عوسجہ مرسل روایت کیا اور حضرت ابن عباس کا ذکر نہیں کیا۔ ابوعام نے کہا ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔

حماد بن زید بھی اہل عدالت اور ضبط میں سے ہے اس کے باوجود ابن حاتم نے ابن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ متعدد سندوں سے یہ حدیث موصولاً مروی ہے اور صرف حماد نے اس کو مرسل روایت کیا ہے، اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو مقبول راوی روایت کرتا ہے لیکن وہ اپنے سے زیادہ اولیٰ اور راجح راوی کی مخالفت کرتا ہے، اور شاذ کی تعریف میں یہی اصطلاح معتمد ہے۔

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ " " " " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۴۰، " " " " " "

شاذا اور منکر میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں کسی کی مخالفت ہوتی ہے یہ مادہ اجتماعی ہے لیکن شاذ ثقہ اور صدوق کی روایت ہوتی ہے اور منکر ضعیف کی روایت ہوتی ہے اور جس شخص نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ غافل ہے۔ لہ

حدیث معطل کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر کس راوی سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا، پام فوع کو موقوف قرار دینا یا بالعکس، یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دینا یا بالعکس) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں، اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معطل ہے۔

ان اطلع على الوهب بالقرائن الدالة على وهم راويه من وصل مرسل او منقطع او ادخال حدیث فی حدیث او نحو ذلك من الاشياء القادحة ويحصل معرفة ذلك بكثرة التتبع وجمع الطرق فهذا هو المعطل۔

حدیث معطل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی غامض اور دقیق ہے، جب تک کسی شخص کو علم حدیث میں قومی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معطل کی پہچان نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے بہت کم ائمہ نے حدیث معطل کی تحقیق کی ہے، مثلاً امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب بن ابی شیبہ، امام ابو حاتم، امام ابو زرعة اور امام دارقطنی۔ لہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے اور متن حدیث معروف اور صحیح ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث: عن يعلى بن عبيد عن سفیان الثوری عن عمرو بن دينار عن ابن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال البيعات بالخيار۔ اس سند میں یعلیٰ بن عبید نے یہ غلطی کی کہ عمرو بن دینار کہا حالانکہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں عبد اللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں، سفیان کے باقی تمام شاگرد، مثلاً ابو نعیم فضل بن دین، محمد بن یوسف فریابی اور محمد بن یزید وغیر ہم سب سفیان کی روایت عبد اللہ بن دینار سے کرتے ہیں۔ لہ علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیہ الفکر ص ۲۲-۲۰، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

۲۔ شرح منجیہ الفکر ص ۶۱، " " " "

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سخاوی نے کہا کبھی علت ضعیف راوی کو ثقہ کے ساتھ بدل دینے سے ہوتی ہے جیسے ابن مردودہ کی یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عقبہ عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اذہب عنکم عینۃ الجاہلیۃ۔
 موسیٰ بن عقبہ از عبد اللہ بن دینار از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی برائیوں کو دور کر دیا۔

اس حدیث میں ابن مردودہ کی غلطی یہ ہے کہ اس نے موسیٰ بن عقبہ کہا حالانکہ یہ موسیٰ بن عبید ہے اور یہ ثقہ راوی ہے اور ابن عقبہ ضعیف ہے۔ لہٰذا حدیث مرسل کو موصولاً روایت کرنے کی وجہ سے علت کی مثال یہ حدیث ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدیثنا وہید بن مسلم اخبرنا ثور بن یزید عن رجاء بن حیوۃ عن کاتب المغیرۃ عن المغیرۃ بن شعبہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسر علی الخف واسفلہ۔
 ولید بن مسلم از ثور بن یزید از رجاء بن حیوۃ از کاتب المغیرۃ عن المغیرۃ بن شعبہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مولے پر اوپر اور نیچے مسح کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: یہ حدیث معلول ہے؛ ثور بن یزید کے شاگردوں میں سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے اس کو موصولاً روایت نہیں کیا، میں نے امام ابو زرعم اور امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابن المبارک نے اس کو از ثور از رجاء روایت کیا ہے، مجھے از کاتب مغیرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث مرسل بیان کی گئی ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث معلول کا اطلاق کبھی اس تعریف مذکور کے غیر پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً راوی کے کذب، اس کی غفلت اس کے بد حافظہ وغیرہ پر جو مضمون حدیث کے اسباب میں، اور امام ترمذی نے نسخ کو کبھی علت لکھا ہے اور بعض ائمہ نے ایسی مخالفت پر بھی علت کا اطلاق کیا ہے جو وجہ طعن نہیں ہے، مثلاً ثقہ اور ضابطہ راوی جس حدیث کو موصولاً بیان کرے اس کو مرسل بیان کرنا سنی کہ بعض نے کہا بعض صحیح حدیث معلول ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض صحیح حدیث شاذ ہیں۔ لہٰذا ہم نے اس سے پہلے حدیث معلول کی جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں سند میں علت خفیہ تھی بعض اوقات متن میں بھی

۱۔ عطا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ
 ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۸-۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

بھی علت خفیہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں؛
امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں؛

عن الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن قتادة
انہ کتب الیہ یخبرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ
قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی
بکر وعمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکانوا
یستفتحون بالحمد لله رب العالمین لا یدکون
بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراة ولا فی آخرها۔
اس حدیث کو جمید نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت انس نے
یہ کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی
بلکہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، اور ولید بن مسلم نے
جو روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، امام ابن عبدالبر نے کہا یہ ان
کے نزدیک خطا ہے، امام بیہقی نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
کی حدیث کو معطل قرار دیا ہے۔ لہ

حدیث مدرج کا بیان | مدرج، ادراج کا اسم مفعول ہے، کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کو کسی چیز کے
ضمن میں کرنا یہ ادراج کا لغوی معنی ہے۔

مدرج کی دو قسمیں ہیں، مدرج الاسناد اور مدرج المتن، مدرج الاسناد کی تعریف یہ ہے :-
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں؛

ما یقع فیہ المخالفة للثقات بسبب تغیر سیاق
الاسناد فهو مدرج الاسناد۔
مخالفت ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔

- مدرج الاسناد کی حسب ذیل اقسام ہیں؛
- ۱۔ ایک جماعت ایک حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرے اور کوئی راوی ان تمام مختلف سندوں کو ایک
سند بنا کر حدیث روایت کرے اور ان کا اختلاف نہ بیان کرے۔
 - ۲۔ ایک راوی ایک متن کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتا ہو اور اس متن کے بعض حصہ کو دوسری سند سے روایت
کرتا ہو اور یہ مخالفت کر کے پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ بیان کر دے۔
 - ۳۔ ایک راوی ایک حدیث کو ایک شیخ سے سنتا ہے اور اس کے بعض حصے کو اس شیخ کے شیخ سے کسی واسطے
سنتا ہے اور یہ شخص اس پوری روایت کو شیخ اس شیخ سے روایت کرے اور اس واسطے کو حذف کر دے۔

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نکتۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

۲ - ایک راوی دو مختلف حدیثوں کو دو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہو اور یہ مخالف ان دونوں حدیثوں کو ملا کر کسی ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ شامل کر دے، جو اس میں نہیں ہیں۔

۳ - شیخ کوئی سند یا حدیث بیان کرے، پھر کسی عارضہ کی بنا پر وہ خود کوئی بات کہے اور سننے والا یہ گمان کرے کہ یہ بات اس سند سے مروی ہے اور اس کی اسی طرح روایت کرے۔

یہ درج الاسناد کی اقسام تھیں، اور درج المتن وہ حدیث ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو، کبھی یہ ادراج حدیث کے اول میں ہوتا ہے، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں اور یہ اکثر ہوتا ہے یا یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں صحابہ یا بعد کے لوگوں کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث درج المتن ہوتی ہے۔

اور اس ادراج کا ادراک دوسری مفصل روایت کے وارد ہونے سے ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حدیث میں اتنا حصہ درج ہے یا راوی خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ اصل حدیث میں اتنا حصہ درج ہے، یا بعض ائمہ جو اس ادراج پر مطلع ہوتے ہیں وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں یا وہ الفاظ لے لیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا صدور محال ہوتا ہے۔ لہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث کے اول میں ادراج کی مثال یہ ہے: خطیب نے ابوقطن اور شہابہ سے روایت کیا ہے:

عن شعبۃ عن محمد بن زید عن ابی ہریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسبغوا
الوضوء..... ویل للاعقاب من النار۔

از شعبہ از محمد بن زیاد از ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو مکمل کیا کرو، کیونکہ خشک ایڑیوں کے لیے دوزخ کا غلاب ہے۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن آدم عن شعبۃ عن محمد حدثنا
زیاد قال سمعت ابا ہریرۃ وکان یمربنا و
الناس یتوضون من المطہرۃ فقال اسبغوا
الوضوء فان ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم
قال ویل للاعقاب من النار۔

آدم از شعبہ از محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ پانی کے برتن سے وضو کر رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہم سے پاس سے گذرے تو میں نے سنا وہ کہتے تھے وضو پورا کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا غلاب ہے۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸

خطیب نے کہا ہے کہ ابو قطن اور شہابہ کو شعبہ سے اس روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جم غفیر نے اس حدیث کو آدم کی طرح روایت کیا ہے۔ لہٰذا کبھی راوی کسی حکم کو مستنبط کر کے از خود اس کو حدیث کے وسط میں درج کر دیتا ہے اس کی مثال یہ ہے:

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الحميد بن جعفر عن هشام بن عروة عن أبيه عن بسرة بنت صفوان قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول، من مس ذكراً أو أنثياً أو ما فغيبه فليتوضأ۔

عبد الحميد بن جعفر از ہشام بن عروہ از عروہ از بسروہ بنت صفوان روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے اپنے ذکر، نخصیوں یا جوڑوں کو چھوا وہ وضو کرے۔

امام دارقطنی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

عبد الحميد بن جعفر نے ہشام سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور انیسین اور رفیع کو ذکر کرنے میں اس کو وہم ہوا ہے، اور یہ حدیث درج ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے جو غیر مرفوع ہے، ایوب سختیانی، حماد بن زید اور دوسرے ثقات نے ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے، صحیح مرفوع روایت ابوالاشعث کی ہے انھوں نے از یزید بن زریع از ایوب، از ہشام بن عروہ از بسروہ روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ذکر کو چھوا وہ وضو کرے۔ لہٰذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت میں ذکر کا حکم بیان کیا تھا، عبد الحميد بن جعفر نے اس نخصیوں اور جوڑوں کو قیاس کر کے ان کا بھی حدیث میں ذکر کر دیا۔ اور کبھی بعض مشکل الفاظ کی تفسیر کو راوی حدیث کے وسط میں ذکر کر دیتا ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أول ما بدئني به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا إلا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبيب إليه الخلاء وكان يخلو بقارحراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد۔

از ابن شہاب زہری از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا نیک خوابوں سے کی گئی، آپ جو خواب بھی دیکھتے روشن صبح کی طرح اس کی تعبیر آجاتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی، آپ غار حرا میں تنہائی میں بیٹھتے اور اس میں تحنث کرتے اور وہ (اس کا معنی) کئی کئی راتوں تک عبادت

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نشر السنۃ لمتان

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کرنا ہے

حدیث میں تخت کا معنی زہری نے اپنی طرف سے درج کیا ہے اور اس کی اعادیت میں بہت مثالیں ہیں؛
حدیث منقلوب کا بیان | منقلوب، قلب کا اسم مفعول ہے، اور قلب کا معنی ہے کسی شے کو اٹا کر بنا، الٹ
 پلٹ کر بنا، اور اصطلاح میں حدیث منقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند
 یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں منقلوب السند
 اور منقلوب المتن۔

منقلوب السند وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) - کسی راوی کے نسب میں تقدیم تاخیر کر دی جائے مثلاً حدیث کعب بن مرہ سے مروی ہے اور راوی اس
 کو مرہ بن کعب بیان کرے۔

(۲) راوی کا نام بدل دیا جائے، مثلاً کوئی حدیث سالم سے مروی ہو اور سالم کی جگہ نافع کا ذکر کیا جائے۔
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حماد بن عمرو النصبی، ابراہیم بن ابی حنیفہ ایسح اور ہنلول بن عبید کندی سند میں راویوں کے نام بدل دیا کرتے
 تھے، ابن دوقین عبید نے کہا ہے کہ اس قسم کے راویوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سارق الحدیث ہیں، عراقی نے اس کی
 یہ مثال بیان کی ہے:

عمر بن خالد الحرافی عن حماد النصبی عن
 الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً
 اذا القیتم المشرکین فی طریق فلا تبدؤہم
 بالسلام الحدیث -
 عمر بن خالد الحرافی از حماد النصبی از اعمش از ابی صالح
 از ابو ہریرہ روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: جب تم مشرکین سے راستہ میں ملاقات کرو تو ان
 کو سلام میں پہل نہ کرو۔

یہ حدیث منقلوب ہے، حماد نے اس کو منقلوب کر دیا اور اس کو اعمش سے روایت کیا حالانکہ یہ حدیث از سہیل
 بن ابی صالح از ابی صالح معروف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو شعبہ، ثوری، جزیر بن عبد الحمید اور عبد العزیز دراصدی
 سے روایت کیا ہے، اور یہ سب سہیل سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ بلغینی نے کہا ہے کہ حدیث منقلوب المتن کا مثال یہ ہے کہ عبید بن عبد الرحمن نے اپنی پوجھی انیس سے
 مرفوعاً روایت کیا ہے:

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا و
 اذا اذن بلال فلا تاكلوا ولا تشربوا الحدیث -
 جب ابن ام مکتوم اذان دے تو کھاؤ اور پیو،
 اور جب بلال اذان کہے تو نہ کھاؤ اور نہ پیو۔
 اس حدیث کو امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ
 سے مشہور روایت یہ ہے:

ان بلالاً یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی
 یؤذن ابن ام مکتوم
 بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھا
 پیو رہو، حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

علامہ بلقیانی نے کہا جو روایت اس کے خلاف سے وہ منقول ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے منقول المتن کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:
 عن ابی ہریرۃ السبعۃ الذین یظلمہم اللہ فی ظلمہ فقیہ ورجل تصدق بصدقة اخفاها حق لا تعلم بیمنہ ما تنفق شمالہ۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے میں ہوں گے اور اس میں سے کہ جس آدمی نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ دائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس میں ایک راوی نے متن منقول کر دیا ہے اصل میں ہے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بخاری اور مسلم میں ایک اور جگہ اسی طرح ہے۔
 اسی طرح امام طبرانی نے ایک منقول حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے روکوں تو بہ قدر استطاعت اس سے بچو۔"
 عن ابی ہریرۃ اذا امرتکم بشیء فاتوہ واذا نہیتکم عن شیء فاجتنبوہ ما استطعتم۔
 حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے روکوں تو بہ قدر استطاعت اس سے بچو۔"

اصل میں یہ حدیث اسی طرح ہے:

جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بہ قدر استطاعت کرو۔
 ما نہیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اسی طرح ہے:

حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں:
 یہ وہ حدیث ہے جس میں بلاوی اشار سند میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے بائیں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے اثناء سند میں ایک یا ایک سے زائد آدمیوں کا ان ثقہ کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کی جگہ پر ان ثقہات نے اپنے سماع کی تصریح کی ہو ورنہ اگر ان کی حدیث معنی ہوئی تو پھر اس کی زیادتی کو ترجیح ہوگی کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔
 ملا علی قاری لکھتے ہیں:

از ابن المبارک از سفیان، از عبد الرحمن بن یزید،
 عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید حدثنی بسر بن عبد اللہ قال سمعت ابا ادریس قال

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
 ۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیة الفکر ص ۶۵، مطبوعہ رحیم اکبر طبعی کراچی

سمعت واثلۃ یقول سمعت ابا مرثد یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلو علیہا۔
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابو ادریس ہے اور زیادتی کا سبب راوی کا وہم ہے لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن مبارک سے سننے والے کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے از عبد الرحمن بن یزید روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبد الرحمن بن یزید سے سنا ہے، لہذا متعین ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے۔ اور لفظ ابو ادریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبد الرحمن بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابو ادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ سر بن عبید اللہ نے واثلہ سے سماع کیا ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابو ادریس کا ذکر زائد ہے۔

اس کا منشاء وہم یہ ہے کہ ابو حاتم بلذی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبد اللہ، ابو ادریس سے روایت کرتے ہیں، اس لیے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابو ادریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثلہ سے سماع کیا تھا۔ ۱۷

حدیث مضطرب کا بیان لغت میں اضطراب کا معنی ہے کسی نظام کا فساد اور کسی امر کا اختلال، جب سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو اس کو اضطراب کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ما نط ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں مساوی قوت کی ہوں اگر وہ سندیں مساوی نہ ہوں مثلاً کسی سند کے راوی کا حافظ زیادہ قوی ہو یا وہ اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو یا کوئی اور وجہ ترجیح ہو، تو راجح اور مرجوح میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگی، راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جاتے گا اور مرجوح شاذ یا منکر قرار پائے گی۔

پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں، اور اضطراب کبھی ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے، اور اضطراب حدیث میں ضعف کا موجب ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے حدیث کو ضبط نہیں کیا۔ ۱۸

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مضطرب السند کی مثال یہ حدیث ہے:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں

عن ابی بکر انہ قال، یا رسول اللہ! اراک

۱۷۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۹، موضحاً، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

۱۸۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم اکیڈمی ص ۸۵-۸۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۱ھ

ثبیت شیبتی ہود و اخواتہا۔

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۷۳)

امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صرف ابواسحق کی سند سے مروی ہے، اور ابواسحق سے اس حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، بعض نے اس کو مرسل روایت کیا، بعض نے موصول روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت البرکات سے مندرجاً (متصلاً) روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت سعد سے مندرجاً روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت عائشہ سے مندرجاً روایت کیا، اس کے علاوہ اور بھی سندیں ہیں، اور سب کے راوی ثقہ ہیں، اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اور ان میں تطبیق مشکل ہے۔ اور حدیث مضطرب المتن کی مثال میں عراقی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن فاطمة بنت قیس قالت سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الزكوة فقال ان في المال لحقاسوى الزكوة۔
حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔
(جامع ترمذی ص ۱۱۹)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از شریک از ابی حمزہ، از شعبی از فاطمہ اور امام ابن ماجہ نے بھی اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں:
ليس في المال حق سوى الزكوة۔
مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔
(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اور یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔
مصحف، تصحیف سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے صحیفہ کو پٹھنے میں غلطی کرنا،
حدیث مصحف کا بیان اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما يكون مخالفة الثقات فيه بتغيير حروف او حروف مع بقاء صورة الخط في السياق فان كان ذلك بالنسبة الى النقط فالمصحف وان كان بالنسبة الى الشكل فالمحرف
جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو، اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۶۔ ۶۷، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

طاعلی قاری اس کی مثالوں کے بیان میں لکھتے ہیں: تصحیف کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں، اور کبھی اس کا سبب شیخ سے لفظ کو سننے میں غلط ہوتا ہے اور کبھی محیفہ سے حدیث کو پڑھنے میں غلط کرنا، اس کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

تصحیف فی الاسناد: شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراحہ اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مراحہ۔

تصحیف فی المتن: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔
ابن لعیبہ نے اس میں یوں تصحیف کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔
سماع کے سبب سے تصحیف: ایک حدیث عامر احول سے مروی ہے، سننے والے نے اس کو فسطی سے داصل احدب سنا۔

بصر کے سبب سے تصحیف: اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا بدخط ہوتا ہے اور کچھ کا کچھ پڑھا جاتا ہے یا لکھنے والا نقطے نہیں لگاتا، مثلاً حدیث میں ہے:
من صام رمضان واتبعہ ستاً من شوال۔
جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چھ روزے رکھے۔

پڑھنے والے نے اس کو یوں پڑھا:

من صام رمضان واتبعہ شیتاً
من شوال۔

تصحیف فی المعنی: حدیث صحیح میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی
الی عنترۃ۔

اس میں ابو موسیٰ عنزی نے یوں تصحیف کر دی کہ ہم کریم شرف حاصل ہے کہ ہم قبیلہ عنترہ سے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنترہ کی طرف نماز پڑھی ہے، حالانکہ حدیث میں عنترہ سے مراد نعب شدہ نیزہ ہے قبیلہ عنترہ نہیں ہے۔

مجہول اس راوی کہتے ہیں جس کی ذات اور شخصیت کا پتا نہ چلے یا ذات اور شخصیت کا پتا ہو لیکن اس کی صفت کا پتا نہ ہو آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ، ۱۳۹۷ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی شخصیت معلوم ہو لیکن اس کی عدالت ظاہر اور باطناً مجہول ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور جس شخص کی شخصیت معلوم ہو اور اس کی عدالت مستور ہو یعنی وہ بہ ظاہر عادل ہو اور اس کے باطن کا پتہ نہ ہو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے اکثر کتب حدیث میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اس کو مجہول الحکم کہتے ہیں، مجہول کی تیسری قسم مجہول العین ہے، اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، پھر اگر اس سے دو عادل راوی روایت کر لیں تو اس کی جہالت جاتی رہتی ہے، محدثین کے نزدیک مجہول العین وہ شخص ہے جس کو علامہ نہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طلب علم میں مشہور ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے جس شخص سے صرف ایک آدمی روایت کرے وہ مجہول ہے یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا میں ہے، کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت مروان بن مالک سلمی سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ربیع بن کعب سلمی سے روایت کی ہے اور اول الذکر سے صرف قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے اور ثانی الذکر سے صرف ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے روایت کی ہے، کیونکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں اور تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔ لہ

مجہول کی روایت کا کوئی مستقل نام نہیں ہے اور اس کی روایت کو حدیث ضعیف کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔
مبہم راوی کی حدیث کا بیان | مبہم راوی کی روایت کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاسکتا ہے، یہ بھی حدیث ضعیف کی قسم ہے اور اس کا کوئی مستقل نام نہیں ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو من لم یصرح باسمه فی الحدیث۔
 جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو غلام یا عورت معروف ہو اس کی تعدیل قبول کی جاتی ہے، اور جس شخص کی شخصیت اور عدالت معروف ہو اور اس کا نام مجہول ہو اس کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جب راوی یہ کہے کہ مجھے فلاں یا فلاں نے خبر دی اور وہ عادل ہیں تو اس روایت سے استدلال کیا جائے گا، اگر وہ اس کی عدالت سے لاعلم ہو یا کہے کہ فلاں نے کہا ہے یا اس کے غیر نے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ لہ
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہت حدیثیں ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ تمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیذکے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ایک حبشہ خاتون کے متعلق فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پوچھو۔
 اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۱۸-۳۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب التواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۲-۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

از شعبہ از سلمہ بن کہیل از ابی الزرارہ یا از زید بن وہب روایت ہے کہ سوید بن غفلہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، اور کہا اسے امیر المؤمنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرنا جو حضرت ابو بکر اور عمر کا رملہ کے ساتھ دیکھ کر رہتے تھے۔ (الحديث)

ہمارے ایک صاحب نے اسماعیل بن زکریا سے اس نے ائمش سے روایت کی۔

جس شخص نے کانے مجاہد سے حدیث سنی ہے اس نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع کی طرف جانے کی حدیث بیان کی۔

ہمارے بعض اصحاب نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم کو عمر بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم کو خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی۔

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث بیان کی ہے جو اس حدیث کی مثل ہے کہ جو جنازہ میں حاضر ہوا۔

بدعتی روایت کردہ حدیث کا کوئی مستقل نام نہیں ہے تاہم اس کو حدیث مردود کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بدعت مکفرہ ہے اور ایک دوسری بدعت مفسدہ ہے بدعت مکفرہ کے ترک کی حدیث کو جمہور محدثین قبول نہیں کرتے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس روایت مطلقاً مقبول

عن شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن ابی الزغراء او عن زید بن وہب ان سوید بن غفلۃ دخل علی علی بن ابی طالب فقال یا امیر المؤمنین انی مررت بقوم یدکرون اہا بکر و عمر الحدیث۔

صحیح مسلم میں ایسی احادیث ہیں جن کے بعض رجال مبہم ہیں؛ مثلاً کتاب الصلوٰۃ میں ایک حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے؛

حدثنا صاحب لنا عن اسماعیل بن زکریا عن الاعمش۔

اور کتاب الجنائز میں ایک سند ذکر کی ہے:

حدثنی من سمع حجاجا الا عوراً بحدیث خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع۔

اور باب الاحتکار میں ایک حدیث کی یہ سند ہے:

حدثنی بعض اصحابنا عمرا و بن عون ثنا خالد بن عبد اللہ۔

اور کتاب الجنائز میں زہری سے روایت کیا ہے:

حدثنی رجال عن ابی ہریرۃ بمثل حدیث من شہد الجنائزۃ۔

ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کے لیے کذب کو جائز نہیں اعتقاد کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں؛ اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی، کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے، اگر اس قول کا مطلقاً اعتبار نہ لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازم آئے گی، اس لیے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے یونہی بدعت معلوم ہو اور جیسے پانچ نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے، اس کی روایت مردود ہوگی، اسی طرح اس کی روایت مردود ہوگی، جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بدعت معلوم ہو کہ یہ دین کے مخالف ہے، (جیسے بت پرستی) اور جو اس طرح نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تمام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مستحق اور پرہیزگار بھی ہو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

بدعت مفستقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی، اس کے رد اور قبول میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے، اس پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی تردید کو قبول کرنے سے اس کے طریقہ کی ترویج ہوگی اور اس کی تعظیم ہوگی، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ پھر بدعتی کی اس روایت کو بھی نہیں قبول کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں کوئی غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی، کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریر کرے۔ اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقریب پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا۔ امام ابو داؤد کے شیخ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

بدعت مکفرہ کا بیان | علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو مجتہم ماننا، یا اللہ تعالیٰ کے علم اجزییات کا انکار کرنا یا قرآن مجید کو مخلوق ماننا کفر ہے۔ ۱۷ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ پر قذف لگانا، حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرنا، چار کے سوا باقی تمام صحابہ کو مرتد ماننا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی یا امتی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانا مثلاً اسلامی حدود پر پھبتیاں کسنا بھی صریح اور غیر مؤول کفر ہے۔

روافض کی روایت کا بیان | صحیح یہ ہے کہ رافضیوں اور سلف پر سب و شتم کرنے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے تو صحابہ کو سب و شتم کرنا بہ طریق اولیٰ فسق ہے، علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت صغریٰ مثلاً تشیع بلا غلو ہو

۱۷۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حنبلہ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۷۲-۷۳، مطبوعہ رحیم آبادی کراچی

۱۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

یا غلو کے ساتھ ہو، مثلاً جو شخص حضرت علی کے خلاف جگہ کرنے والوں کے حق میں کلام کرے، اور یہ تعین باوجود تقویٰ اور برہمیزگاری کے بہ کثرت تابعین اور تبع تابعین میں تھا، اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا سوائے لوگوں کی روایت قبول نہیں ہے، اس قسم کے لوگوں میں کوئی صادق اور امین نہیں ہے بلکہ ان کا شعار کذب اور تعقیب ہے اور ان کی علامت نفاق ہے، اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ذہبی نے لکھا ہے روافض کی روایت کے متعلق تین قول ہیں (۱) مطلقاً منع ہے (۲) کذاب اور وضاع کے علاوہ مطلقاً رخصت ہے (۳) جو حدیث کی معرفت رکھتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ امام مالک نے کہا روافض سے کلام کرنا ان کی روایت قبول کرو، امام شافعی نے کہا میں نے روافض سے زیادہ کسی کو جھوٹ کی گواہی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، یزید بن ہارون نے کہا رافضیوں کے سوا ہر بدعتی کی روایت لکھ لی جاتی ہے۔

فتنی سے تائب کی روایت کا بیان | علامہ نووی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وضاع کے علاوہ ہر فتنی سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے، امام احمد بن حنبل، امام حمیدی اور شیخ بخاری کا یہی قول ہے سیرنی نے کہا جس شخص کی حدیث کو کذب کی وجہ سے ساقط کر دیں ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور جس کو ہم ضعیف قرار دے دیں اس کی اس سے پہلے کی تمام روایات کو ساقط کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہمارے اور دیگر ائمہ مذاہب کے تاعدہ کے خلاف ہے۔

روایت اور شہادت کا فرق | علامہ سیوطی نے روایت اور شہادت میں حسب ذیل وجوہ سے فرق بیان کیے ہیں:

- ۱۔ روایت میں عدد کی شرط نہیں ہے۔ اور شہادت میں عدد کی شرط ہے۔
- ۲۔ روایت میں مطلقاً مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، اور بعض جگہ شہادت میں مرد ہونے کی شرط ہے (مثلاً حدود میں)
- ۳۔ روایت میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں مطلقاً یہ شرط ہے۔
- ۴۔ روایت میں بلوغ کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں یہ شرط ہے۔
- ۵۔ جو بدعت کا داعی ہو اس کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۶۔ وضع سے تائب کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۷۔ جو ایک حدیث میں جھوٹ بولے اس کی پہلی تمام روایات مردود ہو جاتی ہیں، اور جو ایک مرتبہ جھوٹی گواہی دے اس کی پچھلی تمام گواہیاں مردود نہیں ہوتیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۴-۳۲۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
 ۲۔ علامہ یحییٰ بن شرت نواری متوفی ۶۷۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲-۳۲۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

- ۸۔ جو اپنے نفع کے لیے یا اپنے منہ کو دفع کرنے کے لیے شہادت دے اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اس کے برخلاف ایسی روایت مقبول ہے۔
- ۹۔ اصل، فسرع اور غلام کی شہادت مقبول نہیں ہوتی اور ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ روایت میں ایک آدمی کی جرح اور تبدیل بھی صحیح ہے اور شہادت میں صحیح نہیں ہے۔
- ۱۱۔ روایت کی اجرت لینا جائز ہے اور شہادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، (البتہ سواری کی اجرت لے سکتا ہے)۔

۱۲۔ جب تک اصل شہادت ممکن ہو شہادت علی الشہادت جائز نہیں ہے اور روایت میں یہ جائز ہے یہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان

امام احمد، اسحاق، اور ابو حاتم کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے والے کی روایت مقبول نہیں ہے، اور امام ابو نعیم، علی بن عبد العزیز اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے، اور شیخ ابواسحاق ثیرازی کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص حدیث میں مشغولیت کی وجہ سے اپنے عیال کے لیے کسب نہ کر سکے اس کے لیے حدیث کی اجرت لینا جائز ہے۔ ۱۲

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ظاہر قرآن میں اس کی شہادت ہے کیونکہ وصی کو جب حاجت ہو یا یتیم کے مال کی حفاظت کی وجہ سے وہ کسب نہ کر سکے تو وہ یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے۔ ۱۳

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدحافظ کی روایت کا بیان

بدحافظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی صحت، خطا پر راجح نہ ہو، ایک وہ ہے کہ اس کا بدحافظ ہونا تمام حالات میں اس کو لازم ہو اس کی حدیث شاذ ہوتی ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ حافظ کی خرابی اس کو بعد میں عارض ہوئی ہو، اس کے بوڑھے ہونے کے بعد یا اس کی بینائی چلی جانے کے بعد یا اس کی کتابیں جل جانے کے بعد کیونکہ وہ ان کتابوں پر اعتماد کرتا تھا اور پھر اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے لگا، اس راوی کو مختلط کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ تمیز ہو جائے کہ فلاں روایت اس کے اختلاط سے پہلے کی ہے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر تمیز نہ ہو سکے تو اس کی روایت موقوف ہوگی، اسی طرح جس کا معاملہ مشتبہ ہو اس کی روایت بھی موقوف ہوگی، جب بدحافظ، مختلط غیر متمیز، مستور اور بدس کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو متابع اور متابع کے مجموعے سے وہ حدیث حسن لنیرہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدحافظ اور مختلط وغیرہ میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال رکھتی ہے اور جب معتبرین میں سے کوئی روایت ان کے موافق مل جائے تو اس کے صواب کی جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حدیث محفوظ ہے اور وہ توقف کے وجہ سے ترقی کر کے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، اس کے باوجود حدیث حسن لذاتہ کے درجہ سے کم ہوتی ہے۔ ۱۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس راوی کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ حدیث سننے یا سنانے کے وقت تساہل کرتا ہے مثلاً نیند کے عالم میں حدیث سنتا ہے یا اپنی صحت شدہ اصل کے بغیر حدیث بیان کرتا ہے یا اس کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی حدیث میں جس لفظ کی تلقین کی جائے وہ قبول کر لیتا ہے یا اس کو روایت کرنے میں بہ کثرت سہو ہوتا ہے یا اس کی روایت میں بہت شاذ اور منکر حدیثیں ہیں تو ایسے تمام راویوں کی حدیثیں قبول نہیں کی جاتیں، امام ابن المبارک، امام حمیدی اور امام احمد وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو حدیث میں غلطی بتائی جائے اور وہ پھر بھی اپنی روایت پر مصر رہے اس کی تمام روایات ساقط ہو جاتی ہیں بہ بشرطیکہ وہ غنا و اصرار کرے۔ ۲۔

جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان

الفاظ تعدیل کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ: ثقہ، مستقن، ثبت یا حجت، عدل حافظ، یا ضابط۔ دوسرا مرتبہ: صدوق، لا باس بہ، تیسرا مرتبہ: یہ بزرگ ہے، اس کی حدیث لکھی جائیگی، اور غور کیا جائے گا، چوتھا مرتبہ: صالح الحدیث، اس کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جائے گی۔
الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں: یہ قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور یہ لیتن سے کم مرتبہ کا ہے اور جب وہ کہیں ضعیف الحدیث تو یہ قوی نہیں ہے، اس کو چھینکا نہیں جانے گا بلکہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ سے کم مرتبہ کا ہے، اور جب وہ کہیں سڑوک الحدیث یا واہی یا کذاب تو یہ ساقط ہے اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی، نیز ان کے الفاظ ہیں، فلاں شخص سے لوگ روایت کرتے ہیں، وسط ہے، مقارب الحدیث ہے، مضطرب ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، مجہول ہے لاشکا ہے، لیس، بئالک، لیس بذالک القوی، اس کی حدیث میں ضعف ہے وغیرہ۔ ۳۔

حدیث ضعیف کے مراتب

حدیث ضعیف کی بدترین قسم موضوع ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے، پھر اس کے بعد متروک ہے، پھر منکر ہے، پھر معطل ہے، پھر مدرج ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مضطرب ہے، یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ ترتیب ہے، اور علامہ خطابی نے کہا بدترین ضعیف موضوع ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مجہول ہے، اور علامہ زرکشی نے کہا بدترین موضوع ہے، پھر مدرج ہے، پھر متروک ہے، پھر مقلوب ہے، پھر منکر ہے، پھر شاذ ہے، پھر مضطرب ہے، میں کہتا ہوں یہ بہت عمدہ ترتیب ہے لیکن متروک کو مدرج

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبة افکار ص ۷۷۔ ۷۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی ج ۱ ص ۳۲۰-۳۳۹، مطبوعہ مکتبہ ملیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
۳۔ تقریب النوادی ج ۱ ص ۳۲۸-۳۲۲۔

سے پہلے رکھنا چاہیے اور سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام کی ترتیب اس طرح ہے، بدترین ضعیف معضل ہے، پھر منقطع ہے پھر مدلس ہے، پھر مرسل ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔ لہ

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق | علامہ خطیب بن داؤدی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترقیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کسی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ماقظ ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابو ذر یا غنیری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترقیب یا ترمہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے یہ ریا جائز ہے؟

سعیدی غفرلہ

حافظ ابو عمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیر ہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترمہیب و ترمہیب کے دیگر فتون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ ۳۷

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیر ہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ۳۸

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابو یوسف احمد بن علی بن ثابت خطیب بن داؤدی متوفی ۴۶۳ھ، الکفاۃ فی علم الروایۃ ص ۱۳۲-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ علوم الحدیث ص ۹۳، ۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شرح الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا مستہم بالکذب راوی منقول ہو، اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے یہ ڈاکٹر محمد ظہان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ ۱۵ صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نودی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منقول ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ ۱۶

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

موضوع کے مابوا احادیث کو ترغیب، ترہیب، قصص، مواظظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف اسناد کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے، اور جب تم بنیر سند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث

۱۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۱۶۔ ڈاکٹر محمد ظہان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ طان

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نودی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ دار محمد صیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو منسوب کر دے تو یہ نہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازم استعمال نہ کرو بلکہ ترمیض کے صیغہ کو استعمال کرو، (مثلاً روایت ہے) اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ۱

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے بلکہ مواعظ اور قصص میں ترغیب اور ترہیب کے لیے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبد اللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ ۲

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے موضوع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ اس حدیث کی سند میں ضعف شدید نہ ہو۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی ایسے عام قاعدہ کے تحت مسج ہو جس سے کسی کا استثناء نہ کیا گیا ہو۔

(۳)۔ اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔ ۳

احمد محمد شاہ نے بھی ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ۴

تعدداً سانیہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق | حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ متعدد سانیہ سے مروی ہوتی ہیں مثلاً الاذنان من السواں "دونوں کان سر سے ملحق ہیں" جب یہ حدیث متعدد سانیہ سے مروی ہے تو اس کو حسن کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

۱۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۶۶ - ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

۲۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳۲ - ۳۳۳، مطبوعہ دار الام الطبری ۱۴۱۲ھ

۴۔ احمد محمد شاہ، اباعث الحثیث ص ۷۶، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تعدد اسانید سے کسی حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے بلکہ اس حکم میں تفصیل ہے، اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق اور عادل ہو، پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں خلل نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال کی وجہ سے ہو اور ارسال کرنے والا امام حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف لائق ہو جائے گا، اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعدد اسانید سے زائل نہیں ہوتا، اس ضعف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا خندوسے سے ہے۔

حافظ عراقی نے بھی حافظ ابن الصلاح کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔
علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

اگر کسی حدیث ضعیف میں راوی کے حافظہ میں خرابی یا کسی راوی کے ارسال کی وجہ سے ضعف ہو اور اس حدیث کا کوئی راوی کذب سے متہم نہ ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو تو پھر تعدد طرق سے وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس میں اتہام کذب یا شذوذ کا وجہ سے ضعف ہو تو پھر وہ کثرت طرق کے باوجود حسن نہیں ہوتی، مثلاً یہ حدیث:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً۔ جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ تمام حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث کثرت اسانید کے باوجود ضعیف ہے لیکن ایسی حدیث جس کا ضعف کثرت اسانید سے زائل نہ ہو اس حدیث مرسلہ مکہ سے بہر حال اعلیٰ ہوتی ہے جس کے نقل سے پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور ایسی حدیث سے فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
حافظ ابو الحسن ابن القطان مغربی نے تصریح کی ہے کہ حدیث حسن بغیرہ سے ہر جگہ استدلال نہیں ہوتا بلکہ اس پر صرف فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے اور فرض، وجوب اور حرمت کے احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، بل اگر اس کی اسانید متعدد ہوں، یا اتصال عمل کے ساتھ اس کی تقویت ہو، یا کوئی شاہد صحیح اس کے موافق ہو یا ظاہر قرآن میں اس کی تائید ہو تو پھر ہو سکتا ہے۔

یہ قول انصاف کے مطابق ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ان کے نزدیک اس سے استدلال لازم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے ایک حدیث از خیمۃ بصری از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۲۴۳ھ، علوم الحدیث، ص ۳۱۔ مطبوعہ مکتبہ علمین، بیروت۔
۲۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱۔ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، بیروت۔
۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ۔

اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کا اسناد اس پلٹے کا نہیں، اور کتاب العلم میں فضیلت علم میں ایک حدیث روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے اس کو صحیح اس لیے نہیں کہا کہ اس میں ائمہ نے تدلیس کی ہے۔ لہذا علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

جس ضعیف حدیث میں راوی کے فسق کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں بنتی، اور اگر راوی میں فسق نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ لہذا نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرات محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام مثلاً بیع، نکاح اور طلاق وغیرہ، میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا اور کسی پر عمل درست نہیں، الایہ کہ اس میں احتیاط ہو مثلاً بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیحہ او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیء کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراہت بعض الیوم واللائحۃ۔ لہذا علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

ہمارے ائمہ فقہاء، اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے، جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔

الذی اطبق علیہ ائمتنا الفقہاء والاصولیون والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجتہ فی المناقب کما انہ تم باجماع من یعتد بہ حجتہ فی فضائل الاعمال۔ لہذا

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجہ | مذکورہ صدر حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ وجوب اور حرمت کے اثبات میں احادیث ضعیفہ کا اختیار نہیں ہوتا، لیکن فضائل اعمال اور مناقب میں ماویث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قسراتن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن بغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ

- ۱۔ مافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۰۳-۳۰۴، مطبوعہ دار حیا التراث الاسلامی
- ۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التخریر مع التقریر والتجیر ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۸-۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۴۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۲ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحریر کی علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحه كماله كما في التحريم وغيره ۱

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق کا ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں: امام عبد الوہاب شرانی شامی لکھتے ہیں:

ان قيل بضعف شيء من ادلة مذهبه فذلك الضعف انما هو بالنظر للرواية النازلة عن سنده بعد موته (القول) وكفانا صحة الحديث استدلال مجتهد به ۲

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان یسے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام معنی لکھتے ہیں:

ويثبت التعديل بحكم القاضي العدل وعمل المجتهد الشارطين لان له يعلم سوى كونه على وفقه ۳

شاہد کی عدالت، اس قاضی عادل کے فیصلہ اور راوی کی عدالت، اس مجتہد کے عمل سے ثابت ہو جائیگی جو شاہد اور راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہوں، اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہ ہو کہ وہ روایت اس مجتہد کے موافق ہے تو پھر عدالت ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن امیر السکاج اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حاکم شاہد میں عدالت کی شرط لگانا ہو اور وہ غیر عادل کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو وہ حاکم ناسق ہو جائیگا اسی طرح جو مجتہد راوی میں عدالت کی شرط لگانا ہو اور وہ غیر عادل کی روایت سے اجتہاد کرے تو وہ مجتہد بھی ناسق ہو جائے گا۔ اور مفروض یہ ہے کہ حاکم اور مجتہد عادل ہیں اس لیے ان کا کسی شاہد اور راوی کی شہادت اور روایت پر عمل کرنا اس راوی کی تعدیل کے قائم مقام ہے، پھر اس راوی کی روایت پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس روایت کے سوا مجتہد کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس مجتہد کا اس وقت

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، معالم تاریخ ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ عبد الوہاب شرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعہ اکبری ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبوعہ ازہرہ مصر، ۱۳۵۱ھ

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقرير والتجیر ج ۱ ص ۲۲۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

پر عمل کرنا احتیاط فی الدین پر مبنی نہیں ہے، آخری قید سے علامہ ابن ہمام نے ان دو شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کوئی عادل راوی کسی (ضعیف) راوی کی حدیث کو روایت کرے تو وہ اس کی تبدیل ہے یا نہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل نہیں ہے، اور یہ قول حافظ ابن الصلاح نے اکثر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور آمدی اور ابن حاجب کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اور اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کا کسی راوی سے روایت کرنا اس کی تبدیل ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی عادت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر یہ امر معلوم نہ ہو تو پھر اس کا کسی سے روایت کرنا اس کی تبدیل نہیں ہے۔ لہ

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال

کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعمایستدل بہ علی صحۃ هذا الحدیث
استعمال الاثمة من اتباع التابعین الی
عصرنا هذا ایامہ ومواظبتہم علیہ وتعلیمہن
الناس منہم عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ
علیہ۔

جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک بھی ہیں

مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں اس حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

(الاشارہ المرفوعہ ص ۲۳)

لیکن میں نے امام بیہقی کی سنن کبریٰ معرفۃ السنن والاشارہ اور شعب الایمان میں دیکھا ان کتابوں میں یہ عبارت نہیں ہے، واللہ تالی العلم۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی:

عن علی ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
اتی احدکم الصلوٰۃ والامام علی حال فلیصنم

حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام

۱۔ امام ابن امیر الساج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتبجیر ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت
۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ

کما یصنم الامام وقال هذا حدیث غریب
لانعرف احدا اسنده الا ماروی من هذا
الوجه قال والعمل علی هذا عند اهل العلم

جس مال میں جو یعنی رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو تو اسی
طرح کر کے جس طرح امام کر رہا ہے، اور امام ترمذی
نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس سند کے علاوہ یہ کسی
اور سند سے مندرج امر وی نہیں ہے، اور اہل علم کا اسی
حدیث پر عمل ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال النووي واسناده ضعيف نقله
ميرك فكان الترمذي يريد تقوية الحديث
بعمل اهل العلم له

علامہ نووی نے میرک سے نقل کیا ہے کہ اس
حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے
عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔
ملا علی قاری لکھتے ہیں

کشف اور تحجب سے حدیث ضعیف کی تقویت

شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے یہی صلے اللہ

علیہ وسلم سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لاله الا اللہ کہا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور
جس کو اسل کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی میں نے ستر ہزار مرتبہ لاله الا اللہ پڑھا اور
میں نے بالخصوص کسی شخص کے لیے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی، پھر اتفاق سے میں بعض اصحاب کی ایک دھت میں
شریک ہوا، ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے، اچانک وہ کھانے کلا میان
روکے لگا، میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا، اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے،
میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار بار پڑھے ہونے لالہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان اپنے
لگا، اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، شیخ ابن عربی نے کہا میں نے اس حدیث کی صحت کو اس
جوان کے کشف سے جان لیا اور اس جوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔ لے

اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق
جس حدیث کے مدلول پر علماء کا اتفاق ہو
سو ایسی حدیث بھی مقبول ہے اور اس

کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔

ما فظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں:

من جملة صفات القبول التي لم يتعرض
لها شيخنا ان يتفق العلماء على العمل
بمدلول حدیث، فانه يقبل حتى يجب العمل

من جمله ان صفات کے جن کی وجہ سے حدیث
قبول کی جاتی ہے یہ صفت ہے جس کو ہما سے
شیخ نے ذکر نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبہ المدنیہ طمان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ " " " " مرقات ج ۲ ص ۹۹، ۹۸، " " " "

کے مدلول پر علماء متفق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، اور اس کی مثالوں میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور اس کا رنگ تبدیل ہو جائے ... اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور ایک حدیث ہے "وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" اس کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جس آیت میں وارث کے لیے وصیت کا ذکر ہے اس حدیث کو اس آیت کے لیے نسخ قرار دیا ہے۔

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق | جو حدیث کرامت نے قبول کر لیا ہو وہ بھی حجت ہے، خواہ اس کی سند

بہ وقد صرح بذلك جماعة من ائمة الاصول ومن ائمة قول الشافعي رضي الله عنه وما قلت من انه اذا غير طعم الماء وسريحه ولونه يروي عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجه لا يثبت اهل الحديث مثله ولكنه قول العامة لا اعلم بينهم فيه خلافاً و قال في حديث لا وصية لوارث لا يثبت اهل العلم بالحديث ولكن العامة تعلقته بالقبول وعملوا به حتى جعلوا ناسخاً لأية الوصية للوارث - لہ

ضعیف ہو۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ہم نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت دیکھی جس کا مضمون یہ ہے: جو حدیث جماعت ائمہ سے منقول ہو اور امت نے اسے قبول کر لیا ہو، وہ حدیث بھی قطعی ہے، ان ائمہ میں سے قاضی عبدالوہاب مالکی، شیخ ابو حامد اسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبری، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، ابن حامد، ابویعلیٰ بن فرآء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی، اور ان کی مثال منابہ میں سے اور شمس الائمہ خسی حنفی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے کہا امام اشعری، ابواسحاق اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ اکثر اہل کلام کا یہی قول ہے اور یہی تمام محدثین کا مذہب ہے اور عامہ سلف کا بھی یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح نے بھی استنباط کر کے یہی لکھا ہے۔ لہ

الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۴، مطبوعہ احیاء التراث
۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث مع ابواب الحدیث ص ۲۹، مطبوعہ دارالتراث ماہر، ۱۳۹۹ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ مترقی ۷۲۸ھ کی اس عبارت پر بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صرف خبر واحد علم قطعی کا نفاذ نہیں دیتی اور جب امت اس خبر پر عمل کرے گی تو وہ ظن کی بناء پر ہوگا اور اس سے اس خبر کے صدق پر امت کی قطعیت ممکن نہیں کیونکہ یہ جزم بلا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امت باطن میں خطا سے معصوم ہے اور کسی خبر کی تصدیق پر ان کا اجماع اس طرح ہے جیسے کسی عمل کے وجوب پر ان کا اجماع ہو اور ہر چند کہ انفرادی طور پر ان میں سے کسی کا کاذب ہونا یا غلط ہونا ممکن ہے لیکن امت کا مجموعہ کذب اور غلطی سے معصوم ہے، جیسے اہل التواتر میں سے کسی ایک کا کذب یا غلطی ممکن ہے لیکن تمام اہل تواتر سے کذب اور غلطی منتفی ہے۔ ۱۷

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وإذا اذاتلقت الامّة الضعیف بالقبول
یعمل به علی الصحیح حتی انه ینزل منزلة
المتواتر فی انه ینسخ المقطوع به ولهذا
قال الشافعی رحمہ اللہ فی حدیث لا وصیة
لوارث انه لا یثبتہ اهل الحدیث ولكن
العامۃ تلقتہ بالقبول و عملوا به حتی جعلوه
ناسخاً لایة الوصیة۔ ۱۸

جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرے
تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ
حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی، اور اس سے کسی قطعی
حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے
کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے وارث کے لیے وصیت
نہیں ہے یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں
ہے، لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتیٰ کہ
اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی نے امام شافعی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے :-
امام شافعی لکھتے ہیں:

قال وروی بعض الثمامیین حدیثاً
لیس مما یثبتہ اهل الحدیث فیہ: ان
بعض رجالہ مجهولون فروینا عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم منقطعاً وانما قبلنا
بہا وصفت من نقل اهل المغازی واجماع
العامۃ علیہ وان کنا قد ذکرنا الحدیث
فیہ واعتدنا علی حدیث اهل المغازی

بعض شامیوں نے ایک ایسی حدیث روایت کی
ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی
سند میں بعض راوی مجہول ہیں، ہم نے اس کو نہیں منسوخ
کیا کیونکہ اس سے منقطعاً روایت کیا ہے (یعنی مجاہزیوں
نے اس کو منقطعاً روایت کیا ہے، اور شامیوں نے اس
کو متسلاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی
ہیں) ہم نے اس صفت کے ساتھ اس حدیث کو قبول کر

۱۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۷۷، ۲۷۸، مطبوعہ بیاد التراث الاسلامی، ۱۴۰۴ھ

۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغنی بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

عما واجتماع الناس اخبرنا سفيان عن
سليمان الاحول عن مجاهد ان رسول
الله قال: لا وصية لوارث فاستدل لنا
بها وصفت، من نقل عامة اهل المغازی
عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الوصية
لوارث: على ان الموارث ناسخة
للوصية للوالدين والزوجة مع الخبر
المنقطع عن النبي واجتماع العامة
على القول به۔

لیا ہے کیونکہ اس کو اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور
اس پر عام علماء کا اجماع ہے، بے شک ہم نے اس
حدیث کی صفت (انقطاع اور جہل) کو بیان کر دیا ہے
اور ہم نے عام اہل مغازی اور لوگوں کے اجماع پر اعتماد
کیا ہے: سفیان از سلیمان احول از مجاہد روایت ہے:
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث
کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، ہم نے عام
مغازی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وارث
کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں وراثت
کی آیات بھی والدین اور زوجہ کے لیے وصیت کی ناسخ
ہیں اور یہ حدیث منقطع بھی وصیت کے لیے ناسخ ہے
اور عام علماء کا اس قول پر اجماع ہے۔

جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق
علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے حدیث ضعیف سے
استدلال کیا ہے، امام ابو داؤد نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو یائے اور قیاس پر مقدم رکھا
ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ
اور کوئی حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔^۱
میں کہتا ہوں کہ صرف امام اسحاق اور امام ابو داؤد کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ پر حدیث صحیح نہ ملے تو امام
بخاری اور امام ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

اور مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت
سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

وینذکر ان النبي صلى الله عليه وسلم
قضى بالدين قبل الوصية۔^۲

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام

هذا طرف من حديث اخرج احمد و

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالة ص ۱۲۲-۱۳۹، مطبوعہ مکتبہ دار التراث قاہرہ، الطبعة الثانية ۱۳۹۹ھ،

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ السکریۃ ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الامام الطبری،

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۴، طبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

احمد اور امام ترمذی نے از عارضہ الطور از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، امام احمد کے الفاظ یہ ہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا جائے اور تم قرآن مجید میں "وصیت کو قرض سے پہلے پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن امام ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کامل ہے، اور امام بخاری نے بھی اس پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے مقتضیٰ پر سب کا اتفاق ہے، ورنہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔

الترمذی وغیرہما من طریق الحارث و هو الاغور عن علی بن ابی طالب قال قضی لعهد صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین قبل الوصیة وانتم تقرؤن الوصیة قبل الدین لفظ احمد وهو اسناد ضعیف لکن قال الترمذی: ان العمل علیہ عند اهل العلم وكان البخاری اعتمد علیہ لا اعتضاده بالاتفاق علی مقتضاہ والا قلم تجر عادتہ ان یورد الضعیف فی مقام الاحتجاج بہ۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

از عارضہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت پر مقدم ہے اور تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم پڑھتے ہو، اور عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

عن الحارث عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بالدين قبل الوصیة وانتم تقرءون الوصیة قبل الدين والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم انه یبدء الدین قبل الوصیة۔
اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے: ویذکر عن ابی ہریرة رفعہ لا یتطوع الامام فی مکانہ ولم یصح۔

اور مذکور ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اپنی جگہ نفل (سنت وغیرہ) پڑھے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۵ھ، جامع ترمذی ص ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵، " " " "
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

وذلك لضعف اسناده واضطرابه
تقرده به لیث بن ابی سلیم وهو ضعيف،
واختلف عليه فيه، وقد ذكر البخاري
الاختلاف فيه في تاريخه وقال لو ثبت
هذا الحديث - رالي قوله) ويؤخذ
من مجموع الأدلة ان للإمام احوالا
لان الصلوة اما ان تكون مما يتطوع
بعدها ولا يتطوع الا اول اختلاف فيه
هل يتشاغل قبل التطوع بالذکر
المأثور ثم يتطوع به وهذا الذي عليه
عمل الاكثر وعند الحنفية يبدأ بالتطوع
وحجة الجمهور، حديث معاوية ويمكن
ان يقال لا يتعين الفصل بين الفريضة
والنافلة بالذکر بل اذا تنجى من مكانه
كفى به و يترجم تقديم الذکر المأثور
بتقييده في الاخبار الصحيحة بدبر
الصلوة واما الصلوة التي لا يتطوع
بعدها فيتشاغل الامام ومن معه
بالذکر المأثور ولا يتعين له مكان
بل ان شاء وانصرفوا وذكروا و
ان شاءوا امكثوا وذكروا - له

عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند
ضعیف ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے ہاں اس کی روایت
میں لیث بن ابی سلیم متقدم ہے اور وہ ضعیف ہے،
اس میں اختلاف ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں
اس اختلاف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث
ثابت نہیں ہے، اس مسئلہ میں جو دلائل ہیں ان کا
حاصل یہ ہے کہ امام کی کئی حالتیں ہوتی ہیں کیونکہ کبھی نماز
کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور کبھی نہیں، پہلی صورت
میں یہ اختلاف ہے کہ آیا سنتیں پڑھنے سے پہلے ماثور
ذکر کرے اور بعد میں سنتیں پڑھے یا پہلے سنتیں
پڑھے، جمہور کے نزدیک ذکر کے بعد سنتیں پڑھے
اور احناف کے نزدیک پہلے سنتیں پڑھے جمہور کی
ذیل حضرت معاویہ کی حدیث ہے (امام مسلم نے حضرت
معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا: جب تم جموع پڑھو تو کوئی
بات کرنے یا دہان سے نکلنے سے پہلے نماز پڑھو)
اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرض اور نفل میں فصل کرنا
ذکر کرنے میں مختصر نہیں ہے، بلکہ جگہ بدلنے سے
بھی فصل ہو جاتا ہے، البتہ چونکہ احادیث صحیحہ میں
فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہے اس لیے
ذکر کے ذریعہ فصل کرنے کو ترجیح ہے اور جس نماز
کے بعد سنتیں نہیں پڑھی جاتیں (مثلاً فجر اور عصر) ان
میں امام اور مقتدی ماثور ذکر کے ساتھ مشغول ہوں،
اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں، خواہ اسی
جگہ بیٹھیں یا جگہ تبدیل کر لیں۔

بیر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے
روایت کیا ہے۔
من السنة ان لا يتطوع الامام حتى

۱۶ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵، ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۰ھ

یتحول من مکانہ۔

سنتیں نہ پڑھے۔

امام احمد نے کہا حضرت علی کے علاوہ اور کسی سے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا گویا ان کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ روایت ثابت نہیں ہے۔ لے

غرض یہ کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لیے درج کیا کہ ان کو اس مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی، ہرچند کہ اس باب میں حدیث حسن بھی موجود تھی ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک امام ابن ابی شیبہ کی روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے فروتر ہوا

حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان | حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

سابقہ طے تو ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے اور اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو، اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو، بلکہ جب تک ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے کہ اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے ترقف کرنا چاہیے۔ اور جب تک کسی حدیث ضعیف کو نقل کرنے کا ارادہ کرو، یا جس کی صحت اور ضعف میں تردد ہو، بلکہ عینہً تم بعض (مثلاً روایت سے) وارد ہے، حدیث میں آیا ہے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے) کے ساتھ ذکر کرو، اور موضوع حدیث کا ذکر اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اس کے موضوع ہونے کا بیان نہ کیا جاتے۔ لے

امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق | علامہ عبدالوہاب شمرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اسے کبھی استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دارالمنہج، کتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ
۲۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والقدحہ ج ۱ ص ۲۹۱-۲۸۹، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، لاہور

بالکذب ہو تو اس میں کوئی ترجیح نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو دیکھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نے امام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔ لہٰذا

یہ کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جا چکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات عقائد اور فرضیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور فضائل و مناقب ترقیب و ترمیم اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی صحت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنا لیا جاتا ہے۔

روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط | علامہ نووی لکھتے ہیں:

ذیل شروط ہیں:

(۱) - جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس پر اجماع ہے کہ راوی عادل اور ضابط ہونا چاہیے یعنی مسلمان بالغ عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو اور بیدار مغز ہو، اگر وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہو تو ان کا حافظہ قوی ہو، اور اگر وہ اپنی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کے پاس حدیث لکھی ہوئی منضبط ہو، اور اگر وہ روایت بالمعنی کرتا ہو تو حدیث کا ماہر عالم ہو۔

(۲) اس کی عدالت و عدول شخصوں کی تصریح سے ثابت ہوگی یا اہل علم کے درمیان اس کی عدالت مشہور ہو اور ان کا اس کی تعریف کرنا کافی ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، لیث، شعبہ، ابن المبارک، وکیع، ابن معین، ابن مدینی اور اس قسم کے کئی ائمہ میں سے اگر کوئی اس راوی کی تعریف میں کوئی کلمہ کہے تو یہ کافی ہے۔

(۳) - ثقافت متقین کی بہ کثرت موافقت کی وجہ سے اس راوی کا ضبط معروف ہو اور اگر وہ نادرا ان کی مخالفت کرتا ہو تو یہ مضر نہیں ہے اور اگر وہ ان کی زیادہ مخالفت کرے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے۔

۱۔ علامہ عبدالوہاب شرنوبی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر ۱۳۵۱ھ
 ۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۰۴ - ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط | ائمہ ستہ حدیث صحیح کو روایت کرتے ہیں یعنی جس کی سند متصل ہو اس کا راوی مسلم بالغ ماقبل ہو اور وہ اسباب فتق اور ناپسندیدہ حادثوں سے محفوظ ہو، اس کا ملاحظہ صحیح ہو، اس کے پاس وہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہو اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر متصل ہو، باقی ضبط اور اتصال میں ان ائمہ کے مختلف معیار ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ حازمی نے شروط الائمہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو، اس کے تمام راوی ثقات اور کامل الضبط والاتقان ہوں، سفر اور حضر میں طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں اور کبھی وہ اس طبقہ سے کم درجہ کے راوی سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں جو قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوتے ہیں۔ اور امام مسلم ان دونوں طبقوں کے علاوہ کبھی ان کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں جو جرح سے محفوظ نہ ہوں نیز طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں جیسے حاد بن سلمہ، ثابت البنانی اور ایوب وغیرہ۔ لہ

ائمہ ستہ کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

- (۱)۔ امام بخاری کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں اور کامل الضبط والاتقان اور قلیل الملازمۃ مع الشیخ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۲)۔ امام مسلم کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ اور کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۳)۔ امام ابو داؤد کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ، کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ، ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ، ان تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور قلیل الملازمۃ اس چوتھے طبقہ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۴)۔ امام ترمذی ان چاروں طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور پانچواں طبقہ یعنی ناقص الضبط و قلیل الملازمۃ مع غوائل الجرح سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۵)۔ امام نسائی بھی پہلے تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے، ان کی شرائط امام ابو داؤد کی طرح ہیں۔
- (۶)۔ امام ابن ماجہ ان پانچوں طبقوں سے استیعاب کر لیتے ہیں۔

حافظ ابن عبد الستار لکھتے ہیں:

انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام | اسناد یا قرنی صلے اللہ علیہ وسلم پر صراحتہ یا حکمانہم ہو گا یا صحابی پر یا تابعی پر، اول الذکر حدیث مرفوعہ ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوعہ ہے۔ پھر اس سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جائے گا یا آپ کا فعل بیان کیا جائے گا یا آپ کی تقریر

بیان کی جائے گی، تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا اور اس کو زود نہیں فرمایا۔ حدیث موقوف اور مقطوع کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور عکماً کا بیان | حدیث مرفوع قولی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ فرمایا۔

حدیث مرفوع فعلی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث مرفوع تقریری صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کام کیا اور اس پر آپ کا انکار نقل نہ کرے۔ یہ تینوں اقسام مرفوع صریح کی ہیں اور مرفوع قولی عکماً کی مثال یہ ہے:

جو صحابی اسرا ئیلیات کو نقل نہیں کرتا وہ ایسی حدیث بیان کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا بیان لغت سے تعلق رکھتا ہو مثلاً وہ بچہ خلق سے متعلق گذشتہ امور کی خبریں بیان کرے، اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرے یا مستقبل کے واقعات مثلاً قرب قیامت کے نقتی اور احوال قیامت بیان کرے، یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کرے تو یہ حدیث عکماً مرفوع ہے، کیونکہ جن چیزوں میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان کا جاتا صرف سماع کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام کا حرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا متصور ہے، کیونکہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ صحابی اسرا ئیلیات کو نقل نہیں کرتا، اس لیے یہ حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خواہ اس صحابی نے حضور سے براہ راست سنا ہو یا بالواسطہ۔

مرفوع فعلی عکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت علی غازی کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کرتے تھے۔

مرفوع تقریری عکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کام کرتے تھے، اور یہ اس بے حجت ہے کہ ان کے کام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ہوتے تھے، کیونکہ کسی کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے ان کے پاس متعدد مواقع تھے اور وہ زیادہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اس لیے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اور حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم نے جواز عزل پر اس لیے استدلال کیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے درآن حالیکہ قرآن نازل ہوا تھا، اگر یہ ممنوع ہوتا تو اس سے قرآن مجید منع فرمادیتا۔

مرفوع قولی عکماً میں وہ حدیث بھی داخل ہے جو صریح صیغہ کی بجائے صیغہ کنایہ سے مروی ہو، مثلاً تابعی کہے فلاں صحابی اس حدیث کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں یا اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یا آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا آپ کی طرف پہنچاتے ہیں اور کبھی صرف قول پر اقتصار کرتے ہیں اور قائل کو حذف کر

دیتے ہیں، مثلاً ابن سیرین، حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے انہوں نے کہا آپ نے فرمایا تم ایک قوم سے قتال کرو گے، حدیث، خطاب نے کہا ہے کہ یہ اہل بعروہ کی خاص اصطلاح ہے، انہی صحیفوں میں سے صحابی کا یہ قول ہے من السنۃ کذا، اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جب غیر صحابی یہ کہے پھر بھی حدیث مرفوعہ ہے، آئیہ کہ وہ کسی کی سنت کی طرف اضافت کرے، مثلاً یہ سنت العمرین ہے، علامہ یہ ہے کہ جب مطلقاً سنت کا لفظ بولا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے، اسی قبیل سے صحابہ کا یہ قول ہے امرنا بكذا ونہینا بكذا، ہم کو اس چیز کا حکم دیا گیا، ہم کو اس چیز سے روکا گیا، کیونکہ مطلق امر اور نہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجح ہے اور انہی صحیفوں میں سے یہ مبیغہ ہے کنا نفعل کذا، ہم اس طرح کرتے تھے، اور اسی قبیل سے کسی فعل پر صحابی کا یہ حکم لگانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے یا یہ اللہ اور اس کے رسول کی معیت ہے، مثلاً حضرت مبار نے یہ کہا جس نے یوم نیک کو روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، یہ حدیث بھی حکماً مرفوعہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت مبار نے اس حکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

صحابی کی تعریف کی تحقیق | حافظ ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو من لقي النبي صلى الله عليه وسلم
مومناً به ومات على الاسلام ولو
تخللت ما دة في الاصح
صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی جو وہاں حالیکہ وہ آپ پر ایمان لایا ہو اور وہ اسلام پر تہ ہو، اور خواہ درمیان میں وہ مرتد ہو گیا ہو یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاقات سے مراد عام ہے خواہ وہ شخص آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، یا آپ تک پہنچا ہو، خواہ آپ کے ساتھ کلام نہ کیا ہو، اور اس میں آپ کو دیکھنا بھی داخل ہے، خواہ قصداً آپ کو دیکھا ہو یا بتعملاً۔ بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف میں کہا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس تعریف سے نابینا صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے، حالانکہ وہ بلا ترد صحابہ ہیں، اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنہوں نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ پر ایمان لانے کی قید لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو مرتد انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے، لیکن جن لوگوں نے آپ سے ملاقات کی وہاں حالیکہ ان کا ایمان تھا کہ آپ کی بعثت ہوگی لیکن انہوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا، آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں، یہ بحث غور طلب ہے، اس تعریف میں یہ قید ہے کہ ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو، اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے نکل گئے جنہوں نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی اور بعد میں (العباد بالشد) مرتد ہو کر مرے، مثلاً عبید اللہ بن جحش اور ابن خطل، اور تعریف میں یہ قید بھی ہے کہ خواہ وہ میانی عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں۔ یعنی پہلے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے، پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر نہایت ہو، تو وہ بھی صحابی ہیں، خواہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ کی وفات کے بعد، اور خواہ انہوں نے دوبارہ آپ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور تعریف میں آخری قید ہے کہ یہی لیاہ صحیح ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے، پھر ان کو قید کر کے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انھوں نے پھر اسلام قبول کر لیا، حضرت ابو بکر نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ۱۷
اس مسئلہ میں فقہا، احناف اور فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک معروف تعریف یہ ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے، اور اصحاب الاصول کے نزدیک یہ تعریف ہے: جس نے بہ طریق متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طریق مجلس حاصل کی، اور سعید بن مسیب سے یہ تعریف منقول ہے کہ صحابی صرف وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو یا جس نے آپ کے ساتھ ایک یا دو غزوں میں شرکت کی، یہ تعریف ضعیف ہے کیونکہ اس کے اعتبار سے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما صحابی نہیں ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ۱۸
علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی، حافظ ابن الصلاح اور امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے، انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں، اور جس شخص نے آپ کو کفر کی حالت میں دیکھا اور وہ آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا جیسے قیصر کا ایلچی اس تعریف کے مطابق وہ صحابی ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور جس شخص نے آپ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابو ذؤیب خوید بن خالد نہلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ صحابی ہے تو اس تعریف میں تمام امت داخل ہو جائے گی، کیونکہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو دیکھا تھا، نیز یہ تعریف اس پر بھی صادق آئے گی جو آپ کی صحبت میں رہا پھر مرتد ہو گیا، مثلاً ابن خطل وغیرہ، اس لیے اولیٰ تعریف یہ ہے: جس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام پر نوت ہوا، یہ تعریف اس شخص پر بھی صادق آئے گی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر مرا، عراقی نے کہا اس پر صحابی کی تعریف صادق آنے پر اعتراض ہے، کیونکہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مرتد ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ارتداد سے اس کی صحابیت بھی باطل ہو گئی، جیسے قرۃ بن میسرہ اور اشعث بن قیس، اور جن لوگوں نے مرتد ہونے کے بعد آپ کی حیات میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا جیسے عبد اللہ بن ابی مرثد صحابی کی تعریف صادق آنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ اور اس سے پہلی قسم، دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹

۱۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ المفکر ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ رحیم اکادمی کراچی۔

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۷ھ، تقریب النوادی مع التدریب ج ۲ ص ۲۱۲-۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۱۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

امام ابو حنیفہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یكفر بالایمان فقد حبط عمله۔
(مائدہ: ۵)

اور جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

اور امام شافعی قرآن مجید اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یرتد عن دینہ فیدت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصعب النار ہم فیہا خلدون۔ (بقراءۃ: ۲۱۷)

اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرے، تو ان لوگوں کے (نیک) عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا موت علی الکفر پر معلق کیا گیا ہے، اور امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم اور ان کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلا جرم ہے، مرتد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس کفر کو قائم رکھنا حتیٰ کہ کفر پر مرنے اور پہلی سزا ہے دنیا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے ہمیشہ دوزخ میں ہونا، اور پہلی سزا پہلے جرم سے متعلق ہے اور دوسری سزا دوسرے جرم سے متعلق ہے۔ یعنی صرف مرتد ہونے سے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اور اگر اس نے اس کفر کو قائم رکھا حتیٰ کہ کفر پورا تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گا۔

اس لیے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا اور آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کی صحابیت زائل ہو گئی، اب وہ تابعی ہے صحابی نہیں ہے۔

اعلامہ سیوطی لکھتے ہیں:

صحابی کی معرفت کے ذرائع صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طرق اور ذرائع ہیں:

۱۔ توابع: جیسے حضرت ابو بکر اور عمر اور باقی عشرہ مبشرہ کے متعلق توابع سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔
۲۔ مشہوریت: توابع سے کم درجہ کی شہرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صحابی ہے، جیسے حضرت ضمائم بن ثعلبہ اور حضرت عکاشہ۔

۳۔ قول صحابی: کوئی صحابی یہ شہادت دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، جیسے حضرت حمہ بن ابی حمہ دوسی، اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے، تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ شہید ہوں گے۔

۴۔ کوئی تابعی یہ کہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

۵۔ کوئی عادل شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابی ہوں، یہ شرطیکہ اس کا ثبوت ممکن ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال بعد کسی کی صحابیت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے، خواہ وہ اس سے پہلے عادل ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد روئے زمین پر کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد، آپ کی وفات کے سال تھا۔

امویہ میں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ کسی شخص کی صحابیت کا دعویٰ تب مقبول ہو گا جب اس کے معاصر اس کی تصدیق کریں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ چھ سو سال بعدرتن ہندی نے صحابیت کا دعویٰ کیا، یہ شخص بوڑھا درجہ تھا، اس نے صحابیت کا دعویٰ کر کے اتر اور اس کے رسول پر جرات کی۔ لہٰذا تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

خواہ وہ باہمی جنگوں میں مبتلا ہوتے یا نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُنَّا لَكُمْ جُعَلًا كَوَامَةً وَسَطًا۔ (بقرہ، ۱۲۳)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔
ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں
تم بہترین امت ہو۔ (ال عمران، ۱۱۰)

ان آیتوں میں خطاب ان مسلمانوں سے ہے جو ان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے اور وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے ”خیر القرون قرنی“ سب سے بہتر قرن میرا قرن ہے، اور ان کی عدالت پر واضح دلیل یہ ہے کہ وہ عاہلین شریعت ہیں، اگر ان کی روایت مشکوک ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت صرف آپ کی حیات مبارکہ تک منحصر ہے گی اور قیامت تک کے تمام زمانوں پر محیط نہیں رہے گی یہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

کثیر الروایت صحابہ کا بیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد ۴۳۷۵ ہے، ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان کی احادیث کی تعداد ۲۶۳۰ ہے، پھر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۵۴۰ ہے، پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۸۶ ہے، پھر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، پھر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۱۶۰ ہے، ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد ۱۴۲ سے ہے، اور ان کی روایات کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی نشر و اشاعت، لوگوں کے احادیث سننے اس کو یاد کرنے اور روایت کرنے کے علوم اور شیوخ سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔

فقہاء صحابہ کا بیان علامہ نوری لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ فتاویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، مسروق سے

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی منظوم ۱۱ ج، ۹، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۴ - ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ " " " " " " " " تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۴ - مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

" " " " " " " " تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۸، " " " " " " " "

روایت ہے کہ تمام صحابہ کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو درود اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے، اور صحابہ میں سے عبادلہ ہیں (یعنی عبد اللہ نام کے) وہ ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر اور ابن عمرو بن العاص ہیں، ابن مسودان میں نہیں ہیں (علامہ سیوطی نے کہا ہے یہ امام احمد کا قول ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت ابن مسعود کی پہلے وفات ہو گئی تھی، اور یہ لوگ بعد تک زندہ رہے اور ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور جب یہ چاروں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے یہ عبادلہ کا قول ہے، بعض نے کہا عبادلہ تین ہیں اور ان میں سے حضرت ابن الزبیر کو ساقط کر دیا، جو ہری نے صحاح میں اسی پر اقتضار کیا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الصحاح میں اور علامہ رافعی نے دیات میں لکھا ہے کہ عبادلہ چار ہیں اور ان میں حضرت ابن عمرو بن العاص کی جگہ حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا ہے اور زحشری نے مفصل میں لکھا ہے عبادلہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، اور حضرت ابن عباس ہیں۔ یہ ان کا وہم ہے اور اصطلاح میں غلطی ہے) اور ایک سو بیس صحابہ کا نام عبد اللہ ہے۔

میں کہتا ہوں صحیح اصطلاح وہی ہے جس کو علامہ زحشری نے بیان کیا ہے، عبد اللہ نام کے تمام صحابہ میں علم اور تفقہ کے اعتبار سے کوئی صحابی حضرت ابن مسعود کے پائے کا نہیں ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

ہم نے علی بن عبد اللہ مدینی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان تین کے پائے کا کوئی نہیں تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ان میں سے ہر ایک کے بہت شاگرد تھے جو ان کے قول پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے مسروق کی مذکورہ روایت بیان کی ہے، پھر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چھ سے علم حاصل کیا جاتا تھا، حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت، اور ان کا علم ایک دوسرے کے مشابہ تھا، اور حضرت علی، حضرت اشعری، حضرت ابی ان کا علم آپس میں مشابہ تھا، اور امام شافعی نے کہا یہ علم، اجتہاد، تقویٰ اور عقل میں ہم سے بہت بلند تھے

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد | امام ابو زرہ رازی سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ ہیں؟ انہوں نے کہا ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ تھے، اور غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے، امام ابو زرہ سے کہا گیا، کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں، انہوں نے کہا یہ کس کا قول ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں، ان سے پوچھا گیا، اسے ابو زرہ! یہ لوگ کہاں

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
 ۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم اکلدیث ص ۲۶۶-۲۶۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

تھے اور انھوں نے کہا سماع کیا انھوں نے کہا یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہنے والے تھے اور اعراب (دیہاتی) تھے اور جو صحابہ آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے سب نے آپ کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ سے سماع کیا۔ لے

طبقات صحابہ کا بیان علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

مقرر کیے ہیں: طبقات صحابہ میں اختلاف ہے، امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری نے صحابہ کے بارہ طبقات

- ۱۔ جو صحابہ مکہ میں اسلام لائے مثلاً خلفاء اربعہ - ۲۔ اصحاب دار النہد - ۳۔ مہاجرین حبشہ - ۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ - ۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ (یہ اکثر انصار ہیں) - ۶۔ مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے کبا میں پہنچے - ۷۔ اہل بدر - ۸۔ بدر اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ - ۹۔ اہل بیعت رضوان - ۱۰۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ، مثلاً حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمر بن العاص - ۱۱۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ - ۱۲۔ وہ بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو دیکھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں۔

صحابہ میں افضل علی الاطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں، یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے، علامہ خطابی نے کہا حضرت علیٰ حضرت عثمان سے افضل ہیں، ابو بکر بن خزیمہ کا بھی یہی قول ہے، امام مالک، قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام الحرمین نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ تدریب (ابو مسعود بنی آدمی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ سب سے افضل ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر ہیں، پھر اہل اُحد ہیں، پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں، پھر انصار میں سابقین اولین ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف ناز پڑھی، سب سے پہلے حضرت ابو بکر اسلام لائے اور سب سے آخر میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیشی سنہ ۱۱ھ میں فوت ہوئے، ایک قول سنہ ۱۰ھ کا ہے، اور ان سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سنہ ۹ھ میں فوت ہوئے۔ لے

علامہ نووی لکھتے ہیں:

تابعین کا بیان جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے، حاکم نے کہا ان کے پندرہ طبقات ہیں، پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا، ان میں تیس بن ابی حازم اور ابن المسیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اولاد صحابہ سے پیدا ہوئے، جیسے عبد اللہ بن ابی طلحہ، ابی امامہ، سعد بن سہل بن حنیف، ابی اور یس خولانی وغیرہ۔ لے

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری السروی بن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۸-۲۶۹، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۹-۲۳۲، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۳۔ " " " " تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۵

علیہ وسلم۔

سند متصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ہو مرفوع صحابی بسند ظاہرۃ
الاتصال۔یہ صحابی کی روایت کردہ حدیث ہے جس کی سند ظاہر
متصل ہو۔

صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل سے اسی طرح تبع تابعی یا اس سے نیچے درجہ کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ متصل یا سلق ہے، اور بہ ظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بہ ظاہر منقطع ہے، اور جو حدیث حقیقہ متصل ہو وہ اس میں بہ طریق اولیٰ داخل ہوگی، اور بہ ظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی، مثلاً مدرس کی مسنون حدیث یا ابن معاصر کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں وہ بھی سند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ ائمہ کا اس کے سند ہونے پر اتفاق ہے۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا عبد الوهاب

محمد بن المثنی، عبد الوهاب ثقفی، ایوب از ابی قلابہ،
از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن
نہیں ہوگا، جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد
اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ثقفی قال ثنا ایوب عن ابی قلابۃ عن انس
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ
وولدہ والناس اجمعین ۱۶

از روئے لغت اتصال، انقطاع کی ضد ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف کے متعلق علامہ نوری
حدیث متصل کی تعریف لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی
پر علی موقوف ہو، اس کو موصول بھی کہتے ہیں

هو ما اتصل اسنادہ مرفوعا كان او
موقوفا علی من كان ویسمی الموصول۔ ۱۷
علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نوری نے جو یہ لکھا ہے کہ خواہ کسی پر موقوف ہو، اس کے اعتبار سے یہ تعریف اقوال تابعین کو بھی شامل ہے،
اور حافظ ابن الصلاح نے اس کو صرف مرفوع اور موقوف میں منحصر رکھا ہے۔ موقوف کی مثال ہے جیسے مالک از نافع از ابن عمر
از عمر رضی اللہ عنہ۔ عراقی نے یہ کہا ہے کہ جب اقوال تابعین کی اسانید متصل ہوں تو ان کو مطلقاً متصل نہیں کہتے، البتہ تفسیر
کے ساتھ ان کو متصل کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے کلام میں واقع ہے جیسے کہتے ہیں یہ سعید بن مسیب تک متصل ہے یا
زہری تک متصل ہے یا مالک تک متصل ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اقوال تابعین کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اب اگر
اس کو متصل بھی کہیں تو ایک چیز کا دو متضاد صفتوں سے اوصاف لازم آئے گا۔ ۱۸

۱۷۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبة المفکر ص ۸۸۔ ۸۹، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۳۶۵، مطبوعہ نوری محمد نجح المطابع کراچی، ۱۳۶۵ھ

۱۹۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی مع التدریب ج ۱، ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۰۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب النوادی ج ۱، ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اس کی مثال یہ حدیث ہے:
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حدثني يعقوب بن ابراهيم الدوماني
و حجاج بن الشاعر جميعا عن ابي عاصم قال
حجاج بن ابراهيم عاصم انا عزرة بن ثابت انا
عليه بن احمو حدثني ابو نزيه قال صلى
بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر و
صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر
فترل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى
حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر
فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا
بما كان و بما هو كائن فانا علمنا
احفظنا - له

يعقوب بن ابراهيم الدورقي، حجاج بن شاعر، ابو عاصم،
عزرة بن ثابت، علياء بن احمو از ابو زيد روایت ہے: حضرت
ابو زيد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر چڑھ کر
ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا آپ نے منبر سے
اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا،
حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے منبر سے اتر کر ہمیں
نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج
غروب ہو گیا سو آپ نے ہمیں ماکان و ما یכון کی
خبریں دیں پس جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا وہ زیادہ
عالم تھا۔

عالم تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

مختلف الحدیث کا بیان

اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث نہ ہو تو اس کو محکم کہتے ہیں اور صحاح کی
کتا بروں میں اس کی بہت مثالیں ہیں، اور اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث ہو تو یا تو وہ بھی اس کی مثل مقبول
ہوگی یا مردود ہوگی، اگر وہ مردود ہے تو معارض نہیں ہے کیونکہ حدیث قوی میں ضعیف کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑتا،
اور اگر وہ معارض حدیث اس کی مثل مقبول ہے تو اگر ان تطبیق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور اگر تطبیق
ممکن نہیں تو اگر ان میں کسی کا مقدم ہونا اور دوسری کا موخر ہونا معلوم ہو جائے تو وہ منسوخ اور ناسخ ہیں اور اگر یہ بھی
معلوم نہ ہو سکے تو پھر ان حدیثوں میں توفیق کیا جائے گا اور وہ حدیث موقوف کہلائے گی۔

مختلف الحدیث کی مثال یہ ہے "لا عدوی ولا طیرة" (کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ بد فال ہے) اور یہ
بھی حدیث میں ہے:

فر من المجدوم فوارك من الاسد -
جدام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر
سے بھاگتے ہیں۔

یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں اور بہ ظاہر متعارض ہیں، حافظ ابن الصلاح نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ امراض
غور بہ خود متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ سبحانہ نے مریض کے تندرست کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے
کا سبب بنا دیا ہے اور کبھی اس سبب کا تخلف بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ اور اسباب میں ہوتا ہے لہ

۱۔ امام ابو احسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح شجرة الدر ص ۲۶ - ۲۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اس کا محل یہ ہے کہ مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور جس حدیث میں ہے جذام کے مریض سے بھاگو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے اس کا محل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدد ہونے کا سبب بنا دیا ہے جیسے اور اس کا بنائے ہیں لیکن کبھی اس میں تخلف بھی ہو جاتا ہے اور اختلاط کے باوجود مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حافظ ابن عبد مستقانی لکھتے ہیں:

حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان | اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم ہے تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں، نسخ کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اور سب سے مزید یہ ہے کہ خود حدیث میں یہ تصریح ہو جیسے امام مسلم نے حضرت برید سے روایت کیا ہے:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور
فرواوها۔

میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب
تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ یہ حدیث متاخر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،

كان اخرا لامرین من رسول الله
صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما
مسته النام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ تھا کہ
آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھونے سے وضو
کرنے کو ترک فرما دیا تھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام البراء اور نسائی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

افطر الحاجو والمحجوم۔
فصد لگانے والے اور فصد لگانے والے دعا
کا ردہ ٹوٹ گیا۔

امام شافعی نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی اس روایت سے منسوخ ہے۔

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم
احتجج وهو محرم صائم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں فصد لگانے
دراں حالیکہ آپ محرم تھے۔

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے حجۃ کو فتح مکہ کے زمانہ میں روایت کی تھی۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اجماع کی دلالت سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے، مثلاً امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو قتل کر دو، اور اس پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا، اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے، لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے اور زیر بحث صورت

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد مستقانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ اللکرم، ۴۶-۴۷، مطبوعہ رحیم اکبری کراچی

میں اس کی تائید سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، اسی طرح زہری نے قیس بن ذریب سے روایت کیا ہے۔ ۱۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو صحابی بعد میں اسلام لایا ہو اگر اس کی روایت اس صحابی کے معارض ہو جو اس سے پہلے اسلام لایا تھا تو متاخر کی روایت کو ناسخ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے متاخر نے اس حدیث کو اس متقدم سے پہلے یا اس کے ساتھ اسلام لانے والے صحابی سے سنا ہو اور اس کو مرسل روایت کر دیا ہو ہاں اگر وہ متاخر الاسلام صحابی یہ تصریح کرے کہ اس نے اس حدیث کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس کی حدیث کو ناسخ قرار دیا جائے گا۔ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ طلق بن علی کی حسب ذیل روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے منسوخ ہے:
عن طلق بن علی انه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مس الرجل ذكره بعد ما يتوضأ قال هل هو الا بضعة منك -
طلق بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے وضو کے بعد ذکر کو مس کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارا جسم کا ایک عضو ہی تو ہے!

اور اس کی ناسخ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے جس کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:
عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا افضى احدكم بيده الى ذكره ليس بينه وبينها شئ فليتوضأ -
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بلا حجاب اپنے ذکر کو پکڑے تو وہ وضو کرے۔

امام بخاری نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، طلق بن علی کے آنے کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے حضرت ابو ہریرہ کی روایت متاخر ہے اور طلق بن علی کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت ابو ہریرہ کی روایت کو ناسخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ نے اپنے خود سننے کی تصریح نہیں کی، علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن عبد الملک، ضعیف راوی ہے۔ ۲۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جویریہ کی حدیث ہے، کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۲۸، مطبوعہ رحیم آبادی ملتان

۳۔ علامہ محمد اکرم سندھی من علماء قرن السجادی عشر، امعان النظر ص ۹۲-۹۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

فرضیت کا بیان سورہ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا، اور حضرت جریر سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انہوں نے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث بیان کی، اس لئے معلوم ہوا کہ جب موز سے پہنے ہوئے ہوں تو پیر و عورتوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر کی حدیث ہے جو سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔

عن ہمام بن الحارث قال قال جریر بن عبد اللہ ثم توضأ ومسح علی خفیہ قبلہ اتفعل هذا قال وما یمنعنی وقد رايت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ وکان یعجبہم حدیث جریر لان اسلامہ کان بعد نزول المائدۃ - ۱

ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، ان سے کہا گیا آپ اس طرح کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے، جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کو حضرت جریر کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن شہر بن حوشب قال رايت جریر بن عبد اللہ توضأ ومسح علی خفیہ فقلت له فی ذلك فقال رايت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علی خفیہ فقلت له اقبل المائدۃ او بعد المائدۃ فقال ما اسلمت الا بعد المائدۃ - ۲

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبد اللہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، میں نے پوچھا سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انہوں نے کہا میں سورہ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔

لہذا حضرت جریر کے اسلام لانے کی تاریخ سے موزوں کے مسح کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ کا پتہ نہ مل سکے، اور سند یا متن کے لحاظ سے ایک حدیث کو کسی وجہ سے دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا اور دونوں احادیث میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا اور ان پر توقف کیا جائے گا۔

۱۔ امام ابو عبیدہ محمد بن عبید اللہ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ جامع ترمذی ص ۴۰،

۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجۃ الفکر ص ۴۹-۴۸، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان | اگر سند حدیث میں کوئی راوی اپنے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں منقرد ہو اور اس

سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں منقرد سمجھا رہا تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس منقرد راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متابع اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی منقرد کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں، اور اگر دوسرا راوی منقرد کے شیخ کے شیخ سے اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظ روایت کرے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں اور اس کے لیے مثلاً کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اس حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے

تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لیے نحوہ کا لفظ لاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوتی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نختۃ الفکر میں ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں، جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلي الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى ترووا الهلال ولا تفتروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين۔

از مالک از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تم جب تک چاند نہ دیکھو، روزے نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو، عید نہ کرو، اگر تم پر چاند مخفی رہے تو تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی منقرد ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیونکہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کی ہے:

فان غم عليكم فاقدروا له۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے اسی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تامہ ہے: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة ثنا مالك عن عبد الله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون الحديث۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبد اللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔

امام شافعی کا ایک متابع قاصر بھی ہے کیونکہ عام بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ شیخ الشیخ یعنی حضرت ابن عمر سے اکلوا ثلاثین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد عن ابیہ عن محمد بن زید عن جده عبد اللہ بن عمر .

صحیح ابن خزیمہ اب چھپ گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ ابن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ۲۵ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ سعیدی غفرلہ

اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبد اللہ عن فاع عن ابن عمر.... فان اغمی علیکم فاقموا ثلاثین یوماً صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ

المطابع کراچی

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظ متابعت نہیں ہے معنی ہے کیونکہ اس میں اکلوا کا لفظ نہیں ہے۔ اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظاً اور معنیً مشابہ ہو تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس

کی مثال یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار عن محمد بن جنین عن ابن عباس... فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ کراچی) اور شاہد بالمعنی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ.... فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے اور شاہد وہ ہے جو معنیً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر

اطلاق ہو جاتا ہے۔ لہ

علامہ نزوی لکھتے ہیں:

زیادات ثقات کا بیان

ثقة راویوں کا حدیث میں کسی لفظ کو زیادہ روایت کرنا، یہ بھی ایک لطیف فن ہے، فقہاء اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زیادات ثقات مطلقاً نامقبول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے اس حدیث کو ناقص روایت کیا ہے اگر اس کے غیر نے اس کو زیادہ روایت کیا ہے تو مقبول ہے اور اگر ناقص روایت کرنے والے نے ہی دوبارہ زیادہ الفاظ روایت کیے ہوں تو پھر وہ مقبول نہیں ہے، اور شیخ لابن الصلاح) نے زیادتی کی کئی قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ وہ زیادتی جس میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہو وہ مردود ہے۔

۲۔ حافظ ابو الفتح احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبة الفکر ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ جس زیادتی میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو مثلاً کوئی ثقہ راوی حدیث کے کسی جملہ کے ساتھ متفق ہو تو وہ مقبول ہے، خطیب نے کہا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

۳۔ حدیث میں کسی ایسے لفظ کی زیادتی جس کو باقی تمام راوی ذکر نہ کرتے ہوں، جیسے حدیث میں ہے: جعلت لی الارض مسجد او طہوراً۔ تمام زمین میرے لیے مسجد اور تیمم (کا آلہ) بنا دی گئی ہے، ابوماک شجمی اس حدیث میں اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ متفق ہے: وتربتھا طہوراً۔ اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے، شیخ بن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ قسم پہلی قسم کے مشابہ ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے، اور دوسری قسم کے مشابہ ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے، اس لیے مقبول ہے، اور صحیح قول دوسرا قول ہے، یعنی یہ زیادتی مقبول ہے۔ لہذا علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

زیادات الثقات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے:

عن ابن مسعود قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أي العمل أفضل؟ قال الصلاة لوقتها۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔

حسن بن مکرم اور بنار نے اپنی روایتوں میں یہ زیادتی کی فی اول وقتھا "یعنی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا" حاکم اور ابن حبان نے اس زیادتی کو صحیح قرار دیا۔

۲۔ امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس: أمر بلال أن يشق الاذان ويوتر الإقامة۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

حاکم اور ابن حبان نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے۔

سمرین کا حلقہ: آنکھ کا سر بند ہے یہ منسوب المعنی ہے، یعنی آنکھ سمرین کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے سمرین کو بھینچ کر رکھتا ہے اور ہوا خارج ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سمرین کا حلقہ کھل جاتا ہے اور ہوا خارج ہو جاتی ہے۔

۳۔ عن علي ان السنة وكاء العين۔

ابراہیم بن موسیٰ نے اس میں یہ زیادتی کہے ضمن نام فلیتوضا۔ پس جواد ہی سے روایت کی ہے۔

تَحْمَلُ حَدِيثَ كَيْ طَرِقُ اساتذہ سے تحمل اور اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: سماع، قرآن، اجازة، سناؤ، مکاتبة، اعلام، وصییت اور وجادة۔ ان کی تعریف اور تفصیل حسب ذیل ہے:

سَمَاعٌ: خطیب بغدادی کہتے ہیں:

محدثین کے نزدیک سماع سے یہ مراد ہے کہ شاگرد استاذ کے الفاظ سننے، خواہ استاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظہ سے خواہ وہ اپنے شاگرد کو لکھوائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب مدثناً خبر لے، انبأنا، ذکر لنا یا قال لنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاذ نے مجھے یہ حدیث سنائی، امام احمد نے فرمایا حدیثنا اور اخبارنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا جب استاذ خود بیان کرے تو شاگرد حدیثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کے کسی اور ساتھی نے استاذ کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئی علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب ایک استاذ کو پڑھ کر سنانے پر اخیافی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبارنا کہے۔ ۱۵

قِرَاءَاتُ: علامہ نووی لکھتے ہیں:

قرأت سے مراد ہے شیخ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین اس کو عرض بھی کہتے ہیں، خواہ تم نے خود پڑھا ہو یا تمہارے غیر نے پڑھا ہو، اور تم کسی کتاب سے یا اپنے حافظہ سے سن رہے ہو۔ جب کہ شیخ نے اپنی اصل کے سامنے رکھا ہو یا اس کے کسی مومنین نے خواہ شیخ کو وہ روایت محفوظ ہو یا نہ ہو، امام مالک اور ان کے اصحاب اور اشیاخ کے نزدیک قرأت، سماع کے مساوی ہے، اور جمہور اہل مشرق کے نزدیک سماع، قرأت پر مانع ہے اور امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک قرأت سماع پر مانع ہے، اس میں مختلط طریقہ یہ ہے کہ راوی یوں کہے قرأت علی فلان یا قرئی علیہ وانا اسمع فاقرب۔ ۱۶

اِجَازَةٌ: علامہ نووی لکھتے ہیں:

اجازة کی سات اقسام ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
 (۱)۔ ایک معین استاذ (مثلاً امام بخاری) معین شاگرد (مثلاً امام مسلم) کو اجازت دے اور کہے میں تم کو صحیح بخاری کی یا اپنی ان مرویات کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک اس طریقہ سے حدیث کو روایت کرنا جائز ہے، بعض ظاہر یہ نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن ان کا قول باطل ہے۔
 (۲)۔ ایک شخص کسی غیر معین چیز کی اپنے غیر کو اجازت دے مثلاً کہے میں اپنی تمام سموعات کی اجازت دیتا ہوں، اس میں بھی اختلاف ہے، لیکن جمہور نے اس کو جائز کہا ہے۔

۱۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۸-۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
 ۱۶۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۹۶-۲۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ
 ۱۷۔ علامہ بیہقی بن مشرف نووی متوفی ۶۶۹ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۱۶-۱۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

(ج)۔ کسی غیر معین کو عام وصفت کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت دی یا اپنے زمانہ والوں کو اجازت دی، اس میں متاخرین کا اختلاف ہے، قاضی ابوالطیب اور خطیب وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(د)۔ کسی مجہول چیز کی اجازت دے، یا مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہو اور کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی، یا کہے میں نے محمد بن خالد و مشقی کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔

(دھ)۔ کسی معدوم شخص کو اجازت دے، مثلاً فلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہو گا اس کو اجازت دی، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔

(دو)۔ مجیز نے کسی حدیث کو حاصل نہ کیا ہو اور وہ یہ اجازت دے کہ جب وہ اس کو حاصل کر لے تو مجاز اس کی روایت کرے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔

(دب)۔ ایک شخص کو جن مرویات کی اجازت ملی ہو اس کی اجازت دے، مثلاً کہے میں تم کو اپنی مجازات کی اجازت دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا یہ ناجائز ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے، امام دارقطنی، امام ابن عساکر، امام ابونعیم، امام ابوالفتح نصر المقدسی وغیرہم نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ ۱۵

علامہ نورانی لکھتے ہیں:

مناولہ مناولہ کی دو قسمیں ہیں، مناولہ مجردہ اور مناولہ مقرونہ بالاجازۃ۔ مناولہ مقرونہ، انواع اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(د)۔ شیخ، طالب کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں نے فلاں شخص سے ان احادیث کو روایت کیا ہے اب تم ان کو روایت کرو، یا کہے میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، پھر اس تحریر کو اس کی ملک کر دے تاکہ وہ اس کو لکھ لے۔

(دب)۔ طالب نے شیخ سے سن کر جو احادیث لکھی ہیں وہ اپنی مسموعات شیخ کو دے، شیخ ان کا مطالعہ کرے ورنہ حالیکہ وہ حاضر و مانع ہو، پھر وہ اس کو لوٹا کر کہے یہ میری حدیثیں یا میری روایات ہیں ان کو مجھ سے روایت کرو، یا کہے میں نے تمہیں ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، بہ کثرت ائمہ حدیث نے ان کا نام عرض رکھا ہے اور چونکہ قرأت کو بھی عرض کہتے ہیں، اس لیے اس کو عرض المناولہ کہنا چاہیے اور اس کو عرض القرآۃ۔ زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، مجاہد، شعبی، علقمہ، ابراہیم، ابوالعالیہ، ابوالنذیر، ابوالمتوکل، مالک، ابن وہب، ابن القاسم اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ مناولہ بمنزلہ سماع ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ سماع اور قرأت سے کم درجہ کا ہے۔ ثوری، اوزاعی، ابن المبارک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، بوٹیسی، مزنی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔ (ج)۔ شیخ، طالب کو اپنی مسموعات دے اور ان کو روایت کرنے کی اجازت دے، پھر شیخ اس کو ان کا مالک بنانے

۱۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوازی مع التدریب ج ۲ ص ۲۰-۲۹، مختصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

یہ پہلی صورت سے کم درجہ ہے۔ اور طالب کئی لیے ان احادیث کو بخیر سے روایت کرنا جائز ہے۔
 مناد کہ مجرورہ یہ ہے کہ شیخ طالب کو اپنی مسوغات کی اصل یا نقل سے اور صرف اتنا کہے کہ یہ میری مسوغات
 ہیں، فقہاء اور اصحاب الاصول کا مذہب یہ ہے کہ اس میں اس شیخ سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ لہ
 مکاتیبہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

کتابت کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنی مسوغات کسی مادہ شخص کو خود لکھ کر دے یا کسی سے لکھوا کر
 دے، یا کسی نائب شخص کو خود لکھ کر یا لکھوا کر دے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک مجرورہ من الاجازۃ اور دوسری کتابت
 مقرونہ بالا اجازۃ، مقرونہ یہ ہے کہ جی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تم کو اجازت دی، یہ صحت اور قوت میں مناد کہ
 مقرونہ کی مثل ہے۔ اور کتابت مجرورہ یہ ہے کہ اس کو صرف لکھ کر دے۔ قائمی ماوردی شافعی نے کتابت مجرورہ
 روایت کرنے سے منع کی ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے، اور محدثین میں یہی
 مشہور ہے اور ان کی تصنیفات میں یہ عبارت پائی جاتی ہے: میری طرف فلاں نے لکھا اس نے کہا مجھ سے فلاں
 نے حدیث بیان کی اس سے یہی صورت مراد ہوتی ہے، سمعانی نے کہا یہ اجازۃ سے زیادہ قوی ہے، اور اس
 میں راوی کے لیے کاتب کے خط کو پہچاننا کافی ہے۔ لہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اعلام | اعلام یہ ہے کہ شیخ، طالب سے صرف اتنا کہے کہ یہ حدیث میری سنی ہوئی ہے یا اس کتاب میں میری
 سنی ہوئی حدیثیں ہیں اور اس کو روایت کرنے کی اجازت دے (کثیر اصحاب الحدیث، فقہاء اور اصولیین کے
 نزدیک طالب کے لیے اس کو روایت کرنا جائز ہے۔ ابن جریر، ابن الصباغ الشافعی، ابوالسناجس الغزالی المانی
 وغیرہ نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور بہ کثرت محدثین نے یہ تصریح کہے کہ اس کو روایت جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کا سند صحیح
 ہو تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے۔ لہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وصییت | وصییت یہ ہے کہ ایک شخص موت کے وقت یا سفر کے وقت یہ وصییت کرے کہ وہ اس کتاب
 سے روایت کرتا ہے، بعض متقدمین نے کہا جس کے لیے وہ وصییت کرے اس کا اس کتاب سے احادیث
 روایت کرنا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

وجازۃ | یہ وجہ کا مصنوعی مصدر ہے، عرب میں یہ مسوع نہیں ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی راوی
 کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث پر مطلع ہو اور وہ ان احادیث کو اس شخص سے سن کر یا اجازت سے روایت
 نہ کرتا ہو تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے فلاں شخص کی لکھی ہوئی احادیث پڑھی یا پائیں یا اس کی کتاب

۱- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۰-۴۴، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علیہ دینہ مصر ۱۳۹۲ھ
 ۲- " " " " تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۴-۵۵، " " " "
 ۳- " " " " تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۹-۵۸، " " " "

میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا حدیثا فلاں، پھر پوری سند اور متن بیان کرے، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں سے روایت پڑھی۔ اس پر شروع سے لے کر اب تک عمل ہو رہا ہے، بعض لوگوں نے بے تکلفی سے اس میں حدیثا و خبرنا بھی کہا اور ان پر الکار کیا گیا۔ لہ

اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان | اسناد عالی و اسناد نازل: ایک حدیث و سندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم ہوں اور دوسری میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو اسناد عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہو اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

اسناد عالی کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم علو مطلق سے باقی علونسی ہیں:

- (۱) - سند صحیح تطبیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب، یہ علو مطلق ہے۔
 - (۲) - ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا قرب خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک رجال زیادہ ہوں مثلاً سند صحیح کے ساتھ ائمش، ابن جریر یا مالک کا قرب۔
 - (۳) - صحاح ستہ یا دیگر کتب معتبرہ کے رجال میں سے کسی راوی کے ساتھ سند صحیح سے قرب۔
 - (۴) - راوی کی وفات مقدم ہونے کی وجہ سے علو، از بیہقی، از حاکم یہ سند اس سند سے عالی ہے، از ابی بکر بن خلف از حاکم، کیونکہ بیہقی کی وفات ابو بکر بن خلف سے پہلے ہے، اس صورت میں ہر چند کہ عدد برابر ہیں کیونکہ دونوں میں دوراوی ہیں لیکن علو تقدم وفات کی وجہ سے ہے۔
 - (۵) - تقدم سماع کی وجہ سے علو، مثلاً ایک شیخ سے دوراویوں نے سماع کیا ایک نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر چالیس سال تھی اور دوسرے نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ سال تھی تو خواہ سند میں رجال کے عدد برابر ہوں لیکن جس نے شیخ سے پہلے سماع کیا اس کی سند عالی ہے اور یہ علو اس وقت اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب آخر عمر میں شیخ کا حافظہ کمزور یا مختل ہو گیا ہو۔
- دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی کا قرب ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں، موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔

موافقت: موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں اس سے کم رجال ہوں مثلاً امام بخاری ایک حدیث از قتیبہ از مالک روایت کرتے ہیں، اب کوئی دوسرا شیخ کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے روایت کرے اور اس سند میں امام بخاری کی نسبت کم رجال ہوں۔

بدل: اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ یا شیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے اور اس کی سند میں رجال کم ہوں تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً مذکورہ صدر سند میں کوئی شخص قعنبی از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قعنبی

القاسم صلى الله عليه وسلم وقال خلق الله الارض يوم السبت الحديث فقد تسلسل لنا تشبيك كل واحد من رواة بيده من رواه عنه - له

کہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن زمین کو پیدا کیا اس حدیث، پھر ہر مروی عنہ نے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ مدیث روایت کی۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

فصل کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، سر پہ ہاتھ رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، درود شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گنتا، صحافتی کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھانا پلانا، کھجور اور پانی سے دعوت کرنا۔ قول اور نقل دونوں کے تسلسل کے متعلق حافظ عراقی نے یہ مثال دی ہے:

حدثنا محمد بن اسمعيل بن ابراهيم انصاري قال انا والدي ويحيى بن علي بن محمد الفلانسى قال انا علي بن محمد ابى الحسن قال ثنا يحيى بن محمود الثقفي ثنا اسمعيل بن محمد بن الفضل ثنا احمد بن علي بن خلفنا الحاكم ثنا الزبير بن عبد الواحد ثنا يوسف بن عبد الاحد الشافعي ثنا سليمان بن شعيب الكسافي ثنا سعيد الادم ثنا شهاب بن خراش قال سمعت يزيد الرقاشي يحدث عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجد العبد حلاوة الايمان حتى يؤمنن بالقدر خيرة وشره حلوه ومرة قال وقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم على لحيته وقال امنت

بالقدر خيرة وشره حلوه ومرة -

پھر حضرت انس نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر زبیر نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑا اور کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، اور شہاب نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر سعید نے، پھر سلیمان نے، پھر یوسف نے، پھر زبیر نے پھر حاکم نے پھر ابن خلف نے اور اسماعیل نے اور یحییٰ ثقفی نے اور علی بن محمد نے اور یحییٰ بن علی فلانس نے اور ہمارے

۱۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والعذکرہ شرح الفیج ۲ ص ۲۸۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع کہ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المبین بشرح الفیج الحدیث ج ۴ ص ۳۸، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

حافظ ابن عبدعسقلانی لکھتے ہیں:

روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر کے نزدیک جائز ہے اور ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عجمیوں میں سے جو شخص عربی زبان کا عالم ہو اس کے لیے شریعت کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے اور جب ایک عربی لفظ کو دوسری لغت کے لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے تو عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ یہ مفردات میں جائز ہے (مثلاً لیت کی جگہ اسد کہنا) اور مرکبات میں جائز نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قادر ہو اس کے لیے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس کے لیے جائز ہے جس کو حدیث حفظ ہو اور وہ اس کے الفاظ بھول گیا ہو اور اس کا معنی اس کے ذہن میں مرتسم ہو اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے تاکہ وہ حکم حاصل ہو سکے، اور تمام بحث جو نا اور عدم جواز میں ہے درجہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولیٰ ہے قاضی عیاض نے کہا کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہیے تاکہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرأت نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ اور ان کے متبادل الفاظ عربیہ کا ملکہ نہیں ہے۔ ۱۷

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ نے کہا ہم عرب لوگ حدیث بیان کرنے میں تقدیم اور تاخیر کر دیتے ہیں درمخل لبیبہقی و تاریخ ابن عساکر) ابن سیرین نے کہا میں دس صحابہ سے حدیث سنتا تھا ان کا معنی ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے۔ (کفایہ ص ۲۶ و المحدث الفاضل ص ۵۲۳)۔ حسن، شیبی اور نخعی روایت بالمعنی کرتے تھے، حافظ ابن الصلاح نے کہا صحابہ اور متقدمین کے احوال اس کی شہادت ہیں کہ ان میں سے کتنے لوگ ایک معاملہ میں ایک معنی کو مختلف الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا اعتماد فقط معنی پر ہوتا تھا الفاظ پر نہیں ہوتا تھا۔ (علوم الحدیث: ۹۱)۔

نیر علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حماد بن سلمہ نے روایت بالمعنی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے دشمن فرعون کے ایک واقعہ کی مختلف الفاظ سے خبر دی ہے جس کا معنی واحد ہے، مثلاً شہاب قبس فریابا، قبس فریابا یا جدوة من النار فریابا، اسی طرح قرآن مجید میں باقی انبیاء علیہم السلام کے قصص ہیں ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو مختلف زبانوں میں خطاب کیا اور قرآن مجید نے ان کے خطابات کو بالمعنی نقل کیا، اسی طرح احادیث میں انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے خطابات اور اقوال کو بالمعنی نقل کیا گیا، اسی طرح قرآن اور حدیث میں تورات کے اقتباسات کو بالمعنی نقل کیا گیا ہے۔ ۱۸

۱۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن عبدعسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۹-۷۸، مطبوعہ رجم اکیڈمی کراچی، الطب ۲۰۱۲

۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المنیث بشرح الغیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ دارالام

۱۹۔ فتح المنیث بشرح الغیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۴۲، " " "

اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

روایت کرنا اور بعض کو روایت نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا، ان کا یہ قول روایت بالمسنی کے عدم جواز پر مبنی ہے، بعض علماء روایت بالمسنی کو جائز لکھتے ہیں علماء نے ایک خاص صورت میں اختصار حدیث سے منع کیا ہے، جب دوسری مرتبہ بھی مکمل حدیث بیان ملے، اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ کسی اور نے مکمل حدیث کو بیان کر دیا ہے، پھر اس کا اختصار کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے اختصار حدیث کو مطلقاً جائز کہا ہے اور اس کی کوئی تفصیل نہیں کی، ہم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حدیث کا جو حصہ چاہو کم بیان کرو البتہ اس میں زیادتی نہ کرو۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اور عارف کے لیے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہے وہ اس کے ذکر کیے ہوئے حصہ سے متمیز اور غیر متعلق ہو، اس حیثیت سے کہ اس ترک کیے ہوئے حصہ کی وجہ سے اس کے بیان میں خلل نہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہے اور اس کی دلالت مختلف ہو، اس صورت میں اختصار جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس حالت میں — اس کا ذکر کیا ہوا حصہ اور ترک کیا ہوا حصہ دو الگ الگ اور مستقل حدیثیں ہیں اور ایک حصہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ شخص بقدر مرتبہ والا ہونا چاہیے، جس پر تہمت کی کوئی سبیل نہ ہو اور جس شخص اس پائے کا نہ ہو اور جب اس نے ایک مرتبہ پہلی حدیث روایت کی اور جب وہ دوسری بار اس کا بعض حصہ روایت کرے تو اس کو یہ خوف ہو کہ اس پر یہ تہمت لگائی جائے گی کہ اس نے پہلی بار حدیث میں اس حصہ کا اضافہ کیا تھا جس کو اس نے اپنے طبع سے نہیں سنا تھا یا اس پر یہ تہمت لگے گی کہ دوسری بار وہ ایک حصہ کو روایت کرنا بھول گیا اور اس میں ضبط کی قلت ہے اور وہ بہت لفظی کرتا ہے تو ایسے شخص پر بلا جہ سے کہ وہ اپنے نفس سے اس تہمت کو دور کرے اور امام ابو اللیث رازی نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلے ایک حدیث کے ایک حصہ کو روایت کیا اور بعد میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو مکمل روایت کرے اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے مکمل حدیث روایت کی تو اس پر حدیث میں زیادتی کرنے کی تہمت لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زیادتی کو ترک کرے میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو ابتداءً مکمل حدیث بیان کرنی چاہیے۔ ۱۷

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو علماء روایت بالمسنی کو جائز لکھتے ہیں ان کو اختصار حدیث سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس نے حدیث کے بعض حصہ کو نقل کیا اور بعض کو حذف کر دیا اور ان کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ دو منفصل خبروں کے قائم مقام ہیں کسی ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں ہے۔ ۱۸

علامہ سخاوی اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۷۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۹۲-۱۹۳، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ، ۱۳۸۷ھ

۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۷۹۰ھ، فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار اللام الطبری ۱۳۱۲ھ

امام ابو داؤد نے (باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة اللیل میں) روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! میں نے سنا کہ تم کچھ حصہ اس سورت سے پڑھتے تھے اور کچھ حصہ اس سورت کا پڑھتے تھے تو حضرت بلال نے کہا یہ کام طیب ہے اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی تصویر کی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور خوش و خرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنا اور اس میں زیادتی نہیں کی۔ اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرمادیتے اور جو شخص حدیث کا جتنا حصہ بھی روایت کر رہا ہے وہ اس میں صاف ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۱۵

حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں: مصنف کا حدیث واحد کے متن کی تقطیع (پارہ پارہ) کرنا اور حدیث کے ان ٹکڑوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کرنا جواز کے قریب ہے اور عدم جواز سے بعید ہے، امام مالک، امام بخاری اور متقدمائے حدیث نے حدیث کی تقطیع کی ہے اور یہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ ۱۶ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

رشید عطار نے تفسیر صحیح کی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بہ ظاہر امام مسلم کے نزدیک یہ منع ہے، کیونکہ انہوں نے امام بخاری کی طرح مسائل اور احکام کے استنباط کا قصد نہیں کیا اس لیے وہ اختصار اور تقطیع کے بغیر مکمل حدیث کو وارد کرتے ہیں، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے تقطیع کی ہے، خلاصہً امام احمد سے روایت کیا ہے کہ تقطیع نہیں کرنی چاہیے، حافظ ابن الصلاح کا بھی یہی مختار ہے، لیکن علامہ نووی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور حافظ عبدالقنی بن سعید نے تقطیع حدیث کو مستحب لکھا ہے، ابن رقیق العید نے شرح الامام میں لکھا ہے کہ اگر حدیث کے ایک حصہ کو حذف کرنے سے باقی حصہ میں خلل نہیں ہوتا تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر حدیث کے کسی حصہ کو حذف کرنے سے باقی میں خلل واقع ہوتا ہے تو پھر تقطیع مکروہ ہے اور خلل جتنا زیادہ ہوگا کراہت اتنی زیادہ ہوگی۔ ۱۷

اس بحث پر میں اصول حدیث سے متعلق اصطلاحات کے مسائل اور مباحث کو ختم کرتا ہوں، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی تھی کہ میں شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد میں اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھ دوں، سو میں نے اس فرمائش کو پورا کرنے کے لیے یہ مقدمہ لکھا یہ بھی خواہش تھی کہ امام مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھوں، لیکن یہ جلد بہت ضخیم ہو گئی ہے اور اس میں اس کی شرح کی گنجائش نہیں ہے، لہذا میرے اس مقدمہ کو امام مسلم کے مقدمہ کی شرح کے قائم مقام سمجھ لیا جائے۔

۱۵۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۶، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۱۶۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

کئی چیزوں کی تفصیل اور تحقیق کرنے کا ارادہ تھا، لیکن طوالت کے باعث میں نہیں کر سکا، میں نے اس مقدمہ کو بہت آسان سمجھنے کی کوشش کی تاکہ مدیث سے دل چسپی رکھنے والے تمام تارخین اس سے استفادہ کر سکیں، تاہم بعض علمی اصطلاحات کو سہل نویسی کی سہی بسیار کے باوجود من و عن بکھنا پڑا ہے۔

انجیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کو امام مدیث کی فہم کے لیے نافع بنائے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرا حشر خاد میں مدیث کی جماعت میں کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا قرب نصیب فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے وسیلہ نجات اور صدقہ جاریہ کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین
افضل الانبیاء والمرسلین قائد القوم المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ
الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماہ
ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مقدمہ صحیح مسلم

از امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى جَمِيعِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ -

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام
جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی
رحمتیں سیدنا محمد پر نازل فرمائے جو خاتم النبیین
ہیں اور تمام انبیاء پر بھی رحمتیں نازل فرمائے۔

امام مسلم اپنے شاگرد ابواسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيقِي
خَالِقِكَ ذَكَرْتُ أَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ
عَنْ تَعْرِيفِ جُمَلَةِ الْأَخْبَارِ الْمَأْثُورَةِ عَنْ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُنَنِ
الْيَتِيمِ وَأَحْكَامِهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الْخَوَابِ
وَالْعَقَابِ وَالرُّغَيْبِ وَالرُّغَيْبِ وَغَيْرِ
ذَلِكَ مِنْ صُنُوفِ الْأَنْبِيَاءِ بِالْأَسَانِيدِ الَّتِي
بِهَا نُقِلَتْ وَتَدَاوَلَهَا أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهَا
بَيْنَهُمْ فَأَمَّا ذَلِكَ أَمَا شَدَكَ اللّٰهُ أَنْ
تَوَقَّفَ عَلَى جُمَلَتِهَا مَوْفَعًا مُّحْصَاةً
وَسَأَلْتَنِي أَنْ أُلْخِصَّهَا لَكَ فِي التَّالِيفِ
بَلَا تَكْرًا يَكْثُرُ فَإِنَّ ذَلِكَ تَرَعَمْتُ

عدد صلوة کے بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم
نے اپنے رب کی توفیق سے یہ ذکر کیا کہ اصول دین اور
احکام شریعت سے متعلق جو احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہیں ان کو تلاش کر کے جمع کرنا چاہیے، اسی
طرح ثواب اور عذاب اور رغبت اور نفرت اور ان جیسے
موضوعات سے متعلق احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ
جمع کرنا چاہیے جو اہل علم کے نزدیک مقبول ہوں، اللہ
تعالیٰ تم کو ہدایت دے کہ تم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم
کی تمام احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔

تمہاری خواہش یہ بھی تھی کہ میں بغیر کثرت تکرار کے
احادیث جمع کروں کیونکہ کثرت تکرار کا وجہ سے احادیث
میں تدریس اور ان سے مسائل کے استخراج میں دشواری ہوگی

اللہ تعالیٰ تمہیں سرفرد فرمائے میں نے جس وقت تمہاری ان معروضات اور ان کے نتائج پر غور کیا تو میں نے یہ سمجھا کہ اس کام کو کرنے سے ان شاء اللہ مجھے حسن واقبت اور اجر عظیم حاصل ہوگا۔

اور اسے عزیز! جس وقت تم نے مجھ سے اس تالیف کے بارگراں کو اٹھانے کا سوال کیا تو میں نے سوچا کہ اگر میری قسمت سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اور لوگوں کی نسبت اس کا فائدہ سب سے پہلے مجھ ہی کو پہنچے گا۔

اس تالیف کے جمیع مقاصد اور مصالح کو ترطوات کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ بعض ازاں یہ ہیں کہ بکثرت احادیث کو جمع کرنے سے بہتر ہے کہ کم تعداد میں احادیث جمع کی جائیں کیونکہ عوام کے لیے کم تعداد میں احادیث کا محفوظ کرنا آسان ہوتا ہے خاص طور پر وہ لوگ جو حدیث صحیح اور غیر صحیح کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے ضعیف روایات کی بھرمار کرنے سے احادیث صحیحہ پر اختصار کرنا بہتر ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ جو لوگ فن حدیث کے ماہر ہیں اور اسانید کے اسباب و علل کی معرفت رکھتے ہیں ان کے لیے کثرت روایات اور احادیث مکررہ کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عوام الناس جو احادیث کی اسانید میں خاص کی طرح گہری نظر نہیں رکھتے ان کے لیے کثیر روایات کا انبار لگانا بے سود ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ یہ لوگ چند احادیث میں ہی پوری چھان پٹنگ نہیں کر سکتے۔

معرفة القلیل۔
اب ہم تمہاری خواہش کے مطابق مکمل سند کے ساتھ احادیث بیان کریں گے ان احادیث کو جمع کرنے کے لیے ہم نے چند شرائط مقرر کی ہیں ان میں سے بعض

مِمَّا يُشْفِيكَ عَمَّا لَه قَصَدْتَ مِنَ الْعَقْلِ
فِيهَا وَالْإِسْتِنبَاطُ مِنْهَا وَاللَّذِي سَأَلْتَ كَرَّمَكَ اللَّهُ
حِينَ رَجَعْتُ إِلَى تَدْبِيرِهِ وَمَا كَوَّلُ بِهِ
الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَاقِبَةُ مَخْصُودَةٍ وَ
مَنْفَعَةٌ مُوْجُودَةٌ.

وَقَلَنْتُ حِينَ سَأَلْتَنِي تَجَعُّمَ ذَلِكَ
أَنْ لَوْ عَزِمَ لِي عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِي تَعَامَهُ كَانَ
أَوَّلُ مَنْ يُصِيبُهُ نَفْعُ ذَلِكَ إِنِّي وَخَاصَّةً
قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ
يَطُولُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ.

إِلَّا أَنْ جُمِلَةَ ذَلِكَ أَنْ ضَبَطَ الْقَلِيلُ
مِنْ هَذَا الشَّانِ وَالنَّقَاةُ أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ
مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَا سِيَّمَا عِنْدَ
مَنْ لَا تَمْيِيزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِ إِلَّا بِأَنْ
يُوقِفَهُ عَلَى التَّمْيِيزِ غَيْرَهُ كَمَا كَانَ الْأَمْرُ
فِي هَذَا كَمَا فَصَفْنَا فَالْقَصْدُ إِلَى الصَّحِيحِ
الْقَلِيلِ أَوْلَى بِهِمْ مِنْ إِزْدِيَادِ الشَّقِيهِ.

وَأَمَّا يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الْإِسْتِخَارِ
مِنْ هَذَا الشَّانِ وَجَمْعُ الْمَكْرَمَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ
مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ دُرِقَ فِيهِ بَعْضُ التَّقِيظِ وَ
الْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعَلَيْهِ فَذَلِكَ إِنشَاءً
اللَّهُ يَهْجُرُ بِمَا أُوتِيَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى
الْفَائِدَةِ فِي الْإِسْتِخَارِ مِنْ جَمِيعِهِ فَأَمَّا
عَوَامُ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ
مِنْ أَهْلِ التَّقِيظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنَى لَهُمْ
فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْكَثِيرِ وَقَدْ عَجَزُوا عَنْ
تَعْرِاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَخْرِيجِ
مَا سَأَلْتَ وَتَالِيْفِهِ عَلَى شَرِيْطَةِ سَوْنِ أَذْكَرْ هَالِكِ
وَهُوَ إِنَّا نَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةٍ مَا أُسْنِدَ مِنْ

الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَنَفْسِيهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَثَلَاثِ طَبَقَاتٍ
مِنَ النَّاسِ عَلَى غَيْرِ تَكَرُّارٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ مَوْضِعٌ
لَا يَسْتَعْنِي فِيهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيثٍ فِيهِ زِيَادَةٌ
مَعْنَى أَوْ إِسْنَادٌ يَقَعُ إِلَى جَنْبِ إِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ
تَكُونُ هُنَاكَ -

یہ ہیں کہ جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل
مروی ہیں ان کو ہم راویوں کے تین طبقوں میں تقسیم کرتے
ہیں۔ ان احادیث کو ہم نے حتی الامکان بلا تکرار ذکر کیا ہے
سو ان صورتوں کے جہاں تکرار ناگزیر تھا۔ مثلاً ایک حدیث
دوسری سند کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی، کمی یا لفظی تغیر پر
مشتمل ہے یا وہی حدیث کسی اور سند کے ساتھ مروی ہے
جس سند میں کوئی زائد غریبی ہے۔

جب ایک متن حدیث مثلاً دو سندوں کے ساتھ مروی
ہو اور دوسری سند کے ساتھ متن حدیث میں کوئی زائد معنی
ہو تو یہ حدیث ایک مستقل حدیث کے قائم مقام ہوتی ہے
لہذا ہم اس حدیث کو اس کی دوسری سند کے ساتھ دوبارہ
ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں ہم بسا اوقات
اختصار سے کام لیتے ہیں کہ اور بتلا دیتے ہیں کہ اس سند
کے ساتھ اس حدیث میں کمی، زیادتی یا تغیر ہے لیکن جب
کوئی مقام یا مصلحت اس قسم کے اختصار کا متحمل نہ ہو تو
ہماری لیے پوری حدیث کا اعادہ کیے بغیر کوئی چلہ کار
نہیں رہتا تاہم اگر تکرار سے بچنے کی کوئی صورت نکل
سکے تو ہم ہرگز تکرار نہیں کرتے۔

قسم اول میں ہم پہلے ان احادیث کو بیان کریں گے
جن کی اسانید بہ نسبت دوسری اسانید کے عیوب اور
نقص سے محفوظ ہیں جن کے راوی معتبر، ثقہ اور قوی
حاکم، مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلاف
اور کثیر اختلاف نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کردہ احادیث
سے پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اس قسم کے لوگوں کی
روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے
جن کی سند میں بعض ایسے راوی بھی ہوں گے جو ثقاہت اور
قوت حفظ میں قسم اول کے پایہ کے نہیں ہوں گے اگرچہ
تقویٰ اور پرہیزگاری اور صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ
کم نہیں ہوگا۔ مثلاً علی بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث

لِأَنَّ الْمَعْنَى الرَّائِدَ فِي الْحَدِيثِ الْمُحْتَاجَ إِلَيْهِ
يُقَوْمُ مَقَامَ حَدِيثٍ تَامٍ فَلَا بُدَّ مِنْ إِعَادَةِ
الْحَدِيثِ النَّوِيِّ فِيهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ
أَوْ أَنْ يُفَصَّلَ ذَلِكَ الْمَعْنَى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيثِ
عَلَى إِخْتِصَارِهِ إِذَا أَمْكَنَ وَلَكِنْ تَفْصِيلُهُ رَجَبًا
عَسْرًا مِنْ جُمْلَتِهِ فَإِعَادَتُهُ بِهَيْئَتِهِ إِذَا ضَاقَ
ذَلِكَ أَسْلُوًا فَمَا مَا وَجَدْنَا بُدًّا مِنْ إِعَادَتِهِ
بِجُمْلَتِهِ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِمَّا إِلَيْنَا فَلَا نَتَوَلَّى
فِعْلَهُ إِسْنَادًا اللَّهُ تَعَالَى -

فَمَا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّا نَتَوَلَّى أَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ
الَّتِي هِيَ أَسْكَنُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَنْفَعُ مِنْ
أَنْ يَكُونَ نَاقِلُهَا أَهْلُ اسْتِعْمَالٍ فِي الْحَدِيثِ
وَالثَّقَانِ لِمَا نَعْلَمُ الْكُرْبَى وَجَدْنَا فِي رِوَايَتِهِمْ
إِحْتِلَافًا شَدِيدًا وَلَا تَحْلِيظَ فَاحِشٌ كَمَا قَدْ
عُثِرَ فِيهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَبَانَ
ذَلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا نَحْنُ تَقْصِينَا أَخْبَارَ
هَذَا الصَّنِيفِ مِنَ النَّاسِ اتَّبَعْنَا هَآؤُلَ أَخْبَارًا يَقَعُ
فِي إِسَانِيدِهَا بَعْضٌ مَن لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ
بِالْحِفْظِ وَالِاتِّقَانِ كَالصَّنِيفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ
عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِي مَآ وَصَفْنَا وَوَهْمُ

فَاتَّسَمَ السُّنَّ وَالصِّدْقِ وَتَعَالَى الْعِلْمِ
يَسْمَلُهُمْ كَعَطَاءٍ وَبْنِ الشَّائِبِ وَبْنِ
أَبِي زَيْدٍ وَكَيْتِ بْنِ أَبِي سَلِيمٍ وَأَصْرَابِهِمْ
مِنْ حَتَّالِ الْأَكَاذِبِ وَتَعَالَى الْأَحْبَابِ فَهُمْ وَإِنْ
كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسُّنَنِ عِنْدَ
أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ فَغَيْرُهُمْ مِنْ
أَقْرَابِهِمْ مِمَّنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ
الْإِثْقَانِ وَالْإِسْتِقَامَةِ فِي الدِّينِ وَالْأَيْمَةِ
يَفْضَلُونَ تَهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْكَبَةِ لِأَنَّ هَذَا
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ
سَنِيَّةٌ الْآتِرَى أَتَكَ إِذَا وَازَنْتَ هُوَ لَا وَالْقَلْبَةِ
الَّذِينَ سَمِينَهُمْ عَطَاءٌ وَبْنِ زَيْدٍ وَكَيْتَابِ مَنْصُورِ
بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَسَلِيمِ الْأَعْمَشِ وَاسْمِعِيلِ بْنِ أَبِي
حَالِدٍ فِي إِثْقَانِ الْحَدِيثِ وَالْإِسْتِقَامَةِ فِيهِ
وَجَدْتُهُمْ مُبَايِنِينَ لَهُمْ لَا يَدَاؤُونَ تَهُمْ لِأَنَّ عِنْدَ
أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذَلِكَ الَّذِي اسْتَفَاهُوا
عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُورِ وَالْأَعْمَشِ وَاسْمِعِيلِ
وَإِثْقَانِهِمْ لِحَدِيثِهِمْ وَإِنَّهُمْ لَمْ يَعْرِفُوا مِثْلَ
ذَلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَبْنِ زَيْدٍ وَكَيْتٍ وَفِي مِثْلِ ذَلِكَ
مَجْرَى هُوَ لَا إِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْأَقْرَابِ
كَابْنِ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيَّ مَعَ هَوْنِ بْنِ أَبِي
جَبَلَةَ وَأَشْعَثَ الْخُمَرَانِيَّ وَهُمَا صَاحِبَا الْحَسَنِ
وَأَبْنِ سَيْرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ
صَاحِبَاهُمَا إِلَّا أَنَّ الْبُؤْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هَذَيْنِ
بَعِيدٌ فِي كَمَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النَّقْلِ وَإِنْ كَانَ
عَوْنٌ وَأَشْعَثٌ غَيْرَ مَدْفُوعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ
وَأَمَّا مَا نَبَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَكِنَّ الْحَالَ مَا وَصَفْنَا
مِنَ الْمَدْرَلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَلُنَا
هُوَ لَا فِي التَّسْبِيَةِ لِيَكُونَ تَمَثِيلُهُمْ سِمَةً

بن ابی سلیم و بن زید لوگ اگرچہ علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں
تو اہل علم کے نزدیک معروف اور مشہور ہیں لیکن ان کے ہمسر
دوسرے راوی مافظ اور ثقاہت میں ان پر فوقیت رکھتے
ہیں۔ اور جب ہم ان مذکورہ حضرات یعنی عطاء، زید اور لیث
کا مقابلہ، منصور بن معتمر، سلیمان المشی اور اسمعیل بن ابی خالد
سے کر دے تو تم پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ تم مافظ
اور ثقاہت میں ان کے درمیان نمایاں فرق ہے اور
علم و حدیث کے نزدیک اس بات میں کوئی شک نہیں ہے
کہ محبت اور ثقاہت میں عطاء، زید اور لیث کی روایات
کسی حال میں بھی منصور، المشی اور اسماعیل کے ہم پایہ نہیں ہیں
اسی طرح اگر ایک عصر کے راویوں میں مقابلہ کیا جائے
تو باوجود معاصرانہ ہم زمان ہونے کے ان میں نمایاں فرق
ہوگا مثلاً اگر ابن عون اور ایوب سختیانی کا مقابلہ عونت بن عبید
اور اشعث حرانی سے کیا جائے گا لاکھ یہ چاروں حسن
بصری اور ابن سیرین کے شاگرد ہیں تو ان میں واضح فرق
نظر آئے گا، کیونکہ نقل حدیث میں جرہاوت اور فضیلت
ابن عون اور ایوب کو حاصل ہے وہ عونت اور اشعث کو
حاصل نہیں ہوئی، اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں عونت اور
اشعث اہل علم کے نزدیک ان سے کم نہیں ہیں۔ اس کے
باوجود روایت حدیث میں اہل علم نے ابن عون اور ایوب
کا مقام نہیں دیا۔ ہم نے نام لے کر ان راویوں کی صراحت
مثالیں اس لیے دی ہیں کہ جو لوگ محدثین کے اصول اور
تتقید کے طریق کار کو نہیں جانتے وہ آسانی کے ساتھ
راویوں کے مرتبہ کو پہچان سکیں تاکہ بلند مرتبہ شخص کو اس
کی حیثیت سے کم اور کم مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے
زیادہ مقام نہ دیا جائے۔ ہر شخص کی روایت کو اس کی حیثیت کے
مطابق مقام دیا جائے۔ کوئی حق دار اپنے حق سے محروم
نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے منصب کے مطابق مقام ملے
کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان

يَصْدُرُ عَنْ فَمِهَا مَنْ غَيَّبَ عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ
الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِ فِيهِ فَلَا يُقْصَرُ
بِالْوَجَلِ الْعَالِي الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يَرْفَعُ
مَنْعُهُ الْقَدْرَ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنَزَلَتِهِ وَيُعْطَى
كُلُّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقُّهُ وَيُنزَلُ فِيهِ مَنَزَلَةٌ
وَقَدْ ذَكَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنَزَلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ
مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى
ذُكْرًا وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِمُ

فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوَجْوهِ يُؤَلَّفُ
مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ
أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَهَمُونَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا
نَتَّشَأُ عَلَى بَخْرِيَجِ حَدِيثِهِمْ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْرُورٍ
أَبِي جَعْفَرِ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الْقُدُّوسِ
الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ الْمَصْلُوبِ وَغِيَاثِ بْنِ
إِبْرَاهِيمَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو وَآبِي دَاوُدَ التَّحْمِيصِيِّ وَ
أَشْبَاهِهِمْ مِمَّنْ أُلْهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَتَوَلَّى
الْأَخْبَارَ وَكَذَلِكَ مِنَ الْغَالِبِ عَلَى حَدِيثِهِ الْمُتَكْرَرِ
أَوْ الْغَلَطِ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِمْ

وَعَلَامَةٌ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيثِ الْحَدِيثِ إِذَا مَا عَرَضَتْ
رِوَايَةٌ لِلْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ
الْحِفْظِ وَالرِّضَى خَالَفَتْ رِوَايَتَهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ
تَكَدْ تَوَافَقَتْ فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِمْ
كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورًا الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُولٍ
وَلَا مُسْتَعْمَلٍ فَمِنْ هَذَا الصَّرْفِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْرُورٍ وَيَعْقِبُ بْنُ أَبِي أَيْسَةَ
وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمَتَّهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبَادُ بْنُ

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے
ان کے مرتبہ اور منصب کے مطابق سلوک کیا جائے اور
قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ فوق کل ذی علم رہ عالم سے بڑھ کر
کوئی عالم ہوتا ہے۔

اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد و عزیزین!)
ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث
یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبد اللہ بن مسرور، ابو جعفر
مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب
غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو الجادو نخعی اور ان جیسے
دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے
کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے اور
بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی جن کی غالب
روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط
ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں
کریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے
ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں کی حدیث کے مخالف ہو اور ان
مختلف حدیثوں میں کسی طرح موافقت اور مطابقت نہ ہو
سکے۔ پس جس شخص کی اکثر روایات اس قسم کی ہوں تو اس کی
روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا جاتا ہے اور محدثین کے
نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتیں اور نہ وہ قابل عمل ہوتی ہیں
محدثین کے نزدیک ان لوگوں میں عبد اللہ بن مسرور، یحییٰ بن
ابی ایسہ، جراح بن منہال، ابو العطف، عباد بن کثیر، حسین
بن عبد اللہ بن ضمیر، عمر بن مہبان کا شمار ہوتا ہے اسی
طرح جو راوی ان کے اسلوب کے مطابق روایت کرتے
ہیں۔ ان کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

كَثِيرٌ وَحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَبِيْرَةَ وَعُمَرُ
 بْنُ صُهَيْبَانَ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَتِهِ
 الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيثِ فَلَسْنَا نَعْرِجُ عَلَى حَدِيثِهِمْ
 وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِي
 يَعْرِفُ مِنْ مَدَّ هَيْبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَتَفَرَّدُ
 بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ
 شَارَكَ الثَّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ
 فِي بَعْضِ مَا رَوَى وَأَمَعْنِ فِي ذَلِكَ عَلَى
 الْمَوَاقِفِ لَهُمْ فَإِذَا وَجِدْنَا ذَلِكَ كَثْرَةً أَدَّ
 بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قِيلَتْ زِيَادَةٌ فَأَمَّا
 مَنْ تَرَاهُ يَعْبُدُ كَمَثَلِ الزُّهْرِيِّ فِي جِدَالَتِهِ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ
 الْحِفَاطِ الْمُتَقِينِ لِحَدِيثِهِ وَحَدِيثِ غَيْرِهِ أَوْ
 يَمِثُلُ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَحَدِيثِهِمَا
 عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ
 أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثَهُمَا عَلَى الْإِتِّفَاقِ مِنْهُمْ
 فِي أَكْثَرِهِ فَيُرَوَّى عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا
 الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنَ
 أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَكُمْ فِي التَّصْحِيحِ
 مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هَذَا
 الصَّرِيحِ مِنَ النَّاسِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ -

امادیت جمع کرنے میں ہم نے اس مسلک کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ جو راوی اپنی روایت میں متفرد ہو اس کے بارے میں علماء حدیث کا موقف یہ ہے کہ اس شخص کی بعض امادیت کو دوسرے ثقہ اور حفاظ راویوں نے بھی روایت کیا ہو انہوں نے کسی حدیث میں اس کی منفکت کی ہو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ متفرد راوی اپنی حدیث میں بعض الفاظ کو زیادہ روایت کرتا ہے جن کو اس کے دوسرے معاصرين روایت نہیں کرتے تو اس کی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً امام زہری سے روایت کرنے والے کثیر التعداد حفاظ ہیں اسی طرح ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے، ان دونوں اہل کی امادیت بہت مشہور ہیں اور ان کے شاگردوں نے ان کی اکثر روایات کو بالاتفاق روایت کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ابن شہاب زہری اور ہشام بن عروہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا اور یہ شخص ان راویوں میں سے بھی نہیں ہے جو صحیح روایات میں ان کے شاگردوں کا شریک رہا ہو تو ایسی محدث میں اس شخص کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

یہاں تک کہ ہم نے روایت حدیث کے سلسلہ میں محدثین کے مسلک اور موقف کو بیان کر دیا ہے تاکہ جو لوگ اصول روایت سے ناواقف ہیں ان کو آگہی نصیب ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت ان مقامات پر کریں گے جہاں امادیت کا تذکرہ ہوگا۔

اے شاگرد عزیز! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَدَّ هَبِ الْحَدِيثِ وَ
 أَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ آوَى إِلَى سَبِيلِ
 الْقُرْآنِ وَوَقَفَ لَهَا وَسَتَرْنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 شَرْحًا وَإِضَاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ
 ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ
 الَّتِي يُبَلِّغُ بِهَا الشُّرُوحَ وَالْإِضَاحَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى -
 وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلَوْلَا الَّذِي رَأَيْنَا

۱۔ حدیث مسلک کی تعریف ہمارے مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ سعیدی مغزلی

مِنْ سُوءِ صَنِيعٍ كَثِيرٍ مِّمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهُ
 مُعَدَّيًّا فِيمَا يَنْزِلُ مِنْ طَرَحِ الْأَحَادِيثِ
 الضَّعِيفَةِ وَالرَّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَتَرْكِهِمْ
 الْإِقْتِصَارَ عَلَى الْأَخْبَارِ الضَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَةِ
 وَمَتَانَةِ الثَّقَاتِ الْمَعْرُوفُونَ بِالصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ
 بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَإِقْرَارِهِمْ بِالسُّنَنِ
 أَنْ كَثِيرًا مِمَّا يَقْدِرُونَ بِهِ إِلَى الْأَيْدِي
 مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ وَمَنْقُولٌ عَنْ قَوْمٍ
 غَيْرِ مَرْضِيَيْنِ مِثْنُ ذَمِّ الرَّوَايَةِ عَنْهُمْ أَئِنَّكَ
 الْحَدِيثُ مِثْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ
 الْحَجَّاجِ وَسُقَيْنَ بْنِ عَيْثَانَ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدِ
 الْقَطَّانِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ
 مِنْ الْأَيْمَةِ لَمَّا سَأَلَ عَلَيْنَا الْإِدْتِصَابُ لَمَّا
 سَأَلْتَ مِنَ التَّمْيِيزِ وَالتَّخْصِيلِ وَلكِنْ مِنْ
 أَجْلِ مَا عَلَّمْنَاكَ مِنْ كَثِيرِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارِ
 الْمُنْكَرَةِ بِالْأَسَانِيدِ الضَّعِيفِ الْمَجْهُولَةِ وَ
 قَدْ قَهَرْنَا بِهَا إِلَى الْعَوَامِ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ
 غُيُوبَهَا خَفَّ عَلَى قُلُوبِنَا إِنْجَابَتَكَ إِلَى مَا سَأَلْتَ
 وَاعْلَمْ وَفَقَلَ اللَّهُ أَنَّ التَّوَابِعَ عَلَى كُلِّ
 أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرَّوَايَاتِ وَسَقِيئِهَا
 وَثِقَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَمَيِّزِينَ أَنْ لَا يَرَوِيَ
 مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهِ وَالسَّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ
 وَأَنْ يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ أَهْلِ التَّمْيِيزِ وَ
 الْمُعَايِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالذَّلِيلِ عَلَى أَنَّ
 الَّذِي قُلْنَا مِنْ هَذَا هُوَ الَّذِي مَرَدُّونَ مَا خَالَفَهُ
 قَوْلُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ذِكْرُهُ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
 مِنْكُمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَصِيبُوا قَوْمًا يَجْهَلُونَ فَتَضْحَكُوا
 عَلَيْهِ مَا قَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

تہا ہی اس فرمائش کو پورا کرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ ہم
 نے بعض ایسے محدثین کو دیکھا جو احادیث صحیحہ مشہورہ پر
 اکتفا نہیں کرتے جنہیں ان لوگوں نے روایت کیا ہے
 جو اپنی ثقاہت، صدق اور دیانت میں مشہور ہیں خصوصاً
 اس صورت میں جب کہ یہ محدثین خود اپنی زبان سے اس
 بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی بیان کردہ اکثر روایات
 جو نامعلوم افراد کی طرف منسوب ہیں منکرہ اور غیر مقبول ہیں
 اور ایسے افراد سے روایت حدیث کرنے کی فتن حدیث
 کے جلیل القدر ائمہ مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن حجاج،
 سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن
 مہدی وغیرہم نے سخت مذمت کی ہے۔ لہذا جب
 ہم نے یہ دیکھا کہ بعض محدثین احادیث منکرہ کو ضعیف
 اور مجہول سندوں کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور عام
 لوگوں میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث
 کو الگ الگ کر کے چھانٹ سکیں تو ہم نے سوچا کہ تہا ہی
 فرمائش پوری کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ پیش
 کر دیں۔

یاد رکھو جو محدث احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز
 کر سکتا ہو اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان رکھتا ہو
 اس کو صرف ایسی احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو اسناد صحیحہ
 سے مروی ہوں اور ان کے راویوں میں سے کوئی شخص
 بھی جھوٹ کے ساتھ متہم، بدعتی اور مخالف سنت نہ ہو
 اور جس سند کا کوئی راوی اس قسم کا ہو اس کی کوئی حدیث
 ہرگز قبول نہ کرے ہمارے اس قول کی تائید قرآن کریم
 کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ (تدجمہ)

”اے مومنو! جب فاسق تمہارے پاس کوئی خبر
 لے کر آئے تو پہلے اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں لا علمی
 میں تم کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دو جس
 پر بعد میں پچھتا نا پڑے۔“ نیز ارشاد باری ہے جو

تہلکے پسندیدہ گواہ ہوں“ نیز ارشاد ہے ”ان لوگوں کو گواہ بناؤ جو تم میں سے ایسے متفق اور پرہیزگار ہوں“ قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق شخص کی خبر غیر مقبول اور بدین شخص کی گواہی مردود ہوتی ہے۔ ہر جگہ کہ روایت اور شہادت میں کافی فرق ہے تاہم بعض معنات میں وہ مشترک ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اہل علم کے نزدیک اسی طرح مردود ہے جیسے عام لوگوں کے نزدیک اس کی شہادت مردود ہے اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر احادیث غیر مقبول ہیں۔

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر ہونا ثابت ہے اس طرح حدیث ظریف سے بھی فاسق کی خبر کا مردود ہونا ثابت ہے اور اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جس شخص نے ملکہ باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی دستاویز کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ مَا مَنَّ مَرُوضُونَ مِنَ الشَّهَدَاءِ وَقَالَ وَأَشْهَدُ إِذْ وَجَى عَدْلٍ مِّنْكُمْ قَدْ لَاحَظَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَيِّ أَنَّ خَبْرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُولٍ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مُرْدُودَةٌ وَالْخَبِيرُ وَإِنْ فَارَقَ مَعْنَاةً مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي الْأَعْظَمِ مَعْلَانِيهِمَا إِذْ كَانَ خَبْرَ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُولٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا أَنَّ شَهَادَتَهُ مُرْدُودَةٌ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ وَكَانَتِ السُّنَّةُ عَلَى كَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْأَخْبَارِ۔

كَتَبْنَا لَدَلَّةَ الْقُرْآنِ عَلَى نَفْيِ خَبْرِ الْفَاسِقِ وَهُوَ الْأَكْرَمُ الْمَشْهُورُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذَبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوَكِيْعُ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي كَيْلَانَ عَنْ سَمْرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَيْضًا قَالَ نَاوَكِيْعُ عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكُ



باب

بَابُ تَغْلِيظِ الْكُذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ شُعْبَةَ (ر) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رُبَيْعِ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّ اللَّهَ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَدْخُلِ النَّارَ.

۲- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَسْمِعِيلَ يَعْنِي ابْنَ عُلَيْيَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبِيبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّهُ يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْغَبَرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مَتَعَمِدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ

حدیث گھڑنے کی ممانعت

ربیع بن حراش کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تم سے بہ کثرت احادیث بیان کرنے سے صرف یہ چیز روکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عمداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص مجھ پر قصداً افتراء کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

كَذِبَ عَلَىٰ أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَمِّدٍ فَلْيَتَّبِعُوا
مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ
قَالَ نَأَىٰ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَأَىٰ مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَصَدِيُّ
عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْأَسَدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ
شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ
يَذُكُرَانِ كَذِبًا عَلَىٰ لَيْسَ كَذِبٌ عَلَىٰ أَحَدٍ -

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل
روایت ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹ
باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے۔
سو جس نے مجھ پر عمدًا جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ
میں بنا لے۔

بَابُ

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت

حضرت ابہر یہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹے ہونے
کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان
کر دے۔

۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَأَىٰ
أَبِي حَزْمٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأَىٰ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَأَىٰ شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَىٰ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ
بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابہر یہ
سے اسی روایت کے ہم سنی حدیث بیان کی ہے۔

۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَىٰ عَلِيُّ
بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ -

حضرت عمر بن الخطاب بیان فرماتے ہیں کہ کسی
شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے
کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۷ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ
عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ التَّهَدِيَّ
قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ
الْمَذْمُومِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

حضرت امام مالک نے فرمایا ہر سنی ہوئی بات
کو بیان کر دینے والا غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا،
اور نہ ہی ایسا شخص کبھی نبی حدیث میں امام ہو سکتا ہے۔

۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ سَرْحٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ إِعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ
حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَ
هُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَأَعْبُدُ الرَّحْمَنَ
كَأَنَّكَ تَأَسُفِيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَحْسِبُ الْمَرْءُ مِنَ الْكُذِبِ
أَنْ يُحَدِّثَ بِحَدِّ مَأْسِمَةَ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر
سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۱۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ
عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ
إِمَامًا يُقْتَدَى بِهِ حَتَّى يُمِيسِكَ عَنْ بَعْضِ
مَأْسِمَةَ -

حضرت عبدالرحمان بن مہدی نے بیان فرمایا کہ جب
ہمک انسان سنی سنائی باتوں سے اپنی زبان کو نہیں روکے گا
وہ لائق اقتداء امام نہیں ہوگا۔

۱۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عُمَرُ بْنُ
عَلِيٍّ بْنِ مُقَدَّمٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ
سَأَلَنِي إِيَّاسُ بْنُ مَعَاوِيَةَ فَقَالَ إِنِّي أَرَاكَ
قَدْ كَلِمْتَ بَعِيْلَ الْقُرْآنِ فَأَقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةَ وَ
فَسِّرْ حَتَّى أَنْظُرَ فِيهَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ
فَقَالَ لِي إِحْفِظْ عَلَيَّ مَا أَقُولُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّاعَةَ
فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّ قَلَّ مَا حَمَلَهَا أَحَدًا إِلَّا ذَلَّ فِي
نَفْسِهِ وَكُذِّبَ فِي حَدِيثِهِ -

سفیان بن حسین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایاس
بن معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم علم قرآن کے ماہر ہو
میرے سامنے قرآن کریم کی کسی سورت کی تفسیر بیان کرو
تاکہ مجھے تمہارے علم کا اندازہ ہو۔ سفیان نے کہا میں نے
ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میری اس
نیصوت کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ
ایسا کرنے والا شخص خود بھی اپنی نظروں میں حقیر ہوتا ہے
اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۱۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى
قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ
شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا
حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر
تم لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بیان کر دو گے جس کا مطلب
وہ نہ سمجھ سکیں تو یہ چیز ان میں سے بعض لوگوں کے لیے
فتنہ کا سبب بن جائے گی۔

باب

ضعیف روایوں سے روایت کرنے کی نعت

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرَّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ
وَالْإِحْتِيَاظِ فِي تَحْمِلِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اخیر زمانہ میں
لوگ ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے نہ تم نے سنا

۱۳- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ
قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي

أَبُو هَانِيٍّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مَسْلَمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أَنْاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ
بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَيَأْتَاكُمْ
وَأَيَّاهُمْ.

ہوگا اور وہ تمہارے باپ دادا کے لہذا ان سے جس قدر
ممکن ہو روایت رہنا۔

۱۳. وَحَدَّثَنِي حَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حَزْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التَّجِيبِيُّ قَالَ ثنا ابن وهب
قال حدثني أبو شريح أن سمع مشرا حبل
بن يزيد يقول أخبرني مسلم بن يسار أن
سمع أبا هريرة يقول قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم يكون في آخر الزمان رجلاون
كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا
أنتم ولا آبائكم فإياكم وإياهم لا يضلونكم
ولا يفتنونكم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں جھوٹے وہاب
لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن
کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، جس قدر
ممکن ہو تم ان سے روایت رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ
میں نہ مبتلا کر دیں۔

۱۵. وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَ نَاوَكِيَةُ
قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ
عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ
الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ
فَيُحَدِّثُهُم بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكُذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ
فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرَفُ
وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آکر لوگوں کے سامنے
کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے
ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہچانتا
ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات بیان کر رہا تھا۔

۱۶. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ إِنْ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينٌ
مَسْجُونَةٌ أَوْ كَقَهَا سَلِيمٌ يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ
فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ سمندر میں بہت سے شیطان مقید ہیں
جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مقید کیا ہے قرعہ
ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر لوگوں کے سامنے
قرآن پڑھنا شروع کر دے۔

۱۷. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَسَعِيدُ
ابْنُ عَمْرِو الْأَسْعَدِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ
قَالَ سَعِيدٌ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت
عبداللہ بن عباس کے پاس گئے اور جا کر کچھ حدیثیں بیان
کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر

مَجْبِرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يَحْدِثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدَّ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا فَقَادَكَ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عُدَّ لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا فَقَادَكَ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعْرِفْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتَ هَذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا نَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذِبُ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكَنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ -

دہراؤ، بشیر نے وہ حدیثیں دہرا کہ پھر کچھ اور حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر بیان کرو، بشیر نے وہ حدیثیں پھر دوبارہ بیان کیں اس کے بعد بشیر نے عرض کیا میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے میری بیان کردہ تمام احادیث کی تصدیق کی ہے یا سب کی تکذیب کی ہے یا ان میں سے صرف انکی تکذیب کی ہے جبکہ آپ نے دہرایا جو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سے لوگوں نے سچی اور جھوٹی ہر قسم کی احادیث روایت کرنا شروع کیں تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم خود احادیث یاد رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کی جاتی تھیں لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم نے اس فن کو چھوڑ دیا۔

۱۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلَ عَبْدَ الدَّرَّاقِ قَالَ أَنَا مَعَهُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا إِذَا رَكِبْنَا كُلَّ صَعْبٍ وَذَلُولٍ فَهَنَاهَا -

۱۹ - وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ سُكَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْغِيلَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَمْرٍو يَعْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَارَ بَاسِرٍ عَنْ قَلْبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يَحْدِثُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِي لَا آرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أَحَدًا ثَلَاثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَأْتُمْ أَبْصَارُنَا وَاصْفَيْنَا إِلَيْهِ يَا ذَانَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباس کے پاس آکر حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی بیان کردہ حدیث غور سے سنی اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بشیر کہنے لگے اے ابن عباس میں آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ترجمہ بھی نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... تو بے ساختہ ہماری نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور ہم غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مجروح ہر قسم کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں تو ہم صرف ان

۲۰ - وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الصَّبِيءُ قَالَ نَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُبَيْكَةَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي فَقَالَ وَلَدًا نَاصِحًا أَنَا أَحْتَارُ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا وَأَخْفِي عَنْهُ قَالَ قَدْ عَابَقْنَا عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَسْتُرُ بِهَا الشَّيْءَ فَيَقُولُ وَاللَّهِ مَا قَضَى بِهَذَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ضَلًّا -

۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو التَّاقِدُ قَالَ نَاسُفِيَانُ بْنُ عَيْنَةَ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ حَجَّيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ أَرَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَكْتُبُ فِيهِ قَضَاءً عَنِ النَّبِيِّ إِلاَّ حَذَرَ وَأَشَارَ سُلَيْمُ بْنُ عَيْنَةَ بِذَلِكَ -

۲۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعُلُوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْنِي ابْنُ أَدَمَ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَنْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحَدْتُوْا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ آتَى عَلَيْهِمْ أَسَدُؤا -

۲۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عِيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ لَوْ يَكُنْ يَصْدَقُ عَلِيُّ عَلِيٍّ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ إِلَّا مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ -

احادیث کو سنتے ہیں جن کا میں پہلے سے علم ہے۔
ابن ابی میکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی ہاشم کی طرف لکھا کہ میرے پاس کچھ احادیث لکھی ہیں پر شہدہ طریقہ سے بجا دیجئے۔ حضرت ابن عباس نے سنا کہ یہ شخص نیک فطرت ہے میں احادیث کے لکھے ہوئے ذبیروں سے صحیح احادیث منتخب کر کے اس کو روانہ کر دوں گا اس کے بعد حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے لکھے ہوئے فیصلے منگوائے اور ان میں سے بعض آثار لکھنے شروع کیے اور ان آثار کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں تم بخدا اگر حضرت علی نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو وہ گمراہ ہو جاتے (یعنی لوگوں نے آثار علی میں بھی اپنی طرف سے باتیں ملا دی تھیں۔ سعیدی)

طاووس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علی کے فتاویٰ تھے۔ حضرت ابن عباس نے چند سطروں کے سامنے کوٹھا دیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے رسال کے بعد جب بعض لوگوں نے آپ کے اقوال میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں ملا دیں تو حضرت علی کے ایک ساتھی نے کہا خدا ان لوگوں کو غارت کرے! انہوں نے کس قدر عظیم علم کو ضائع کر دیا۔

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے اقوال کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی شخص نے صحیح طور پر بیان نہیں کیا۔

باب

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّينِ وَ
أَنَّ الرِّوَايَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا عَنِ الثَّقَاتِ وَأَنَّ
جَرَحَ الرُّوَاةَ بِمَا هُوَ فِيهِمْ جَائِزٌ لِوَجِبِ
وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْغَيْبَةِ الْمُحَرَّمَةِ

اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت

محمد بن سیرین نے کہا کہ علم حدیث دین کا ایک حصہ ہے لہذا تم کو دیکھنا چاہیے کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔

۲۴ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَاخَمَدُ بْنُ نَزِيدٍ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ وَهَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ عَسَمٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَيْنٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانظُرُوا عَنِ مَنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بدعت سیئہ اور فتنہ داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے لگے اور جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی ہوتے اس کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے اس کو چھوڑ دیتے۔

۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ تَنَا سَمِعِلُ بْنُ زَكْرِيَاءَ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنِ ابْنِ سَيْرِينَ قَالَ لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ قَلَمًا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا اسْمُوا النَّاسَ بِجَانِكُمْ فَيَنْظُرُوا إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرُوا إِلَى أَهْلِ الْبِدْعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ

سیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے ایک ملاقات میں کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ اور دین دار ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

۲۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَيْبِيُّ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ تَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ لَقِيتُ طَاوُسًا فَقُلْتُ حَدِّثْنِي فَلَانَ كَيْتٌ وَكَيْتٌ قَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيئًا فَخُذْ عَنْهُ

سیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

۲۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا مَرْدَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدِ الدَّامِشْقِيِّ قَالَ تَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ قُلْتُ لَطَاوُسٍ إِنْ فَلانًا حَدَّثَنِي بِكَذَا وَكَذَا قَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيئًا فَخُذْ عَنْهُ

۲۸ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَّمِيُّ قَالَ قَالَنَا الْأَضْمَعِيُّ عَنِ ابْنِ الزُّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمْ الْحَدِيثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ ۳ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الشَّقَاتُ .

۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَزَادٍ مِنْ أَهْلِ مَرَوْ وَكَانَ سَمِعْتُ عَبْدِ انَّ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَكَوْلَا الْإِسْنَادُ لِقَالَ مَنْ شَاءَ قَالَ وَقَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْعِيَّاسُ بْنُ رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمِ يَعْنِي الْإِسْنَادُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ أَبَا اسْحَقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عَيْسَى الطَّالِقَانِيَّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ عَمْرًا مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبْنَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُومَ لِهَمَّا مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا اسْحَقَ عَنْ مَنْ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَهُ هَذَا مِنْ حَدِيثِ شَرِّهَا بِنِ خِرَاشٍ فَقَالَ ثَقَمٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ يَنْبَغَةَ قَالَ ثَقَمٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا اسْحَقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْتَاقُ الْمَطِيحِ وَلَكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ إِخْتِلَافٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ

ابن ابی الخنازیر نے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عینہ میں سوا کوئی ایسے دیکھے جو ایک بیوی سے ملے مگر انہیں روایت حدیث کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

مسر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابراہیم سے سنا وہ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ثقہ حضرات کے علاوہ اور کسی سے روایت نہ کرو۔

عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امر دین میں سے ہے اور اگر حدیث کے ثبوت کے لیے سند مزوری نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے دین میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا۔ اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے ستون حائل ہیں اور ابواسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ ابوعبداللہ! اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اپنی ماں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے نماز پڑھنا اور اپنے روزوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے روزے رکھنا تنگی ہے۔ یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا اسے ابواسحاق اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے، میں نے کہا شہاب بن خراش نے، ابن مبارک نے کہا کہ وہ ثقہ راوی ہے اچھا! اس نے کس شخص سے روایت کیا ہے؟ میں نے کہا مجاج بن دینار سے فرمایا مجاج بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اسے ابواسحاق! مجاج بن دینار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے

شَقِيقٌ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ عَلَى رُؤُوسِ النَّاسِ دَعَا أَحَدِيكَ عَنِّي وَبِنِ تَابِتٍ فَإِنَّكَ كَأَنَّكَ لَيْسَتْ السَّلَفَ -

یعنی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن دینار تابع تابعین میں سے ہیں۔ سعید بن مسعود صحیح ہے کہ نقلی، ناز اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنچایا جاسکتا ہے اور علی بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے برسبر عام سنا وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ثابت کی روایات کو ترک کر دو۔ کیونکہ یہ شخص سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے

۳۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ تَنَا أَبُو عَقِيلٍ صَاحِبُ بُهَيْهَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَبِخِي بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ يَخِي لِلْقَاسِمِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّ قَبِيحًا عَلَى مِثْلِكَ عَظِيمٌ أَنْ تَسْأَلَ عَن شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ هَذَا الدِّينِ فَلَا يُوجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا قَرَجٌ أَوْ عِلْمٌ لَا مَخْرَجَ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِأَنَّكَ ابْنُ إِمَامِي هَدَى ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعَمَّ قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ أَقْبَحُ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللَّهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ أَخْذَ عَن غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا أَجَابَهُ -

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن عبد اللہ اور یحییٰ بن سعید کے پاس بیٹھا تھا تو یحییٰ نے قاسم سے کہا کہ ابوالمحمد آپ جیسے عظیم الشان عالم دین کے لیے یہ بات باعث عار ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال کیا جائے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کا حل اور اس کے بارے میں کوئی دینی معلومات نہ ہوں، قاسم نے پوچھا کیوں باعث عار ہے۔ یحییٰ نے کہا اس لیے کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اماموں کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں قاسم نے کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک سب سے زیادہ غلط اور باعث ننگ و عار بات یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے یا کسی سوال کے جواب میں کسی غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے، پھر یحییٰ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۳۲ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُهَيْلَ بْنَ أَبِي عَقِيلٍ صَاحِبَ بُهَيْهَةَ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ سَأَلُوهُ عَن شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهُ يَخِي بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْظَمُ أَنْ يَكُونَ مِثْلَكَ وَأَنْتَ ابْنُ إِمَامِي الْهَدَى يَعْنِي عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تَسْأَلُ عَن أَمْرِ لَيْسَ عِنْدَكَ فِيهِ عِلْمٌ فَقَالَ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَاللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ

حضرت ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے صاحبزادے سے لوگوں نے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا جس کا انھیں علم نہیں تھا یہ دیکھ کر یحییٰ بن سعید ان سے کہنے لگے قسم بہ خدا یہ بات مجھے باعث عار معلوم ہوتی ہے کہ آپ جیسے شخص سے جو جلیل القدر اماموں حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمر کا صاحبزادہ ہو کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ بتا سکے وہ فرمانے لگے خدا کا قسم جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک اس سے زیادہ باعث ننگ و عار یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے

کوئی بات تبتلائے یا کسی سوال کے جواب میں غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے۔

یہی سید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے پوچھا کہ بعض لوگ مجھ سے ایسے راوی کے بارے میں پوچھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہوتا ہے میں ان سے کیا کہوں ان سب نے کہا ان لوگوں سے کہہ دو کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔

نضر کہتے ہیں کہ ابن عساکر اپنے دروازہ کی چوڑھٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے کسی شخص نے شہر بن شہب کی اماریت کے بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا اس کو نیزوں سے نہ پوچھا گیا ہے اس کو نیزوں سے نہ پوچھا گیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں یہی لوگوں نے اس کی تصنیف کر کے اس کو جرح اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھائل کیا ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری شہر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی اماریت کو قابل روایت نہیں سمجھا۔

عل بن حسین بن واقد بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر کی عادات اور خصائل سے آپ واقف ہیں وہ باوجود عابد و زاہد ہونے کے بڑی عجیب و غریب عادات بیان کرتے ہیں آپ کی کیا حالت ہے میں لوگوں کو ان کی عادات بیان کرنے سے روک دوں۔ سفیان ثوری نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب کسی محل میں عباد کا ذکر ہوتا تو میں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتا لیکن اس کی عادات قبول کرنے سے لوگوں کو روک دیتا۔

عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا یہ شخص عباد بن کثیر ہے ان کی بیان کردہ عادات سے احتراز کیا کرو۔

عَنِ اللَّهِ أَنْ أُولَ بَعِيرٍ عَلَّمَ أَوْ أُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ لَيْبَةٍ قَالَ وَشَهِدَ هُنَا أَبُو عَقِيلٍ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِينَ قَالَ ذَلِكَ

۳۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ أَبُو حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْخُوَرِيِّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُونُ فَبُتًا فِي الْحَدِيثِ قِيَامًا تَبِي الرَّجُلُ فَيَسْأَلُنِي عَنْهُ قَالُوا أُخْبِرُ عَنْهُ أَنْتَ لَيْسَ بِثَبَتٍ -

۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ يَقُولُ سَأَلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيثٍ لِشَهْرِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى أُسْكُفَةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا تَزَكُوهُ إِنَّ شَهْرًا تَزَكُوهُ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَبَّاجِ يَقُولُ أَخَذْتُهُ أَلْسِنَةَ النَّاسِ تَكَلَّمُوا فِيهِ -

۳۵ - حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ سَأَلْتُ شَبَابَةَ قَالَ قَالَ قَالَ شُعْبَةَ وَقَدْ لَقِيتُ شَهْرًا فَلَمْ أَعْتَدِ بِهِ -

۳۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرُوقٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ الْخُوَرِيِّ إِنَّ عِيَادَ بْنَ كَثِيرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهُ وَإِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ فَتَرَى أَنَّ أَوْلَ لِلنَّاسِ لَا تَأْخُذُ وَأَعْنَهُ قَالَ سُفْيَانُ بَلَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَكُنْتُ إِذَا كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيهِ عِيَادُ أَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِي دِينِهِ وَأَقُولُ لَا تَأْخُذُ وَأَعْنَهُ -

۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ إِنَّتَهَيْتُ إِلَى شُعْبَةَ فَقَالَ هَذَا عِيَادُ بْنُ كَثِيرٍ فَاحْذَرُوهُ -

۳۸۔ وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ
مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى
عَنْ عَبَادِ بْنِ كَثِيرٍ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عَيْسَى ابْنِ
يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَسُفْيَانُ عِنْدَهُ
فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ
كَذَّابٌ -

۳۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي عَفَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا تَرَ الصَّالِحِينَ فِي
شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي
عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
الْقَطَّانِ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا تَرَ
أَهْلَ التَّحِيرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ
قَالَ مُسْلِمٌ يَقُولُ يَجْرِي الْكِذْبُ عَلَى لِسَانِهِمْ
وَلَا يَتَعْتَدُونَ الْكِذْبَ -

۴۰۔ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ تَنَاوَزَ
بْنُ هَارُونَ فَتَالَ أَخْبَرَنِي خَلِيفَةُ بْنُ مُوسَى
قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَجَعَلَ
يُنَدِي عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَ الْبِرْلُ
فَقَامَ فَتَنَظَّرْتُ فِي الْكُرَّاسَةِ فَإِذَا فِيهَا حَدَّثَنِي
أَبَانٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانَ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ
وَقُمْتُ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيَّ يَقُولُ
رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامِ أَبِي الْمُقْدَامِ
حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي
رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
كَعْبٍ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامٌ
سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ

۳۸۔ فضل بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے معلیٰ رازی
سے محمد بن سعید کے متعلق سوال کیا جس سے عباد بن کثیر
نے روایت کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے
بتایا کہ میں ایک دن اس کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کے
پاس سفیان تھے جب سفیان باہر نکلے تو میں نے ان سے
اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ یہ بہت
جھوٹا شخص ہے۔

۳۹۔ سعید قطان بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت سے
نیک لوگوں کو حدیث میں جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ابن
ابی عتّاب کہتے ہیں کہ میری ملاقات سعید قطان کے صاحبزادے
سے مولیٰ انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے ہیں کہ
انہوں نے صاحبین کو حدیث کے سوا اور کسی بات میں جھوٹ
بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی توجیہ میں فرماتے
ہیں کہ یہ لوگ حدیث شریف میں جھوٹی باتوں کا اضافہ نہیں
کرتے تھے البتہ اتفاقاً حدیث کے معاملہ میں ان کی زبان
سے جھوٹ نکل جاتا تھا۔

۴۰۔ خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن عبد اللہ
کے پاس گیا تو وہ مجھے مکحول کی روایت کردہ حدیث سنانے
لگا اسی دوران ان کو پیشاب آگیا میں نے اس وقفہ میں
ان کی اصل کتاب کو دیکھا تو اس میں وہ روایت اس طرح تھی کہ
ابان نے انس سے روایت کی اور ابان نے فلاں شخص سے
”میں اسی وقت وہاں سے چلا گیا اور میں نے حسن بن علی
الحلوانی سے یہ سنا کہ میں نے عفان کی ”اصل کتاب“ میں عمرو
بن عبد العزیز کی حدیث ہشام ابی مقدم کی سند سے دیکھی،
ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی
جس کو یحییٰ بن فلاں کہا جاتا ہے اور وہ محمد بن کعب سے
روایت کرتا ہے حلوانی کہتے ہیں کہ میں نے عفان سے
پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے اس حدیث کو محمد بن کعب
سے سنا ہے۔ عفان نے کہا اسی وجہ سے تو ہشام کو صحیف

فَقَالَ إِنَّمَا أَبْتَلِي مِنْ قَبْلِ هَذَا الْحَدِيثِ كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعَى بَعْدَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ -

کہا جاتا ہے۔ پہلے مسلم کہتا تھا کہ میں یحییٰ سے روایت کرتا ہوں اور اب وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں بعد میں وہ اس واسطے کہ صحت کر کے کہنے لگا میں براہ راست محمد بن کعب سے روایت کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عثمان بن جبلة بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے پرچھا وہ کون شخص ہے جس سے آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "عید الفطر تحفہ تھائف کا دن ہے"۔ ابن مبارک نے جواب دیا سلیمان بن حجاج سے اور فرمایا میں نے جو تم کو سلیمان بن حجاج کی احادیث بیان کی ہیں تم ان میں غور و فکر کر لینا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے حدیث "مدم سے کم خون کی نجاست مصلح ہے" کے راوی روم بن غلیف کو لوگوں میں بیٹھے دیکھا لیکن چونکہ اس کی حدیث ناقابل قبول سمجھی جاتی تھی لہذا اس کی روایت کے مکروہ ہونے کی وجہ سے مجھے شرم آیا تھی کہ کہیں میرے اصحاب مجھے اس کے ساتھ دیکھ نہ لیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ بقیہ سچا آدمی ہے لیکن وہ ہر آنے، ہانے والے شخص سے حدیث روایت کرتا ہے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ عمارت اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی مگر وہ جھوٹا شخص تھا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ عمارت اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور شعبی اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ وہ جھوٹا شخص ہے۔

علقمہ نے کہا میں نے قرآن کریم دو سال میں یاد کر لیا۔ عمارت نے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کو حاصل کرنا

۲۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَازٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَيَوْمَ الْفِطْرِ يَوْمَ الْجَوَائِزِ قَالَ سَلِمَةُ بْنُ الْحَبَّاحِ أَنْتَ مَا وَضَعْتَ فِي يَدِي مِنْهُ قَالَ ابْنُ قَهْرَازٍ وَسَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ زَمْعَةَ يَذُكُرُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَمْرُو اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ لَوْ رَأَيْتَ رَوْحَ بْنَ غَطِيفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدُ رَدَّ رُحْمَهُ وَجَلَسَتْ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ اسْتَحْيِي مِنْ أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْنِي جَالِسًا مَعَهُ كَرَّةَ حَيْثُ يَخْبِي -

۲۲ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ قَهْرَازٍ قَالَ سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُولُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةٌ صَدُوقُ اللِّسَانِ وَلكِنَّهُ يَأْخُذُ عَنْ مَنْ آقَبَلَ وَأَدْبَرَ -

۲۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِرِيُّ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ لَهْمَدَانِيٌّ وَكَانَ كَذَّابًا -

۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَسْرَةَ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي سَامَةَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ -

۲۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِرِيُّ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ

الْقُرْآنَ فِي سَنَتَيْنِ فَقَالَ الْخُرَيْثُ الْقُرْآنُ هَيِّنٌ
وَالْوَحْيُ أَشَدُّ -

آسان ہے اور احادیث کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

۲۶ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا
أَحْمَدُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ قَالَ نَا زَائِدَةٌ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرَيْثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ
الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْوَحْيُ فِي سَنَتَيْنِ أَوْ
ثَلَاثِ سِنِينَ فِي الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ فِي سَنَتَيْنِ -

حارث نے کہا کہ میں نے قرآن کریم کو تین سال میں
اور حدیث شریف کو دو یا تین سال میں حاصل کیا ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حارث (کذب یا رفض
کے ساتھ) متہم تھا۔

۲۷ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِي
أَحْمَدُ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زَائِدَةٌ عَنْ مَنْصُورٍ
وَمُعِيذَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرَيْثَ أَمَّهُمْ -

حمزہ زریات بیان کرتے ہیں کہ قرہ ہمدانی نے حارث
سے کوئی (دھوٹی) حدیث سنی، انہوں نے حارث سے
کہا دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور وہ اپنی تلوار اٹھلائے، حارث
کو بھی خطرہ کا احساس ہو گیا اور وہ فوراً بھاگ گیا۔

۲۸ - وَحَدَّثَنَا كَثِيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ
عَنْ حَمْرَةَ الزِّيَّاتِ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَةَ الْقَهْمَدَانِيَّ
مِنَ الْخَارِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ أُقْعَدُ بِالْبَابِ
قَالَ فَدَخَلَ مَرْثَةً وَأَخَذَ سَيْفَهُ وَقَالَ وَأَحْسَنُ
الْخُرَيْثُ بِالسَّرِّ فَذَهَبَ -

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے کہا
مغیرہ بن سعید اور ابو عبد الرحیم سے روایت کرنے میں
احتراز کرنا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے شخص ہیں۔

۲۹ - وَحَدَّثَنِي عُبيدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ وَقَالَ
نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيمُ
إِيَّاكُمْ وَالْمَغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ وَأَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ
فَاتَّهَمَا كَذَّابَيْنِ -

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ہم نوجوانی میں ابو عبد الرحمن
سلمی کے پاس جایا کرتے تھے انہوں نے ہمیں نصیحت
کی کہ ابوالاحوص کے سوا اور کسی شخص سے حدیث نہ سناؤ
خاص طور پر شقیق سے احتراز کرنا۔ یہ شخص خارجی تھا۔
ربہ خلاف شقیق ابوالاحوص کے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں، سعیدی

۵۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا
حَمَّادُ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ لَنَا نَاقِيَةُ ابْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّكَيْتِيِّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْقَاعُ فَكَانَ
يَقُولُ لَنَا لَا تَجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ
وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيْقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيْقٌ هَذَا يَرَى
رَأَى الْخَوَارِجَ وَكَيْسَ بَاطِنِيٍّ وَأَبِيٍّ -

جریر بیان کرتے ہیں کہ میری جابر بن یزید جعفی سے
ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی کسی روایت کو نہیں لکھا
کیونکہ وہ رحمت کا عقیدہ باطلہ رکھتا تھا۔

۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِوٍ وَالزَّوَارِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُولُ لَقِيْتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيْدَ
الْجُعْفِيَّ فَلَمَّا كَلَّمْتُ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ -

۵۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ
أَدَمَ قَالَ نَا مَسْرَعٌ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ قَبْلَ أَنْ
يُحَدِّثَ مَا أَحَدَّثَ -

۵۳ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا
الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ النَّاسُ
يَحْمِلُونَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ أَنْ يُظْهِرَ مَا أَظْهَرَ فَمَا
أَظْهَرَ أَتَمَّهُ النَّاسُ فِي حَدِيثِهِ وَتَرَكَ بَعْضُ
النَّاسِ قَيْلَ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ لِإِيْمَانَ بِالرَّجْعَةِ

مسرعیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن یزید سے اس
کی بدعتیہ گویوں کے ظہور سے پہلے اس کی بیان کردہ احادیث
روایت کرتے تھے۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب تک جابر نے اپنے
باطل عقائد کا اظہار نہیں کیا تھا لوگ اس سے روایت کرتے
تھے لیکن جب اس کی بدعتیہ گویاں ظاہر ہو گئی تو وہ متہم فی الحدیث
ہو گیا اور بعض حضرات نے اس سے روایت ترک کر دی۔ سفیان
سے پوچھا گیا کہ جابر نے کس بدعتیہ گویاں کا اظہار کیا تھا سفیان
نے جواب دیا "رحمت" کا۔

نوٹ:- روانہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ابرہ میں ہیں ان کی اولاد میں سے ایک امام بحق پیدا ہو گا اور جب
حضرت علی امام وقت کے غلام غروج میں اس کی مدد کے لیے اولاد ملی کہ پکاریں گے تو سب لوگ اس کی مدد کو پہنچیں گے۔
۵۳ - وَحَدَّثَنِي حَسَنُ الْخَلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو
يَحْيَى الْحَمَّانِيُّ قَالَ نَا قَبِيصَةُ وَ أَخُوهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا
الْجَرَّاحَ بْنَ مَلِيحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ
يَقُولُ عِنْدِي سُبُحُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتًا -

جرّاح بن ملیح کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن یزید سے
یہ سنا کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر ہزار
احادیث میں جو ابو جعفر سے مروی ہیں۔

۵۵ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ شَائِرٍ قَالَ نَا أَحْمَدُ
بْنُ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ زُهَيْرًا يَقُولُ قَالَ جَابِرٌ
أَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ إِنَّ عِنْدِي لَخَمْسِينَ أَلْفَ
حَدِيثٍ مَا حَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَيْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَتْ
يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ فَقَالَ هَذَا مِنْ الْخَمْسِينَ
أَلْفًا -

زہیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا کہ
میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جن سے میں
نے ابھی تک کوئی بیان نہیں کیا، پھر ایک دن اس نے
ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ ان پچاس ہزار احادیث
میں سے ہے۔

۵۶ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الشُّكْرِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْوَلِيدِ يَقُولُ سَمِعْتُ سَلَامَ بْنَ
أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ الْجَعْفَرِيَّ يَقُولُ
عِنْدِي خَمْسُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے
سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں جو سب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جابر
سے کہا کہ تم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بلوغیٰ للذکر
بوسع

۵۷ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا
الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا

سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْعَاكِمِينَ. قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِيءَ تَأْوِيلُ هَذِهِ قَوْلَ سَفِيَّانٍ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَا أَدَا بِهَذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا تَخْرُجُ مَعَهُ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وَكِدِهِ حَتَّى يَنْتَادِيَ مُتَنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ يُرِيدُ عَلِيًّا أَنْتَ يُنَادِي أَخْرَجُوا مَعَ فَلَانٍ يَقُولُ جَابِرٌ فَذَا تَأْوِيلُ هَذِهِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِي إِخْوَةِ يُوسُفَ.

الارض حتى ياذن لي ابي او يحكم الله و هو خير السامكين -
ترجمہ: یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے سب سے بڑے بھائی نے (مصر میں بنیامین پر چوری کا الزام لگنے کے بعد کہا) ”میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میرے والد اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے۔“ (۸:۱۲)۔ جابر نے کہا اس آیت کی تفسیر ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ سفیان نے کہا اس نے جھوٹ بولا لوگوں نے سفیان سے پوچھا جابر کی کیا مراد تھی سفیان نے کہا شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی باولوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام برحق اس وقت کسی امام وقت کے خلاف جنگ کے لیے نہیں نکلے گا جب تک حضرت علی باولوں سے نہیں پکاریں گے کہ جاؤ اس کی حمایت میں جنگ کرو۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا ہے یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق ہے۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے تیس ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن میں سے میں کسی کا ذکر جانتا نہیں سمجھتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی مال دیا جائے۔ ابوسان محمد بن عمر و رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبد الحمید سے پوچھا کیا آپ حارث بن حصیرہ سے ملے ہیں انہوں نے کہا ہاں وہ ایک بوڑھا شخص ہے زیادہ تر خاموش رہتا ہے۔ لیکن بڑھی سے بڑھی فاحش بات پر ڈٹ جاتا ہے۔

حامد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ وہ سچا نہیں ہے اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ وہ تحریر میں زیادتی کرتا ہے۔

ایوب نے ذکر کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے اور وہ

۵۸۔ وَحَدَّثَنَا سَكْمَةُ قَالَتْ نَا الْحَمِيدِيُّ قَالَ نَا سَفِيَّانُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يُحَدِّثُ بَنِي حَوْثٍ مِنْ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَبِيبٍ مَا اسْتَجَلُّهُ أَنْ أَدَّكَ مِنْهَا شَيْئًا وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا أَوْ سَمِعْتُ أَبَا غَسَّانَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو الرَّاغِبِيَّ قَالَ سَأَلْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ الْحَرِثُ بْنُ خُضَيْرَةَ لَقَيْتَهُ قَالَ تَعَمَّرَ شَيْئًا طَوِيلًا الشُّكُوتِ يُصِرُّ عَلَى أَمْرِ عَظِيمٍ۔

۵۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ وَذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيدُ فِي الرَّفْعِ۔

۶۰۔ حَدَّثَنَا حِجَابُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا

برسی خوبوں والا ہے تاہم اگر وہ دیکھوں کے پاس
میں بھی شہادت دے تو میں اس کی شہادت کو ہائز نہیں
سمجھوں گا۔

مسمکتے ہیں کہ میں نے عبدالکریم کے علاوہ الیوب
کو اور کسی شخص کا عیب بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس
کے پاس میں انہوں نے کہا وہ غیر ثقہ ہے اس نے مجھ سے
حضرت عکرمہ کی ایک حدیث سنی اور یہ کہتا پھر تاہے کہ میں
نے براہ راست یہ حدیث عکرمہ سے سنی ہے۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ ابو داؤد نام کا ایک نابینا
شخص ہم سے کہنے لگا کہ اس نے بلاد بن مازب اور
زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ ہم نے
حضرت قتادہ سے اس کی تحقیق کی قتادہ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے
یہ شخص طاعون جارف کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا
پھرتا تھا اور اس نے ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

نوٹ :- امام نووی فرماتے ہیں طاعون جارف سے یا سہ میں واقع ہوا تھا۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ نابینا ابو داؤد حضرت قتادہ کے
پاس گیا جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے حضرت قتادہ سے
کہا اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ امثاہ بدری صحابہ سے
ہے، قتادہ نے کہا یہ شخص طاعون جارف سے
پہلے بھیک مانگتا تھا اس کو فن حدیث سے کوئی لگاؤ
تھا اور نہ یہ اس میں گفتگو کرتا تھا۔ خدا کی قسم سعد بن مالک
کے علاوہ حسن بصری اور سعید بن مسیب جیسے لوگوں نے بھی
کسی بدری صحابی سے براہ راست روایت نہیں کی۔

رتبہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر ثنمی، حق اور حکمت
آمیز کلام کو حدیث بنا ڈالتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ
یہ حضور کی احادیث ہیں حالانکہ فی الواقع وہ باتیں حضور کی احادیث
نہ ہوتی تھیں۔

سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاحَتَا دُبْنِ زَيْدٍ قَالَ
قَالَ أَيُّوبُ ابْنُ أَبِي جَادٍ أَتَعُدُّ ذَكَرَ مِنْ فَضِيلِهِ وَ
لَوْ شَهِدَ عَلَى ثَمَرَتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَتَهُ جَائِزَةً
۶۱ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحِجَابُ بْنُ
الشَّاعِرِ قَالَتَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ قَالَ مَعْمَرٌ مَا رَأَيْتُ
أَيُّوبَ ابْنَ عَبَّاسٍ أَحَدًا أَقْطَرَ الْأَعْمَدِ الْكَرِيمِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ
فَإِنَّهُ ذَكَرَهُ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِي
عَنْ حَدِيثٍ يَعْكُرُمَهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ .

۶۲ . حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي
عَقَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَاحَتَا مُمْ قَالَ قَدِيمٌ عَلَيْنَا
أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى فَبَجَلْ يَقُولُ ثَنَا الْبَرَاءُ وَ
ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِقَتَادَةَ
فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ
سَائِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَانَ طَاعُونَ الْجَارِفِ .

۶۳ . وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ
قَالَ نَازِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَنَا هَتَامٌ وَقَالَ
دَخَلَ أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى عَلَيَّ قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ
قَالُوا إِن هَذَا يَزْعُمُ أَنَّهُ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشْرَ بَدْرِيًّا
فَقَالَ قَتَادَةُ هَذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ
لَا يَعْزُضُ بِشَيْءٍ مِنْ هَذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَنَوَّالَهُ مَا
حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيِّ مُشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيِّ مُشَافَهَةً إِلَّا عَنْ
سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ .

۶۴ . حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
جِرِيْرٌ عَنْ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ
كَانَ يَصْنَعُ أَحَادِيثَ كَلَامَ حَقِّ وَكَيْسَتْ مِنْ
أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ
يُرْوِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔

۶۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحَلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ حَمَّادٍ قَالَ قَالَ أَبُو سُمَيْحٍ اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْنِي قَالَ حَدَّثَنَا نَعِيمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثنا أَبُو دَاوُدَ وَدَاوُدُ بْنُ أَبِي سَعْيَدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُيَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُيَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيثِ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ أَبُو حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَ بْنَ مَعَاذٍ يَقُولُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ أَنَّ عَمْرُو بْنَ عُيَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا قَالَ كَذَبَ وَاللَّهِ عَمْرُو لَكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَحْوِرَ هَا إِلَى قَوْلِهِ الْحَدِيثِ -

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ میں نے عوف بن ابی جمیل سے پوچھا کہ عمرو بن عبید حسن سے یہ حدیث روایت کرتا ہے جس شخص نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے "عوف نے کہا قسم یہ خدا عمرو جھوٹا ہے وہ اس حدیث سے اپنے باطل عقائد کی ترویج چاہتا ہے۔

نوٹ :- عوف کا مطلب یہ تھا کہ عمرو اس حدیث کی حضرت حسن بصری کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ حضرت حسن بصری نے یہ حدیث بیان نہیں کی ورنہ فی نفسہ یہ حدیث صحیح ہے اور دیگر اسانید سے مروی ہے۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایوب کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور ان سے احادیث کا سماع کرتا تھا ایک دن وہ ایوب کی مجلس میں حاضر نہ ہوا تو لوگوں نے ایوب کو بتلایا۔ اسے ابو بکر (یہ ایوب کی کنیت تھی) اب اس نے عمرو بن زید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت ہم ایوب کے ساتھ بازار جا رہے تھے، راستہ میں ایوب سے وہ شخص ملا۔ سلام کرنے کے بعد ایوب نے اس سے پوچھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اب عمرو بن عبید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے اس شخص نے جواب دیا اے ابو بکر وہ ہم سے عجیب و غریب احادیث بیان کرتا ہے ایوب نے جواب دیا ہم تو ایسے عجائبات سے دور بھاگتے ہیں۔

۶۷ - وَحَدَّثَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ ثنا حَمَّادُ بْنُ تَرِيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ أَيُّوبَ وَسَمِعَهُ مِنْهُ فَقَدَا أَيْيُوبَ فَقَالُوا يَا بَكْرُ إِنَّهُ قَدْ لَزِمَ عَمْرُو بْنَ عُيَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَبِيْنَا أَنَا يَوْمَئِذٍ أَنَا يَوْمَئِذٍ أَيُّوبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا إِلَى السُّوقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ أَيُّوبَ وَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَيُّوبُ بَلَعْتَنِي أَنْتَ لَزِمْتَ ذَلِكَ الرَّجُلُ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِي عَمْرُو قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّهُ يُحِيثُنَا بِأَشْيَاءَ غَرَائِبٍ قَالَ يَقُولُ لَنَا أَيُّوبُ إِثْمًا نَفَرًا أَوْ تَفَرَّقَ مِنْ تِلْكَ الْقَرَائِبِ -

حماد بیان کرتے ہیں کہ ایوب سے کسی نے کہا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے یہ حدیث روایت کرتا ہے کہ "جو شخص نبیذ پی کر مد ہوش ہو جائے اسے کوئے

۶۸ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا ابْنَ تَرِيْدٍ يَعْنِي حَمَّادًا قَالَ قِيلَ لَأَيُّوبَ إِنَّ عَمْرُو بْنَ عُيَيْدٍ رَوَى عَنِ

الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجَدُّ السَّكَرَانُ مِنَ النَّبِيِّ
فَقَالَ كَذَبَ إِثْمًا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ يُجَدُّ
السَّكَرَانُ مِنَ النَّبِيِّ .

۶۹ - وَحَدَّثَنِي حَجَّابٌ قَالَ نَسِيبُ بْنُ
حَزْبٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَامَ بْنَ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ بَلَّغَ
أَيُّوبُ أَبِي اتِّي عَمْرًا وَاقْبَلَ عَلِيَّ يَوْمًا فَقَالَ
أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ
عَلَى الْحَدِيثِ .

۷۰ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا
الْحَمِيدِيُّ قَالَ نَسِيبُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَوْسَى
يَقُولُ نَا عَمْرُودُ بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ أَنْ يُحَدِّثَ .

۷۱ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ
قَالَ نَا أَبِي قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُكَ عَنْ أَبِي
شَيْبَةَ قَاضِي دَاوُدَ فَكَتَبَ إِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ
شَيْئًا وَ مَرَّقَ كِتَابِي .

۷۲ - وَحَدَّثَنَا الْخُلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَّانَ
قَالَ حَدَّثْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي
بِحَدِيثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثْتُ هَتَمًا
عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي بِحَدِيثٍ فَقَالَ كَذَبَ .

۷۳ - وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ ثَنَا
أَبُو دَاوُدَ قَالَ قَالَ لِي شُعْبَةُ إِثْمَ جَرِيرِ بْنِ
حَارِمٍ قَتَلَ لَهْ لَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرَوِيَ عَنِ
الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكُذِبُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ
قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَلِكَ فَقَالَ ثَنَا عَنِ الْحَكَمِ
بِأَشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَهْ يَا أَيْ
شَيْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ أَصَلَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلِ أَحَدٍ فَقَالَ لَمْ يُصَلِّ
عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ

نہیں لگائے جائیں گے۔ ایوب نے کہا جھوٹ کہتا ہے
میں نے عمرو بن بصری سے سنا ہے کہ جو شخص نبیؐ کی مدح میں
ہو جائے اسے کوڑے لگائیں جائیں گے۔

سالم بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ ایوب کو یہ خبر پہنچی کہ میں عمرو
کے پاس روایت حدیث کے لیے جاتا ہوں ایک دن وہ
مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ بتاؤ تمہیں جس شخص کے
دین کا اعتبار نہیں ہے اس کی روایت پر اعتماد کیسے کر
سکتے ہو۔

ابو موسیٰ کا بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن عبید سے
اس وقت احادیث کا سماع کیا تھا جب اس نے مدینہ میں
وضع (گھڑنی) کرنی شروع نہیں کیں تھیں۔

معاذ عنبری بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو کھاکر
ابوشیبہ قاضی واسط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے
شعبہ نے مجھے جواب میں کھاکر ابوشیبہ کی کوئی روایت نہ
لکھنا اور میرے اس خط کو پھاڑ دینا۔

عفان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے
سامنے وہ حدیث سنا لی جس کو صالح مرقی نے ثابت سے
روایت کیا ہے حماد نے کہا صالح مرقی جھوٹا ہے اور
میں نے ہمام کے سامنے صالح مرقی کی حدیث بیان کی تو
ہمام نے بھی کہا کہ صالح مرقی جھوٹا ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے کہا کہ جریر بن
حازم سے جا کر کہو کہ حسن بن عمارہ کی کوئی روایت بیان
کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے ابوداؤد
کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے شعبہ
نے کہا حسن نے حکم کی روایت سے ہمیں ایسی احادیث
بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے میں نے شعبہ سے
پوچھا ایسی کون سی روایت ہے انھوں نے کہا میں نے
حکم سے پوچھا تھا کیا شہداء اُحد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز پڑھی تھی اس نے جواب دیا نہیں پڑھی تھی لیکن حسن بن عمارہ

عَنْ مِقْسِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِلْحَكَمِ مَا تَقُولُ فِي أَوْلَادِ الزَّيْنِ قَالَ يُصَلِّي عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيثٍ مَنْ يَرْوَى قَالَ يَرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَرَّارِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -

نے حکم سے روایت کیا اور مقسم از ابن عباس کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز پڑھی اور پھر ان کو دفن کر دیا، اس کے علاوہ میں نے حکم سے ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا حکم نے کہا ہاں ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی میں نے پوچھا آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حسن بصری سے لیکن حسن بن عمارہ نے یہ حدیث حکم سے یحییٰ بن جرار از حضرت علی روایت کی، یعنی پہلی حدیث کی اصل عبارت میں اور دوسری کی سند میں غلطی کی ہے۔

۴۴ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ هَارُونَ وَذَكَرَ زِيَادُ بْنُ مَيْمُونٍ فَقَالَ حَلَفْتُ أَنْ لَا أُرْوَى عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدُودٍ وَقَالَ لَقَيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ بَكْرِ الْمُدَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ مُورِقِ بْنِ ثَعْلَبَةَ عُدْتُ إِلَيْهِ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسِبُهُمَا إِلَى الْكُذِبِ قَالَ الْخَلَوَانِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَذَكَرْتُ عِنْدَهُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَنَسَبَهُ إِلَى الْكُذِبِ -

یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون کے پاس سے کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اس سے کوئی حدیث روایت کروں گا اور نہ خالد بن معدود سے کیونکہ ایک بار میں نے زیاد بن میمون سے ایک حدیث پوچھی تو زیاد نے بکر مدنی کی روایت سے وہ حدیث بیان کی، دوبارہ ملاقات پر اس سے وہی بات پوچھی تو اس نے مورق کی روایت سے بیان کی، سہ بارہ ملاقات پر اس سے وہی حدیث پوچھی تو وہی حدیث حسن کی روایت سے بیان کی، ابن ہارون، زیاد اور خالد دونوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ علوانی کہتے ہیں کہ عبدالصمد کے سامنے زیاد بن میمون کا ذکر ہوا تو انھوں نے بھی اسے جھوٹا قرار دیا۔

۴۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيلَانَ قَالَ قُلْتُ لِإِبْنِ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ أَكْثَرْتَ عَنْ عَبْدِ بْنِ مَنْصُورٍ فَمَا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيثَ الْعَطَّارَةِ الَّذِي رَوَى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ فَقَالَ لِي أُسْكُتُ فَإِنَّا لَقَيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ فَسَأَلْنَا لَهُ فَقُلْنَا لَهُ هَذِهِ الْحَادِيثُ الَّتِي تَرَوْنَهَا عَنْ أَنَسٍ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ رَجُلًا يُذْنِبُ فَيَتُوبُ أَلَيْسَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ

محمود بن عیلان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد طیالسی سے پوچھا کہ آپ عباد بن منصور کی روایات بکثرت بیان کیا کرتے تھے کیا آپ نے ان سے عطر فروش عورت کی وہ حدیث نہیں سنی جو نضر بن شمیل نے ہم سے بیان کی تھی، ابو داؤد نے جواب دیا خاموش رہو ایک دفعہ میں اور عبدالرحمان بن مہدی، زیاد بن میمون سے ملے تھے اور ان سے پوچھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو تم احادیث روایت کرتے ہو وہ کہاں تک

قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ نَسٍ مِنْ ذَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَاتُّمَّا لَا تَعْلَمَانِ إِنِّي لَمَّا لَقِيتُ أَبَا دَاوُدَ فَبَلَّغْتَا بَعْدَ أَنْ يَرَوْا فَاتُّنَا هُ الْإِنَّا وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ أَتُوبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ بِحَدِيثِ قَتَرَكْنَا هُ .

صحیح ہیں، زیادہ نے جواب دیا اگر کوئی شخص گناہ کرے اور پھر اس پر توبہ کرے تو کیا تم دونوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نہیں قبول کرے گا ہم نے کہا کیوں نہیں ابیاد نے کہا میں نے حضرت انس سے کسی قسم کی کوئی حدیث روایت نہیں کی، ہر چند کہ عام لوگوں کو اس بات کا پتا نہیں تاہم تم دونوں تو جانتے ہو کہ میں نے نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کا نام پایا ہے۔ ابو داؤد نے کہا کچھ عرصہ کے بعد ہمیں پھر معلوم ہوا کہ زیادہ نے پھر حضرت انس کی روایات بیان کرنی شروع کر دی ہیں، میں اور عبدالرحمن دوبارہ اس کے پاس گئے، اس نے پھر توبہ کر لی لیکن پھر توبہ توڑ دی اور حضرت انس کی روایات بیان کرنے لگا۔ بالآخر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

۷۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ كَسْبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُولُ سَوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ قَالَ سَبَابَةَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ الْقُدُّوسِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَّخَذَ الرَّوْحُ عَرْضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَيْ شَيْءٍ هَذَا قَالَ يَعْنِي يُتَّخَذُ كَوْهًا فِي حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرَّوْحُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَةَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ فَهَدَيْتُ بَنُ هِدَالٍ بِأَيْتَامٍ مَا هَذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي تَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا سَعِيدٍ .

عبدالقدوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کو "عرض" بنانے سے منع فرمایا ہے ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہوا داخل ہونے کے لیے دیوار میں کوئی روشن دان نہ بنایا جائے۔ یہ حدیث صحیح بیان نہیں کی اصل لفظ "عرض" ہے جس کا معنی ہے نشانہ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نشانہ کی مشق کرنے کے لیے کسی جاندار کو تختہ مشق نہ بنایا جائے۔ سیدی، امام مسلم فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمر قواریری کہتے تھے کہ حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ تمہیں چشمہ تمہاری طرف سے نکلا ہے انہوں نے انتہات میں کہا ہاں اسے ابو اسماعیل۔

۷۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَقَّانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَوَّانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي مِنَ الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا آتَيْتُ بِهِ أَبَانَ بْنَ أَبِي عَتَّابٍ فَقَرَأَهُ عَلَيَّ .

ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سے بھی حسن کی روایت سنی میں اس کو لے کر فوراً ابان بن ابی عیاش کے پاس گیا اور ابان نے اسی وقت وہ حدیث پڑھ کر مجھے سنادی۔

علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ بن

۷۸۔ وَحَدَّثَنَا سَوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَتَا

نے ابان بن ابی عیاش نے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا پھر جب میری حمزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابان سے سنی ہوئی احادیث سنائیں، جن میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ حدیثوں کی تصدیق کی۔

کریم بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابواسحاق فزاری نے مجھ سے کہا ”بقیہ“ اگر غیر معروف حضرات کی روایات بھی بیان کریں تو وہ بھی کھلینا اور اسماعیل بن عیاش کی بیان کردہ کسی روایت کو نہ کھنا خواہ معروف حضرات سے بیان کرے یا غیر معروف حضرات سے۔

ابن مبارک نے کہا ”بقیہ“ معتبر شخص ہے کاش وہ راویوں کے ناموں کو ان کی کنیتوں کے ساتھ اور ان کی کنیتوں کو ان کے ناموں سے نہ تبدیل کر دیتا۔ ایک عرصہ تک وہ ہم کو ابوسعید و حاطی کی روایت بیان کرتا رہا بعد میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ وہ عبدالقدوس ہے۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو عبدالقدوس کے سوا کسی شخص کو جھوٹا کہتے ہوئے نہیں سنا۔

عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے کہا کہ ان کے سامنے معلی بن عرفان نے کہا کہ ابو اہل نے بیان کیا کہ ہمارے سامنے عبداللہ بن مسعود جنگ صفین کے میدان سے آئے تھے۔ ابو نعیم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے تھے۔

عرفان بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے روایت بیان کی میں نے کہا وہ غیر معتبر شخص ہے وہ شخص کہتے دگا کہ تم نے اس کی غیبت کی ہے یہ سن کر اسماعیل نے

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْرَةَ الثَّرَيَاتِ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيُّ فَلَقِيتُ حَمْرَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهَا رَأَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَمَا عَرَفَتْ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا سِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً -

۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا ذَكَرْتُ ابْنَ عَبْدِ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو اسْحَقَ الْفَزَارِيُّ الْكُتُبُ عَنْ بَقِيَّةٍ مَا رَوَى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا تَكْتُبُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عِيَّاشٍ مَا رَوَى عَنِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ -

۱۰ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَ اصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةٌ كَوَلَا أَنَّهُ يَكْنِي الْأَسَافِيَّ وَيُسَمِّي الْأَكْنِيَّ كَانَ ذَهْرًا أَيْحَدًا ثَنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوُثَّاقِيٍّ فَنَظَرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ -

۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَرْدَبِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَفْصِحُ بِقَوْلِهِ كَذَا ابْنُ الْأَعْبَدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَا ابْنُ -

۸۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَانَ عَمْرٍو وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنُ عِمْرَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصَفِينٍ فَقَالَ أَبُو نَعِيمٍ أَرَاهُ بَعَثَ بَعْدَ الْمَوْتِ -

۸۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٍو بْنُ عَلِيٍّ وَحَسَنُ الْخَلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَفَّانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَلِيَّةٍ فَحَدَّثَنَا رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ

میری تائید میں کہا انہوں نے فیثت نہیں بلکہ فن روایت میں اس کا مقام متعین کیا ہے۔

بشر بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے محمد بن عبدالرحمان کے ہاں سے میں پوچھا جو کہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ غیر ثقہ ہے پھر میں نے ان سے ابوالکھیریت کے ہاں سے میں پوچھا، فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے، پھر شعبہ کے ہاں سے میں پوچھا جس سے ابن ابی ذئب روایت کرتا ہے فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے پھر میں نے توامہ کے آزاد کردہ فلم ماسک کے متعلق پوچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے۔

پھر میں نے حرام بن عثمان کے ہاں سے میں پوچھا فرمایا غیر ثقہ ہے، ان پانچوں کے ہاں سے میں امام مالک نے عدم ثقاہت کی تصریح کر دی پھر میں نے ایک اور شخص کے ہاں سے میں پوچھا جس کا نام مجھے جھول گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام میری کتابوں میں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر وہ ثقہ راوی ہوتا تو تم اس کا نام میری کتابوں میں ضرور دیکھتے۔

علاج بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے ہم سے شریح بن سعد کی روایت بیان کی مگر شریح بن سعد متہم فاکہیت تھے۔

ابو اسحاق طالقانی نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک فرما رہے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے ہی جنت میں داخل ہوں یا پہلے عبداللہ بن عمر سے ملاقات کر لوں تو میں اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا اور جنت میں اس کے بعد جانا لیکن جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ مجھے ادراک کی میٹگنی سے بھی بدتر معلوم ہوا۔

زید بن ابی انیسہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی سے احادیث روایت نہ کیا کرو۔ (یہی یحییٰ بن انیسہ)۔

قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اغْتَبْتَهُ قَالَ اِسْمَعِيلُ مَا اُغْتَابَهُ وَلِيَكُنْ حَكَمًا اِنَّهٗ لَيْسَ بِثَبْتٍ - ۸۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَأَلْتُ يَشْرَ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الَّذِي يَرُوهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الْخَوَرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ سُعْبَةَ الَّتِي يَرُوهُ عَنْهُ ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَالِحِ مَوْلَى التَّوَّامَةِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنْ هُوْلَاءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوا بِثِقَةٍ فِي حَدِيثِهِمْ وَسَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ نَسِيتُ اسْمَهُ فَقَالَ هَذَا رَأَيْتَهُ فِي كِتَابِي قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَأَيْتَهُ فِي كِتَابِي -

۸۵ - وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُعِينٍ قَالَ نَا حَجَّاجٌ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنْ شَرِيحِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مَتَّهَمًا -

۸۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَخْلَقٍ الطَّالِقَانِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ لَوْ حَيَّرْتُ بَيْنَ أَنْ أَدْخَلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ أَنْ أَلْفَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ لَأَخْتَرْتُ أَنْ أَلْفَاهُ لِمَنْ أَدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ -

۸۷ - وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ نَا وَابْنُ صَالِحٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو قَالَ تَرِيدُ يَحْيَى ابْنُ أَبِي أَنَيْسَةَ لَا تَأْخُذْ وَأَعْنِ أَخِي -

۸۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ الْوَابِصِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ الرَّقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ كَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي أَنَيْسَةَ كَذَّابًا۔

۸۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
ذَكَرَ فَرَقْدُ عِنْدَ أَيُّوبَ فَقَالَ إِنَّ فَرَقْدَ الْيَسَّ
صَاحِبَ حَدِيثٍ۔

۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرِ الْعَبْدِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ الْقَطَّانِ وَذَكَرَ عِنْدَهُ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرِ اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جَدًّا
فَقِيلَ لِيَحْيَى أَضَعَّفَ مِنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ
نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ أَحَدًا يَرْوِي عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ
يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ الْقَطَّانِ ضَعَّفَ حَكِيمَ بْنَ جُبَيْرٍ
وَعَبْدَ الْأَعْلَى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنَ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ
حَدِيثُهُ رِيحٌ وَضَعَّفَ مُوسَى بْنُ دَهْقَانَ وَعَيْسَى
بْنَ أَبِي عَيْسَى الْمَدَنِيِّ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَيْسَى
يَقُولُ قَالَ لِي ابْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا قَدِمْتَ عَلَى جَرِيرٍ
فَاكْتُبْ عِلْمَهُ كُلَّهُ الْأَحَادِيثَ ثَلَاثَةً لَا تَكْتُبْ عَنْهُ
حَدِيثٌ عُمَيْرَةَ بِنْتُ مَعْتَبٍ وَالسَّرِيِّ بْنِ إِسْمَاعِيلَ وَ
مُحَمَّدَ بْنَ سَالِمٍ۔

قَالَ مُسْلِمٌ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ
أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَتَّهِمِي رِوَاةِ الْحَدِيثِ وَأَخْبَارِهِمْ
عَنْ مَعَائِبِهِمْ كَثِيرٌ يُطَوَّلُ الْكِتَابُ بِذِكْرِهِ عَلَى
إِسْتِقْصَائِهِمْ وَفِيمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةً لِمَنْ تَقَهَّرَ وَعَقَلَ
مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيمَا قَالُوا مِنْ ذَلِكَ وَبَلَّغُوا وَإِنَّمَا
الزُّمُورُ أَنْفُسَهُمُ الْكُشْفُ عَنْ مَعَائِبِ رِوَاةِ الْحَدِيثِ

عبید اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن انیسہ کذاب
تھا۔

حامد بن زید کہتے ہیں کہ ایوب کے سامنے فرقد کا
ذکر کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ فرقد روایت حدیث کا اہل
نہیں ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان کے سامنے محمد بن عبد اللہ بن
عمر لیثی کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے محمد بن عبد اللہ کو ضعیف
قرار دیا۔ یحییٰ سے کسی نے پوچھا کیا محمد بن عبد اللہ یقویب
بن عطاء سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ انہوں نے کہا
ہاں، پھر کہا میرے خیال میں تو کوئی شخص بھی محمد بن عبد اللہ
کی روایات بیان نہیں کرے گا۔

بشر بن حکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان نے حکیم
بن جبیر اور عبدالاعلیٰ کو ضعیف قرار دیا اور یحییٰ بن موسیٰ کو
بھی ضعیف قرار دیا بلکہ اس کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا
کہ اس کی روایات ہوا کی مثل ہیں اور موسیٰ بن دہقان اور
عیسیٰ بن ابو عیسیٰ مدنی کو بھی ضعیف کہا حسن بن عیسیٰ کہتے
ہیں کہ مجھ سے ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ جس وقت تم
جریر کے پاس جاؤ تو ان کا تمام علم لکھ لینا مگر تین شخصوں
کی بیان کردہ روایات نہ لکھنا، عبیدہ بن معتب، سری بن
اسماعیل اور محمد بن سالم۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں
ضعیف راویوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اور ان کی بیان
کردہ احادیث کے جو عیوب اور نقائص ذکر کیے ہیں وہ
صاحب فراست شخص کے لیے کافی ہیں اگر ہم اس سلسلہ
میں تمام تفصیل ذکر کرتے اور ماہرین اسما و رجال اور
ناقین فن حدیث نے جو ضعیف، مجروح، مطعون اور

وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَآفَتُوا بِذَلِكَ حِينَ سُئِلُوا
لِمَ فِيهِ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذَا الْأَخْبَارُ فِي أَمْرِ
الَّذِينَ إِشْمَاقَاتِي بِتَحْدِيدِ أَوْ تَحْرِيمِ أَوْ أَمْرِ
أَوْ نَهْيِ أَوْ تَرْغِيبِ أَوْ تَرْهِيْبِ فَإِذَا كَانَ
الرَّوِيُّ لَهَا لَيْسَ بِمُعَدِّنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ
ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدَّ عَرَفَهُ
وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيهِ لِغَيْرِ مِمَّنْ جَهَلَ مَعْرِفَتَهُ
كَانَ إِشْمًا بِفِعْلِهِ ذَلِكَ عَاشَاءَ الْعَوَامِ الْمُسْلِمِينَ
إِذْ لَا يُؤْمِنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْأَخْبَارَ
أَنْ يَسْتَعْبِدَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا
أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَادِيبٌ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ آتِ
الْأَخْبَارِ الصِّحَاحِ مِنْ رِوَايَةِ الْغَفَّاتِ وَ
أَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى
نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مُتَّقِنٍ وَلَا أَحْسِبُ
كَثِيرًا مِمَّنْ يُعَدِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلَى مَا
وَصَفْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الصِّعَابِ
وَالْأَسَانِيدِ السَّجْهُوَلَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا
بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيهَا مِنَ الْعَوَمِ وَالصُّعْفِ
إِلَّا أَنْ التَّذِي يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالْإِعْتِدَادُ
بِهَا إِزَادَةُ التَّكْثِيرِ بِذَلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِ وَإِلَّا
يُقَالُ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَهُ فَلَانُ مِنَ الْحَدِيثِ وَ
أَلْفٌ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هَذَا
الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا نَصِيبَ
لَهُ فِيهِ وَكَانَ يَأْنُ يُسَمَّى جَاهِلًا أَوْ لِي مِنْ أَنْ
يُنْسَبَ إِلَى الْعِلْمِ -

غیر ثقہ راویوں کے احوال بیان کیے ہیں ان تمام کا ذکر کرتے
تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی۔

باقی رہا یہ امر کہ راویوں کے عیوب بیان کرنا کیا نیت
اور مسلمان کی پروردہی ہے جب اس سلسلہ میں علماء حدیث
سے فتویٰ طلب کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ راویوں کے احوال
بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ دین کے اکثر مسائل جو حلال و
حرام، امر و نہی اور غیبت اور عیوب سے متعلق ہیں وہ سب
احادیث پر موقوف ہیں۔ اب اگر کسی حدیث کا کوئی راوی خود
صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ حدیث کو روایت کرے
اور بعد ازاں اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود اس کی
روایت کو بیان کر دیں اور اصل راوی کے احوال پر کوئی
تنقید اور تبصرہ نہ کریں تو یہ عوام مسلمین کے ساتھ خیانت
ہے کیونکہ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث موضوع
اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال
سے ناواقفیت کی بنا پر ان احادیث کے مطابق عمل
کرے گی اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے حدیث
بیان کر دی اور اس کے راوی کے احوال پر کوئی تبصرہ نہیں
کیا۔ جب کہ احادیث صحیحہ میں کوئی معتبر راویوں نے
بیان کیا ہے اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان باطل
روایات کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے اس تحقیق کے بعد
ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول غیر ثقہ،
غیر معتبر راویوں کی احادیث بیان نہیں کرے گا خصوصاً جب
کہ وہ سند حدیث کی کیفیت پر مطلع ہو سوا اس شخص کے
جو لوگوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہو کہ وہ
احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس
مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ باطل اور موضوع
اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کرے گا تاکہ جب
لوگوں کے سامنے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ پیش ہو تو لوگ
اس کی وسعت علمی اور ژرف بینی پر داد دیں لیکن جو شخص

ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

بَابُ صِحَّةِ الْأَحْتِجَاجِ بِالْحَدِيثِ الْمَعْنَنِ إِذَا امْتَنَ لِقَاءِ الْمَعْنَنِ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ مُدَلِّسٌ

حدیث معنن کی حجیت پر دلائل

نوٹ: حدیث معنن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا سند میں عن کا لفظ آئے جیسے عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث معنن کے بارے میں علی بن مدینی اور امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت مقبول ہوگی جب راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو جیسے علقمہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اس کے برخلاف امام مسلم اور دوسرے محدثین یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی، مروی عنہ کا ہم عصر ہو پھر بھی اس کی روایت مقبول ہوگی خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو مذکور ذیل باب میں امام مسلم نے اپنے اس مسلک کی حجیت پر دلائل قائم کیے ہیں

ہماری بعض معاصر محدثین نے سند حدیث کی صحت اور فساد کے بارے میں ایک ایسی غلط شرط عائد کی ہے جس کا اگر ہم ذکر نہ کرتے تو یہی زیادہ مناسب تھا کیونکہ جو قول باطل اور مردود ہو اس کا ذکر نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاہم ہم نے خیال کیا کہ اگر اس فاسد قول کو ذکر کر کے اس کا رد نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی ناواقف شخص اس باطل قول کو صحیح سمجھ لے کیونکہ ناواقف لوگ نئی نئی باتوں کے زیادہ دلدادہ اور عجیب و غریب شرائط کے زیادہ شیدا ہوتے ہیں لہذا اب ہم ان معاصرین کی اس باطل شرط کو ذکر کر کے اس کا فساد، بطلان اور خرابیاں ذکر کریں گے تاکہ عام لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔

ان بعض معاصرین کا خیال ہے کہ جس حدیث کی سند فلاں عن فلاں (فلاں فلاں سے روایت کرتا ہے) ہو اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو کہ چونکہ یہ دونوں ہم عصر ہیں اس

وَقَدْ تَكَلَّمُوا بِعَظْمٍ مُنْتَجِلِي الْحَدِيثِ مِنْ
أَهْلِ عَصْرِنَا فِي تَصْحِيحِهِ أَنْ سَابِقًا وَتَقْسِيمِهَا
بِقَوْلِ لَوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فُسَادِهِ
صَفَحًا لَكَانَ رَأْيًا مَبِينًا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذَا لَاعْرَاضُ
عَنِ الْقَوْلِ الْمَطْرُوقِ أَحْرَى لَا مَانِيَةً وَإِخْتِمَالِ
ذِكْرِ قَائِلِهِ وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَكُونَ ذَلِكَ تَنْبِيهُهَا
لِلْحَقِّقَالِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّهَا تَخَوُّنًا مِنْ شُرُوبِ
الْعَوَاقِبِ وَاعْتِرَازِ الْجَهْلَةِ بِمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ
وَإِسْرَاعِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ خَطَايَا الْمُخْطِئِينَ وَ
الْأَقْوَالِ الشَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَأْيًا انْكَشَفَ
عَنْ فُسَادِ قَوْلِهِ وَرَدِّ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَا يَلْبِقُ
بِهَا مِنَ الرَّدِّ أَجْدَرُ عَلَى الْأَنَامِ وَأَحْسَنُ
لِلْعَاقِبَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنَزَعَهُ الْقَائِلُ
الَّذِي افْتَتَحَنَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ

وَالْإِخْبَارِ عَنْ سُورٍ رَوَيْتِهِ أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ
 يُحَدِّثُ فِيهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ أَخَاطَ
 الْعِلْمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِي عَصْرٍِ وَاحِدٍ وَجَائِزٌ
 أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَى الرَّاوي
 عَنْ رَوَى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَشَافَهُ
 بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَعْلَمُ لَهُ مِنْهُ سَمَاعًا وَلَوْ نَجِدُ
 فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُمَا التَّقِيَا قَطُّ أَوْ
 تَشَافَهُمَا بِحَدِيثٍ أَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُومُ عِنْدَهُ بِكُلِّ
 تَخْبِيرٍ جَاءَ هَذَا الْمُبْحَى حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ
 بِأَنَّهُمَا قَدْ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرٍ هِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا
 أَوْ تَشَافَهُمَا بِالْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا أَوْ يَرِدُ تَخْبِيرُهُ بَيَانُ
 اجْتِمَاعِهِمَا أَوْ تَلَدِّقِيهِمَا مَرَّةً مِنْ دَهْرٍ هِمَا قَمَا
 فَوْقَهَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَلَمْ تَأْتِ
 رِوَايَةٌ تُخْبِرُ أَنَّ هَذَا الرَّاوي عَنْ صَاحِبِهِ قَدْ
 لَقِيَ مَرَّةً وَسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ فِي نَفْسِهِ
 الْخَبَرَ عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَالْأَمْرُ
 كَمَا وَصَفْنَا حُجَّةً وَكَانَ الْخَبَرَ عِنْدَهُ مَوْثُوقًا حَتَّى
 يَرُدَّ عَلَيْهِ سَمَاعُهُ مِنْهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ قَلَّ أَوْ
 كَثُرَ فِي رِوَايَةٍ مِثْلُ مَا وَرَدَ فِي هَذَا الْقَوْلِ
 يَرْحَمُكَ اللَّهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْأَسَانِيدِ قَوْلُ
 مُخْتَرَعٌ مُسْتَحَدَّثٌ غَيْرُ مُسْبُوقٍ صَاحِبُهُ إِلَيْهِ
 وَلَا مَسَاعِدَ لَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذَلِكَ
 أَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ السُّتَقَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ
 بِالْإِخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ
 ثَقَّةٌ رَوَى عَنْ مِثْلِهِ حَدِيثًا وَجَائِزٌ مُمَكِّنٌ لَهُ
 لِقَاءُ وَكَالسَّمَاءِ مِنْهُ لِكُونِهِمَا جَمِيعًا كَانَتْ فِي
 عَصْرٍِ وَاحِدٍ قَلْبَانُ لَمْ يَأْتِ فِي تَخْبِيرِ قَطُّ أَنَّهُمَا
 اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهُمَا بِكَلَامٍ قَالُوا رِوَايَةٌ ثَابِتَةٌ
 وَالْحُجَّةُ بِهَا لَا زِمَّةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ هُنَاكَ دَلَالَةً

لیجے ممکن ہے کہ راوی نے مروی حدیث سے ملاقات کی ہو اور
 اس سے اس حدیث کا سماع کیا ہو البتہ ہمارے پاس کوئی
 دلیل یا روایت نہ ہو جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ ان
 دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور ایک
 نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سماع ہے تو
 ایسی حدیث ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے
 ان کے نزدیک اس قسم کی جو بھی حدیث ہوگی وہ اس وقت
 تک قابل اعتبار نہیں ہوگی جب تک انہیں اس بات کا
 یقین نہ ہو جائے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار آپس میں
 ملے ہیں یا ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے بلا مشافہ
 حدیث سنی ہے یا کوئی ایسی روایت ہو جس سے یہ ثابت
 ہو کہ یہ دونوں زندگی میں کم از کم ایک بار ملے ہیں اور اگر
 ان کو نہ کسی دلیل سے ان کی ملاقات کا یقین ہو نہ کسی روایت
 سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہو تو ان کے نزدیک
 اس روایت کا قبول کرنا اس وقت تک موقوف رہے گا
 جب تک کہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت
 نہ ہو جائے خواہ ایسی روایات قلیل ہوں یا کثیر۔

ان معاصرین کی یہ شرط بالکل نئی اور اختراعی ہے
 ہمیشہ علماء حدیث میں سے کسی شخص نے یہ شرط مائد نہیں
 کی اور نہ موجودہ اہل علم میں سے کسی شخص نے اس شرط کی
 موافقت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ اور سابقین تمام علماء حدیث
 اسباب فن اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب
 ایک ثقہ اور عادل شخص اپنے ایسے معاصر ثقہ اور عادل
 شخص سے کوئی حدیث روایت کئے جس سے اس کی
 ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اس کی یہ روایت قابل قبول
 اور محبت ہے خواہ ہمارے پاس ان کی باہمی ملاقات
 اور بالمشافہ حدیث سننے پر نہ کوئی دلیل ہو اور نہ کسی اور
 روایت سے یہ چیز ثابت ہو البتہ اگر کسی دلیل یا روایت
 سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ ان دونوں کی

انہیں میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی ہے لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی ایسی شکل میں یقیناً یہ روایت غیر معتبر ہوگی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور صرف ابہام ہو تو یہ روایت یقیناً مقبول ہوگی۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ایک ثقہ راوی کی دوسرے ثقہ راوی سے روایت حجت ہوتی ہے اور اس کے مقتضی پر عمل لازم ہوتا ہے اب تم نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری ہے اب یہ بتاؤ کہ یہ نئی شرط فن حدیث کے علماء سابقین اور اسلاف نے بھی عائد کی تھی یا صرف تم نے کسی دلیل کی بناء پر یہ نئی اختراعی اور من گھڑت شرط عائد کی ہے، پہلی صورت تو یقیناً باطل ہے کیونکہ اسلاف سے ایسی کوئی شرط منقول نہیں ہے اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس شرط کے اضافہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اختراعی شرط کے ثبوت میں یہ کہیں کہ ہم نے زمانہ حال اور ماضی میں بہت سے ایسے راویان حدیث دیکھے ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان راویوں نے نہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ کوئی حدیث سنی ہوتی ہے اس قسم کی حدیث مرسل کہلاتی ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل مقبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے سند حدیث میں راوی کے سماع کی شرط عائد کر دی ہے اب اگر ہمیں کسی قرینہ یا دلیل یا کسی خبر اور روایت سے یہ معلوم ہو جائے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی ہے تو اس کی کل روایات مقبول ہوں گی اور اگر ہم کو کسی قرینہ یا روایت سے سماع کا ثبوت نہ مل سکا تو ہمارے نزدیک یہ حدیث موقوف ہوگی کیونکہ اس حدیث کے مرسل ہونے کا احتمال موجود ہے۔

بَيِّنَةٌ إِنَّ هَذَا الرَّاَوِي لَمْ يَلِقَ مِنْ رَاوِي عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَامًا وَمَا وَالْأَمْرُ مَبْتَهَمٌ عَلَى الْإِمَّاكِينِ الَّتِي قَسَرْنَا قَالَ رَوَايَةً عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتَّى تَكُونَ الدَّلِيلَةُ الَّتِي بَيْنَنَا قِيْقَالُ لِمُخْتَرِعِ هَذَا الْقَوْلِ الَّتِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ وَوَلَدْنَا بِعَنْهُ قَدْ أُعْطِيَتْ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَيْرَ الْوَاحِدِ الثَّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثَّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ دَخَلَتْ فِيهِ الشَّرْطُ بَعْدُ فَقُلْتُ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُمَا قَدْ كَانَا التَّقِيَامَةَ فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هَذَا الشَّرْطَ الَّتِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَلَا أَفْهَلُهُ دَلِيلًا عَلَى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعَى قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرْطِ فِي تَمْثِيلِ الْخَبَرِ طَوْلِبَ بِهِ وَلَنْ يَجِدَهُ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ إِلَى إِبْجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّعَى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يُحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَلِكَ الدَّلِيلُ فَإِنِ قَالَ قُلْتُ لَا تَقِي وَجَدْتُ رَوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَزُوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخِرِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُعَايِنَهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلْتَأَرَأَيْتُمْ إِسْتِجَادُورَ رَوَايَةِ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هَكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرَوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ إِحْتَجَّتْ بِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاَوِي كُلِّ خَبَرٍ عَنْ رَوَايَةٍ فَإِذَا نَا هَجَمْتُ عَلَى سَمَاعِهِ مِنْهُ لِذَلِكَ شَيْءٌ كَبِتَ عِنْدِي بِذَلِكَ جَمِيعٌ مَا يَزُوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنِ عَرَبِيٌّ مَعْرِفَةً ذَلِكَ أَوْ قَعَّتِ الْخَبَرُ لَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعٌ حُجَّةٍ لِإِمَّاكِينِ الْإِرْسَالِ فِيهِ قِيْقَالُ لَهُ فَإِنِ كَانَتْ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ

وَتَرْكُ الْاِحْتِجَاجِ بِهِ اِمْكَانُ الْاِرْسَالِ فِيهِ
 لَزِمَكَ اَنْ لَا تُثْبِتَ اِسْتَاذًا مُعْتَمَدًا حَتَّى تَمُرَّ
 فِيهِ السَّمَاعُ مِنْ اَوَّلِهِ اِلَى اٰخِرِهِ وَذَلِكَ اَنَّ
 الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِاِسْتَاذِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ
 عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فَيَقِينُ نَعْلَمُ اَنَّ هِشَامًا
 قَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيهِ وَانَّ اَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ
 كَمَا نَعْلَمُ اَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يَجُوزُ اِذَا الْمُرْقُلُ
 هِشَامٌ فِي رِوَايَةِ يَزِيدٍ بِهَا عَنْ اَبِيهِ سَمِعْتُ وَ
 اَخْبَرَنِي اَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَبِيهِ فِي تِلْكَ
 الرِّوَايَةِ اِنْسَانٌ اٰخَرٌ اَخْبَرَهُ بِهَا عَنْ اَبِيهِ وَلَوْ
 يَسْمَعُهَا هُرٌّ مِنْ اَبِيهِ لَمَا احْتَبَّ اَنْ يَرُدَّ بِهَا
 مَرْسَلًا وَلَا يُسَيِّدَهَا اِلَى مَنْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَكَمَا
 يُمَكِّنُ ذٰلِكَ فِي هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ فَهُوَ اَيْضًا
 مُمَكِّنٌ فِي اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذٰلِكَ كُلُّ اِسْتَاذٍ
 لِحَدِيثٍ كَيْسَ فِيهِ ذِكْرٌ سَمَاعٍ بَعْضِهِمْ مِنْ
 بَعْضٍ وَاِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ اِنَّ كُلَّ
 وَاَحَدٍ مِنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهِ سَمَاعًا
 كَثِيرًا وَجَازِلًا كُلُّ وَاَحَدٍ مِنْهُمْ اَنْ يَنْزِلَ
 فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعُ مِنْ غَيْرِهِ عَنْهُ
 بَعْضُ اَحَادِيثِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ عَنْهُ اَحْيَانًا وَلَا
 يُسَمِّي مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشِطُ اَحْيَانًا نِسْبَتِي
 الرَّجُلِ الَّذِي حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيثَ وَيَتْرُكُ
 الْاِرْسَالَ وَمَا قُلْنَا مِنْ هٰذَا اَمْرٌ جُودٌ
 فِي الْحَدِيثِ مُسْتَفِيضٌ مِّنْ فِعْلِ ثِقَاتِ
 الْمُحَدِّثِينَ وَاَيْتَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ وَسَتَذَكُرُو
 مِنْ رِوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِي ذَكَرْنَا
 عَدَدًا اَيْسَدَلُ بِهَا عَلَى اَكْثَرِ مِثَالِ اَنْ
 شَاءَ اللهُ تَعَالَى فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ اَيْتُورَب

ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ ان کے ہاں
 ہونے کا قاعدہ کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ حدیث مسنن (یعنی
 جس حدیث کی سندوں ہو کہ فلاں شخص نے فلاں سے
 روایت کیا) اس وقت تک مقبول نہ ہو جب تک کہ یہ ثابت
 نہ ہو جائے کہ سند میں مذکور ہر راوی نے اپنے مروی عنہ
 سے سماع بھی کیا ہے فرض کر دو ایک حدیث اس سند سے
 مروی ہوتی ہے از ہشام بن عروہ از والد عروہ (یعنی عروہ)
 از عائشہ اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہشام نے اپنے والد
 سے اور ان کے والد یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے سماع کیا ہے جیسا
 کہ ہم کو یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم سے سماع کیا ہے اور یہ سند بالاتفاق مقبول ہے مگر تہا کے قاعدہ کا جواز
 پر لازم آئے گا کہ یہ غیر مقبول ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہشام
 جس شخص کو یہ حدیث بیان کریں اس شخص سے یہ نہ کہیں کہ
 یہ حدیث میں نے اپنے والد عروہ سے سنی ہے (یعنی
 سمعت یا اخبرنی کا صغیر استعمال کریں) اور یہ بھی ممکن ہے
 کہ وہ حدیث ہشام نے براہ راست اپنے والد سے نہ سنی
 ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص واسطہ ہو جس
 کا ذکر ہشام نے نہ کیا ہو اور براہ راست اپنے والد سے
 حدیث روایت کر دی ہو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہشام
 کے والد عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ سے حدیث
 نہ سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو جس
 کا ذکر عروہ نے نہ کیا ہو اور براہ راست حضرت عائشہ سے
 روایت کر دی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کا راوی
 مروی عنہ سے حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس میں
 یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے براہ راست
 حدیث نہ سنی ہو اور درمیان شخص کا ذکر نہ کر کے براہ راست
 مروی عنہ سے روایت کر دی ہو۔

ہر چند کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں راوی کا فلاں مروی
 عنہ سے حدیث میں سماع ثابت ہے لیکن جب تک اس

السَّخْتِيَانِيَّ وَابْنَ الْمُبَارِكِ وَكَيْعًا وَابْنَ كُمَيْرٍ
وَجَمَاعَةً غَيْرَهُمْ رَوَاهُ عَنْ هِشَامِ
بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ
أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِحِلَّتِهِ وَلِحُرْمِهِ بِأَطِيبٍ مَا أَحَدٌ فَرَوَى
هَذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ
وَدَاوُدُ الْعَقَّارُ وَحَمِيدُ بْنُ الْأَسْوَدِ
وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ هِشَامِ
قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ
عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

خاص حدیث میں جس کو وہ بیان کر رہا ہے اپنے مروی عنہ سے
سماغ کی تصریح نہ کرے اس حدیث میں مرسل ہونے کا احتمال
موجود ہے۔ لہذا انتہائی قاعدہ کے مطابق یہ تمام احادیث
غیر مقبول ہونی چاہئیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے
شیخ سے متعدد احادیث سنی ہوتی ہیں لیکن کبھی تو وہ سند میں
اپنے شیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور کبھی شیخ الشیخ
سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور شیخ کا درمیان میں ذکر
نہیں کرتا۔ ہم نے جو سند بیان کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے
یہ ثقہ اہل علم اور ائمہ محدثین کے نزدیک مشہور معروف ہے
مثلاً ایوب سختیانی ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے
علاوہ محدثین کی ایک کثیر جماعت نے سند مذکور ذیل
کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: از ہشام بن عروہ
از والد خود (یعنی عروہ) از عائشہ: فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے اور کھولنے دونوں
مواقع پر حضور کو وہ خوشبو لگایا کرتی تھیں جو میرے پاس
بہتر سے بہتر موجود ہوتی۔ لیکن اسی حدیث کو لیث بن سعد
داؤد، عطاء، حمید بن اسود، وہیب بن خالد اور ابواسامہ
نے ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہشام
بیان کرتے ہیں کہ مجھے عثمان بن عروہ نے حدیث بیان کی
ہے از عروہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: امام مسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دراصل ہشام نے یہ حدیث اپنے بھائی عثمان سے سنی تھی لیکن پہلی بیان کردہ
سند میں اس کا ذکر نہیں اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ از ہشام از والد خود از عائشہ:
وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنا
سر میرے قریب کر دیتے اور میں آپ کے سر اقدس
میں لکھی کرتی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض (ایام ماہواری)
میں ہوتی تھی۔ اور بعینہ اسی روایت کو مالک بن انس نے
اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ از زہری، از عروہ،

وَرَوَى هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ مَا أَسَاءُ
فَأَرْجِلُهُ، وَأَنَا حَائِضٌ فَرَوَاهَا
بِعَيْنِهَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ
عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ازمروہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ :- امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عمرو نے براہ راست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ عمرو کے واسطے سے سنی تھی لیکن پہلی سند میں عمرو کے واسطے کا ذکر نہیں کیا اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانَ
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ فَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ
يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ
أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ
أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ
أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

میسری مثال یہ ہے کہ زہری اور صالح بن ابی حسان از
ابو سلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں انہیں
برسہ دیتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو
اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ نے ان کو یہ
حدیث بیان کر کے کہا کہ مجھے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز
نے بیان کی ان کو عمرو نے بیان کی اور ان سے حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انہیں روزے کی حالت میں برسہ دیا کرتے تھے۔

نوٹ :- امام مسلم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث دراصل ابو سلمہ نے عمر بن عبدالعزیز اور عمرو کے واسطے سے سنی تھی لیکن جب زہری اور صالح بن ابی حسان کو یہ حدیث بیان کی تو ان واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ عمرو بن دینار حضرت جابر سے
روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان
فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت
کھلایا اور پالتو گھوڑوں کے گوشت کھانے سے منع کر
دیا اور اسی حدیث کو عماد بن زید نے عمرو سے انھوں نے
محمد بن علی سے انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے
نوٹ :- امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عمرو بن دینار کی سند میں محمد بن علی بھی ہیں۔ لیکن پہلی سند میں انھوں نے اس کا

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو
بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَطَعْنَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْخَيْلِ
وَنَهَانَا عَنْ لُحُومِ الْخَمْرِ الْأَهْلِيَّةِ فَرَوَاهُ
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس قسم کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن
مغل شخص کے لیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند
مثالیں بھی کافی ہیں کہ جن لوگوں کے نزدیک حدیث کے
غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں مذکور
راویوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے سماع معلوم
نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حدیث مرسل ہو ان لوگوں پر لازم

وَهَذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْتَرُ تَعْدَادُهُ
وَفِيهَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كَفَايَةً بِذَوِي الْفَهْمِ فَإِذَا
كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلِ فِي
فَسَادِ الْحَدِيثِ وَتَرْهِينِهِ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ الرَّوَايَ
قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ شَيْئًا لِمَكَانِ الْإِدْسَالِ
فِيهِ لَوْمَةٌ تَرَكُ الْإِحْتِجَابَ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرَوَايَتِهِ

مے گا کہ وہ ایسی تمام روایات کو رد کر دیں جن میں راوی کی مروی عنہ سے سماع کی تصریح نہ ہو۔ حالانکہ جیسا کہ ہم ابھی ان مثالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ کبھی تو ائمہ حدیث کی سند میں سے بعض راویوں کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث کو یہ طور پر مسل بیان کرتے ہیں اور کبھی ان کا دل چاہتا ہے تو حدیث کی مکمل سند اسی طرح بیان کر دیتے ہیں جس طرح انھوں نے اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے۔ اور اگر کسی سند نے انھوں نے کم واسطوں سے یعنی شیخ کی موجودگی میں شیخ ایشیح سے روایت حدیث کی ہو یا زیادہ واسطوں سے روایت کی ہو یا اس طور کہ شیخ ایشیح سے روایت کی ہو تو اس تمام تفصیل کا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہی صورت اصطلاح حدیث میں صعود اور دوسری نزول کہلاتی ہے۔ سیدی) جیسا کہ ہم ابھی مثالوں سے واضح کر چکے ہیں۔

مَنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ إِلَّا فِي نَفْسِ الْخَبْرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَيْمَةِ الَّذِينَ تَقَلُّوا الْأَخْبَارَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ قَارَاتٌ يُرْسِلُونَ فِيهَا الْحَدِيثَ إِسْأَلًا وَلَا يَدْكُرُونَ مَنْ سَمِعُوهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشُطُونَ فِيهَا وَيُسْتَدُونَ الْخَبَرَ عَلَى هَيْئَةٍ مَا سَمِعُوا فَيَحْبِرُونَ بِالْتُرُؤْلِ فِيهِ إِنْ تَزَلُّوا وَبِالصُّعُودِ فِيهِ إِنْ صَعِدُوا كَمَا شَرَحْنَا ذَلِكَ عَنْهُمْ۔

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَيْمَةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَتَّقِدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيدِ وَسَقَمَهَا مِثْلَ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَيَجِيَّ بْنَ سَعِيدِ الْقَطَّانِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَتَشُوا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِي الْأَسَانِيدِ كَمَا دَعَاهُ التَّيُّ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّمَا كَانَ تَقَقَّدَ مَنْ تَقَقَّدَ مِنْهُمْ سَمَاعَ رِوَاةِ الْحَدِيثِ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ

مستفہدین میں سے ائمہ حدیث مثلاً ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمن بن مہدی اور بعد کے تمام محدثین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جو حدیث بیان کرتے اس کی سند کی خوب چھان بین کرتے لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کسی محدث نے بھی حدیث کے قبول کرنے کے لیے راوی کے مروی عنہ سے سماع کی قید نہیں لگائی جس طرح ان لوگوں نے یہ باطل شرط عائد کی ہے۔ البتہ جو راوی تدلیس کرنے میں مشہور ہو اس کے بارے میں محدثین یہ تحقیق ضرور کرتے ہیں کہ وہ جس شیخ کی طرف روایت کی نسبت کر رہا ہے فی الواقع اس

۱۵۔ تدلیس کا معنی ہے شبہ پیدا کرنا من حدیث کی اصطلاح میں تدلیس اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے حدیث سنی ہو وہ اچھی شہرت نہ رکھتا ہو، مثلاً متہم بالکذب ہو اس لیے وہ اپنی روایت کو مقبول بنانے کے لیے اپنے شیخ کے شیخ کی طرف حدیث کی نسبت کر دیتا ہے جس کی اچھی شہرت ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے شبہ ہو کہ راوی نے اس شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے وہ حدیث نہیں سنی ہوتی ایسے راوی کو تدلیس اور اس کی حدیث کو تدلیس کہتے ہیں۔ سیدی

شخص سے اس نے حدیث سنی ہے یا اس کی طرف ہماری نسبت کر دی ہے اور اصل میں کسی اور شخص سے ضعیف سنا ہے۔ تاکہ حدیث کی مکمل تحقیق ہو جائے اور اگر حالات ملنے لگیں تو اس حدیث کی ہر تراس سند کا عیب ظاہر ہو جائے لیکن جس شخص پر تدلیس کی تہمت نہ ہو اس کی سند اور روایت کے بارے میں اس قسم کی تحقیق نہیں کیا کرتے کہ روایت نے مروی حدیث سے سماع کیلئے یا نہیں۔ حدیث کو قبول کرنے کے لیے ان لوگوں نے جویہ باطل شرط قائم کی ہے اس کا ذکر ہم نے فن حدیث کے کسی امام سے نہیں سنا خواہ وہ ائمہ حدیث ہوں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یا ان کے علاوہ۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید انصاری کم سن صحابی ہیں وہ حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اپنی کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے ان دونوں صحابیوں سے ملاقات کی ہو اور اہل علم میں سے کسی شخص نے بھی عبداللہ بن یزید کی روایت پر اس وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ ان کی حدیث اور ابو مسعود سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے اس وجہ سے ان کی روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں اس کے برخلاف ہمارے علم میں جس قدر اہل علم ہیں وہ سب ان کی سند کو قوی ترین اسانید میں سے شمار کرتے ہیں، ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں (امام بخاری اور علی بن مدینی) کے مختصرہ قاصدہ کے مطابق یہ تمام روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اگر ہم ان تمام احادیث کا شمار کرنا شروع کریں، جن کو تمام اہل علم نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ ان لوگوں کی مضموم شرط پر روایت نہیں کرتے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب مدکار ہوگی۔

الرَّوِيُّ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِيسِ فِي الْحَدِيثِ
وَشَهْرَبِهِ فَيُحِينِيذِي يَبْحَثُونَ عَنْ سَمَاعِهِ
فِي رَوَايَتِهِ وَيَتَقَدُّونَ ذَلِكَ مِنْهُ كَمَا
يَنْزَحُ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِيسِ فَمَا ابْتَغَى
ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ مُدْلِسٍ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي
زَعَمَ مِنْ حَكِيمِنَا قَوْلَهُ فَمَا سَمِعْنَا ذَلِكَ
عَنْ أَحَدٍ مِمَّنْ سَمِينَا وَلَمْ نَسْمَعْ مِنَ الرَّوِيِّ

فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ وَقَدْ
رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى
عَنْ حَذِيفَةَ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ وَ
عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثًا يُسْنِدُهُ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْسَ فِي رَوَايَتِهِ عَنْهُمَا ذِكْرُ
السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حِفْظًا فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ شَاقَهُ حَذِيفَةُ وَأَبَا مَسْعُودٍ
بِحَدِيثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِكْرَ رَوَايَتِهِ إِيَّاهُمَا فِي
رَوَايَاتِهِ بَعِيْنَهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ
الْعِلْمِ مِمَّنْ مَضَى وَلَا مِمَّنْ أَدْرَكْنَا أَنَّهُ طَعَنَ
فِي هَذَيْنِ الْخَبْرَيْنِ الَّذِينَ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ يَزِيدٍ عَنْ حَذِيفَةَ وَأَبِي مَسْعُودٍ بِضَعْفٍ
فِيهِمَا بَلُّ هُمَا وَمَا أَشْبَهُهُمَا عِنْدَ مَنْ لَا قِيْنَآ مِنْ
أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مِنْ صَحَّاحِ الْأَسَانِيدِ وَقَوِيْنَهَا
يَدْرُونَ اسْتِعْمَالَ مَا نَقَلَ بِهَا وَالْإِحْتِجَاجَ بِمَا أَنْتَ
مِنْ سُنَنِ وَأَثَارِهِ فِي زَعْمِ مَنْ حَكِيمِنَا قَوْلَهُ
مِنْ قَبْلِ وَاهِيَةٍ مُهْمَلَةٍ حَتَّى يُصِيبَ سَمَاعَ
الرَّوِيِّ عَمَّنْ رَوَى وَلَوْ ذَهَبْنَا كَعِدِ الْأَخْبَارِ

الصَّحَاحَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَهْنُ بِزَعْمِ
هَذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيهَا لَعَجْزَنَا عَنْ تَقْصِي
ذِكْرِهَا وَأَخْصَانِهَا كُلِّهَا وَلَكِنَّا أَحْبَبْنَا أَنْ تَنْصِبَ
مِنْهَا عَدَدًا يَكُونُ سِمَةً لِمَا سَكَنَّا عَنْهُ مِنْهَا -

وَهَذَا أَبُو عُثْمَانَ التَّهْمِيُّ وَأَبُو دَرَا فِعِ
الصَّائِغُ وَهُمَا مِمَّنْ آذَرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحْبًا أَصْحَابَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّينَ هَلُمَّ
جَزًّا وَقَلًّا عَنْهُمْ الْأَخْبَارَ حَتَّى تَزُولَ إِلَى مِثْلِ أَبِي
هَرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوَيْهِمَا قَدْ اسْتَدَّ كُلُّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَلَمْ نَسْمَعْ فِي رِوَايَةٍ يَعْينُهُمَا أَنَّهُمَا
عَمَانًا يُبَيِّنُ أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا -

وَاسْتَدَّ أَبُو عَمِيٍّ وَالشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ
آذَرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَأَبُو مَعْبُدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَخْبَرَةَ
كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَيْنِ -

وَاسْتَدَّ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ
زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا
وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَوَلِدَا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

وَاسْتَدَّ قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَقَدْ آذَرَكَ
زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي
مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَحْبَابٍ -

وَاسْتَدَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَقَدْ
حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحْبٍ عَلِيًّا عَنْ
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس کا یہ مقدمہ متحمل نہیں ہے اس کے باوجود ہم یہ چاہتے
ہیں کہ بطور نمونہ کے ایسی متفق علیہ احادیث کی چند مثالیں
پیش کریں جو تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن ان لوگوں
کی شرط کے مطابق وہ ضعیف اور غیر معتبر قرار پاتی ہیں۔

ابو عثمان نہدی اور ابو رافع صائغ ہیں انہوں
نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور صحابہ کرام میں سے بہت سے
بدری صحابہ کی مجلس میں رہے اور ان سے احادیث
روایت کیں حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن
عمر سے بھی احادیث روایت کیں اور انہوں نے حضرت
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی واسطت سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ کسی روایت
سے ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ انہوں نے
ابی بن کعب سے سماع کیا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو۔

دوسری مثل ابو عمرو شیبانی کی ہے۔ انہوں نے
جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے اور ابو ہریرہ
بن سخرہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے حضرت ابو مسعود
انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ عبید بن عمیر نے جو زمانہ
رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی مثل یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جنہوں
نے زمانہ رسالت پایا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے
واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین حدیثیں روایت
کی ہیں۔

پانچویں مثال یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی یعلیٰ جنہوں
نے عمر بن الخطاب اور حضرت علی کا زمانہ پایا۔ حضرت انس
بن مالک کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

حَدِيثًا۔

حدیث روایت کی ہے۔

چھٹی مثال یہ ہے کہ ربیع بن خراش نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے اور ربیع نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع بھی کیا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ساتویں مثال یہ ہے کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے ابو ہریرہ خزاعی کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

آٹھویں مثال یہ ہے کہ ثمان بن ابی عیاش نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

نویں مثال یہ ہے کہ عطاء بن یزید لیشی نے حضرت تیم داری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

دسویں مثال یہ ہے کہ سلیمان بن یسار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

گیارہویں مثال یہ ہے کہ حمید بن عبدالرحمان حمیری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔

مذکورہ اعداد و سطور میں ہم نے جس قدر تابعین کی صحابہ کرام سے روایات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نام بھی بتلائے ہیں ان میں سے کسی تابعی کے بارے میں ہمیں

وَأَسَدَ رَبِيعِ بْنِ خَرَّاشٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَقَدْ سَمِعَ رَبِيعٌ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرَوَى عَنْهُ۔

وَأَسَدَ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مَطْعَمٍ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا۔

وَأَسَدَ الثُّمَّانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ ثَلَاثَةَ أَحَادِيثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

وَأَسَدَ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ تَيْمِ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا۔

وَأَسَدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَّارٍ عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا۔

وَأَسَدَ حَمِيدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمِيرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ _____ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ۔

فَكُلُّهُ هُوَ لِاتَّابِعِينَ الَّذِينَ نَصَبْنَا رَوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ سَمِينَاهُمْ لَمْ يُحْفَظْ عَنْهُمْ سَمَاعٌ عَلِمْنَا مِنْهُمْ فِي رَوَايَتِهِمْ بِعَيْنِنَا

امام نووی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خراش متوفی ۱۰۱ھ اور ان کے بھائی دونوں عظیم تابعی تھے مائخوں نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا اور قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک نہیں نہیں گئے کہ جب تک ہمیں اپنی ماتحت کا علم نہ ہو جائے، موت کے بعد صیغے ہی ان کو غسل دینے کے لیے لایا گیا انھوں نے مسکرا کر شروع کر دیا اور ان کے بھائی مسعود نے موت کے بعد لوگوں سے گفتگو کی۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۰۱)

وَلَا آتَهُمْ لِقْوَهُمْ فِي نَفْسٍ تَحِيدٍ بِعَيْنِهِ وَهِيَ آسَانِدٌ
عِنْدَ ذِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ مِنْ
صَحَابِ الْأَسَانِيدِ لَا تَعْلَمُهُمْ وَهَنُوا مِنْهَا شَيْئًا
قَطُّ وَلَا التَّمَسُّوا فِيهَا سِمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ
إِذَا السَّمَاعُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُمَكِّنٌ مِنْ صَاحِبِهِ
غَيْرِ مُسْتَنَكِرٍ لِكُونِهِمْ جَمِيعًا كَانَ فِي الْعَصْرِ
الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي
أَخَذَتْهُ الْقَائِلُ الَّذِي حَكِينَا هُوَ فِي تَوْهَبِ بْنِ
الْحَدِيثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقْلَ مِنْ أَنْ
يُعْرَجَ عَلَيْهِ وَيُتَارَ ذِكْرُهُ إِذْ كَانَ قَوْلًا
مُحَدَّثًا وَكَلَامًا خَلْفًا لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْ
أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنَكِرُهُ مِنْ بَعْدِهِمْ
خَلْفًا فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِي رَدِّهِ بِأَكْثَرِ مِمَّا شَرَحْنَا
إِذْ كَانَ قَدْرُ الْمَقَالَةِ وَقَائِلِيهَا الْقَدْرُ الَّذِي
وَصَفْنَا وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ
مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ

یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ انہوں نے ان صحابہ کرام سے سماع کیا
ہے جن کی روایات بیان کی ہیں اور نہ ہی کسی روایت سے
یہ ثابت ہو سکا کہ ان تابعین کی ان صحابہ کرام سے ملاقات
ہوئی ہے۔ اور یہ اسانید جن کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا
ہے وہ اسانید ہیں جن کو صحیح اسانید قرار دیا گیا ہے اور
ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے ان اسانید
کو ضعیف قرار دیا ہو اور نہ ہی ہمارے علم میں کوئی ایسا
شخص ہے جس نے اسانید میں اس بات کی چھان بھٹک
کرنے کی کوشش کی ہو کہ آیا جو تابعین جن صحابہ کرام سے
روایت کر رہے ہیں انہوں نے ان صحابہ سے احادیث
سنی بھی تھیں یا نہیں کیونکہ تابعین میں سے ہر تابعی کا
صحابہ کرام سے حدیث سنانا ممکن تھا یہ لوگ ایک دوسرے
کے معاصرین اور ہم زمانہ تھے اور جن لوگوں نے اپنی
اختراعی اور باطل شرط کے پیش نظر احادیث صحیحہ کو
ضعیف قرار دیا ہے ان کی شرط اس قابل نہیں ہے
کہ اس کی طرف زیادہ التفات کیا جائے، کیونکہ یہ بعد
کے لوگوں کا نیا قول اور باطل شرط ہے۔ متقدمین اہل
علم اور اسلاف میں سے کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی
اور بعد والے لوگوں نے بھی اس شرط کو رد کر دیا ہے
اور جب اہل علم میں سے اسلاف اور معاصرین نے اس
شرط کو رد کر دیا تو اس سے بڑھ کر اس باطل شرط کو
رد کرنے کے لیے اور کیا دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔
کیونکہ اب اس شرط اور شرط عائد کرنے والے دونوں
کی قدر و منزلت سب پر واضح ہو گئی۔ جو لوگ اہل علم کے
خلاف کسی مسلک کو اختراع کرتے ہیں ان کا رد کرنے کے
لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کے طالب ہیں اور اس کی مدد
پر بھروسہ کرتے ہیں۔

تمام حمد و ثنا کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتیں سیدنا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ و بارک وسلم ہی کے نمایاں نشان ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدًا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

کتاب الایمان

علامہ رانجب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

ایمان اَمَن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا،

اور خوف کا زائل ہونا، امن، امانت اور امان اصل میں معادریں ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو
اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ
الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ - (انفال، ۲۵)

نیز قرآن مجید میں ہے:

بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر
اپنی امانت پیش کی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَالْجِبَالِ - (احزاب: ۷۲)

اور قرآن مجید میں ہے:

اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

وَمَنْ دَخَلَ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران، ۹۷)

یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا، یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے
قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک
وسلم، اللہ کے پاس سے لے کر آئے، اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

بے شک اسلام قبول کرنے والے، یہودی،

ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارى

عیسائی اور ستارہ پرست۔

والصّٰبِیْنَ - (بقرہ: ۶۲)

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو دے اور ان کا ایک

وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال بسبب مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ذہن کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور

اس کا تحقیق دل کے ماتنے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے، اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَنُورُهُمْ (حدید: ۱۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے ان کا اجر اور نور ہے۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق، قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا
أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانَ (مجادلہ: ۲۲)

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں ایمان سے مراد صرف تصدیق ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے:

وَمَا آتَتْ بِمِثْمُونٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ
(یوسف: ۱۷)

اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ
(بقرہ: ۱۷۳)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (تحويل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ والبتہ ماننا ایمان ہے، اس حدیث میں چھ چیزوں کے ملنے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے، یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے۔
علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے، علامہ زنجبیری نے اس میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ ایمان کا حقیقی معنی تصدیق ہے، اور کثافات میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے، بعض محققین نے کہا ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہو تو یہ بنفسہ منقذی ہوتا ہے، اور جب اس کا معنی اذعان (ماننا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنی اعتراف ہو تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، ازہری نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر ایمان بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے، اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل

۱۔ علامہ حسین بن راعب محمد اصفہانی متوفی ۲۰۲ھ المفردات ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ المکتبۃ الرضویۃ ایوان، ۱۳۲۰ھ

سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی
ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا، وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا
ایمان ہے وہ یا منافق ہوگا یا جاہل، (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق
کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا وَاَفْطَبَعِ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان
لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے
دلوں پر مہر کر دی گئی۔

(منافقون، ۳)

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل
سے کافر ہوئے، پھر زبان سے ایمان لائے، پھر کافر
ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم
کفروا ثم اٰزدا واکفروا۔

(نساء، ۱۳۷)

رجاج نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے
امام بلاغ نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے
اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں، ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان
کا اطلاق کیا جاتا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا معنی ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا، یا اپنے اولیاء کو
غذاب سے امن میں رکھنے والا، مندرجی نے ابوالعباس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں
سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے
انبیاء کی تصدیق کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور
اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن
ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن
ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن
ہے، یہ علامہ ابن اثیر کا قول ہے۔ ۱۷

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق ایمان کے شرعی معنی میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ
ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں، محققین، امام اشعری، قاضی عبدالعبار، استاذ ابواسحق اسفرائینی،
حسین بن فضل اور دیگر ماہر کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بدعتاً علم

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ کے پاس سے لئے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لیے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو عواہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے، اس میں بھی دو نظریے ہیں، غیلان بن مسلم و مشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے، اور کلامیہ کا قول یہ ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، ان کا زعم یہ ہے کہ منافق بہ ظاہر مومن ہے اور بہ باطن کافر ہے، دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں:

(۱)۔ امام ابوحنیفہ، عامۃ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے۔

(۲)۔ بشر المریسی اور ابوالحسن اشعری کا نظریہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

(۳)۔ زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنی ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں:

(۱)۔ معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد و جازم ہے عام اذی کہ وہ اعتقاد و تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

(۲)۔ معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دلیل سے حاصل ہو، اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے، امام ابوحنیفہ، امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوگا، خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جز نہیں ہے، زاد جہنم ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد امام اوزاعی اور محدثین کا قول ہے، معتزلہ، خوارج اور زید یہ کا بھی یہی قول ہے، محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں:

(۱)۔ عبداللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے، پھر ہر اطاعت الگ الگ ایمان ہے اور محمود اور دل سے انکار کہ ناکفر ہے، پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

(۲)۔ فرائض اور نوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

(۳)۔ ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ نوافل کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) - واصل بن عطاء، ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

(۲) - ابعلی جبائی اور ابوالشتم کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

(۳) - نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام مامی سے اجتناب خواہ صغائر ہوں یا کبائر، اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صاحبین کے قریب ہے، مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خارج کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے، اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ لہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں عمل ہو وہ منافق ہے، جس کے اقرار میں عمل نہ ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں عمل ہو وہ فاسق ہے وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا، اور جنت میں داخل ہو جائے گا، امام رازی نے کہا اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کی جز ہیں اور جنت کی نعمت سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ، اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

الایمان ان تؤمن بالله وملئکتہ و
بلفائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث والاسلام ان
تعبد اللہ ولا تشرك به وتقيم الصلوة و
تؤتي الزکوٰۃ المفروضہ و تصوم رمضان۔

(صحیح مسلم)

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیلئے؟
انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپ

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ، قالوا
اللہ ورسولہ اعلو قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ

۱۰۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی مترنی ۸۵۵ھ، مدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۴-۱۰۲، لمخص، مطبوعہ دارۃ الطباق المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وان عمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء
الزکوة وصيام رمضان وان تعطوا من المغنم
الخمس۔ (صحیح مسلم)

نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
کا مستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ
ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے
خمس ادا کرنا۔

پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان، ایمان کامل کے معنی
میں ہے، اور جن احادیث میں اعمال کی نفعی سے ایمان کی نفعی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث
میں عمل کی نفعی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔
اس کی مثال یہ ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن۔
(صحیح مسلم)

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مؤمن
نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفعی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات
على ذلك الا دخل الجنة قلت ان زنی وان
سرق قال وان منی وان سرق۔
(صحیح مسلم)

جس شخص نے بھی لا اله الا الله کہا پھر اسی پر مر گیا وہ
جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا خواہ اس نے
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو آپ نے فرمایا خواہ اس نے
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون
سامع منقول شرعی ہے اور کون سامع مجاز ہے اس میں اختلاف ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان
کی وجہ سے دوزخ میں داخل سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے ظلو
سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔
حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کی جہت کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان
کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے اور جب وہ کسی بے عمل یا بد عمل شخص پر مؤمن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس
سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ
نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔ لہ

مؤمن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
ایمان کی تعریف میں جو تصدیق

بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئی نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے، کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے، قرآن مجید میں ہے:

الذین اتینہم الكتاب يعرفونہ کما
يعرفون ابناؤہم۔
جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی
کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے
ہیں۔ (بقرہ: ۱۴۶)

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انھوں نے فرعون سے فرمایا:
قال لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب
السموات والارض بصاثر وانی لاظنک یا فرعون
مذبوراً۔
موسیٰ نے فرمایا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (مچھکتی
ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی
اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں، اور اے فرعون
میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔
(بنی اسرائیل: ۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو ظلم
تھا، اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے، نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے صرف جانتا
کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے، یعنی اپنے تصدق اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کر کے اس سے اس
کی وہی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔ ۱۰

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد | ہم نے

ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل
پیش کیے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

ارنک کتب فی قلوبہم الایمان۔
یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت
فرمادیا۔

قالوا امانا بافواہہم ولو تو من قلوبہم۔
ہیں، حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔
(مائدہ: ۴۱)

قالت الاعراب امانا قل لو تو منوا
ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان
فی قلوبکم۔
دیہات کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے، آپ
فرمائیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم نے اطاعت کی
ہے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں
ہوا۔ (حجرات: ۱۴)

۱۰۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۵۸۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، ملخصاً مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیرہ، مصر ۱۳۸۸ھ

ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے، اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد | صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

ومن الناس من يقول انا بائنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين - (بقرہ: ۸۰)
بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔
زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن نہیں قرار دیا گیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی، نیز قرآن مجید میں ہے:

اذا جاءك المتأفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المتأفقين لکذبون -
جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔
(منافقون: ۱)

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد | اعمال ایمان میں داخل مجید کی حسب ذیل آیات دلیل ہیں:

ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات كان لهم جنات الفردوس نزلاً - (کہف: ۱۰۰)
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔
اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تنابیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں، اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔
من عمل صالحاً من ذكرا وانثى وهو مؤمن قلنجينته حياة طيبة -
جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔
(نحل: ۹۷)

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو مشروط قرار دیا ہے اور مشروط بشرط سے خارج ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، اور اسی پنج پر یہ آیات ہیں:

ومن يعمل من الصالحات من ذكرا وانثى وهو مؤمن فاولئك يدخلون الجنة (نساء: ۱۱۲)
اور جس نے نیک کام کیے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔
ومن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا يخف
اور جس نے نیک کام کیے بشرطیکہ وہ مومن ہو

ظلمًا ولا هضمًا - (طہ: ۱۱۲)

واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ

ان کنتم مؤمنین - (انفال: ۱)

تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔

اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو، اور اللہ

اور اس کے رسول کا حکم مانو، بشرطیکہ تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں مرکب کبیرہ پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اگر نیک اعمال ایمان کی جز ہوتے تو معصیت کبیرہ کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص

فی القتلی - (بقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ فرض کیا گیا ہے

جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے، اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا

فاصلحوا بینہما - (حجرات: ۹)

تو ان میں صلح کلا دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہوگی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں

پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہ المؤمنون - (نور: ۳۱)

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان

کے منافی نہیں ہے اور اسی ہیچ پر یہ آیت ہے:

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً (محریم: ۸)

ائمہ ثلاثہ اور محدثین اور دیگر اسلان

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں

داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان

وإذا تلیت علیہم آیاتہ زادہ ایماناً -

کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں۔

(انفال: ۲)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں

وإذا ما أنزلت سورۃ فمنہم من یقول

سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے

ایکم زادتہ ہذہ ایماناً فاما الذین آمنوا

کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا سو جو ایمان والے میں تو

فزادتهم ایماناً وہم یستبشرون -

اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا ہے اور وہ

(توبہ: ۱۲۳)

خوش ہوتے ہیں۔

لوگوں نے ان سے کہا بے شک لوگوں نے

الذین قال لہم الناس ان الناس قد

تم سے مقابلہ کیے بڑے لشکر، جمع کر لیے ہیں سو

جمعوا لکم فاخشوہم فزادہم ایماناً -

تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

(ال عمران: ۱۶۳)

ولم یأمنوا الا حزاب قالوا هذا ما
وعدا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما
زادهم الا ایمانا وتسلیماً -

(احزاب: ۲۲)

والذین اهتدوا زادهم هدی -

(محمد: ۱۷)

انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدی

(کہف: ۱۳)

ویزید الله الذین اهتدوا هدی -

(مریم: ۷۶)

وما جعلنا عدتهم الا فتنة للذین

كفرو الیستیقن الذین اتوا الكتاب ویزداد

الذین آمنوا ایماناً -

(مدثر: ۳۱)

هو الذی اقرزل السکینة فی قلوب المؤمنین

لیزدادوا ایماناً مع ایمانهم -

(فتح: ۴)

اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) لشکر دیکھے
(تو) کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول
نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے
سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام اور
زیادہ ہی ہوا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان
کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

بے شک کچھ جوان اپنے رب پر ایمان لائے
اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کی ہدایت
کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اور ہم نے (دوزخ کے) فرشتوں کی تعداد صرف
اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب
یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو
جائے۔

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں
میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان
کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد

داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، انھوں نے بکثرت احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں سے
بعض احادیث یہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیہ و

سلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء

شعبۃ من الایمان -

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساٹھ اور
کچھ حصے ہیں، اور اجاب بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔
حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عليه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ويقوموا الصلوة ويؤتوا الزكوة فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وامنوا بهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما الايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال نعم اذ اتوا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء الزكوة وصيام رمضان وان تعطا من المغنم الخمس

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مهاجر وہ ہے جو اللہ کے منہ کیے ہوئے کاموں کو ترک کرے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ کو ادا کریں، اور جب وہ یہ کہیں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا میں کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا معنی جانتے ہو؟ صحابہ نے کہا اللہ احد اس کا رسول زیادہ ماننا ہے آپ نے فرمایا یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی جز پر عمل ترک کرے گا اس کا ایمان اس شخص سے کم ہوگا جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا

ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکورہ آیات اور احادیث سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان کم ہوگا اور اگر اعمال زیادہ ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا۔ ان تمام آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ایمان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور وہ یہاں بالاتفاق مراد نہیں ہیں امام رازی نے کہا یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد نفس تصدیق ہو تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا اور اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، پھر امام نے کہا عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں، اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا، ان سے مراد اصل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دارالحدیث، ۱۳۸۱ھ

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸
 ۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳

دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔ ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔ بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق باقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے، کیونکہ جس شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دُور سے دیکھتے ہیں۔ بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دو وجہوں سے کی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے، جیسے غمش، غم اور غصہ وغیرہ کیفیات نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت، ضعف اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تصدیق میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لادم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کا ایمان برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ سے تصدیق تفصیلی، کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر آئے ہیں، اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہونا چاہیگا اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجمالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے، پھر جیسے جیسے اس کو احکام شریعی کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راہین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تشکیک اور مخالطہ آفرینی سے ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔ لہ

ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات | معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ مصیبت کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں

داخل نہیں ہوتا اور ان کے نزدیک اس کو دائماً دوزخ میں عذاب ہوتا ہے۔

وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَجَزَاءُ ۙ

جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ

وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔

(نساء: ۹۳)

جو شخص کسی مومن کو عمدتاً قتل کرے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اور اللہ تبارک نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتل کے ارتکاب پر دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس دلیل کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت ایک شخص مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے بونہر کے

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عیسیٰ متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹-۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

(۲)۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ میں دائمی عذاب، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

(۳)۔ جب مشفق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبدد اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، یعنی جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور قتل کی علت مومن کا ایمان تھی، اور اس نے اس کے مسلمان اور مومن ہونے کے سبب سے اس کو قتل کیا اور جو اس وجہ سے کسی مومن کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا دائمی عذاب ہی ہے۔

(۴)۔ اگر کسی مسلمان نے مومن کو قتل کیا ہے تو وہ بھی دائمی عذاب کا مستحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما کر اس کی سزا کم کر دے گا یا بالکل ساقط کر دے گا۔

(۵)۔ مستعداً کا معنی ہے مستعد یعنی جس شخص نے حلال بھوک کر کسی مسلمان کو قتل کیا، اس کی سزا دائمی عذاب ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶)۔ غلود سے مراد مکث طویل ہے، یعنی وہ زیادہ عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء تخریف پر محمول ہے، یعنی زجر و توجیح اور ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔

(۸)۔ اس آیت کے بعد ایک قید محدود ہے، یعنی اگر میں اس قاتل کو معاف نہ کروں تو اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا اسی کو علف و عید کے جواز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع کے آخر میں ہم نے اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔
مستزادہ کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده
يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب
مہین۔

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدود سے تجاوز کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

(نساء: ۱۳۱)

اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جو جمیع حدود سے تجاوز کرے اور جمیع حدود میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی داخل ہے اور جو اس حد سے تجاوز کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔

پہلی آیت سے استدلال کے جواب میں جو جوابات دیے گئے ہیں وہ بھی اس آیت کے جواب میں جاری ہو جائیں گے۔
مستزادہ کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

بلى من كسب سيئة واحاطت به خطيئته
فاولئك اصحاب النار هم فيها خالدون۔

کیوں نہیں، جس نے برائی کی، اور اس کو اس کے گناہوں نے گیر یا تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(بقرہ: ۸۱)

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) - یہ آیت بیہودوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم کو صرف چند روز دوزخ کا عذاب ہو گا تو اللہ قتلنے لے ان کے متعلق فرمایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) - اس آیت میں احاطہ سے یہ مراد ہے کہ بڑائی اس کے ظاہر اور باطن کا مکمل احاطہ کر لے، حتیٰ کہ اس کے دل میں تصدیق رہے زبان پر اقرار رہے، تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اس کو جہنم میں دائمی عذاب ہو گا۔ اس آیت سے استدلال کے جواب میں پہلی آیت کے جوابات بھی جاری ہوں گے۔

ان تینوں آیات سے استدلال کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیات، ان آیات سے معارض ہیں جن میں مومنین کو جنت میں دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور رفع تعارض کے لیے یہ کہا جائے گا کہ آیات وحید میں خلود بمعنی مکث طویل ہے۔ دائمی ثواب کی بشارت کی بعض آیات یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دائمی رہائش کے باغوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الانہر خالدین فیھا و منسکن طیبۃ فی جنت عدن۔

(توبہ: ۷۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغات کی نہانی ہے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے اپنی جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت كانت لھم جنت الفردوس نزلوا علیھا لا یبغون عنھا حولاً۔

(کہف: ۱۰۸-۱۰۷)

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنت میں دوام کی بشارت دی ہے اور اگر صاحب کبیرہ مومن کو دائمی عذاب دیا جائے تو ان آیات میں تعارض لازم آئے گا اس لیے تعارض دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ انشاءً تخلیف پر محمول ہیں، تاکہ ان آیات میں تطبیق ہو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تعارض دور کرنے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں مومنین کو دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان کو انشاءً ترغیب پر محمول کر دیا جائے اور جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ان کو اپنے ظاہر پر برقرار رکھا جائے اس طرح تطبیق بھی ہو جائے گی اور معتزلہ کا مذہب بھی ثابت رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم جب انعام کا وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کہتا اور جب سزا کی وعید سنائے تو معاف کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یہی ہے کہ وعدہ کی آیات کو پورا کرے اور گنہگاروں کو معاف کرے وعید کی آیات کا بہ ظاہر خلاف کرے۔ ہماری تقریر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ

علیہ وسلم من مات وهو یعلم انه لا الہ الا اللہ

اسی کو لالا الہ الا اللہ پر یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے لالا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ اس پر مدد کرے اور اس کو جنت میں لے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے، جب میں سہاڑا آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے فرمایا جس شخص نے بھی لالا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، میں نے پھر کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ یہ مکالمہ تین بار ہوا اور چوتھی بار آپ نے فرمایا: ابو ذر کی ناک خاک آلود کرتے ہوئے وہ جنت میں جائے گا! پھر حضرت ابو ذر یہ کہتے ہوئے نکلے، خواہ ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو!

عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار ۱

عن ابي ذر قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم وهو نائم عليه ثوب ابيض ثم اتيته فاذا هو نائم ثم اتيته وقد استيقظ فجلست اليه فقال ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة قلت وان زني وان سرق قال وان زني وان سرق قلت وان زني وان سرق قال وان زني وان سرق قلت وان سرق ثلاثا قال في الرابعة علي رعد انف ابي ذر فخرج ابو ذر وهو يقول وان ما رعد انف ابي ذر - ۲

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان صاحب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں، بزنا و لواط مغفرت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور معتزلہ کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲، " " " " " "

۳۔ " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶، " " " " " "

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۴-۸۶۶، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات | خوارج کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ

ہو یا کبیرہ، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک

ھو الکافرین۔ (ماائدہ: ۴۴)

اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق

حکم کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس دلیل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ اس آیت میں حکم نہ کرنے سے مراد تصدیق نہ کرنا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جبہ طور استہانت اور توہین اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۳)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے، حتیٰ کہ اس پر ایمان بھی نہ لائے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

(۴)۔ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ما انزل اللہ سے مراد توہیات ہے، اور سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے توہیات کے حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور زانی کو رجم کرنے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

خوارج نے حسب ذیل اماریت سے بھی استدلال کیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے علم کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کیا وہ کافر ہو جائے گا، اور جس شخص نے غیر کے مال کا دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنائے اور جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر یا دشمن خدا کہا جب کہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کافر اس کی طرف لوٹ آئیگا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کے ترک کا فرق ہے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغير ابيه وهو یعلمہ الا کفر ومن ادعی ما لیس له فلیس منا ولیتبوا مقعداً من النار ومن دعا رجلاً بالكفر او قال عدا و اللہ و لیس کذلک الا حاراً علیہ۔ ۱

عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل و بین الشریک و الکفر ترک الصلوۃ۔ ۲

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیر متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، " " " " " " " " " "

(۱) - ان احادیث میں معصیت کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اللہ ان کے چند جملہات ہیں، جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے، یا اپنا نسب غیر کی طرف جائز سمجھ کر منسوب کرے وہ کافر ہے۔

(۲) - جو شخص بہ طور استہانت معصیت کا ارتکاب کرے۔

(۳) - ان احادیث میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے، وہ کفر نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں ہے۔

(۴) - مرتکب معصیت کو بہ طور تغلیظ اور تہدید کافر کہا گیا ہے۔

(۵) - ایسا شخص کفر کے قریب ہے۔

علماء اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ مومن کی معصیت مغیرہ ہو یا کبیرہ وہ معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شرک کے سوا ہر معصیت لائق معافی ہے:-

ان الله لا يعقران يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء -

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور جو اس سے کم ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

(نساء: ۱۱۶)

اس آیت کی تائید اس حدیث میں ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان نبى الله صلى الله عليه وسلم ومعاذ بن جبل رديفه على الرحل فقال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال ما من عبد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله الا حرم الله على النار قال يا رسول الله افلا اخير بها فنيست بشروا قال اذن يتكلموا فئاخبر بها معاذ عند موته تاشمأ - له

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا ستمی نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگ کو اس کی خبر نہ دوں جس سے وہ خوش ہوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے بچنے کے لیے موت سے

پہلے اس کی خبر دے دی۔

ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات

مرجئہ کا یہ نظر یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد مصیبت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور ہر مومن بغیر عذاب کے جنت

میں جائے گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، ان کی دلیل یہ ہے کہ دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ ذلیل نہیں کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيته۔

اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا

تو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا۔

(ال عمران: ۱۹۲)

اور مومن کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا کرے گا نہ ان لوگوں

کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

(تحریم: ۸)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوزخ میں داخل ہونا ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے، بلکہ دائمی دخول ذلت کا سبب ہے اور گناہ گار مومنوں کا دوزخ میں عارضی دخول ہوگا اور وہ بھی تطہیر کے لیے ہوگا تاکہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہو جائیں، ان کے لیے دوزخ میں دخول ذلت اس وقت ہوتا جب ان کو معاف نہ کیا جاتا اور دوزخ سے نکالنا نہ جاتا اور جس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، وہاں یہ قید ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، مطلقاً مومنوں کے لیے یہ نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوزخ کے عذاب سے بالکل محفوظ رہنے کی نوبت حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کو مصیبت سے ضرر ہوگا، اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

ہمتیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں

ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

ما سلككم في سقره قالوا له نك من

المصلين ۵ ولم نك نطعم المسكين ۵

(مدثر: ۲۳-۲۲)

ہر طعنہ دینے والے اور غیبت کرنے والے کے

لیے تباہی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر

رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے

ہمیشہ (زندہ) رکھے گا، ہرگز نہیں! وہ ضرور چورا چورا

کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا! اور آپ کیا

سمجھے، چورا چورا کرنے والی کیا چیز ہے؟ یہ اللہ کی

آگ ہے، بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر چڑھ جائے گی

ويل لكل همزة لمزة الذي جمع مالا

وعدده ۵ يحسب ان ماله اخلاصه ۵ كلا

لينبذن في الحطمة ۵ وما ادرك ما الحطمة ۵

نار الله الموقدة التي تطلع على الافياء ۵

انها عليهم موصدة ۵ في عمد ممددة ۵

(سورة الهمزة)

بے شک وہ ان پر دہرے سے ہونے والی ہوگی
(جبروت کے ہونے شعلوں کے) بے بے ستونوں میں

میز حضرت عمرو بن جذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا:
ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے اور بزم میں مختلف لوگوں پر
عذاب ہوتا ہوا دکھایا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قالا نعم اما الذي رايتہ يشق مشدقہ
فكذاب يحدث بالكذبة فتحمل عنه حتى
تبلغ الافاق فيصنع به الى يوم القيامة
والذي رايتہ يشد خراسه فوجل علمه
القران فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه
بالنهار يفعل به الى يوم القيامة والذي
رايتہ في النقب فهم الزناة والذي رايتہ
في النهر آكلوا الربا۔

حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے کہا: آپ
نے جس شخص کے جبروتوں کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا یہ
جوٹا شخص تھا یہ جوٹا ہوتا اور اس کا جوٹا ساری
دنیا میں پھیل جاتا، اس کو قیامت تک یونہی عذاب
دیا جاتا رہے گا، اور آپ نے جس شخص کے سر کو
پتھر سے کڑھا جاتے ہوئے دیکھا یہ وہ شخص تھا جس
کو قرآن کا علم دیا گیا، یہ رات کو اس سے اعراف کبر کے
سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اس کے
ساتھ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا، اور آپ نے
آگ کے تنور میں جن لوگوں کو جلتے ہوئے دیکھا یہ زنا کا
تھے اور آپ نے عمن کے دریا میں جن لوگوں کو دیکھا
یہ سو خورد تھے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر میں اور آخرت میں عذاب
ہوگا، اس لیے مرجعہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور کسی مسلمان کو کسی قسم
کا عذاب نہیں ہوگا خواہ وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

ایمان کی تعریف میں اہل تسبیح کے مذاہب کا خلاصہ | ایمان کی تعریف میں ہم نے اہل قبلہ کے جو مذاہب
تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ

یہ ہے:

- (۱)۔ جمہور متکلمین اور محققین کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔
- (۲)۔ امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار اجراء احکام مسلمین کے لیے
شرط ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

(۳)۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں، اقرار اور تصدیق، لیکن اگر اہ کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴)۔ اثر ثلاثہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں، تصدیق، اقرار اور اعمال صالحہ، لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہوتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔
(۵)۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبد الجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب سب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور تکذیب نہ کرنے کی وجہ سے وہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔

(۶)۔ ابو علی جبائی معتزلی اور ابو ہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے، باقی تفصیل حسب سابق ہے۔

(۷)۔ نظام معتزلی کا مذہب ہے جس کام پر وعید ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔
(۸)۔ خوارج کا مذہب ہے تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان معصیت کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے خواہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(۹)۔ کرامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔
(۱۰)۔ غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار بہ شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔
(۱۱)۔ جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔
(۱۲)۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں پس

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماتنا اور تسلیم کرنا) اور اسلام کا شرعی معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اسلام کا اطلاق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دین یہودیت، دین نصرانیت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام (ال عمران ۱۹)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضی باللہ رباً و

بالاسلام دیناً۔

جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا، اور اسلام کو دین

مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے، اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں، علامہ خطابی نے کہا ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے، اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے، یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے، لہذا ہر مسلم، مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے۔ بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص مطلق کی نسبت ہے، جیسا کہ بعض فقہان نے اس کی تفسیر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اچانک مر جائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی، اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں، لہذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔ لہذا علامہ عینی کا ایمان اور اسلام کو متغائر قرار دینا، صحیح نہیں ہے تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں، کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے، یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے،

فاخرجنا من كان فيها من المؤمنين . فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين .

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال دیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا (اور کوئی گھر) نہ پایا۔

(ذاریات ۲۶۱ - ۲۵)

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کثرت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا سلم ہے اور مومن نہیں ہے، ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے خواہ مفہوم متغائر ہو) اور مشائخ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ سے

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹، ملخصاً مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بمصر، ۱۳۴۸ھ

سے معائنہ مانتے ہیں، جیسا کہ کفار میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہوئی خبیروں اس کے ادا اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع (اطاعت) کا نام اسلام ہے، اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے ادا اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا، انقیاد و متحقق نہیں ہوگا، اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قالت الاعراب امانا قل لہ تو منوا ولكن

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان

نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (مطیع ہوئے ہیں)۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے متحقق کی تصریح ہے، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان
محمد رسول الله وتقيم الصلوة وتؤتي
الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البيت
ان استطعت اليه سبيلا -
(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے وفد سے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اتدرون ما الایمان بالله وحده قالوا
الله ورسوله اعلم قال شهدا ان لا اله
الا الله وان محمدا رسول الله واقام
الصلوة وابتاء الزکوٰۃ وصيام رمضان
وان تعطوا من المعتم الخمس -
(بخاری)

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان بضع وسبعون شعبۂ اعلاھا قول
لا الہ الا اللہ وادناھا اطاعتہ الاذی عن
الطریق - (بخاری و مسلم)

ایمان کے مترادف کچھ ہیں، سب سے اعلیٰ
صوبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور ادنیٰ وجہ راستہ سے
تسلیم وہ چیز کو ہٹانا ہے۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں یہ
نیز علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تقابیر ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سکرنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا، اور تصدیق کا متعلق ہے
خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو صحیحہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳ ہے جس کا جواب
ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے:

ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین و
المؤمنات - (احزاب: ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان
والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔
اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تنائی کو چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
عطف کے لیے تنائی بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متناثر اور معدداً قائم
ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر
دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے باقی طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔
علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ
اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے:

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان بناتے
ہیں، آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ
یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان
کا ہدایت دی۔
یہ منون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا
علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ہداکم
للایمان - (حجرات: ۱۷)

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم
ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فہم
مسلمون - (نمل: ۸۱)

آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہمارے آیت
پر ایمان لائے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

اسے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جس طرح
اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو صرف حالت

یا یہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ
ولا تموتن الا وانتم مسلمون - (بقرہ: ۱۷۵)

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد فلسفی ص ۹۶-۹۴، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کرچی

اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا، اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں: علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

قد اتفق أهل الحق وهو فريقا الأشاعرة
والحنفية على أنه لا إيمان بلا إسلام وعكسه

اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے

اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف کہتے ہیں:

إي لا إسلام يعتبر بدون إيمان فلا
ينفك أحدهما عن الآخر
علامہ میر سید شریف کہتے ہیں:

یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر مستحق نہیں ہوتا۔

وإيمان الإسلام هو الإيمان فلا
لو كان غير الإسلام لما قبل من يبتغيه لقوله تعالى
ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل
منه

اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے والے کا ایمان مقبول نہ ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

علماء متکلمین کے ان دلائل اور تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں یہ مفہوماً متضاد ہیں اور مصداقاً متحد ہیں، اور جنہوں نے ان میں تضاد کا قول کیا ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی کہتے ہیں:

مؤمن اور مسلمان کی تعریف

شرعیّت میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں) لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے، یعنی جن چیزوں کے متعلق بدامت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو

الإيمان في الشرع هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالى أي تصديق النبي بالقلب في جميع ما علم بالضرورة ما جاء به من عند الله تعالى
اجملاً فإنه كاف في الخروج عن عهداته
الإيمان

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسائره مع المسامره ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دارالمعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

۳۔ علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامره ج ۲ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰،

۴۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۷۰، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشتور لکھنؤ

۵۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے ادیان باطلہ سے بڑھ کا اظہار کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قرآن مجید پر اور تمام صفات پر ایمان لائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور آخری رسول ہونے پر ایمان لانے کے بعد لکھنے پر اور جہاد اور سزا پر ایمان لائے، دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے، رمضان کے روزے کو تہمت لگانے، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور دیگر تمام محرمات سے مجتنب رہنے کا اقرار کرے، جھوٹ، قتل، زنا، پاکدامن ماننے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ سب سچی ہیں اور آپ جو احکام لے کر آئے ہیں وہ سب برحق ہیں، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر وہ عمل کرے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اس عہد کو ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تفصیل قرآن مجید اور آپ کی احادیث میں ہے ہم آپ کی احادیث کے ایک مجموعہ صحیح مسلم کی شرح لکھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور استطاعت دی تو ان شاء اللہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھیں گے تاکہ اسلام کو ہم تفصیلی طور پر خود جانیں اور سمجھیں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ لوگوں کو بھی سمجھا سکیں، الہ العالمین ہمیں اس شرح میں صراط مستقیم پر قائم رکھو اور خطا اور ذلل سے محفوظ رکھو، نفس کے شر سے بچا اور حق و صواب لکھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرما! فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایمان کا بیان

قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِعَوْنِ اللَّهِ نَبْتِدَىٰ وَرَأْيَا هُنَّ كُنْتُ كُنْتُ وَ
مَا تَوْفِيقَنَا إِلَّا بِاللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ -

۱ - حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ يَحْيَى
بْنِ يَعْمَرَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ
وَهَذَا حَدِيثُهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ
عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ
أَوَّلَ مَنْ قَاتَلَ فِي الْقَدِيرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبِدَ الْجُهَيْنِيِّ
فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَيْرِيُّ
حَاجِّينَ أَوْ مُعْتَمِرِينَ فَقُلْنَا لَوْ أَلْقَيْنَا
أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا هُ عَمَّا يَقُولُ هُوَ لَا عِوِي الْقَدِيرِ
فَنُوفِقَ لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
دَاخِلَ الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي
أَحَدُنَا عَنْ تَمِيمِ بْنِ وَالأخر عن شماليه
فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ
إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ
ظَهَرَ قَبْلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَ
يَتَقَرَّوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ وَ
إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ كَلَامَهُ وَأَنَّ الْآمَرَ

امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ابتداء کرتے ہیں اور اسی کو کافی
سمجھتے ہیں اور ہماری توفیق صرف اللہ عزوجل کی مدد سے ہے۔
امام مسلم اپنی مکمل سند کے ساتھ یحییٰ بن یعمر سے روایت
کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے سب سے
پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ
میں رہتا تھا، یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبد الرحمن
حمیری حج یا عمرہ کی غرض سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا
کاش ہماری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے
کسی صحابی سے ہو جائے اور ہم ان سے تقدیر کے بارے
میں معلومات حاصل کریں۔ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وقت ہوئی، جس وقت وہ
مسجد کے اندر موجود تھے، میں اور میرے ساتھی ہم
دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے حلقہ
میں لے لیا، ایک نے دائیں جانب سے اور دوسرے
نے بائیں جانب سے۔ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی مجھے بات
کرنے کا موقع دے گا، لہذا میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن!
ہمکے ہاں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے
ہیں اور علمی بحثیں کرتے ہیں (راوی نے ان کی علمی فیصلت
بیان کی) اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے
اور جو کچھ بھی دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

أَلْفٌ فَقَالَ إِذَا لَقِيتَ أَوْلِيكَ فَاخْبِرْهُمَا نِيَّ
 بَرِيءًا مِّنْهُمْ دَأْبَهُمْ بُرءٌ أَمْ مِثِّي وَالَّذِي
 يَخْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ
 مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللَّهُ
 مِنْهُ حَتَّى يُخْرَجَ مِنَ الْقَدْرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي
 أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ
 عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ
 بَيَاضِ الشِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا
 يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُنَا مِنَّا
 أَحَدًا حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَأَسَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ
 عَلَى فَخْذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي
 عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
 اللَّهِ وَتَقِيَمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتُصُومَ
 رَمَضَانَ وَتُحِجَّ الْبَيْتَ إِنْ
 اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ
 قَالَ نَعَجِبْنَا لَهُ يَسْئَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ
 قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ
 تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ
 خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي
 عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ حَتَّى
 تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ
 قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ
 مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ
 قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَامَتَيْهَا قَالَ

کے علم سابق کے بغیر ابتداءً ظہور میں آتا ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے راتلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد سیاہ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسٹیل کر اس وقت تک قبول نہیں کریگا، جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، پھر حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے، مرنے لگے، اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے، اُدھ ہم میں سے ہر شخص کے لیے وہ اجنبی تھا وہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو حضور کے گھٹنوں کے ساتھ دایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں (یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے) اور کہنے لگا یا محمد (اے محمد) مجھ کو اسلام کے بارے میں بتلائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دو، روزانہ پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھو اور اگر اگر توفیق ہو تو حج کرو، اس اجنبی نے کہا آپ نے سچ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تعجب ہوا کہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بد میں اس کی تصدیق بھی کرتا ہے، اس شخص نے حضور سے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیے، حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے سمیعوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے، اب مجھ (ترجمہ)

أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةَ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْعُفَاةَ
الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّيْءِ يَتَطَاوُلُونَ
فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ أَنْطَلَقَ فَلَيْثَمَتْ
مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَا عُمَرُ أَتَدْرِي
مَنْ السَّائِلُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعَلِمْتُ قَالَ فَإِنَّهُ جَبْرِيلُ آتَاكُمْ
يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ .

احسان کے بارے میں بتلائیے۔ حضور نے فرمایا تم اللہ
تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ
رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو
یقیناً دیکھ رہا ہے، اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے
میں بتلائیے، آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب دینے
والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔
اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتلائیے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب باندیوں سے ان
کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پیر،
تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔
حضرت عمر نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا، حضرت عمر کہتے ہیں میں
تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے
عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین سکھانے
کے لیے تمہارے پاس آیا تھا۔

یحییٰ بن یعرب کہتے ہیں کہ جب معبد نے تقدیر کا انکار
کیا تو ہم کو اس مسئلہ میں تردد ہوا۔ اتفاق سے میں اور
حمید بن عبدالرحمان حمیری حج کے لیے گئے، امام مسلم
فرماتے ہیں اس کے بعد یحییٰ بن یعرب نے بعض لفظی فرق
کے ساتھ وہی حدیث بیان کی ہے جو گذر چکی ہے اور اس
میں کچھ زیادتی اور کمی ہے۔

یحییٰ بن یعرب اور حمید بن عبدالرحمان بیان کرتے
ہیں کہ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے ہوئی۔ ہم نے ان سے منکرین تقدیر کا سارا ماجرا
ذکر کیا، اس کے بعد انہوں نے وہی تمام قصہ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی مگر اس روایت کے بعض

۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَنْبَرِيِّ وَأَبُو
كَامِلٍ الْجَعْدَرِيُّ وَأَخْمَدُ بْنُ عَبْدِ قَالُوا حَدَّثَنَا
حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطْرِ الرَّوَاقِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّم
مَعْبِدًا بِمَا تَكَلَّمُ بِهِ فِي شَأْنِ الْقَدْرِ أَنْكَرْنَا
ذَلِكَ وَقَالَ فَحَجَجْتُ أَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ الْجَمِيرِيُّ حُجَّةً وَسَأَلُوا الْحَدِيثَ بِمَعْنَى
حَدِيثِ كَثَمِ بْنِ قَيْسَةَ وَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَنَقْصَانِ أَحْرَفِ .
۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى
بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحَمِيدِ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ لَقِينَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
فَذَكَرْنَا الْقَدْرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ فَأَقْتَصَّ

الفاظ میں کمی بیشی ہے۔

الْحَدِيثُ كَمَنْحَدِيثِهِمْ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ زِيَادَةٍ
وَقَدْ لَقِصَ مِنْهُ شَيْئًا.

یحییٰ بن یمر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے
اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو بیان کرتے
میں جو تفصیل سے گذر چکی ہے۔

۴ - وَحَدَّثَنَا حَبَّابُ بْنُ الْغَسَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ
بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ
يَعْقَبَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْحَدِيثِهِمْ.

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ
ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ایمان کی کیا تعریف ہے
آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں اس
کی نام کتابوں، اس سے طاقات کرنے، اس کے تمام عملوں
اور فرض کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو اس نے کہا یا رسول
اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض
نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے
رکھو، اس نے کہا یا رسول اللہ! احسان کی تعریف کیجئے، آپ
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ
تعالیٰ کو دیکھو رہے ہو، اور اگر اس کیفیت کو نہ پاسکو تو
وہ تو تم کو بہر حال دیکھ رہا ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ!
قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں
جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جانتے
والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتانا ہوں جب
برہنہ تن، برہنہ پاؤں، لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت
کی علامت ہے، اور جب چرواہے بڑی بڑی عمارتیں
بنانے لگیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور یہ علم ان
پانچ چیزوں میں سے ہے، بن کر اللہ تعالیٰ کے سوا
رذبات خود کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرُبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُكَيْبَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا
اسْمَعِيلُ بْنُ إِدْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَمِيَانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ
بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِئًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ
رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ فَقَالَ أَنْ
تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ
بِالنَّبِيِّ وَالْآخِرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ فَقَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ
وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ
وَتُؤَدِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ
رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ
فَقَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ
إِنْ لَمْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ فَقَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا
بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأَحَدٌ ثَلَاثَ عَشْرَ
أَشْرَاطِهَا إِذَا وَكَدَتِ الْأُمَّةُ مَرَّ بِهَا فَذَلِكَ
مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُقَّاقَاةُ
وَعُرُوشُ النَّاسِ فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا
تَطَاوَلَ رِجَالُ الْبُنْيَانِ فَذَلِكَ
مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ
الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عِنْدَ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ قَالَ
ثُمَّ أَذْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا عَلَيَّ الرَّجُلَ فَاتَّخَذُوا
لِيَرُدُّوهُ فَلَمَّ يَرَوْنَ أَشْيَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا جَبْرِيلُ جَاءَ
لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ.

۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَمَيْلٍ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرِحَةَ ثَنَا أَبُو حَتَّىانَ التَّمِيمِيُّ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَمِنْهُ قَبْرَانٌ فِي رِوَايَتِهِ إِذَا وُلِدَتِ الْأُمَّةُ
بَعَثْنَا يَغْيِي السَّرَّارِيَّ.

۷۔ حَدَّثَنَا ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
عَنْ عَمَاءَةَ وَهَرَابِ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَوْتِي
فَهَا بَوَّةٌ أَنْ يُسْأَلُوهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ
عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ
قَالَ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ
وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ
بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ
بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ
قَالَ أَنْ تَخْشَى اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ
إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ وَقَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى تَقُومُ
السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ

نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: (ترجمہ:) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ
ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے
کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ
وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں
فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جانتے والا خبر دینے والا ہے۔
پھر وہ شخص واپس چلا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ صحابہ بلائے گئے تو انھیں کچھ
نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ جبریل
تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک فرق کے
ساتھ یہی روایت منقول ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں
باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا کہ جبکہ یہ ہے کہ جب
باندی سے اس کا شوہر پیدا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھ سے سوالات
کیا کرو لیکن صحابہ سوال کرنے سے جھجکتے تھے، حضرت ابو ہریرہ
کہتے ہیں، پھر ایک دن ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا
رسول اللہ! اسلام کی تعریف کیجئے، آپ نے فرمایا اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا
کرو، رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا آپ
نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ ایمان کی تعریف کیجئے آپ
نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام
کتابوں، اس سے ملاقات، اس کے تمام رسولوں مرنے
کے بعد دوبارہ اٹھنے اور تمام امور کے تقدیر سے
وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ، اس نے کہا آپ نے سچ
فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ احسان کی تعریف کیجئے، فرمایا تم
اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو
اور اگر یہ نہ کر سکو تو وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے اس

مِنَ السَّاعِلِ وَمَا حَدَّثَكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا
 إِذَا رَأَيْتَ الْمَرَّةَ تَنبِئُ بِهَا فَذَلِكَ
 مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ الْحُفَاةَ
 الْعُرَاةَ الصُّمَّةَ الْبُكْمَ مَلُوكَ الْأَرْضِ فَذَلِكَ
 مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَأَيْتَ رِعَاءَ الْبُهِمِ
 يَتَنَطَّقُونَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا
 فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ
 ثُمَّ قَرَأَ الْآيَاتِ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
 وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ
 إِلَى الْآخِرِ السُّورَةِ فَتَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 رُدُّوهُ عَلَيَّ فَالتَّمِيسُ فَلَمْ يَجِدُوهُ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ هَذَا جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا
 أَنْ تَعَلَّمُوا إِذَا لَمْ تَسْأَلُوا -

شمس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جناب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں، جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو یہ قیامت کی علامت ہے، جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، برہنے گونگے علاقوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور جب تم دیکھو کہ حوا سے عظیم الشان عمارت بنانے لگے ہیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور وقوع قیامت کا علم اس غیب سے متعلق ہے جس کو اللہ تعالیٰ سے سوا لذات خود کوئی نہیں جانتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ (سعدت کے آخر تک)۔

پھر وہ شمس چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلاؤ، اس کو ڈھونڈا گیا، صحابہ کرام نے نہ پایا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل تھے انھوں نے چاہا کہ تم یہ باتیں جان لو کیونکہ تم نے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام علماء اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہ کہتے اور لکھتے کا جواز

اس کتاب کے مرتب نے لکھا: امام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری رضی اللہ عنہ نے کہا: امام مسلم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعائیہ جملہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام علماء ربانیین اور صلحاء اور متقین کے نام کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ ہر آدمی اور ہر کلمہ کے لیے ان تعظیمی کلمات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس کی دلیل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم ذلك لمن خشى ربه - (البینہ: ۸) اور یہ رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے: والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم۔ (توبہ: ۱۰۰) پہلی آیت میں رضی اللہ عنہ کی بشارت، اللہ سے ہر ڈرنے والے مسلمان کے لیے ہے جس کو عرف میں متقی کہا جاتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بشارت مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کے لیے ہے، قیامت تک جو مسلمان صحابہ کرام کی حسن و خوبی کے ساتھ اتباع اور پیروی کریں گے اور ان کا حسن و خوبی کے ساتھ ذکر کریں گے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم کی بشارت شامل ہوگی۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

یترضی ویترحم علی سائر العلماء و الاخیار و یکتب کل هذا۔ تمام علماء دین اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہم ورحمہ اللہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔

وفي بعض الكتب اذا كتب اسم الله تعالى اتبع بالتعظيم بنحو عز وجل و كذا يحافظ على كتب الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يسأم من تكراره وان لم يكن في الاصل ويصلى بلسانه ايضا وكذا الرضى والرحم على الصحابة والعلماء ويكره الاقتصار على الصلوة دون السلام وبالعكس وفي حاشية مسكين عدم كراهة الافراد اقول لعل المنفية التحريجة والمثبتة التنزيهية فيحصل التوفيق ويكره الرمز بالصلوة والترضى بالكتابة بل يكتب ذلك كله بكماله وفي بعض المواضع عن التارخانية من كتب عليه السلام بالهمنة واليمين يكفر لانه تخفيف وتخفيف الانبياء كفر بلا شك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد الكفر الا فالظاهر انه ليس بكفر وكون لا ثم الكفر كفر بعد تسليم كونه مذهبا مختاراً محلله اذا كان اللزوم بينا نعم الاحتياط في الاحتراز والشبهة له

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اللہ کا نام لکھا جائے تو تعظیم سے عزوجل لکھا جائے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھا جائے اور بار بار لکھنے سے اکتاہٹ نہ کی جائے، خواہ اہل کتاب میں صلوٰۃ و سلام نہ لکھا ہو، اور زبان سے بھی صلوٰۃ و سلام کہے، اسی طرح صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھے اور علماء کے نام کے ساتھ رحمہم اللہ لکھے، صلوٰۃ و سلام میں سے کسی ایک پر اقتصار کر کے دوسرے کو نہ لکھنا مکروہ ہے، ماسکین نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اقتصار مکروہ نہیں ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہم کو مخفف کر کے لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ ان کو پورا پورا اور مکمل لکھنا چاہیے، تاویلی تارخانیہ کے بعض مقامات میں لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو مخفف کر کے ہم لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف بلاشبہ کفر ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کے قصد سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخفف کر کے ہم لکھے تو وہ کافر ہو جائے گا، ورنہ یہ ظاہر یہ کفر نہیں ہے اور لازم کفر کافر ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو وہ لازم بین پر محمول ہے، ہاں کفر کے شبہ سے احتراز کرنا، اور احتیاط کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ و سلام لکھنا واجب ہے، اور ص یا صلعم لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے، ہم نے اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو اس لیے کی ہے کہ اس دوز میں عام اردو میں لکھنے والے مصنفین اس آفت میں مبتلا ہوں گے۔

۱ علامہ احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ

ہیں۔ واللہ الموفق!

قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق | حدیث نمبر ایک میں مذکور ہے: جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا الکار کیا وہ مسجد جنہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔

قضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر، یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں لطفی، اور اس کے علم میں تنزیہ اور تبدیل حال ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا، اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو تم کہتے ہو اس کی تقدیر ہو گئی، ابن سیدہ نے کہا قدر اولہ قدر کا معنی ہے: قضاء اور حکم، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے۔

القدر القضاء الموفق يقال قدر الاله كذا تقديرا، واذا وافق الشيء الشيء قلت جاء قدرا. ابن سيدة القدر والقدر القضاء والحكم وهو ما يقدر الله عز وجل من القضاء ويحكم به من الامور.

نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

تقدیر کے کئی معانی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا، (۲) ایک چیز کو نشانوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا، (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، کسی چیز کا عزم باجزم کرنا۔ (۴) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو، غم نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بنانا، طاقت رکھنا۔ مالک ہونا اور کسی چیز کا وقت مقرر کرنا، ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنی ہے نیت کرنا، قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب اپنی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے عبادت لیے بغیر، چلے گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تعلق نہیں کریں گے، اس آیت میں تقدیر تعلق کے معنی میں ہے اور

والتقدير على وجوه من المعاني: احدهما التروية والتفكير في تسوية امر وتهيئة والثاني تقديره بعلامات يقطعه عليها، والثالث ان تنوي امرا بعقدك تقول، قدرت امر كذا وكذا اي نويته وعقدت عليه ويقال قدرت لامر كذا اقدر له واقدر قدرا اذا نظرت فيه ودبرته وقايسته ومنه قول عائشة رضوان الله عليها فاقدروا قدر الجارية الحديث السن اي قدروا وقايستوا وانظروا وافكروا فيه، ثم يقال قدما اي هيات وقدرا اي اطقت وقدرا اي ملكت وقدرا اي وقتت، قال ابو عبيدة اقدر بذراعتك بيننا اي ابصر واعرف قدرك (الي قوله) وقدرة اي ضيقه، قال الفراء في قوله

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن محمد بن منظور افریقی متوفی ۱۱۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۴۱، مطبوعہ نثر ادب الکھفہ، قم، ایملن، ۱۳۰۵ھ

عز وجل وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر عليه من العقوبة ما قد دنا، فاما من اعتقد ان يونس عليه السلام ظن ان لن يقدر الله عليه فهو كافر لان من ظن ذلك غير مؤمن ويونس عليه السلام رسول لا يجوز ذلك الظن عليه (الى قوله) فاما يكون قوله ان لن نقدر عليه من القدرة فلا يجوز، لان من ظن هذا كفر به
علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جس نے اس کو قدرت کے معنی میں بیا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، لہذا اس آیت میں قدرت کے لفظ کو قدرت کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔

علامہ ازہری نے لیت سے نقل کیا ہے کہ القدر کا معنی ہے، القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا، مثلاً مقدار، اور قفل کا معنی ہے، طاقت، اور منکر تقدیر کو قدر یہ کہتے ہیں، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثابت کر دیا اور کچھ دیا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، قدر کا معنی تنگی بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر عليه (انبیاء: ۸۷) اس کا معنی ہے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں قدر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔ ۱۰

علامہ تفتازانی قضاء کا معنی لکھتے ہیں:

قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق

قضاء مضبوط کام کو کہتے ہیں:

هو عبارة عن الفعل مع زيادة الاحكام - ۱۱
علامہ نجالی لکھتے ہیں:

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تاہم اس آیت میں ہے: (ترجمہ:) تو انھیں مکمل سات آسمان بنا دیا (رحم السجدة: ۱۲) لہذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے، اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں، ارادہ کیا تھا اس

یؤیدہ قوله تعالى فقضاهن سبع سموات فهو من الصفات الفعلية وفي شرح المواقف ان قضاء الله تعالى هو امر اذ لا لا لية بالاشياء على ما هي عليه فيما لا يزال فهو من الصفات

۱۰۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ - ۷۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزة قم، ایران، ۱۳۰۵ھ
۱۱۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، ۱۳۰۶ھ
۱۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۴۲، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۲۷ھ

بلکہ اس کا کشف تام اور محیط ہے۔

علامہ میر سید شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی شاعرہ اور فلاسفہ کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ ۱۷

علامہ کمال بن ابی شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی ذکر کیے ہیں۔ ۱۸

علامہ تفتازانی قضاء و قدر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلاسفہ نے کہا ہے کہ تمام موجودات کلیہ اور جزئیہ کی تمام صورت تخلیق اول سے عالم عقلی میں معقول ہوتی ہیں اور جو الہی کا یہ تعاضل ہوا کہ ان تمام صورتوں کو حکمت کے ساتھ اپنے اپنے زمانے میں قوت سے نکل کر طرف لایا جائے، اور خراج میں موجود کیا جائے، یہی تمام موجودات کا عالم عقلی میں اجزاء اور اجماعاً وجود تھا ہے اور ان تمام موجودات کا خراج اور واقع میں تفصیلاً یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدر ہے۔ نیز حکماء نے کہا کہ مشر قضاہ الہی میں بالقبض داخل ہے کیونکہ بعض چیزیں محض خیر ہیں جیسے افلاک اور فرشتے اور بعض چیزوں میں شر ہے لیکن ان پر خیر غالب ہے، جیسے اس جہان کی چیزیں، مثلاً مرض شر ہے لیکن صحت خیر ہے اور مرض سے زیادہ ہے یا مثلاً بارش کی وجہ سے بعض چیزوں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی خیر غالب ہے اور حکیم شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔ ۱۹

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تقدیر کی تعریف

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدت حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

تقدیر وہ توحدید کل مخلوق بحدہ الذی یوجد من حسن وقبح ونفع وضرر وما یحویہ من زمان او مکان وما یترتب علیہ من ثواب وعقاب۔ ۲۰

علامہ میر سید شریف نے بھی تقدیر کی یہی تعریف کی ہے۔ ۲۱

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تقدیر کو ماننے سے یہ لازم آئے گا کہ کافر اپنے کفر میں اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو، پھر ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا، لہذا یہ جبر نہیں ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے اس لیے محال کا مکلف کرنا لازم نہیں آیا۔ ۲۲

۱۷۔ علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقت ص ۴۲۳، مطبوعہ مطبعہ منشی نور اللکھنؤ

۱۸۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف متوفی ۵۹۰ھ، مسامرہ ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ بکراچ بلوچستان

۱۹۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۴، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۰۔ " " " " " " شرح عقائد نسفی، ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی

۲۱۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۲۹، مطبوعہ المطبوعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی

معتزلہ اور جبر یہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان | علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: اپنے افعال کا خود خالق ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

والله خلقكم وما تعملون -
(الصفۃ: ۹۶)

تہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔
معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم از خود چلنے والے اور ریشہ والے کی حرکت میں بدلتے فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری اور دوسری اضطراری ہے، نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اچھے کاموں پر مدح اور ثواب اور بُرے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام جبر یہ کی طرف متوجہ ہو گا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکل نفی کرتے ہیں، اور ہم بہر حال کسب اور اختیار کے قائل ہیں، جیسا کہ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر بُرے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے، اس کے برخلاف جبر یہ، یہ کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات جملہ کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی، اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ پکڑنے اور ریشہ کی حرکت میں بدلتے فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے، اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کو مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی، حالانکہ قرآن مجید کی نصوص قطعاً اس کی نفی کرتی ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم نہیں، جو ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ بہر حال جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرۃ
اعین جزاء بما كانوا يعملون
(سجده: ۱۷)

اما الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم
جنت المآوی نزلوا بہا كانوا يعملون -
(سجده: ۱۹)

انہیں وہی بدلہ ملے گا جو رکھیں وہ عمل کرتے تھے۔

هل یجزون الا ما كانوا یعملون -
(اعراف: ۱۴۷)

بے شک وہ (مناقی) ناپاک ہیں، اور ان ٹھکانا

انہم رجس وما ذلہم جہنۃ جزاء بما

کانوا یکسیونہ (توبہ، ۹۵) جہنم ہے۔ یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندہ کے فاعل بالا اختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجب ہو، اور تم پہلے یہ کہہ چکے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجب ہے اور مقدر واحد و مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بلا ہمت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور رعشہ کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کا سبب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر فعل پیدا کرنا خلق ہے، اور فعل کے ساتھ بندہ کی قدرت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔ لہ

علامہ نوری لکھتے ہیں:

تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر

ثابت ہے اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا، تقدیر (منکرین تقدیر) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا، اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو تقدیر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، متکلمین نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے، البتہ بعد میں تقدیر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے، اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفسوس کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور تقدیر افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، امام اکرمین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر اس امت کے مجوس ہیں، آپ نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ مجوس دو خطا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح تقدیر بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں، یہ امام اکرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے۔ امام اکرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازل سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا

کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الذبیر وکل صغیر
وکیبر مستطر۔ (قسم: ۵۳-۵۲)

اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب فرشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔
اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ فرشتوں میں موجود تھا انہوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے، علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یعنی ان سے پہلی امتوں نے جو کچھ اچھے اور بُرے کام کیے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، اس آیت میں
قرآن مجید کی اس آیت کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔
(قسم: ۲۹)

اور ذبیر سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کرنا انہوں نے ان کے کاموں کو اعمال نامے میں لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم انزل ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔
نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اختیار کو مقدر کیا، یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کو جانتا تھا، پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا، لہذا عالم مغلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی وہی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور غائی صرف اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس تقدیر نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی قدرت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خبر ان کا وفد آیا اور اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضہ میں ہے اور اہل ہمارے خیر کے قبضہ میں ہے تو یہاں تک کہ انہیں لکھا جائے۔
انا کل شیء خلقناہ بقدر۔

سے بنائی ہے۔

(قسم: ۲۹)

انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے گناہ لکھ دیا جاتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ نوریہ مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ۱۷ ص ۱۲۹، مطبوعہ انتشاراتنا فرسہ ریاض

ہے؛ آپ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑو گے۔
 امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوالزیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں۔
 وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ، اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو، نیز امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے؛ مرخبہ اور قدریہ اور امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ قدریہ کہتے ہیں کہ زبیر اور شہام کے قبضہ میں ہے، ان کے لیے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا فکر اور غم کو دور کر دیتا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تم کھا کر فرمایا: اگر کوئی شخص اُحد ہاٹ کے برابر سونا خدا کی راہ میں غیرت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ ۱۷

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اسی علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل جس طرح ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹر ٹیل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے۔ اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹر ٹیل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کر دیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کارآمد رہ سکتا ہے۔ لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اس لیے اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لیے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس رنج پر کام کرے گی، کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے کیے ہوئے کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت، اللہ تعالیٰ کے اسی انہی علم کا نام تقدیر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات**

ان اللہ بالغامدہ فقد جعل اللہ لكل شیء قدراً۔
 بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱، ص ۱۲۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

(طلاق، ۳)

نحن قدرنا بینکم الموت (الواقعة: ۶۰)
وما تحمل من انثی ولا تضع
بعلمہ وما یعبر من معبر ولا ینقص من
عمرہ الا فی کتاب - (فاطر: ۱۱)

ما اصاب من مصیبة فی الارض
ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان
نبراهما ان ذلک علی اللہ سیرہ لکیلا
تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما
اتکم واللہ لا یحب کل معتال فخور۔

(حدید، ۲۳-۲۲)

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا
هو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔
(توبہ: ۵۱)

یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما
قتلنا ہہنا قل لو کنتم فی بیوتکم
لبرئ الذین کتب علیہم القتل الی
مضاجعہم - (ال عمران: ۱۵۴)
ولکل امۃ اجل وناذا جاء اجلہم
لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون۔
(اعراف: ۳۴)

این ما تکنونا یدرکم الموت ولو
کنتم فی بروج مشیدات وان تصبہم
حسنة یقولوا ہذا من عند اللہ و
ان تصبہم سیئة یقولوا ہذا من عندک
قل کل من عند اللہ فما لہؤلاء القوم

امدان مقرر کیا ہے۔

ہم نے ہی تمہاری درمیان موت کو مقرر فرمایا۔
اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ عاقل ہوتی ہے اور
وضع حمل کرتی ہے، اور جس مقرر شخص کو عمر دی جاتی ہے
یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے، وہ سب لوح محفوظ ہے۔
زمین میں یا تمہارے نفسوں میں تم کو جو بھی مصیبت
پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا
کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ
اللہ پر بہت ہی آسان ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگر
کوئی چیز تمہارے ماتم سے جاتی رہے تو تم اس پر
السوس نہ کرو، اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس
پر اترا یا نہ کرو، اور اللہ کسی اترا نے والے شکر کو
پسند نہیں کرتا۔

آپ فرمادیں گے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچتی ہے
جو اللہ نے ہمارے لیے لکھی ہے، وہی ہمارا مالک
ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا
چاہیے۔

منافق کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو
ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیں اگر تم اپنے گھروں
میں بھی ہوتے تو جن کے لیے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا
از خود نکل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔

اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے، اور جب ان کی میعاد
آجائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے
نہ مقدم۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم کو موت آپکڑے گی،
خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی
پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے
اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے
رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرمادیں گے!

لا یکا دون یفقہون حدیثاً۔

(نساء، ۷۸۱)

کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

مسئلہ تقدیر میں ایک قوم نے غلو کیا اور یہ کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو کسی

انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان

پہلے کا اختیار نہیں ہے، یہ نظریہ بھی باطل ہے، یہ درست ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے، خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے۔ اگر انسان کا سب اور مختار نہ ہوتا، تو انبیاء علیہم السلام کو نبی کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرماتا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا، اور اس کو اس کے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے غیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو مطلق و مشورہ سے کزیہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرے، پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کرتا ہے اور وہ کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے، خواہ میکی ہو یا بادی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

الم نجعل لہ عینین ۰ ولساناً ۰
شقتین ۰ وھدینہ النجدین ۰ فلا اقتحم
العقبۃ ۰

(بلد : ۱۱ - ۸)

ان سعیکم لشتی ۰ فاما من اعطی
واقفی ۰ وصدق بالحسنی ۰ فسنیسرہ
للیسری ۰ واما من بغل واستغنی ۰
وکذب بالحسنی ۰ فسنیسرہ للعسری ۰

(اللیل : ۱۰ - ۴)

والذین جاہدوا فینا لنھدینھم
سبلنا ۰ (عنکبوت : ۶۹)

وان لیس للانسان الا ما سعی ۰ وان
سعیہ سوف یرى ۰ ثم یرجزہ الجزاء
الاولی ۰ (نجم : ۴۱ - ۳۹)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں، اور (اس کی) زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے) اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھادیے تو وہ (عمل کی) دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گذرا!۔ بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں، تم جس نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کو سچ مانا، تو عنقریب ہم اس کے لیے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے، اور جس نے (راہ حق میں) بغل کیا اور بے پروا رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کے لیے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔ انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے، اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره • ومن
يعمل مثقال ذرة شرا يره • (زلزال : ۷-۸)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی (جزا) دیکھے گا
اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔

انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا

یا امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے، مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حادث اور مصائب، رزق کی تنگی اور دیگر سماوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے، اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور انہی کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں، ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے، اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر

(کہف : ۲۹)

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليه ما
وماء ربك بظلام للعبيد -

(حد السجدة : ۲۶)

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت -

(بقره : ۲۸۶)

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کے لیے اور
جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کے لیے اور آپ کا
بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

نفس سے جو نیک کام (کیا تو اس کا فائدہ اسی کے
لیے ہے، اور اس سے جو برا کام (کیا تو اس کا ضرر (بھی،
اسی کے اوپر ہے

بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے

مہر لگا دیتا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم -
(بقره : ۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے نقد اور اختیار سے بہت سخت جرم کیے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شدید گستاخی کی جو ناقابل معافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب ان کے لیے ایمان لانا ممکن ہی نہیں رہا، قرآن مجید میں ہے:

فما نقضهم ميثاقهم وكفرهم
بآيت الله وقتلهم الا نبيا بغير حق و
قولهم قلوبنا غلف بل صبه الله عليها
بكنه هي فلا يؤمنون الا قليلا -

پھر ان کی عہد شکنی کے باعث، اور اس وجہ سے
کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق
قتل کیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں،
(غلاف نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے

(نساء: ۱۵۵)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر حقوڑے۔

اتخذوا ایما نھرجنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انھم ساء ما کانوا یعملون ذلک بانھما منوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقیھون ۵

(منافقون: ۲-۳)

اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین ۵ کلاب ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون ۵

(تطقیف: ۱۲-۱۳)

منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پھر لوگوں کو (اللہ کی) راہ سے روکا، بے شک وہ بہت ہی بُرے کام کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر ظاہر کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے۔

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، کہتا ہے (یہ) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث، مستحق اور تقدیر مبرم، تقدیر

معلق بدلتی رہتی ہے اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے کیونکہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم ازل سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تبدیلی جہل کو مستلزم ہے نہ اس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے، تقدیر معلق یہ ہے کہ مثلاً لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شقی ہے یا سعید ہے، یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جاتی ہے یا اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدستور شقی رہتا ہے اور اس کی عمر اتنی ہی رہتی ہے اس کو محو اور اثبات سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں یہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ بالآخر شقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیر مبرم ہے اس کو ام الکتاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں مفسرین نے اس آیت سے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کا استنباط کیا ہے:

یمحو اللہ ما یشاء ویثبت ۷ وعندہ ام الکتاب۔

(رعد: ۳۹)

اس آیت میں محو اور اثبات سے مراد قضاء معلق ہے اور ام الکتاب سے مراد قضاء مبرم ہے۔

قضاء معلق کا ذکر ان احادیث میں ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرد القضاء الا لدعاء ولا یرید فی العمر الا البرھذا حدیث حسن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے یہ حدیث حسن

غریب ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزيد في العمر الا البر ولا يرد القدر الا الدعاء وان الرجل ليحرم الرزق بخطيئة . لہ
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من مسرا ان يبسط له رزقه او ينسأ في اثره فليصل رحمه . لہ

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ لہ
اور قضاء مبرم کے متعلق یہ احادیث ہیں:
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم جف القلوب بما انت لاق . لہ

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق فوالله ان احداكم ليعمل بعمل اهل النار حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها وان الرجل ليعمل بعمل اهل

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ملتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو رزق کی کشادگی یا بدمرپی زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق تم خشک ہو چکا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں؛ بہ عدا تم میں سے کوئی شخص غنڈہ کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دماغ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت

- ۱۔ امام ابوعلیٰ محمد بن علیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، " " " "
- ۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۴۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الجنة حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع
فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعد اهل
الغار فيدخلها. ۱۷

میں داخل ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص جنتیوں کے سے
عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان
صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب
آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ
میں داخل ہو جاتا ہے۔

تقدیر میرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء | قضاء معلق اور قضا میرم کے متعلق مفسرین کی تصریح
حسب ذیل ہیں:

امام رازی يدحو الله ما يشاء ويثبت كالتفسير في لفظه
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر
روح میں کسی چیز کے ملنے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس محو اور اثبات
کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے
اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے، اور اس آیت میں ام الكتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ ۱۷
علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا،
اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے وہ حتمی طور پر واقع ہونا ہے، حضرت ابن عباس سے ام الكتاب کے متعلق سوال
کیا گیا تو انہوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ ۱۷
علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تغیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضا ازلی میں بھی
تغیر اور تبدل ممکن ہے، ان کے بعض دلائل یہ ہیں:

حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی :-
تو نے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے
محمفوظ رکھ۔

اس دعا میں قضا ازلی کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضا ازلی میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس سے
محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی، نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لیے نہ آنے کا عذر بیان کیا تو فرمایا:
مجھے یہ خدشہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی
خشیت ان فرض علیکم فتعجزوا

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام غزالی محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۹۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۳۳۳-۳۳۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

عنہا۔

ادتم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے!

کیونکہ اگر قضاء رات میں اس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتی اور اگر قضاء سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو اگر آپ تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا، اس لیے آپ کو تراویح کی فرضیت کا جو مدشہ تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز شب صبح آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی، اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی، اس کے باوجود آپ کو یہ مدشہ تھا کہ تراویح فرض نہ ہو، ہاں اسی مدشہ جمعی صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز جب سخت آمدنی آتی تو آپ کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یا صبح کا صبح اور دابة الارض کا صبح ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور ان علامتوں کے ظہور سے پہلے آپ کرمات کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک قضا سابق میں تغیر ممکن ہو، اسی طرح جن صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دے دی تھی، وہ بھی دوزخ سے بہت ڈرتے تھے، حنا کہ بعض یہ کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جہنم ہوتا" حضرت عمر یہ فرماتے تھے کہ اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک میں ہوں" اور جب مخیر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قضا میں تغیر ممکن ہے، نیز اگر قضا میں تغیر ممکن نہ ہو تو پھر دعا کرنا لغو اور عبث ہوگا، کیونکہ اگر وہ کام ہونا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہونا تو دعا بے سود ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے، اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض بجز کے اظہار اور اللہ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ادعونی استجب لکم۔

تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

نیز امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ینفع الحد من القدر ولكن الله

تقدیر سے ڈرنے سے نائدہ نہیں ہوگا لیکن

تعالیٰ یمحو بالدعاء ما یشاء من القدر۔

اللہ تعالیٰ دعا کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے

مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (یمحو اللہ ما یشاء) کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا قرن عینک بتفسیرها ولا قرن

میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی

عین امتی بعدی بتفسیرها الصدقة علی

کروں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی

وجہها وبراوالدین واصطاء المعروف

کرنا، صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حسن

محول الشفاء سعادة ویزید فی العمر ویقی

سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت

مصارع السوء۔

سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفتوں

سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کا معنی اسی وقت درست ہوگا جب قضا میں تغیر ممکن ہو، اور تقدیر میں تغیر اور تبدل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں، لیکن اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ قضا میں تغیر اور تبدل کے متعلق جس قدر احادیث اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضا معلق کی طرف ہے اور قضا میں تغیر اور تبدل کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدل ممکن نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً۔ ۱۵

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آرا | قضا مبرم اور قضا معلق کے متعلق محدثین کی آرا حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں جو بیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے، یہ فرشتوں اور روح محفوظ کے اعتبار سے ہے، مثلاً فرشتوں کے لیے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی، اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہوگی، اور قرآن مجید کی آیت یمحو اللہ ما یشاء و یثبت سے یہی مراد ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو روح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔ ۱۶

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدل جائز ہے، اس علم کا تعلق کراما کا نہیں اور دیگر ان فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ موکل ہوتے ہیں، اور اسی علم میں محو اور اثبات واقع ہوتا ہے، مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا، اور جو چیز اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی محو اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ۱۷

حافظ بدرالدین عینی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی نیکی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔ انہوں نے کہا یہ حدیث بہت حسن ہے۔ نیز انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اپنے رب سے

۱۵۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۷۱-۱۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۷۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے، اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا، اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ -

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا

ہے ثابت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا: صحیح طریقہ سے صدقہ دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی، اللہ تعالیٰ اس کو تینوں دسبے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال زیادہ کر دیتا ہے، اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے، حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں پھر کہاہی حدیث حسن غریب ہے اور انھوں نے داؤد بن علیسی سے روایت کیا کہ تورات میں لکھا ہے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق اور دشتہ داروں سے نیکی کرنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں، پھر کہاہی حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے اس حدیث کو تورات سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (یہ تمام احادیث حافظ ابوہریرہ مدینے نے التریغیب والترہیب میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں۔)

اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح مستصور ہوگی؟ علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

۱۔ رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد صحت بدن ہے کیونکہ غنی کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

۲۔ انسان کی زندگی سو سال لکھی گئی، اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیے ہیں۔

۳۔ عمر میں یہ زیادتی بھی ازل میں مقرر تھی، لیکن اس اضافہ کو بہ طور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا، یوں لکھا گیا تھا کہ ملاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

۴۔ یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لوح میں پچاس سال لکھا تھا کہ ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مناسبت سے، سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور

روح محفوظ میں رکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ حتمی اور قطعی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے، اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو روح محفوظ میں رکھی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظواہر پر مبنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا انہی علم) محض ہے اس پر کوئی حکم معلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ روح محفوظ کے لکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہوتا کہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نحوست کا علم ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انہیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

(۵)۔ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں، اور قاضی عیاض نے یہ کہا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذخیرہ خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔ ۱۷

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آرا | جن احادیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کا ذکر ہے، ان کے متعلق علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے مثلاً یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔ ۱۷

علامہ شمس الدین خجالی لکھتے ہیں:

بلکہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث اخبار احاد ہیں اور جن آیات قطعیہ سے تقدیر مبرم ثابت ہے یہ ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں یا پھر عمر میں اضافہ سے مراد خیر اور برکت میں اضافہ ہے۔ ۱۷

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس بحث میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ عبادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسبب مقدر ہے اسی طرح مسبب بھی مقدر ہے اور یہ جناب مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا دم اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہیں، تو آپ نے فرمایا دم اور دعا کو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

۱۷۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲-۱۸۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

۱۸۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفت زانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد منسفی ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی

۱۹۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خجالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخجالی ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

یصحوالله ما یشاء ویثبت^۱ وعندہ ام

الکتاب۔ (رعد: ۳۹)
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ثابت ہے اور جو چاہتا ہے
ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔
اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب المحو والاثبات ہے، جس
میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے اور ایک ہم الکتاب ہے جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔
نیز علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

مسئلہ تقدیر میں لوگوں کی بعض خرافات ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاء کی قسمیں ہیں ایک مبرم ہے
جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایک قضاء معلوم ہے جس میں دعاء اور مدعا سے تغیر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کل قضاء
مبرم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

ابھی خرافات میں سے بعض شارحین بیضاوی کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں بھی تغیر ہوتا ہے کیونکہ ایک
حدیث میں ہے کہ ایک بچہ کے قرآن مجید پڑھنے سے حتیٰ عذاب اٹھ جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع
ہے، اسی طرح بعض صوفیاء کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں صرف شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تصرف کرتے
ہیں، اور انہی خرافات میں سے یہ قول ہے کہ بعض مشائخ سے دعا کا سوال کیا گیا، انہوں نے کہا قضاء الہی میں اس
کے خلاف مقرر ہو چکا ہے، پھر انہوں نے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہو گئی، اس قسم کے تمام اقوال باطل ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ اور اکابر صوفیہ کی عبارات میں یہ مذکور ہے کہ ان کی دعا سے تعاضد مبرم ٹل جاتی ہے
اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد مبرم اضافی ہے، حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی سے یہ مراد ہے کہ
حقیقت میں قضاء معلوم ہے لیکن ان سے کم درجہ کے مشائخ کی دعا سے وہ قضاء نہیں ٹل سکتی تھی، اس لیے ان
کے اعتبار سے وہ مبرم تھی، اور جو قضاء حقیقہً مبرم ہو وہ اٹل ہے اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اور وہی اللہ تعالیٰ کا
علم ازلی ہے، باقی علامہ پرہاروی کا قضاء معلوم کو خرافات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

تقدیر کا موضوع بہت وسعت کو چاہتا ہے، ہم نے یہاں مختصراً گفتگو کی ہے، تقدیر کے بعض پہلوؤں
پر ہم نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے، جو مقالات سعیدی میں شامل ہے، اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں پر ہم
نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بحث کی ہے، جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ ان مقامات
کا بھی مطالعہ کریں۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق | اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں
(منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلقی ہوں، اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر حلفیہ کہتا ہے
کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو، اس وقت
تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

۱۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۹۸-۲۹۶، مختصراً، مطبوعہ مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور، ۱۲۹۷ھ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور بد عقیدہ لوگوں میں میل جول اور دوستی رکھنا حرام ہے، البتہ محبت اور ولی تعلق کے بغیر ان سے بعض معاملہ اور کاروبار کرنا جائز ہے، کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی کی ممانعت قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّ و
عَدُوِّكُمْ أَوْلِيَاءَ تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ وَقَدْ
كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ

(مستحنتہ : ۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا قَوْمًا غَضِبَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَتَّبِعُونَ مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَتَّبِعُونَ الْكُفَّارَ
مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ -

(مستحنتہ : ۱۳)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ -

(مجادلہ : ۲۲)

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفْرَانَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ
فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ وَيَحْذَرُ كَو
اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ -

(آل عمران : ۲۸)

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ

النَّارَ - (هود : ۱۱۳)

اسے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو
دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو،
حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے
پاس آیا ہے۔

اسے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ
کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا، بے شک وہ آخرت
سے مایوس ہو چکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس
ہو چکے ہیں۔

(اسے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے
دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں اس حال پر نہ پائیں گے
کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے
رسول سے عداوت رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے
باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے
قریبی رشتہ دار!

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست
نہ بناؤ، اور جو ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی
تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو، تو
دوستی کے اظہار میں حرج نہیں، اور اللہ تمہیں اپنے
(غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف
لوٹ کر جانا ہے۔

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل
نہ ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةَ مَنْ
دُونِكُمْ لَا يَأْمُرُكُمْ بِالْإِيمَانِ (ال عمران: ۱۱۸)
وَأَذَارِيتِ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا
فَاعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثِ غَيْرِهِ
وَأَمَّا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ .

(انعام: ۶۸)

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفِرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ
بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثِ
غَيْرِهِ لَنْ يَكْفُرَ اللَّهُ إِذَا مَثَلَهُمْ .

(نساء: ۱۳۷)

اسے ایمان والوں! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ
وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔

اور اسے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے
جو ہماری آیتوں میں کج بخشی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر
لے، حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور
اگر تجھے شیطان بھلا سے تر یاد آنے کے بعد ظلم کرنے
والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

جب تم سلوک اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے
اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو
حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (روئے)
بلاشبہ اس وقت تم بھی انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخر الذکر دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ دین
اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں، ان کی مجلس میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے، البتہ کفار اور بد عقیدہ لوگوں
سے محبت اور دوستی رکھنا مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہو گیا۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي أَنْحَرَامَتِي أَنْتَاسُ
يَعْدُو نَكَوْ بِمَا لَوْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءَكُمْ
فَايَاكُمْ وَيَا هُمُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے
آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی
مدشیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے
باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور
ریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمان میں
وجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی باتیں
لائیں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ
كُذَابُونَ يَا تَوَكُّمُ مِنَ الْإِحَادِيثِ بِنَا لَوْ تَسْمَعُوا
أَنْتُمْ وَلَا آبَاءَكُمْ فَايَاكُمْ وَيَا هُمُ لَا يَصْلُوْنَكُمْ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ولا یفتنونکم

نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں ہاتھ کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رايتكم الذين يبتغون ما تشابه منه فاولئك الذين سبى الله فاحذروا وهو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے، ان سے اجتناب کرو۔

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال القدرية مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعود وهو ان ماتوا فلا تشهد وهو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدریہ اس امت کے مجوس ہیں، وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عبادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل امة مجوس ومجوس هذه الامة الذين يقولون لا قدر من مات منهم فلا تشهدوا جنازته ومن مرض منهم فلا تعود وهو

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں، اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکرہ تقدیر ہیں، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عبادت نہ کرو۔

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تجالسوا اهل القدر ولا تفاتحوهم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعائشة يا عائشة ان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے

- ۱۔ امام مسلم بن حجاج قرظی متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ
- ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۴-۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتہدی پاکستان لاہور، ۱۳۵۵ھ
- ۳۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۸، " " " "
- ۴۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۸، " " " "
- ۵۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۹۳، " " " "

کرتے ہیں۔

رضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکو کاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا، نیکو کاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔

عن الوضین بن عطاء قال اوحی اللہ عزوجل الی یوشع بن نون انی مہلک من قومک مائة الف واربعمین الفاً من خیارہم وستین الفاً من شرارہم قال یا رب تہلک شرارہم فما بال خیارہم؟ قال انہم یدخلون علی الاشرار فیثوا کلونہم ویشاربونہم وکلا یغضبون غضبی۔ لہ

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال

کفار، مشرکین اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، البتہ غیر حربی کافروں اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا اور معاشرتی معاملات قائم رکھنا جائز ہے اور مرہدین کے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔
غیر حربی کافروں اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور معاشرتی معاملات کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا، جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

لا ینہکم اللہ عن الذین لہم بقاء تلوکوفی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تیرودہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المتسطین۔
(مستحنتہ: ۸)

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم
هاجر ابراهيم بساره فدخل قرية فيها ملك او
جبار فقال اعطوها اجر واهدت للنبي صلى
الله عليه وسلم شاة فيها سم وقال ابو حميد
واهدى ملك ايلة للنبي صلى الله عليه وسلم
بغلة بيضاء فكساها بردا وكتب لهم
ببحرهم . ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی وہ ایک بستی میں گئے جس میں
ایک ظالم بادشاہ تھا، اس ظالم بادشاہ نے ہا حضرت
سارہ کو باجرہ ہدیہ میں سے دو، اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے ایک زہر آلود
بکری دی گئی، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو ایک سفید بکری ہدیہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بادشاہ کو ایک چاند پہنائی اور اس کے لیے اس
علاقے کی حکومت لکھو دی۔

عن انس ان اكيدار دومة اهدى الى
النبي صلى الله عليه وسلم . ۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدہ
دومہ رتبوک کے قریب ایک بستی کا یسائی سر طلب
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔

صحیح مسلم میں ہے اس نے آپ کو ایک لٹنی کپڑا ہدیہ کیا تھا۔ ۳
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابي بكر قال كتنا مع
النبي صلى الله عليه وسلم تلخين ومائة
فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل مع احد
منكم طعام فاذا مع الرجل صاع من طعام
او نحوه فعجن ثم جاء رجل مشرك مشعان
طويل بغنم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه
وسلم بيعا امر عطية او قال امر هبة قال لابل
بيع فاشترى منه شاة . ۴

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں ہم ایک سو تیس نفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس طعام ہے؟ اس
وقت کسی ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے
قریب طعام تھا اس کو گوندھا گیا، پھر ایک دوازدمشک
آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، وہ بکریاں
ہوکاتا ہوا لارہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ
بکریاں بیچو گے یا رہو گے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

درجالہ ثقافت ہے

روایت کیلئے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا منظر یہ

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مشرکین کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے، اور یہ مشرکین کی شدت عداوت کے باوجود ان پر رحمت ہے۔ اہل تاویل نے کہا یہ آیت مشرکین اور مؤمنین کے درمیان نیکی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور موالات منقطع ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکی کرنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے، مقاتل نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیسے ہوئے عہد پورے کرو اور عدل و انصاف کرو۔ ۷

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ غامر بن مالک مشرک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ عیاض بن حماد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی ہدیہ کی، آپ نے اس سے پوچھا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے باب میں متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے، اور اس سے امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ مسترد کرنے کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ طبری نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جس نے خصوصیت سے آپ کو ہدیہ دیا وہ آپ نے مسترد کر دیا اور جس نے عام مسلمانوں کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے قبول فرمایا، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو ہدیہ دیا گیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے محبت اور دوستی کے اظہار کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے مسترد کر دیا، اور جس کے اسلام کی آپ کو توقع تھی اس کو آپ نے قبول کر لیا، یہ پہلے جواب سے قوی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب کے ہدیے آپ نے قبول کر لیے، اور بت پرستوں کے ہدیے رد کر دیے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین سے ہدیہ قبول کرنا آپ کی خصوصیت ہے اور امراد کے لیے ممنوع ہے، بعض نے کہا جمانت کی احادیث قبول کرنے کی احادیث سے منسوخ ہیں، بعض نے اس کے برعکس کہا، یہ تینوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ نسخ احتمال سے ثابت

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے نہ تخصیص سے نہ

مشرکین کو ہدیہ دینے کے متعلق جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کا تشریح میں علامہ ابن محمد عثمانی کہتے ہیں: علامہ خطاب نے کہا ہے کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ مال سے صلہ رحمی کی جاتی ہے اسی طرح مشرک ماں سے بھی مال کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے گی، اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد مسلمان ہو اور ماں باپ مشرک ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہے، نیز ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حربی مشرکوں سے کیا ہوا عہد پورا کیا جائے گا اور امن کے زمانہ میں ان سے معاملات کرنا جائز ہیں۔ ۷۱

بعض علماء نے یہ کہا قرآن مجید کی یہ آیت ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی“ (ممتحنہ: ۸) سورہ توبہ کی اس آیت سے منسوخ ہو گئی اور تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ توبہ کی یہ آیت حربی کافروں سے متعلق ہے اور یہ حکم ذمیوں کو محال نہیں ہے اور سورہ ممتحنہ میں جو مشرکین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے یہ ذمی کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ | علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اکثر علماء تاویل نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت لکھ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی مشرک ماں جب ان کے پاس آئیں تو آیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ”اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی“ (ممتحنہ: ۸) ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی قتیلہ (قتیلہ) کو طلاق دے دی تھی، وہ صلح کے ایام میں اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے ہدیہ لے کر آئی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اس سے ملنے اور ہدیے لینے سے انکار کر دیا جب آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ۷۲

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ | حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو مسلمانوں سے دین میں جنگ نہیں کرتے، پھر حافظ ابن کثیر نے امام احمد اور امام ابن جریر کے حوالوں سے اول الذکر دونوں حدیثیں بیان کی ہیں۔ ۷۳

- ۷۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عثمانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۱-۲۳۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
- ۷۲۔ فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۲، ”
- ۷۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، السامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۵۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۴ھ
- ۷۴۔ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۲۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ!

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا یہ مختار ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ذمیوں پر صدقہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی باپ ذمی ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے، اور اگر اس کا باپ حربی ہو تو پھر اس کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، علامہ عترین عبد السلام نے فتاویٰ کبریٰ کے باب ایسر میں لکھا ہے کہ کافر کے لیے قیام نہ کیا جائے، کیونکہ ہم کو ان کی امانت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اگر کافر سے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لیے قیام جائز ہے۔ ۱۵

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمان کا، کافر کے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے، اولی الذکر کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی، اور ثانی الذکر کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جب کافروں سے ذمہ دہنیر کا معاہدہ ہو گیا تو وہ معاملات میں مسلمانوں کے مساوی ہو گئے، اس لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا جائز ہے اور جب زندگی میں جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے، جامع صغیر میں ہے کہ حربی کافروں کے لیے وصیت کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔

ويجوز ان يوصي المسلم للكافر والكافر للمسلم فالاول لقوله تعالى لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين الاية والثاني لانهم بعهد الذمة ساووا المسلمين في المعاملات ولهذا جاز التبرع من الجانبين في الحيوة فكذا بعد الممات وفي الجامع الصغير الوصية لاهل الحرب باطلة لقوله تعالى انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين۔ ۱۶

پاکستان کی اسلامی حکومت نے اپنے آئین کے ذریعہ تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر غیر حربی ہیں اور ذمیوں کے حکم میں ہیں، اسی لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر یا بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور دیگر معاشرتی معاملات استوار کرنا جائز ہے، البتہ ان کے ساتھ محبت اور دوستی

۱۵۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۸ ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۶۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ انجیرین ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ شریعت علیہ ملتان

کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور مرتدین کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ واضح رہے کہ مرتدین کی اولاد کافر ہوتی ہے مرتد نہیں ہوتی، مثلاً غلام احمد قادیانی کی ولادت پر جنموں نے العیاذ باللہ اسلام کو ترک کر کے قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہیں، لیکن ان کی اولاد جو ابتداءً قادیانیت پر ہے وہ مرتد نہیں کافر ہے ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہیں ہوگا سب مرتد ہوں گے، کیونکہ جس قدر کفار ہیں وہ کسی نہ کسی مرتد کی اولاد ہیں۔

نداء یا محمد کا جواز اور بکثرت و نظر اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔

یہ آنے والے شخص حضرت جبرائیل تھے جو پیکر انسانی میں آئے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں، فرشتوں کی حقیقت اور انسان اور فرشتہ میں باعتبار حقیقت کون افضل ہے، ان تمام امور پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع (۲) میں مفصل بحث کی ہے۔

اس آنے والے نے کہا یا محمد مجھ کو اسلام کے متعلق بتائیے!

اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا جائز ہے اور آپ کی امت کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا امت پر حرام کر دیا ہے، اس لیے یا محمد کہنا جائز ہے، البتہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بلایاً لکم ولکم نذیراً
بعضکم بعضاً۔ (نور: ۶۳)

اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔
یہ آیت میں زیادہ ظاہر اور منظم قرآن مجید کے قریب — یہ ترکیب ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو یا دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہ کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا حتماً قبول ہوتی ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت میں کئی ترکیبیں ہیں:

(۱)۔ مبرور اور فعال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیتے ہیں اور تم کو بلاتے ہیں، اُسے تم آپس میں بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کا حکم دنیا فرض اور لازم ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد

یہ ارشاد ہے:

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں تو

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفي دون المعنى
العلمي . ۱

جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس سے
لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) معنی
کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی ملا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔ ۱

رجی لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو، لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہار محبت اور فوق و
شوق سے محض آپ کے نام کا نعرہ لگانا مقصود ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت
وتفرق الغلمان والخدم في الطريق
ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا
رسول الله ۲

رحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف
لائے تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے
اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ
نعرے لگاتے تھے یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد
یا رسول اللہ۔

حافظ ابن کثیر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يا محمد ۳
اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمد کہنا
تھا۔

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ۴

(د) لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز
ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن سعد قال :
خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل :
اذكر احب الناس اليك فقال يا
محمد ۵

عبد الرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن
عمر کا پیروں ہو گیا، ایک شخص نے کہا اس کو یاد کرو، جو
تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرت ابن عمر نے کہا
یا محمد۔

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مدینہ پریس بجنورہ

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۵۔ علامہ ابراہیم ابن علی بن ابی الکریم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۳۰۰ھ

۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵، مطبوعہ المطبعة الاثریہ لائل پورہ

یا محمد کہنے کے جواز پر سب سے واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللهم انى اسئلك واتوجه اليك
بمحمد بنى الرحمة يا محمد انى قد توجهت
بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقتضى اللهم
فشفعه فى ربه

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے
متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی
اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ
یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! حضور کی شفاعت کو میرے
حق میں قبول فرما!۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن نسائی اور متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور
اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ ۱۷

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمن مبارک پوری نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن خزمیہ، امام حاکم
اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ ۱۸
اور امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول والذى نفس ابى
القاسم بيده لينزلن عيسى بن مريم اماماً
مقسطاً وحكماً عادلاً فليكسرن الصليب
وليقتلن الخنزير، وليصلحن ذات
البين وليذهبن الشحناً وليعرضن
عليه المال فلا يقبله ثم لئن قام على
قبرى فقال يا محمد لاجبت ربه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی
جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ منصف
امام، اور عادل حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے،
خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں کی صلح کرائیں گے، بھینس کو
دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جائے گا وہ اس کو
قبول نہیں کریں گے، پھر بے خدا اگر وہ میری قبر پر کھڑے
ہو کر یا محمد کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے، اور اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
میں حیات پر استدلال کیا ہے۔ ۱۹

- ۱۷۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۱۸۔ شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعہ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ سعودی عربیہ
- ۱۹۔ شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- ۲۰۔ حافظ احمد بن علی عثمنی یتیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۲۱۔ حافظ احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۲ ص ۳۲۹، ۲۳۰، مطبوعہ مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
فاضل بریلوی مدظلہ

سرہ العزیز تخریر فرماتے ہیں:

بیہقی، امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی
لا تقولوا یا محمد ولكن قولوا بارسول الله یا نبی اللہ "یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ،
یا رسول اللہ کہو" اسی طرح امام قنودہ تمیز انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و لہذا علماء
تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے
جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ لہ
ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جل مجدہ نے قرآن مجید میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو نام لے کر نہیں پکارا، وگرنہ احادیث قدسیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بجز "یا محمد" کے ساتھ خطاب کیا ہے
اور ہر جگہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک احادیث بھی حجت ہیں۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں

ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد! آپ نے کہا میں
عازم ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی
نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام کتاب میں
(نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہذا ام کتاب
میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں

فقال الجبار یا محمد قال لبيك و
سعديك قال انه لا يبدل القول لدي كما
فرضت عليك في ام الكتاب فكل حسنة
بعشر امثالها فهي خمسون في ام الكتاب و
هي خمس عليك

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
درمیان مسلسل آنا جانا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
یا محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

فلما راجع بين ربي وبين موسى عليه
السلام حتى قال يا محمد انهن خمس صلوات
كل يوم وليلة

امام ترمذی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

اچانک میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو
بہترین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں

فاذا برى تبارك وتعالى في احسن صورته
فقال يا محمد قلت ربى لبيك قال فيم يختصم

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی ایقین ص ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۱۳۰۱ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الملاء الاعلیٰ الحدیث قال ابو عیسیٰ هذا حدیث صحیح سألت محمد بن اسماعیل عن هذا الحدیث فقال هذا صحیح۔

نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملا، اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز امام ترمذی حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے: میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا میرے رب نے کہا یا محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔

یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی کے قدیم نسخوں کے متن میں درج ہیں انور محمد نے اپنے ایڈیشن میں ان حدیثوں کو حاشیہ میں نسخہ کے عنوان سے درج کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں بھی یہ حدیثیں ترمذی کے متن میں درج ہیں۔ امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس میں ہے:

اتانی رابی عن رجل اللیلة فی احسن صورة احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیما یختصم الملاء الاعلیٰ۔ الحدیث۔

ایک رات کو یعنی خواب میں میرے پاس میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں آیا اور فرمایا یا محمد! کیا آپ راز خودی جانتے ہیں کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

امام احمد عبدالرحمن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

اتانی رابی عن رجل اللیلة فی احسن صورة قال یا محمد۔

آج رات میرے پاس میرا رب عزوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا: یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے:

رایت رابی تعالیٰ فی احسن صورة فقال یا محمد۔

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا اس نے فرمایا یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو عبدالرحمن بن عائش کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے:

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ " " " " " جامع ترمذی ص ۴۶۶، " " "

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۔ " " " " " مسند احمد ج ۲ ص ۶۶، " " "

۵۔ امام ابو الفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

یا محمد! فیما یختصم الملا الاعلیٰ؟
(الی ان قال) یا محمد! اذا صلیت فقل
اللهم انی اسئلك الطیبات وتترك المنکرات
واحب المساکین وان تتوب علی و اذا
اردت فتنۃ فی الساس فتوفنی غیر
مفتون . ۱۷

یا محمد! ملا الاعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب آپ
ناز پڑھیں تو یہ دعا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے
اچھی چیزوں کے حصول اور بُری چیزوں کے ترک کا
سوال کرتا ہوں، اور مسکینوں سے محبت کا اور میری
توبہ کی قبولیت کا اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا
کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ کے اٹھالینا۔

امام ابن جوزی، حضرت ماذبن جبل رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فاذا انا برجی عزوجل فی احسن صوره
فقال یا محمد ادری فیما یختصم الملا
الاعلیٰ ۱۸

پس اچانک میرے سامنے میرا رب عزوجل
حسین ترین صورت میں تھا اس نے فرمایا یا محمد! کیا آپ
جانتے ہیں ملا الاعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟

امام ابن جوزی نے دیگر اسانید سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے ۱۷

علامہ زبیدی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام طبرانی اور امام حاکم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ ۱۸
امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس

میں ہے:

فقال یا محمد ارفع راسک وقل
یسع لک وسل تعطہ واشفع تشفع . ۱۹

پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھا لے، کہیے
آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا
اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری حضرت انس سے حدیث شفاعت روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

- ۱۔ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹-۱۸، مطبوعہ مکتبۃ الریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ " " " " " " " " العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹
- ۳۔ " " " " " " " " العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱-۲۰
- ۴۔ علامہ سید محمد بن محمد تفسیر حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اشعاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۴۸-۴۷، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۱۱ھ
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۶۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، " " " " " " " " مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۷۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۹۸ھ
- ۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

فاذا سرايته وقعت ساجدا في دعائي
 ما شاء الله ان يدعني ثم يقول ارفع محمد
 وقل تسمع وانشفع تشفع وسل تعطه
 پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر
 جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا،
 پھر فرمائے گا یا محمد! کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، شفاعت
 کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ
 کو دیا جائے گا۔

اس حدیث میں نحوی قواعد کے مطابق یا محذوف ہے۔

امام ابو عوانہ، حضرت البرکبر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے،
 فيقول الله يا محمد ارفع رأسك
 وقل تسمع وانشفع تشفع۔
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے،
 کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ
 کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام ابو یعلیٰ حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:
 فيدعني ما شاء الله ثم قال لي:
 ارفع رأسك يا محمد قل تسمع وانشفع
 تشفع وسل تعطه۔
 پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے
 دے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر اٹھائیے
 کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے،
 آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو
 دیا جائے گا۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم
 قال: ما نلت استغفر الي ربي وانشفعني
 حتى اقول: رب شفعتني فيمن قال لا
 اله الا الله، قال فيقول: ليست هذه
 لك يا محمد انما هي لي اما وعزتي
 وحلمي ورحمتي لا ادع في النار احدا
 او قال عبدا قال: لا اله الا الله۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کی
 طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت
 قبول کی جاتی رہے گی، حتیٰ کہ میں کہوں گا اے میرے
 رب جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان کے لیے
 میری شفاعت قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یا محمد! ان
 کی مغفرت کرانا تمہارا منصب نہیں ہے، ان کی راہ
 راست (مغفرت) نہ صرف میری خصوصیت ہے،

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ داراللباز للنشر والتوزيع مکہ مکرمہ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی المثنیٰ البیتھی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت، ۲۰۰۴ھ
- ۴۔ حافظ احمد بن علی المثنیٰ البیتھی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۸۸، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت، ۲۰۰۴ھ

مجھے اپنی عزت اپنے علم اور اپنی رحمت کی قسم میں دوسخ
میں کسی ایسے شخص کو نہیں رہنے دوں گا جس نے
لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اتخذ عسیباً یسکت بہ الناس فارحی اللہ
الیہ یا محمد لا تکسر قرون امتک فمادئی
العسیب معہ بعد۔ ۱۷

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش
کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی یا محمد!
اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں، اس کے بعد آپ
کے پاس وہ شاخ نہیں دکھی گئی۔

علامہ علی نقی ہندی نرسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عن الروح الامین جبرائیل عن اللہ عزوجل
قال یا محمد اکثر من صنائع المعروف
فانہا تقی مصارع السوء الحدیث۔ ۱۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام بیان
کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یا محمد! بہ کثرت
نیک کام کیا کریں، کیونکہ یکیاں ناگہانی آفات سے
بچاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی نصر بن باب ہے جس پر لوگ جھوٹ کی تہمت لگاتے
ہیں، یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔
امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عیاض بن حمار المجاشعی ان
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم
فی خطبۃ الا ان ربی اوان ربی امرنی ان
اعلمکم ما جہلتم علمنی یوم هذا
فان کر الحدیث قال فقال یا محمد
انما بعثتک لا بتلیک وابتلی بک و
انزلت علیک کتاباً لا یغسلہ الماء

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دورانِ خطبہ فرمایا:
سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جو چیزیں
تم کو نہیں معلوم وہ تم کو بتلاؤں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے
آج علم دیا ہے، پھر فرمایا یا محمد! میں نے تم کو امتحان
میں ڈالنے کے لیے مبعوث کیا ہے اور میں تمہاری
وجہ سے (بھی) امتحان لوں گا، اور میں نے تم پر

۱۷۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ
۱۸۔ علامہ علی نقی بن حسام البین ہندی برطان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۵۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ

تقرأه ناشئا ويقظان الحديث ۱۰

ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھتے ہو، الحدیث۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان رضي الله عنه ان نبى الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل نزل الى الارض حتى رايت مشارقها ومغاربها واعطاني الكنز بين الاحمر والابيض فان ملك امتي سيبلغ ما زوى لي منها واني سألت راى عز وجل ان لا يهلكهم بسنة عامة وان لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم فيهلكهم وان لا يلبسهم شيئا ويدايق بعضهم باس بعض فقال يا محمد اذا اعطيت عطاء فلا مرد له اني اعطيتك لامتك ان لا يهلكوا بسنة عامة وان لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم فيستبيحهم ولو اجتمع عليهم من اقطا ماها الحديث ۱۱

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے ہیں، پس میری امت کی حکومت اس جگہ تک پہنچے گی جو مجھے دکھائی گئی، اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا نہ کرے اور ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو ہلاک کر دے اور ان کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم نہ کرے کہ وہ ایک دوسرے سے لڑتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب میں کوئی چیز دیتا ہوں تو اس کو کوئی واپس لینے والا نہیں ہے میں نے آپ کی امت کے لیے یہ دُعا قبول کر لی ہے کہ وہ عام قحط سے ہلاک نہیں ہونگے اور میں ان پر کوئی دشمن جو ان کا غیر ہو مسلط نہیں کروں گا جو ان سب کو ہلاک کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے جمع ہوں۔ الحدیث۔

علامہ زبیدی، امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لي جبرائيل قال الله عز وجل يا محمد من امن بي ولم يؤمن بالقدر خيره وشره فليتمس بها غيري ۱۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد! جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔

۱۰۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۱۱۔ " " " " سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۸۱

۱۲۔ علامہ سید محمد بن محمد تفتیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادة المتقين ج ۹ ص ۶۵۱، مطبوعہ مہینہ مصر ۱۳۱۱ھ

یہ بیس امارت قدسیہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نماز اور خطاب کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نماز اور خطاب کرنا امام بخاری

معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا محمد واللہ قدر اودت بنی اسرائیل قومی علی ادنی من هذا فضعفوا وترکوا لہ اور انھوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا۔

علامہ علی متقی، امام ابو نعیم اور امام ابن النجار کے حوالوں سے حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا محمد! اپنی امت کو حکم دی کہ جنت کے درختوں میں اضافہ کریں، کیونکہ اس کی زمین وسیع ہے اور اس کی مٹی پاکیزہ ہے، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا: جنت کے درخت کیا چیز ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: لاجول ولا قوۃ الا باللہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر ندا کریں "یا محمد" تو میں اس کا جواب دوں گا۔

امام ابو یعلیٰ کی وہ روایت یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لا یبذلن عیسیٰ ابن مریم اماماً مقسطاً وحکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ویصلحن ذات البین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے، حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ انصاف کرنے والے امام اور عدل کرنے والے حاکم ہوں گے، وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۲۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہن پوری متوفی ۹۰۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
 ۳۔ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۲ ص ۳۲۹، ۲۳، مطبوعہ مکتبہ مکرمہ

ولید هبن الشحاء و لیعرضن علیہ المال
فلا یقبلہ ثم لئن قام علی قبری فقل
یا محمد لا حیثہ - لہ

کریں گے اور لڑنے والوں میں صلح کرائیں گے اور نفع کو دور کریں گے
ان پر مال ضرور پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو قبول نہیں
کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں "یا محمد"
تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

ہم نے بیس مستند احادیث بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا
کی ہے، اور پانچ احادیث بیان کی ہیں جن میں اہلبیت علیہم السلام نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے اور صحابہ کرام
اور عام مسلمانوں کے یا محمد کے ساتھ ندا کے حوالے ہم نے پہلے بیان کر دیے ہیں۔ اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا
رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے:
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:
ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

ما حلف اللہ بحیوۃ احد قط الا بحیوۃ
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ لعمرک
انہم لفی سکوۃم یعمہون و حیاتک یا محمد۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی،
سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آیہ نمبر ۱ میں فرمایا مجھے
تیری جان کی قسم اے محمد۔ لہ

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا
حرام ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارتے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے
اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے۔
ہم اس تعارض اور تنازع سے صاف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یہ ندا ادب اور احترام کے خلاف نہیں ہے، اگر ندا
کرنا ادب اور احترام کے خلاف ہوتا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا، ندا کا معنی ہے منادی کو اپنی طرف متوجہ کرنا، ہم یا محمد کہہ کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، ادب کے خلاف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے
پکار کر بلا یا جائے جیسے زید، عمر و کو نام لے کر بلاتے ہیں اور ایک تفسیر کے مطابق اسی کی قرآن مجید میں ممانعت ہے
نیز "محمد" آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفت بھی سو اگر اس لفظ سے آپ کی صفت کا قصد کر کے ندا کر کی جائے تو کوئی
اشکال ہی نہیں ہے اور کبھی ندا کسی کو یاد کرنے کے لیے بھی کی جاتی ہے لہذا یا محمد اگر بہ طور ذکر کہا جائے یا اظہار
مسترت کے لیے نعرہ لگاتے ہوئے یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ کرام نے جو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے
وہ اسی معنی پر محمول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جو یا محمد کہا تھا وہ سورہ نور کی آیت لا تجعلوا دعاء الرسول الخ
(۶۳) سے منسوخ ہو گیا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یا محمد کہنے میں بے ادبی تھی تو کیا اس آیت کے نازل ہونے سے

۱۔ حافظ ابن علی المشنی التیمی متوفی ۳۷۲ھ، مسند ابوالعلی الموصلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۸، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ایسا زبانشہ جائز تھی، جب کہ اسی آیت کے حوالے کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں کے بعد بھی صحابہ کرام اور تابعین عظام یا عمر کے ساتھ نہ کرتے رہے ہیں، اس مسئلہ پر مزید دلائل اور سیر حاصل۔ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع کے شروع اور آخر میں کی ہے اس بحث کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا عمر کے ساتھ نہ لڑنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اخبار امت کی اتباع کے طامن کو ہاتھ سے نہ چھڑیں۔ واخود عوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام۔

— علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر کرنے کی وجہ | اس سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں توحید و رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر فرمایا، اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے ارکان اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان ارکان کا بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں فرض عین ہیں اور جہاد بعض احوال میں فرض عین ہے اور بعض احوال میں فرض کفایہ ہے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور جب کفار کسی مسلمان ملک کی سرحدوں پر حملہ کریں تو اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر اس مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہے جس کو مسلمانوں کا امیر جہاد کے لیے بلائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور غیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اسلام اور ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ان کے باہمی مفہوموں میں فرق کی تفصیل اور تحقیق ہم کتاب الایمان کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث میں ہے: حضرت جبرائیل نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔

مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق | علامہ زرومی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احسان کے دو مرتبے بیان کیے ہیں ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو تو وہ عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان و آداب اور باطنی خضوع و خشوع میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کرے گا، اور انتہائی احسن اور اکمل طریقہ سے عبادت کو انجام دے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہر حال میں عبادت اس طرح کرو کہ گویا کہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان فرمایا ہے کہ احسان کے پہلے مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے دل پر معرفت الہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ مشاہدہ حق میں اس طرح کھو جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ معرفت الہیہ کے اس مقام پر نہ تو اگرچہ نہ ہو لیکن اس کے ذہن میں ہر وقت یہ بات حاضر ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کو دیکھ رہا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی سادک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت کوئی مسلمان عبادت کرے تو اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور جب کسی مزدور کو یہ علم ہو کہ مالک اس کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو وہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس عابد بھی علم کی اسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

احسان کا پہلا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کاملین کا حصہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ نعمت ملنے کے وقت ان کی نظر نعمت پر نہیں منعم کی طرف ہوتی ہے، اس طرح مصیبت کے حال میں ان کی توجہ مصیبت پر نہیں ہوتی اور نہ اس کے اثرات یعنی رنج و ملال ان کی طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر مصیبت ڈالنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے سانپ گھر پڑا تمام لوگ مسجد سے نمازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو پتا بھی نہ چلا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا لوگ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے۔ نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ ڈالا گیا۔ اور ان کو اس کا مطلقاً احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد انھوں نے قبض کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قبض کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قبض کے نیچے زنبور (بھڑ) تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ڈنک لگا دی تھی جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوچ گیا تھا، شاگرد نے پوچھا جب زنبور نے پہلی مرتبہ کاٹا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں قرآن کریم کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق میں اتنا مدہوش تھا کہ اس تکلیف کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکا۔ (ہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ مصر)۔ بہر حال یہ نفوس قدسیہ مشاہدہ جمال ذات اور معرفت میں اس قدر منہک اور مستغرق ہوتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دنیا کی کسی بات یا جسمانی تکلیف کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، بھلا جب مخلوق کے حسن و جمال میں محویت کا یہ عالم تھا کہ مصر کی عورتوں نے جلوہ یوسف دیکھنے کے بعد لیموں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو جن نفوس قدسیہ کے سامنے تجلیات خالق بے حجاب ہوتی ہوں انھیں اپنا یا اپنے گرد و پیش کا کب احساس ہو سکتا ہے۔

اور احسان کا دوسرا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا یہ یقین رکھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ متوسطین حضرات کا مرتبہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر مشاہدہ ذات اور معرفت حق کے اس مرتبہ کو نہیں پاسکے تو کم از کم خضوع و خشوع اور اخلاص اور للہیت کا یہ مرتبہ تو ہر شخص سے نہیں جانے دیتے کہ عین عبادت کے عالم میں یہ ذہن میں رکھیں کہ خود معبود ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عابدین کے بہ اعتبار ایمان کے تین مراتب ہیں، ایک وہ شخص ہے جو عذاب کے خوف اور ثواب کی طلوع سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو

عبادت کہتے ہیں دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان یقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودۃ کہتے ہیں اور احسان کے پہلے مرتبہ سے مراد اصحاب حق الیقین ہیں اور احسان کے دوسرے مرتبہ سے مراد اصحاب یقین ہیں، رہے ہم لوگ تو وہ ایمان کے تیسرے درجہ میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی، ہم وہ لوگ ہیں جو مرتبہ احسان کی دونوں قسموں سے غاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں مرتبہ احسان سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات اس

میں ہے سائل نے کہا مجھے قیامت کے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں، بعض علماء سنت نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ٹھوساً اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان علماء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کے عطا کیے جانے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا

قال القرطبی فمن ادعی علوشیء منها غیر
مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان کاذباً فی دعواہ۔ ۱

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی مشروح میں علامہ قرطبی

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متون ۸۵۵، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متون ۸۵۲، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ

۳۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متون ۹۱۱، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر، ۱۳۰۷ھ

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد نقاری حنفی متون ۱۰۴، ہرقات ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۵۔ شیخ فخبیر احمد عثمانی متون ۱۳۶۹، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ السجاز کراچی

کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس في الآية دليل على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يأمره ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو هذا والله اعلم به

بعض علماء نے کہا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا، اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو، قیامت کے علم کے متعلق بھی علمائے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ۱

علامہ ورقانی المواہب کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقى الخمس المذكورة في آية ان الله عنده علم الساعة (رنحو هذا) يعنى انه علمها ثم امر بكتماها به

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتى علم الخمس ايضاً وعلوم وقت الساعة والروح وانه امر بكتو ذلك۔ ۲

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء والحق انه لو يخرج نبينا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول

۱۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۴ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ مہینہ مصر، ۱۳۰۲ھ

۳۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، المحفائض الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ فوریر رضویہ فیصل آباد

۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

الدنيا حتى اطلعه الله على تلك الخمس ولكنه
امرہ بكتبرها لہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک
وفات نہیں پائی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
البا پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمایا لیکن آپ
کو ان علوم کے علم رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لو يقبض رسول الله صلى الله عليه و
سلم حتى علم كل شيء و يمكن العلم به لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت
تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا
علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع
حبيبه عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها
على وجه كامل لكن لا على وجه يعاكي
علمه تعالى به الا انه سبحانه اوجب
عليه صلى الله تعالى عليه وسلو كته
لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه
الصلوة والسلام وليس عندي ما يفيد الجزم
بذلك لہ

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے
حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر
مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم
الہی کا اشتعاب ہو الایہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفا واجب
کر دیا، اور یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص
میں سے ہو، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں
ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه المخصوص
وهو قيام القيامة احدا ثم قال بعدة لكن
من ارتضى من رسول لہ

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص حبیب
یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں
فرماتا، البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا
ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۔ علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ مصر

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵، ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت

۳۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت

۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔
علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب لہنا لیس للعموم
بل مطلقا ومعین ہو وقت وقوع القیمة
بقریۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ
بعض الرسل من الملائکة او البشر۔^۱

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے
نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد
ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ
رابطے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستقیمہ نہیں
ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر
مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل البشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ ہر آیت ویلے نیست بر آنکہ حق تعالیٰ
مطلع نگردا ویندہ است حبیب خود را صلے اللہ علیہ وسلم بزماں
روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردا ویندہ باشد و امر نگردا ورا کہ
مطلع گردا ویندہ ہیں قوم را و بعضی از علماء و در علم ساعت تیز
ہیں معنی گفتہ اندالی ان قال وے گوید بندہ مسکین نصر اللہ
بنور العلم والیقین وچگونہ جہات کند مومن عارف کہ نفی علم
بحقیقت روح سید مرسلین و امام العارفین صلے اللہ علیہ وسلم
کند و دادہ است اور احق سبحانہ علم ذات و صفات خود
فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح
انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ مدی قطرہ البیت
از دریائے از بیضاںے فافہم وباللہ التوفیق۔^۲

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی
دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ
وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جانوسے کہ مطلع
کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض
علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے
اور بندہ مسکین را اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ عارف
فرمائے، یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلے اللہ
علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے۔
وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین
اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے
روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر
کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا
حقیقت ہے۔

سید عبدالعزیز وبلغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں

۱۔ علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۴۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار المعارف النہانیہ ۱۴۰۱ھ

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مارج النبوت ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر

عليه وسلم والواحد من اهل التصرف من امة
الشريفة لا يمكنه التصرف الا بمعرفة
هذه الخمس - ۱

کاظم کے معنی ہوگا، حالانکہ آپ کی امتِ شریفہ
میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ تصرف
نہیں ہو سکتا جب کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت
نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب | سورہ لقمان کی اس آخری آیت میں
یہ فرمایا گیا ہے:

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث
ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ما اذا
تکسب عداً وما تدرى نفس بما يصرف
تموت ان الله علیم خبیر۔

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم
اور وہی بارشیں نازل کرتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو
رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا
اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ
ہی جاننے والا، (جسے چاہے) خبر دینے والا ہے۔

(لقمان: ۳۳)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا
ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کیا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک
یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے
دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ
ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔
علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے، حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی
وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے عارت بن عمر نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا، اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے
میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں، بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا
مؤنث، اور مجھے گذشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا،
لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا
ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے، یہی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا
کفر کیا۔

۱۔ سید احمد بن عبدالمبارک الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز دباغ ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ ابالی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ

اور یہ جو بعض روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا، وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے، لہذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیب پر انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

الامن ارتضیٰ من رسول۔

(جن ۲۶: ۲۷)

اور بعض غیب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا، جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

عندہ مفاتح الغیب لا یعلہہا الاہو۔

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (ذات خود) انھیں کوئی نہیں جانتا۔

(انعام ۵۹)

قیامت کا علم بھی انھی امور میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا، لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرما دیا، مثلاً "خروج دجال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اسی طرح بعض اولیاء نے الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ مال کے پیٹ میں کیا ہے، اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انھوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض میں شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی، اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا، اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے۔ لے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن بیان نہ فرمانے کا

سبب

اس حدیث میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں بتلائی، جب باندیوں نے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنا لگیں۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھنا

لے۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷، ص ۱۰۵-۱۰۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

مقصود تھا، اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کہ بات حال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

باندیوں سے آقا پیدا ہونے کے شارحین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی، اس سے قرین آمیز سلوک کرے گی اور ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی ہاندیاں ہوں۔

قیامت کی علامتوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صرف دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک باندیوں سے آقا کا پیدا ہونا، دوسری چرواہوں کا امیر و کبیر ہو جانا، دیگر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً یا جوج ماجوج اور دابة الارض کا طغی اور حضرت عیسیٰ اور مہدی کا ظہور، عورتوں کا عریاں لباس پہننا، نازل لوگوں کا منصب امارت پر فائز ہونا ان کے علاوہ حضور نے مہینہ اور تاریخ بھی بتلائی کہ محرم کا مہینہ اور دس تاریخ ہوگا دن بھی بتلایا کہ جمعہ کا دن ہوگا صرف سن نہیں بتلایا، کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک بچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمُ الْبَغْتَةُ (اعراف: ۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن مجربا ہو جاتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے کذب نہیں مصدق بن کر آئے ہیں نہ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے آپ نے عام علامتوں سے لے کر دن اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتلایا کہ وہ اجنبی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں جس کا نام کرام مسلم اسی باب کی پانچویں اور چھٹی حدیث میں کریں گے، مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجنبی شخص کے ہاتھ ہی فرمایا اس کو واپس بلاؤ، صحابہ کرام فوراً مجلس سے اٹھ کر گئے لیکن انہیں وہاں کچھ نظر آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ وہ آنے والا شخص جبرائیل تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو جو تین دن بعد معلوم ہوا، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور پھر تین دن بعد ان کو حضور سے پوچھنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ وہ شخص جبرائیل تھے۔ لے

✽

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۵۶۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ بَيَانِ الصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ جَمِيلٍ بْنُ ظُرَيْفٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّمِمْيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قَرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ فَأَيْسَرَ الرَّأْسِ سَمِعَ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا تَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاذَاهُ يُسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ صَلَوَاتٌ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيْكَ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامٌ شَهْرٍ مَضَانٍ فَقَالَ هَلْ عَلَيْكَ غَيْرُهُ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيْكَ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَذَى الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ -

نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک کن ہیں

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال کچھ سے موٹے تھے ہم اس آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ پوچھ رہا ہے کہ اسلام کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے، آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نقلی نمازیں پڑھ سکتے ہو اور ماہ رمضان کے روزے، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور روزے بھی فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نقلی روزے رکھ سکتے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ اور کوئی صدقہ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نقلی صدقہ کر سکتے ہو حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور جلتے ہوئے کہہ رہا تھا یہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا اور نہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي يُوسُفَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ تَحْوِجِدِيَّتِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ أَفْلَحَ وَ أَبِيهِ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ أَبِيهِ إِنْ صَدَقَ -

اہم مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

نقلی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نقلی نمازیں پڑھو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ استثناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہے لیکن تمہارے لیے نقل پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس کو استثناء متصل قرار دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جس آدمی نے نقلی روزہ یا نقلی نماز شروع کی، اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نقل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نقلی عبادات مثلاً نماز یا روزے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نقل شروع کر کے اس کو توڑ دیا اور بعد میں اس کو قضاء نہیں کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا، اور قرآن مجید میں ہے:

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اس لیے نقلی نماز اور نقلی روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت کنت انا وحفصة صائمین فعرض لنا طعام اشتھیناه فاکلنا منه قال اقبیا یوما اخر مکانہ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ (نقلی) روزے سے تھیں، ہمارے پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا تھا، ہم نے اس سے کچھ کھایا، آپ نے فرمایا: اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

اس حدیث کو امام مالک علیہ السلام اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ اور ان مستقدا حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نقلی نماز اور روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس معاملہ میں فقہاء احناف کثر، ہم اللہ کا مذہب بھی قرآن اور حدیث

- ۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ
- ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ سبانت کتب کراچی
- ۳۔ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان، لاہور
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳، ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے مطابق ہے۔

فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ | اس حدیث میں ہے وہ شخص واپس چلا گیا اور جلتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا یہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا نہ کمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامیابی کی جو بشارت دی ہے وہ اس شخص کے اس قول کی وجہ سے ہے "میں ان احکام میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کمی، اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ اگر کسی شخص نے نقلی عبادت زیادہ کیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب صرف فرض اور واجب کی ادائیگی سے فلاح حاصل ہو جائے گی تو ان کے ساتھ مستحبات ادا کرنے سے بہ طریقہ اولیٰ فلاح حاصل ہوگی۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اس شخص نے یہ کیوں کہا کہ میں ان عبادت پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس حدیث میں تمام واجبات کا ذکر ہے نہ تمام منہیات کا اور مستحبات کا، اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے اس شخص نے کہا: یہ خدا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے اس میں میں کوئی اضافہ کروں گا نہ کمی، باقی اسے نوافل تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث نوافل کی مشروعیت سے پہلے کی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرض میں اضافہ کرنے سے اس کی مراد یہ ہو کہ مثلاً وہ ظہر کے فرض چار رکعت ہی پڑھے گا، پانچ رکعت نہیں پڑھے گا یا اس کی مراد یہ ہو کہ وہ دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھے گا، چھ فرض نہیں پڑھے گا، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف فرائض اور واجبات ادا کرے اور سنن اور نوافل اور مستحبات کو ترک کر دے، تب بھی اس کو نفس فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی اگرچہ فلاح کامل کے لیے سنن اور نوافل کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض روایات میں حج کا ذکر نہیں ہے، بعض میں روزے کا اور بعض میں صلہ رحمی کا، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں سے بعض چیزوں کا ذکر چھوٹ گیا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فرائض اور واجبات بیان فرما دیے تھے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۹ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا! علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھانی ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "اس کے باپ کی قسم" یہ اہل عرب کے کلام اور ان کے عرف اور عادت کے مطابق ہے کہ وہ قسم کا ارادہ کیے بغیر اس قسم کے کلمات کہتے تھے اور آپ کا منع فرمانا قصد اور ارادہ سے غیر اللہ کی قسم کھانے پر محمول ہے یا جب کوئی شخص کسی آدمی کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ مشابہ کر

کے اس کی قسم کھائے، یا آپ کا یہ قسم کھانا پہلے کا واقعہ اور غیر اللہ کی قسم کھانے کی مانعت اس کے بعد کی ہے۔ اس کا ایک یہ جواب بھی ہے کہ عانت ہونے کے قصد سے غیر اللہ کی قسم کھانا منوع ہے اور اس کے بغیر جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)۔

تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان

اس حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز اسلام مارکن سے اور جیسا کہ دیگر احادیث میں بیان کیا گیا ہے، دن اور رات میں ہر مکلف پر پانچ نازیں فرض کی گئی ہیں، مکلف کی قید اس لیے ہے کہ حیض اور نفاس والی صورت حیض اور نفاس کی مدت میں نماز کی مکلف نہیں ہے اور باقی احکام شرعیہ کی مکلف ہے، نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ امت کے حق میں تہجد کی نازک فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نازک فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے حق میں بھی تہجد کی نازک فرضیت منسوخ ہو گئی۔

وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلیل

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی نماز واجب نہیں ہے اور عید کی نماز بھی واجب نہیں ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے اور علامہ ابو سعید اصطخری شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عید کی نماز فرض کفا یہ ہے۔ علامہ نووی کا یہ کھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے وتر کے وجوب کی نفی ہوتی ہے، اس حدیث میں فرض نماز کا ذکر ہے اور اس شخص نے یہ کہا کہ میں فرض نمازوں پر زیادتی یا کمی نہیں کروں گا، سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز فرض نہیں ہے، اس سے وتر کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز فرض نہیں واجب ہے اور وتر کے وجوب کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر فرات ہو جانے کی صورت میں اس کی تقنا کرنے کا حکم دیا ہے اور قضا واجب کی ہوتی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
 عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن الوتر اولیہ فلیصل اذا ذکر واذا استیقظ۔
 حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو وتر کی نماز جب یاد آئے یا بیدار ہو تو وہ اس کو پڑھے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۷۵ھ
 ۲۔ " " " " شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰
 ۳۔ امام ابوعلیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹۳، " " " "

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله ابن نبيد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من نام عن وتره فليصل اذا أصبح - ۱۰

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سوجائے تو جب صبح ہو وتر پڑھ لے۔

رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے، نہ رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے، اور یہ اجماعی امر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا فرض، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، اظہر قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں تھا، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب تھا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو اس کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ۱۰

تضار رمضان، کفارہ ظہار، کفارہ قتل اور کفارہ قسم کے روزے بھی فرض ہیں، تصدقاً رمضان کا روزہ توڑنے سے کفارے کے روزے بھی فرض ہیں، احرام میں ممنوعہ کام کرنے سے بھی روزے فرض ہیں، اور نذر کے روزے واجب ہیں، مالی صدقات میں روزہ کا فدیہ واجب ہے اور صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر کسی صدقہ کی نذر مان لی تو اس کو پورا کرنا واجب ہے، اس لیے علامہ نووی کا علی الاطلاق یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے نہ زکوٰۃ کے سوا اور کوئی مال صدقہ واجب ہے۔

ارکان اسلام سے متعلق سوال

بَابُ السُّؤَالِ عَنِ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور حضور سے سوالات کرے اور ہم حضور

۱۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّيْرِ النَّاقِدِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ أَبُو النَّصْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُعَيَّرَةِ عَنْ تَابِتِ بْنِ أَنَسٍ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ فَهَيِّنَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۰۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۱۔ علامہ نجیب بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ إِذْ كَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَتَّبِعِيَ الرَّجُلُ
 مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ
 فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
 أَتَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمَ كُنَّا أَقْبَابًا تَزْعُمُ أَنَّ
 اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ
 السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ
 وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَيَا لَذِي
 خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هَذِهِ
 الْجِبَالَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ
 رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا
 وَلَيْلَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ
 أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ
 أَنَّ عَلَيْنَا مَرَكُوهٌ فِي أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ
 فَيَا لَذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ
 قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ
 رَمَضَانَ فِي سِتِّينَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَذِي
 أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ
 زَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجْرَ الْبَيْتِ مَنْ
 اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ رَوَى
 قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا يُرِيدُ عَلَيْهِنَّ
 وَلَا أَنْقُصَ مِنْهُنَّ فَفَتَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لِيَنْ مَدَقِي لِيَدَّ خَلْقَ الْجَنَّةِ -

کے جوابات سنیں ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا
 کہ اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کا قاصد ہمارے پاس
 آیا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔
 آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، اس نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے۔
 اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا زمین پر پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور باقی چیزیں زمین میں کس نے پیدا کیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔
 اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو پیدا کیا، جس نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو اس میں نصب کیا، اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو رسول بنایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر وہاں سے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے ہم پر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنا دیا ہے کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم جس سے جو شخص جس کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے

آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی چلا گیا اور جانے وقت کہہ رہا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے نہ میں ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کموں گا اور نہ کمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا اور باقی حدیث حسب سابق بیان کی۔

۱۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِهِ حَدَّثَنَا سَكِيمَانُ بْنُ الْمَغِيرَةِ عَنْ تَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنَّا يَهِينَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَوَسَّاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات

اس باب کی حدیث نمبر ۱ میں ہے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنِ الشَّيْءِ
ان تبدلکم تسؤلکم۔ (مائتہ و ۱۰: ۱۰)
ما نظر ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بارگاہ نبوت کے آداب بتائے ہیں کہ آپ سے غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات مت کرو، اور ان کی تحقیق کے واسطے نہ ہو، کیونکہ اگر تم پر وہ امور ظاہر کر دیے گئے تو بعض اوقات وہ تم پر گراں گزریں گے، امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ سے بکثرت سوالات کیے گئے تو آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا ”تم آج مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا، یہ سن کر صحابہ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص اپنے کپڑے میں منہ چھپا کر رونے لگا، پھر ایک شخص اٹھا جس کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، اس نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ خدا ہے! پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرتے گئے: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں، اور دین اسلام پر راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ نیز امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہاں ایک آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا، جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں! اس

کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے، کوئی کہتا تھا میری اور مثنیٰ کہاں گم ہو گئی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
الیہ سبیلًا۔ (ال عمران: ۹۷)

تو صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ فرمادیں: ہاں، انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ پھر فرمادیں: ہاں، انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ تب آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اسے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کر دو جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوگی۔
انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق
اس حدیث میں ہے: آپ کا قصد کہتا ہے کہ ہم پر ہر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے

فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

اس حدیث میں روزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے زمانہ میں انجیکشن ایک تازہ ایجاد ہے، انجیکشن دوا کا بھی لگایا جاتا ہے اور گلوکوز کی صورت میں غذا کا بھی انجیکشن لگایا جاتا ہے، اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ خواہ کسی قسم کا انجیکشن لگایا جائے، وہ دوا کا انجیکشن ہو، جسمانی طاقت کا، یا جنسی طاقت کا، یا گلوکوز کی ڈرپ لگائی جائے یا کسی دوا کی ڈرپ لگائی جائے، کسی طریقہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک دوا یا غذا جوف ممدہ یا جوف دماغ میں نہ پہنچے (ان کا کہنا ہے کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے جس کے ذریعہ دماغ سے معدہ میں غذا یا دوا منتقل ہوتی ہے) روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ غذا ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد گلوکوز بن جاتی ہے، اور اسی سے ہمارے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے لہذا جب منہ کے ذریعہ غذا گلوکوز بن کر، ہمارے جسم میں پہنچ جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر براہ راست گلوکوز انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ ہمارے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح جب منہ سے دوا کھائی جائے تو وہ ہضم کے بعد ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بھی وہی فائدہ زیادہ سرعت اور زیادہ اثر انگیزی سے

۱۔ حافظ عابد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۴-۶۵، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

حاصل ہوتا ہے، لہذا انجیکشن سے یہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی روزہ دار شخص روزے کی حالت میں کسی اچانک تکلیف یا بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کے لیے اسلام میں روزہ توڑنے کی رخصت ہے بلکہ اس حالت میں اس پر روزہ توڑنا واجب ہے، کیونکہ اس کے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ اس جسم کو کسی طور سے بھی نقصان پہنچانے کا مجاز نہیں ہے، لہذا ڈاکٹر اس کے لیے انجیکشن لگانا تجویز کرے یا منہ سے کھانے کی دوا، اس پر لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کرے اور اس صورت میں تندرست ہونے کے بعد اس پر اس روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، ان تمام امور پر ہم آگے چل کر تفصیل سے شرعی دلائل بیان کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے روزے کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے، پھر روزے کے مفسدات بیان کریں گے (وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے) پھر عقل، مشاہدہ اور تجربہ کی رو سے یہ استدلال کریں گے کہ انجیکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد فقہاء کے ذکر کردہ جزیموں سے اس پر استدلال کریں گے، پھر جوفِ عمدہ اور دماغ کی قید اور منافذِ اصلیہ کی بشرط یہ گفتگو کریں گے، پھر انجیکشن لگوانے سے روزہ نہ توڑنے کی دلیل کا تجزیہ کریں گے، اور اخیر میں یہ بیان کریں گے کہ اگر کسی روزہ دار کو روزے کی حالت میں اچانک کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر اس کا علاج کب کرنے کے لیے روزہ توڑ دینا واجب ہے، خواہ اس علاج میں منہ سے کھانے والی دوا کھانی پڑے یا انجیکشن لگوانا پڑے اور اس کا روزہ نہ توڑنا کوئی تقویٰ یا پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ شدید گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور آپ کے احکام کی سمحتِ خلافِ ورزی ہے، اور اس قدر کی بنا پر روزہ توڑنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ تندرست ہونے کے بعد صرف قضاء لازم ہوگی۔

روزہ کے لغوی اور شرعی معنی | علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

کھانے پینے، جماع اور کلام کے ترک کرنے کا نام روزہ ہے۔

الصوم ترك الطعام والشراب والنكاح والكلام۔^۱

عالمگیری میں ہے:-

اما تفسيره فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بنية التقرب من الالهل كذا في الكافي۔^۲

روزہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہو وہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے، کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دے۔

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن محمد بن منظور افریقی متوفی ۱۱، ۷، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ نثر ادب الخوزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ
۲۔ علا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبوعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

علامہ حنفی حنفی نے لکھا ہے کہ روزہ کی اہلیت کے لیے مسلمان اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، عقل، بلوغ اور صحت روزے کی اہلیت کے لیے شرط نہیں ہیں، کیونکہ بچہ، مجنون اور بیمار کا روزہ بھی صحیح ہے۔

روزے کے مفطرات اور منفسدات کا بیان

بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر صرف قضا لازم ہے اور بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صورتاً اور معنی دونوں طرح مفطر ہو مثلاً منہ کے لیے جسم میں دوا یا غذا پہنچانا، یا کسی عورت سے جماع کرنا اس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور جو چیز صرف صورتاً مفطر ہو مثلاً کافد، مٹی، کنگر، لوسے کا ٹکڑا یا پلاسٹک کا ٹکڑا اس سے صرف قضا ہے کفارہ نہیں ہے، اور جو چیز صرف معنی مفطر ہو صورتاً مفطر نہ ہو مثلاً کان میں تیل یا دوا ڈالنا کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے یا استمناء بایسید کرنا کیونکہ اس سے معنی شہوت پوری ہو جاتی ہے، اس سے بھی صرت روزے کی قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

روزہ توڑنے کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں، ایک قضا کا وجوب اور دوسرا کفارہ کا وجوب۔ روزہ توڑنے سے قضا تو مطلقاً واجب ہے، خواہ صورتاً اور معنی روزہ توڑے، یا صرف صورتاً یا صرف معنی، عام ازیں کہ عمداً روزہ توڑے یا خطاً، عذر کی وجہ سے روزہ توڑے یا بغیر عذر کے، کیونکہ قضا کسی فوت شدہ چیز کی تلافی کے لیے واجب ہوتی ہے، اس وجہ سے قضا کے لیے صرف روزہ کا فوت ہونا کافی ہے، اور روزہ کا فوت ہونا اس کو مطلقاً توڑنے سے حاصل ہو جائے گا، اور کفارہ کا وجوب روزے کو مخصوص طریقہ سے توڑنے پر ہوگا اور وہ افطار کامل سے ہوگا، یعنی کھانا یا پینا یا جماع کرنا صورتاً اور معنی دونوں طرح سے ہو اور عمدتاً اور بلا عذر ہو اس میں روزہ توڑنے کی رخصت کا کوئی عذر (سفر یا مرض) ہونا اس کا شہہ ہو، صورتاً اور معنی مفطر ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ منہ کے

فاما صوم رمضان فيتعلق بفساده حکمان احدهما وجوب القضاء والثاني وجوب الكفارة اما وجوب القضاء فانه يثبت بمطلق الافساد سواء كان صورته ومعنى او صورته لا معنى او معنى لا صورته وسواء كان عمدا او خطأ وسواء كان بعذر او بغير عذر لان القضاء يجب جبر للفاثت فيستدعي فوات الصوم لا غير والقوات يحصل بمطلق الافساد فتقع الحاجة الى الجبر بالقضاء ليقوم مقام الفاتت فيجبر الفوات معنى واما وجوب الكفارة فيتعلق بافساد مخصوص وهو الافطار الكامل بوجود الاكل او الشرب او الجماع صورته ومعنى متعمدا من غير عذر مبيح ولا مريض ولا شبهة الاباحة ونعتي بصورة الاكل و الشرب ومعناها ايصال ما يقصد به التغذي او التداوى الى جوفه من الفم لان به يحصل

۱۳۴۰ھ

۱۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی مترقی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہاشم راجح ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ مطبوعہ عثمانیہ استنبول

قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال ونفى
بصورة الجماع ومعناه ايلاج الفرج في القبل
لان كمال قضاء شهوة الفرج لا يحصل الا به
ولا خلافت في وجوب الكفارة على الرجل
بالجماع له

رستے پیٹ میں اس چیز کو پہنچانا جس سے دوا یا
غذا کا قصد کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے مکمل طور پر پیٹ
کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور صورت اور معنی جماع
سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنے آگے کو عورت کے اندام
نہانی میں داخل کرے، کیونکہ اسی سے فرج کی شہوت
کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہوتا ہے اور اس پر کفارہ
کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (مرد
اور عورت دونوں پر کفارہ واجب ہے)

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما
لا يفسد صومه لان عدم المعنى والصوم
بخلاف ما اذا دخل الدهن له

اگر روزہ دار نے اپنے کان میں پانی ٹپکایا یا پانی
خود چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں فاسد ہوگا، کیونکہ یہ
صورت مفسر نہیں ہے (کیونکہ منہ سے نہیں پیا) اور
یہ معنی مفسر ہے کیونکہ پانی کے چند قطرے سے
اصلاح بدن نہیں ہوتی) اس کے برخلاف کان میں
تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يعنى افطر اذا دخل في اذنيه الدهن
لوجود صلاح البدن له

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس
سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح
(منفعت) بدن حاصل ہوتی ہے۔

نیز علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ومن ابتلع الحصاة او الحديد افطر
لوجود صوم الفطر وكافارة عليه
لعدم المعنى له

جس شخص نے لوہے یا کنگرے کا ٹکڑا نگل لیا اس
کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ عمل صورت مفسر ہے
اور اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل معنی مفسر نہیں
ہے، (کیونکہ یہ چیزیں دوا یا غذا نہیں ہیں)

۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متون ۵۸۷، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ ایتھ۔ ایم۔ سعید، ایڈیشن ۱۴۰۰ھ

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متون ۵۹۳، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

۳۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متون ۵۸۵، ہدایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک سنز، فیصل آباد

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متون ۵۹۳، ہدایہ اولین ص ۱۹۹، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو انزل فیما دون الفریح فعلیہ القضاء
ولا کفارة علیہ لقصور فی الجماع لوجودہ
معنی ولا صوماً لہ

اگر کسی شخص نے عورت کے اندام نہانی کے بغیر
اپنی منی خارج کی، تو اس پر روزے کی قضا ہے اور کفارہ نہیں
ہے، کیونکہ یہ ناقص جماع ہے، منی جماع ہے اور
صورتہ نہیں ہے

انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال

مشتمل جو غذا کھاتے ہیں اس میں مختلف حیاتین (VITAMINS) اور معدنی لمکیات (MINERALS) ہوتے
ہیں۔ وٹامنز کے ذریعہ غذا مکمل طور پر مضہم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے، اس لیے انسان کی نشوونما اور
جسمانی ساخت کی خوب صورتی اور بقا کے لیے وٹامنز ایک اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح معدنی لمکیات
بھی انسان کی صحت اور بقا کے لیے بہت ضروری ہیں، خون کی کمی دور کرنے کے لیے لوہا (IRON) کی ضرورت
ہوتی ہے، ہڈیوں اور اعصاب کی کمزوری دور کرنے کے لیے اور فولاد کو جسم میں جذب کرنے کے لیے
کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے کے لیے سوڈیم کی ایک خاص مقدار کی ضرورت
ہوتی ہے۔

پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی (Paul Jay Friedman . M.D) لکھتے ہیں:

- (۱)۔ وٹامن۔ اے (V.A) قوت بینائی میں مدد دیتا ہے اور جلد کی نظر بصورتی برقرار رکھتا ہے۔
- (۲)۔ وٹامن۔ بی۔ کمپلکس (V.B. Complex) جسم کی نشوونما کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کی کمی
سے اعصابی جلدی اور ہضم کا نظام صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، نیز اس کی کمی سے خون کی کمی (ANEMIA)
ہو جاتی ہے۔
- (۳)۔ وٹامن۔ سی۔ (ASCORBIC ACID) جسم میں فولاد کو جذب کرنے میں معاون ہے، اس کی کمی سے
مسوڑھوں کی بیماری ہو جاتی ہے۔
- (۴)۔ وٹامن۔ ڈی۔ (V.D) جسم میں کیلشیم کو جذب کرنے میں معاون ہے۔

- ۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متونی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ راج۔ ایم سید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ
- ۲۔ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۶، مطبوعہ نیوزی لینڈ، بار سوم
- ۳۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۲-۴۶، " " " "
- ۴۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۵، " " " "
- ۵۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۸-۵۷، " " " "

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V. E) جسم میں چربی کے انہضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ جلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ ۱۵

(۶)۔ وٹامن۔ کے (V. K) اس کی کمی سے خون میں جمنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ ۱۵

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور کھجیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ہضم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں تیار ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر لیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت سست ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

بہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کم زور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف موثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجیکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

بہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گزرنے کے بعد آل کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ گلوکوز عام معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD A. HARVEY, PH.D) لکھتے ہیں:
 This is equivalent to 3.74 Kcal/G (۳.۷۴ کیلوریز (حرکے) سے ایک گرام گلوکوز سے حاصل ہوتی ہیں۔
 of glucose. ۳

۱۵۔ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نیوزی لینڈ، بار سوم

" " " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۹

۳ RICHARD A. HARVEY, PH.D. LIPPINCOTT'S PAGE 96-London/New York Sydney

جد اول

marfat.com

Marfat.com

ملاحظہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا (گلوکوز) داخل کی جاتی ہے خواہ وہ انجیکشن رگ میں لگایا جائے یا مسلز میں لگایا جائے اور اس سے انسان کے بدن کو صلاح اور منفعت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہ چیز جس کے دخول سے انسان کے بدن کو صلاح یا منفعت حاصل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کے دخول سے روزہ دار پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور ان کے زمانہ میں انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ انسان کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچانے کا کوئی مکتور نہیں تھا، ان کے زمانہ میں صرف منہ یا ناک کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچائی جاسکتی تھی، اس لیے انھوں نے صرف اسی معروف طریقہ سے جسم میں دوا یا غذا پہنچانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، اور دوا یا غذا کے جوفِ معدہ میں پہنچنے کی قید انھوں نے اپنے اجتہاد سے اس لیے لگائی تھی کہ جب تک غذا یا دوا معدہ کے عمل ہضم سے گذر کر خون میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے منفعت اور صلاح حاصل نہیں ہوتی، اور جب یہ دوا یا غذا (گلوکوز) معدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ بہ راہِ راست خون میں پہنچ جائے تو پھر بہ طریقِ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال | یہ بات بھی ملحوظ

رہنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصے میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شاک علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصے میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اسے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی، آپ نے اسے منہ پر رکھ کر فرمایا: اسے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے

عن عائشہ قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فأتيتہ بقرص فوضع علي فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذلك قبلت الصائم إنما الإفطار مما دخل وليس مما خرج رواه أبو يعلى

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی مترونی، ۸۰۷، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

ٹوٹنا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وقال ابن عباس وعكرمة الفطر
مما دخل وليس مما خرج به

حضرت ابن عباس اور عکرمہ بیان کرتے ہیں
روزہ کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے
خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس کے اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال:
انما الوضوء مما خرج والصوم
مما دخل وليس مما
خرج۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں، وضو (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو
خارج ہوں اور روزہ (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے
ہے جو داخل ہوں ان سے تعلق نہیں ہے جو خارج
ہوں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ہر وہ چیز جو جسم میں داخل ہو اس سے روزہ
ٹوٹ جاتا ہے، لیکن کئی کہنا، ناک میں پانی ڈالنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ روزے
میں ان کے دخول کا خود شارع علیہ السلام سے ثبوت ہے۔
کئی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ثبوت روزے میں وضو کی مشروعیت سے ہے، اور سرمہ کے
متعلق یہ حدیث ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال جاء رجل الى
النبي صلى الله عليه وسلم قال اشتبكت
عيني افاكتحل وانا صائم قال نعم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا،
اس نے عرض کیا میری آنکھ میں تکلیف ہے، آیا میں
روزے میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں!

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ القسآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۶۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۵۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

علیٰ ہذا القیاس جب انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ کسی روزہ دار کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچایا جائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

اور عمداً منہ بھر کرتے کرنے کے متعلق علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

فان استقاً عمداً ملاً فیہ فعلیہ القضاء
لما روینا والقیاس متروک بہ ولا کفارة
لعدم الصوامة۔ لہ

اگر کسی شخص نے عمداً منہ بھر کرتے کی تو اس پر قضاء ہے، اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور چونکہ یہ عمل صورتہً مفطر نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد اساتید صحیحہ سے یہ حدیث وارد ہے کہ ”کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور جوفِ مدہ یا جوفِ دماغ تک پہنچنے کی تید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی، یہ قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی تھی کیونکہ دوا یا گلوکوز کے خون میں شامل ہونے کا انحصار صرف مدہ کے عمل مضغ پر تھا، اور اب چونکہ انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ دوا اور گلوکوز کو مدہ کے عمل کی وساطت کے بغیر بہ رگہ راست خون میں داخل کیا جاسکتا ہے اس لیے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ اس سے صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک کسی بھی انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ جسمانی طاقت کا انجیکشن ہو، جنسی طاقت کا انجیکشن ہو، دوا کا انجیکشن ہو، گلوکوز کی ڈرپ ہو یا دوا کی، کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تو روزے میں کھانا پینا بند کر کے انسان کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کیا ہے اور اس کی حیوانی طاقت کو کم کیا ہے، اب ایک شخص روزہ رکھ کر گلوکوز کی ڈرپ لگا کر تروتازگی اور توانائی کو روزے میں بحال رکھ رہا ہے تو کیا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے شرعی نظام کو ناکام کرنے کی سعی نہیں کر رہا؟

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ فقال عبد اللہ کتأ مع
النبي صلی اللہ علیہ وسلم شباباً لا یجد
شیئاً فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا معشر الشباب من استطاع منکوا الباءة
فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحسن
للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی میں تھے، اور ہمارے پاس بالکل مال نہیں تھا، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انواتم میں سے جو شخص شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے منظرِ یحییٰ رہتی ہے

لہ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۹۳۵ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۸، مطبوعہ دارخانہ محمد علی کراچی

اور آدمی پاک دامن رہتا ہے اور جو شادی کرنے کی
وسعت نہ رکھتا ہر روز سے رکھے، کیونکہ روزہ اس
کی جنسی طاقت کم کرے گا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روزوں سے جنسی طاقت کم ہوتی ہے، اب فرض کیجئے ایک شخص روزہ رکھتا
ہے اور روزوں میں جنسی طاقت کے انجیکشن لگواتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہوئی بات
غلط ہوگئی، میں نے روزے رکھے اور میری جنسی طاقت میں کمی نہیں ہوئی۔ یہ نہایت تومی اشکال ہے اور اس کا صحیح
جواب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص سے
کہا جائے کہ تم نے روزے رکھے ہی نہیں، کیونکہ انجیکشن لگوانے سے تمہارا روزہ جاتا رہا۔ اس لیے اگر زبانِ لست
کی تصدیق کرنی ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال | ہمارے قدیم فقہاء
اور ائمہ مجتہدین

نے اگر انجیکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں موندھے تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد
نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ
ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورتاً ہو یا معنی اس سے روزہ ٹوٹ جاتا
ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ مسیٰ دوا یا گلوکوز حاصل ہوتا ہے۔
مک الملہ علامہ کا سانی لکھتے ہیں:

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس
چیز کا ٹوٹ جانا یہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا)
کھانے اور پینے اور جملہ سے ہوتا ہے، خواہ یہ
صورتاً اور معنی ہو یا صرف صورتاً ہو معنی نہ ہو یا صرف معنی
ہو صورتاً نہ ہو۔

لان انتقاض الشيء عند خواتم رکنہ امر
ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء
کان صورتاً ومعنیاً او صورتاً لا معنیاً او معنیاً
لا صورتاً الخ۔ لہ

میز فقہاء کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو اس
سے روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی جانے
سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور
تیل سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۰۰ھ

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما لا
يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة بخلاف
ما اذا ادخله الدهن له

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا
خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صورت
مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنی (صلاح بدن)
اس کے برخلاف کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ
جاتے گا۔

علامہ بدر الدین یعنی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يعنى افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن
لوجود صلاح البدن له

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس کے
روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح بدن حاصل
ہو جاتی ہے۔

حدید طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی مصلح نہیں ہے اور کان کا مدہ یا دماغ
کی طرف کوئی منفذ نہیں ہے، اور جب کان میں تیل یا دوا ڈالی جائے تو وہ مدہ یا دماغ کی طرف نہیں پہنچتی، اس کے باوجود
نام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ جزئیہ بعینہ انجیکشن سے
روزہ ٹوٹنے پر دلیل ہے کہ جب انجیکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچا دیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ
جائے گا، خواہ وہ دوا مدہ یا دماغ تک نہ پہنچے۔

نیز ہمکے فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آلہ تناسل رگڑے اور اس کو انزال
ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن
اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل مسنی جماع ہے، اس لیے کہ اس نفل سے قضا شہوت
ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورتہ جماع نہیں ہے اسی لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے
ہیں کہ انجیکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ مدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی
مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے، اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجیکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا
ہو جاتا ہے اس لیے انجیکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنی مفطر ہے صورتہ مفطر
نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر
قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

علامہ کا سانی لکھتے ہیں:

ولو جامع امراته فيما دون الفرج فانزل
ادبا شرها او قبلها او لمسها بشهوة فانزل
اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا
میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس

۱۔ علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۸۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہو گیا تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے (کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنی کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ لسان کے جسم میں منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دُب) سے کوئی چیز اس کے جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچ جائے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معنی کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔

اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کسی مصنوعی سوراخ سے بھی جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں دوا پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جسم میں دوا یا غذا پہنچنے کے لیے منقذ اصلی ضروری اور شرط ہے۔
علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

جو چیز پیٹ یا دماغ میں منقذ اصلی کے بغیر (مصنوعی سوراخ کرنے سے) پہنچے باہر طور کہ پیٹ یا دماغ کے زخم پر دوائی لگائی جائے، تو اگر خشک دوا لگائی گئی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ پیٹ تک پہنچی ہے نہ دماغ تک، اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ دوا پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تر دوا لگائی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بہر حال روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، صاحبین مناذ اصلیہ کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ مناذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا یقینی ہے اور غیر مناذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا مشکوک ہے،

واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والامة فان داواها بدوا عيا بس لا يفسد لانه لو يصل الى الجوف ولا الى الدماغ ولو علم انه وصل يفسد في قول ابي حنيفة وان داواها بدوا عرطب يفسد عند ابي حنيفة وعندهما لا يفسد هما اعتبار المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا تحكم بالفساد مع الشك ولا بى حنيفة ان الدواء اذا كان رطبا فالظاهر هو الوصول لوجود المنفذ الى الجوف فيبنى الحكم

علی الظاہر لہ

اس لیے شک کے ساتھ روزے کے فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو روزہ تڑپے اس کا پیٹ تک پہنچنا ظاہر ہے کیونکہ زخم کی وجہ سے پیٹ تک منفذ ہے اس لیے ظاہر حال کے اعتبار سے حکم لگا دیا جائے گا۔ علامہ کا سانی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوا یا گلوکوز کو منفذ اصلی سے جسم میں پہنچایا جائے بلکہ اگر کسی مصنوعی سوراخ کے ذریعہ بھی دوا یا گلوکوز جسم میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ فقہاء کے نزدیک دوا یا غذا کا مطلقاً جسم میں پہنچنا مفسد صوم نہیں ہے، بلکہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کا جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنا ضروری ہے، تو اس کے متقد جواب ہیں:

(۱)۔ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی ایسا سوراخ یا منفذ نہیں ہے جس سے تیل یا دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے۔ اول الذکر فقہی حجتیں یہ ہیں کہ معلوم ہوا کہ فساد صوم میں دوا یا غذا جسم میں پہنچانے کے لیے منفذ اصلی ضروری نہیں ہے اور ثانی الذکر فقہی حجتیں یہ ہیں کہ معلوم ہوا کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، صرف اصلاح بدن ضروری ہے اور ان دونوں چیزوں سے یہ معلوم ہوا کہ انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو جسم میں پہنچا دیا جائے خواہ وہ معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے تب بھی اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب)۔ فقہاء نے دوا یا غذا کے معدہ میں پہنچنے کی شرط اس لیے لگائی تھی کہ جب تک معدہ کے عمل مضمر کامر حلہ نہ طے ہو اس وقت تک غذا گلوکوز بن کر خون میں شامل نہیں ہوتی، اور نہ ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اسی چیز کو فقہاء وصول کامل سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اور انجیکشن کا طریقہ دریافت نہیں ہوا تھا جس سے معدہ کی وساطت کے بغیر دوا یا گلوکوز کو براہ راست خون میں پہنچا دیا جائے، اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت ہو گیا ہوتا تو وہ یقیناً اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگا دیتے۔

(ج)۔ انسانی جسم اور اس کے تمام اعضاء اور ان کی ساخت اور ان کے باہمی ارتباط کے بارے میں قدیم زمانہ میں اتنی معلومات نہیں ہوئیں تھیں، اب تو پوسٹ مارٹم کے ذریعہ انسانی جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک رگ و ریشہ کے متعلق صحیح معلومات مہیا ہو گئی ہیں جو مشاہدہ اور مطالعہ پر مبنی ہیں اور انسانی جسم کی ساخت کے متعلق قدیم فقہاء کے بعض نظریات کا غلط ہونا واضح ہو گیا ہے اس لیے روزے کے جو احکام انسان کے بدن کی تشریح سے متعلق ہیں ان کو اب بھی قدیم فقہاء کی آراء کے مطابق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی متوفی، ۵۸ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اس کی تفصیل ہم بیان کر رہے ہیں:

انسانی بدن کی تشریح کے مطابق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا

تقدیم زمانہ میں فقہاء نے جو کچھ کہا وہ ان کے ظن اور تخمین پر مبنی تھا وہ ان کے محض قیاس اور اندازے تھے (اور وہ اس میں معذور تھے) اور موجودہ علم اور تحقیق سے ان کی کئی باتیں غلط ثابت ہو گئی ہیں، اس لیے اب علم اور تحقیق سے حقائق سامنے آنے کے باوجود اسی پر لانی بکیر کر پیٹے جاتا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے۔ مثلاً قدیم فقہاء نے کہا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ ہے اور دماغ سے چیز معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما اذا وصل الى الجوف فلا شك فيه لوجود الاكل من حيث الصورة وكذا اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذ الى الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا الجوف له

جب دماغ یا غذا پیٹ میں پہنچ جائے تو فساد موم میں کوئی شک نہیں کیونکہ صورتہ انظار پایا گیا، اسی طرح جب کوئی چیز دماغ میں پہنچ جائے (تو فساد فاسد ہوگا) کیونکہ دماغ کا پیٹ کی طرف منفذ ہے اور دماغ پیٹ کے زاویوں (گوشوں، کوزوں) میں سے ایک زاویہ (گوشہ، کونہ) ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفي التحقيق ان بين الجوفين منفذاً اصلياً فما وصل الى جوف الراس يصل الى جوف البطن كذا في النهاية والبدائع بل

تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف معدہ کے درمیان منفذ اصلی (رنالی) ہے تو جو چیز جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ پیٹ کے جوف میں پہنچ جاتی ہے اسی طرح نہایہ اور بدائع میں لکھا ہے۔

یہ بات تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے دماغ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور نہ دماغ پیٹ کا زاویہ ہے۔

اسی طرح قدیم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کان اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے اور کان سے کوئی چیز ڈالی جائے تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اسی طرح کان اور دماغ میں منفذ ہے اور کان میں پانی ڈالنے سے دماغ میں چلا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد

جب کسی شخص نے پانی میں غوطہ لگایا اور پانی اس

۱۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متون ۵۸۷، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ اچچ۔ ایم۔ سجدہ اینڈ پبلسٹی کراچی، ۲۰۰۰ء
۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متون ۹۷۰، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبعہ ملیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

صومہ وان صب الماء فیہا اختلفوا فیہ و
الصحیح هو الفساد لانه موصل الی الجوف
بفعلہ۔^۱

کے کان میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر
اس نے خوردگان میں پانی ڈالا تو اس میں اختلاف ہے
اور صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے
فعل سے پانی کو پیٹ تک پہنچا رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلو دخل الماء فی الفسل انفہ او اذنه ووصل
الدماغ لاشیء علیہ۔^۲

اگر غسل کرتے وقت پانی ناک یا کان میں چلا
گیا اور دماغ میں پہنچ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔
اور یہ بات بھی تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے، کان میں ایک پردہ ہے اور اس میں کوئی سوراخ نہیں
ہے، نہ کوئی منفذ ہے، جو چیز کان میں ڈالی جائے وہ کان ہی میں رہتی ہے، کان سے پیٹ میں جاتی ہے،
نہ دماغ میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف میں یہ اختلاف ہے کہ پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان کوئی
منفذ ہے یا نہیں ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

وقع عند ابی یوسف ان بینہ و بین
الجوف منقذا ولہذا یرجى منہ البول و
وقع عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ ان المثانۃ
بینہما حائل و البول یترشح منہ۔^۳

امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ اور پیٹ کے
درمیان ایک منفذ نالی ہے، اسی لیے مثانہ سے
پیشاب خارج ہوتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کے نزدیک پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان مثانہ
حائل ہے جس سے پیشاب مترشح ہو کہ پیشاب کی نالی
سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہو گیا کہ تشریح الابدان کے متعلق فقہاء کا
علم صرف ظن، تخمین، قیاس اور اندازے پر مبنی تھا انھوں نے اعضا بدن کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لیے ان
امور میں صحیح فیصلہ صحیح معلومات کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے۔
علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

وہذا لیس من باب الفقہ ای فقہ الشریعة
بل یرجع الی معرفة فقہ الطب۔^۴

اس چیز کا تعلق شریعت کی فقہ سے نہیں ہے،
بلکہ طب کی فقہ سے ہے۔

- ۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
- ۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مطری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبوعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
- ۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
- ۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی الہدایہ مع فتح القدر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کیونکہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب کا منتقل ہونا کسی نقیہ کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہ واقعہ میں ایک طریقہ ہے، اور اس کی معرفت علم طب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

غلاصیہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کے جوٹ ممدہ یا جوٹ دماغ میں پہنچنے کی شرط، قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور نہیں ہے، یہ شرط قدیم فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے لگائی ہے، اور اس شرط کا تعلق انسان کے اعضاء اور شریحات بدن سے ہے، اور شریحات بدن کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کے فرائض اس قدر میں یقین نہیں تھے، اس لیے اس سلسلہ میں ان کا اس وقت کا اجتہاد غیر معتبر اور غیر مستند ہے، نیز ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ ممدہ کے مل ہضم کے بعد ہی دماغ میں شامل ہوتی ہے اور ممدہ میں ہضم ہونے کے بعد ہی غذا گلوکوز بن کر خون میں داخل ہوتی ہے، اس لیے قدیم فقہاء نے ممدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اور اب جب کہ دوا یا گلوکوز کو ممدہ کی وساطت سے بغیر انجیکشن کے وریہ براہ راست خون میں پہنچا دیا جاتا ہے تو اس سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے اس روزہ کی صحت تضا لادم ہوگی اور اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد ہو گیا، ہوتا تو وہ بھی یہی حکم دیتے، کیونکہ شریعت کی منشاء اور اس کا صحیح انداز اور صورت عمل ہمارے بہ نسبت ان میں بہت زیادہ تھا۔

انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ

انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے پر بعض علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ پھر شہد کی مکھی، یا بھرٹ کے ڈنک مارنے یا کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام جانوروں کے کاٹنے سے جسم کے اندر زہریلا مادہ اس انداز سے داخل ہوتا ہے جس انداز سے انجیکشن لگانے سے داخل ہوتا ہے۔ اس پر یہ بھی تیا س کیا جا سکتا ہے کہ انجیکشن بھی مفسد صوم نہیں ہے۔

یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے :-

(۱) - شہد کی مکھی، بھرٹ یا کسی بھی زہریلے جانور کے ڈنک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اس سے احتراز کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور جس سے احتراز کرنا ممکن ہو اس کو علوم بلوی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

علامہ کا سانی لکھتے ہیں :

ولو دخل الذباب حلقه لم يفطر
لانه لا يمكنه الاحتراز عنه۔

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے :

جس کا کھانا مقصود نہ ہو اور جس سے احتراز

و ما ليس بمقصود بالاكل ولا يمكن

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سانی متوفی ۱۵۸ھ، بلوغ الصالح ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ اہلحج۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی

الاحتراز عنه كالذباب اذا وصل الى جوف الصائم لم يفطره به
 (ب)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر بے خبری سے ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً مکھی روزہ دار کے پیٹ میں چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
 (ب)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر ناک یا حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر سگریٹ کا دھواں خود کشید کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عالم گیری میں ہے:

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة او طعام الادوية او الدخان واشباه ذلك لم يفطره به

اگر روزہ دار کے حلق میں چکی کے آٹے کا غبار، دواؤں کا فائقہ یا دھواں یا اسی جیسی چیزیں (مثلاً مٹی کا غبار) چلی جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ج)۔ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ نعتیہ کے نزدیک کان میں پانی چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

يعني اقتر اذا دخل في اذنيه الدهن لوجود صلاح البدان به

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء ودخلهما لا يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة به

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی پھینکا یا از خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ صورت مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ مستی مفطر ہے، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی

۱۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ " فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳، " مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اس کے برخلاف بھڑیا کسی بھی نہ ہر پیلے کیرے کے کاٹنے سے بطور انجیکشن جوڑ ہر ملا مادہ جسم میں داخل ہوتا ہے اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ اضرار بدن ہوتا ہے۔
 خلاصہ یہ ہے کہ بھڑیا وغیرہ کے ڈنک لگانے اور دوا یا طاقت کے انجیکشن لگانے میں تین وجہ سے فرق ہے، بھڑیا وغیرہ کا کاٹنا علم اور ارادہ کے بغیر ہوتا ہے، اس سے اعتزاز صحت نہیں اور اس میں اضرار بدن ہے، اور دوا یا طاقت کے انجیکشن علم اور ارادہ سے لگائے جاتے ہیں، ان سے اعتزاز صحت ہے اور اس میں بدن کی اصلاح اور تقویت ہے، اس لیے بھڑیا وغیرہ کے ڈنک لگانے پر انجیکشن کو تیا س کرنا درست نہیں ہے۔

آپاروزہ دارم ریض انجیکشن لگوانے یا نہیں؟ اس چیز کی وضاحت کے بعد کہ انجیکشن یا ڈنک لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی روزہ دارم ریض کو اچانک روزے میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے لیے منہ سے کھانے کی دوا یا انجیکشن تجویز کرے تو اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق فوری علاج کرانا چاہیے، اور علاج نہ کرا کر بیماری کو برقرار رکھنا یا بیماری بڑھانا کوئی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے کیونکہ ہم جسم کے مالک نہیں ہیں اور اس کو خراب کرنے کا ہمیں اختیار ہے نہ اجازت، اس لیے روزہ میں لاحق ہونے والے مرض کا علاج کرنا لازم ہے اور اس روزے کی صحت قضا و لادم ہوگی، گناہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اصل حکم رخصت (بھی مشروع فرمایا ہے، اور قدر کے وقت رخصت بھی مشروع فرمائی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسیر ہے، اور جس طرح بلا قدر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح قدر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیے اللہ کی ان دمی رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عینکم برخصت اللہ الذی رخص لکم۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ

۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان صام اذداد مرضه افطر وقضى (الی قولہ)
لان زیادة المرض وامتدادہ قد تفتی
الی الهلاک فیجب الاحتراز عنہ۔

رہنا مرض میں اضافہ کا سبب ہو تو روزہ افطار کر لے
اسلام روزے کی قضا کرے، کیونکہ مرض کا برہنہ ہونے
افقعات ہلاکت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے اس
سے احتراز کرنا واجب ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہار سے یہ معلوم ہوا کہ جب مریض کے لیے روزہ پر بقرار رہنا مرض میں اضافہ اور
درد اور تکلیف میں شدت کا سبب ہو تو اب روزہ کو توڑنا واجب ہے اور روزے کو برقرار رکھنا گناہ ہے،
اس لیے ایک معقول اور مخلص قاضی مریض کو یہ بتائے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی نہیں ہو
آپ نے سفر میں ضرر کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا تھا۔ اس لیے تم بھی افطار کرو، اللہ کی وہی ہوتی رحمت
پر عمل کرو، اور یہ کہ رحمت پر عمل کرنا کارِ ثواب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسلام دینِ فطرت اور دینِ یسر
ہے اس نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں کیا، اس لیے ضرورت مند
مریض روزے میں انجیکشن ضرور لگوائے، بلکہ کھانے کی دعا بھی کھائے اور اس ایک روزہ کی قضا کرے۔ اور
یہ اس سے کہیں آسان ہے کہ انجیکشن لگوا کر بدن کی اصلاح بھی حاصل کر لے، اور اپنے نفس کو یہ فریب دے کہ
وہ بدستور روزہ دار ہے! اور روزے کی قضا سے جان چھڑاتا ہے۔

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اثر اختلاف ہے۔

انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان کے اور ہمارے اختلاف کا اثر یہ ہے کہ اگر کسی بیمار آدمی روزے
میں انجیکشن لگوا لیا تو ان کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس روزے کی قضا لازم
ہے، اب دیکھیے شرعی تقاضے کو پورا کر لے، محرف صدا اور احتیاط کے اعتبار سے کون سا نظریہ زیادہ صحیح ہے
آیا اس روزہ کی قضا کرنا یا قضا نہ کرنا، اگر بالفرض دوسروں کی رائے درست ہوئی اور پھر بھی اس روزے کی قضا کر
لی گئی تو آخرت میں اس شخص کو ایک زائد روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا، اور اگر واقع میں ہماری رائے درست
ہوئی اور روزہ دار نے روزے میں انجیکشن لگوا کر اس روزہ کی قضا نہ کی تو اس سے اس روزے کا مواخذہ ہوگا
اور اگر اس نے اس روزہ کی قضا کر لی تو وہ بار عبادت سے بری الذمہ ہوگا، اس لیے ہر تقدیر پر سزاخوری نلاج ہمارے
ہی نظریہ کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے اور انجیکشن لگوا کر روزہ کی قضا نہ کرنے والا آخری مواخذہ کے
خطرہ سے بہر حال دوچار رہے گا۔

الفتاویٰ الاسلامیہ ج ۱ ص ۸۹ ج ۵ ص ۸۵

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

مطبوعہ مصر (یسٹونک فی الدین والحیاء ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۶۵۸

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۰۱ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ کراچی

مطبوعہ بیروت) اور فتاویٰ نور پورہ ج ۲ ص ۱۲۳ - ۱۲۴ مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافع اعلیٰ کے علاوہ کسی اور سولج سے معدہ اور وماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی تیز رفتاری اگر ان کے زمانہ میں کیمیائی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے، اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف عموماً کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچانے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے قدر تک آواز پہنچانے کا ذریعہ دیا ہو گیا اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن مؤخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا، دور بہن سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے، اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجیکشن کے ذریعہ بدیہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجیکشن لگانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ قَائِدِ الْمُرْسَلِينَ اَكْرَمِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاٰخِرِينَ وَعَلَىٰ اٰلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَاصْحَابِهِ الْكٰمِلِينَ وَاَزْوَاجِهِمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهِ وَامْتِهِ اٰجْمَعِينَ۔

ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ الْاِيْمَانِ الَّذِي يَدْخُلُ
بِهِ الْجَنَّةَ وَاَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا فُرِ
بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا
مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا
عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَرَفَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِعِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِرِجْلَيْهَا
ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَا مُحَمَّدًا أَخْبِرْنِي
بِمَا يَقْرَبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يَبْعِدُنِي مِنَ
النَّارِ قَالَ فَكَلِّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وَفَّقَ أَوْلَقَدَا
هُدًى قَالَ كَيْفَ كَلِّفَ قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ
بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ
الرَّحِمَ دَعِيَ النَّاقَةَ -

یہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف
لے جا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا اور آپ کی
اور ٹہنی کی ٹیکل پکڑ کر کھٹکایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور رکھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر رُک گئے اور
اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو اس سوال
کی من جانب اللہ توفیق ملی ہے، اس کے بعد آپ نے
اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے کیا کہا تھا، اس
شخص نے اپنا سوال دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا
شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور صلہ رحم
کرو۔ اب، اونٹنی کی ٹیکل چھوڑ دو۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو
انصاری کی بیسیہ ہی روایت ذکر فرمائی ہے۔

۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ بِشْرِ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ
وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَتَهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ
يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ -

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا
اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے
جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے
آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا
شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے رشتہ
داروں سے حسن سلوک کرو۔ جب وہ شخص چو گیا تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے ان
باتوں پر عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔

۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو
الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى
بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ
أَعْمَلُهُ يَدْخِلُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبْعِدُنِي مِنَ النَّارِ
قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ
الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ فَلَمَّا
أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ
تَمَسَّكَ بِمَا أَمَرْتُ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ
أَبِي شَيْبَةَ إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ -

۱۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذُنْبِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ مَرَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا آتِيكَ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا قُلِيَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا ملتا ہے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، دیہاتی نے کہا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کسی وجہ سے وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے عرش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمَانُ بْنُ قَوْقِلٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ وَأَحَلَلْتُ الْحَلَالَ أَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس نعمان بن قوقل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نمازیں پڑھتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کام کرتا رہوں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْبِي عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّعْمَانُ ابْنُ قَوْقِلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فِيهِ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت جابر کی بھی روایت ذکر کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ نعمان بن قوقل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احکام پر کچھ زیادتی نہ کروں گا۔

۱۸۔ وَحَدَّثَنِي سَلْمَةُ بْنُ شَيْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْحَسَنُ بْنُ أَغْمِيْنٍ حَدَّثَنَا مَعْقَلٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحَلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ وَلَحَايَ إِذْ عَلَيَّ ذَلِكَ شَيْئًا أَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللَّهِ لَا آيَ يُدْعَى عَلَى ذِكِّ شَيْئًا.

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نماز پڑھاؤں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کام کروں اور حرام سے بچوں اور ان کاموں پہ کوئی اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا بہ خدا! میں ان احکام پہ کوئی اضافہ نہ کروں گا۔

توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف | حدیث نمبر ۱۲۱۱۱ مکرر ہے: اس شخص کو من جانب اللہ توفیق ملی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں توفیق کا معنی ہے اطاعت کی قدرت کو پیدا کرنا۔

اور خدا ان کا معنی ہے معصیت کی قدرت کو پیدا کرنا۔ اسی حدیث میں ہے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اللہ کے شریک بنانے کا یہ معنی ہے کسی کو اللہ کے مساوی ماننا، یعنی کسی شخص کو واجب الوجود اس کی صفات کو مستقل اور قدیم اور اس کو عبادت کا مستحق ماننا۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

شرک کرنا یہ ہے کہ کسی شریک کو واجب الوجود اور الہ مانا جائے جیسے مجوس مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسے بت پرست مانتے ہیں۔

الاشراك هو اثبات الشريك في الالهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما للعبدة الاصنام به

حدیث نمبر ۱۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کو دیکھ کر خوشش ہوتا ہو، وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ شخص ان احکام پر عمل کرے گا اور ان کو ہمیشہ کریگا اور جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِهِ الْعِظَامِ اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۱۱ھ، شرح عقائد مسلمی ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتہبان دہلی
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ فرمایا نہیں، رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا ہے۔

۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَمِيرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يُعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَخْمَرِيَّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُؤَخَّدَ اللَّهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ قَالَ لِاصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۲۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُمَرَ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ الشُّكَيْمِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللَّهُ وَيُكْفَرُ بِمَا دُونَهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بند اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،

۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَامِرٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

۲۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ سَمِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ يُحَدِّثُ طَاوُسًا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعُبَيْدِ اللَّهِ

ابن عمر آلا تفرقا فقال إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الإسلام بُني على خمسٍ منها: أن لا إله إلا الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وصيام رمضان، وحج البيت.

آپ فرماتے تھے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی توحید، گراہی دینا، نماز، زکوٰۃ اور حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور صیامت اللہ کا

الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت

رمضان کے روزے کو فرض فرمنا اور حج کو فرض فرمنا۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسلام کی پانچ بنیادیں بیان کرتے ہوئے رمضان کے روزے اور حج کا ذکر کیا اور جب ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے تو فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے، اور حدیث نمبر ۲۱ میں حضرت عبد اللہ بن عمر نے عموماً ان پانچ چیزوں کے بیان میں پہلے حج اور پھر رمضان کے روزوں کا ذکر کیا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

علامہ کا اس کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کو رمضان سے مقدم کرنے پر کیوں اصرار کیا جب کہ حضرت ابن عمر سے بھی اسی ترتیب سے روایت ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے صل اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ یہ حدیث سنی، ایک بار آپ نے رمضان کو حج پر مقدم فرمایا اور دوسری بار حج کو رمضان پر، اور اسی طرح حضرت ابن عمر نے ان دو حدیثوں کو دو مختلف وقتوں میں روایت کیا، اور جب اس شخص نے اس حدیث کو دہرایا اور حج کا ذکر مقدم کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا تم بغیر علم کے اس روایت کی ترتیب نہ بدلو اور اس پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور اس میں دوسری روایت کی نفی نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر کو وہ دوسری روایت یاد نہ رہی ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس شخص کو ٹوکا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حدیث سنی ہو اسی طرح روایت کرنا چاہیے۔ اس میں تبدل کرنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَايِعِ الدِّينِ وَالذَّعَاءِ إِلَيْهِ وَالسُّؤَالِ عَنْهُ وَحِفْظِهِ وَتَبْلِيغِهِ مَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے احکام شریعت پر عمل کرنے ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

۲۳ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا خَتَّابُ بْنُ

۱۔ علامہ نجیب بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دار الفکر، کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے سے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار شامل ہیں اور ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں لہذا آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیجیے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اور فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو خشک کدو کے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور اس برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں جس پر روغن قار (لال) ملا ہوا ہو، حلف بن ہشام نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا تو اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

ابو جبرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمانی کیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے حضرت ابن عباس سے گھڑے میں بنائے ہوئے نبی کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں ان لوگوں نے کہا رہبہ! آپ نے فرمایا ان لوگوں کو خوش آمدید ہو یہ لوگ یہاں شرمندہ اور نادوم نہیں ہوں گے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بہت دور سے آئے ہیں۔ حضور ہمارے سے اور آپ کے درمیان قبیلہ

زید عن ابی جمرۃ قال سمعت ابی عباس ح وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ واللفظ لنا اخبرنا عیاد بن زید عن ابی جمرۃ عن ابن عباس قال قدام وحدثنا عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ انا ہذیہ الہی من ربیعۃ وقد خالت ینتنا وینک کفار مضر ولا تخلص الیک الا فی شہر الحدام فحدثنا یا مرقم عمل بہ وحدثنا ابیہ من واما ما قال امرکم باتباعہ وانا کفر عن اربع الایمان باللہ جہر فشرھا لہم فقال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و ان تؤدوا خمس ما عنینم و انا کفر عن الایمان و الحنتم و التقیروا المتقیروا و دخلت فی ما یتیم شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و عقد واحدۃ۔

۲۴۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ و محمد بن المثنی و محمد بن بشر و الفاظہم متقاربه قال ابو بکر حدثنا عندہ عن شعبۃ قال الاخران حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن ابی جمرۃ قال کنت اترجم بین یدی ابی عباس و بین الناس فانتہ امرآة تسالہ عن نبی الجبر فقال ان وحدثنا عبد القیس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوعد و من القوم قالوا ربیعۃ قال مرآة بالقوم و بالوفد غیر خرایا ولا اللہ الی و قال

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شِقَّةٍ بَعِيدَةٍ
وَأَنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيَاحُ مِنْ كُفَّارٍ
مُضْرٍ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرِ
الْحَرَامِ فَسُزْنَا بِأَمْرِ فَصَلِّ تَخْبِيرُ بِهِ مَنْ
وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِرَأْسِ الْجَنَّةِ قَالَ فَأَمَرَهُمْ
عَنْ أَرْبَعٍ وَتَهَا هُمْ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ فَأَمَرَهُمْ
بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ
مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ
الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدَّوا خُمُسًا
مِنَ الْمَغْنَمِ وَتَهَا هُمْ عَنِ الدُّبَاةِ وَالْحَنْتَمِ
وَالْمَرْفَتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ التَّفْيِيرِ
قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقْتَبِرِ قَالَ أَحْفَظُوهُ وَ
أَخْبِرُوا بِهِ مِنْ وَرَاءِكُمْ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بِنِ
أَبِي شَيْبَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ مَنْ وَرَاءَكُمْ وَكَيْسَ
فِي رِوَايَتِهِ الْمُقْتَبِرِ

مضمر کے کفار مائل ہیں اس لیے ہم حرمت والے مہینوں کے
علاوہ اور کسی مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو
سکتے لہذا آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتا دیجئے جس کی
تبلیغ ہم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی کریں اور ہم جنت
میں داخل ہو جائیں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور
چار سے روکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
حد کے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تمہیں
حدائے واحد پر ایمان لانے کا مطلب معلوم ہے؟
انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے
والے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ
تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ
کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے
روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ
ادا کرنا، اور ان کو خشک کتد سے بنائے ہوئے
برتن، سبز گھڑے اور رومن قارطے ہونے برتن
کے استعمال سے روکا، شعبہ نے لکڑھی کے برتن کا
بھی ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان باتوں کو خود بھی یاد رکھو
اور اپنے قبیلہ کے لوگوں تک پہنچا دو، ابو بکر بن ابی
شیبہ نے اپنی روایت میں لکڑھی کے برتن کا ذکر نہیں
کیا۔

اہم مسلم اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ
بیان کر کے یہ اضافہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس مہینہ سے منع کرتا ہوں
جو کتد اور لکڑھی کے برتن میں اور سبز گھڑے اور
روغن قارطے ہونے برتن میں بنایا جاتا ہے، اور معاذ
نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس کے سردار
سے کہا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند

۲۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا
أَبِي جَرٍّ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ قَالَ
أَنَا أَبُو قَالَ أَجِيبًا حَدَّثَنَا وَرَّاهُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ
أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوِ حَدِيثِ
شُعْبَةَ وَقَالَ أَنَّهَا كُمْ عَمَّا يُتَّبَدُّ فِي الدُّبَاةِ
وَالْتَّفْيِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمَرْفَتِ وَرَأْدِ ابْنِ مَعَاذٍ
فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ

فرمان ہے: سمجھ اور بردباری۔

قتادہ کہتے ہیں میں نے اس شخص سے حدیث سنی ہے جس نے اس وفد سے ملاقات کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ قتادہ نے بیان کیا کہ انھوں نے ابونصرہ کے واسطے سے حضرت ابو سعید خدری سے روایت بیان کی کہ عبد القیس کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار مائل ہیں اس لیے حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں حاضر ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لہذا آپ ہم کو ایسا حکم دیجئے جو ہم اپنے قبیلہ تک پہنچائیں اور ہم خود بھی اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی سوا اس کا شریک مت بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو، اور چار چیزوں سے تم کو روکتا ہوں، ان کا استعمال مت کرو، خشک کدوں سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور روغن قار ملے ہوئے برتن۔ ان لوگوں نے عرض کیا حضور آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں اتم لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں کھجوریں بھگو دیتے ہو، راوی کو شک ہے کھجوریں فرمایا یا چھوڑا کرے اور جب اس کا کچا پانی جوش کھا کر ٹھہر جاتا ہے تو پھر

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدا شیخ اشیر
عبد القیس ان فیک لخصلتین لیبھما
اللہ الجلم وازناہ۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ
قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ لَقِيَ الْوَحْدَ الَّذِي
قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدًا وَذَكَرَ قَتَادَةَ أَبَا
نَصْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ
هَذَا أَنَّ النَّاسَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا حَمِيٌّ مِنْ بَرِيْعَةٍ وَبَيْنَنَا وَ
بَيْنَكَ كِفَارٌ مُضَرٌ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي
أَشْهُمِ الْخُرْمِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْمُرُ بِهِ مَنْ قَرَأْنَا
وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ إِذَا نَحْنُ أَحَدُنَا بِهِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُكُمْ
بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَعْبُدُوا اللَّهَ
وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا الْخُمْسَ مِنَ
الْغَنَائِمِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الذُّبَابِ
وَالْحَمْتَمِ وَالْمُرْفَتِ وَالتَّقْيِيرِ قَالُوا يَا نَبِيَّ
اللَّهُ مَا عَلَيْكَ بِالتَّقْيِيرِ قَالَ بَلَى جَذَعٌ
تَنْقُرُونَهُ فَتَقْدِفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ
قَالَ سَعِيدًا أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصْبُرُونَ
فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا سَكَنَ غَلِيَانُهُ شَرِبْتُمُوهُ
حَتَّى إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ لَانَ أَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ
ابْنُ عَمِيٍّ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ
أَصَابَتْهُ جَرَاخَةٌ كَذَلِكَ قَالَ وَكُنْتُ أَخْبَاهَا
حَيَاءً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قُلْتُ فَعِيْمَ نَشْرِبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فِي
 أُسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يَلَاثُ عَلَى أَقْوَاهَا فَقَالَ
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيرَةٌ الْجُرْذَانُ وَلَا
 تَبْقَى بِهَا أُسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ أَكَلْتُمَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ
 أَكَلْتُمَا الْجُرْذَانُ قُلْتُ أَكَلْتُمَا الْجُرْذَانُ قَالَ
 فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَجَرٍ
 عَبْدُ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ
 الْحِلْمُ وَالْإِنْسَانَةُ -

تم اس کو پیتے ہو، جس کے فٹہ کا یہ اثر ہوتا ہے، یہاں تک کہ تم
 میں سے ایک شخص اپنے چچا زاد کو تلوار سے قتل کر
 ڈالتا ہے۔ وفد میں سے ایک شخص تھا جس کو اسنی وجہ
 سے زخم لگا تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے شرم کی وجہ سے اپنا زخم چھپایا ہوا تھا اس
 نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر ہم کس قسم کے
 برتنوں میں پیا کریں، آپ نے فرمایا چمڑے کے برتنوں
 میں پیو جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔ اہل وفد
 نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہمارے علاقہ میں چمڑے کے
 برتنوں میں پیا کریں، اگر چہ چمڑے کاٹ ڈالیں، اگر چہ چمڑے
 کاٹ ڈالیں، اگر چہ چمڑے کاٹ ڈالیں، پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے سرفار سے
 فرمایا تمہارے اندر وہ ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
 پسند فرماتا ہے: سمجھو اور برو باری۔

امم مسلم نے قتادہ کی اسی حدیث کو ایک اور سند
 کے ساتھ بیان کیا جس میں کچھ لفظی تغیر ہے کجھروں
 کو پانی میں ڈالنے کے لیے تقدرون کی جگہ تقدیر
 کا لفظ ہے اور اس میں سلوی سعید کا یہ قول بھی نہیں کہ
 "اس کو شک ہے کہ حضور نے کجھروں کا ذکر کیا تھا
 یا چھواروں کا!"

۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
 قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
 قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ لَقِيَ ذَلِكَ الْوَقْدَ
 وَذَكَرَ أَبُو نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ
 وَقَدْ عَبَدَ الْقَيْسُ لَنَا قَدْ مُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِثِلُ حَدِيثِ ابْنِ عُكَيْبَةَ
 غَيْرَ أَنْ فِيهِ وَقَدْ يُفُونَ فِيهِ مِنَ الْقَطِيعَاءِ
 وَالشُّبْرِ وَالْمَاءِ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ
 مِنَ الشُّبْرِ -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ جب وفد عبد القیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ
 ہمیں آپ پر فدا کرے کس قسم کے برتنوں میں پینا

۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْبَصْرِيُّ
 حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَحَدَّثَنِي
 مُحَمَّدُ بْنُ مَرَايِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قُرَّةَ عَمَّا

أَنَّ أَبَانَ نَضْرَةَ أَخْبَرَكَ وَحَسَنًا أَخْبَرَ هَمَانَ أَنَّ أَبَانَ
سَعِيدَ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَكَ أَنَّ وَقْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ
لَمَّا أَتَى نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا
نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهُ فِدَاكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا
مِنَ الْأَشْرِبَةِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي النَّبِيِّ
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهُ فِدَاكَ أَوْ تَدْرِي
مَا النَّبِيُّ قَالَ نَعَمْ لِحَدِّ حُرَيْثٍ وَرِثْمَةَ وَلَا فِي
الدُّبَاءِ وَلَا فِي الْحَنْمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُرْكَاءِ

ہمارے لیے جائز ہے، آپ نے فرمایا لکڑی کے برتنوں میں
مت پیا کرو۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں
آپ پر فدا کرے آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا
ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لکڑی کو اندر سے کھود لیتے ہیں
پھر فرمایا کدو کے برتن کو استعمال کرو نہ سبز گھڑے کو ان کی
بجائے چڑے کی ان معکوں سے پیا کرو جن کا منہ بندھا
ہوا ہو۔

حرمیت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق
حدیث نمبر ۲۳ میں ہے: وفد عبد القیس نے کہا ہم صرف
حرمیت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
حرمیت والے مہینے چار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اور وہ یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ،
محرم اور رجب، تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حرمیت والے مہینے ہیں۔
علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آ رہا تھا کہ انہوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے
حج کے لیے خاص کر لیے تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ، قتل اور سفارت
ممنوع تھی تاکہ زائرین کو امن و امان سے بیت اللہ تک جائیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے گھروں کو واپس ہو
سکیں، اس بنا پر ان مہینوں کو حرمیت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

وفد عبد القیس کا مطلب بھی یہ تھا کہ چونکہ ان کی مفر کے کافروں سے آویزش رہتی ہے اس لیے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے حرمیت والے مہینوں کا وقت ہی مناسب تھا جب
کافر بھی جنگ سے اپنے ہاتھ روک لیتے تھے۔
ان حرمیت والے مہینوں میں مسلمانوں کو کفار سے ابتداءً جنگ کرنے سے روک دیا گیا تھا جیسا کہ اس آیت
سے ظاہر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَأْنًا لِلَّهِ
وَاللَّهِ الْعَظِيمِ - (مائتہ: ۸، ۹)

اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی
نہ کرو اور نہ حرمیت والے مہینوں میں جنگ کرو۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ان مہینوں میں اب بھی کفار سے جہاد کرنا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف
ہے تاہم میں عطاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم ابھی باقی ہے اور مسلمان ان مہینوں میں کفار پر حملہ آور نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ان

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۳ ص ۳۳، مطبوعہ نور محمد اہم المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہمینوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ کریں اور ان سے مدافعت میں جنگ کی جائے۔ اور تابعین میں سے دوسرے بزرگ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے، کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ مشرق و غرب میں پھیل چکی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لیے ان ہمینوں کی حرمت مانع نہیں ہے کیونکہ جس وجہ سے ان ہمینوں میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا وہ وجہ غیر عرب علاقوں میں نہیں پائی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن حصیب بن زہری کو محرم ۹ھ میں بنو تمیم پر حملہ کے لیے بھیجا اور سند صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس محرم کو طائف کا محاصرہ کیا۔ اور محرم حرمت والے ہمینوں میں سے ہے نیز علامہ اسوسی نے بیان کیا ہے کہ حرمت والے ہمینوں میں جنگ کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے عنوان باب کی مطابقت حدیث شریف کے اسی جملہ سے ہے جس میں وفد عبدالقیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کو احکام بیان فرمائیں تاکہ وہ ان احکام کی اپنے قبیلہ میں تبلیغ کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں احادیث کو یاد کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کا سراج تھا اور یہ محبت حدیث کی دلیل ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد محبت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن ایک اشکال کا جواب پانچ چیزیں فرمائیں (۱) ایمان (۲) توحید اللہ کی گواہی (۳) نماز (۴) زکوٰۃ (۵) مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور اگر نا۔ اس سوال کے کئی جواب دیے گئے ہیں جن میں سے زیادہ معقول جواب یہ ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا کوئی علیحدہ حکم نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کا ایک حصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنا کر پینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو گیا، جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو مشکیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں نبیذ بنا سکتے ہو لیکن اس کو نشہ آور کر کے نہ پینا۔ اس کے برخلاف صحابہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

انگور، جو یا کھجوروں کو اتنی دیر تک پانی میں رکھا جائے کہ اس میں کچھ مٹھاس پیدا ہو جائے یا ان چیزوں کو پانی میں ڈال کر معمولی جوش دیا جائے تو اس سے نبیذ بن جاتا ہے اس کا پینا جائز ہے صحابہ کرام بالعموم نبیذ پیتے تھے لیکن اگر ان چیزوں کو پانی میں زیادہ دیر رکھا جائے حتیٰ کہ پانی گاڑھا ہو کہ جھاگ چھوڑنے لگے تو پھر یہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ شراب فالص ہے اس کا پینا حرام ہے اور یہ ناپاک ہے۔ خمر اور دیگر نشہ آور شرابوں کی تعریف اور ان کے احکام شرح صحیح مسلم جلد رابع اور جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علامہ سعید محمود اسوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۔ ص ۵۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ت : حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وفد عبد القیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رجب ۹ھ میں حاضر ہوا تھا۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ

۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو كُرَيْبٍ وَ اسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَ كَيْعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْعٌ عَنْ زَكْرِيَاءَ ابْنِ اسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رُبَّمَا قَالَ وَ كَيْعٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَأَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَيَّاكَ وَ كَرَائِمَهُمْ فَأَتِيَهُمْ فَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا بَيْنَ يَدَيْنِ اللَّهِ حِجَابٌ -

توجید و رسالت کی گواہی اور احکام شریعیہ کی دعوت دینا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا حاکم بنا کر بھیجا اور فرمایا تم بعض اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقرا میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اس کو قبول کر لیں تو تم زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو دین کا حاکم بنا کر بھیجا اور وہی ہدایات بیان کیں جو پہلی حدیث میں گذر چکی ہیں۔

۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُثْمَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا زَكْرِيَاءُ بْنُ اسْحَاقَ وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ زَكْرِيَاءَ ابْنِ اسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا بِشَيْءٍ حَدِيثٍ وَ كَيْعٌ -

۱۔ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۱۔ حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بِنْتُ بَسْطَامٍ الْعَيْشِيَّةُ حَدَّثَنَا
 يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا دَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ
 عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمِّيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ صَبِيحٍ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ
 مَعَاذَ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدِمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ
 كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةَ
 اللَّهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ
 فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَ
 لِيَلْتَهَمُوا فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ
 وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ
 أَمْوَالِهِمْ فَاذْكُرُوا عَلَى فِقْرَائِهِمْ فَإِذَا طَاعُوا
 بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِبَ أَمْوَالِهِمْ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل
 کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے
 سب سے پہلے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینا،
 جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے
 ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ
 اس حکم کی تعمیل کر لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر
 زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لے کر انھیں کے
 فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اس کو مان لیں
 تو ان سے زکوٰۃ لینا لیکن ان کے بہترین مال سے تم فرض نہ
 کرنا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:
 ۱، خبر واحد کو قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے مقتضی پر

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

- ۱۔ عمل کرنا واجب ہے۔
- ۲۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حضرت معاذ کو اپنی وفات سے بہت کم عرصہ پہلے یمن بھیجا تھا اور اس حدیث میں صرف دن اور رات میں پانچ نمازوں
 کی فرضیت کا ذکر ہے، علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ وتر فرض نہیں ہے واجب ہے اور
 اس کے وجوب پر دلیل ہم باب ۱۱ میں بیان کر چکے ہیں۔
- ۳۔ سنت یہ ہے کہ کفار سے جہل کرنے سے پہلے انھیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی
 جانی چاہیے۔
- ۴۔ جب تک کوئی شخص کلمہ شہادت نہ پڑھے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔
- ۵۔ دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔
- ۶۔ ظلم بہت شدید حرام ہے اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام کو نصیحت کرے، ان کو اللہ سے ڈرانے اور
 شدت کے ساتھ ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر آنحضرت کے عذاب کو بیان کرے۔
- ۷۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو لینا حرام ہے، اسی طرح زکوٰۃ دینے
 والے پر خراب مال دینا حرام ہے بلکہ متوسط مال دینا اور لینا چاہیے۔
- ۸۔ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۹)۔ علامہ عطابی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر والوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اغنیاء سے مال لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ ان کے فقراء کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور قتل اور زنا کی حرمت ایسے احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے ان کو اللہ کی توجیہ اور میری رسالت کی گواہی دینے کی دعوت دینا سواگمہ وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان پر پانچ نمازیں پڑھنا واجب نہیں ہے، یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ دنیا میں ان سے نماز پڑھنے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مطالبہ ہے، اور دنیا میں یہ مطالبہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہوں تاکہ ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب زیادہ کیا جائے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے میں اہمیت کے اعتبار سے تدریج کو اختیار فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا پہلے ان کو نماز کی دعوت و وجب اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ انسان صرف فرضیت نماز کا مخاطب ہے اور زکوٰۃ کا مخاطب نہیں ہے۔

آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ علامہ نووی نے کہا ہے کہ محققین اور اکثرین کا قول یہ ہے کہ کفار تمام احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں، عام ازیں کہ وہ احکام مامورات ہوں یا منہیات، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احکام فرعیہ کے مطلقاً مخاطب نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مامورات کے مخاطب ہیں اور منہیات کے مخاطب نہیں ہیں۔ لہ

قرآن مجید میں ہے:

یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (بقرہ ۲۱، ۲۵)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید سے کہ تم کو تقویٰ ملے۔

قاضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اگرچہ کفار کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن حکم کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے کا حکم، عبادت کی ابتداء کرنے اور عبادت میں زیادتی اور دوام کرنے میں مشترک ہے، پس کفار سے مطلوب یہ ہے

کہ وہ اللہ پر ایمان لاکر عبادت کو شروع کریں کیونکہ عبادت کی صحت ایمان لانے پر موقوف ہے اور جب کسی چیز کو واجب کیا جائے تو اس کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے اور جس طرح کسی شخص کا بے وضو ہونا اس پر نماز کے وجوب کے منافی نہیں، اسی طرح کسی شخص کا کفر اس پر عبادت کے وجوب پر منافی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایمان لاکر عبادت کو شروع کرے، اور زمین سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور اس عبادت میں اور زیادتی کریں۔ ۱۷

علامہ محی الدین قوجوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا ایہا الناس میں تین فرقوں سے خطاب کر کے ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۱) مومن مخلص (رب) کا فرطاً (روح) منافی مدامن، کافر ظاہر کو جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مطلوب یہ ہے کہ پہلے تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کریں اور پھر عبادت کریں کیونکہ عبادت کی شرط ایمان ہے اور کسی کام کا حکم اس کام کی شرط کے حکم کو بھی مستلزم ہوتا ہے جیسے بے وضو مسلمان کو نماز کا حکم نماز سے پہلے وضو کے حکم کو مستلزم ہوتا ہے اور مسلمان کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت پر برقرار رہے اور زیادہ عبادت کرے اور منافع کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دعویٰ ایمان میں اخلاص سے کام لے۔ لفظ عبادت ان تینوں معانی میں مشترک ہے اگر یہ مترادف ہو کہ اللہ حنفیہ کے نزدیک لفظ مشترک سے ایک وقت متعدد معانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ حنفیہ کے نزدیک بھی اشتراک معنوی جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے ایک عام معنی مراد لیا جائے اور تمام مختلف معانی اس کے افراد بن جائیں، سو یہاں مراد ہے عبادت کو عام ازیں کہ شرائط عبادت کے بعد ابتداء عبادت کرو، یا عبادت میں برقرار رہو، یا عبادت میں اخلاص لاؤ۔ ۱۸

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

یہ اس بحث کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل اصول فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آیا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں، علامہ ابن ہمام نے "تحریر" میں لکھا ہے کہ محل نزاع یہ ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے آیا بغیر ایمان کے ان احکام کا مکلف کرنا صحیح ہے یا نہیں، مشائخ سمرقند نے یہ کہا ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے ان کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے، ایمان تمام عبادات میں اعظم اور تمام طاعات میں اصل ہے، لہذا اس سے کم درجہ کی طاعات میں ایمان کو شرط اور بالتبع قرار دے کر اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور مشائخ سمرقند کے علاوہ باقی تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ احکام فرعیہ کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ حق اعتقاد اور حق ادا دونوں اعتبار سے ایمان کا مکلف کرنا صحیح ہے یا احکام فرعیہ کا صرف اعتقاد کے اعتبار سے مکلف کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے اہل عراق کا اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظر یہ ہے کہ کفار کو احکام فرعیہ کے اعتقاد اور ان کے ادا کرنے دونوں کا مکلف کیا جائے گا، ان کے نزدیک کفار کو احکام فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی گناہ ہوگا اور فقہاء بخارا کا نظریہ یہ ہے کہ انھیں صرف احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا، امام

۱۷۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علیٰ ہامش الخفاجی ج ۲ ص ۸۰۔ ۱۸۔ مطبوعہ دارصادر بیروت ہند

۱۹۔ علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۱۶۹-۱۷۸، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند

ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ امام محمد کے قول میں فقہاء مشافہہ کے عقار پر دلالت ہے اور سزا کی مجید کا اس آیت سے بھی یہ ظاہر اسی کی تائید ہے :-

وویل للمشرکین • الذین لایؤتون الزکوٰۃ
 وھم بالأخوۃ ھم کافرون • (حم السجدۃ : ۷۱-۶۹)

البتہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار عذاب اور معاملات کے مخاطب ہیں۔ لہ

علامہ آوسی حنفی لکھتے ہیں :

کفار بھی عبادت کرنے کے حکم میں داخل ہیں اور ان کو جس طرح احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور کسی چیز کا حکم اس کے مقدمہ اور موقوف علیہ کا بھی حکم ہوتا ہے، اور یہ کہنا باطل ہے کہ ایمان عبادت کی اصل ہے، اگر احکام فرعیہ کے سبب سے ایمان واجب ہوا تو جو اصل تھا وہ بالیقین ہوجائے گا، کیونکہ یہ تب ہوتا جب ایمان اسالۃ اور استقلالاً واجب نہ ہوتا، اور تعجب ہے کہ مشائخ سمرقند پر یہ نکتہ کیسے محفی رہا، فقہاء عراق اور فقہاء مشافہہ کے مذہب پر یہ آیات دلیل ہیں :

وویل للمشرکین • الذین لایؤتون الزکوٰۃ •
 (حم السجدۃ : ۷۱-۶۹)

اور ہلاکت ہے مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

(جنہی مجرموں سے پوچھیں گے) تمہیں کون سی چیز
 ورنہ میں نے گئی، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں
 میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

ما سلکم فی سقرہ قالوا لہ نذک من
 المصلین • ولہ نذک نطعم المسکین •
 (مدثر : ۲۲-۲۱)

فقہاء بخارا کا مذہب یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں کسی جانب تصریح نہیں کی، لیکن امام محمد کے کلام میں اس پر دلالت ہے، امام اعظم نے اس لیے تصریح نہیں کی کہ دنیا میں اس اختلاف کا کوئی اثر نہیں، کیونکہ جب وہ کافر ہیں تو ان کا احکام فرعیہ پر عمل کرنا محال ہے اور ایمان لانے کے بعد ان سے ان احکام کی قضاء کا مطالبہ نہیں ہوگا، اس اختلاف کا اثر صرف آخرت میں ہوگا جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک آخرت میں کفار کو ان احکام پر اعتقاد نہ رکھنے اور عمل نہ کرنے دونوں وجہوں سے عذاب ہوگا، اور جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، صرف ان پر اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک کفار کو آخرت میں احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ لہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا
 لِيُحِلَّ اللَّهُ لَكُمْ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي كَفَرْتُمْ بِهَا
 قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

۱۔ علامہ احمد شہاب الدین حفا جی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایت القاضی ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

۲۔ علامہ سید محمود آوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
بُن سَعِيدٍ عَنْ عَقِيلِ بْنِ الرَّهَيْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا كُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْخِلَتْ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ
بَعْدَهُ فَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ بِالْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصِمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا
بِحَقِّهِ وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ
لَا وَقَاتِلَنْ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ
فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَتَّعَنِي
عَقْلًا كَانُوا يُؤَدُّونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَى مَنْعِهِمْ فَقَالَ
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيكَ
اللَّهُ فَتُدْشِرُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلِقَاتِلِ فَعَرَفْتُ
أَنَّهُ الْحَقُّ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوا ہو گیا اور حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ علیہ سقر ہوئے اور عرب کے بعض
قبائل مزید ہو گئے اور حضرت ابو بکر نے مالین زکوٰۃ کے
خلافت جنگ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا آپ ان لوگوں
سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے مجھے اس وقت تک لوگوں سے
جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا
اللہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری
طرف سے ان کی جان و مال محفوظ ہے البتہ جس شخص
نے احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی کی اس سے مواخذہ ہوگا۔
اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے حضرت
ابو بکر نے اس کے جواب میں فرمایا بہ خدا میں اس شخص سے
ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں فرق
کرے گا، کیونکہ مال زکوٰۃ میں اللہ کا حق ہے۔ بہ خدا
اگر یہ لوگ رسی کے اس ٹکڑے کو دینے سے بھی
انکار کریں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بہ خدا میں نے سمجھ لیا کہ اللہ
تعالیٰ نے اس معاملہ میں حضرت ابو بکر کا سینہ کھول دیا
ہے، اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ صحیح بات یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں
سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ
الا اللہ نہ پڑھ لیں، اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری
طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور اس کے
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اگر کسی شخص نے
اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی تو اس سے مواخذہ ہوگا۔

۳۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرَمَلَةُ ابْنُ
يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا
وَقَالَ الْأَحْرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ
الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالُهُ وَنَفْسُهُ إِلَّا بِحَقِّهِ
حِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ -

۳۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْعَطِيِّ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّائِدَ وَرَدِي عَنِ الْعَلَاءِ وَحَدَّثَنَا
حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ سَطَّامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ
بْنُ زُرَّاعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ وَبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا
بِي وَيَسْأَلُونِي بِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي
دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں
سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ
الا اللہ کی گواہی نہ دیں اور میری رسالت کا اقرار نہ کریں اس کے بعد میری
طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور ان کے
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف
وزنی پر ان سے مواخذہ ہوگا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہ
کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ
عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ
أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ بِبَيْتِ حَدِيثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک
لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک
وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے
ان کی جان اور مال محفوظ ہے، البتہ اسلامی احکام
کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے پھر آپ نے ایک
آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے، آپ محض لوگوں
کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے
نہیں ہیں۔

۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ لَجِيسَةً حَدَّثَنَا
سَفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ
إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ آيَةَ
أَنْتَ مَذْكُورٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصِطِرٍ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس
وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةَ السَّمْعِيُّ مَالِكُ بْنُ
عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ
شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

ابن عمر عن ابيہ عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قتال الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ و یؤکوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا عظامتی دما تموت و امواتهم الا بحقیقہا و حسا بهم علی اللہ۔

۳۸۔ وحدثنا سويد بن سعيد وابن ابي عمير قال حدثنا مزوان بن يعنبن الفزاري عن ابي مالك عن ابيہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قال لا اله الا اللہ و کفر ما یعبد من دین اللہ حرّم ماله و دمه و حسابه علی اللہ۔

۳۹۔ وحدثنا ابو بکر بن ابي شیبہ حدثنا ابو خالد الاحمر و حدّثنا ابن ہبیر بن حرب حدّثنا یزید بن ہارون کلاهما عن ابي مالک عن ابيہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من و حدّث اللہ ثم ذکر بمثله۔

جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کو ادا نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جانیں اور اموال محفوظ ہیں البتہ اسلامی احکام کی مصلحت و دوزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کلمہ پڑھا اور تمام باطل خداؤں کا انکار کیا اس کی جان اور مال محترم اور محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا... اس کے بعد مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان

حدیث نمبر ۳۲ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ خطاب نے کہا ہے کہ مرتدین عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ تھے جو دین اسلام سے بالکل مرتد ہو کر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، انہی کے متعلق حضرت ابو ہریرہ نے یہ کہا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے تھے، ان لوگوں میں دو گروہ تھے، ایک جو عنقیہ میں سے سیلمہ کذاب کے پیروکار تھے جنہوں نے اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی، اسی طرح یمن کے لوگ اسود غنسی کے ساتھ اور اس کے پیروکار تھے، یہ لوگ ہماری نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سیلمہ کو پیام میں ہلاک کر دیا اور غنسی کو صنعا میں ہلاک کر دیا، ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا، نماز، زکوٰۃ

اور دیگر احکام شریعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے، اس وقت روسے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جا رہا تھا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبدالمعین جو بحرین میں قریہ جراثا میں تھی۔ مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا، انہوں نے نماز کی فرضیت کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کیا، یہ لوگ درحقیقت باغی تھے، اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی، ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے، مگر ان کے سرداروں نے انہیں روک دیا، یہ بنو یربوع کے لوگ تھے، انہوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دینا چاہا، لیکن مالک بن نویرہ نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انہی میں تقسیم کر دیا، انہی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا تھا اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور بحث ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا، حضرت عمر نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شریعیہ کو تسلیم کرے گا، کیا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے، حضرت عمر نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے قیاس سے استدلال کیا تھا، انہوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

مانعین زکوٰۃ کا شبہ مانعین زکوٰۃ میں سے بعض مرتدین تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا اور بعض اصل دین پر قائم تھے، زکوٰۃ کی فرضیت ملتے تھے، لیکن امام کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے تھا:

خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتذکیرہم
بہا وصل علیہم ط ان صلواتک سکن لہم۔
(توبہ: ۱۰۳)

ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجیے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے

مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب یہ لوگ دراصل باغی تھے، لیکن ان کو بھی اس دور میں مرتد کہا گیا، اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ دین کے بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے میں یہ مرتدین کے ساتھ تھے یا ان پر مرتد کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا، کیونکہ یہ اوائلی زکوٰۃ کے طریقہ سابقہ سے پھر گئے تھے، اور اس اعتبار سے یہ بھی مرتد تھے، باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا،

یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کوئی قسم کے ہیں، اور خطاب عام (ہم) وہ خطاب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو، اور وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور امت بھی اس میں آپ کے ساتھ شریک ہے، اور وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے، ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

قرآن مجید کے خطابات کرنے کی اقسام | خطاب عام کی مثال یہ ہے:

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام
(بقرہ: ۱۸۳)

اسے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

یا ایہا الذین امنوا اذا قنیتم بدين الی اجل مسمی فاکتبوا۔
(بقرہ: ۲۸۲)

اسے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔

اور جو خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اس خطاب میں آپ کی امت شریک نہ ہو، اس کی یہ مثال ہے:

ومن اللیل فتہجد بہ نافلة لک۔
(بنو اسرائیل: ۷۹)

رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یتکحها خالصة لک من دون المؤمنین۔
(احزاب: ۵۰)

اور مسلمان عورت اگر بلاہر اپنے آپ کو نبی کے لیے ہدیہ کر دے سو اگر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

جو خطاب آپ کے ساتھ مخصوص ہو اس میں اس قسم کی خصوصیت کی علامات ضروری ہیں جیسی مذکورہ آیات میں ہیں اور جس آیت میں خطاب آپ کو ہو اور آپ کی امت بھی اس حکم میں شریک ہو اس کی مثال یہ ہے:

اقم الصلوة لدلوک الشمس الی عنق اللیل۔
(بنی اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں سورج ٹھنکنے کے وقت (ظہر) رات کی تاریکی تک (مغرب اور عشاء)

جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔
(نحل: ۹۸)

ہر چند کہ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن اس کا حکم آپ، اور آپ کی امت دونوں کو شامل ہے، اسی طرح خذ من اموالہم صدقاتاً میں بھی خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن اس کے حکم میں آپ اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں، کیونکہ اس آیت میں آپ کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی علامت نہیں ہے، اور جب یہ حکم دونوں کو شامل ہے تو آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ احکام شرعیہ کے داعی ہیں اور آیات قرآن کے معانی اور مراد بیان کرنے والے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض مواقع پر صرف آپ کو خطاب کیا اور بعض مواقع پر پہلے آپ کو خطاب کیا اور پھر آپ کی امت کو خطاب کیا، تاکہ اس حکم پر عمل کرنے میں امت آپ کے عمل سے راہنمائی حاصل کرے، اس لیے قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یا یھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن
 لعدتھن۔
 اسے نبی! جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو
 ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انھیں طلاق
 دو۔ (طلاق: ۱)

اور کبھی آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہوتا ہے، اس کی مثال
 یہ ہے:

فان كنت في شك مما انزلنا اليك
 فاسئل الذين يقرءون الكتاب من قبلك۔
 (یونس: ۹۴)
 تو (بالفرض) اگر آپ کو اس کلام میں شک ہو جو ہم
 نے آپ پر نازل کیا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں،
 جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔
 یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے میں شک ہو، اس لیے لامحالہ
 اس خطاب میں آپ سے مراد آپ کا غیر ہے۔

لین اشركت لیحبطن عملك ولتكونن
 من الخاسرین۔ (زمر: ۶۵)
 اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب
 عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور ضرور آپ نقصان اٹھانے
 والوں میں سے ہوں گے۔

ولین اتبعنا هؤلاء هو من بعد ما
 جاءك من العلم انك اذا لمن الظالمین۔
 (بقرہ: ۱۲۵)
 اور اگر (بالفرض) علم آنے کے بعد آپ نے
 ان (کافروں) کی پیروی کی تو بے شک اس وقت ضرور
 آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا اور کافروں کی اتباع کرنا دونوں امر محال ہیں اس لیے لامحالہ ان
 آیات میں اگرچہ خطاب آپ کو ہے لیکن مراد آپ کے غیر ہیں۔
 اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی آیت میں آپ کو خطاب ہونے (مثلاً خذ من اموالھم صدقات)
 سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ یہ بھی لازم نہیں ہے کہ اس خطاب سے آپ ہی کی ذات
 مقدرہ مراد ہو کیونکہ بعض اوقات اس خطاب سے آپ کا غیر مراد ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس خطاب میں امت
 بھی شریک ہوتی ہے وہ حکم آپ کے ساتھ اس وقت مخصوص ہوتا ہے جب کہ اس کی خصوصیت پر قرآن اور
 علامات ہوں جیسے ہم اس کی مثال بیان کر چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم
 قیامت تک کے تمام ائمہ مسلمین کو ہے اور ائمہ اور عاملین زکوٰۃ کے لیے مستحب ہے کہ وہ صدقہ دینے والے
 کے لیے حصول برکت کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

ضروریات دین کا انکار کفر ہے | اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان کو تم نے باغی قرار دیا ہے تو
 اگر آپ کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو ادا نیگی کا انکار کر دے تو آیا اس کو باغی قرار دیا جائے گا یا مترد، اس
 کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اب زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اجماع مسلمین سے کافر ہے، اس زمانہ کے

لوگوں میں اسباب کے لوگوں میں فرق ہے، وہ لوگ نزول شریعت کے زمانہ کے قریب تھے جب احکام منسوخ ہوتے رہتے تھے، نیز وہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان کو احکام اسلام کا پورا پورا علم نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان شبہات کی وجہ سے منذور تھے، لیکن اب دین اسلام کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے، اور ہر خاص و عام کو زکوٰۃ کی فرضیت قطعیہ کا علم ہو چکا ہے، اس میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اب جس شخص نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اس نے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو لامعا، کافر قرار دیا جائے گا، اسی طرح پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، غسل جنابت کی فرضیت، زنا، شراب، قتل اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ، یہ امور ضروریات دین میں سے ہیں اور ان کے دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان کا علم شائع ہو چکا ہے، لہذا جس شخص نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جس طرح نقل کیا ہے اس میں کافی عبارات اور حدیث کے الفاظ معدود

ہیں اور ان الفاظ کے ذکر ہونے کی وجہ سے حضرت عمر کو یہ شبہ لاحق ہوا، ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تمام الفاظ حدیث موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب وہ یہ کریں گے، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ جو اسلام کا حق ہوگا وہ دیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ ہمارے قبیلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں، جب وہ ایسا کریں گے تو ان کا خون اور مال کا مل ہم پر حرام ہے، ہاں جان اور مال کا حق ان سے وصول کیا جائے گا اور ان کے لیے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مسلمان کے حقوق اور فرائض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پوری روایت مستحضر نہیں تھی ورنہ حضرت عمر کے اس اشکال کا جواب ایسی حدیث میں صراحتاً موجود ہے، اور حضرت ابو بکر کو بھی قیاس سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل مسائل استنبط ہوتے ہیں:

- (۱)۔ اس حدیث میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔
- (۲)۔ "جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلم ہوا تو اس کے بدلہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔

(۳)۔ "ان کا حساب اللہ پر ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اگر کسی کا حق ملدیا اور اس کا پتا نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ پر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اکثر علماء کا بھی قول ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زکوٰۃ کی توبہ قبول نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

(۴)۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا "اگر کسی شخص نے وہ عقاب نہیں دی جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا" اس حدیث میں عقاب کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا عقاب سے مراد سالانہ زکوٰۃ ہے، بعض علماء نے کہا اونٹ کے گلے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوٰۃ میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے گلے کی رسی بھی دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رسیوں کی تجارت کرتا ہو تو زکوٰۃ کے حساب سے جو رسی نکلے وہ دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوٰۃ نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

(۵)۔ حضرت عمر نے محبت کے بعد حضرت ابو بکر کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی بلہیت کی علامت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے اور اس پر مشکلیں کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے، انھوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنان اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخلی فتنے اٹھے ان کا بھی جرأت سے مقابلہ کیا، اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ظلم پر بھی دلیل ہے انھوں نے وقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کیے جن میں کسا کو ان پر سبقت نہیں ہے اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں اہل ظلم کے مباحثہ اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں جہاد کے وجوب کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ جو شخص کلمہ پڑھے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

(۱۲)۔ احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ مالک ہے۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں قیاس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

(۱۴)۔ نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی شخص کسی حکم پر حقوقاً سائل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے فرمایا اگر یہ زکوٰۃ میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ

دیں تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

- (۱۵) اس حدیث میں عموم سے استدلال کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔
 (۱۶) باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔
 (۱۷) پیش آمدہ مسائل میں علماء کو غور و فکر کرنا اور بحث مباحثہ کرنا چاہیے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینا چاہیے۔
 (۱۸) مسائل فریبہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو غلط نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے یہ نہیں کہا تم غلط کہتے ہو۔
 (۱۹) اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

(۲۰) اس حدیث میں لا الہ الا اللہ پڑھنے پر ترک تال کا بیان ہے، اس سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہے اور یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے، یا اس لیے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا کلمہ نام ہے، جیسے کہتے ہیں الحمد للہ پر پڑھو، یعنی سورہ فاتحہ پڑھو، یہ واضح ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے، یہ اختصار صرف حضرت ابو ہریرہ نے کیا ہے،

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى صِحَّةِ إِسْلَامٍ مَنْ حَضَرَ
 الْمَوْتَ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي التَّذْوِيعِ وَهُوَ الْغَرَّغَةُ
 وَلَسِيَ جَوَازِ الْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ وَالِدَّلِيلِ
 عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ
 أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقَذُ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ
 مِّنَ الْوَسَائِلِ .

موت کے وقت غرغراہ موت سے پہلے
 ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے
 استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک
 پر مرنے والا جہنمی ہے

سعید بن مسیب کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت ابو طالب کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا ایک بار لا الہ الا اللہ کہو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابو جہل اور

۴۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التَّجِيبِيُّ
 أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ
 عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ
 عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ
 جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ
 عِنْدَ أَبِي جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ ابْنَ
 الْمُغِيرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ علامہ کبیری بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰-۳۸، لمخصراً ومرفحاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ

يَا عَوْقُلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا
عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
أُمِّيَّةٍ يَا أَبَا طَالِبٍ أَنْتَ رَعْبٌ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
فَلَمْ يَنْزِلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِينُكَ لَذَلِكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ
أَبُو طَالِبٍ أَخِرَ مَا كَلِمَتُهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ وَأَبِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا وَاللَّهِ
لَا سَتْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْزَلْ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ
يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَفْحَابُ الْبَاحِحِيمِ
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ -

عبداللہ بن ابی امیئہ کہنے لگے اسے ابو طالب کیا تم اپنے باپ
عبدالطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مسلسل ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے
رہے، پھر حال ابو طالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے
میں اپنے باپ عبدالطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ
کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ خدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا
رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے،
اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) نبی
اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں
خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جب کہ ان کا جہنمی
ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اور ابو طالب کے بارے میں یہ
آیت بھی نازل فرمائی: (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ
اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس
کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ
ہدایت ہانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہی حدیث روایت
کی مگر اس میں ان دو آیتوں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ
حَرْ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كِلَابٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ صَالِحِ
إِنْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَلَمْ
يَذْكُرِ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِمْ وَيَعُودَانِ
بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ مَكَانَ هَذِهِ
الْمَقَالَةِ إِحْدَاثٌ فَلَمْ يَذْكُرْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) کی موت
کے وقت فرمایا آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں میں قیامت کے

۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ
قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ
كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَاوِيْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَيْتِهِ عِنْدَ
الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُكَ بِهَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَابِي قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّكَ لَا
تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ -

دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا لیکن ابو طالب
نے انکار کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: انك
لا تهدي من احببت -

۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ
كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعَيْتِهِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُكَ بِهَا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ
إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ لَأَهْرَأْتُ بِهَا
عَيْنِيكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے
فرمایا آپ کلمہ پڑھ لیجیے میں قیامت کے دن آپ کے اسلام
کی گواہی دوں گا، ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ان
باتوں سے مارنا ہوتا کہ ابو طالب موت سے ڈر کر مسلمان
ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس
وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: انك لا تهدي
من احببت ولكن الله يهدي من يشاء -

غزیرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس
تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔
غزیرہ موت اس وقت کو کہتے ہیں جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان اخروی معاملہ
کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

ولست التوبة للذين يعملون السيئات حتى
اذا حضروا احد هم الموت قال انى تبت الان ولا
الذين يموتون وهم كفار -
(نساء: ۱۸)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابو طالب
ان کی (توبہ مقبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

ابو طالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابو طالب
کی وفات ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ، گیارہ دن تھی، ابو طالب کی وفات
کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی منوفی ۶، ۶۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے ممانعت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ بنو ہاشم کا بائیکاٹ کریں گے، ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شعب ابی طالب میں ابوطالب اور بنو ہاشم تین سال تک سخت تنگی میں محصور رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیفہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ اسپیلی نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں، اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ بخون تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۲۶)۔ سیبوی غفرلہ اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ

کے مفسرین کی تصریحات

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

بیروت
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال للمعلم ج ۱ ص ۱۱۰-۱۱۱، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انها اصحاب الجحيم -

مشركين کے لیے مغفرت کی دعا کریں، غماہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ مذہبی ہیں۔

(توبہ، ۱۱۳)

علامہ آکوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس، ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو، میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے محبت پکڑوں گا، ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعتراف کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لا الہ الا اللہ پیش کرتے رہے، اور ابو جہل اور عبداللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر میں ابو طالب نے کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے لیے اس وقت ہمک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے، علامہ وادعی نے کہا یہ استنباط خود مستبعد ہے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں، اس تاویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہوگا، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی، یہ معنی نہیں ہوگا، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فانزل میں فاسبیت کے لیے ہوگی نہ کہ تعقیب کے لیے، اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو بہ اعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو، بحال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابو طالب کفر پر مرا اور یہی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اصرار ترغیب دی، ابو طالب نے کہا بہ خدا! اے بھتیجے اگر مجھے یہ حدیث نہ ہوتی تو میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر

ملا مت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تہا عوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ابل رہے تھے، انھوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اسے بھتیجے اتم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳ اس روایت سے اور ابوطالب کے جو اشعار حضور کی طرح میں مشہور ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مومن تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند منقطع ہے، علاوہ ازیں ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، رہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے نہیں سنا" باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے نسبی محبت کا نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لاکر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابو جہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔ ۱۵

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ ۱۶
حافظ ابن کثیر جنبل نے اس آیت کی تفسیر میں اعاذیث کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔ ۱۷

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ ۱۸

- ۱۵۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۶۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۷۶۰ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
۱۷۔ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ
۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ انتشارات ناصر وایران، ۱۳۸۴ھ
۱۹۔ امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا! وہ آپ کی ملافت کرتا تھا! آپ نے فرمایا ہاں! وہ کھنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔
ردائل النبوة ج ۲ ص ۲۶-۳۰

بیز قرآن مجید میں ہے:

انک لا تھدی من احببت ولكن الله

یھدی من یشاء

(قصص: ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں، حقیقتاً ہدایت نہیں دیتے، حقیقتاً ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بکرمف احادیث کے حوالوں سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ زجاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے بنو عبدمناف کی جنت! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، اور ان کی تعمیق کرو، تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے، ابوطالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں! ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے ہو، لیکن میں عنقریب عبدالمطلب، ہاشم اور عبدمناف کی ملت پر جان دوں گا۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردویہ، اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہیے، میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا مدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

۱۔ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۴۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۲-۲۹۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۲۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۶ھ

۳۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

انک لا تھدی من اجبت ولكن الله
یھدی من یشاء۔
بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے
لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ
آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے اسلام لانے کے لیے شدید
اصرار کیا، امام ابن مردودہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے (علامہ نووی شافعی نے لکھا
ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱)۔
ابوطالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع
ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ
ہے کہ ابوطالب اسلام لے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے، اور ابوطالب
کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق
نازل ہوئی ہے، وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے تاہم ابوطالب کے اسلام نہ
لانے کے قول کے باوجود ابوطالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یا وہ کوئی کفری چاہیے، کیونکہ اس
سے علویین کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذا پہنچے۔ ۱۵
قرآن مجید میں ہے:

وھم ینھون عنہ وینھون عنہ۔
اور وہ لوگوں کو (انھیں ایذا پہنچانے سے)

روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔

(انعام: ۲۶)

علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے
بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔ ۱۵

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ ۱۵

اور امام بلازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے
اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطا اور مقاتل نے
یہ کہا کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے
سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا، اور آپ کے دین کی اتباع نہیں کرتا تھا لیکن قول
اقل حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ ۱۵

- ۱۵۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۰، ص ۹۱-۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۸۷ھ
۱۶۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶، ص ۲۰۸-۲۰۹، مطبوعہ انتشارات دار الفکر بیروت،
۱۷۔ حافظ عطاء الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۱۱۲، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ
۱۸۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر بلازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲، ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ سید اوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیر ہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابن حاتم، امام ابن مرویرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے، کفار لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے، لیکن امام رازی نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ تمام آیات متقدمہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی سے روکنا مذموم نہیں ہے۔

امام ملازمی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ خود ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسكم
وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون۔
کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

(بقراہ: ۲۴)

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انعام کی ان تین آیتوں میں ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پورے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابو طالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور یہی اہل سنت و جماعت کا مختار ہے، بلا ضرورت اور بلا وجہ ابو طالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار قریش کی طرح ابو طالب کو بڑا کہنا چاہیے کیوں کہ بہر حال ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش، آپ کی حفاظت اور آپ کی مدافعت کی ہے اور نبی قرابت اور ابو طالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابو طالب کو مسلمان کرنے کا کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا کھاپورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابو طالب کے

۱۔ علامہ سید محمود اوسی حنفی متوفی ۱۲۰ھ، روح المعانی ج ۴، ص ۱۲۶-۱۲۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ناسعید بن المسیب عن ابیہ انہ اخبرہ
انہ لما حضرت اباطالب الوفاة جاءه من رسول
الله صلى الله عليه وسلم فوجد عندا اباجهل
بن هشالم وعبد الله بن ابى امية بن المغيرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لابى طالب اى عم قل لا اله الا الله كلمة
اشهد لك بها عند الله فقال ابوجهل و
عبد الله بن ابى امية يا اباطالب اترغب
عن ملة عبد المطلب فلم يزل رسول
الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه
ويعود ان بتلك المقالة حتى قال ابوطالب
اخروا كلهم به هو على ملة عبد المطلب
وابى ان يقول لا اله الا الله فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اما والله لا استعقرن
لك ما لاقه عن فانزل الله فيه ما كان
للنبى الاية له

سعید بن مسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کو موت آنے
لگی تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے گئے، آپ نے وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی
امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابوطالب سے کہا: اے چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھیے
میں قیامت کے دن اس کلمہ کی آپ کے لیے شہادتوں کا، ابو جہل
اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبد المطلب
کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مسلسل ابوطالب پر کلمہ پیش کرتے رہے
اور وہ دولاں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب
نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے،
اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا! میں آپ کے لیے اس
وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے
اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: نبی اور مومنین کے
لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۸-۱۸۱ ج ۲ ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی

۴۔ حضرت عبد المطلب عہد ندرت میں تھے، یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، تانیا بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کا موحد اور مومن ہونا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد
ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں اس لیے ابوطالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ حدیث مسند احمد اور دلائل النبوة میں بھی موجود ہے۔
نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لعمہ قل لا الہ الا اللہ اشہد
لک بہا یوم القیامتہ قال لولا ان تعیرنی
قریش یقولون انما حملہ علی ذلک الجزع
لاقررت بہا عینک فانزل اللہ تعالیٰ انک
لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی
من یشاء۔^۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چلتے سے فرمایا
لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق
میں اس کی گواہی دوں گا، ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کے
عار دلانے کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے
صبری کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری
آنکھ ٹھنڈی کر دیتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کرتے لیکن
اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن عبد المطلب وقال
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اغنیت عن
عمک فانہ کان یحوطک ویغضب لک
قال ہونی ضحضا من نار و لولا انا لکان
فی الدرك السفلی من النار۔^۲

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چلتے سے کس فذاب کو
دور کیا؟ وہ آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، آپ
کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: وہ
ٹخنوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ
کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۴۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱-۲۴۲، ج ۵ ص ۳۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔
میز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری انه سمع النبی صلی
اللہ علیہ وسلم و ذکر عندہ عمہ فقال لعلہ
تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی صحفہ
من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ ۷۵

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ انہوں نے کھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو
طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا تیامت کے دن
میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو تھوڑی
سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے سینے میں
پہنچے گی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال اھون اھل النار عذاباً ابو
طالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما
دماغہ ۷۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے
کم ورنج کا عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی دو
جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا
ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶، ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۷۷۔ حافظ احمد بن علی المثنی التیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یوسف موصلی ج ۲ ص ۳۹۹-۱۲۵، مطبوعہ دار المأمون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

۷۸۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۸۰۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۸۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۸۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۸۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۸۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۸۵۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اهل النار عذاباً یوم القیمة رجل اخص قدمیه جمرتان یغلی منہما دماغہ کما یغلی المرجل بالقدح لہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا قیامت کے دن دوزخ میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگاسے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پتیل کی دیچی میں پانی کھوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابو یوسف، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن علی قال قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عبدك الشیخ الضال فدمت فمن یواریہ قال اذهب فوار اباك شیخ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہو گیا اس کو زمین میں کون دفن کرے گا؟ آپ نے فرمایا جاؤ، اپنے باپ کو زمین میں دفن کر دو۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۳۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۴۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵، مسند دارمی ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- ۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹، ۲۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۶۔ " " " " مسند احمد ج ۳ ص ۷۸، ۱۱۳
- ۷۔ " " " " مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۴، ۲۷۱
- ۸۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۹۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ
- ۱۰۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۳ ص ۳۴۷، مطبوعہ ادارۃ القصد آن کراچی، ۱۳۰۶ھ
- ۱۱۔ امام ابو یوسف احمد بن حسین بیہقی متوفی ۲۵۶، دلائل النبوت ج ۲ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عن علی رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اباطالب مات فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذهب فوارہ فقال انہ مات مشرکاً فقال اذهب فوارہ فلما واریتہ رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اغتسل بے

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوطالب فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبي قال لعمات ابوطالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمک الشیخ الکافر قد مات الحدیث۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس فی قول اللہ عز وجل: (وہم ینہون عنہ وینشون عنہ) قال نزلت فی ابی طالب کان ینہی المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتباعوا عما جاء بہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت: "اور وہ لوگوں کو راہیں ایذا پہنچانے سے منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں" ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا، اور آپ کے لئے ہلے دین سے دور رہتا تھا۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف | قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۳۳، ۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ج ۳ ص ۳۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
- ۴۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے ملکہ ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے، لیکن تقدیر کا کچھ پورا ہو کر سطر یہ بہت نازک مقام ہے جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی ابو لہب اور ابو جہل کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعث رنج سے جتنی اہل بیت کے لیے ہے، اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبت اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

جس شخص کا توجید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں
قطعاً طور پر داخل ہوگا

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى
التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس
ایمان پر مرا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق
نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت
عثمان کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَزْبٍ يَڪَلَاهُمَا عَنْ إِسْتَبْرَاعِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُكَيْبَةَ عَنْ خَالِدِ قَالَ
حَدَّثَنِي التَّوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ
عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ إِلَهَ الْآلَاءِ
اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ -

۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ
حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمَفْضَلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّادُ
عَنِ الْوَلِيدِ ابْنِ أَبِي بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ
يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَهُ سَوَاءً -

۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَعْوَلٍ عَنْ
 طَلْحَةَ بْنِ مَصْرِفٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ
 قَالَ فَنَعِدَاتُ أَرْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَتَمَ بِنَحْرِ
 بَعْضِ حَبَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَرْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ
 اللَّهُ عَلَيْهَا قَالَ ففَعَلَ قَالَ فَبَجَاءَ ذُو الْبُرِّ
 بِبُرٍّ وَذُو الْعَمْرِ بِعَمْرٍ قَالَ وَقَالَ مُبَاهِدٌ
 وَذُو الْتَوَاةِ بِتَوَاتِهِ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ
 بِاللَّيْلِ قَالَ كَانُوا يَمْضُونَ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ
 الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتَّى مَلَأَ الْقَوْمُ
 أَرْوَادَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ عَزَّ
 وَجَلَّ بِهَذَا عَبْدًا غَيْرَ شَائِلٍ فِيهَا إِلَّا دَخَلَ
 الْجَنَّةَ -

۳۶ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ
 مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَجَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ
 أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
 أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَّ أَبِي سَعِيدٍ شَكَكَ
 الْأَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ عَرَّةَ تَبُوكَ أَصَابَ
 النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَعَاذَتْ
 لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاحِيَنَا فَكَلْنَا وَإِذَا هُنَا فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْعَلُوا قَالَ
 فَبَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتَ
 قَلَّ الظُّمُّ وَلَكِنْ إِذْ عَرَّوْهُمُ بِفَضْلِ أَرْوَادِهِمْ
 تَرَادَعُوا اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالتَّبَرُّكِ لَعَلَّ اللَّهُ

(غزوة تبوک) میں جا رہے تھے کہ زار و راہ ختم ہو گیا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کر دیے
 جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش
 آپ لوگوں کے بچے کھچے کھانے کو جمع کر کے اس پر برکت
 کی دعا فرمائیں! حضور نے ایسا ہی کیا۔ پھر جس شخص کے
 پاس گندم تھا وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں
 تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ مجاہد نے کہا اور جس کے
 پاس گٹھلیاں تھیں، وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی نے کہا
 میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کا وہ لوگ کیا کرتے
 تھے؟ مجاہد نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے،
 حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے دعا فرمائی جس
 کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں
 نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
 سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول
 ہوں جو شخص توجید و رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ
 تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
 عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوة تبوک کے سفر میں لوگوں
 کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا
 رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے
 والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل
 بنا لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ
 دی، اتنے میں حضرت عمر آگے اور عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا کیا تو سوار پاں کم ہو
 جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجے اور
 اس پر برکت کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے
 کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا کوئی شخص اپنی مٹھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آ رہا تھا، یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھا یا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی بندی مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف اتقا کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ چاہے گا اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

امام مسلم نے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی ذکر کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے مل جیسے بھی ہوں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دینگا اور اس روایت میں آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے

أَنْ يَجْعَلَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَمُّرُ قَالَ فَنَدَا بِنِطْعٍ قَبِطَةً ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَرْدَا دِهِمُ قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرِّيَّةٍ قَتَالٍ وَجَعَلَ يَجِيءُ الْآخَرَ بِكَفِّ تَبْرٍ وَقَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرَ بِكَسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النَّطْعِ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ تَسِيرٌ قَالَ فَنَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَرَكَةَ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ قَالَ فَآخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكَوا فِي الْعَسْكَرِ وَعَاءً إِلَّا مَلَكُوهُ قَالَ قَالَ فَآكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَفَضَلْتُ فَضْلَهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ بِهَذَا عَبْدٌ غَيْرُ شَائِلٍ فَيُجْزَبُ عَنِ الْجَنَّةِ .

۳۸۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدَّاهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَابْنُ أُمِّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفَاها إِلَى مَرْيَمَ وَرَوْحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ .

۳۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِيٍّ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ

کا ذکر نہیں ہے۔

عَمَلٍ وَلَوْ يَذْكُرُ مِنْ آتِي الْبَوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ
شَاءَ -

صناہی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن مسعود
کی عبادت کے لیے گیا۔ حضرت عبادہ نزع کا حالت میں
تھے میں انہیں دیکھ کر رونے لگا انہوں نے فرمایا
کیوں ہوا بہ خدا اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے
حق میں گواہی دوں گا، اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا تو میں
تمہارے حق میں شفاعت کروں گا، اور اگر مجھے قدرت
ہوئی تو تم کو ضرور نفع پہنچاؤں گا، اس کے بعد فرمایا
میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث تم کو سنا دیں اور وہ
حدیث بھی آج تم کو سنا دیتا ہوں، کیونکہ میرا آخری
وقت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی
دی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ
حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مَعْبُودٍ عَنِ الصَّعَابِيِّ عَنِ
عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ
وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِي مَهْلًا لِمَ تَبْكِي
فَوَاللَّهِ لَيَنْ أَسْتَشْهِدُكَ لَا شَهَدَانَ لَكَ وَ
لَيَنْ شَفِيعَتُ لَا شَفَعَنَ لَكَ وَلَيَنْ أَسْتَطَعْتُ
لَا نَفَعَتَكَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فِيهِ
تَحِيدٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهِ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا أَوْ سَوَاءَ
أَحَدٍ تَكُونُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحْضِرْتُ بِنَفْسِي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ -

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری
پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی
لکڑھی حامل تھی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا بیک
یا رسول اللہ! کچھ ورد چلنے کے بعد پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے
عرض کیا بیک یا رسول اللہ! پھر کچھ ورد چلنے کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن
جبل! میں نے عرض کیا میں آپ کی فرمانبرداری کے لیے
تیار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ

۵۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ
حَدَّثَنَا هَتَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا
مَوْخَرَةٌ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ
سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ
قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى
الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ
حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا

بِهِ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مَعَاذَ بَنِي
جَبَلٍ كَلْتُكَ بِشَيْءٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعَدَيْكَ
قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا
فَعَلُوا ذَلِكَ كَلْتُكَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
أَنْ لَا يَعْبُدَ بِهِمْ.

کمال کا کیا حق ہے، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا
رسول ہی خوب جانتے والا ہے آپ نے فرمایا بندہ
پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں
اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے بعد حضور کو
دیر تک سفر کرنے رہے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل
میں نے عرض کیا ایک میں آپ کے احکام کی اطاعت
کے لیے حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں معلوم ہے
جب بندے یہ احکام سمجھ لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر
کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول
ہی خوب جانتے ہیں، فرمایا بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق
یہ ہے کہ اللہ انہیں طلب نہ دے



۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو
الْأَخْوَصِ سَلَامٌ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ
رَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
جَمَادٍ يُقَالُ لَهُ عُثَيْرٌ قَالَ لَقَالَ يَا مَعَاذُ أَتَدْرِي
مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ
قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ
اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يَشْرِكُوا بِهِ
شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ
لَا يَشْرِكُ بِهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا
أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا بُشِيرَ لَهُمْ قِيَّتِكُمْ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں میں طغیر نامی مدارگوش پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا حضور نے فرمایا اے
معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں
کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور
اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے، فرمایا اللہ
تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں
اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں
کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے، جنہوں نے
کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا، حضرت معاذ کہتے ہیں
میں نے عرض کیا حضور میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں
فرمایا نہیں ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

قَالَ ابْنُ الْمُنْتَنِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ وَالْأَشْعَثِ بْنِ سَكِينٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْأَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَمَا سَأَلَهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا يُشْرِكَ بِهِ شَيْءٌ قَالَ أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ.

میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مواذ کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے سے یہ احکام بحال نہیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

۵۴ - حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَنُّ فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى النَّاسِ يَخُورُ حَيْدِيغِهِمْ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت مواذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ تغیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواذ بن جبل کو بلایا اور پھر یہ مکالمہ ہوا۔

۵۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَابْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقَطَعَ دُونَنَا وَهَزَعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ قَزَعُ فَخَرَجْتُ ابْتِغَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَارِ فَدَارَتْ بِمِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رِبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بَيْتِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدا نخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا

خَارِجَةً وَالتَّرْبِيعِ الْجَدُولِ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا
يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالِ مَا شَأْنُكَ قَالَ قُلْتُ
كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَحُتَّتْ فَاَبْطَأَتْ عَلَيْنَا
فَحَشِينَا أَنْ يُقَطَّعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ
أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاتَيْتُ هَذَا الْحَايِطَ فَاحْتَفَزْتُ
كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهُوَ لِأَيِّ النَّاسِ وَرَأَيْتُ
فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي نَعْلِيهِ فَقَالَ
إِذْ هَبْ بِنَعْلِي هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَّرَائِي
هَذَا الْحَايِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا
بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
لَقِيتُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ
النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ هَاتَيْنِ نَعْلَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي
بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُطْمَئِنًّا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ وَقَالَ
فَضْرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيِي وَفَخَرَرْتُ
لِإِسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَارْجِعْتُ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَوَدَّ كِبْنِي عُمَرُ فَأِذَا هُوَ
عَلَى آثَرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ
لَقِيتُ عُمَرَ فَاحْتَبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي
بِهِ فَضْرَبَ بَيْنَ ثَدْيِي وَضْرِبَةً فَخَرَرْتُ
لِإِسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا
فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا أَبَا أَنْتَ وَإِرْقِي
أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ

جو باہر کے کونٹوں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا
میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا جی یا رسول
اللہ! حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما
تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے آپ
کی دلپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف
دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان
نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب
سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس
باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر باغ کے اندر
آ گیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک مجھے
عطا فرمائیں اور فرمایا اسے ابو ہریرہ! میری یہ دونوں
جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص
تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہو اسے
اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابو ہریرہ
کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری
ملاقات حضرت عمر سے ہوئی انھوں نے پوچھا
اسے ابو ہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں جو حضور
نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص مجھے یقین
کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو اسے اس کو میں جنت
کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے
سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں پیٹھ کے
بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ واپس
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر

أَنَّ لَدَاءَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيِقِنًا بِهَا قَلْبَهُ بَشَرًا
بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي
أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ فَخَلِمَهُمْ يَعْمَلُونَ
قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ فَخَلِمَهُمْ -

روئے لگا ساتھ ہی حضرت عمر بھی ہر سچ گئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابو ہریرہ کیا ہوا؟
میں نے عرض کیا سب سے پہلے میری ملاقات حضرت
عمر سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا انھوں
نے میرے سید پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا
دیا اور کہا واپس چلے جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمر سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت
عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دانتی آپ نے ابو ہریرہ
کو اپنی جرتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اس سے
یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ہے
اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت عمر نے عرض
کیا حضور ایسا نہ کہیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ
پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل
کرنے دیجیئے۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر انہیں عمل
کرنے دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے اور
حضرت معاذ بن جبل آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے
تھے حضور نے فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا
بیک یا رسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا یا معاذ! حضرت
معاذ نے کہا بیک یا رسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا
معاذ! حضرت معاذ بن جبل نے کہا بیک یا رسول اللہ!
آپ نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ
کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ
اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے
عرض کیا کہ حضور! میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دوں۔
آپ نے فرمایا پھر لوگ اس پر اعتماد کر کے بیٹھ

۵۶ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا
مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ تَرَدُّفُهُ
عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا
مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ
قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَّمَهُ
اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا
أُخْبِرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُونَ قَالَ إِذَا تَشَكَّلُوا
فَأُخْبِرُوا بِهَا مُعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِيهِمْ

جائیں گے، پھر حضرت معاذ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے یہ حدیث بیان کر دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن زینب نے کہا کہ مدینہ میں میری ملاقات عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا میں نے آپ کی روایت کر وہ ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے براہ راست سنا ہے، حضرت عتبہ بن مالک نے کہا میری آنکھوں میں کچھ نکلیف واقع ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تناسخ ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کس جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے متین کر لوں، حضرت عتبہ بن مالک نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو مالک بن خوشم کا بھی ذکر کیا گیا، لوگوں نے اسے معذور اور معجز کہا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور اس کے حق میں ہلاکت کی دعا فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ کیا مالک بن خوشم اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، صحابہ نے کہا وہ زہنی تو کہتا ہے لیکن دل سے نہیں کہتا، آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، وہ دوزخ میں داخل ہو گا نہ دوزخ سے کھائے گی، حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو لکھ لو، تو انہوں نے اس حدیث کو لکھ لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے

۵۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَخْمُودُ بْنُ الزَّيْبِعِ عَنْ عَتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقَيْتُ عَتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي نُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَيْتُهُ فَاتَّخِذْهُ مُصَلِّيًّا قَالَ فَآتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَعَدُّونَ بَيْنَهُمْ شَمًّا أَسْنَدُهُ أَعْظَمُ ذَلِكَ وَكَبْرُهُ إِلَى مَالِكِ ابْنِ دُخَشِيمٍ قَالَ وَذُو آتَةَ دَعَا عَلَيْه فِهَلْكَ وَذُو آتَةَ أَصَابَهُ شَيْءٌ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَقَالَ أَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَتَالُوا أَنَّهُ يَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَبَدَّخَلَ النَّارَ أَوْ تَطَعَمَهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِ الْكُتَيْبَةَ فَكَتَبَهُ۔

۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ كَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِهِ حَدَّثَنَا حَمَادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ

تھے اس وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیدت میں پیغام بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لا کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ متعین کر دیجئے، جب حضور تشریف لائے تو حضرت عثمان بن مالک کے غامدان کے لوگ آئے، لیکن مالک بن وحیثم نہیں آئے، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ عَمِيَ فَأَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَالٍ فَخُطِّبَ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ قَوْمُهُ فَتَغَيَّبَ رَجُلًا مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدَّخِيثِمِ ثُمَّ ذَكَرْنَا حِوَا حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ .

آیات تکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں | حدیث نمبر ۴۲ میں ہے جو شخص توحید پر مرادہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہو اور ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا، اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا مثلاً نابالغ بچہ، وہ شخص جو بلوغت کی ابتداء سے مجنون تھا اور اسی جنون پر فوت ہوا، جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا، اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا، یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے، البتہ ان کا حق جہنم کو عبور کرنے کے لیے جہنم سے گزر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ جہنم سے گزریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزریں گے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کا پل صراط سے ہی گزر ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ اور تمام ضرر دینے والی چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور جس شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے بنیمر گیا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کے گناہوں کے حساب سے اس کو عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، لہذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فوت ہوا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں، جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو، خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان ہے، اور قرآن و سنت اور اجماع سے اس موقف پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور اس موقف پر نصوص متواترہ قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو حدیث بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

تاصنی عیاض نے کہا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس کے متعلق اختلاف ہے، مرجیہ نے کہا کہ ایمان کے بد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا، خوارج نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، معتزلہ نے کہا کہ معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا، اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا نہ کافر کا، اور وہ فاسق ہے، اشاعرہ نے کہا بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو بہر حال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس باب کی حدیثیں خوارج اور معتزلہ پر حجت ہیں، مرجیہ

اس باب کی احادیث سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ترکیب کبیرہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا، یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث میں تعارض لازم آئے گا۔ لہ

کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل

حدیث نمبر ۵۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی، حضرت ابو ہریرہ آپ کو تلاکسٹس کرتے ہوئے بنو نجار کے باغ میں پہنچے آپ نے کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دینے کا حکم دیا، پھر حضرت عمر کے مشورہ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل حسب ذیل ہیں،

- (۱) - عالم کو اپنے اصحاب اور عام سائلین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔
- (۲) - صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و رجحان تعظیم اور آپ سے محبت کرتے تھے اور اگر آپ کو فریاد دیر ہو جاتی تو مشکلہ ہو جاتے۔

(۳) - بنو نجار کے باغ کے چاروں طرف چار دیواری تھی، اور سب دروازے بند تھے، اس کے باوجود حضرت ابو ہریرہ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشام نبوت اور خوشبو سے آشنا تھے۔ انھیں باغ کے اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آرہی تھی، اس لیے انھوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، نیز باغ میں جس قسم کے پھول یا پھل ہوں ان پھولوں اور پھلوں کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو پر غالب تھی اور باغ کے پھولوں کی خوشبو مغلوب تھی۔

(۴) - جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ ملک کو اس کے آنے سے اعتراض نہیں ہوگا تو ملک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی ملک میں داخل ہونا جائز ہے۔

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اسیہ اجازت صوف کسی کے گھر جانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کی چیزوں کو استعمال کرنے، اس کے طعام کو کھانے، اس کے طعام کو اٹھا کر اپنے گھر لے جانے، اس کی سواری پر سوار ہونے اور اس

قسم کے دیگر تصرفات کو بھی شامل ہے، جمہور سلف اور خلف کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے، البتہ قدر معروہ سے زیادہ کھانا اور اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المؤمن حرج
ولا علی انفسکھان تا کلوا من بیوتکم و بیوت
اباءکم و بیوت امھتکم و بیوت اخوانکم
و بیوت اخواتکم و بیوت اعمامکم و
بیوت عماتکم و بیوت اخوالکم و بیوت
خلتکم و ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم
لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعاً و
اشتاغاً

(النور: ۶۱)

اندھے پر کچھ تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی
معاذت ہے اور نہ بیمار پر کوئی روک اور نہ تمہاری
بازوں پر کوئی رکاوٹ، کہ کھاؤ اپنے (اور اپنی اولاد
کے) گھروں سے یا اپنے باپ و اما کے گھروں سے
یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے
گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا
اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں
کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے
یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جس جگہ کی کنجیاں
تہلکے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے
تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جو اپنی انگلیں دے کر بھیجا اس سے معلوم ہوا
کہ جب اہم قوم کی طرف کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجے تو ایسی علامت دے کر بھیجے
جس کو وہ پہچانتے ہوں تاکہ وہ مطمئن ہوں۔

۶۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے دائمی مذاہب سے محفوظ رہتا ہے
اس کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تحییر مارا جس سے وہ گر گئے اور بعد میں پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی انگلیں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین
سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو! اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلداری اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے
تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ نہ کریں اور اعمال سے
غافل ہو جائیں، اور جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ
نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اس حدیث میں اکابر کا اصغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف
رجوع کر لینا چاہیے۔

.....

مداوئل

marfat.com

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں کو نجات دے دیں اور پھر آپ نے اس سے منع فرمایا تو وہ اس پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد متغیر ہو گیا تھا اور محققین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ واقعہ ہے اور آپ کو تمام مجتہدین پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ آپ اجتہاد میں خطا پر برقرار نہیں رہتے، اور جو علماء آپ کے اجتہاد کی نقلی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امور دینیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے، ان کے طور پر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے گفتگو فرما رہے ہوں اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی، سو جس کی وجہ سے آپ نے اپنے سابق قول کو منسوخ کر دیا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل مشہور ہے، دنیاوی امور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور احکام دینیہ میں اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے بہ طریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا، اور بعض علماء نے کہا آپ کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقینی حکم حاصل کرنے پر قدرت ہے۔ بعض علماء نے کہا جنگی معاملات میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور باقی معاملات میں جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا، پھر جب علماء جن کے نزدیک آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے، ان میں یہ اختلاف ہے کہ اجتہاد واقع ہے یا نہیں، ان میں سے اکثر نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے اور دوسروں نے کہا آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اور بعض نے توقف کیا، پھر وہ اکثر علماء جنہوں نے کہا آپ کا اجتہاد جائز ہے اور آپ نے اجتہاد کیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی اجتہاد میں خطا جائز ہے یا نہیں، محققین نے کہا آپ کی اجتہاد میں خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ آپ کی اجتہاد میں خطا جائز ہے لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق پوری تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بیان کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟

حدیث نمبر ۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ ناشی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لیے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ علم کی حفاظت کرتے تھے اور ان کو یہ خدشہ تھا کہ ان کی موت سے پہلے علم زحمت ہو جائے گا اور ان کا شمار علم کے چھپانے والوں میں ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا اس پر ان سے عمل نہیں ہو سکے گا، اس لیے انہوں نے احتیاط پر عمل کیا، اور موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان کرنے سے تحریم یا منع نہیں فرمایا، یا ان کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا تھا جن لوگوں کی فہم و فراست کم ہو وہ اس حدیث کو سن کر غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لیے کافی سمجھیں اور اعمال کو ترک کر دیں، اس لیے حضرت معاویہ نے موت سے پہلے خواص اور اہل علم کو اس حدیث کی اطلاع دے دی۔ لے

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل | حدیث نمبر ۵

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو مصیبتی بنا لوں!

- اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:
- ۱۔ جب کوئی شخص مسجد میں جانے سے معذور ہو تو گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر دینا مستحب ہے۔
 - ۲۔ نوافل کی جماعت جائز ہے۔
 - ۳۔ رئیس کا اپنے ماننے والوں کے گھر جانا جائز ہے۔
 - ۴۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے۔
 - ۵۔ نابینا شخص کی امامت جائز ہے۔
 - ۶۔ بارش، اندھیرے یا جان کے خوف کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک کرنا جائز ہے۔
 - ۷۔ کسی شخص کا اپنی بیماری یا اور کسی مصیبت کی خبر دینا، شکایت سے نہ صبر کے خلاف ہے۔
 - ۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مہمان گھر والوں کو نماز کی امامت کرا سکتا ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاحب خانہ مہمان کی بہ نسبت امامت کرانے کا زیادہ مختار ہے، اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان جماعت کرا سکتا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ صاحب خانہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اس سے افضل شخص اس کے گھر آئے تو اس کو نماز کے لیے مقدم کرے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان کا نماز پڑھانا جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۵۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

- ۹۔ مکان میں جس جگہ کو مسجد بنایا جائے وہ مالک مکان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اس کے برخلاف محلہ میں جو مسجد بناٹی جائے وہ بنانے والے کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔
- ۱۰۔ نیک لوگوں کے نماز پڑھنے اور فاضل لوگوں کے سجدہ کرنے کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔
- ۱۱۔ جب کسی نیک شخص کو کوئی آدمی اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے بلائے تو اس کو جانا چاہیے، بشرطیکہ اس سے تکبر پیدا نہ ہو۔
- ۱۲۔ جب کہیں جانے کا وعدہ کیا جائے تو اس کو پورا کرے۔
- ۱۳۔ دن میں نوافل کی جماعت جائز ہے۔
- ۱۴۔ علماء کی ضیافت کر کے ان کی تعظیم کرنا چاہیے۔
- ۱۵۔ امام کو فساق اور منافقوں پر متنبہ کرنا جائز ہے۔
- ۱۶۔ اگر لوگ کسی شخص پر فسق کی تہمت لگائیں اور وہ فاسق نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس کی براءت بیان کرے۔
- ۱۷۔ اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت میں شریک نہ ہو تو وہ بدگمانی کے محل میں ہے۔
- ۱۸۔ دن کے نوافل دو، دو کر کے پڑھنے چاہئیں۔
- ۱۹۔ اگر کسی شخص کو دعوت دی ہو پھر بھی اس کو میزبان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے۔
- ۲۰۔ جب کوئی نیک شخص کسی کے گھر جائے تو مال محلہ کو بھی اس کی زیارت اور اس سے استفادہ کے لیے جانا چاہیے۔
- ۲۱۔ جو شخص توجید پر مرے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا۔
- ۲۲۔ بعض صحابہ نے حضرت مالک بن دحتم کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے محل پر مطلع ہیں۔
- ۲۳۔ اس حدیث کے آخر میں ہے حضرت انس نے اپنے بیٹے سے کہا اس حدیث کو لکھ لو، اس میں احادیث کے لکھنے کا ثبوت ہے۔ اور جس حدیث میں حدیث کو لکھنے کی ممانعت ہے وہ ابتداء امر پر محمول ہے، اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے۔
- ۲۴۔ اس حدیث میں ہے پہلے آپ نے نماز پڑھائی اور پھر کھانا کھایا، کیونکہ حضرت عثمان نے آپ کو نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا، اور حضرت ام سلیم کی حدیث میں ہے پہلے آپ نے کھانا کھایا پھر آپ نے نماز پڑھائی، کیونکہ انہوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلایا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ نے تقاضائے حال کے لحاظ سے ترتیب رکھی۔
- ۲۵۔ اگر نمازی بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں نماز میں سن لے تو اس سے نماز کے خشوع میں فرق نہیں آتا کیونکہ حضور نے صحابہ کی باتیں سنیں اور ان پر تبصرہ فرمایا:
- نوٹ: یہ حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے اور یہ فوائد اس حدیث کی تمام روایات کے اعتبار سے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا
وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنْ أَرْتَكَبَ الْمُعَامِي
الْكَبَائِرَ

۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَدِينِيُّ
وَيُحْيَى بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ وَهُوَ
ابْنُ مُحَمَّدٍ النَّدَّاءُ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ
الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ
مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا-

جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو،
وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب
کرے

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس
نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

نوٹ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے سوا اور کسی چیز کو اپنا مطلوب نہیں بنایا، اسلام کے
سوا اور کسی طریقہ کو نہیں اپنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی شریعت کو نہیں اپنایا، اس کے ظاہر
اور باطن میں اسلام سرایت کر جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا
وَأَدْنَاهَا وَفِضِيلَةُ الْحَيَاءِ وَكُونِهِ مِنَ
الْإِيمَانِ

۶۰- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ
حَمِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ بَدَلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ
أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ
شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ-

ایمان کی شاخوں کی تعداد ایمان کے اعلیٰ
اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان
کا ایک حصہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰)
سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک
شاخ ہے۔

۶۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا مَا طَهُرَ الْأَذَى عَنِ الظَّرِئَةِ وَالْحَيَاءِ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ -

۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَنْدُ الرَّاقِدِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعْطُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ -

۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ حَدَّثَنَا عَيْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْرُوفُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعْطُ أَخَاهُ -

۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَالثَّقَفِيُّ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا السَّوَارِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنْ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ

سَكِينَةٌ فَقَالَ عِمْرَانُ أَحَدَيْتُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُنِي عَنْ صُحُفِكَ -

۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ تَرِيدٍ عَنْ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا وَفِيْنَا بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کا ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کا اعتقاد ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ راستہ میں سے کسی تکلیف و وجہ کو دور کر دینا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا کرنے سے منع کر رہا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

امام سلم نے ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کیا جس میں یہ بیان ہے کہ حیا سے روکنے والا شخص ایک انصاری صحابی تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے یہ سن کر بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیا سے وفار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، حضرت عمران نے اس کے جواب میں کہا میں تم کو حدیث رسول سنارہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی کتابوں کی باتیں پیش کر رہے ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، حضرت عمران نے ایک حدیث

عَمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ قَالَ أَوْ قَالَ الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِذَا لَجَدْنَا فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوْ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَيِّئَةٌ وَوَقَاتَنَا إِيَّاهُ تَعَالَى وَمِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عَمْرَانٌ حَتَّى احْمَوَّتَا عَيْنَاهُ وَ قَالَ إِلَّا آتَانِي أَحَدٌ ثَلَاثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُنِي فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عَمْرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ فَمَا زِلْنَا نَقُولُ إِنَّهُ مَكَائِبٌ أَبَانُ جَبِيدٍ إِنَّهُ لَأَبَانٌ مِنْ يَهُودِ

بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا پوری کی پوری خیر سے یا آپ نے فرمایا حیا مکمل خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بعض دفعہ حیا سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمران کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں اور فرمائے گئے میں تم کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنانا ہوں اور تم اس کے خلاف باتیں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت عمران نے دوبارہ یہی حدیث بیان کی اور ہم ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہنے لگے اے ابو نجید! بشیر ہم ہی میں سے ہیں اور انہوں نے یہ بات کسی بڑی نیت سے نہیں کہی۔

۶۶۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا أَبُو نَعْمَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حَمِيدَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عَمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَادِ ابْنِ تَرَيْدٍ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بعینہ اسی طرح ذکر کی ہے۔



علامہ یحییٰ بن بشر
نوروی لکھتے ہیں:

ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات ہیں راجح روایت کا بیان

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ ایمان کی ستر اور کچھ شافعی ہیں اور امام بخاری نے بعض اسانید سے ساتھ اور کچھ شافعیوں کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت راجح ہے، قاضی عیاض نے کہا ستر شافعیوں والی روایت صحیح ہے، امام بیہقی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور بعض علماء نے ساتھ شافعیوں والی روایت کو ترجیح دی ہے، پھر ان ساتھ شافعیوں کی تعیین میں بھی تفصیل ہے، امام ابو عبد اللہ عینی شافعی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اور اسی کی لکھنے کی ایک کتاب امام بیہقی نے لکھی ہے جس کا نام انہوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب پہلے نایاب تھی، اب الحمد للہ بیروت میں چھپ گئی ہے اور ہمیں دستیاب بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں، سعیدی وغیرہ۔

ایمان کی شاعلوں کی تفصیل اور تعیین | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

”ایمان کی ستر سے زیادہ شافعی ہیں“ ان کی تفصیل اور تعیین میں بہت کچھ کہا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان، تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں، اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھتر شاخیں ہیں۔ تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں:

- (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان لانا باہم طور کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے (۲)
- اللہ تعالیٰ کے ماسواہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا۔ (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا (۶) ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔ (۷) قیامت پر ایمان لانا، اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، حساب میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے۔ (۸) جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا (۹) دوزخ کی وعید، اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔ (۱۱) اللہ کے بی محبت اور اللہ کے لیے بعض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرنا (۱۳) اخلاص، اس میں رباہ اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔ (۱۴) توبہ کرنا اور نادام ہونا۔ (۱۵) خدا سے ڈرنا (۱۶) خدا سے امید رکھنا۔ (۱۷) ناامیدی کو ترک کرنا (۱۸) نیک کرنا (۱۹) عہد پورا کرنا (۲۰) صبر کرنا (۲۱) تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔ (۲۲) رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا (۲۳) قضاء و قدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل کرنا (۲۵) شکر کرنا (۲۶) اس میں خود سرائی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے (۲۷) حسد کو ترک کرنا (۲۸) کینہ اور بغض کو ترک کرنا (۲۹) غیظ و غضب کو ترک کرنا (۳۰) دھوکا دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکر و فریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے (۳۱) دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا۔ (۳۲) جہاد کرنا، یعنی خوفِ خدا سے

۱۔ علامہ عینی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد ص ۱۳۷۵

گناہوں اور بڑی باتوں کو ترک کرنا۔

اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

(۱)۔ توحید و رسالت کا اقرار کرنا (۲)۔ قرآن کی تلاوت کرنا (۳)۔ علم دین حاصل کرنا (۴)۔ علم دین پڑھانا۔ (۵)۔ دعا کرنا (۶)۔ ذکر کرنا، اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے (۷)۔ فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔ عمل بالارکان یعنی بذن کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں:

۱۔ پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، کپڑے اور جگہ کو پاک کرنا، اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔ (۲)۔ نماز پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے (۳)۔ زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں صدقہ فطر، اور دیگر صدقات داخل ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا بھی اس میں داخل ہے۔ (۴)۔ روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نقل (۵)۔ حج اور عمرہ کرنا (۶)۔ اعتکاف کرنا اور لیلیۃ القدر کو تلاش کرنا (۷)۔ دین کو بچانے کے لیے جنگل کی طرف بھاگنا اور دارالکفر سے ہجرت کرنا (۸)۔ تدریجاً پوری کرنا (۹)۔ قسم پوری کرنا (۱۰)۔ کفارہ ادا کرنا (۱۱)۔ شرمگاہ کی حفاظت کرنا خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر حالت نماز (۱۲)۔ قربانی کرنا (۱۳)۔ نماز جنازہ پڑھنا (۱۴)۔ قرض ادا کرنا (۱۵)۔ معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریام سے احتراز کرنا (۱۶)۔ سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا (۱۷)۔ نکاح کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کرنا (۱۸)۔ اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا (۱۹)۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا (۲۰)۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا (۲۱)۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا (۲۲)۔ مالک کی اطاعت کرنا (۲۳)۔ لوگوں کے درمیان صلح کرنا اور خار جیوں اور باغیوں سے جنگ کرنا (۲۴)۔ عدل سے حکومت کرنا۔ (۲۵)۔ جماعت کی پیروی کرنا (۲۶)۔ حکام کی اطاعت کرنا (۲۷)۔ نیکی میں تعاون کرنا (۲۸)۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۲۹)۔ حدود قائم کرنا (۳۰)۔ جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا (۳۱)۔ قرض کو وقت پر ادا کرنا (۳۲)۔ پڑوسی کے حقوق ادا کرنا (۳۳)۔ حسن معاشرت سے کام لینا (۳۴)۔ مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بخل اور اسراف سے اجتناب کرنا (۳۵)۔ سلام کا جواب دینا (۳۶)۔ چھینک کا جواب دینا۔ (۳۷)۔ لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا (۳۸)۔ لہو و لعب سے اجتناب کرنا۔ (۳۹)۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔ ایمان کی یہ اٹھتر شاخیں ہیں۔ لہ

ایمان کی یہ اٹھتر شاخیں ہیں۔ لہ

ایمان کی یہ اٹھتر شاخیں ہیں۔ لہ

بعض روایات میں ہے جیاد جزو ایمان ہے، بعض روایات میں ہے جیاد سے صرف خیر حاصل ہوتی ہے بعض میں ہے جیاد پوری کی پوری خیر ہے۔

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۹-۱۳۸، مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام واحدی نے کہا اہل لغت کے نزدیک حیا، حیات سے ماخوذ ہے، کیونکہ حیات کے سبب سے علم حاصل ہوتا ہے اور جب انسان کو عیب نکلنے کے کاموں کا علم ہو تو وہ ان سے احتراز کرتا ہے اور یہی حیا ہے، لہذا حیا، حیات اور جس کی قوت اور لطف سے حاصل ہوتی ہے، اسٹاذ ابوالقاسم قشیری نے سید جنید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی نعمتوں کو اور اپنی تکصیر کو دیکھتا ہے تو اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ حیا ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر شراح نے بیان کیا ہے کہ حیا انسان کی ایک جبلتی اور فطری صفت ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اس کے باوجود حیا کو ایمان کا جزو قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان اور دیگر نیک کاموں کی طرح حیا کا بھی اکتساب کرتا ہے اور اس کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل کرتا ہے، حیا انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو نیک کاموں پر براہیگیختہ کرتا ہے اور بڑے کاموں سے روکتا ہے، اس اعتبار سے حیا ایمان کا جزو ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بعض اوقات انسان شدت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے سامنے حق بات کہہ نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو ترک کر دیتا ہے اور بعض اوقات حیا کی وجہ سے انسان بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا، پھر حیا پوری کی پوری خیر کس طرح ہوگی؟ علامہ ابو عمر بن الصلاح نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ وصف حیا نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان حق بات نہ کہہ سکے اور حق کام نہ کر سکے بلکہ یہ عجز، کم ہمتی اور بزدلی ہے، اس کو طرف میں مجازاً حیا کہتے ہیں، حقیقت میں یہ حیا نہیں ہے، حیا کی تعریف یہ ہے:

حیا وہ وصف ہے جو بڑے کام کے ترک پر براہیگیختہ کرتا ہے اور مقدار کے حق کی ادائیگی میں تقصیر سے منع کرتا ہے۔

الحياء خلق يبعث على ترك القبيح ويمنع من التقصير في حق ذي الحق له

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

حیا کا شرعی معنی

سب سے زیادہ جس سے حیا کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی مبارک کردگیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھو پاؤ، تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جو حیا کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے کہا: اے اللہ! ہم حیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ حیا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرنا جو حیا کا حق ہے، وہ یہ ہے کہ سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور بیٹ اور اس کے نیچے والے اعضاء کی ازتکاب معصیت سے، حفاظت کرو، اور موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔

۱۔ علامہ کھنئی بن شرف لوری متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمدی مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایک سوال یہ ہے کہ تمام شاعروں میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ حیا تمام شاعروں کو شامل ہے، کیونکہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرنے سے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہوتی ہے اور حیا دار آدمی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ گناہوں سے باز رہے گا اور تمام احکام شریعیہ پر عمل کرے گا، علامہ طیبی نے کہا کہ حیا کا خصوصیت سے الگ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاعلوں میں سے ایک شاعر ہے کیا انسان نے اس کو مکمل طور پر حاصل کر لیا ہے! اس پر قیاس کر کے سوچے کہ ایمان کی تمام شاعروں کو حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے!

نیز علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ان الحیاء تغیر وانکسار عند خوف ما
یعاب او یدم .

کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور
لامنت کے خوف سے انسان کی ہیئت کا متغیر ہونا
حیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد صرف ترک کرنا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

ان اللہ حی کریم یتحی اذا رفع الیہ
العبد یدہ ان یردہما صفا حتی یصنع
فیہما خیرا۔

اللہ تعالیٰ حیا دار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف
اقتدار برٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لٹانے سے حیا
فرماتا ہے، حتیٰ کہ ان ہاتھوں میں خیر رکھ دیتا ہے

اس حدیث میں حیا کا معنی ترک کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور دیگر احادیث میں جہاں اللہ تعالیٰ کے
لیے حیا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ترک کرنا ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے، حیا ایمان کی جز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ذوا جزا
ہے اور مرکب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حیا ایمان کا ل کی جز ہے اور وہ ذوا جزا ہے۔

اسلام کے جامع اوصاف

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام
کے متعلق مجھے کوئی ایسا ارشاد فرمائیے کہ پھر میں آپ
کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، ابو اسامہ کی روایت
میں ہے، میں آپ کے غیر سے سوال نہ کروں، آپ
نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پرستقیم ہوں۔

بَابُ جَامِعِ أَوْصَافِ الْإِسْلَامِ

۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ
قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَاسْتِيقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرِ
ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كَلَّمَهُمْ
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ
قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ
غَيْرِكَ قَالَ قُلْ إِيَّاكَ يَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقِمَّ۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

استقامت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا
تتنزل علیہم الملائکۃ الاتخافوا ولا تحزنوا
وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔

(حج السجدة: ۳)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پورے قرآن میں جو آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ دشوار اور شاق تھی وہ یہ تھی:

فاستقم كما امرت۔

جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کے مطابق

قائم رہیں۔

(ہود: ۱۱۲)

اس لیے جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نمودار ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ استاد البراق اسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ استقامت وہ درجہ ہے جس سے تمام امور کامل ہوتے ہیں، کیونکہ تمام نیکیاں اسی سے حاصل ہوتی ہیں، اور جو شخص استقامت پر نہ ہو اس کی جدوجہد ضائع اور بے کار جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اکابر کے سوا استقامت کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے معمولات اور رسم و رواج کو ترک کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو، اور تم اس کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکو گے۔ علامہ واسطی نے کہا استقامت وہ وصف ہے جس کی وجہ سے نیکیوں میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے نیکیاں قبیح ہو جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔

”جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے“ اس کی تفسیر میں میں نے لکھا تھا: یعنی اس اقرار کے بعد اس سے انحراف نہیں کیا اور زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کا التزام کرتے رہے اور کسی آن اور کسی لحظہ میں اس کی یاد سے غافل اور اس کی اطاعت سے باہر نہیں رہے کڑے سے کڑے امتحان اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں حرص و ہوس کی آندھیوں میں اور خوف و خطر کے طوفانوں میں، صلوات جلاوت سفر و حضر ہر موقع اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے حکم کی تعمیل کے مقابلہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لانا

بہی استقامت ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا، فاستقم كما امرت۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سورہ ہود نے مجھے بڑھا کر دیا۔ یہ مرتبہ کا ملین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مرتبہ سے حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین) ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہو! حضرت علی نے کہا میرا رب اللہ ہے اور صرف اللہ کی مدد سے مجھے توفیق ہے، میں نے صرف اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن، تم کو یہ علم مبارک ہو، یہ حدیث توحید الہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شامل ہے، جب بندہ نے یہ کہا میرا رب اللہ ہے تو یہ توحید کو مانتا ہے اور جب اس پر وہ مستقیم ہو گیا تو یہ تمام طاعات کو شامل ہے، کیونکہ استقامت کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس میں قلب اور بدن کے تمام اعمال آگئے، کیونکہ اگر ذرا سی بھی کجی اور ناہمواری ہو تو استقامت متحقق نہیں ہوگی، اسی لیے صوفیہ نے کہا ہے کہ ہزار کلماتوں سے استقامت بہتر ہے امام غزالی نے کہا ہے کہ استقامت بہت مشکل چیز ہے کیونکہ یہ تمام عقائد صحیحہ اور اعمال حسنة کو شامل ہے باہر طور کہ تمام باطل عقائد سے اجتناب کرے اور تمام بڑے اخلاق سے احتراز کرے اور ہر معاملہ میں افراط اور تفریط سے بچے اور طریق متوسط پر گامزن رہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گذرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

استقامت اعوجاج (ٹیڑھا ہونا) کی ضد ہے اور یہ اعمال کی استقامت اور قلب کی استقامت دونوں کو شامل ہے، اعمال کی استقامت یہ ہے کہ اعمال متوسط ہوں، سنت سے متجاوز نہ ہوں، اخلاص سے خارج نہ ہوں، ان میں ریا ہو نہ کسی سے عوض کی طلب ہو اور نہ کوئی غرض ہو، اور قلب کی استقامت یہ ہے کہ وہ صحیح چیز پر ثابت ہو اور اس کو سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو، سیر الی اللہ کا مطلب ہے صفات الہیہ کا مشاہدہ کرنا، اور سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الہیہ سے متصف ہونا، فاستقم كما امرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر فی اللہ میں استقامت کا حکم دیا گیا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم توحید سے واقف ہو جاؤ اور جلال ذات کا مشاہدہ کر لو تو ہر حال میں حق کے تابع رہو اور مقام رضا کی بلندی کو چھوڑ کر نفس اور خواہش کی پستی میں نہ گرد، امام غزالی نے کہا استقامت کی اہمیت کی وجہ سے ہر روز پانچ نمازوں میں استقامت کو طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے استقامت کی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (آمین) لہ

لہ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۸۵، ۸۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کفر، فسق، جہل، بدعت اور خواہش نفس کے جنہم کی پشت پر بندے اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک پل بچھا ہوا ہے اور یہ علم، عمل، خلقت اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل ہے اور آخرت میں بھی پل نار جنہم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا، شریعت پر استقامت کا پل بھی بال سے زیادہ باریک اور تھلار سے زیادہ تیز ہے جو دنیا میں اس پل سے آسانی سے گزر گیا وہ آخرت میں پل صراط سے بھی آسانی سے گزر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت میں پل صراط سے آسانی اور سہولت سے گزار دے۔ (۱۷۰) (آمین)

بَابُ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيِّ أُمُورِهِ أَحْضَلُ

احکام اسلام میں سے بعض کی بعض فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا حکم بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، خواہ وہ شخص تمہارا جانا پہچانا ہو یا اجنبی۔

۶۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ وَوَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنُ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تَطِيعُ الطَّعَامِ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ -

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۶۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ سُرَجٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِيهِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۷۰ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ ابْنِ أَبِي عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِيهِ -

۴۱۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْأَمَوِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَنَا أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سِيمَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَدَنِهِ۔

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا مسلمان کے جس عمل کے سبب سے اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۴۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَوْهَرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بَرِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَذَكَرَ مَثَلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو موسی سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون سا مسلمان افضل ہے۔

افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۶۸ میں ہے اسلام کا سب سے افضل حکم لوگوں کو کھانا

کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے، اور حدیث نمبر ۶۹ میں ہے سب سے افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہے کہ افضل عمل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہاں ایک حدیث میں لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل بتلایا ہے اور دوسری حدیث میں زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کو افضل عمل فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حصول منفعت کے اعتبار سے لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل ہے اور دفع ضرر کے اعتبار سے زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا افضل عمل ہے، یہاں یہ جواب سائلین اور حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے، جس موقع پر حاضرین میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کی کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا اور جس موقع پر حاضرین میں ایذا رسانی سے احتراز میں کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا۔ زبان کا ذکر اس لیے مقدم کیا ہے کہ زبان کا ضرر ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور حاضر و غائب سب کو شامل ہوتا ہے۔

بَابُ خِصَالٍ مِنَ التَّصَفِّ بِهِنَّ وَجَدَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

ان خصائل کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔

۴۳۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ الشَّقِيقِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین محصلتیں ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس کو پائے گا۔ (۱)۔ اللہ اور اس کا رسول اس کو باقی تمام چیزوں

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ
وَجَدَ بَيْنَهُ حَلَاوَةً الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سَوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا
لِلَّهِ وَأَنْ يَكْفُرَ أَنْ تَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ
مِنْهُ كَمَا يَكْفُرُ أَنْ يُقَدَّ فِي النَّبَايَا .

۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ
قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ
طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا
لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا
سَوَاهُمَا وَأَنْ يُكْفَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ
يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ -

۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ بِأَنْبَاءِ النَّضْرِ
ابْنُ شَيْبَانَ أَنبَأَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْحَوُ
حَدِيثُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَنْ يَرْجِعَ يَفُودِيًّا
أَوْ نَضْرَانِيًّا .

سے زیادہ محبوب ہوں جس شخص سے بھی اس محبت
ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو (۳) کفر سے
نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس
طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے
کو ناپسند کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں
تین خصلیں ہوں وہ ایمان کا مزہ پالے گا۔ (۱) جس
شخص سے محبت کرے محض اللہ کے لیے کرے
(۲) اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ
محبوب ہوں (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ
کفر میں لوٹنا اس کو آگ میں ڈالے جانے سے زیادہ
ناپسند ہو۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت
ذکر کی ہے جس میں یہ تغیر ہے دوبارہ یہودی یا
نصرانی ہو جانے سے آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ
بہتر سمجھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نورمی لکھتے ہیں:

حلاوت ایمان کا معنی

ایمان کی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ انسان کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر مشقت برداشت کرنے میں لذت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ
کی اطاعت، سجا لاکر اور اس کی مخالفت کو ترک کر کے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا اور دنیا والوں
کی محبت پر ترجیح دے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور کفر سے نفرت اسی
وقت مستحق ہوگی، جب اس کا ایمان قوی ہوگا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں اس کو شرع صدمہ ہوگا
اور اس کا نفس مطمئن ہوگا اور یہ ایمان اس کے رگ وریشہ میں سرایت کر جائے گا اس وقت انسان کو ایمان
کی حلاوت محسوس ہوگی۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے
اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ سے کہ اللہ سے محبت کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو، اور ہر چیز اللہ کو

نا پسند ہو وہ اس کو ناپسند ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے، اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو، مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقویٰ اور طہارت، علماء اور متقی لوگ، اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، جو اس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں آپ نے صراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچایا ہے اور ان تمام محاسن اور فضائل کا مبداء اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ ۱۷

اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
کا وجوب

بَابُ وَجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرِ مِنَ الْآهْلِ وَالْوَالِدِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَإِطْلَاقِ عَدَمِ الْإِيْمَانِ عَلَى
مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نُبَيْتَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نُبَيْتَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام

۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أَحَدًا كَرُوحِيَّ أَكُونُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدِيهِ وَ
النَّاسِ أَجْمَعِينَ -

لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب

قل ان كان اباؤكم و ابناءكم و اخوانكم
و ازواجكم و عشيرتكم و اموالكم اقترفتوها
و تجارة تخشون كسادها و مساكنكم ترضونها
احب اليكم من الله و رسوله و جهاد في سبيله
فتربصوا حتى ياتي الله بامر و الله لا يهدي
القوم الفاسقين -

”آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد،
بھائی، بیویاں، دیگر رشتہ دار، گمایا ہوا مال، وہ
تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے
پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی
راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ
کے حکم کا انتظار کرو، اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت
نہیں دیتا۔“

(توبہ: ۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ | ایک سوال یہ ہے کہ محبت

اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مکلف نہ کرنا کس طرح صحیح
ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ”ایک ”محبت طبعی“ اور دوسری ”محبت عقلی“ محبت طبعی غیر اختیاری
ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت، اور ”محبت عقلی“ اختیاری ہوتی ہے۔ محبت عقلی سے
مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کہنا فرض ہے، یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر
اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دے، جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے، اور حضرت ابو ہذیفہ بن عتبہ نے اپنے باپ کے فلاں مبارزت کی اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکانوں
اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابو بکر
نے سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر رکھ دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

ولوانا كتبنا عليهم ان يقتلوا انفسكم - (نساء: ۶۶) اور اگر تم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو
تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے، لیکن تحقیق یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً
نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

۱) انسان حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات

سب سے زیادہ حسن اور جمال عطا فرمایا ہے۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
 عن البراء كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس وجهاً به

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے تعلق کی حدیث بیان کر رہے تھے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، اس وقت آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات سے خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔

عن كعب بن مالك يحدث حين تخلف عن تبوك فلما سلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبرق وجهه من السرور وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سر استنار وجهه حتى كانه قطعة قمرية

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرة قال رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة اضحیان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندي احسن من القمر به

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات دیکھا جب بادل نہیں تھے، آپ نے سرخ عتکہ پہنا ہوا تھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، بلاشبہ آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(۲)۔ انسان علم و حکمت سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم دیا اس کے متعلق فرمایا:
 وما اوتيتهم من العلم الا قليلا - (بنو اسرائیل: ۸۵)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم عطا کیا ہے اس کے متعلق فرمایا:
 وعلمك ما لو تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيماً - (نساء: ۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی
 ۳۔ امام ابو عیسیٰ عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۶۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تھوڑا فرما رہا ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم فرما دے، اس کی وسعتوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے!

(۳)۔ بعض لوگ داؤد، موشی اور جبریل و سحرا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ولا تبسطها کل البسط۔

اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں!
(ینراسرائیل: ۲۹)

(۴)۔ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
یا ایہا المزملہ قواللیل الا قلیلا۔

اے چادر لپیٹنے والے (محبوب) رات کو نماز میں، تھوڑا قیام کیا کریں۔
(مزملہ: ۱-۲)

(۵)۔ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحم کرنے والا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فبما رحمة من اللہ لنت لہوئا ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انقضوا من حولک۔
(ال عمران: ۱۵۹)

تو اللہ کی کیسی بے پایاں رحمت سے آپ ان مسلمانوں کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔
بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیع اور رحیم ہیں۔

لقد جاء کورسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالموثنین رءوف رحیم۔
(توبہ: ۱۲۸)

(۶)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بدخلق سے متنفر ہو تاکہ اس سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وانک لعلی خلق عظیم۔
اور بلاشبہ آپ عظیم خلق پر فائز ہیں۔

(قلہ: ۳۱)

(۷)۔ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان

رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم
ويعلمهم الكتاب والحكمة ق وان كانوا من
قبل لفي ضلل مبين -

(ال عمران ۱۶۳)

هو الذي بعث في الامم من رسول منهم يتلوا
عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و
الحكمة ق وان كانوا من قبل لفي ضلل مبين
واخرون منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز
الحكيم -

(جمعہ ۲-۳)

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم
آيتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة و
يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون -

(بقرہ ۱۵۱)

کیا جب ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا،
جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے انہیں پاک
کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور بے شک وہ اس سے پہلے مزر کھلی گمراہی میں
تھے۔

وہی ہے جس نے ان پر ٹھہ لوگوں میں انہی
میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں
تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں
کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک
وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے
دوسروں کو بھی (کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور
پاک کرتے ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں
ملے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

جس طرح ہم نے تم میں ایک عظیم رسول بھیجا جو
تم پر ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاک
کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے
ہیں، اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو
پہلے تم نہیں جانتے تھے۔

(۸) انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں کسی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم -

(انفال ۳۳)

اور اللہ کی شان نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے
وہاں حایکہ (اے محبوب) آپ ان میں موجود ہیں۔

(۹) جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے جب انسان اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے محبت
کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے اس کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں
جب پیغمبر الہی سے تمام انبیاء اور رسل خوف زدہ ہوں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سب
نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے
شفاعت کر کے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم يجمع الله الناس يوم القيمة
فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى
يريحنا من مكاننا فياتون ادم فيقولون
انت الذي خلقك الله بيده وتفرغ فيك
من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك
فاشفع لنا عند ربنا فيقول لست هناكم
ويذكر خطيئته ايتوا نوحا اول رسول
بعثه الله فياتونه فيقول لست هناكم
ويذكر خطيئته ايتوا ابراهيم الذي اتخذه الله
خليلا فياتونه فيقول لست هناكم
فيذكر خطيئته ايتوا موسى الذي
كلمه الله فياتونه فيقول لست هناكم
فيذكر خطيئته ايتوا عيسى فياتونه فيقول
لست هناكم ايتوا محمدا صلى الله عليه
وسلم فقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما
تاخر فياتوني فاستاذن على ربي فاذا
رايته وقعت ساجدا فيدعني ما شاء
الله ثم يقال لي ارفع راسك فسل تعطه
وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسي
فاحمد ربي بتحميد يعلمني ثم اشفع
فيحد لي حدا ثم اخرجهم من النار
فادخلهم الجنة ثم اعود فاقم ساجدا
مثله في الثالثة او الرابعة حتى ما بقى في
النار الا من حبسه القرآن وكان قتادة
يقول عند هذا اي وجب عليهم
الخلود - ٤

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت
کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا، لوگ کہیں گے کہ کاش
ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم
کو اس جگہ سے راحت دلائے، پھر وہ حضرت آدم کے
پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے
اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ
میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا
کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے رب کے حضور
شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم کہیں گے میں تمہارا کام
نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے،
تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ
تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ بھیجا، لوگ ان کے
پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر
سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم ابراہیم کے
پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، لوگ ان کے
پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر
سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم موسیٰ کے پاس
جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا، لوگ ان کے پاس جائیں گے
وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی اجتہادی خطا کو
یاد کریں گے تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے
وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم (حضرت) محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جن کی انگی اور کھیل سب (ظاہری یا
اجتہادی) خطا میں معاف کر دی گئی ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے
میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا
پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا،
پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سزا ٹھاڑو، ماگو تم کو دیا جائے گا کہو
تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پھر میں

اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ
 حمد کروں گا جو وہ مجھے تعلیم دیگا پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لیے
 ایک حد مقرر کی جائیگی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر
 جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر پھر میری بار بار چوتھی بار
 فرمایا، حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کا جہنم
 سے نکلنا از روئے قہر ان منع ہے، یعنی جن لوگوں
 کے لیے جہنم میں خلود ہے، (اور یہ کفار ہیں)۔

اللہ اکبر! وہ عجب منظر ہو گا، لوگ حیران ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے ہی کیسا انقلاب
 آگیا وہ عملے تھے تہا جو کسی کے منائے مان نہیں رہا تھا کسی سے راضی نہیں ہو رہا تھا وہ اب مسطفیٰ علیہ السلام کو راضی کر
 رہا ہے!۔

(۱۰)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نوع انسانیت
 پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسان کیے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے! لوگ بے تحاشا جہنم کی طرف بھاگ
 رہے تھے آپ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے، پتھر کھا کر، گالیاں سن کر ان جفا کیشوں کو دائمی
 نعمتوں کی طرف بلا تے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھانے رہے۔
 جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی، بت پرستوں کو بت شکن، رہزموں کو راہنما اور عصیاں شکاروں کو
 رشک قدسیاں بنا دیا!

تو اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا
 کسی میں کمال نہیں، وہ ایسے باکمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو ان پر ختم کر دیا، اور اگر احسان کرنے
 والے سے محبت کرتے ہو تو وہ محسن اعظم ہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت ہو، ہر نعمت ان کے ذریعہ
 اور ان کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے منعم اور محسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی
 محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے زیادہ چاہا جائے، بلکہ اپنے ماں باپ
 اور اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے!

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے
 بعد ہوں گے ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بعد ان کو میری زیارت
 حاصل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹)

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابو قحافہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک (میرے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔ ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۳)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے اسما علیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے مرسل روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک خاتون کا باپ، بھائی اور شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے، یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں گئے تھے، اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس طرح تمہاری تنہائی آپ خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں سچا کہ میں آپ کو دیکھ لوں! جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی، آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (اور اب مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔)

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اسے ابو زید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بجائے ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیڑ میں کاٹنا چھو جائے، ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے کنکھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تھوکتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ اٹھیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب جھپٹ پڑتے، اور جب آپ دھوکہ دیتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لیے

۱۔ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۲۴ھ، شفا ج ۲ ص ۱۹-۱۷، مطبوعہ عبدالقواب اکیڈمی طان

وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے، جب عہد اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کی طرف لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا، ہوں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے

علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

اطاعتِ رسول | جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقش قدم پر چلا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تَكْفُرُوا بِالرَّسُولِ فَنَذَرُكُمْ
عَنْهُ فَأَنْتَهُمْ - (حشر: ۷)

قل ان كنته تحبون الله فاتبعوني
يحبكم الله ويغفر لكم ذنوبكم -

(آل عمران: ۳۱)

قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فإنا
الله لا يحب الكافرين -

(آل عمران: ۳۲)

اور رسول تمہیں جو حکم دیں، اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آپ فرما دیجئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، ہر حال میں آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔

عاقظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمدی مطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

من احب سنتی فقد احبنی بے

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنى ان قدرت ان تصبح وتمسى لیس فی قلبك غش لاحد فافعل ثم قال لى يا بنى و ذلك من سنتى ومن احب سنتى فقد احببني ومن احببني كان معى فى الجنة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے اگر تم اس پر قادر ہو کہ اس حال میں صبح اور شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے غلام کھوٹ نہ ہو تو ایسا کرو، پھر فرمایا: اے بیٹے یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

قاضی عیاض نے اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اس روایت کا اصل امام ابن عساکر کی روایت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم كان اسمه عبد الله وكان يلقب حمارا وكان يضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد جلداه فى الشراب فأتى به يوما فامر به فجلد فقال رجل من القوم اللهم العنه ما أكثر ما يؤتى به فقال النبي

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبد اللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو حمار کا لقب دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کوڑے لگائے تھے، اس کو ایک دن پھر لایا گیا اور آپ نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں میں سے ایک

۱۔ حافظ ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۲۵، مطبوعہ بیروت
 ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۲، مطبوعہ لورڈس کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۳۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ عبد القواب اکبری ملتان

عن عبد الله بن عمر يدبرناقتة في
مكان فمثل فقال لا ادرى الا اني ما ايت
رسوا، الله صلى الله عليه وسلم يفعل
فعلته له

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر
اوٹھی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے (یعنی گول چکر
لگا رہے تھے) ان سے پوچھا گیا اس طرح گول
چکر لگانے کی کیا حکمت ہے؟ انہوں نے کہا
مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اس مقام پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا تھا سو میں
اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبید بن جریج انہ قال لعبد
الله بن عمر یا ابا عبد الرحمن رایتک
تصنع اربعاً ارا احداً من
اصحابک یصنعها قال وما هی یا
ابن جریج قال رایتک لا تمس
من الارکان الا الیمانین و رایتک
تلبس النعال السبئیة و رایتک تصبغ
بالصفرة و رایتک اذا کنت بمکة اهل
الناس اذا راوا الهلال ولم تهل انت
حتى کان یوم الترویة قال عبد الله اما
الارکان فانی لم ادر رسول الله صلى الله عليه
وسلم یمس الا الیمانین و اما النعال السبئیة
فانی رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم
یلبس النعال التي لیس فیها شعرو ویتوضا
فیها فانا احب ان البسها و اما الصفرة
فانی رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم
یصبغ بها فانی احب ان اصبغ بها
و اما الالهلال فانی لم ادر رسول
الله صلى الله عليه وسلم یهل

عبید بن جریج کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت
عبد اللہ بن عمر سے پوچھا: اے ابو عبد الرحمن میں
نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ
کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا، حضرت ابن عمر
نے پوچھا وہ کیا کام ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا
ہے کہ آپ کعبہ کے چار کونوں میں سے صرف دو کونوں
کو مس کرتے ہیں (حجر اسود اور رکن یمانی) اور
میں نے آپ کو بغیر بالوں کی کھال کی جوتی پہنے ہوئے
دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زنگ کا خضاب
لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا آپ
مکہ میں تھے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ
لیا، اور آپ نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے پہلے
احرام نہیں باندھا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا:
ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو صرف دو کونوں (حجر اسود اور رکن یمانی)
کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کی کھال
کی جوتی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس چمڑے کی جوتی پہنتے تھے جس میں بال نہیں
ہوتے تھے، اور اسی میں وضو کرتے تھے تو میں

۱۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حتیٰ تلبعث بہ راحلتہ لہ

بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہنتا پسند کرتا ہوں اور رہا
 زرد رنگ کا عَضاب تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کا عَضاب
 لگاتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے بھی زرد رنگ کا
 عَضاب لگانے سے محبت ہے اور رہا آٹھ ذواکح
 کو احرام باندھنا تو میں نے آپ کو اسی دن احرام باندھتے
 ہوئے دیکھا ہے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر
 روانہ ہوتی۔

ولیسے تو اس حدیث میں مذکور چاروں امور، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع رسول پر دلالت کرتے
 ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پہلا امر قابل ثور سے کیونکہ کعبہ کے چاروں گوشوں کے عقلی اعتبار سے متعظیم کیے جانے
 میں مساوی ہیں اور رکن یمانی والے گوشوں کی عقلاً کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر نے چونکہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ارکان یمانیہ ہی کو مس کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی لیے وہ صرف انھی کو مس کرتے تھے۔
 اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عمرہ حدیبیہ کرنے گئے تو کفار مکہ نے
 صحابہ کرام کو دیکھ کر کہا یثرب کے سب سے بڑے ان کو کمزور کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ
 سے فرمایا کہ وہ طواف میں رمل کریں، یعنی پہلوانوں کی طرح اکڑا کر طواف کریں تاکہ کفار مکہ کو تباہی سے کہہ کر نہ نہیں
 توانا ہیں، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور تمام سرزمین عرب میں اسلام پھیل گیا تو اب عقلاً طواف میں رمل کی کوئی وجہ نہیں تھی
 لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا تھا اس لیے اصحاب رسول بعد میں بھی طواف میں رمل
 کرتے رہے اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر
 بن الخطاب قال للركن اما والله اني
 لا اعلم انك حجر لا تنفع ولو
 لا اني ما ايت رسول الله صلى الله عليه
 وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه
 ثم قال وما لنا وللرمل انما كنا
 ما ايناه المشركين وقد اهلكهم
 الله ثم قال شيء صنع رسول الله

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے
 ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو مخاطب ہو کر
 کہا: خدا کی قسم مجھے یقیناً علم ہے کہ تو محض ایک
 پتھر سے نفع دیتا ہے نہ نقصان! اور اگر میں نے
 یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت
 عمر نے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر فرمایا: اب ہمیں رمل کرنے
 کی کیا ضرورت ہے، ہم تو مشرکین کو (اپنی قوت) دکھانے

۱۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

صلی اللہ علیہ وسلم فلا نحب ان
نترکہ

کے لیے رمل کرتے تھے، اعداب اللہ تعالیٰ نے مشرکین
کو عزم کر دیا ہے، پھر فرمایا: رمل وہ کام ہے جس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور جس کام
کو آپ نے کیا ہو ہم اس کو ترک کرنا ناپسند کرتے ہیں۔
تعمیر اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی
توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کا علاوت ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

ہم نے بعض احادیث بیان کی ہیں ورنہ احادیث اور آثار میں ایسی بہت مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی
توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کا علاوت ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا

عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال حبک الشیء یعدو

یصو۔

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شے
کی محبت تم کو اس کا عیب دیکھنے سے، اندھا
کر دیتی ہے، اور اس کا عیب سننے سے،
بہرا کر دیتی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے:

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک شخص کے شیخ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا، ان کی شخصیت ڈارٹھی تھی، کسی نے کہا
پیر صاحب کمال بزرگ ہیں لیکن ان کی ڈارٹھی چھوٹی ہے، اس شخص نے کہا نہیں نہیں، ان کی ڈارٹھی پوری ہے،
یہ ہماری نظروں کا نقص ہے کہ ان کی ڈارٹھی پوری نظر نہیں آتی، ہماری نظر میں کمی ہے، ان کی ڈارٹھی میں
کوئی کمی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع محبوب میں کوئی عیب ہو تو محب کو وہ عیب نظر نہیں آتا، اور نہ وہ اس
عیب کا ذکر سن سکتا ہے فرما اس کا رد کر دے گا تو جس ذات کریم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی بے عیب ہو، جو
شخص اس میں عیب نکالے یا کوئی شخص ان کا عیب نکالے اور وہ سن کر خاموش رہے اور عیب نکالنے
والے کا رد نہ کرے وہ ان کا محب نہیں ہو سکتا۔

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۲، ج ۶ ص ۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمدؐ فرمایا ہے اور محمدؐ کا معنی ہے جس کی حمد اور تعریف کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو، اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے حمد نہیں کی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً محمدؐ فرمایا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمدؐ نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں، میں نے یہ دلیل بیان کی تو ایک عالم نے یہ اعتراض کیا کہ احتیاج الی الغیر عیب ہے یا حسن، اگر یہ عیب ہے تو آپ میں عیب ثابت ہو گیا اور اگر یہ حسن ہے تو تمام محاسن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، میں نے کہا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کھانا یہ افعال قبیح ہیں یا حسن ہیں، اگر یہ قبیح ہوں تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا لائق مذمت ہو، اور اگر یہ حسن ہوں تو آپ کی دلیل کے اعتبار سے چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے اور کسی کی عبادت کرے کیونکہ وہ تمام محاسن کا جامع ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ افعال حسن لذاتہ اور قبیح لغيرہ ہیں، بندہ کے اعتبار سے یہ افعال حسن ہیں کیونکہ بندہ کا حسن یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی عبادت کرے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے غیر کا محتاج ہونا قبیح ہے اور اس کی نشان کے لائق نہیں ہے، لہذا احتیاج الی الغیر حسن لذاتہ اور قبیح لغيرہ ہے، بندہ کے اعتبار سے حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہے، لہذا یہ واضح ہو گیا کہ نبی کویم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی اعتبار سے کوئی عیب نہیں ہے اور آپ کا محمدؐ ہونا آپ کے بے عیب ہونے پر دلیل ہے، اور جو شخص آپ میں عیب نکالے وہ سب کچھ ہو سکتا ہے آپ کا محب نہیں ہو سکتا، یہ نکتہ کفار مکہ کو بھی معلوم تھا اس لیے وہ آپ کو محمدؐ کہہ کر برا نہیں کہتے تھے، کیونکہ محر تو برا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے انھوں نے آپ کا نام اپنے طور پر مذموم رکھ دیا اور اب وہ محمدؐ کی بجائے مذموم کی برائی کرتے تھے، اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مذمت سے بری کر دیا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون کیف یصرف اللہ عتی شتم قریش ولعنہم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانما محمدؐ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب و شتم کو مجھ سے کیسے دور کر دیا وہ مذموم کو برا کہتے ہیں اور مذموم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمدؐ ہوں۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

دوسری چیز یہ ہے کہ محب محبوب کے متعلق کوئی عیب سن نہیں سکتا اگر کوئی عیب بیان کرے تو محب فوراً اس کا رد کرتا ہے، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل کیں :-

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا
 انت بنعمة ربك بمجنون ۝ و
 ان لك لاجرا غير ممنون ۝ وانك
 لعلی خلق عظیم ۝ فستبصر و
 يبصرون ۝ بايكو المفتون ۝ ان
 ربك هو اعلم بمن ضل عن
 سبيله ۝ وهو اعلم بالمهتدين ۝
 فلا تطع المكذبين ۝ و ذوالو
 تدهن فيدهنون ۝ ولا تطع
 كلا حلاف مهين ۝ هياذم شاء
 بنميم ۝ متاع للخير معتد
 اثيم ۝ عتل بعد ذلك ذنير ۝

(قلم: ۱-۱۳)

یٰٰ اے محب! آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ہے، اور بے شک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں، اور عنقریب آپ دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا بے شک آپ کا رب ہی اس کو خوب جانتا ہے جو اسے جلا سے بٹکا ہوا ہے، اور وہ ہلکتی سیافۃ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے، تو آپ کذبین کی بات سے متاثر نہ ہوں، انہوں نے یہی چاہا کہ آپ ان سے (بے جا) نرمی کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کریں، اور آپ کسی ایسے شخص کی بات سے متاثر نہ ہوں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے، بڑا طعنہ زن، بہت چلتا پھرتا چغل خور، نیکی سے منع کرنے والا، حد سے بڑھنے والا، سمخت گنہ گار، نہایت بدخوا اور اس کے علاوہ ولد الاحکام ہے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل نے آپ کو ابرہہ مقطوع النسل کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

انا اعطيناك الكوثر ۝ فصل لربك
 وانحر ۝ ان شانئك هو الابتر ۝

(کوثر: ۱-۳)

(اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو غیر کثیر عطا فرمایا، تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی رہ خیر سے محروم اور مقطوع النسل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ محب محبوب میں کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی عیب سننا گوارا کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا یہ کثرت ذکر کہہ تے ہیں۔ علامہ علی شریعتی ہندی امام دینی کی مسند القرویس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من احب شيئاً اكثر ذكره

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس
چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے

علامہ زبیدی نے بھی اس حدیث کا امام دہلوی کا مستند الفردوس اور امام ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء
کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر
کیا ہے اور فرمایا:

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی۔
(احزاب: ۵۶)

اللہ اور اس کے سارے فرشتے اس نبی
پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں اور وہ بھیجتے رہتے

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اور اس قسم کا جملہ دوام تجدیدی پر دلالت کرتا ہے یعنی
اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں فرشتے
اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و ما نعنا لك ذكرك۔ (انشاء: ۲۱۶)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔
دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے وہاں اذان
میں اشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت
ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور بہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین
آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر یونہی بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، محافل میلاد اور مجالس تیر منفقہ کرنا اور
آپ کی عظمت اور شان پر مشتمل نعتیں پڑھنا یہ تمام امور آپ کی محبت کی علامت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا
محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب
کا ذکر سننے سے محبت خوش ہوتا ہے تو
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جا رہے ہوں
تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں، جو چہرے پھول کی طرح کھل جائیں جو لوگ آپ کی تعریف سن کر وجد
میں آنے لگیں اور مسرت سے نرے لگائیں وہ آپ کے محب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل

۱۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۲۰۰۵ء
۲۔ علامہ سید محمد تقی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحان السادة المتقين ج ۵ ص ۱۲۰ ج ۹ ص ۶۲۱، مطبوعہ مطبعہ

دکالات سن کر مرہا جائیں، جو لوگ آپ کے محاورہ محاسن سن کر غیظ و غضب میں آجائیں، جو لوگ آپ کا ذکر کرنے اور آپ پر مسلوٰۃ و سلام پٹھنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ کے محب نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور

آپ کی نعمت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا یا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے: خدا کا ذکر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاسی رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہیں تھی جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی، اس طرح یہ شعر بھی غلط ہے:

خدا جس کو پڑے چھڑائے محمد۔ محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

یہ شعر بھی غلط ہے:

بجا۔ تے تھے جو دنیا میں انی عبدہ کی بنسری ہر دم۔ وہ محشر میں انی ان اللہ کہہ کے نکلیں گے۔

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الہ الا اللہ کہنے سے زبان پاک ہو جائے، پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

بعض واعظین جوش و خروش میں یا نعرہ لگانے اور داد حاصل کرنے کے شوق میں اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں ان سب سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ ایسی تعریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا | محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کرنا، اور آپ

۱۲ اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع اور خشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

ابو ابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے سنے اور بدن کو جنبش نہ دے اور خود پر اس طرح ہیبت جلال طاری کرے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے، حضرت ابو ایوب سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا، جعفر بن محمد کثیر المزاح اور منس مکر شخص تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، امام بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے آنسو باہر نہ رتے، زہری بڑے با اخلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم گم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو

جانتے ہیں نہ کوئی ان کو جانتا ہے، عبدالرحمان بن مہدی کے سامنے جب حدیث پڑھی جاتی تو لوگوں کو خاموشی ہونے کا حکم دیتے اور کہتے:

یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ (حجرات ۲۱)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔

وہ کہتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران خاموش رہنا ضروری ہے اسی طرح آپ کی حدیث سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث بھی آپ کا کلام ہے۔ لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات و سلام پڑھنا

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام لے یا اس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوات و سلام (درود شریف) پڑھے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ کہتے ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ ابو عبد اللہ سلیمی کا مسلک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کا ذکر کرے تو اس پر آپ کے ذکر کے ساتھ درود شریف پڑھنا فرض ہے اور انہیں پڑھے گا تو گتہ گار ہو گا، ان کے دلائل یہ ہیں امام ترمذی نے سند حسن اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے

مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔ نیز انہوں نے کہا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس نے آپ سے بے وفائی کی اور کسی مسلمان کے لیے آپ سے بے وفائی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے قنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلی علی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور حدیث صحیح میں ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، مال، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت نہ کرے، اس لیے مومن کے نزدیک آپ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا

۱۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۳۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ

باہلہ ومالہ لہ

کی یہ تمنا ہوگی کہ کاشش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے
امام ویلی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من حج البيت ولو يزرني
فقد جفاني لہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے
بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس
نے مجھ سے بے وفائی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ انسان
محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت ہو۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم الله في اصحابي
لا تتخذوهم غرضا بعدى فمن احبهم
فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضى
ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن
اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله
يوشك ان ياخذة هذا حديث غريب
لانعرفه الا من هذا الوجه لہ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے
صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے
بعد انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت
کی اس نے میری محبت کا وجہ سے محبت کیا اور جس نے ان سے بغض
رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انھیں
اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو
اذیت پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی
زارا حق کیا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب
ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے یہ حدیث غریب ہے
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عن البراء بن عازب انه سمع النبي

- ۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۰، ۱۵۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
۳۔ حافظ شیرازی بن شہر دار ویلی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت
۴۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۹، مطبوعہ نور محمد صالح تجارت کتب کراچی

الأخريوادون من حاد الله ورسوله
ولو كان آباءهم وأبنائهم وأخوانهم
أو عشيرتهم

(بخاری: ۲۲)

پرا بیان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول
کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے
والانہ پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے
یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن رسول رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کے خلاف اس
وقت تلوار کھینچ لی تھی جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ کہا اور اس وقت
تک تلوار میان میں نہیں رکھی جب تک کہ اس نے اس گستاخانہ کلمہ کو واپس نہیں لے لیا۔
علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

غزوہ بنو عبدالمصطلق میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن رسول نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن مجید
میں ذکر ہے:

يقولون لئن رجعتا إلى المدينة
ليخرجننا لأعزمتها الأذل -

(منافقون: ۸)

(وہ منافقین) کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی
طرف لوٹ کر گئے تو ضرور وہاں سے عزت و لاؤت
وانے کو نکال دے گا۔

متحدہ اسانید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی بن رسول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن
ابی رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انھوں
نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونت لی، اور کہا خدا کی قسم میں اس تلوار کو اس وقت تک میان
میں نہیں ڈالوں گا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت وانے اور میں ذلت والا ہوں
اور جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا انھوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں
نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا جب تک تم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے میں تم کو مدینہ جانے نہیں دوں گا،
تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ آج عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے، حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی، تب حضرت عبداللہ بن ابی نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔
امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو
حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر انکی لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف

۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایک یہودی تاجر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچاتا تھا اور عربوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر بھڑکاتا تھا جب وہ قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہودی تم لوگوں کے ہاتھ لگے اس کو قتل کر دو، تو حضرت مجیہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سنیہ نام کے ایک یہودی تاجر کو قتل کر دیا، حضرت مجیہ کے بڑے بھائی حوئیہ بن مسعود اسی وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، جب حضرت مجیہ نے اس کو قتل کر دیا تو حوئیہ حضرت مجیہ کو مارنے لگے اور کہنے لگے اسے شکن خدا تم نے اس کو قتل کر دیا خدا کی قسم! اس کے مال کی چربی تو ابھی تک تمہارے پیٹ میں موجود ہے! حضرت مجیہ نے ان سے کہا خدا کی قسم! جس ذات نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ تو الگ رہا، اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمہاری گردن بھی تن سے جدا کر دیتا! حوئیہ نے کہا: کیا واقعی اگر وہ میرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ حضرت مجیہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو قتل کر دیتا، حوئیہ نے کہا: خدا کی قسم یہ دین تمہارے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی اس اطاعت کے جذبہ سے متاثر ہو کر حوئیہ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور رضی اللہ عنہما۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں حضرت ابو بلیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے لٹکارتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حروف آخر

تاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ

اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا کے مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابن مسعود نے کہا جو شخص قرآن مجید سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کی جائے

دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی بامش لا صابح ۳ ص ۵۰۰۔ ۴۹۸ مطبوعہ
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد انقاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح الشفاوح ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اور اس کی خیر خواہی کی جائے، اس کے لیے بھلائیوں کے حصول کی کوشش کی جائے اور اس سے بھلائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے، نیز آپ کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کی جائے اور آخرت کو ترجیح دی جائے، اور مال و دولت کے مقابلہ میں فقر کو اختیار کیا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سورن کا پہاڑ بنا دے تو آپ نے انکار کر دیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کو یہ پیشکش کی گئی کہ مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، اسے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور جب سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا۔ شرح الشفا علی قاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میں سے جو شخص مجھ سے محبت کرے گا اس کی طرف فقر ایسی تیزی اور سرعت کے ساتھ آئے گا جیسے تیزی کے ساتھ وادی کی اوپر والی جانب سے پانی نیچے کی طرف آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں! آپ نے فرمایا سوچو! تم کیا کہہ رہے ہو! اس نے تین بار کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر فقر کی تیاری کر لو! بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں بہت دماغ سوزی اور محنت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس وجوہات اور آپ سے محبت کی دس علامتیں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میری اس کاوش کو میرے لیے توشہ آخرت کر دے اور میرے اور میرے قارئین کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا کر دے، اور دنیا اور آخرت میں ہمیں آپ کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، دنیا اور آخرت کے ہر رنج، بلا اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور آخرت کی ہر نعمت، جنت الفردوس اور اپنا دیدار عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبك رحمة للعالمین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الراشدین المہدیین وازواج الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلما ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ
الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا
يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ

۱۔ تاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۲۲۵ھ، شفا ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ
سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كَرِحَتِي يُحِبُّ لِأَخِيهِ أَوْ قَاتَلَ
لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا
جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوسی کے لیے ایسی چیز
پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

۴۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى
بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي تَفْسِيحُ بَيْدَاهُ لَا يُؤْمِنُ
عَبْدًا حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ قَاتَلَ لِأَخِيهِ مَا
يُحِبُّ لِنَفْسِهِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس
ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے
کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک
اپنے پڑوسی یا بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے
جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

علامہ نووی کہتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تک ایمان کامل حاصل نہیں ہوگا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی
چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس چیز سے مراد عبادات ہیں یا اشیاء مباحہ، اور جس
شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی نعمت کو پسند کرے گا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو
چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے مریض
کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم کے مریض کے لیے نمکین اور کلسر سول کی زیادتی اور یرقان کے مریض کے لیے
چکنائی اور گوشت منع ہیں، ایسی اشیاء اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں ہیں، نیز بعض اشیاء فی نفسہا مفید
ہوتی ہیں لیکن اگر بعض اہل ثروت ان کو اپنے لحاظ سے لائق استعمال نہ سمجھیں اور وہ چیز اپنے نوکروں کو دے دیں۔
اور وہ چیزیں ان کے حق میں مفید ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں، علاوہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنها فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے

امرنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵ - علامہ بیہقی بن شرف نوروی متوفی ۶۷۱ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان ننزل الناس منازلهم

کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور رتبہ کے لحاظ سے سلوک کرو۔

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر تاجر بہان ہو تو اس کی بہان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے اور اگر ایک عام مزدور بہان ہو تو اس کی بہان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی، اسی طرح رشتہ داروں کے قریب و بعید اور دوستوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی سلوک میں حسب مراتب فرق ہوگا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہ اپنی افادیت کو کھو چکی ہو جیسے پھل گل شرابیں یا جو کھانا خراب ہو چکا ہو تو وہ کسی کو نہ دیا جائے۔ یا کوئی چیز ہے تو عمدہ لیکن جس شخص کو دی جا رہی ہے اس کے رتبہ کے اعتبار سے وہ مناسب نہیں ہے جبکہ دینے والا اس کا ہم رتبہ ہو، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لیے جس کام کو ناپسند کرتا ہو اس کا حکم دوسرے کو نہ دے لیکن یہاں بھی جانبین کے درمیان مساوات ملاحظہ کی قید ملحوظ ہوگی۔

بَابُ تَحْرِيمِ اِيْذَاءِ الْجَارِ

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ اَيُّوبَ وَقَتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ
بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ
قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَاطِنًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

جو شخص اس حکم شرعی کو جانتا ہو اور اس کو معمولی اور غیر اہم سمجھ کر پڑوسی کو تکلیف دے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین کرنے کے لیے پڑوسی کو تکلیف دے

وہ شخص کافر ہو جائے گا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا غلبہ مصیبت سے مغلوب ہو کر پڑوسی کو ستائے گا اور اس کی تلافی کیے بغیر مر جائے تو وہ اولاً جنت میں نہیں جائے گا، بعد میں سزا بھگت کر بفضل الہی چلا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو ابتداءً سلام کہے اور اس سے زیادہ درگفت گونہ کرے، اس کے خانگی معاملات کی تفتیش نہ کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے۔ مصیبت میں اظہار ہمدردی اور موت میں اس کی تعزیت کرے۔ اور تجھیز و تکفین میں شریک ہو، خوشی کے موقع

۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پر اس کو مبارک باد دے اور اس کی خوشیوں میں شریک ہو، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے گھر میں نظر نہ ڈالے اور اگر اس کے گھر کا اندرونی منظر دکھائی دیتا ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے، اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچے رکھے، اس کے بچوں سے پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں ان کو بتلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو، اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ فقر اور مرض میں اس کی عیادت کرو۔ مرنے کے وقت جنازہ میں شریک ہو، خوشی میں مبارکباد دو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مکان کے سامنے اتنا اونچا مکان نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا ٹک جائے۔ ریابے پر دگی ہو، سعیدی) اس کو ایذا رست پہنچاؤ، اگر پھل خریدو تو اس کو ہدیہ دو اگر نہ دے سکو تو اپنے گھر میں چھپے سے پھل لے جاؤ تاکہ اس کے بچوں کو پتا نہ چلے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شور بہ زیادہ کر دیا کرو۔ تاکہ بوقت ضرورت پڑوسی کو دے سکو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اس کے پاس بکری کا ایک گھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے باغ میں کوئی شریک یا اس کا پڑوسی ہو وہ اس کو باغ خریدنے کی پیشکش کیے بغیر نہ فروخت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تمہارا دیوار میں اپنا شہیر رکھتا چاہے تو اس کو منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر احکامات دیے ہیں کہ، میں خوف تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو، مال سے اموال میں وارث نہ بنا دیں۔

نیز امام غزالی نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں اول وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی، اس کا حق سب سے زیادہ ہے، دوسری قسم عام مسلمان پڑوسی ہے، اس کا حق دوسرے درجہ پر ہے، اور اس تفصیل میں تمام احکام اسی سے متعلق ہیں۔ اور تیسرا پڑوسی غیر مسلم شخص ہے اور جو احکام مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ان تمام احکام اور حقوق کا غیر مسلم پڑوسی بھی مستحق ہے۔ لہ

پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات
کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان سے
بَابُ الْحَثِّ عَلَى كَرَامِ الْجَارِ وَالصَّيْفِ
وَلِزْوَجِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ
ذَلِكَ كُلِّهِ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۱۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۸۱ - حَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَىٰ أَنبَاَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمِتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

۸۳ - وَحَدَّثَنَا اسْتِخْقَابُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَيْسَىٰ ابْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي حُصَيْنٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيُحْسِنِ إِلَى جَارِهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

۸۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ وَآلِهِ سَمِعَ تَافِعَ بْنَ جَبْرِ يُعْبِدُ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنِ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ -

حضرت ابو شریح خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

افضلیت سکوت کے مواقع

ہر چند کہ سکوت بہتر ہے لیکن مطلقاً باتیں کرنا مباح ہے، بشرطیکہ وہ مجبوراً غیبت، تممت، چالوسی اور دیگر ممنوع اور حرام باتیں نہ ہوں، اور بعض دفعہ سکوت حرام ہوتا ہے جبکہ خاموشی سے کسی کو نقصان پہنچنا یقینی ہو، یا کوئی کلمہ حق کو پھپھارا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق، یا کسی کو یقینی ضرر سے بچانے کے لیے بولنا واجب ہے اور وعظ و نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے لیے بولنا مستحب ہے اور عام دنیاوی باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سکوت افضل ہے۔

مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب

امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی ضیافت کی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہمانوں کی ضیافت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تمہارے پاس آئے تو اس کی ضیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں تمہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دنیوی مطلوب حاصل کرو گے، ورنہ اس دعوت سے اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کھانا، کھانا چاہیے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے کہ میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے ممکن ہے کہ میزبان کا ساتھ کھانا کھانا اس پر گراں گزرتا ہو۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم و تکریم نہ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کے آتے سے خواہش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

میزانوں نے فرمایا اگر کسی دوسرے شیخ، استاذ یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مریدین، تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تفتیح نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے، جو ان کے ممدوحین سے منقطع ہونے سبب ہو بلکہ جس قدر ممکن، موان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہ خوبیاں بیان کرے جو دراصل ان میں موجود ہوں۔

۱۳۔ امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ، مواقع الالوار القدسیہ ص ۲۲۶-۲۲۵، مطبوعہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، بصرہ ۱۳۱۳ھ۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُسْكَرِ
مِنَ الْإِيْمَانِ وَأَنَّ الْإِيْمَانَ يَزِيدُ
وَيَنْقُصُ

۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي نَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَثْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الْمُنْثَرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
بِإِسْنَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ
شَهَابٍ وَهَذَا حَدِيثٌ آجِبٌ بَكَرٌ قَالَ أَكَلُ
مَنْ أَبْدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ
مُرَوَّانٌ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَبْلَ
الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تَرَكْتُ مَا هُنَاكَ قَالَ أَبُو
سَعِيدٍ أَمَا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ
يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ
وَذَلِكَ أَصْعَقُ الْإِيْمَانَ -

۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاذٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ
إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ
ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ
مُرَوَّانَ وَحَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ -

۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ هَمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ بْنِ
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْحَارِثِ
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے،
اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب
سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک
شخص نے مروان کو ٹوکا اور کہا کہ نماز خطبہ سے پہلے
ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب
متروک ہو چکا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے
کہا اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر
دیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص غلام شریعت
کا رکھے تو اسے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے
اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رو کرے
اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس
کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین وجہ ہے۔
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی
ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس
نبی کے لیے اس کی امت میں سے کچھ مددگار اور
اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر کاہنہ

بْنِ الْمَسْعُودِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ
قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيٌّ يُؤْنِ وَيُؤْتِي
يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا
تَخْلَفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا
يُفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ
بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ
فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَكَيْسٌ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ
حَبَّةٌ خَرْدَلٍ قَالَ أَبُو رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَيَّ فَقَدِمَ ابْنُ
مَسْعُودٍ فَتَزَلَّ يَقْنَأُ فَاسْتَبَعْنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ عُمَرَ يَعُودُ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْنَا
سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي
كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ فَتَدَّ تَحَدَّثَ
يَتَخَوُّ ذَلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ -

۱۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ مُحَمَّدٍ
أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ
بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَارِثُ بْنُ الذُّبَيْبِ
الْحَطَّابِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمَسْعُودِ بْنِ مَخْرَمَةَ
عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانَ لَهُ
حَوَارِيٌّ يُؤْنِ يَهْتَدُونَ بِهَدْيِهِ وَيَسْتَتُونَ بِسُنَّتِهِ
يَمِثِلُ حَدِيثِ صَالِحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُّومَ ابْنِ
مَسْعُودٍ وَاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهُ -

رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے
جنہوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے
خلاف فعل کیا لہذا جس شخص نے ہاتھوں سے ان
کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے
دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے
اور اس کے بعد لائی کے دائرہ برابر بھی ایمان کا گونہ
ورہہ نہیں ہے، ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں
نے اس کو نہیں مانا، اتفاق سے اس وقت حضرت
عبداللہ بن مسعود بھی آچکے تھے اور مدینہ کی ایک
وادعی قنات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت
عبداللہ بن عمر ان کی عیادت کے لیے گئے اور مجھے
بھی ساتھ لے گئے، جب ہم سب وہاں جمع ہوئے
تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث
کے بارے میں پوچھا انہوں نے وہ حدیث پھر اسی
طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (مددگار) ہوتے تھے جو
اس نبی کے طریقہ پر کار بند رہتے تھے، باقی لوگ
اس سے پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس میں حضرت
عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی ملاقات کا
ذکر نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے
ہیں :

خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

مروان نے خطبہ کو عید کی نماز پر اس لیے مقدم کیا تھا کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھتا تھا، اور جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور نواہیہ کے بعض خلفاء کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر اجماع ہے اور جب مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تو اس کو ٹوکا گیا، اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی بڑے کام کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے بدلے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے ٹوٹے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ رکھے تو اس کو اپنے دل سے بڑا جانے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مروان سے پہلے اس بدعت کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ نے بھی خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابو سعید نے خود مروان کو کیوں نہیں ٹوکا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید بعد میں آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید کو اپنی جان پر خطرہ ہو اس لیے انہوں نے خود نہ ٹوکا ہو۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی باب صلوٰۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابو سعید نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا پہلے نماز پڑھو، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق

برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہگار ہوں گے، اور جس جگہ کوئی اور شخص بُرائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی بُرا کام کرنے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہو یا پلٹے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کمال ہو تمام احکام شریعہ پر عامل اور تمام محرمات شریعہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص سے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت، جھوٹے قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوٹے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور جو احکام شریعہ غامض اور وقتی ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے، عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں الکار کر سکتے ہیں (مثلاً

روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں، اعضاء اور قریبہ کی پیوند کاری، انتقال خون وغیرہ جو مستند اجتہادی اور مختلف فیہ ہو، مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کر رہا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہو گا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہیے کہ اس کو ٹوکے تاکہ وہ ایسا صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو، مثلاً "بیمار روزہ دار، اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرے۔"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اسے میرے بیٹے نماز قائم رکھو، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

بنو اسرائیل سے جنھوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے، اسی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان بڑے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انھوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی بڑے کام کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف اور

ولتکن منکھامة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔

(آل عمران، ۱۰۴)

کنتم خیرامة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف و تنہون عن المنکر۔

(آل عمران، ۱۱۰)

یبنی افعال الصلوٰۃ و امر بالمعروف و انہ عن المنکر۔

(لقمان، ۱۷)

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخری فقاتلوا الی تبغی حتی تقی الی امر اللہ۔

(حجرات، ۹۱)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا و كانوا یعتدون ہ كانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما كانوا یفعلون ہ

(مائدہ، ۶۹ - ۷۰)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث

نہی عن المنکر واجب ہے، اور اس کے کنی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو بُرائی کو ہاتھ سے روکنے اور اگر بُرائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس کی جان کا خطرہ ہو تو زبان سے بوائی کا انکار کرے، اور اگر زبان سے بُرائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس بُرائی کا انکار کرے، اس باب کی احادیث میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ سیدی غفران (اور حضرت عبداللہ بن جریر بجلي اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس نوم میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا ہے شخص! اتر سے ڈرو اور اس کام کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر گنگ دن جب اس سے ملتا تو اس کو منع د کرتا، اس کے ساتھ کھانا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا، جب انھوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیے، اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی، پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور سبکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور تم اس کو حق کی طرف موڑ دینا، اور اس کو حق پر مجبور کرنا، امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی بُرائی سے روکنے کے لیے پھر بڑے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھے نہ کھائے اور نہ پیے۔

کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے | قرآن مجید میں ہے:

يا ايها الذين امنوا عليكم انفسكم لا يضركم
 من ضل اذا اهدىتمو۔ (مائدہ، ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی نگرہ کر و جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابو بکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں، تو قریب سے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے، ابو امیہ شعبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابو شعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کا جا رہی ہے، دنیا کو تزیین دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتر رہا ہے، اس وقت تم صرور اپنی جان کی نگرہ کرو اور عوام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں، ان ایام میں صبر کرنا انگلے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک ٹل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کو اجر عطا کروں گا۔

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں، ایک حال وہ ہے جس میں بُرائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہو، اس حال میں جس شخص کے لیے بُرائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس بُرائی کو مٹانا فرض ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ وہ بُرائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے، یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے، یا اس کی بیوی سے

زنا کرنے کا قصد کرے، اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جگ کی (مثلاً) تھپڑ یا گتہ مارا، تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص بُرائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے، اور جو شخص بُرائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کے بغیر اس بُرائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے، اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس بُرائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور گتے مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آجائے گا لیکن بعد میں اتنی مسز سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ بُرائی نہیں مٹ سکتی گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ (سعیدی عقولہ)۔

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو متہاس سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑا لو، اور اس آدمی کو واپس کر دو، اسی طرح امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو متہاس سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور جو آدمی تمہارا دانگ تڑنا چاہتا ہو (مدافعت میں) تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے، بہ شریک تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں، اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فقاتلوا الی تبغی حتی تغنی الی امر اللہ (حجرات: ۹)

اسی طرح حدیث میں ہے: "تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے۔" اس لیے جب کوئی شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ بُرائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے، یہ حکم ہر اس بُرائی کے لیے ہے جو ظلی الاطلاق کی جارہی ہو اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہو، مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے اور جب ہاتھ سے بُرائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس بُرائی سے اور ان بُرائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

علیکوا انفسکوا لایضرکم من صل اذا اہتدیتمو۔

تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو، اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے

رہو حتی کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتر رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی المنکر کو قبول نہ کریں، اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش سے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے بلائی پر ٹوکے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر یہ باقیوں سے عاقط ہو جاتا ہے، اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرض اس سے ساقط نہیں ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص ناز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ بڑھے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے تمام نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم بلائی سے نہ رکے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے، جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ساقط نہیں ہوتا۔

مہتیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا ہے کہ باقی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور مہتیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے، انہوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مہتیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

فقاتلوا التي تبغى حتى تفي الى امر

جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو یعنی کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

اللہ -

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر الکار نہ کیا جائے، البتہ سلطان کا غیر اگر بلائی کرے تو اس کو قتل سے منع کیا جائے اور بغیر مہتیار کے ہاتھ سے منع کیا جائے یہ لوگ بدترین امت ہیں، امام ابو داؤد نے

اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا یہ کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے کسی شخص سے دوستی اور

اور نہ ہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ طلب کرنے کے لیے مداخلت دے جائے اور دنیاوی مفاد کے لیے نہی عن المنکر کو ترک کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے، اور اگر وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر کرے ہو تو اسے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کو بھلائی سے روکے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی اور ملامت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی، اور جس نے کسی شخص کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی اور ملامت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

امر بالمعروف میں ملامت کو اختیار کیا جائے۔ اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے سے کی ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹایا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں۔ مثلاً قاتل کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں، زانی کو کوڑے لگائیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الہیہ جاری کریں۔ اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں، اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے بڑا جانیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو تو اس کو حسب مقتدرہ مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے تو سین میں بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے انبیاء کے خوارگیوں کے بعد خلوف آئے، جو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کو وہ کہتے نہیں تھے۔

علامہ نووی غلوٹ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غلوٹ غلٹ کی جمع ہے اور غلف بد میں آنے والے بڑے لوگوں کو کہتے ہیں اور غلٹ بد میں آنے والے اچھے لوگوں کو کہتے ہیں۔ علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے کہ غلٹ کی جمع اخلاف اور غلٹ کی جمع خلوت آتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ
وَمَا جَعَلَ أَهْلَ الْيَمِينِ فِيهِ

اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر
فضیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح

۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
أَبُو سَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو ح
وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنَا
عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لَمْ يَخْلُفْنَا مَعْمَرَ عَنْ
إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يَدْوِي عَنْ أَبِي
مَسْعُودٍ قَالَ أَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمِينِ فَقَالَ الْآيَاتُ الْإِيمَانِ هَهُنَا
وَإِنَّ السَّرَّاءَ وَخِلَافَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَائِدِ عِنْدَ
— اصْرُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ
الشَّيْطَانِ فِي رِبْعَةٍ وَمَعْمَرَ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ
کر کے فرمایا سنو ایمان اس طرف ہے اور شقاوت
اور سنگدلی (مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور مضر میں ہے
جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے
پچھے لٹکتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس جگہ شیطان
کے دو سینک نکلیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے
ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور فقہ
اور حکمت دونوں میں ہیں۔

۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الزَّيْبِعِ الزَّهْرَانِيُّ أَنبَاَنَا مَعْمَرُ
حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَاءَ
أَهْلُ الْيَمِينِ هُمَارًا قِيَادَةً الْإِيمَانِ يَمَانِيَّةً
الْفِقَةَ يَمَانِيَّةً وَالْحِلْمَةَ يَمَانِيَّةً

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا
کہ اس کے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔

۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ
أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْقَادِحِ حَدَّثَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ يَسَّافٍ الْأَزْدِيُّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ دار محمدیہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ مطبوعہ نشر ادب الجوزہ ایران، ۱۳۰۵ھ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -
 ۹۲. وَحَدَّثَنَا ثَنِي عَمْرُو الثَّاقِدُ وَحَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ
 قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ هُوَّابِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ
 حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ سَالِحِ بْنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ أَنَا كَرَاهِلُ الْيَمِينِ هُمُ أَصْعَفُ قُلُوبِيَا وَأَمْرِي
 أَنْفِدَةٌ الْفَقِيهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ

۹۳. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
 مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأْسُ
 الْكُفْرِ نَحْوُ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْحَيْلَاءُ فِي أَهْلِ
 الْخَيْلِ وَالْيَدِ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبْرِ وَالسَّيْكِينَةُ
 فِي أَهْلِ الْغَنَمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس
 اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم
 ہیں اور فقہ اور حکمت یمنی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفر کا گڑھ
 (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور فخر اور غرور، گھوڑے
 اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، اور توابع اور جنس
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۴. وَحَدَّثَنَا ثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَقَتَيْبَةُ وَابْنُ
 حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي
 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ
 أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْكُفْرُ
 قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّيْكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ
 وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْوَبْرِ

۹۵. وَحَدَّثَنَا ثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ
 وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ قَالَ
 أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ الْفَخْرُ وَالْحَيْلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ
 الْوَبْرِ وَالسَّيْكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمنی
 ہے اور کفر (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور غرور اور غرور
 بکریاں چرانے والوں میں اور غرور گھوڑے اور اونٹ
 رکھنے والوں میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غرور اور
 تکبر، اونٹ اور گھوڑے رکھنے والوں میں اور عاجزی
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۶. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِيُّ
 أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا

امام مسلم نے زہری سے ایسی ہی ایک سند
 بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں

یہ اضافہ بھی ہے ایمان اور حکمت یعنی ہیں۔

الْإِسْتِثْنَاءُ مِثْلَهُ وَتَرَادُ الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ
يَمَانِيَّةٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آٹے
ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور
حکمت یعنی ہیں، عاجزی بکریاں چلانے والوں میں ہے
اور غر و سادونٹ رکھنے والوں میں ہے حکم مشرق کی
جانب رہتے ہیں۔

۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا
أَبُو الْيَمَانِ عَمْرٌ، شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهَيْرِيِّ حَدَّثَنِي مَعِيذُ
ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَاهُ مِرَّةً قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَهْلَ الْيَمَنِ
هُمْ أَرَقٌ وَأَفْئِدَةٌ وَأَضْعَفُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ
يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالتَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْعَرَبِ
وَالْفَخْرُ الْخَيْلَاءُ فِي الْفَتَادِ دِينِ أَهْلِ الْوَجْرِ
قَبْلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس
اہل یمن آٹے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ
نرم ہیں، ایمان اور حکمت یعنی ہیں، اور کفر کا گڑھ مدینہ
کے مشرق میں ہے۔

۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبُكَيْرِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاذٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمُ الَّذِينَ
قُلُوبًا وَأَرَقٌ وَأَفْئِدَةٌ الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ
يَمَانِيَّةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اس میں آخری
جملہ نہیں ہے۔

۹۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا
الْإِسْتِثْنَاءِ وَلَوْ بَدَأَ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ
أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ
الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ
الْفَخْرُ وَالْخَيْلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِدْيَلِ وَالسَّكِينَةُ
وَالْوَقَارُ فِي أَصْحَابِ الشَّاءِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا
کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں
غرور اور تکبر اونٹ رکھنے والوں میں اور عاجزی اور
وقار بکریاں رکھنے والوں میں ہے۔

۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْحَارِثِ الْمُخَرَّمِيُّ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الرَّبِيعِ مِمَّنْ جَاءَ بِنَبِيِّ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ شقاوت اور سنگ دلی مدینہ کے مشرق میں
ہے۔ اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔

يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَغْلُظُ الْقَلْبُوبَ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْإِيمَانُ
فِي أَهْلِ الْحِجَابِ -

یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے کی توجیہ | حدیث نمبر ۸۹ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سنو ایمان اس طرف ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا، کیونکہ ایمان کا مبداء تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہے اور اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

- (۱)۔ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ مکہ نہامہ سے ہے اور نہامہ اثنین یمن سے ہے۔
 - (۲)۔ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ ہے کیونکہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوک میں تھے اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت مکہ اور مدینہ آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا تو آپ نے یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ایمان اس طرف ہے اور اس سے آپ کی مراد مکہ اور مدینہ تھی، جیسے کعبہ کے ان دو کونوں کو ارکانِ یمانیہ کہتے ہیں جو یمن کی جانب ہیں۔
 - (۳)۔ اہل یمن سے مراد انصار ہیں، کیونکہ وہ اصل یمن کے رہنے والے تھے اور چونکہ انھوں نے آپ کی نصرت کی تھی، اس لیے آپ نے ایمان کو ان کی طرف منسوب کیا۔
- بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایمان نہ ہو، اور یمن والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یمن میں رہتے تھے، قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں۔
- اسی حدیث میں ہے شقوات اور سنگدلی قبیلہ ربیعہ اور مضر میں ہے | اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ جو بہ کثرت اونٹ پالتے ہیں۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اونٹوں کا ذکر اونٹوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مال کی کثرت ہے کیونکہ لوگوں کو حقیقہ جاننے اور تکبر کرنے کا سبب مال کی کثرت ہے، اور اونٹوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں مال کی کثرت کی علامت اونٹوں کی کثرت تھی۔ ۲۷

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۳۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

أَبُو مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
حَتَّى تَوْمِنُوا وَلَا تَوْمِنُوا حَتَّى تَجَازُوا وَلَا آذُوكُمْ عَلَى
شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمْ شَيْئًا فَتَعَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ
بَيْنَكُمْ

۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَنبَأَنَا
جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَالَّذِي فِي نَفْسِي بَيِّنَةٌ لَا تَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ حَتَّى تَوْمِنُوا بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي
مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایمان
نہیں لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت
تک مومن (کامل) نہیں ہو گے جب تک آپس میں
محبت نہیں کرو گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ
جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے
لگو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان فرمائی، اور کہا
یہ حدیث اس سند کے ساتھ کچھ تغیر کے ساتھ منقول
ہے اس میں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت
میں میری جان ہے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے
جنت میں داخل نہیں ہو گے، بقیہ حدیث اسی طرح

ہے۔
وہ افعال جن کی وجہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان
سے محبت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان

وسلم نے متعدد احادیث میں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل
کرنا اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا،
بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرنا، اور مدد کرنا، موت پر اس کے جنازہ میں شریک
ہونا، موت کے بعد اس کے حق میں مغفرت کا دعا کرنا اگر کوئی مسلمان قسم کھالے تو قسم پوری کرنے میں اس کی مدد کرنا
ہر حال میں اس کی خیر خواہی چاہنا، اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، آپس میں اگر ناچاقی ہو جائے تو تین
دن سے زیادہ سلام و کلام نہ چھوڑنا، کسی زیادتی پر انتقام لینے کی بجائے معاف کر دینا، جو مسلمان کسی دینی یا دنیاوی
معاملہ کا علم نہ رکھتا ہو، اس کو وہ علم سکھانا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنا، اپنی ذات سے کسی مسلمان کو ضرر اور
تکلیف نہ پہنچنے دینا، ہر مسلمان سے عاجزی اور انکساری سے پیش آنا۔ ہر مسلمان سے مسکراتے ہوئے خوشگوار
حال میں ملنا، سچ بولے، وعدہ وفا کرے، امانت ادا کرے، اپنے لیے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی
کے لیے پسند کرے، اگر وہ مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو ان کی صلح کرادے، کسی مسلمان کی غیبت کرے نہ چغلی کھائے
نہ اس پر افتراء باندھے، نہ اس کے پاس سے بی بدگمانی کرے، نہ اس کے شخصی احوال کی کھوج میں لگائے۔ اگر کسی مسلمان کے
عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے، بیماری، تنگ دستی یا کسی بھی ضرورت کے موقع پر اس کی مدد
کرے، مسلمان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دشوار کام کے لیے نہ کہے بلکہ دشوار کاموں میں اس کی
مدد کرے، اس سلسلہ میں اپنی جان اور مال سے دریغ نہ کرے، مال سے خدمت کرنے کے تین مراتب ہیں،

اول یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے نوکر کے مرتبہ میں رکھے، اور اس کی ضرورت کے وقت اس کے سوال سے پہلے اپنا بچا ہوا مال اس کو دے دے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے مرتبہ میں رکھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے اور اپنے مال کو اس میں شریک رکھے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، اور اپنے آپ پر اس کو ترجیح دے اسکا طرح اپنی ذات سے بھی ان تین درجات سے اس کی مدد کرے۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ

دین خیر خواہی ہے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا حضور کس کی خیر خواہی کریں، آپ نے فرمایا، اللہ کی، کتاب اللہ کی، رسول اللہ کی، اللہ مسلمان کی اور عام مسلمانوں کی۔

۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسَهِيلِ بْنِ عَمْرٍو وَاحِدًا ثَنَا عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَرَجَوْتُ أَنْ يُسْقِطَ عَنِّي رَجُلًا قَالَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنَ الَّذِي سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي كَانَ صَدِيقًا لَهُ بِالشَّامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ سَهِيلِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا مَنْ قَالَ لِلَّهِ وَكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأُمَّتِهِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۵ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ سَهِيلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْكَلْبِيِّ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم نے تیسری سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی حضرت تمیم داری سے یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۶ - وَحَدَّثَنِي أُمِّيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَعْنِ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا زَوْجٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سَهِيلٌ عَنْ سَهِيلِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَحْدِثُ أَبَا مَالٍ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

۱۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُسَيْرٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصِيحِ بِكُلِّ مُسْلِمٍ -

۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّصْرِ بِكُلِّ مَسْلَمٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۹۔ حَدَّثَنَا سُرَيْحُ بْنُ يُونُسَ وَيَعْقُوبُ الدَّؤَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنَّصْرَ بِكُلِّ مَسْلَمٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کے کرنے کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے سننا، ہر حکم پر عمل کرنا، مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بقدر استطاعت عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل | اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور درحقیقت یہ اپنے آپ سے خیر خواہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہی سے مستغنی ہے اور کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کرے، اس کی تلاوت کرے، اس کی آیات میں تدبر کرے اور اس کے مقتضی پر عمل کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب ہے آپ کی نبوت پر ایمان لائے آپ کی وحی ہونی خبروں کی تصدیق اور آپ کے ویسے ہوئے احکام پر عمل کرے، آپ کی تعظیم و توقیر کرے۔ آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھے، ائمہ مسلمین سے مراد اگر حکام ہیں تو اس کا مطلب ہے نیکی میں ان کی اطاعت کرے، ان کے خلاف بناو نہ کرے اور اگر مجتہدین یا اصحاب فناء و ملی علماء و مراد ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کی تقلید کرے اور ان کے فتووں پر عمل کرے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی خیر کی طرف رہنمائی کرے، ان کی مصیبت اور تکلیف کو دور کرے۔ ان کے غیوب کی پردہ پوشی کرے، ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔

بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَتَقْيِهِ عَنِ الْمَتَلَبِيسِ بِالْعَصِيَّةِ عَلَى إِمْرَادَةٍ نَفِي كَسَالِهِ

گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا

۱۱۰ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ عِمْرَانَ النَّجَيبِيُّ أَبُو نَابِئٍ وَهَبٌ قَالَ
 أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا
 سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ
 يَقُولَانِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزِيحُ الزَّانِي حِينَ
 يَزِيحُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ
 يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ
 يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي
 عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ
 أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَحَدِّثُ هُوَ هُوَ لَا يَدْعُو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَدْعُو مَعَهُمْ وَ
 لَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةَ ذَاتِ شَرَفٍ يَرْفَعُكَ إِلَى اللَّهِ
 فِيهَا أَبْصَارٌ مُرَحِّبِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص
 ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا نہ کوئی شخص ایمان
 کی حالت میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص ایمان
 کی حالت میں شراب پیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے کہ نہ کوئی شخص
 حالت ایمان میں کسی عمدہ چیز کو برسرِ عام لوگوں کے سامنے
 لٹاتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا اس سند
 کے ساتھ روایت میں لوثی ہوئی چیز کی عمدگی کا ذکر نہیں
 ہے، اور ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس روایت
 میں سرے سے لوث کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔

۱۱۱ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ
 اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي
 قَالَ حَدَّثَنِي عُتَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ
 شَهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ
 الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 أَنَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزِيحُ الزَّانِي وَاقْتَصَّ الْحَدِيثُ
 بِمِثْلِهِ يَذْكُرُ مَعَهُ ذِكْرَ النَّهْبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ
 شَرَفٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ شَهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ
 ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ هَذَا إِلا ذَكَرَ النَّهْبَةَ -

امام مسلم ایک اور سند بیان کر کے فرماتے ہیں:
 اس روایت میں لوث کا ذکر ہے مگر لوثی ہوئی چیز کے
 عمدہ ہونے کا بیان نہیں ہے۔

۱۱۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّائِي
 قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
 الْأَوْثَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَآبِي

سَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بِن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ
بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ
أَبِي بَكْرٍ بِن عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ
الثُّمَّةَ وَلَمْ يَتَلْ ذَاتَ شَرَفٍ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوئی۔

۱۱۳- وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْحَلَوَانِي قَالَ
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْعَرِينِيُّ
بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ
يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوتی ہے (بظاہر مقصد یہ
ہے کہ یہ روایت ان دو سندوں سے بھی ثابت ہے)

۱۱۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّارِدِيُّ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

امام مسلم ایک سند بیان کر کے فرماتے ہیں
صفوان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ شخص لوگوں
کے سامنے لوٹے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ
لوگوں کے سامنے لوٹے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ
کوئی شخص حالت ایمان میں کسی کے مال میں خیانت
نہیں کرتا لہذا تم ان تمام کاموں سے احتراز کرو۔

۱۱۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ
هُؤُلَاءِ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عِنْدَ الْعَلَاءِ
وَصَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا يَرْفَعُ
النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامِ
يَرْفَعُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيُنُهُمْ فِيهَا وَهُمْ
حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُمْ مُرْمٍمْ وَنَرَادُ وَلَا يَغْلُ
أَحَدُكُمْ حِينَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ
وَإِيَّاكُمْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حالت
ایمان میں زنا نہیں کرتا اور نہ کوئی شخص حالت ایمان
میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص حالت ایمان
میں شراب پیتا ہے لیکن ان افعال کے باوجود

۱۱۶- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا بِنُ
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ
وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ -

وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُوَدِّعٌ
وَالشُّرْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدَ

توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا
اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۱۷- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ
عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ لَا يَذُفُ
الزَّانِي حِينَ يَذُفِي نَحْوَ ذَكَرِ بِيئِلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ -

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت وہ شخص
قطعاً مومن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے
وقت اس میں نور ایمان نہیں ہوتا یا اس میں ایمان کامل نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص ان افعال کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ
کافر ہو جائے گا، اور اس میں بالکل ایمان نہیں رہے گا یا اگر ان کاموں کو معمولی سمجھے یا حرمت شرعی کی توہین کرتے
ہوئے یہ کام کرے تب بھی وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا لیکن یہ نیت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام قسم کے گناہوں کو شامل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زنا تمام افعال
شہوانیہ کو شامل ہے، چوری دنیا میں رغبت اور حرام کی حرص کو شامل ہے، شراب پینا ان تمام کاموں کو شامل ہے۔
جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں اور لوٹ مار، حقوق العباد کی رعایت نہ کرنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

منافق کی صفات کا بیان

بَابُ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
میں چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس شخص
میں ان چار عادتوں میں سے کوئی ایک عادت ہوگی اس
میں نفاق کی ایک عادت ہوگی، جب تک کہ وہ اس
عادت کو نہ چھوڑے۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو
جھوٹ بولے، دوسری یہ کہ جب کوئی عہد کرے
تو اس کی خلاف ورزی کرے، تیسری یہ کہ جب کوئی
وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور چوتھی یہ کہ جب
کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔ امام مسلم فرماتے ہیں
کہ سفیان کی سند کے ساتھ جو روایت ہے اس میں یوں
ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی عادت ہوگی اس میں
نفاق کی عادت ہوگی۔

۱۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
قَالَنَا الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ
نَاوَكِيْعٌ قَالَ نَاَسُفِيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُودٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ
كَانَتْ فِيهِ خُلَّةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خُلَّةٌ
مِّنْ نِّفَاقٍ حَتَّى يَدَّعَهَا إِذَا
حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ
أَخْلَفَ وَإِذَا حَاوَمَ فَجَرَ غِيْرَاتٍ فِي حَدِيثِ
سُفْيَانَ وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ نَحْصَلَةٌ مِّنْهُنَّ
كَانَتْ فِيهِ نَحْصَلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ -

۱۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَهِيلٍ تَابِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّخَمِنَ خَانَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرَوِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِلْمَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّخَمِنَ خَانَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامتاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۱ - حَدَّثَنَا عَقْبَةُ بْنُ مَكْرَمٍ الْعَيْثِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زَكِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو تَوَّضُرٍ التَّمَارِيُّ وَعَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ حَنَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ دَاوُدَ ابْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَذَكَرَ فِيهِ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی جو ابو ہریرہ پر ختم ہوتی ہے اس میں بھی یہ اضافہ ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

میں جصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ملازمین چیزوں پر ہے، نیت، قول اور فعل، اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں، نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابل مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کر لے، لیکن جب وعدہ کرتے ہی اس کے پورا کرنے کا عزم ہو، پھر کوئی مانع پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی رائے بدل جائے تو یہ

صفت نفاق نہیں ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں اس طرح ہے:

اذا وعد دھو يحدث نفسه انه يخلف۔ وعدہ کرتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔
 علمائے نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے۔ اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورتہ کذب کا ترکیب نہ ہو اور جب کسی شخص کو سزا دینے کی دھمکی دی ہو، اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کافساد یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کافساد یہ ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت قول اور فعل تینوں میں فساد ہوتا ہے۔

ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ | علمائے نے اس حدیث کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں

قرار دیا ہے یہ اوقات اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا، اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:-

(۱) - یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا، اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا، کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲) - جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔
 (۳) - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر و اکثر صدق امتی
 التاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لیے قرآن

مجید پڑھتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے
 (۴) - نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق اعتقادی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے، اور نفاق عملی یعنی خلوت میں ارکان دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کے سامنے ارکان دین پابندی ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے۔ اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵) - یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحتاً یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں بھی اس منافق کا ذکر اس میں پائی جانے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔

۱۷۱۔ اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ یہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے، ان کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نصرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف رہے۔ سعید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکال ہوا، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارا اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔

(منافقین ۱۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو، اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے:

ومنهم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن، ولنكونن من الصالحين، فلما اتهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون، فاعقبتهم نفاقاً في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون۔

(توبہ ۱، ۲ تا ۷۵)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور ہم ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرتے ہوئے پلٹ گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے روز ملاقات تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا، کیونکہ انھوں نے اللہ سے اپنے وعدہ میں خلافت ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

آپ نے فرمایا بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے:

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن

سہ زجاج نے کہا یہ حملتھا کا معنی ہے میں نے ان کو اس امانت کی پیشکش کی، انھوں نے

تفسیر مبارک میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، اس آیت کے ترجمہ میں اکثر علماء نے غور نہیں کیا۔ منہ

منها وحملها الانسان ان كان ظلوماً
جهولاً ۵

اس امانت میں خیانت سے انکار کیا اور نجات
کرنے سے ڈرے، اور انسان نے اس امانت
میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظالم اور بڑا جاہل تھا۔

را حزاب: ۷۲

ہر انسان کے پاس اس کا دین بہ طور امانت رکھا گیا ہے، مسلمان پوشیدہ اور ظاہر عقل جانت کرتا ہے، نماز
پڑھتا ہے، اور روزہ رکھتا ہے، اور منافق صرف لوگوں کے سامنے احکام شریعی کی اطاعت کرتا ہے،
آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو، ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس سے برمی ہو۔

(۸)۔ حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافق صرف عہد رسالت میں تھے، اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے
اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے، وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے،
خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہد رسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۹)۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں نفاق کلمہ مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا
تھا: کیا تمہارے علم میں میرے اندر کوئی نفاق ہے؟

(۱۱)۔ المناق میں الف لام اگر جنس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے، بلکہ یہ طور تمثیل اور تشبیہ
منافق کا اطلاق ہے، اور اگر اس میں الف لام عہد کا ہو تو کوئی خاص منافق مراد ہے یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔

بعض روایات میں منافق کی چار علامات بیان کی گئی ہیں لیکن یہ روایات اس حدیث کے معارض نہیں
ہیں، کیونکہ نفاق کی متعدد علامات تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر تین علامتیں
بیان فرمائی اور کسی موقع پر چار، اور حصر کہیں نہیں فرمایا۔ ۷

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

بَابُ بَيَانِ حَالِ اِيْمَانٍ مَنْ قَالَ لِاِيْحِيَه

الْمُسْلِمِ يَا كَافِرًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی کو کافر کہتا ہے
تو دونوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف کفر ضرور پڑتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے اپنے کسی (دینی) بھائی سے کہا اے کافر تو

۱۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

ابْنُ بَشِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ

ابْنُ عُمَرَ عَنْ قَافِعِ بْنِ أَبِي عَمْرٍَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكْفَرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدَهُمَا -

۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى

بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

۷۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۱، مختصاً ووضوحاً، مطبوعہ اولیٰ الطباعة الریثیہ بمصر ۱۳۴۸ھ

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ
ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِإِخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدَهُمَا
إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ -

۱۲۵- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْقَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَحْسَنُ
الْمَعْلَمِ عَنْ ابْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ ابْنَ
الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى
لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنْ ادَّعَى مَا لَيْسَ
لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَيْتَبَوُّا مَقْعَدَكُمْ مِنَ النَّارِ وَمَنْ
دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَلَيْسَ
كَذَلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ -

کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر
وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر
کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم
کے باوجود اپنے نسب کے خلاف کسی اور سے
نسب قائم کیا اس نے کفر کیا اور جس شخص نے
دوسرے کی چیز پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے
وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، اور جس نے کسی شخص کو کافر
یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر
اس کی طرف لوٹ آئے گا

مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجیہات

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو مشکل احادیث میں

شمار کیا ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، اس لیے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قتل، زنا اور
اسی طرح دوسرے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مسلمان
بھائی کو "اے کافر" کہے وراں حالیکہ اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ دین اسلام باطل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی
جائے گی اس وجہ سے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

- (۱) - جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو اسے کافر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔
- (۲) - جو شخص مسلمانوں کو بہ کثرت کافر کہے گا اس کی شامت سے وہ خود مال کار کافر ہو جائے گا۔
- (۳) - جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے وہ درحقیقت خود کو کافر کہہ رہا ہے کیونکہ جس کو کافر کہہ رہا
ہے اس کے عقائد اسی کی مثل ہیں اور وہ اسی کی طرح مسلمان ہے۔
- (۴) - اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔
- (۵) - اگر کسی شخص نے مسلمان کو بہ طور سب و شتم کافر کہا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر مسلمان کو اس کے اسلامی عقائد
کی وجہ سے کافر کہا تو پھر یہ کفر اس کی طرف لوٹ جائے گا۔
- (۶) - قاضی عیاض نے امام مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث خوارج پر معمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر
کرتے تھے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ باقی اہل بدعت کی طرح خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جاتی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجمعہ بین قولہم لا یكفر احد من
اہل القبلة وقولہم یكفر من قال بنحلق
القران او استحالۃ الرویتا و سب الشیخین
اولعنہما وامثال ذلك مشكل لہ

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے
کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول
ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، رویت باری تعالیٰ کو محال
کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا یا لعنت
کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل
ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

۱۔ تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، ملتقی (منتقی ۶) میں امام اعظم سے
بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔
۲۔ کتاب و سنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور
رویت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شرف عظیم حاصل ہے، سو جو شخص
ان امور کا انکار کرے اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تغلیظ پر محمول ہے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔
فاضل سیاکوئی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی شیخ اشعری نے
بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، ملتقی (منتقی ۶) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی
مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انہوں نے کہا کہ ہم شیعوں اور معتزلہ
کی تکفیر کرتے ہیں چونکہ دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت
نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحكم بکفر من ذکرنا من اهل
الدهواء مع ما ثبت عن ابي حنيفة والشافعي

جان لو کہ ہم نے جو اہل اہوار (مثلاً حضرت
ابوبکر کی امامت کے منکر اور ان سب کرنے والے)

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۷۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷ھ

۳۔ مولانا عبدالحکیم سیاکوئی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ عبدالحکیم علی انجیالی ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ، ۱۳۹۷ھ

رحمہما اللہ من عدم تکفیر اهل القبلة من
المبتدعة کلہم عملہ ان ذلک المعتقد
نفسہ کفرًا قائلًا بہ قائل بہا ہو کفر وان
لم یکن ببناء علی کون قولہ ذلک عن استفراغ
وسعہ مجتہد فی طلب الحق لکن جز مہم
بیطلان الصلاة خلفہ لا یصح ہذا الجمع
اللہم الا ان یواد بعدہم الجواز خلفہم عدم
الحل ای عدم حل ان یفعل وهو لا ینافی
الصحة والافہر مشکل واللہ سبحانہ
اعلم۔ لہ

پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابو حنیفہ اور امام
شافعی رحمہما اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل
قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی سوائے تکفیر کا محمل یہ ہے
کہ فی نفسہ یہ معتقدات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا
وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چند کہ اس کی تکفیر نہیں کی
جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو طلب
کرنے کے لیے حتیٰ الوسع اجتہاد کر کے یہ قول کیا
ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول
کرنا اس تطبیق کی تصحیح نہیں کرتا، اسے اللہ! البتہ ان
کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول
کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ
چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ توجیح
نہ کی جائے تو پھر اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ
یقیناً اشکال واقع ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت ہوں یا اہل
بدعت اور امام اعظم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے، چنانچہ
ابو شکر سالمی نے مہتد میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا معنی ثابت نہیں ہے، مسلمان کو
سب کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس لحاظ سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان
مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت
علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوگا اور یہ مسلم ہے
کہ سب کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال کلمہ کو قتل یا سب کرے تو وہ لامحالہ کافر
ہوگا، (الی قولہ) شرح عقائد میں ہے ”صحابہ کو سب کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر اولہ قطعیہ کے مخالف ہو تو
کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر بہتان لگانا، ورنہ بدعت اور فسق ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے
کہ متکلمین کے نزدیک حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ لہ

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ

۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح فقہ اکبر ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

یہ بات معنی نہ ہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتدار میں نماز کے باطل ہونے کا حکم اٹھایا گیا ہے، اور یہ ان کے کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

متکلمین نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائیگی یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ پائی گئی ہو اور نہ ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی ہو۔

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد حق کا مخالف ہو اور اس کا اعتماد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ: میں خطابیہ کے علاوہ باقی اہل ہواہم کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطابیہ کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ جھوٹ کو حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اکثر فقہار کا یہی مختار ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم معتزلہ ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم مانتے تھے، اور اسٹا ذابو اسحاق نے کہا جو ہماری تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہماری تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ روافض وغیرہ کی تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر کرنا فقہار کا مذہب ہے، سو ان دو متضامی قیوں کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر

ولا یحقی انہ یمکن ان یقال فی دفع الاشکال ان جزمہم ببطلان الصلاة خلفہم احتیاطاً لا یتلزم جزمہم بکفرہم۔

الی قولہ وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انہ لا یکفر ما لم یوجد شیء من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیء من موجباتہ۔

الی قولہ (واختلفوا ایضاً هل یکفر المخالف للحق بذلک الاعتقاد والقول به علی وجه الاعتماد لا وذهب الاشعری واکثر اصحابہ الی انہ لیس بکافر، و به یشعر ما قاله الشافعی رحمہ اللہ: لا ارد شهادة اهل الاہواء الا الخطابیة لاستحلالہم الکذب و فی المنتقی عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ لم نکفر احداً من اهل القبلة وعلیہ اکثر الفقہاء و من اصحابنا من قال بکفر المخالفین و قال قد ماء المعتزلة بکفر القائل بالصفات القدیمة و بخلق الاعمال و قال الاستاذ ابو اسحاق نکفر من بکفرنا و من لا فلا و اختار الرازی ان لا یکفر احد من اهل القبلة و قد اجیب عن الاشکال بان عدم التکفیر مذهب المتکلمین و التکفیر مذهب الفقہاء فلا یتحد القائل بالانقیضین فلا محذور و لو سلم فیجوز ان یکون للتغلیظ فی ما مذہب الیہ المخالفون والاول لا حد تراجم

شان اهل القبلة فانهم في الجملة
معنا موافقون له

مخالفین کے روکی وجہ سے تغلیظ پر محمول ہے اور
تکفیر نہ کرنا ان کے اہل قبیلہ ہونے کے احترام کی وجہ
سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہر حال ہمارے
موافق ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: جس نے غیر کے مال پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کی تشریح یہ ہے

غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم | جس نے غیر کے مال پر حلال سمجھ کر دعویٰ کیا تو ہم میں سے نہیں ہے

علاں نہیں سمجھا تو مطلب یہ ہے وہ ہمارے طریقہ صحیحہ پر نہیں ہے یعنی خصال محمودہ کا حامل نہیں ہے یا وہ ہماری
ابھی عادتیں رکھنے والا نہیں ہے۔

جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب
سے انکار کرے اس کے ایمان کا بیان

بَابُ بَيَانِ حَالِ اِيْمَانِ مَنْ رَغِبَ
عَنْ اَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آباء
کے نسب کا انکار نہ کرو، جس شخص نے اپنے
باپ کے نسب سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۲۶ - حَدَّثَنِي هُرْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ رِيْرَةَ يَقُولُ اِنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
تُرْغَبُوْا عَنِ اَبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ
فَقَدْ كَفَرَ -

حضرت ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کے بھائی
ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو میں نے ابو بکر سے ملاقات کی زیاد ان کا
ماں بجایا بھائی تھا، اور ان سے کہا یہ تم نے کیا کیا میں نے کہا میں نے
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے
کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اپنا نسب اپنے باپ
کے علاوہ کسی اور شخص سے منسوب کیا اس پر جنت
حرام ہے، حضرت ابو بکر نے کہا میں نے بھی رسول اللہ

۱۲۷ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ
بْنُ يَسْرِقٍ قَالَ اخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي عُمَيْرٍ قَالَ لَمَّا
اَدْعَى نَزِيْرًا وَتَقِيْتُ اَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ مَا هَذَا الَّذِي
صَنَعْتَ رَايْتُ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِي وَقَاصٍ يَقُوْلُ
سَمِعَ اُذُنِي مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْعَى اَبَا فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ اَبِيْهِ
يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ فَقَالَ
اَبُو بَكْرَةَ وَاَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
يُحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي نَضْرَةَ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ
عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ
كِلَيْهِمَا يَقُولُ سَمِعْتُ أَدْنَانَ وَدَعَاةَ قَلْبِي أَنَّ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَدَّى إِلَى
إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ
عَلَيْهِ حَرَامٌ -

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔
حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور میں نے
دل میں یاد رکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس شخص نے اپنا باپ کسی اور شخص کو بنایا
حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس
پر جنت حرام ہے۔

استلحاق زیاد کا بیان زیاد حضرت ابو بکرہ کے ماں جائے بھائی تھے ان کی والدہ زمانہ جاہلیت میں ماثر
بن کلدہ حبیب کی لونڈی تھیں ان کا نام سمیہ تھا اسی کے پاس سمیہ کے بطن سے ابو بکرہ
پیدا ہوئے، پھر حارث نے سمیہ کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی، ابوسفیان اپنے کسی کام سے طائف
گئے ہوئے تھے انھوں نے سمیہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کے نکاح زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور اس سے
مباشرت کی، اسی مباشرت کے نتیجہ میں زیاد پیدا ہوئے اور سمیہ نے زیاد کو ابوسفیان سے منسوب کیا، خود ابوسفیان
نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا مگر خفیہ طور پر۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو زیاد نے
مصلحہ بن عبیدہ فہلبانی کو مقرر کیا کہ وہ حضرت معاویہ کو ابوسفیان کے بارے میں بتائیں اور حضرت معاویہ کی رائے بھی
تھی کہ زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کر کے انھیں اپنی طرف مائل کریں، چنانچہ انھوں نے ایسے گواہ طلب
کیے جو اس بات سے واقف ہوں کہ زیادہ کا نسب ابوسفیان سے لاحق ہو چکا ہے، چنانچہ بصرہ کے باشندوں
میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ لیکن اکثر شیعان علی کو یہ بات ناگوار تھی حتیٰ کہ ان کے بھائی ابو بکرہ
بھی اس استلحاق کو ناپسند کرتے تھے۔ لہ

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا استلحاق اس لیے کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں
ان سب قسموں کو توڑ کر کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ ان میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی عورت سے بہت سے لوگ
مباشرت کرتے تھے پھر جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنم دیتی تو اس بچہ کو جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی سو وہ اس شخص کا بیٹا
قرار پا جاتا۔ اسلام نے نکاح کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا لیکن نکاح کے جاہلی طریقوں میں سے جس طریقہ سے
بھی کوئی بچہ کسی باپ کی طرف منسوب ہوا ہو، اسلام کے بعد بھی اس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور ثبوت نسب کے
معاہدہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ لہ

۱۔ علامہ عبدالرحمن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۷۰۸، مطبوعہ موسسۃ الاعلیٰ بیروت، ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ ابن اثیر شیبانی متوفی ۷۲۰ھ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے ۳۳ھ میں زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کیا اور اس بات کی زیاد بن اسماء الحرامی مالک بن ربیعہ سلولی اور منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے شہادت دی تھی، مرثی نے اس واقعہ کو اپنی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور گواہوں میں مندرجہ ذیل ناموں کا اضافہ کیا:

جویرہ بنت ابی سفیان، مسور بن قوامہ البابی، ابن ابی نصر اشقی، زید بن نقیل الازدی، شیبہ بن الحلقم المازنی، بنو عمر و بن شیبان کا ایک شخص اور بنو مصطلق کا ایک شخص، ان سب نے ابو سفیان کے بارے میں گواہی دی کہ زیاد ان کا بیٹا ہے۔ لہ

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استحقاق کو تسلیم کیا۔ آپ نے زیاد کے نام خط میں لکھا:

عن عائشہ ام المؤمنین الی زیاد بن ابی سفیان لہ

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابو سفیان کے بیٹے زیاد کے نام۔

صحابہ کرام میں سے جن بعض حضرات کو اس نسب کو قبول کرنے میں تامل تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سفیان نے اس نسب کا اقرار برسبر عام نہیں کیا تھا بلکہ خفیہ طور سے دس گواہوں کے سامنے بیان کیا جن میں بعض صحابہ کرام بھی شامل ہیں، لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس گواہوں سے یہ نسب ثابت ہو گیا اور ام المؤمنین نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ اس معاملہ میں بالکل پاک دامن ہیں، جو لوگ اس معاملہ میں حضرت امیر معاویہ پر طعن کرتے ہیں انھیں خوف خدا کرنا چاہیے۔

اس کا بیان کہ مسلمان کو بڑا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے

بَابُ بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَبَابُ الْمُسْلِمِ فَسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو بڑا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا تم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے خود سنا ہے کہ وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

۱۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ التَّوَّانِيُّ وَعَوْنُ بْنُ سَلَامٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَتَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْدَةَ تَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَتَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ مُرَبِّدٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۔ علامہ بروان عبدالقادر متوفی ۱۹۲۷ھ، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت

کہتے ہیں ابو اہل نے کہا ہاں۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فَسَوْفَ وَ
قَتَالُهُ كُفْرًا قَالَ مَنْ بِيَدِي قَتَلْتُ لِأَبِي وَأَهْلِ
أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ يُرْوِيهِ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَيْسَ
فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَوْلُ مَنْ بِيَدِي لِأَبِي وَأَهْلِ

۱۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمَّادُ بْنُ
مَثْنُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ
وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَاعِقَانُ قَالَ نَاشِعَةُ
عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ فرمایا
اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: مسلمان کو برا کہنا فسق ہے۔

فسق کا بیان

فسق کا لغوی معنی خروج یعنی نکلنا ہے اور اصطلاح شرع میں فسق اس شخص کو کہتے ہیں جو
گناہ کبیرہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل آئے، گناہ کبیرہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب کو کہتے
ہیں۔ فسق کے تین مراتب ہیں:

(۱)۔ تغابی: گناہ کبیرہ کو برا جانتے ہوئے کبھی کبھی شامت نفس سے گناہ کرے۔

(۲)۔ انفہاک: گناہ کبیرہ میں لذت محسوس کرے اور اس کا عادی ہو جائے۔

(۳)۔ جہود: گناہ کو صحیح اور بہتر سمجھنے لگے اور اس کو صحیح سمجھ کر کرے، جب انسان فسق کے اس مرتبہ
پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ حرام قطعاً ہو تو اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو
جاتے گا ورنہ گمراہی میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، العیاذ باللہ!

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے اسی طرح مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا
کفر ہے، یہ ظاہر مسلمانوں سے جنگ کرنا حرام
حدیث شریف میں جو اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص مسلمان کے
قتل کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے، یا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے یا یہ کہ ناحق لڑائی مال کا ر کفر تک
پہنچا دیتی ہے۔ یا کفر بمعنی کفران نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر جو انعام کیا
تھا یہ اس کی ناشکری کرنا ہے۔



بَابُ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا !۔

۱۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَتْنِي وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ وَالثَّقَلِيُّ لَهُ قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكَةَ سَمِعَ أَبَا رُمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ جَدِّهِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصَيْتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگوں کو خاموش کر دو، پھر فرمایا میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

۱۳۲- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۱۳۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا نَأَى مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَيْحَكُمْ أَوْ قَالَ وَيْحَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا سنو! میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

۱۳۴- وَحَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱ میں ہے: میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توضیحات

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے اور اس حدیث

- میں مسلمان کے قتل پر کفر کا اطلاق کیلئے، علماء اسلام نے اس اطلاق کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں۔
- (۱) جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔
 - (۲) مسلمان کو قتل کرنا کفرانِ نعمت ہے، یعنی کفرِ ایمان کے مقابلہ میں نہیں شکمہ کے مقابلہ میں ہے۔
 - (۳) مسلمان کو قتل کرنے کی شامت بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔
 - (۴) مسلمان کو قتل کرنا کفر کے مشابہ ہے کیونکہ یہ کافروں کا فعل ہے۔
 - (۵) کفر نہ کرو اور ہمیشہ مسلمان رہو تاکہ تمہیں کفر کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔
 - (۶) کافر کا ایک مہنی ہے متکفر بالاسلاح، یعنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
 - (۷) ایک دوسرے پر ربا وجہ، کفر کے فتوے نہ لگاؤ تاکہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو قتل کر دیا جائے۔

بَابُ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

۱۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى أَبُو مَعَاوِيَةَ ح وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظَةُ قَالَ نَأَى أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ كُلُّهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اثْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا يَوْمَ الْكُفْرِ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو نخصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا رہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

شیخ مرتضیٰ حلی
ناضل لکھتے ہیں۔

تعزیر اور ماتم کے جواز پر علماء شیعوں کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد

الغنت عربی میں اس کا مادہ "ع۔ ز۔ ی" ہے اور مجرد غزی یعنی غزآر، مصیبت پر صبر کرنا، تعزیرہ (تفعلة) مزید، متقدمی، تلقین صبر کرنا، تسلی دینا، پرسا دینا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۷ میں ہے: عن الیمین وعن الشمال عزیت (از غزی فعل ماضی: تسکینا کی) فقہ و حدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جائزہ، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ "تعزیرت" و ارشادِ میت سے اظہارِ افسوس و اظہارِ ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم و تفسیر گیب، ۱۳۷: ۵، شعر

شمارہ ۲۱۰۲ میں ہے:

سر سبہ چون نامہ ہای تعزیرہ
پر معاصی متن آن باعاشیہ۔

اردو میں تعزیر کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، حضرت سح، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے چاندی لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامت محترم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدرآباد دکن میں تعزیر تابلت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیر کرنا = ماتم کرنا؛ تعزیر دار = ماتم دار سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیر رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہو، محبت حسین، شیعہ، عزادار، تعزیر اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیر بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیرے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضربح اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضربح وہ ہے جو عمارت روضہ امام حسین علیہ السلام کی موہو شبیہ ہو۔ ایسی ضربحیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضربح حسین آباد لکھنؤ میں بنا ہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) ہنگلہ: یہ تعزیر محمل ناقہ یا عمارتی میل سے مشابہ ہوتی ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافات لکھنؤ میں بناتا ہے شاید نقشہ اس محل یا ڈول یا پورانی وغیرہ کا ہوتا ہو جس میں تبرکات رکھ کر شاہان ہلال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) صوھی تعزیرے: بانس کی تیلیوں پر ضربح یا ہنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمال فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) جو کے تعزیرے: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گہروں یا جو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشور یا ربیع تک اکھوے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیرہ ایک رنگ ہو جاتا ہے اس تعزیرے پر اثنائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیرے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حظیرہ، تربت، علم (ضربح میں گزری)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضربح اور تعزیرے کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن دونوں خصوصی نسبت کی بنا پر مذہبی اور روایتی نقطہ نظر سے شیعوں، بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابل احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں "تخت" کے اوپر اور حظیرے کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سبز حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیرہ کسی ایسی عمارتی کی نقل ہے جس میں بعض مثل یا دوسرے سلاطین تربتیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیرے عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیرہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چبوترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیرہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مراثیہ خوانی، روضہ خوانی

واقعہ خروانی، شامی اور مجلس و عظم منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیان خصوصیات اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعات کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں، پھر بیٹھ کر پاکھڑے ہو کر نوحہ خروانی و سینہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور ہندو کربلا کتھا یا دوسرے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیرہ واری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگ احد (۳ ص) میں جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" یہ سن کر سعد بن معاذ و اسید بن حنیر نے بنی عبدالاشہل کی ٹوہنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھیج دیں، جنھوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائینڈن ۱: ۳: ۱۲۲۵؛ ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر لائینڈن ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر برہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی سے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الحنصیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحب بوار تھے) بوار مذکور کو دروازہ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیل میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں: (الف) مشکوٰۃ، طبع دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۷۲، (ب) مناقب اہل البیت، (ب) وہی کتاب، ص ۱۵۷۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۲۲ ص ۹، ترمذی کھتو ۲۱۸۸ ص ۶۲۲؛ ینایع المودۃ، بمبئی، باب ۱۶۰ ص ۲۶۵، (ج) بحار الانوار، طبع ایران ۱۲۷۰ھ، ص ۱۶۹، (د) اخبار اللہ انبیاء و نبینا بشہادتہ، (ب) ابن الاثیر الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶؛ (و) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ، مصر، ۱: ۵۳؛

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب ام البنین مادر جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رو بہا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقاتل الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محترم کا چاند دیکھ کر غزاوار و سوگوار می کرتے تھے (بحار الانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی صدوق، م ۵۳۸۱ / ۶۹۹۱)؛

(۵)۔ ابوالاسود دسلی (م ۶۹) سلیمان بن قتہ، کعب بن ابی ذریعہ، ابو ذہبیل (ابجدی)، فرزدق، وعلیل وغیرہ نے اجتماعاً میں مرثیے پڑھے اور ائمہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کو سن کر گمبہ فرمایا (صواعق

محرقتہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

غزاوری اور اظہار عظیم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جا رہے تھے لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد و تفریق پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروج مختار اور ابو مسلم خراسانی کی بغاوت میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۲۹۶۳ء میں بغداد پر دہلیوں کا مکمل تسلط تھا۔ اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار کھل گیا بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ نوکر کیوں نیز عورتوں کا جلوس عزائک لایا گیا، نرض سرکاری طویل پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل، بذیل حوادث ۳۵۲ھ، ابن کثیر تاریخ، مصر ۱۱: ۲۴۳ وغیرہ)۔ ۳۶۶ھ/۶۷۹ء میں عزیز بانڈ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی انقلاب سے پہلے مشہد اس بحسین مصر میں اکابر علما و عوام حتیٰ کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ بزر چادر مزار پر چڑھانے جاتے اور غم مناتے تھے۔ (مجتبیٰ حسن وزیر، مصر کا محرم ۱۔ اس عہد کے لگ بھگ غور یہی آل شمس عقیدت مندان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۲ء: ۱۱۶: ۵۴) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ ولیم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے، اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی رومی، تالیف قبل از ۷۶۰ء، طبع کلکتہ ۱۹۷۱ء: ۳۱) نیز حمیری (م ۵۱۶ھ) مقامہ۔ اوجید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ) مقامہ ۲۳ ۵۱۶ھ رزرا بحسین ۱۔ اس شہرت و عوامیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔ بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر وارد ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل "نقش" نامی جوہر یا نام عاشورامعاک میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء: ۲۶۱: ۲۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیر برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور مغل تعزیر کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اجیری کا اعزاز خانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عزات خانہ مع وقف تاراگرہ میں اب تک موجود ہے (عزاداری کا تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیر اور جلوس تعزیر کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوس تعزیر میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا جو بعض غیر شیعہ تعزیروں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبید اللہ فرنگی محلی: ازالہ اولام عزاداری کی تاریخ ص ۳۵)۔

اس کے بعد شاہان دہلی مراسم عزامیں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ تدریس اور زیارتیں، بہشتی اور فقیر و قیدی بننے کا رسم ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۲۵ء، ص ۵۶) بعد علم حیدری و شوکت حیدری لکھنؤ ۱۲۷۰ھ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کا عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں، اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا، مجلس نام، جلوس تعزیر، امام باڑے قائم ہونے، محرم میں سوگ منایا گیا (ابراہیم زبیری: تاریخ بیجا پور، ص ۲۳-۲۳، نصیر الدین اشمی: دکن میں اردو باب سوم، ص ۲۲۳، تاریخ بیجا پور، محی الدین نور: سلطان قطب شاہ، شیعہ جہانگیر کے محرم نامے)۔ قطب شاہ غواصی، نصرتی وغیرہ کے مرانی (یورپ میں دکنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں، حیدرآباد دکن اور راجپوتانے کی ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف

۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء، حیدرآباد ۱۲۹۲ھ، ص ۳۵۹)۔ تیرھویں صدی ہجری/ اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیر عام ہو چکی تھی۔ اودھ میں عزاداری کا فروغ اور تعزیرے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) سے ہوا (رکبہ تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیر، سیتا پور میں "باون ڈنڈوں کا تعزیر"، پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر سیتا پوری: سیتا پور کی عزاداری، درمیان محرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۶۷)۔

آصف الدولہ نواب وزیر اودھ نے شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑ کر لہ بظاہر رکھائے مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمہ بدایونی (کلکتہ ۱۸۹۸ء: ۱۶۲) میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے۔

اور لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، روٹیا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیرہ وار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تعزیرہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیرہ وار کو انجام دیتے تھے۔ ۱۱۹۹ھ میں انھوں نے اپنا امام ہارہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزاداری تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیرہ واری کامرتبہ بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں ہوئیں، متعدد قیمتی ضربیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور نئی مہارتوں کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا۔ عہد آصفی میں سرخ و بلوچی تعزیرے پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضربیں بنیں۔ امراء عوام نے نذر میں پیدا کیں اور ہنر دکھائے جن میں سے شاہ نجف حسین آباد کے عزاداروں میں سونے چاندی کی ضربیوں کے علاوہ مومی ضربی ویدنی ہے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں تعمیر ہو کر شاہی جوس کے ساتھ برآمد ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعزیرہ واری کرتے تھے۔ سرٹامس

براؤٹن، (Letter written in a Mahratta camp during The years 1809-1892) نے اپنے خط و درء میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیرے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۲۷۱ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیرے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہ نامہ ماہ نور، استقلال نمبر ۱۹۵۳، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شعبہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تعزیرہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقت کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تعزیرہ و تعزیرہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، دیتہ، کمپور تھلہ کے علاوہ مہاراجہ گوالیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیرے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیرہ واری کے لیے سرکاری اوقاف ہیں (مجلد العرب، بمبئی، شمارہ ۱۳۶۰ء)؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیرے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا نمٹیل راج ہے۔ عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو "موکب" کہتے ہیں۔ کشمیر، بنگال اور افریقہ میں تعزیرہ واری ہوتی ہے اور بڑھی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیرے کا عام رواج ہے۔ جلوس تعزیرہ جس میں تعزیرہ وار کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں، مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیرے کا جلوس یوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، اٹھتی، اونٹ، گھوڑے، فوجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوروی سپاہی، برقداز، عصا بردار، پھر ماتم وار و تعزیرہ وار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑھی، سینوں پر ماتم اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک انشاں آہستہ آہستہ جلتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہ کرب و بلا کی

سواری ہے ہمسے بادشا کی

یا اس مضمون کو قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نفاہ بجاتا، عورتا اور مجمع کو رلاتا جاتا ہے
یعنی جلو صوں میں ماتمی بابے بختے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قمع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل
غاموش بھی رہتے ہیں۔ راحبہ، نواب، شہزادے عام شکر کا کی طرح ادب سے پاپیادہ شریک جلوس ہوتے
تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و روا سم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ سر یا کاندھوں پر رکھے خاموشی سے گریلا
جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوز خوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارہ علی اصغر کی شبیہیں لینے، آنسو بہاتے
سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر قابلِ دفن تعزیوں کو دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی
تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجۃ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر،
نیپال اور افریقہ میں عموماً ۱۰ محرم (روزِ شہادت امام حسین) کو تعزیہ دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان
کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (روزِ شہادت امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور
”چپ تعزیہ“ (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان
کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک
غلاف خانہ کعبہ اور محلِ مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت
اہم سمجھنے کے باوجود مذہباً اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ لہ

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے
ثبوت کے متعلق تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں“ پھر بنو عبدالاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر
روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں
اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر
میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو بڑا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے
پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، اسے لٹے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں
ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرمت اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے، پھر احادیث پیش کریں گے، پھر کتب شیعہ سے استدلال
کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فنقول دیا اللہ التوفیق وبہ الاستعانة بلیق۔

لہ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۵، مطبوعہ لاہور

مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقْرُلُوا مَن يَقتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ وَلَنبَلِّغُنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

(بقرہ: ۱۵۴ - ۱۵۳)

اسے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرورتاً تم کو کچھ خوف، بھوک اور تھکاوٹ سے مال جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیکھے جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوات اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَصَابِرُوا -

(ال عمران: ۲۰۰)

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلانا، بال نوجنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہٹے ہٹے کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا حرام کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝

(معارف: ۲۳ - ۱۹)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبر) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری) کا اظہار کرتا ہے، اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے

موجہ ماتم حلیم ہے۔

بیر قرآن مجید میں ہے:

واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن

عليهم۔

(نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ ان (شہداءِ احد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداءِ احد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

وقيل المراد لا تحزن على قتلى احد لنا اعطاها الله من الخير

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگِ احد کے شہداء پر رنج نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

وقيل معناه ولا تجزن على قتلى احد فان الله تعالى قد نقلهم الى ثواب وكرامته۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں شہید کیا گیا ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا گیا اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہداء نے کر بلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہارا جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز

ما اصاب من مصيبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتاب من قبل ان نبرها ان ذلك على الله يسير لکيلا تا سوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم۔

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر تبیان ج ۱، ص ۲۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۶، ص ۶۰۶، مطبوعہ انتشارات مامقصر و ایران، ۱۳۱۱ھ

۳۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، تفسیر منہج الصادقین ج ۵، ص ۲۳۸۔ مطبوعہ خیابان مامقصر و ایران

(الحدید: ۲۲)

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو
اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترا یا نہ کرو۔

بیش اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُوبْكُمْ مَا بُعِدَ لَكُمْ لِكَيْلا تَحْزَنُوا
عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا آصَابَكُمْ۔

تو اللہ نے تمہیں غم پر غم دیا کہ جو مال غنیمت
تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور جو مصیبت تمہیں پہنچی
سے تم اس پر غمگین نہ ہو۔

(ال عمران: ۱۵۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھین جانے اور کسی مصیبت کے پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔
شیخ قمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فَاذْكُوبْكُمْ مَا بُعِدَ) فَاذْكُوبْكُمْ مَا بُعِدَ الْغَنَاءِ الْاُولَى

فَالْغَنِيمَةِ وَالْقَدَرِ وَ اَمَّا الْغَنَاءُ الْاٰخِرُ فَاَشْرَافُ

خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ عَلَيْهِ سَلَامٌ يَقُولُ (لَيْلًا تَحْزَنُوا

عَلَى مَا فَاتَكُمْ) مِنَ الْغَنِيمَةِ وَلَا مَا

اَصَابَكُمْ) يَعْنِي قَتْلَ اٰخِوانِهِمْ۔ لہ

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم
جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا
قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام
نہیں لائے تھے) نے خالی دستہ سے مسلمانوں پر
حملہ کر دیا، (تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر
غم نہ کرو) یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے
(اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے
مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ
کے حکم کی مرتکب خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور
غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

مَرَّحِبَ مَا تَمَّ كِي حُرْمَتِ پَرَا عَادِيثِ سَے اسْتَدْلَالِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ لَطَمَ الْخَدَّ وَ شَتَّى

الْجِيُوبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ لہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پر طمانچے
مارے، اگر بیان چاک کرے اور مانہ جاہلیت کی طرح
پہنچ و پکار کرے وہ ہم سے دین پر نہیں ہے۔

۱۔ شیخ البراحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۱۳۰۴ھ، تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ دار الکتبۃ والنشر قم ایران، ۱۳۰۴ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر دعهن یبکین علی ابی سلیمان
ماله یکن نفع او لقلقة

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد
بن ولید پر اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو
جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابو مالك الاشعري ان النبي صلى الله
عليه وسلم قال اربع في امتي من امر الجاهلية
لا يتركونها الفخر في الاحساب والطعن
في الانساب والاستسقاء بالنجوم والنياحة
وقال النائحة اذ اهل تنب قبل موتها تقام
يوم القيامة وعليها سربال من قطران و
درع من حرب

حضرت ابوماک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت
میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں جن کو وہ ترک نہیں
کرسے گی، حسب (خانہ لانی فن) پر فخر کرنا، نسب پر
طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ
کرنا، اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے
پہلے توبہ نہ کرے تو اسے گھیلے ہوئے تانبے
اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطية قالت بايعنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقدأ
علينا ان لا يشركن بالله

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی
آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۰، " " " " " "

۴۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، " " " " " "

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵، ۲۶۲، ۲۵۶، ۲۳۲، ۳۸۶، ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۷۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، " " " " " "

۸۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۹۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵، ۲۶۲، ۲۳۲، ۳۸۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

شیعاً ونہاناً عن النیاحۃ۔ ۱۰

کے ساتھ بالکل مشرک نہ کریں۔ اور ہم کو فوجہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳

عن ام عطیۃ قالت اخذ عیننا البی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح — الحدیث یہ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم فوجہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناحۃ والمستمعة۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

مرحوبہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال | قرآن مجید میں ہے:

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئاً ولا یرفتن ولا یرزین ولا یقتلن اولادہن ولا ینتھین

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۶۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۹۸ھ
- ۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۹۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، کوئی خود ساختہ اور چھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں کریں گی، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

بہتان یفتربینہ بین ایدیہن وارجلہن
ولا یعصینک فی معروف فبایعہن واستغفر
لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

(متحدہ: ۱۲)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں:

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کپڑے نہ پہنو، ہاتھ نہ مڑگیا، ہاتھ نہ مڑگیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرط پر ان کو بیعت کر لیا۔

فقامت ام حکیم بنت الحارث بن عبد
المطلب فقالت یا رسول اللہ ما هذا المعروف
الذی امرنا اللہ بہ ان لا نعصیک فیہ ؟
فقال ان لا تخمشن وجھا ولا تلمطن خدًا
ولا تنتقن شعرا ولا تمزقن جیبا ولا
تسردن ثوبا ولا تدعون بالویل والثبور
ولا تقمین عند قبر فبایعہن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا
الشرط۔^۱

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ ظلم نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہاتھ نہ مڑگیا، ہاتھ نہ مڑگیا نہ پکاریں، جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

قال زید بن اسلم: فیما شرط الایعصینہ
فیہ ان لا یلمطن ولا یشققن جیبا ولا
یدعون بالویل والثبور کفعل اهل الجاہلیۃ
وقال ابن عباس فیما شرط ان لا یعصینہ
فیہ النوح۔^۲

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبری لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان

قیل عنی بالمعروف النھی عن النوح
وتمزیق الثیاب وجز الشعر وشق الحیب

۱۲۰۴ھ

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۶۴، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتبۃ والنشر قم۔ ایران، الطبع الثالث،
۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۵۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وخمش الوجه والدعاء بالویل یلہ

نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسرین در تعریف تفسیر معروف در این مقام خلاف کرده اند (الی قولہ) ابن زید برانیت کہ نومہ نکلند و جامہ ندرند و موٹے نکلند و روٹے نخرانند و سر نترانند و سیلٹہ نباشند و شعر نخرانند الخ

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زید کی روایت یہ ہے کہ نومہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ توچیں، چہرہ نہ توچیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح

مروجہ نام کی حرمت پر بیخ البلانہ سے استدلال

کتاب بیخ البلانہ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال علیہ السلام ینزل الصبر علی

قدرا المصیبة ومن ضرب یدہ علی فخذہ

عند مصیبتہ حبط عملہ۔^۳

(ملفوظ نمبر: ۱۳۲)

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر فی الاستعداد لحصول ہذہ

الفضیلة وار تکب صندھا وهو الجذع حبط

اجرہ وهو ثوابہ علی الصبر وکفی عن الجزع

بما یلزمہ فی العادۃ من ضرب الیدین

علی الفخذین وقیل بل یحبط ثوابہ

السابق لان شدۃ الجزع یتلزم کراہیۃ

قضاء اللہ وسخطہ وعدم الالتفات الی

ما وعد بہ من ثواب الصابین وهو مع

لحوال حسنات من لوح النفس وستوی

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تبصیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت ہے وہ بے صبری کے وقت اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے

۱۔ شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۵۲ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۱۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

۲۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۵۹۷ھ، منہج السائقین ج ۹ ص ۲۵۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو، ایران

۳۔ بیخ البلانہ مع فارسی ترجمہ ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

ما یلزمها من ثواب الآخر لہ

اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ میکیوں کے مٹنے اور ان پر اتھروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن أصبح يشكو مصيبة نزلت به فقد أصبح يشكو ما به ربه (ملفوظ، ۲۱۳)

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شكوى المصيبة ويلزمها الشكوى من الله لان الله تعالى هو المبتلى بها۔ ۳

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا: سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی پتلاٹے لٹے وہ مر گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نیچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور انا اللہ وانا الیہ ما رجعون، پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گی اور وہ مذموم

عن ابي جعفر عليه السلام قال: قلت له ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالويل والعيول ولطم الوجه والصدر وجز الشعر من النواصي ومن اقام النواحة فقد ترك الصبر واخذ في غير طريقه ومن صبر واسترجع وحمد الله عز وجل فقد رضي بما صنع الله ووقع اجرة على الله ومن لم يفعل ذلك جرى عليه القناء وهو ذميم واحبط الله تعالى اجرة ليه

۱۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البجرائی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۲۰-۳۱۹، مطبوعہ مؤسستہ النشر ایران،

۲۔ نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۵۲، مطبوعہ انتشارات زبرین ایران

۳۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البجرائی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مؤسستہ النشر ایران ۱۳۸۷ھ

۴۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۱ھ

ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔
 علی اکبر رضی نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ ۱۷

علی اکبر رضی کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہ نبی اکرم ﷺ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر رضی نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ماتم کرنا صبر کمال کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی" علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبة احباط لاجرہ۔ ۱۸

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو میت پر چلانا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔ ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا شق الثیاب۔
 عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند المصیبة احباط لاجرہ۔ ۱۹

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصیاح علی المیت ولا ینبغی ولكن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر۔ ۲۰

۱۳۹۱	مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران	۲۲۳	الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳	۱	شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متونی ۳۲۹
"	"	۲۲۴	الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴	"	"
"	"	۲۲۵	الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵	"	"
"	"	۲۲۵	الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵	"	"
"	"	۲۲۶	الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶	"	"
"	"	"	"	"	"

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال عليه السلام ان البلاء والصبر
يستبقان الى المؤمن فياقيه البلاء وهو
صبور وان الجزع والبلاء يستبقان الى
الكافر فياقيه البلاء وهو جزوع . ۱۰

صاوق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن
کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے
تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر
کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے
وہاں حالیکہ وہ بے صبری کو رہتا ہوتا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر بلا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال
ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

روایت کردہ است از امام محمد تقی (ع) کہ امیر المؤمنین
(ع) فرمود روزے سے من فاطمہ (ع) بخدمت حضرت رسول
(ص) رفیق و آنحضرت بسیار میگردد بیت عرض کردم پدر و
مادر من فدا می تو باد یا رسول اللہ چه چیز سبب گریه
تو شده است؟ فرمود یا علی شبی که مرا با آسمان بردند
زنی چند از امت خود را در عذاب شدید دیدم
و گریه من برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت
سگ بود و آتش در دیشش می کردند و خوانندہ
و نوحہ کنندہ و حسود بودہ . ۱۱

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ
امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اور
فاطمہ علیہا السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں گئے اور آپ حضرت بہت رورہے
تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب
ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی! جس رات مجھے
آسمان پر لے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں
کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ
سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں
فرمایا: جو عورت کتے کی صورت میں تھتی اور اس
کی ڈیرہ پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے
وہ چلانے والی، نوحہ رناتم، کرنے والی اور حسد
کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حکیم بنت عمارت بن ہشام کہ زن کلکرمہ پسر
ابو جہل بود گفت یا رسول اللہ! کلام معروفست کہ خدا
گفته است ما مصیبت تو در آن تکبیر حضرت فرمود در

عکبیرہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت عمارت بن
ہشام نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی بیگی ہے
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس میں

۱۰۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ایران
۱۱۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ کتاب فروشنہ اسلامیہ تہران ایران

مصیبتہا طیانچہ بر روئے خود مزید و روئے
خود را محترشید و موئے خود را مکنید و گریبان
خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و
واویلا گوئید پس بر این شرطہا حضرت بابیناں
بیعت کردہ لے

اور بلا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق (ع) روایت
کرده است کہ حضرت رسول (ص) فرمود چہار خصلت بد
ہمیشہ در امت من خواهد بود تا روز قیامت۔

اول: فخر کردن بحسبہائے خود، دغم طعن کردن
نسبہا، سوم آمدن باران را از اوضاع کواکب دانستن و
اعتقاد بعلم نجوم داشتن، چہارم زوحہ کردن و بدستیکہ
اگر زوحہ کنندہ توبہ نکنند پیش از مردنش چون روز قیامت
مبعوثہ شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب جراد پر شاہند۔

بلا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

فسات بن ابراہیم بسند معتبر از جابر انصاری روایت
کرده است کہ رسول خدا (ص) در مرض آخر خود با حضرت
فاطمہ (ع) گفت (الی قولہ) درداں اے فاطمہ کہ برائے
پنیمبر گریبان نمے باید درید و روئے باید محترشید و
واویلا نمے باید گفت و مکن بگمانچہ پدر تو در وفات
ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں سے گریند و دل

آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں
اپنے چہرے پر طمانچے نہ مارو، چہرے کو نہ پھیلو،
اپنے بال نہ فوجو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے
کپڑوں کو سیاہ نہ کرو، واویلا (ہلے) وہ مریگیں
نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں سے
بیعت لے لی۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ
السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار بڑی عادتیں ہمیشہ
قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری نسب میں
طعن کرنا، تیسری: بارشس آنے کا سبب ستاروں
کو جانتا اور علم نجوم پر اطمینان رکھنا، چوتھی: زوحہ (ماتم)
کرنا اور اگر زوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ
کرے تو جب اس کو قیامت کے روز اٹھایا جائیگا
تو اس کو گچھے ہوئے تانبے کا۔ اور غار شس کا
باس پہنایا جائے گا۔

فسات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ
حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں حضرت
فاطمہ علیہا السلام سے (چند نصیحت کے کلمات کے
بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پنیمبر کے لیے گریبان
پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں پھیلانا چاہیے اور

مطبوعہ کتاب فروشنے اسلامیہ تہران ایران

۱۔ بلا باقر مجلسی متون ۱۱۰۱، حیات التلوک ج ۲ ص ۴۶۰،

۲۔ " " " حیات القلوب ج ۳ ص ۱۶۶،

بدروسے آید لے

داویلا نہیں کہتا چاہیے لیکن وہ کہو جو تہا سے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور اول میں دروسے ۔

بیزلاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند مستبر از امام محمد باقر (ع) ۔
روایت کر وہ است کہ حضرت رسول (ص) در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ (ع) فرمود ای فاطمہ چون میرے روٹے خود را برائے من محترمش و گیسوٹے خود را پریشان کن و وایلا مگو و نوح گراں را مطلب ۔ لے

ابن بابویہ نے سند مستبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ چھیلنا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور داویلا رلے موت نہ کہنا اور نوحہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں بلا باقر مجلسی لکھتے ہیں: جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں دیکھا کہ امام حسین سوٹے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے مڑاٹھا کہ فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین اتن بہت جلد ہمارے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انہوں نے اپنے منہ پر ہلکے مارے اور بلند آواز سے داویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری محترز بہن ویل اور عذاب تم

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں بلا باقر مجلسی لکھتے ہیں: جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں دیکھا کہ امام حسین سوٹے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے مڑاٹھا کہ فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین اتن بہت جلد ہمارے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انہوں نے اپنے منہ پر ہلکے مارے اور بلند آواز سے داویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری محترز بہن ویل اور عذاب تم

۱۔ بلا باقر مجلسی متونی ۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

۲۔ " " " " حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، " " " "

۳۔ " " " " جلاء العیون ج ۲ ص ۵۴۹، " " " " ۱۳۸۹ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور
اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے
فرمایا: اے میری بہن میری جان کے برابر، علم اور
برو باری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان
کو قبضہ نہ دیں، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں اور
فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں
ہلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات
سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا ہے کہ آپ کے لیے
اب کوئی چارہ کار نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ
موت کا شہرت پی رہے ہیں، اور ہم کو مخالفین اور
مناقضین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت
میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند
کر کے رخسار نوجنا شروع کیا اور وہ پٹہ سر سے اتار
دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں، امام نے
اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور
جب وہ ہوش میں آگئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے
ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان
لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور
آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سوا اللہ تعالیٰ
کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے
کے بعد پھر زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منقرض ہے
میرے بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے افضل
تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقاہ کی طرف
رحلت فرما گئے، اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:
و فرمود کہ امی خواہر باجان برابر علم و برو باری پیشہ
خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضای
حق تعالیٰ صبر کن و فرمود کہ اگر می گزاشتند مرا با استراحت
خود را بھلکہ نمی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر
دل مارا مجروح می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ
و بضرورت شربت ناگوار مرک را مینوشی و مارا غریب
و بیکیس و تنہا در میان اہل نفاق و شقاق می گذاری
پس دستہای خود را بلند کرد و گلگونہ خود را خراشید
و مقتحم را از سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد
و بے ہوش افتاد آن امام غریب برخواست و
آب بر روی خواہر گرامی خود پاشید چون ہوش
باز آمد گفت امی خواہر نیک اختر از خدا بہ ترس و
بقضای حق تعالیٰ راضی شو و بدانکہ ہمہ اہل زمین شہرت
ناگوار مرک را می چشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و بجز
ذات مقدس حق تعالیٰ ہمہ چیز در معرض زوال و فناست
او ہمہ را می میراند و بعد از مردن مسموت می گرداند
و او منقرض است در بقا و با در و مادر من شہید
شدند و ہمہ از من بہتر بودند و حضرت رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کہ اشرف خلایق بود در دنیا نماند و برای
باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواظب بندیدہ
بر امی آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ امی
خواہر گرامی ترا سو گند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا
بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو
مخراشید و واویلاہ مگوئید۔ ۱۵

۱۵۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ نہران، ۱۳۹۸ھ

بصبر و شکیبائی امر فرمودہ و بوعده ثنوبات غیر متناہی
الہی تکمیل داد و فرمود کہ چادر ہا بر سر گیرید و آمادہ
شکر مصیبت و بلا گم وید و بدانید کہ حق تعالیٰ
حافظ و حامی شماست و شمارا از مشر اعدا نجات میدہد و
عاقبت شمارا بخیر میگرداند و دشمنان شمارا با انواع
بلا و مبتلا می سازد و شمارا بعوض این بلا ہا در دنیا
و عقبی با انواع نعمتہا و کرامتہا می نوازد و زینہار کہ
دست از شکیبائی بر مدارید و کلام ناخوشی بر
زبان میاوریید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔ ۱۵

اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر
و ثواب کے ساتھ تسلی دی، اور فرمایا کہ اپنے سر پر
چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے
تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ
ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور
تمہاری آخترا چھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو
مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان
مصیبتوں اور بلاؤں کے بوجھ آخترا میں عزت اور
اجر نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور
بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے
اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی حرمت کے لیے تھی قطعاً ہے،
اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

نوح کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات
علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ

کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔
امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وبکت الانصار علی قتلی ہم فسمع
ذک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
لکن حمزہ لا بواکی لہ فجاہ نساء الانصار
الی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فبکین علی حمزہ فدعا لہن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وامرہن بالانصار
فین الی الیوم اذ مات النیت من الانصار
بدأ النساء فیکین علی حمزہ ثوبکین
علی میتہن۔ ۱۵

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد)
پر رو رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر
انصار کی خواتین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور
فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ
جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین
پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

۱۵۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلد ۶ العیون ج ۲ ص ۵۷۶، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ
۱۶۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔
 (۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے نگرہ بکرنے، سینہ پیٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔
 امام طبری کہتے ہیں:

عن اشیاء من بنی سلمة (الی قولہ)

ومر رسول الله صلى الله عليه وسلم بدار
 من دور الانصار من بنی عبدالاشهل و
 بنی ظنر فسمع البكاء والنواح على قتلاهم
 فذرفت عينا رسول الله صلى الله عليه و
 سلو فبکی ثم قال لکن حمزة لا بواکی له
 فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر
 الی دار بنی عبدالاشهل امر النساء ههنا
 یتخرمن ثم یدهن فیبکین علی عر
 رسول الله صلى الله عليه وسلم

بنو سلمہ کے بعض بڑھوں سے روایت ہے کہ
 انصار کے گھروں میں بنو عبدالاشهل اور بنو ظنر کے گھر کے
 پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزے، آپ
 نے ان کے مقتولوں پر رونے اور نوحہ کرنے کی آوازیں
 سنیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو
 جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے
 والیاں نہیں ہیں، جب حضرت سعد بن معاذ اور اسید
 بن حضیر، بنو عبدالاشهل کے گھر لوٹے تو انہوں نے خواتین
 کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے علم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور
 مجہول روایت حجت نہیں ہوتی۔

- (۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے
 کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اسی وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔
 اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:
 امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه
 عليه وسلم مد بنساء عبد الاشهل يبکین
 هلكاهن یوما احد فقال رسول الله صلى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالاشهل کی خواتین کے
 پاس سے گزرے جو جنگ احد کے شہداء پر رو

۱۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسستہ الاعلیٰ للطبوعہ بایروت

اللہ علیہ وسلم لکن حمزۃ لا بواکی له فجاء
نساء الانصار یمیکن حمزۃ فاستیقظ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
ویحہن ما انقلبن بعد مروہن
فلینقلبن ولا یمیکن علی ہالک
بعد الیوم . ۱۰

رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن
حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین آئیں
اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس
ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس
چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ
نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے ۱۰

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم
کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ۱۱

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے
جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے
بد نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا
کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام
ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عبدالاشہل کی عورتوں کے پاس سے گزے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور اُحد
کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ ۱۲

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ۱۳
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

- ۱۰۔ امام محمد بن زید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نوریہ دار الفکر بیروت کتب کراچی
- ۱۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۸۲، ۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۱۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۱۳۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ
- ۱۴۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۶۰ھ

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ”لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں“ اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاجوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اطاعت اور رضاجوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تاکہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔

چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب!

قرآن مجید میں ہے:

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی بائجھ (کے لڑکا ہوگا)۔

و بشر وہ بغلام علیہ فاقبلت امرأة فی صرة فصکت وجهها وقالت عجون عقیمة۔

(ذاریات: ۲۹-۲۸)

نیز قرآن مجید میں ہے:

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ سنس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اے افسوس! کیا میں بچہ جنوں کی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بزرگی والا۔

وامرأة قائمة فضحکت فیشرنہا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب ۵ قالت یویلتی ۱ الدوانا عجوز وھذا بعلی شیخا ط ان ھذا الشیء ۱ عجیب ۱ قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ۱ انہ حمید مجید ۱ (ہود: ۷۱-۷۳)

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یاد دہلتی اے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مرجحہ ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ ماتم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تھی، ابھی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیا کی وجہ سے چہرہ چھیلنے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ہاں پہلی بار ولادت ہوئی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیا آتی ہے یا انھوں نے تعجب کی بنا پر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور ان کا یا ویلتی کہنا بھی مصیبت پر ہٹے ہوئے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔
شیخ قمی لکھتے ہیں:

(فصحت وجہا) ای غطه بما بشرها
جبائیل۔ ۱۰

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا
مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیا سے) انھوں
سے چہرہ کو چھپایا۔

شیخ ابو جعفر طوسی لکھتے ہیں:

ضربت وجہا تعجباً۔ ۱۰

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ
پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبری لکھتے ہیں:

جمعت اصابعها فضربت جبینها تعجباً
عن المقاتل والکلبی ۱۰

یعنی حضرت سارہ نے تعجب سے انگلیوں
کو جمع کر کے اپنی پیشانی پر مارا، یہ مقاتل اور کلبی
کا قول ہے۔

ملاحضہ اللہ کا شانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتند کہ انگشتہا را جمع کرد و
برہر دو جبین خود زد و این عادت زنا است
در وقتیکہ تعجب کنند و گویند کہ در این
حال کہ این مشرکہ شنید، حیض در خود نیت
و بکھت حیا را طمانچہ بر روی خود زدند

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے
اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا، اور
یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت
ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے
جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہو گیا اور
انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

غلامیہ ہے کہ شیبہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیا سے
اپنا چہرہ لہتوں سے چھپایا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس

- ۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۴ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتبۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۲۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۳۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۱۱ھ
- ۴۔ شیخ فتح اللہ کا شانی متوفی ۱۰۹۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۲۳، مطبوعہ عیابان ناصر خسرو ایران

وقت ان کا حیف ہاری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ سے انہوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت میں بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا سچی کہ ان کا یہ فعل مردوجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

زانو پیٹنے کے حجاز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ
وقاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لیلة فقال الاتصلیان فقلت یا رسول اللہ
انفسنا بید اللہ فالخشاء ان یبعثنا بعثنا
فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع
الی شیئنا ثم سمعته وهو مول یضرب
فخذہ وهو یقول وکان الانسان اکثر
شیء جدلاً۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری رو میں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا اور آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کر نے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پیننا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نبی البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس بر حسب جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا سچی کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مردوجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نبی البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتاً موجود ہے:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو

وضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ

حبط عملہ۔ لہ

پر لا تھا مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔
 تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر
 لا تھا مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری
 کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو
 ترک کر دیتے بن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیوخ حضرات کے
 نزدیک نہج البلاغہ صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ
 کریں۔

سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب | امام مالک
 روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک
 اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوا وہاں حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور
 اپنے بال نوح رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا
 ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا
 تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم
 ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ
 نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس
 نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا
 آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا
 یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند
 نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے
 جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

عن عطاء بن عبد اللہ الخراسانی عن
 سعید بن المسیب انه قال جاء اعرابي الى
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يضرب نحوه
 وينتف شعرة ويقول هلك الابد بعد فقال
 له رسول الله صلى الله عليه وسلم وما
 ذلك قال اصببت اهلي وانا صائم في رمضان
 فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم
 هل تستطيع ان تعتق رقبة قال لا فقال
 فهل تستطيع ان تهدي بدنة قال لا قال
 فاجلس فاتي رسول الله صلى الله عليه
 وسلم بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق
 به فقال ما احدا حوج مني يا رسول الله
 فقال كل وصم يوما مكان ما اصببت به

۱۔ نہج البلاغہ مع فارسی ترجمہ، ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
 ۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان، لاہور

اس حدیث میں اسی اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔ اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱) - ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت "اصبروا" صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی نئی کام کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا از روئے قرآن ماتم حرام ہو اور مؤطا امام مالک کی یہ مسئلہ روایت قرآن مجید سے منقادوم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔
- (۲) - صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع روایت غیر معتبر ہے۔
- (۳) - احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تقارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴) - اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کیا اس نے بعد میں پکھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعیان علی تھے اور بعد میں افسوس اور پکھتاوے سے نسلاً بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلال العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے قاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملامت کی تو انہوں نے تم اور افسوس سے دادیلاہ کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلال العیون ج ۲ ص ۵۹۶ - ۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

زالو، زخار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب

ملا معین کا شفی کہتے ہیں: در روایت آنست کہ طلاقش داد و چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ این معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے

نے سُرہد خاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

معارض النبوة میں ایک اتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے کا نڈا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی، حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر پینچی، موٹی باہر آئیں، آپ رو رہی تھیں اور ہاتھی خواتین بھی رو رہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند کو نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو معارج النبوة سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر محبت نہیں ہے۔

و فغان بر آورد۔ لے
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

واذ غرائب روایات ست کہ در معارج النبوة آوردہ کہ آواز شیطان بقتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ندائے کرد. مدینہ رسید در خانہائے مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چون ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگردد بیت و ہم زنان ہاشمیہ می نایدند یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند کو نہیں ہے، اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر محبت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حجرہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پر ظلمپنچے مارتی تھی۔

عن عبادۃ بن الزبیر قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و زحری و فی دورای و لم اظلم فیہ احد اذ من سفہی و حدائتہ سنی ان رسول اللہ قبض و هو فی حجری ثم وضعت راسہ علی و سادۃ و قمت القدم مع النساء و اضرب و جہی ۱۱۱

علامہ ابن اثیر ہزری لکھتے ہیں:

حضرت ابو بکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوحہ کرنے والیوں سے نوحہ کرایا، حضرت عمر نے ان کو رونے سے منع کیا وہ نہیں روئیں، حضرت عمر

واقامت عائشۃ علیہ النوح فنہا من عن البکاء عمد قایین ان ینتھین فقتال لہشام بن الولید ا دخل فاخرج الی ابنتہ

۱۔ المعین اسحاق محمد ذراہی المعروف ببلاسکین، متوفی ۹۵۴ھ معارج النبوة رکن ۴ ص ۹۴، مطبوعہ مطبعہ منشی نراکشور، لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، معارج النبوة ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۔ امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۲۱، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطبوعات، بیروت

نے ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابو بکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں ہشام گئے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ کو بلا گئے، حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوم کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

ابی قحافة اخت ابی بکر فقالت عائشة لهشام حين سمعت ذلك من عمر اني اخرج عليك بيتي فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت لك فدخل هشام فاخرج اليه ام فروة بنت ابی قحافة فعلاها بالدرّة ضربات فتفرق النوح حين سمعت ذلك له

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

واما بقية اهلہ ونسائه فان عمر بن سعد وكل بهم من يحرسهم ويكلثهم ثوار كبوهم على الرواحل في الهوادج، فلما مروا بمكان المعركة وماوا الحسين واصحابه مطروحين هنالك بكت النساء وصرخن وندبت نريذبا اخاها الحسين واهلها فقالت وهي تبكي:

يا محمداه يا محمداه صلى عليك الله وملك السماء هذا حسين بالعراسه مزمل بالدماء مقطوع الاعضاء يا محمداه وبناتك سبايا وذريتك مقتلة، تسفى عليها الصبا قال فايكت والله كل عدو وصديق.

قال قرّة بن قيس لما مدت النسوة بالقتلى صحن ولطمن خدودهن به

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور عورتیں کو عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو اونٹنیوں پر سجاووں میں سوا کر لایا۔ جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گزرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو غور میں رونے اور چلاؤ نے لگیں، حضرت حسین کی بہن زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضا پارہ پارہ ہیں، اے محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا چل رہی ہے، زینب کے اس نوحہ نے بہ خدا دوست اور دشمن سب کو رولا دیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گزریں تو وہ چلاؤں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

۱۲۰۰ھ

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۴۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت۔
۲۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۲ھ

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں، مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابرمختف سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واكثره من روایت ابي مختف لوط بن يحيى وقد كان شيعياً وهو ضعيف الحديث عند الاثمة له
اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حلت اور حرمت کتاب و سنت سے استفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔
اکثر کربلا کے واقعات ابرمختف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور وہ شیعہ تھا اور وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، شیخ البلاغہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مرتب ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔
عن ابي عبد الله عليه السلام قال كل الجزع والبكاء مكرهه سوى الجزع والبكاء على الحسين۔ (بحار الانوار عن الامامی شیخ مفید)۔
ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہر بے صبری اور گمراہی مکروہ ہے سوائے حسین پر گمراہی اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرمادیتا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرمادیتے، جیسے آپ نے جنبی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرمایا یا آپ نے آل محمد کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ فرمایا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کی اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا۔ اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور ایسا تو اللہ آپ کے ادھر سے

۱۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۴ھ

کام کو امام جعفر صادق نے آکر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنے اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا کیسے جائز یا مستثنیٰ ہو گا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اسے خواہ گرامی ترا سو گند

میدھم کہ چوں من از تیغ اہل جفا بالم بقا رحلت نمایم
گر بیان چاک کنید و رد مخراشید و داویلاہ
مگوئید۔ لے

پس وصیت فرمائی کہ اسے معزز بہن و حضرت
رینب) میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا
کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریہ
نہ بھاڑتا، منہ نہ پیٹتا اور داویلاہ نہ کہتا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے
قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی
حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور
اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا
کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مال بُرا ہو، تم نے
کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان
کی مدد نہیں کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا،
اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر
اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ
تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا بوجھ
اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو
بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو رولایا ہے،
اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے،
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے دلوں سے
رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست
میں ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار

ام کلثوم وخت دیگر حضرت سیدۃ النساء صلا
بگریہ بلند کردواز ہودج محترم ندا کرد حاضرانرا
کہ امی اہل کوفہ بد بحال شما و ناخوش باد رویہای
شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید یاری
اونکر دید و اورا بقتل آوردید و اموال اورا
غارت کردید و پردگیان حرم سرای اورا
امیر کردید و امی بر شما و لعنت بر رویہای شما
مگر نمیدانید کہ چکار کردید و چه گناہان داوار
بر پشت خود بار کردید و چه خونہای محترم ریختید
و چه دختران محترم مکرم را نالان کردید و مال حرم
جماعت را بنارت بردید و کشتید بہترین خلق
را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و
رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بد رستیکہ
گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعوان و
یاران شیطان زبان کار اند، پس شعری
چند در مرتبہ سید شہدا گفت اہل کوفہ خردش

خساکے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار مرتبہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلاہ واحسرتاہ کا شعر بلند ہوا اور نالہ و فریاد کا غلغلہ ہوا اور انہوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنی سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رخساروں کو پھیلا وہ واویلاہ واٹبوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

واویلاہ وواحسرتاہ بر آوردند وصدای نالہ و زاری و گمبہ و سوگواری و فومہ و نوحہ و نوحش بفلک سیر پوشش رسانیدند و زنان ایشان مویہا بر سر پریشان کردند و خاک حسرت بر فرق خود ریختند و روی خود را خراشیدند و طمانچہ بر رخسار خود میزدند و واویلاہ واٹبوراہ میگفتند و حشی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان ماتمی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید یہ

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ بیحد السبلانہ اور متاخرین میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو ان شاء اللہ ماتم اور عزا داری کرنے والوں کے تمام شبہا دور ہو جائیں گے اور وہ راہ راست پر آجائیں گے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت، سمانین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بناوے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد و آتہ النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین و علی اصحابہ الکاملین الراشدین و علی الطیبین الطاہرین و علی ازواجہ امہات المؤمنین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ من المحدثین و المفسرین و الائمة المجتہدین و العلماء الراشخین اجمعین

بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۱۳۹۸ھ

بَابُ تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْاَبِقِ كَافِرًا

۱۳۶ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

نَا إِسْمَاعِيلَ يَعْنِي ابْنَ عَلِيَّةَ عَنْ مَنْصُورِ ابْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَهُ يَقُولُ
أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى
يُرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْصُورٌ قَدْ وَاللَّهِ رُويَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلكِنَّ
أَكْثَرَهُ أَنْ يُرْوَى عَنِّي لَهْمُنَا بِالْبَصْرَةِ .

۱۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا حَفْصُ
ابْنِ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرَّتْ مِدَّةُ الدِّمَةِ .

۱۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ
عَنْ مَعْبُودَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَقَالَ كَانَ جَرِيرٌ بِنِ
عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُسْبَلْ لَهُ صَلَوةٌ .

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے
آقا کے پاس سے بھاگے گا وہ کافر ہو جائے گا ،
جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے
راوی منصور نے کہا بہ خدا! یہ حدیث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن میں اس بات کو
نا پسند کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ سے بصرہ میں روایت کی جائے
حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا
سے بھاگ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت سے نکل گیا ۔
حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے تو اس
کی نماز قبول نہیں ہوتی ۔

جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا

جواب دینا چاہیے ۔

اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کی اکثریت تھی اور خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا
ہے اور اس حدیث سے بظاہر مسک خوارج کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ غلام کا آقا سے بھاگنا گناہ
کبیرہ ہے، اور اس حدیث میں اس گناہ کی تیسرے کفر سے کی گئی ہے، اور یہی خوارج کا مسک ہے، اس لیے
منصور بصرہ میں اس حدیث کو بیان کرنا نا پسند کرتے تھے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں تھا، کیونکہ چاہیے یہ کہ
حدیث بیان کر کے اس کا جواب دیا جائے۔ باقی رہ جو اب تو اس قسم کی احادیث پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ اور
ان کی تشریح میں کئی جوابات بھی ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:
غلام کا آقا سے بھاگنا، یہ فعل کافروں کا ہے۔ یعنی کفار سے مشابہ ہے یا نال کار یہ فعل کفر تک پہنچا
دیتا ہے یا کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ بَيَانِ كُفْرٍ مَنْ قَالَ مُطْرِنًا
بِالنَّوْءِ
جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب
سے بارش ہوئی ہے اس کے کفر کا بیان

۱۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ حَالِدِ الْجُمَيْيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحَدِيبَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ قَامًا مِنْ قَالَ مُطَرُّنًا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالنُّكُوبِ قَامًا مِنْ قَالَ مُطَرُّنًا بِنُوءٍ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالنُّكُوبِ .

حضرت زید بن خالد جہتی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان کھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔

۱۴۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَقَالَ الْأَخْرَابِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ وَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَدْرُوا إِلَى مَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ مَا أَنْعَمْتَ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ بِهَا كَافِرِينَ يَقُولُونَ النُّكُوبُ وَبِالنُّكُوبِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس نے فرمایا میں اپنے بندوں کو جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھ کو فلاں ستارے یا ستاروں سے ملی ہے۔

۱۴۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ م وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے جو برکت بھی نازل کرتا ہے انسانوں میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ فلاں

ستارہ نے بارش برسائی۔

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِحٌ
مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُنَزِّلُ اللَّهُ الْغَيْثَ
فَيَقُولُونَ انْكَوْكِبْ كَذَا وَكَذَا وَفِي حَدِيثِ
الْمُرَادِيِّ بِكَوْكِبِ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کو بعض لوگوں نے شکر کہا اور بعض نے ناشکر ہی شکر گزاروں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا یہ فلاں فلاں ستاروں کا اثر ہے حضرت ابن عباس نے کہا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: فلا أقسم بمواقع النجوم۔ میں ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں پھر اس آیت کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ تجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ تک پڑھا رتم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بناتے ہو۔

۱۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّصْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا يُونُسُ مِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالَُوا هِيَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَلَا أَقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ حَتَّى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَتَّكُمْ تُكذِّبُونَ۔

ستاروں کے ٹوٹنے کے لئے قرآن مجید سے ابطال

ہوئی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، محفوظ کتاب میں رہے، اس کو صرف پاک لوگ چھوتے ہیں، رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو کیا اس کلام کے ساتھ تم مداہنت کرتے ہو، اور تم اپنے رزق کا شکر اس طرح ادا کرتے ہو کہ (قرآن مجید کی) تکذیب کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ ستاروں

فلا أقسم بمواقع النجوم، وإنه لقسمة لو تعلمون عظيمه، إنه لقرآن كريم، في كتب مكتون، لا يمسه إلا المطهرون، تنزيل من رب العالمين، أفبهذا الحديث أنتم مدهنون، وتجعلون رزقكم أنكم تكذبون۔

(واقعہ: ۸۲ - ۷۵)

کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ ستارے بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ بارشیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہیں اور ستارے بارش کے لیے میقات اور علامت ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

ان آیات سے یہ استفاد ہوتا ہے کہ بارشیں کو صرف اللہ عزوجل نازل فرماتا ہے، وہ اس میں مستقل متصرف ہے اور اس میں اس کا کوئی اور شریک اور سہیم نہیں ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن کریم جو عقائد حقہ پر مشتمل ہے اور تمہیں فوز و فلاح کی طرف ہدایت دیتا ہے تم اس کی اطاعت میں کستی اور مدد منت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ شکر ادا کرنے کی بجائے اس کا تکذیب کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ستاروں نے بارش برساتی۔

علامہ ہیئت کہتے ہیں سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک گردش کرنے والا ستارہ ہے جس کو وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں۔ پہلے آسمان

کواکب سیارگان اور برج کا بیان

پر قمر ہے، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر شمس، پانچویں پر مزج، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ اٹھویں آسمان پر ثابت ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے اور نواں آسمان فلک اطلس ہے جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے اور اٹھویں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے جو ہیئت متفرع ہوتی ہے وہ نواں آسمان پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے۔ یہ بارہ شکلیں ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت، اور ان کو علامہ ہیئت برج کہتے ہیں، فلک اطلس کو ان بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا ہے اور یہ بارہ برج ان کواکب سیارہ کی منازل ہیں، مثلاً سورج کی ایک حرکت عرض ہے جو وہ فلک اطلس کے تابع ہونے کی وجہ سے کرتا ہے، یہ حرکت وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتا ہے، اسی حرکت سے دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے، سورج کی دوسری حرکت ذاتی ہے، یہ مغرب سے مشرق کی طرف ہے، ایک سال میں سورج اپنی ذاتی حرکت سے ان بارہ منازل (برج) کو طے کرتا ہوا فلک اطلس کا دور مکمل کرتا ہے، سال کے بارہ مہینہ اور گرمی اور سردی کے مختلف موسم سورج کی اسی ذاتی حرکت سے ظہور میں آتے ہیں۔

۱۔ علامہ ہیئت کہتے ہیں آسمان نہیں، آٹھواں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے کرسی کہا ہے اور نواں آسمان وہ جس کو شریعت نے عرش کہا ہے۔
 ۲۔ مثلاً بعض جگہ ستاروں کے جھمگٹے سے شیر کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں، بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج سرطان اور بعض جگہ ترازو کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس بارہ برج ہیں، قرآن مجید میں بھی برج کا ذکر ہے: **وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (بروج: ۱)** "برجوں والے آسمان کی قسم" اس آیت میں بروج سے مراد سورج کے سفر کی منازل ہیں۔ منہ

سودج کے علاوہ باقی سیارے بھی ان منازل (مروج) کو طے کرتے ہوئے ایک سال میں فلک اطلس کا دور اپنی حرکت سے طے کرتے ہیں۔

ستارہ پرستوں کا نظریہ

اہل نجوم (ستارہ پرست) جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں پہنچ جائے، تو مثلاً بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا دیباؤں اور سمندریوں میں طوفان آتے ہیں یا فصل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور اس کی تاریخ پیدائش سے اس کا ستارہ نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا ستارہ فلاں برج میں تھا اور یہ ستارہ سودج یا نحس ہے اور پھر اس کی زندگی میں رونما ہونے والے تمام واقعات کا رشتہ اس ستارے کے سفر سے جوڑتے ہیں کہ جب یہ ستارہ فلاں برج میں پہنچے گا تو مثلاً اس کو سفر میں کامیابی ہوگی، نوکری ملے گی، تجارت میں فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام اٹکل بچو اور ڈھکوسلے میں ناب بھی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کے کالم شائع ہوتے ہیں کہ ”آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا“ اور اس ہفتہ میں واقع ہونے والے تمام واقعات کی پیشگی خبریں دی جاتی ہیں اور لوگوں کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے یہ تمام باتیں بے اصل ہیں اور زمانہ جاہلیت کا یادگار ہیں، اسلام میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سخت رد کر دیا ہے، اور جو شخص ان باتوں کو سچ اور حق باور کرے وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح فنٹ پاتھ پر بیٹھ کر جو لوگ طوطے کے ذریعہ قسمت کا حال بتاتے ہیں یا جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب پر مطلع کرتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا بھی کفر ہے، اور عام طور پر یہ لوگ بالکل جاہل ہوتے ہیں، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ کون سا ستارہ کس فلک میں ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ برج کس چیز کا نام ہے، انہوں نے صرف چند ستاروں اور چند برجوں کے نام یاد کیے ہوتے ہیں اور ان کا نام لے کر اپنی علمیت یا جہالت کا رطب ڈالتے ہیں یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اسباب کی تاثیر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر چیز کو موجود کرنے کا ایک سبب بنایا ہے، لیکن یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کے بغیر اس چیز کو موجود کر دے، اور اگر وہ کسی چیز کو پیدا کرنا نہ چاہے تو ان اسباب کے باوجود وہ چیز موجود نہیں ہوتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا لیکن اس نے عورت کے بغیر حضرت حوا کو پیدا کر دیا اور مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرد اور عورت انسان کی پیدائش کا سبب ہیں، مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے باوجود بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوائیں علاج کا سبب ہیں لیکن کبھی دوا کو استعمال کرنے کے باوجود شفا نہیں ہوتی اور کبھی استعمال کیے بغیر شفا ہو جاتی ہے اور ایسا اس لیے ہوتا ہے لوگوں کی نظر اسباب پر نہ رہے سبب الاسباب پر رہے، اور لوگ

اسباب کو نہیں اللہ تعالیٰ کو موثر حقیقی سمجھیں، اور کسی چیز کے سبب کو حاصل کرنے کے باوجود اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور دعا استعمال کرنے کے باوجود اس سے شفا کی امید رکھیں سورج شخص اسباب حاصل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو موثر حقیقی گردانتا ہے وہ مومن ہے اور جو شخص ان اسباب کو موثر حقیقی مانتا ہے وہ کافر اور دہریہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کو بارش برسانے میں موثر حقیقی مانتا کفر ہے اور یقینی سبب مانتا بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن کفر نہیں ہے البتہ کفار کے قول کے مشابہ ہونے کی بنا پر مکر وہ ہے۔ اسی طرح باقی اسباب کا حال ہے مثلاً سورج کو روشنی کے لیے موثر حقیقی مانتا کفر ہے، چونکہ اس کا روشنی کے لیے سبب یقینی ہونا دلیل سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سبب یقینی ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس کی تاثیر پر حتمی دلیل نہ ہو اس کو اسباب ظنیہ کے طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مختلف دواؤں کا مختلف امراض میں موثر ہونا۔ ان کو اسباب غالبہ ظنیہ کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعِلَامَتِهِ وَبُغْضِهِمْ مِّنْ عِلَامَاتِ النِّفَاقِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا اور ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے۔

۱۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

۱۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخَارِجِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ يَعْنِي ابْنَ الْخَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان

۱۲۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ اللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ حَبَّابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔

عَلَيْهِ وَالِمْ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا الْمُؤْمِنُ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُتَافِقٌ مِّنْ أَحِبِّهِمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ لِعِدَائِي سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ إِيْسَى حَدَّثَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ عَنْ سَهِيلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَرَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَرَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

۱۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَابُومَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَنَا أَخْبَرَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عِدَائِي بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدَ النَّبِيِّ الْأُرْحِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِمْ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ لَا يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُتَافِقٌ -

انصار سے اگر اس وجہ سے بغض ہو کہ یہ انصار رسول اللہ ہیں یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ تو یہ یقیناً کفر اور نفاق ہے اور اگر کسی اور وجہ سے ناراضگی ہو جیسے بعض صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف تھے یا جیسے حضور کے وصال کے بعد ہاجرین اور انصار میں خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہوا تو اس قسم کا اختلاف یا ناراضگی اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت علی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی اور وجہ ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلافات

رہے تو یہ بغض کفر نہیں ہے، انصار نے دین اسلام کی نصرت کی، اور مسلمانوں کو پناہ دی، دین اسلام کی مہارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کی خاطر جان و مال کو خرچ کیا اور آپ کی وجہ سے لوگوں کی دشمنی مول لی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر ہمیشہ بہا قربانیاں دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑا، اس وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ ان سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

عبادات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق

بَابُ بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِتَقْصِصِ الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلَى غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى كُفْرَ النِّعْمَةِ وَالْحَقْوِقِ

۱۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحَ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الْإِسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتْ أُمُّ رَأَةَ مِمَّنْ هُنَّ جَزَاءٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَسَأَلَ مَكْثِرُونَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرُونَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَافِضَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِيذِي لِي مِمَّنْ كُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالذِّبْنِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةٌ أَمْرًا تَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةٌ رَجُلٍ فَهَذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَ تَمَكُّتُ اللَّيَالِي مَا تَصَلَّى وَتَفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهَذَا نُقْصَانُ الدِّينِ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَكْرِ بْنِ مُصَرَّعٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ-

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خواتین! تم صدقہ کیا کرو، اور بکثرت استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے تم لوگوں کو جہنم میں بکثرت دیکھا، ان میں سے ایک صاحب عقل خاتون نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم میں ہماری اکثریت کس سبب سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیونکہ تم بکثرت لعنت کرتی ہو اور شوم سر کی نافرمانی کرتی ہو، ناقص العقل اور ناقص الدین ہونے کے باوجود وانا اور زیرک شخص کی عقل کو زائل کرنے والا میں نے صرف تمہیں کو دیکھا ہے، اس عورت نے پوچھا یا رسول اللہ ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ ہے کہ ماہ سواری کے ایام تم نماز پڑھ سکتی ہو، نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔

۱۵۰- وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَوَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَحَدَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَزِيدُ بْنُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔

أَسْأَلُكَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
 الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -
 (۱۵) - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَوَقْتَبَةُ وَ
 ابْنُ جُبَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ
 عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو وَعَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 بِحَدِيثٍ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
 اس حدیث کی مثل روایت کیا جیسے حضرت ابن عمر نے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

مومن کو لعنت کرنے کا حکم | اس حدیث میں ہے: زیادہ عورتیں جہنم میں اس وجہ سے جائیں گی کہ وہ بکثرت
 لعنت کرتی ہیں اور خداوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق
 ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لعنت میں لعنت کا معنی ہے ابعاد، دور کرنا، اور اصطلاح شرع میں اس
 کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔ اس لیے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز
 نہیں ہے، اس لیے کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ہاں جس شخص کی کفر
 پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابو جہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا
 جائز ہے، جیسے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور فاسقوں اور کافروں پر اللہ کی
 لعنت ہو، اسی طرح ان تمام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے یہ
 یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور جلد سابع میں مکمل
 بحث کی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی
 ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عورت کی نصف شہادت کی تحقیق | اس حدیث میں ہے: عورت کی عقیق کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت
 ایک مرد کے برابر ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے اور دو عورتوں
 کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۹۷، ۲۶۱، ۳۶۳) امام مسلم، امام ترمذی، (ص ۳۷۵) امام ابو داؤد

۱۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ مکتبہ المدینہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رج ۲ ص ۲۸۷) امام ابن ماجہ (ص ۲۸۹-۲۸۸) امام حاکم نیشاپوری (رج ۲ ص ۹۰) علامہ ذہبی (رج ۲ ص ۱۹۰)، امام احمد بن حنبل (رج ۲ ص ۶۷) امام دارمی (رج ۱ ص ۱۹۰) امام بیہقی (رج ۱ ص ۳۰۸) اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے:

ان تصل احدهما فتذکر احدهما الاخری

تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

(بقرہ ۲۸۲، ۴)

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس کو دس اجلہ ائمہ حدیث سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث حکماً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بعض متجدد علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا عورت کو آدھا انسان قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ انسانیت کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس معاملہ میں دو مرد تیسرے آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، یہ اختیار ہی شہادت کا معاملہ ہے یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو، ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا، قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصداً اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنا نا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ۔ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسیع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعی علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف گواہ کو ڈراتا اور دھمکانا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو روئے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا رکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اول قول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سب سے کم سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں محدود سے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرات اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالتاً اور بالذات دو مردوں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی مفرد اور معاملہ کے وقت دو مرد بیسرنہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خون سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تصل احداھما فتدکرا احداھما
الاخری۔ یعنی ۲۸۲:۵

تاکہ ایک عورت بھول جاتے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشہادۃ انما ہونسیان
جنء منها و ذکر جزء و یبقی المرء حیران
بعد ذلک ضالا یہ
شہادت میں ضلال یہ ہے کہ ایک چیز یاد سے
اور دوسری یاد نہ رہے اور انسان سرگشتہ و
حیران ہو۔

و کلام بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو یارو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول فرل باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہے، اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃً قوی، جرات مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا، اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہائے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چونکہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقع پر ان دو عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر ہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہ واقف ہوتی ہے اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دو مرد بیسرنہ آسکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جاسکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۶ھ

مقرر کیا ہے۔

بیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منقعل مزاج ہوتی ہے اس لیے فریق مخالف کے وکیل کی جرح کے موقع پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منقعل یا متاثر ہو کر اصل موقف سے پھسلنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو بر وقت اصل موقف یاد دلا سکے۔

وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکورہ الحدیث بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان سے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منقعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جہالت اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عاوانہ، فطرۃً گھریلو معاملات اور امور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے درنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا، اب ہم قارئین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن الحارث قال تزوجت امراتہ فجاءت امراتہ فقالت انی ارضعتکما فأتیت فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف وقد قیل دعھا عنک لہ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اس ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استجاب پر محمول ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کہنا واجب نہیں

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۸ھ

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں

مذکورہ الصدر احادیث، اثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ حقیر اور ذلیل ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟

اگر مرد یہ اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو دو مردوں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہو گا؟ نہیں بلکہ یہ ہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ وبحمده سبحان اللہ العظیم۔

مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدمی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کٹری شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلاء اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیسے ہیں کہ اس پر معاشیں اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حیض میں نازوں کا مکلف نہیں کیا، حالت حیض، حمل اور رضاعت میں روزے سے قضا کرنے کی سہولت دی ہے، اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے مدد اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں

- ۱۔ اس حدیث میں کفرانِ نعمت اور خاوندکی ناشکری پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔
- ۲۔ اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادتی کا بیان ہے۔
- ۳۔ امام اور غلامِ کار عیاد اور عوام کو وعظ کرنا، ان کو نیکی پر برا بیگنہ کرنا اور گناہوں سے منع کرنا۔
- ۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امت مسلمہ کو اگر عالم کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ عالم سے سوال کرے اور وضاحت طلب کرے۔
- ۵۔ شوہر کی اطاعت اور اس کے افہام کا شکر کرنا واجب ہے۔
- ۶۔ ناشکری اور لعن طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
- ۷۔ صدقہ کرنے اور استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں حتیٰ کہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر جہنم کو دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا میں نے عورتوں کو بکثرت جہنم میں دیکھا۔
- ۹۔ ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوندکی ناشکری کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔
- ۱۰۔ چونکہ ابھی تک جنت اور جہنم میں جنا اور سزا کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو دیکھا" کے تین مطلب ہیں۔ اول یہ کہ دیکھنے سے مراد علم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا فرمایا تھا، دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں بکثرت عورتیں دیکھیں سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے واقعات دکھا دیے ہوں۔

نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق

بَابُ بَيَانِ اِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ

تَرَكَ الصَّلَاةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کر لیتا ہے تو شیطان روزنا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ

۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاذٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ انْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي

سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں انکار کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا۔

يَقُولُ يَا وَيْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ يَا وَيْلَهُ
أَمْرًا بِنِ اِدْمِ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ
أَمْرًا بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

۱۵۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكَيْفٌ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَعَهُ غَيْرَاتٌ
قَالَ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَعِثْمَانُ
بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا
جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ
جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ
تَرْكُ الصَّلَاةِ۔

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ الْمُسَبِّحِيُّ حَدَّثَنَا
الصَّخَّالِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور تبلا یا کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت اس تغیر کے ساتھ منقول ہے کہ میں نے نافرمانی کی تو میں جہنم کا مستحق ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۵۴۲ میں ہے: انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ

پڑھنے کا فرق ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے، اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے، اس سے تو یہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو نبھا دینا اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ منتقدین کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے، عبد اللہ بن المبارک اور اسمعیلی

بن راہ ہویہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہ ہکوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام مزنی کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر توبہ بیگانی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، اور نماز پڑھنے لگے۔
جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:-

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء -

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

(نساء: ۴۸)

جو شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں:

من قال لا اله الا الله دخل الجنة -

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

من مات وهو يعلم ان لا اله الا الله دخل الجنة -

جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

حرم الله على الناس ان قالوا لا اله الا الله -

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

جو علماء تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكاة فخلوا سبيلهم (توبہ: ۵)

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو۔

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے:

مجبے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله و يقيموا الصلوة و يؤتوا الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دما نهم و اموالهم -

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔

کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

لفقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور غسل صالح دونوں کے مجہول کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادا کی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے سیدی غفران جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، یعنی بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے، اور دوسرے علماء نے اس باب کی حدیث ”بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے“ کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو مال کار کفر کی طرف لے جاتی ہے، یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابو حنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الشیب الزان والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو، وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالَى أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ

اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔

۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مَرْجٍ حَدَّثَنَا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۱، ملخصاً وموضحاً، نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد، فرمایا حج مقبول۔

ابراہیم بن سعدی و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ اِئْتِمَانٌ بِاللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۵۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے عمدہ اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا اگر میں اس کی طاقت نہ رکھ سکوں؟ فرمایا کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کرو یا کسی بے ہنر شخص کے لیے کام کرو، میں نے عرض کیا اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں؟ فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا۔

۱۵۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزُّهْرِيُّ أَنِّي حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّادٍ الْجَلْبِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ اِئْتِمَانٌ بِاللَّهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْفُسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا شِمْتًا وَقَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ قَالَ تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَضَعُ يَدَ خَرْقٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا آيَةُ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكْفُ بِشْرِكَ عَنِ النَّاسِ وَإِنْهَا مَدَّةٌ قَدْ قَمِنَتْ عَلَيْكَ نَفْسِكَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۵۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَبِيبِ مَوْلَى عَمْرٍو بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرٍو بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَّادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِتَحْوِيلِهِ عَنِ ابْنَةِ قَالَ

فَتَعَيَّنُ الصَّائِعَ أَوْ تَصَنَّهُ لِأَخْرَقِ -

۱۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ
الْعِزَّارِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَيَّاسٍ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ
أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ يَوْمَ قُتِلَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ
قَالَ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ الْجِهَادُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَا تَرَكْتُ أَسْتَرِيدُكَ إِلَّا الرَّغَاءَ
عَلَيْهِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ
نے فرمایا نماز کو اس وقت میں پڑھنا، میں نے پوچھا
اس کے بعد؟ فرمایا والدین کے ساتھ مکی کرنا۔ میں
نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا،
حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں ابھی کچھ اور بھی
پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے مزید سوال نہیں
کیے کہ کہیں کثرت سوالات آپ کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

۱۶۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ
حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا
أَبُو يَعْقُوبَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعِزَّارِ عَنْ أَبِي
عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ
قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَوَاقِبَتِهَا قُلْتُ وَمَا ذَا يَا نَبِيَّ
اللَّهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ!
کس عمل سے جنت کا حصول زیادہ قریب ہوگا؟ آپ
نے فرمایا نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنا، میں نے
عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعِزَّارِ
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَمْرِو الشَّيْبَانِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ
هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا
قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ
أَيُّ قَالَ ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي
بِهِنَّ وَتَوَاسَّوْا دُشَّةً لَرَادَنِي -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ
محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا،
میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ
نیکی کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ
کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان ہی سوالات پر اکتفا کر
اگر میں اور پوچھتا تو حضور اور تکا دیتے۔

۱۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا

جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ
وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ وَمَا سَمَّاهُ كِتَابًا

۱۶۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
جَبْرِ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَمْرِو
الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوْ
الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لَوْ قُتِلَ وَبِذِ الْوَالِدَيْنِ -

اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے
افضل عمل! وقت پر نماز پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ
نیکی کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات

اس باب کی بعض روایات میں افضل عمل میں اللہ پر ایمان
لانا، پھر جہاد کرنا، اور اس کے بعد حج کرنے کا

ذکر ہے اور بعض روایات میں افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر حج کرنے کا
ذکر ہے اور اس سے پہلے ابواب میں سے بعض ابواب میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنا اور بعض ابواب
میں کسی شخص کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کا محفوظ رہنا افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض کی
وجہ سے یہ اشکال ہوا کہ حقیقت میں افضل عمل کون سا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ مختلف جوابات
سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہیں یعنی اگر کسی شخص میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے
میل جول رکھنے کی کمی تھی تو اس کے حق میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنے کو قرار دیا، اسی طرح
جہاد، حج اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کے حق میں اسی عمل کو
افضل قرار دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال افضل اعمال سے ہیں جہاں جس کو مناسب سمجھا بیان کر دیا تبیل
جواب یہ ہے کہ یہ جوابات حالات کے اعتبار سے ہیں بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض حالات میں حج
اور بعض میں والدین کی اطاعت۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عقائد کے باب میں ایمان یا اللہ سب سے افضل
ہے اور اعمال میں بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں بعض صرف بدنی عبادات ہیں، بعض
صرف مالی اور بعض بدنی اور مالی کا مجموعہ اور حقوق العباد میں ماں باپ اور عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔
حقوق اللہ کے اعتبار سے بدنی عبادات میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا سب سے افضل ہے اور
مالی عبادات میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اور مالی اور بدنی عبادات کے مجموعہ میں حج اور جہاد سب سے
افضل ہیں اور حقوق العباد کے اعتبار سے والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور عام لوگوں کو کھانا کھلانا اور لوگوں سے
میل جول رکھنا اور ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا افضل اعمال ہیں۔

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کے

بعد بڑے گناہوں کا بیان
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوبِ

وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

۱۶۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحْسَبُ

ابن ابراہیم قال اسحق اخبرنا جریر وقال
عثنان ثنا جریر عن منصور عن ابي وائل
عن عمرو بن شرحبيل عن عبد الله قال
سالت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
أشئ الذنب أعظم عند الله قال أن تجعل يده
نذاً وهو خلقك قال قلت له إن ذلك
لعظيم قال قلت ثم أئى قال ثم إن تقتل
ولذلك معافاة أن يطعم معك قال قلت
ثم أئى قال ثم إن تزني حليلة جارك -

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔

۱۶۶ - حدثنا عثمان بن أبي شيبة وإسحاق بن إبراهيم جميعاً عن جرير قال قال عثمان نا جرير عن الأعمش عن أبي وائل عن عمرو بن شرحبيل قال قال عبد الله قال يا رسول الله أشئ الذنب أكبر عند الله قال أن تدعو الله نذاً وهو خلقك قال ثم أئى قال أن تقتل ولذلك معافاة أن يطعم معك قال ثم أئى قال أن تزني حليلة جارك فأنزل الله تصديقها والذين لا يدعون مع الله الهاً آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق آثاماً -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو، پھر حضور کے اس ارشاد کی تصدیق میں قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ اپنی سزا کو پالیں گے۔

ف: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے بعد قتل ناحق کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان کے بعد زنا، لواطت، ماں باپ کی نافرمانی، سحر (جادو) مسلمان پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا، سود کھانا اور اس جیسے امر گناہ کبیرہ ہیں، اور ان میں سے ہر گناہ کو اکبر الکبائر کہا جاتا ہے

بَابُ الْكِبَائِرِ وَكِبَرِهَا

معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان

۱۶۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ بَكِيدٍ ابْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ قَالَ نا إسماعيل بن علكية عن

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے

سَعِيدُ الْجَرِيرِيِّ قَالَ ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي
بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِلَّا أَنْبَتَكُمْ بِأَكْبَرِ
الْكِبَايِرِ قُلْتُمْ الْإِشْرَاقُ يَا اللَّهُ وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ
وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ وَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِفًا فَجَلَسَ
فَمَا زَالَ يَنْزِرُهُمَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ .

۱۶۸- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَمَرِيُّ
قَالَ نَحْنُ لِدَا وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَأْتِيَنَا
قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ
الْعَبَّاسِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْكِبَايِرِ قَالَ
الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَفَقْتُلُ النَّفْسِ

۱۶۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السَّرِيِّ بْنِ عَبْدِ
الْحَمِيدِ قَالَ نَأْتِيَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأْتِيَنَا
قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكِبَايِرَ أَوْ سَمِعْتُ
الْكِبَايِرَ فَقَالَ الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ وَفَقْتُلُ النَّفْسِ
وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ إِلَّا أَنْبَتَكُمْ بِأَكْبَرِ
الْكِبَايِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ أَوْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ قَالَ
شُعْبَةُ وَكَأَنَّ بَرِظَةَ أَخْبَرَتْ أَنَّ شَهَادَةَ الزُّوْرِ

۱۷۰- حَدَّثَنِي هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدِ الْأَيْلِيِّ قَالَ
نَأْتِيَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ بْنُ يَدْلَانَ عَنْ
ثَوْرِ بْنِ مَرْيَدٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَا هُنَّ قَالَ الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَفَقْتُلُ
النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَكُلَّ مَالٍ

ہوئے تھے، اچانک آپ نے تین بار فرمایا کیا
میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ پھر
ان کے بارے میں فرمایا، کسی کو اللہ کا شریک بنانا
اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ
بولنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے
ہوئے تھے، دفعۃً آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے
اور بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے
دل میں کہا کاش آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق فرمایا،
کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی
کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے
متعلق — فرمایا، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک
بنانا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا
کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ فرمایا
جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، حضرت انس کہتے
ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی
گواہی فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات
ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے سات
گناہ ہیں؟ فرمایا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا،
جاؤ و کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود
کھانا، جہاد سے بھاگنا، اور پاک دامن عورتوں پر

بدکاری کی تہمت لگانا۔

الْيَتِيمَ وَ أَكَلَ الرِّبَا وَالشَّرَى يَوْمَ الرَّحْمَةِ
وَقَذَفَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ -
۱۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَى لَيْثُ
عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَمِيدِ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ
الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَلْبَابِ شَرِّ الرِّجَالِ وَالذِّبْرِ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ
قَالَ نَعْدُ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ
وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ -

۱۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
حَاثِمٍ قَالَ نَأَى حَيْوَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَسَفِيَانُ
كَلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَهُ -

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ صحابہ
کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے
ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ایک
شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب
میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص
کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔
امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے
فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول
ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۱ میں ہے سات ہلاک
کرنے والے گناہوں سے بچو۔

سات کبائر کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، بعض میں تین کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، اور
بعض میں چار کا بیان ہے۔ ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت فحش معصیت
کے قبیل سے ہیں اور ان کا بہت زیادہ وقوع ہوتا ہے، ان احادیث میں ان کبائر کا ذکر نہیں کیا گیا جن
کا دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں ماں باپ کو گالی دینے اور پیشاب
کے قطروں سے احتراز نہ کرنے کو بھی کبائر میں اٹھا رکھا گیا ہے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں
جھوٹی قسم کھانے اور بیت اللہ کو حلال قرار دینے کو بھی معصیت کبیرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف
ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ

کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، استاذ ابواسحاق اسفرائینی شافعی اور دیگر علماء کا یہی قول ہے،
قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے، اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی عظمت اور جلال کے اعتبار سے اس کی ہر مخالفت گناہ کبیرہ ہے، اور جمہور سلف اور خلف نے یہ کہا ہے

کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ کتاب اور سنت کے دلائل اور امت کے سلف اور خلف کا یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی مخالفت بعض دوسرے احکام کی بہ نسبت کبیرہ ہے بعض خلاف ورزیاں ایسی ہیں کہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، وضو، ہنڈی اور عاشوراء کے روزے یا دیگر نیکیاں ان کا کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، اور بعض ایسی خلاف ورزیاں ہیں جن کا یہ نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں ہے "عبت تک کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب نہ ہو" پس جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں وہ صغیرہ ہیں اور جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں وہ کبیرہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ کے ثبوت پر یہ عمدہ دلیل ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی طرف منقسم ہوتے ہیں تو ان کی تعریفوں میں پھر اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں

یہ کہا ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ، غضب، لعنت یا عذاب کی خیر دی ہو وہ کبیرہ ہے، حسن بصری سے بھی یہی تعریف منقول ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کی وعید سنائی ہو یا دنیا میں اس پر حد مقرر کی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، امام غزالی نے یہ کہا کہ ہر وہ گناہ جس کو انسان بغیر کسی خوف اور جھجک کے کرے وہ کبیرہ ہے، اور ہر وہ گناہ جس کو انسان ڈرتے ڈرتے کرے اور گناہ کی لذت پر اس کے عذاب کا خوف غالب رہے اور اس پر ارتکاب معصیت کے وقت ندامت طاری رہے وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا جس گناہ کے ارتکاب پر کتاب اور سنت میں دنیا میں حد بیان کی گئی ہو اور آخرت میں اس پر دوزخ کی وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، شیخ امام ابو محمد بن عبد السلام نے بیان کیا ہے کہ دو گناہوں کے مفاسد کا تقابل کرو جس گناہ کے مفاسد زیادہ ہوں وہ کبیرہ اور دوسرا صغیرہ ہے، مثلاً "کسی مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کے لیے بند کرنے یا کسی مسلمان شخص کو قتل کے لیے بند کرنے کا فساد یتیم کے مال کھانے کے فساد سے زیادہ ہے، اسی طرح کفار کو مسلمانوں کے خفیہ امور پر مطلع کرنا جس کے نتیجے میں وہ مسلمان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو لوٹ لیں اس کا فساد اور وبال میدان جنگ میں پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے، پھر انھوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس معصیت کو انسان بے پرواہی کے ساتھ کرے وہ کبیرہ ہے۔

امام ابوالحسن الواحدی وغیرہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف غیر معرووف ہے، بلکہ شریعت نے بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو صغائر کے ساتھ متصف کیا ہے، اور بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے نہ صغائر کے ساتھ اور یہ کبائر اور صغائر دونوں کو شامل ہیں اور اس کے بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان تمام معاصی سے بچتا رہے کہ مبادا یہ کبائر ہوں اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا اور جمعہ کی ساعت قبولیت کو مخفی رکھا، رات میں اجابت دعا کی ساعت کو مخفی رکھا، اور اسم اعظم کو مخفی رکھا۔

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵ - ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے معاصی کے بیان میں ایک سال لکھا ہے، اس میں بیان کیا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔ علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ تعریف مستفاد ہوتی ہے کہ مومن کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے، ہمارے نزدیک یہی تعریف مناسب ہے۔

اصرار معصیت اور تکرار معصیت | علامہ نے یہ کہا ہے کہ معصیت صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ کر دیتا ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس و غیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی

ہے کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ استغفار سے کبیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور شیخ ابو محمد بن عبدالسلام نے کہا کہ اصرار کی مدد سے کہ وہ گناہ کی پرواہ کیے بغیر بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرے، اور شیخ ابو عمرو بن صلاح نے یہ کہا کہ اصرار اس وقت ہو گا جب وہ توبہ کی ضد کے ساتھ متصمم ہو گا مثلاً ارتکاب معصیت کے وقت اس کو دوبارہ کرنے کا عزم ہو، یا اس معصیت کو ہمیشہ کرنے کا ارادہ ہو، یا معصیت کے ارتکاب کے بعد اس پر نادم نہ ہو، اور اگر اس نے گناہ صغیرہ کیا اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لی اور شامت نفس سے پھر دوبارہ وہ گناہ کر لیا اور پھر نادم ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے، اور اصرار معصیت نہیں ہے۔ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث میں ہم نے یہاں مختصر کلام کیا ہے اور شرح صحیح مسلم جلد فاس میں ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اہل علم اور اہل ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

شکر کی تعریف | حدیث نمبر ۷۰۱ میں سات چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور ان میں پہلے شکر اور سحر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شکر ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شکر نہیں ہے۔

سحر کی تعریف | علامہ آلوسی لکھتے ہیں: وہ عجیب و غریب کام جو عام عادت اور معمولات کے خلاف ہو، جس کو بعض دفعہ اقوال جمیئہ مثلاً کلمات شکر کبیرہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ افعال جمیئہ مثلاً ستاروں کی عبادت اور گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ عقائد جمیئہ مثلاً شیطان اور گناہوں کی عبادت سے حاصل کیا جائے۔ مہر علماء کے نزدیک جادو کرنا اور اس کے حق ہونے پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، بعض علماء نے کہا جادو کو باطل سمجھ کر سیکھنا جائز ہے مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا جادو سے حقیقت میں افعال ہو جاتے ہیں اور بعض نے کہا یہ محض تخیل (ہیپناٹیزم) اور نظر بندی ہے یعنی اپنی قوت مجاہدہ کو دوسرے شخص کے ذہن پر اثر انداز کرنا جس سے اس کا ذہن حامل

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۷۲ھ رد المحتاز ج ۱، ص ۲۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ کبیری بن نثرین نوری متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ دار الفکر کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱، ص ۳۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کے تابع ہو جائے اور عالم جو کچھ اس کے ذہن میں افکار کرے اس کو وہی نظر آنے لگے، شبیدہ بازی یعنی اٹھکی صفائی سے کوئی کترب دکھانا، جاوڑ کے علاوہ ایک چیز ہے۔

بَابُ تَحْرِيرِ الْكَبْرِ وَبَيَانِهِ

تکبر کے حرام ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے تکبر اپنی انانیت کی وجہ سے حق بات کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

۱۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَابْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ ابَانَ بْنِ تَغْلِبٍ عَنْ فَضِيلِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ اِنَّ اللَّهَ بِجَمْدٍ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَعَمِطُ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رانی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رانی کے دانہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔

۱۴۴ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَكَلَاهُ مَا عَنْ عَرِي بْنِ مُسَيْمِرٍ قَالَ مُنْجَابُ اَنَا ابْنُ مُسَيْمِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَدٍ يَنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَدٍ مِنْ كِبْرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

۱۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَابِرٌ دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ ابَانَ بْنِ تَغْلِبٍ عَنْ فَضِيلِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

حدیث نمبر ۱۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحدت

اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسین اور جمیل ہے، اور اللہ تعالیٰ

کے اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی صفات جمال اور کمال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی مجمل ہے یعنی جمال عطا فرماتے والا، جیسے کبیر کا معنی مکرم اور سمیع کا معنی مسموع ہے، امام قشیری نے کہا جمیل کا معنی ہے جلیل، علامہ خطابی نے کہا اس کا معنی ہے وہ جمال کا مالک ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال جمیل ہیں وہ تم پر لطف اور مہربانی کرتا ہے، وہ تمہیں کم کام کا مکلف کرتا ہے، اس میں تمہاری مدد کرتا ہے اور اس کا اجر زیادہ عطا فرماتا ہے۔

جمیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حدیث صحیح میں آیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے، نیز ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں لیکن اس کی سند میں بحث ہے، اور مذہب مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ جمیل کا اطلاق جائز ہے، اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے، امام اکھرنی نے کہا جن اسماء اور صفات کا اطلاق شریعت میں آگیا ہے ہم ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کے اطلاق سے منع کیا ہے ہم ان سے منع کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کا اطلاق ثابت ہے نہ ان سے منع کیا گیا ہے، ہم ان پر حلال یا حرام کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ احکام شرعیہ کو ان کے ماخذ شرعیہ سے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک مذہب صحیح یہ ہے کہ درود شرعی سے پہلے کسی چیز کے حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہیں ہے، بعض علماء نے کہا درود شرعی سے پہلے اشیاء مباح تھیں، بعض نے کہا کہ درود شرعی سے پہلے ان کا حکم توقف تھا اور ان مختلف اقوال میں پہلا قول مختار ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا ثبوت نہیں ہے | جن اسماء اور صفات کا ثبوت ہے نہ ان کی ممانعت ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کے اطلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب تک کتاب اللہ، سنت متواترہ یا اجماع سے ان کا ثبوت نہ ہو، ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، اور اگر ان کا ثبوت خیر واحد میں ہو جیسے یہاں لفظ جمیل کا اطلاق ہے، تو اس میں بھی اختلاف ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز کہا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے پکارنا جائز ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور خبر واحد کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو جمیل کہنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے | حدیث نمبر ۱۷۳ میں ہے: جس کے دل میں برائی برابر بھی تکبر جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:
۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے وہ بالکل جنت میں نہیں جائے گا۔

۲۔ علامہ کیلی بن شرف، نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ جس وقت مومن جنت میں جائے گا تو اس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بالکل صاف کر کے اسے جنت میں بھیجے گا۔

۳۔ متکبر ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا متواضع لوگوں کے بعد جائے گا، یا تکبر کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنُزِعْنَا مَنَافِيَ صِدَادًا مِّنْ هَدْمٍ غُلٍّ - (اعراف: ۴۳)

ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی نخش نکال لیں گے۔

علامہ خطابی کی ذکر کردہ یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں، کیونکہ اس حدیث میں معروف تکبر کی نفی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بلند سمجھا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے اور انا نیت کی بناء پر حق کا انکار کیا جائے، بلکہ اس حدیث کی صحیح تاویل وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ تکبر کو ابتداءً جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا بلکہ تمام مومنین کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا متیقن کے داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا جو متکبرین بلا توبہ تکبر پر ہی مر گئے، ان کو اس تکبر کی سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔

قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے | اس حدیث میں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا،

قیمتی بلبوسات پہننا، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا، خوش رنگ اور خوبصورت گھروں میں رہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے اور یہ امور نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن، جمال اور زیب و زینت کو پسند فرماتا ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے تجاوز نہ ہو، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ سین سبزہ زار وادیاں، خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں سے لدے ہوئے باغات، چشمے اور کہسار حسین و جمیل پرندے اور حیوانات چاند سورج اور ستارے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل مخلوق اسی لیے پیدا فرمائی ہے کہ وہ حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آرائش اور زیبائش کا اہتمام کرنا اور لذت کو چرانا کرنا یہ تمام امور مستحب ہیں، اسی طرح اشب مہراج، شب برات اور شب قدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتی ان نعمتوں کی خوشی میں زیب و زینت کا انتظام و انصرام کرنا مستحب امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عیش و عشرت کے سامان ہتیا کرنا اور اسراف اور تبذیر کی مکمل بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔



بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ
مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس
کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مر اس کے
دوزخی ہونے پر دلیل

۱۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيبِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَكَيْعٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ
وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا اور حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جس شخص
کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۴۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَرِيرَةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
كَرْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
أَبِي سَفِيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَا الْمُؤَجَّبَاتُ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ
شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ
شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص
حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ کون سی دو چیزیں
ہیں جو جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ ایمان
پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا خاتمہ
شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

۱۴۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ الْغِيلَانِيُّ سُلَيْمَانُ
ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا
عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ نَاقِرَةُ عَنْ أَبِي
الرُّبَيْرِ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ
شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ
قَالَ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَبُو الرُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات
کرے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنایا
ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ
سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک
بنا چکا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۴۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا
مُعَاذُ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أَبِي عَنْ أَبِي

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا
کہ اس سند سے یہ بھی روایت اسی طرح منقول ہے۔

الرَّبِّ بِرِغْنٍ جَابِرَاتٍ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَمِثِلُهُ -

۱۸۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْتَنَى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُنْتَنَى تَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلِ الْأَحْطَابِ عَنِ الْمَعْرُورِيِّ بْنِ سُرَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ مَرَّ بِي دِرَانٌ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَلَنْ سَرَقَ -

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگرچہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو، کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔

۱۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاحْمَدُ بْنُ يَحْيَى

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ میں تیسری بار حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو، آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو، میں نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار سوال کے جواب میں یوں فرمایا اگرچہ وہ شخص زنا اور چوری کرتا ہو وہ ابو ذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہو جنت میں چلا جائے گا۔ ابو ذر مجلس سے اٹھ گئے۔ اور (ذوق و شوق سے) بار بار یہ کلمہ دہرا رہے تھے ابو ذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہوا۔

قَالَ أَحْمَدُ تَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الرَّارِثِ قَالَ تَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمَعْلَمِ عَنِ ابْنِ بَرِيدَةَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمُرَ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدَّيْلَمِيِّ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَنَا قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيَّ ثَوْبٌ أبيضٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ مَرَّ بِي دِرَانٌ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ مَرَّ بِي قَلْبٌ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى سَرَقَ قَالَ وَإِنْ مَرَّ بِي دِرَانٌ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى سَرَقَ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ عَلَى مَا غَدَا نَفِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ وَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ مَرَّ بِي دِرَانٌ سَرَقَ

کیا صرف لا الہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟

حدیث نمبر ۱۸۱ میں ہے: جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے وہ جنت میں جائے گا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نیک اعمال

کی کوئی ضرورت ہے نہ بد اعمالیوں سے کوئی ضرر ہوتا ہے اور یہ مرحہ کا مسلک ہے لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بد اعمالیوں پر سزا ملتی ہے، نیز قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات و احادیث سے الگ کر کے کسی عقیدہ یا حکم شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جاسکتا تا وقتیکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور ان میں منہوی تطبیق نہ دی جائے تاکہ ہر مسئلہ میں قرآن و احادیث کا منشاء اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو بہر حال جنت میں چلا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بد اعمالیوں پر اس نے توبہ کر لی ہو اور وہ قبول ہو جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے، اور اگر خلا نہ کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔

اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان ہونے کے لیے توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے اور یہ کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم رنام، بن چکا ہے جیسے الحمد شریف، سورۃ فاتحہ کے لیے اور قل هو اللہ احد، سورۃ اخلاص کے لیے علم ہیں، علاوہ ازیں قرآن اور حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ فقط ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی نجات کے لیے ضروری ہے۔

نیز کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ مہدر رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

بِأَنْتِ حَرِّمِ قَتْلَ الْكَافِرِ بَعْدَ قَوْلِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ مُمْتَقًا رَبُّ أَحْبَبَنَا
الْبَيْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ
عَنْ عُيَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ عَنِ الْمُقَدَّادِ ابْنِ
الْأَسْوَدِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ
لَقِيتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضْرَبَ أَحَدِي
يَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَادَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ
فَقَالَ اسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ
أَنْ قَالَ لَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔

حضرت مفاد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک وزعت کی پناہ میں آکر کہے میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا تو میں اس شخص کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ

لَا تَقْتُلُهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ
قَطَعَ يَدَيْ تُوِّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا
أَفَأَنْتَ لَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلُهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ يَمْتَرُ بِنِكَ
قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ يَمْتَرُ لِحِمِّ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَةً
الَّتِي قَالَ -

۱۸۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حَمِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ
وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ
بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا
عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَا الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ
جُرَيْجٍ فِي حَدِيثَيْهِمَا قَالَ أَسَمْتُ يَهُدَى كَمَا قَالَ الْكَلْبِيُّ وَ
أَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِمَا قَلْنَا أَهْرَيْتَ لِاقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

۱۸۴- وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْكَلْبِيُّ ثُمَّ الْجُنْدِيُّ
أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ ابْنَ عَدِيٍّ بِنِ الْعَجْبَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ
الْمُقَدَّادَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ الْكَلْبِيِّ وَكَانَ
حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بِدِرَامِعِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ ثُمَّ ذَكَرْتُ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْكَلْبِيِّ -

۱۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ أَبِي مُؤَاوِيَةَ كِلَاهِمَا
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ أَسَامَةَ ابْنِ
تَمِيمٍ وَهَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ
فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جَهَنَّمَ فَأَذَى رَكَّتْ رَجُلًا

پڑھنے سے تو کیا اب میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ
نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس
کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو
قتل کرنے سے پہلے تھے، اور تم اس درجہ پر
ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا
امام مسلم نے اس حدیث کی مختلف اسانید بیان
کیں اور بتلایا کہ ان اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت
معمول تغیر سے منقول ہے۔ مثلاً ایک روایت میں
یہ ہے کہ جب میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ
کیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ بیان
کیا اور کہا اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول
ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرا کسی کافر
سے مقابلہ ہو.... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک
شکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی
بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ
کیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو
قتل کر دیا۔ پھر مجھے اس فعل کے باسے میں کچھ ترس
ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَطَعْتَهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي
 مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَقَالَ لِكَلِمَةِ إِلَّا اللَّهُ وَقَدْ لَدْنَا قَالَ قُلْتُ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَالَهَا خُرُفًا مِنَ السَّلَاحِ
 قَالَ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِكَ حَتَّى تَعْلَمُوا أَقَالَهَا
 أَمْ لَا فَمَا نَزَلَ يَكْرِرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَيِّزْتُ
 أَوْ اسَلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدُ وَأَنَا
 وَاللَّهِ لَأَقْتُلَنَّ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَكَ ذُو الْبَطْنَيْنِ
 يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ رَجُلٌ الْوَيْقِلُ اللَّهُ قَاتِلُهُمْ
 حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ
 بِهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْتَا حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً
 وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ قَرِيدُونَ أَنْ تَقَاتِلُوا حَتَّى
 تَكُونَ فِتْنَةً.

— واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود تم نے
 اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس
 نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر
 کر کیوں نہیں دیکھا؟ جس سے تم کو پتا چل جائے کہ اس نے
 دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے
 تنہا کی کاشش میں اسی وقت اسلام لایا موتا۔ رتا کہ اس
 شخص کے قتل کا گناہ میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جائے
 یہ حدیث سن کر سعد نے کہا خدا کی قسم میں کسی مسلمان
 سے جنگ نہیں کروں گا، حتیٰ کہ حضرت اسامہ اس سے
 جنگ نہ کریں۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا، کیا اللہ
 تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا، کافروں سے
 اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ فتنہ مٹ
 نہ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے؟ سعد نے
 جواب دیا ہم فتنہ مٹانے کے لیے جنگ کر چکے
 ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے
 لیے جنگ کر رہے ہو۔

۱۸۶ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّقَقِيُّ
 حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا ابْرُطَبْيَانُ
 قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ
 قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى الْحُرَقِيَّةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا النَّوْمَ فَهَذَا مَا
 قَالَ وَلِحَقِّقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَبْلًا مِنْهُمْ
 فَمِنَّا غَشِيْنَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ فَكَمَفَّ
 عَنَّا الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنَنِي بِرُمِيحِي حَتَّى قَتَلْتَهُ
 قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَّغْنَا ذَلِكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
 جہاد کے لیے حرقہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی
 ایک شاخ سے ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور ان کو شکست
 دے دی میں نے اور ایک انصاری نے مل کر اس
 قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا، جب وہ ہمارے حملہ کی زد میں
 آ گیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ، انصاری تو کلمہ سن کر
 الگ ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار مار کر اس کو ہلاک کر ڈالا
 جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی،

قَالَ كَلِمَةً إِلَّا اللَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ أَقْتَلْتَهُ بَعْدَمَا
قَالَ كَلِمَةً إِلَّا اللَّهُ قَالَ قَمَا زَالَ يَمُرُّ هَا
عَلَيَّ حَتَّى تَمْنَيْتُ إِنِّي لَكُ أَكُنُّ أَسْلَمْتُ
قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے
کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا، میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے
کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا،
حضور بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے، اور میں سوچ
رہا تھا کاشش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!
صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت جناب بن عبد اللہ
بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی
اللہ عنہما کے فتنہ کے زمانہ میں طعس بن سلامہ کے
پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو جمع کرو، میں ان کے
سامنے ایک حدیث بیان کروں گا۔ طعس نے
قاصد بھیج کر سب کو جمع کر لیا، جب یہ سب لوگ
جمع ہو گئے تو حضرت جناب زبیر رضی اللہ عنہ
ہوئے تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: تم لوگ
اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہو، جب لوگ اپنی باتیں
ختم کر کے حضرت جناب کی طرف متوجہ ہوئے تو
حضرت جناب نے سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا: میں تمہارے
پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان
کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسلمانوں کی ایک فوج مشرکین سے جہاد کے لیے روانہ
فرمائی، مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ ہوا، ایک شخص
مشرکین میں سے اتنا دلیر تھا کہ جس مسلمان کو مارنا
چاہتا تھا مار ڈالتا تھا۔ حضرت اسامہ بن زبیر اس کی
گھات میں تھے جس وقت وہ ان کی تلوار کی زد میں آ
گیا تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے کہا لا الہ الا اللہ
لیکن اس باوجود حضرت اسامہ بن زبیر نے اس شخص
کو قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
میں فتح کی خوشخبری پہنچی تو بتانے والے نے اس

۱۸۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ حِرَاثِشٍ
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَقَالَ
سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّ خَالِدًا الْأَنْبَجِيَّ ابْنَ أَخِي
صَفْوَانَ بْنِ مَحْرَبٍ حَدَّثَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مَحْرَبٍ
أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيَّ
بَعَثَ إِلَى عَسَّسِ بْنِ سَلَامَةَ زَمَنَ فِئْتَةِ ابْنِ
الزُّبَيْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِي نَفَرًا مِنْ إِخْوَانِكَ
حَتَّى إِحْدَى ثَمَمٌ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا
اجْتَمَعُوا أَجَاءَ جُنْدَبٌ وَعَلَيْهِ بُرْسٌ أَصْفَرٌ
فَقَالَ تُحَدِّثُونِي بِمَا كُنْتُمْ تُحَدِّثُونَ يَوْمَ حَتَّى
دَارِ الْحَدِيثِ فَلَمَّا دَارَ الْحَدِيثِ إِلَيْهِ حَسَرَ
الْبُرْسَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي آتَيْتُكُمْ وَكَلِمَةُ
أُرِيدُ إِلَّا أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ قَبِيحِكُمْ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا
مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِنَّهُمْ
التَّقْوَى فَكَانَ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ
أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَهُ
فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ
عَقْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نَحَدِّثُ أَنَّ اسَامَةَ بْنَ
زَيْدٍ فَلَمَّا وَفَرَ إِلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ وَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَخَبَّرَهُ حَتَّى

أَخْبَرَ أَنَّ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ
فَقَالَ لِمَ قَتَلْتَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْجَعَهُ
فِي الْمُسْلِمِينَ فَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَسَتِي
لَمْ تَفَرَّ وَأَتَيْتُ حَمَلْتُ عَلَيْكَ فَلَمَّا تَأَيَّسْتُ
قَالَ لِي إِلاَّ اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقْتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ
تَصْنَعُ بِإِلاَّ اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ فَكَيْفَ
تَصْنَعُ بِإِلاَّ اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ فَبَعَلْ لَا يَزِيدُكَ عَلَى أَنْ يَقُولَ كَيْفَ
تَصْنَعُ بِإِلاَّ اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ -

شخص کے قتل کیے جانے کا واقعہ بھی بیان کر دیا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلا کر قتل
کیا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا، حضرت اسامہ نے
کہا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا،
اور چند صحابہ کا نام لے کر بتلایا کہ فلاں فلاں کو اس
نے قتل کیا ہے۔ میں نے اس پر حملہ کیا لیکن
جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا لا الہ الا اللہ،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے
اس کو قتل کر دیا، حضرت اسامہ نے کہا ہاں یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت
کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا
کیا جواب دو گے، اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
میرے لیے استغفار کیجئے۔ آپ نے پھر فرمایا
جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا
تو تم اس کا کیا جواب دو گے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب
قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا
تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ
کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۸۵ میں ہے: حضرت اسامہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا،
حضرت اسامہ نے خیال کیا اس شخص نے جان کے خون سے کلمہ پڑھا ہے، اور اس کو قتل کر دیا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر افسوس کیا اور فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں
نہیں دیکھا؟

سلام یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص واجب کیا، نہ دیت اور نہ کفارہ،
بعض علمائے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں یہ سب چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن

اس صورت میں کفارہ بہر حال واجب ہے؛ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اور کسی مسلمان کے لیے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس نے خطاً زنا دانستہ قتل کیا ہو، اور جس شخص نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا ہے اور اس کی دیت (رخون بہا) اس کے وارثوں کو ادا کرنا ہے، الا یہ کہ وہ اس کو معاف کر دیں، پھر اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ مقتول شخص مسلمان ہو تو (صرف) ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ (مقتول شخص) اس قوم سے ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کرنا ہے، اور ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے، تو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو اس پر دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا لازم ہیں، یہ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، اور اللہ بہت جانتے والا بڑی حکمت والا ہے۔

وما كان لمؤمن ان يقتل مؤمناً الا خطأً
ومن قتل مؤمناً خطأً فتحرير رقبة مؤمنة
ودية مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا فان
كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير
رقبة مؤمنة ط وان كان من قوم
بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى
اهله وتحرير رقبة مؤمنة ه فمن لم
يجد فصيام شهرين متتابعين توبة
من الله ط وكان الله عليماً حكيماً -

(نساء، ۹۲)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے قصاص اس شبہ کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ انہوں نے اس شخص کو کافر گمان کیا تھا، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس حال میں کلمہ توحید کا اظہار اس کو مسلمان نہیں کرتا، اور دیت کے وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں، اور ان میں سے ہر قول کو بعض علماء نے اختیار کیا ہے، رہا یہ کہ اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ علی الفور واجب نہیں ہوتا، بلکہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے، اور اصولیین کے مذہب کے مطابق بیان کو ضرورت کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اور جس قول کے مطابق دیت واجب ہوتی ہے تو یہ احتمال ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت غریب تھے اس لیے ان کی غرض شمالی تک دین مؤخر کر دی گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟
اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔



بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ
فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو شخص
ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے
نہیں ہے۔

۱۸۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَكُحَيْدُ
بْنُ مَيْمُونٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَ
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ
وَأَبْنُ نُمَيْرٍ كُتَيْبٌ عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى نَائِكَ
عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ
مِنَّا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جو شخص ہمارے خلاف تلوار اٹھائے گا وہ ہم
میں سے نہیں ہے۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم
پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُقَدَّامِ
قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ إِيَّاسِ بْنِ
سَكْمَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار
اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ
بْنُ بَزَادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا
أُسَامَةُ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي
مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

وہ اہل سنت متکلمین اور فقہاء کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر ناحق اور بغیر کسی تاویل کے
ہتھیار اٹھایا اور اس کام کو جائز اور حلال نہیں سمجھا وہ گنہگار ہے اور جس شخص نے اس کو جائز اور حلال سمجھا وہ کافر
ہے اور یہی اس حدیث کا محمل ہے، یا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری سیرت کاملہ اور ہمارے

پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

۱۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ مُحَمَّدُ بْنُ حَيْثَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَارِثٍ كَلَاهُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھانے سے ہم میں سے نہیں ہے اور نہ وہ جس نے ہم کو دھوکا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا لقمہ غلہ کے اندر ڈالا تو لقمہ میں کچھ تری محسوس ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ غلہ کے مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس پر بارش ہو گئی تھی، آپ نے فرمایا تم نے اس بھگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس شخص نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

۱۹۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي آيُوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةَ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَتَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَدًا فَقَالَ مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَي يَرَاهُ النَّاسُ مِنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنِّي .

ن : اس باب کی اماریت کی بھی وہی تاویل ہے جو اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ ضَرْبِ الْخُدُودِ وَشِقِّ الْجِيُوبِ وَالِدُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

۱۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ ثَمَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمِيْعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَةَ

منہ پر تھپڑ مارنے، گریہ بان چاک کرنے اور زمانہ جاہلیت کی پیسج و پکار کا بیان
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پٹے اور گریہ بان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح پیسج و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِمَثَامِنٍ ضَرَبَ الْعُدُودَ أَوْ شَقَّ الْجُيُوبَ أَوْ دَعَا بِدَعَا يَحْيَى وَآمَّا ابْنُ مُمَيِّدٍ وَأَبُو بَكْرِ فَقَالَ وَشَقَّ وَدَعَا بِغَيْرِ الْفِي -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ حُشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى ابْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ وَشَقَّ وَدَعَا -

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سخت بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی اس وقت آپ کا سر گھر والوں میں سے کسی عورت کی گود میں تھا انہی میں سے کوئی عورت بیچ بیچ کر رانے لگی غشی کی وجہ سے حضرت ابو موسیٰ اشعری اس کو کچھ نہ کہہ سکے جب بخش میں آئے تو فرمایا جن کاموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزار تھے ان سے میں بزار ہوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نوکر کرنے والی ہر منڈانے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورتوں سے بزار تھے عبدالرحمن بن یزید اور ابو بردہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی ان کی بیوی چلا چلا کر رونے لگیں جب حضرت ابو موسیٰ اشعری

۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَرِيْدَةَ ابْنِ جَابِرَانَ الْقَائِمَ بْنَ لُحَيْمَةَ تَخَدَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي بَرْدَةَ ابْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ وَجَعَهُ وَجَعًا فَعُثِيَ عَلَيْهِ وَرَأَسُهُ فِي حِجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَصَاحَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَلَوْ لَيْسَتْهُ أَنْ يُكْرَهُ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيْدٌ مِمَّا بَرِيْدٌ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْدٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقِقَةِ -

رضی اللہ عنہ کو بخش آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر اس عورت سے بزار ہوں جو سر منڈائے، نوہ کرے اور کپڑے پھاڑے۔

۱۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَيْسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَخْرَةَ يَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي بَرْدَةَ ابْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ الْأَعْمَشِيُّ عَلَى أَبِي مُوسَى فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ تَصْبِيءُ بَرِيْدَةَ فَالْتَمَأَتْ أَفَاقَ فَقَالَ أَلَوْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيْدٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ

وَحَدَّثَنَا

امام مسلم نے دو مختلف سندیں بیان کیں، اور فرمایا ان سطور کے ساتھ ہی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔ مگر اس میں بیزار کی جگہ یہ الفاظ ہیں کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۹۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَطِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيَّانٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أُمِّ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّامِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتَّابٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هِنْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَامِرُ الْأَحْوَلُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ حَدَّاشٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنْ فِي حَدِيثِ

عِيَّانِ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ بَرِيءٌ .
ت: نور کی حرمت کے ضمن میں نام اور تہذیب پر داری کی تحقیق باب نمبر ۲۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

چغلیخوری کی سخت ممانعت

بَابُ بَيَانِ غُلْظِ تَحْرِيمِ التَّمِيمَةِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہیں معلوم ہوا کہ کوئی شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے جا کر بیان کر رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلیخوری جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۱۹۸ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَهْمَاءِ الصَّبْعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَأَبِي الْأَحْذَبِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سُهَيْبَةَ أَنَّ بَلْعَةَ أُمَّ رَجُلٍ يَنْتَمِي إِلَى الْحَدِيثِ فَقَالَ حَدِيثٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَتَاءً .

۱۹۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَطْرِيٌّ عَنْ ابْنِ بَرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَبْرَةَ جَرِيْرًا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ ابْنِ بَرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ وَكُنَّا جُلُوسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ هَذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ فَبَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا تھا ایک دن ہم مسجد میں اس شخص کے پاس میں باتیں کر رہے تھے کہ وہ چغلیخوری ہے اچانک وہ بھی آگیا اور ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلیخوری جنت میں نہیں جائے گا۔

حَدَّثَنَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ .

۲۰۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ الْقِمِّيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسَهَّرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَنَامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ حَدِيثَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقِيلَ لِحَدِيثَةٍ إِنَّ هَذَا يَرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ أَشْيَاءَ فَقَالَ حَدِيثَةٌ إِرَادَةٌ أَنْ تُسْمِعَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاتٌ .

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت حدیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص ہر ایک سے پاس بیٹھ گیا لوگوں نے حضرت حدیفہ سے کہا یہ شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت حدیفہ نے اس کو سنانے کے لیے لوگوں سے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلیوز جنت میں نہیں جائے گا۔

چغلی کی تعریف | قرآن مجید میں ہے:

ہر چغلیوز اور طعنہ زن کے لیے تباہی ہے

وَيَذُلُّ لِكُلِّ هَمْزَةٍ لَمْزَةٌ - (ہمزہ ۱۰۸)

چغلی کی تعریف یہ ہے:

اُپس میں فساد ڈالنے کے لیے بعض کی باتیں بعض دوسروں تک پہنچانا۔

نقل كلام الناس بعضهم الى بعض على

جهة الفساد بينهم -

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

امام ابو حامد غزالی اجاب العلوم ج ۳ ص ۱۵۲ میں فرماتے ہیں چغلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی شخص سے جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا، اور وہ ایسی بات پہنچائے جس کا ظاہر کرنا ناپسند اور ناگوار ہو، اور عام ازیں کہ یہ اظہار صراحت کیا جائے یا اشارہ اور کتابیہ، سو چغلی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا لاد افشاء کیا جائے، اور جس چیز کا اظہار کوئی شخص ناپسند کرتا ہے اس کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ فلاں شخص فلاں کے متعلق یہ ناپسندیدہ اور ناگوار بات کہہ رہا تھا۔

جس شخص کے سامنے چغلی کی جائے اس پر چوبہ باتیں لازم ہیں

چغلی سننے والے پر چوبہ امور لازم ہیں

۱) چغلی کرنے والے کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے

علافاستق ہے

(۲) - چغلی کرنے والے کو چغلی کرنے سے منع کرے، اس کے سامنے چغلی کی قباحت بیان کرے اور اس کو نصیحت کرے۔

(۳) - اس سے بغض رکھے، کیونکہ چغلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبعوض ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا چاہیے۔

(۴) - چغلی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے بغض نہ رکھے۔

(۵) - اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اس میں معاملہ کی تحقیق اور تحسس کرنے کا داعیہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۶) - اس چغلی کو آگے نہ پھیلائے، مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں، فلاں کے متعلق یہ کہہ رہا تھا ورنہ وہ خود بھی چیلخور ہو جائے گا۔

دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز | امام غزالی نے چغلی کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعیہ

نہ ہو، اور اگر کوئی بات کسی تک پہنچانے میں کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو پھر اس بات کا پہنچانا ممنوع نہیں ہے، مثلاً کسی شخص کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہاری بے عزتی کرنے والا ہے، یا وہ تمہاری بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا ہے، یا وہ تمہارا مال لوٹ کر لے جانے والا ہے، یا اس قسم کی شرانگیز باتوں کو امام حاکم، تک پہنچانے یا کسی صاحب منصب تک یہ بات پہنچانے کے فلاں شخص ایسا کام کر رہا ہے یا ایسا منصوبہ بنا رہا ہے جس سے فساد برپا ہوگا اور تخریب کاری ہوگی اور صاحب منصب پر لازم ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق اور چھان بین کرے اور فتنوں کا سدباب کرے اور اس قسم کے اور اس جیسے امور حرام نہیں ہیں، بلکہ فتنہ کی نوعیت کی اعتبار سے بعض صورتوں میں فتنہ کی خبر دینا واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔

حکومت نے جو جاسوسی نظام قائم کیا ہے وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے، کیونکہ چغلی اس وقت ہوتی ہے جب فساد ڈالنے کے لیے کسی کی بات کسی کو پہنچائی جائے اور ان صورتوں میں فساد دور کرنے کے لیے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان

کر دی ہے۔
لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں،
احسان جٹکانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا
بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے

بَابُ بَيَانِ غَلْظِ تَحْرِيمِ اِسْبَالِ الْاِزَارِ وَالْمَنِّ
بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيْقِ السَّلْعَةِ بِالْحَلْفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ
الَّذِيْنَ لَا يَكْتُمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ
اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

کا بیان

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۲۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ

مَنْتَى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِجٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ
عَنْ حُرَيْثَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا
يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا
يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَتَرَاهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ
مَرَارٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابِرًا وَخَيْرًا مَنْ هُوَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْمُسِيءُ وَالْمَثَانُ وَالْمَنْفِقُ

سِلْعَتُهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ۔

۲۰۲ . وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّاءٍ الْبَاهِلِيُّ
حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ
حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ الْأَعْمَشُ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ مُسَبَّرٍ
عَنْ حُرَيْثَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَثَانُ الَّذِي لَا يُعْطَى تَمِيمًا
إِلَّا مَتَّهُ وَالْمَنْفِقُ سِلْعَتُهُ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسِيءُ إِذَا مَالَ۔

۲۰۳ . وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا
مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ
سَلِيمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ
وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ۔

۲۰۴ . وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ قَالَ أَبُو مَعَاوِيَةَ وَلَا
يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخُ تَرَاوٍ وَ
مَلِكٌ كَذَابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ تین شخص
ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام فرمایا
ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ ان کو گناہوں سے
پاک کرے گا۔ اور انہیں دردناک عذاب دے گا، حضرت
ابو ذر نے عرض کیا حضور یہ لوگ تو سخت نقصان اور
خسارے میں رہے، یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا (مخونوں سے)
بچنے کیڑا لٹکانے والا، احسان جتلا نے والا، اور
اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جو
ہر نیکی کا احسان جتلا ہے۔ دوسرا وہ جو جھوٹی قسم کھا کر
سامان فروخت کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گناہوں
کو مخونوں کے بچے لٹکانا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے، لیکن اس
میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ
بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا
اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے
لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات کرے گا اور نہ انہیں
گناہوں سے پاک کرے گا، ایک اور روایت میں اس طرح
ہے نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لیے
دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی دوسرا جھوٹا حاکم
تیسرا مغرور فقیر۔

۲۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلَابَةٌ لَا يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى قَضَلٍ مَاءٍ بِالْفَلَاحِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَاتِيَ رَجُلًا يَسْلَعُهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ يَا لَيْلَةَ لَا أَخَذَ هَذَا بِكَذَا وَكَذَا أَقْصَدًا قَدْ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ مَا لَا يَبِيعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ آعْطَاهُ مِنْهَا قَوْلِي وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يُفِئ -

۲۰۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِنْكُمْ غَيْرَ أَنْ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا يَسْلَعُهُ -

۲۰۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَرَاكَ مَرْفُوعًا قَالَ قَلَابَةٌ لَا يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالٍ مُسْلِقًا فَتَطَعَهُ وَبَاتِيَ فِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو پھر اس کے باوجود کسی مسافر کو پانی نہ دے دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کوئی چیز فروخت کی اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کہہ کہا کہ اس نے یہ مال اتنے میں خریدا ہے اور واقعہ میں ایسا نہ تھا، تیسرا وہ شخص جو دنیاوی مال کی خاطر کسی حاکم سے بیعت کرے اگر مال جائے تو اس کی اطاعت کرے اور نہ ملے تو نہ کرے۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اور بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں قیمت بتانے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص سے جس نے عصر کے بعد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مار لیا۔ بقیہ حدیث سابق حدیث کی طرح ہے۔

گٹھوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ سے گٹھوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے پر عذاب کی وعید

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی نیت سے کپڑے گٹھوں سے نیچے لٹکائے، جیسا کہ ایک حدیث میں تفصیل سے بیان ہے "جس شخص نے تکبر سے کپڑا گٹھوں سے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث میں گٹھوں سے کپڑا لٹکانے والوں کے مضموم سے ان کو مستثنیٰ کر لیا

ہے جو تکبر کی وجہ سے شخصوں سے نیچے کھڑا نہیں لٹکاتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس میں رخصت دی تھی اور فرمایا تھا، تم تکبر کی نیت سے کھڑا نہیں لٹکاتے، اس رخصت اور تکبر کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ عذاب کی یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے کپڑوں کو شخصوں کے نیچے لٹکاتے ہیں، یہ حکم قمیص اور تہبند دونوں کو عام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہبند قمیص اور عمامہ ان میں سے جس کو بھی کسی شخص نے تکبر سے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔
 رشرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

بوٹھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبعوض ہونے کی وجہ: حدیث نمبر ۲۰۲ میں ہے: بوٹھے زانی، جھوٹے حاکم، اور متکبر فقیر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا۔

قاضی عیاض نے کہا اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے معصیت مذکورہ کا التزام کیا حالانکہ وہ معصیت اس کے حال سے بہت بعید ہے اور اسے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لیے اس معصیت کے محرکات بھی نہیں ہیں، ہر چند کہ کوئی شخص بھی ارتکاب معصیت میں معذور نہیں ہے لیکن جب ان معاصی کی حاجت نہ ہونے عادت ان کے دواعی اور محرکات ہوں تو پھر ان کا ان معاصی کا ارتکاب کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ عناداً ان معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے حق کو بہت معمولی خیال کرتے ہیں، کیونکہ بوٹھے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور عورتوں کی شہوت کم ہو جاتی ہے اور بچی کھچی شہوت کو پورا کرنے کے اس کے پاس حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک اور بابت شباب، حرارت، غریزہ، قلت معرفت، غلبہ شہوت، ضعف عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اور حاکم سے اس کی رعیت ڈرتی ہے اور اس کو ملامت کرنے اور جھوٹ بولنے کی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شخص ملامت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے جس کو کسی چیز پر گرفت اور مواخذہ کا خوف ہو اور جب حاکم گرفت اور مواخذہ سے بے پروا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا جھوٹ بولنا زیادہ قبیح ہے، اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم عمروں پر فائق ہونا، دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے اس لیے بوٹھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔ لہ

باب بیان غلظ تحریج قتل الانسان خود کشتی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا

۱۔ علامہ کھلی بن شرف نودی منونی ۵۶۷، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عذاب

نَفْسُهُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهَا فِي النَّارِ وَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

۲۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدٍ يَدُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا -

۲۰۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشَجَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَبِيبُ الْحَارِثِيِّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْحَارِثِيِّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كَلَّمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكَوَانَ -

۲۱۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ بْنُ أَبِي سَلَامٍ الرَّدِّيُّ مَشَقَّقٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ أَبَا قَلَابَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِلَهٍّ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَيْسَ عَلَى رَجُلٍ تَدْرُ فِي شَيْءٍ لَا يَمْدِكُهُ -

۲۱۱ - حَدَّثَنِي أَبُو عَسَانَ الْمَسْمُوعِيُّ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا، اور جو شخص زہر سے خودکشی کرے گا، وہ جہنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گھر کر خودکشی کرے گا، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا رہے گا۔

امام مسلم نے تین اور اسناد بیان کیں اور بتلایا کہ ان سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو جانے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا، اور جس شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ اور اگر کسی نے غیر مملوکہ چیز کی نذر مانی تو اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز

ابن ابی کثیر قال حَدَّثَنِي أَبُو قَلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ
ابن الصَّخَّالِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَيْسَ عَلَى رَجُلٍ تَذْرُؤٌ فِيمَا لَمْ يَمْلِكْ
وَلَعَنُ الْمُؤْمِنِينَ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِشَيْءٍ
فِي الدُّنْيَا عُدَّ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ ادَّعَى
دَعْوَى كَاذِبَةٍ لِيَتَكْتَرُ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللَّهُ إِلَّا
قِلَّةً وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَدِيقًا جَرَتْ

۲۱۲ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَاسْحَقُ
ابْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ كُلُّهُمَا
عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ
أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الصَّخَّالِي
الْأَنْصَارِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ
عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ
عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الصَّخَّالِي الْأَنْصَارِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا
فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِشَيْءٍ عُدَّ بِهِ
اللَّهُ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَهَذَا حَدِيثٌ سَفِيانَ وَ
أَمَّا شُعْبَةُ فَحَدِيثُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى
الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسًا
بِشَيْءٍ ذُبِحَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

۲۱۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ ابْنِ
حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الثَّوْرِيِّ
عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحَنِّتُنَا
فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ هَذَا مِنْ
أَهْلِ النَّبَايَةِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ

کا کوئی شخص مالک نہ ہو اس کی تذر پوری کرنا لازم نہیں
اور مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر
ہے جو شخص جس چیز سے خود کشتی کرے گا، قیامت
کے دن اسے اس چیز سے عذاب دیا جائے گا اور
جو شخص مال بڑھانے کے لیے جو ثا دعوی کرے گا
اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اور کمی کر دے گا یہی حال
اس شخص کا ہوگا جو حاکم کے سامنے جھوٹا قسم کھائے گا۔
حضرت ثابت بن سخاک انصاری رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی جھوٹی
قسم کھائی اس کا اس دین میں شمار ہوگا اور جو شخص جس
چیز سے خود کشتی کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اسی
چیز سے عذاب دے گا اور بعض روایات میں یوں
ہے کہ جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی
جھوٹی قسم کھائی تو اس کا اسی دین سے شمار ہوگا اور
جس شخص نے خود کو کسی چیز سے ذبح کیا تو قیامت
کے دن اسے اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین
میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا مسلمانوں
میں شمار ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کے بارے میں فرمایا یہ جہنمی ہے جب جنگ
شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور
زخمی ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

قَتَلَ لَاشِدٍ يَدًا قَاصِبَةً جِرَاحَةً فَقِيلَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَكَ إِيفَاءٌ لَكَ مِنْ أَهْلِ
 النَّبَاِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قَتَلَ لَاشِدٍ يَدًا وَقَدْ
 مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى النَّبَاِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ
 فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ فَإِنَّهُ لَوَيْمَتْ
 وَلَكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا قَلَعًا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ
 لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ
 اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ
 أَمَرَ بِلَا لَاقِنَادِي فِي النَّبَاِ إِنَّهُ لَأَيْدُ خَلِّ الْجَنَّةِ
 إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ
 بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

کیا گیا یا رسول اللہ! جس شخص کے بارے میں آپ نے
 فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بہت بہادری سے
 لڑا اور آپ وہ مڑ چکا ہے، آپ نے فرمایا وہ دونوں
 میں گیا، بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے، اتنے میں کسی شخص نے
 آکر عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن
 بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف
 برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا
 اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا
 رسول ہوں، پھر آپ نے حضرت بلال کو بلوا کر لوگوں
 میں اعلان کروایا کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ
 تعالیٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعہ بھی تقویت
 دیتا رہتا ہے۔

۲۱۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
 يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ عَنِ
 الْعَرَبِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الشَّاعِرِيِّ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ التَّقَى
 هُوَ الشِّرْكُ مَا قَاتَلُوا قَاتَلُوا مَا لَمْ يَكُنْ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَشِيرِهِ
 وَمَا لَمْ يَكُنْ إِلَى عَشِيرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ
 لَا يَدْرُ لَهْرُ شَاذَةَ وَلَا فَاذَةَ إِلَّا اتَّبَعَهَا
 يَضْرِبُ بِهَا بِسَيْفِهِمْ فَقَالُوا مَا أَجْرُهُ مِنَّا الْيَوْمَ
 أَحَدًا لَمَّا أَجْرَهُ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ
 النَّبَاِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ
 أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ
 وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجَرِحَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار
 میں مقابلہ ہوا اور نوبت زہر دست کثرت و خون
 تک پہنچی یہاں تک کہ حضور اور کفار اپنے اپنے
 لشکروں کی طرف لوٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا وہ جس پر
 بھی حملہ کرتا اسے مارے بغیر نہ چھوڑتا، صحابہ
 کرام نے اس شخص کے بارے میں کہا آج اس
 جیسا جہاد کسی نے نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا لیکن وہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہ میں
 سے ایک شخص نے کہا میں اس شخص کی نگرانی کروں گا
 تاکہ معلوم ہو کہ وہ شخص کس نعل کے سبب جہنمی ہوتا
 ہے پس وہ صحابی اس شخص کے ساتھ لگے سہا
 حتیٰ کہ وہ کہیں ٹھہرے یا تو وہ بھی ٹھہرتا اور اگر وہ دوڑتا
 تو وہ بھی دوڑتے، بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہو گیا،

جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ
سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَةٌ يَبِينُ تَدْيِيهِ شَحْرًا
تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ وَمَا
ذَلِكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ إِنَّمَا أَنَا مِنْ
أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا
لَكَدُّ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتَّى جِئْتُ جُرْحًا
شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ
سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَةٌ يَبِينُ تَدْيِيهِ شَحْرًا
تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ
لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ
وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ
عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

اور اس نے زخم کی تکلیف کی تاب نہ لا کر تلوار کی نوک اپنے
سینہ پر رکھی اور تلوار پر زور دے کر خودکشی کر
لی۔ وہ صحابی اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے
کہا جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا
کہ وہ جہنمی ہے اور لوگ اس خبر سے حیران ہوئے
تھے اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ان
لوگوں کی حیرانی دور کر دوں گا، چنانچہ میں اس کا پوچھا
کرتا رہا، جب وہ شخص بہت زخمی ہو گیا، تو اس
نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے
سینہ پر رکھی اور اس طرح تلوار اپنے سینہ میں گھونپ کر اس
نے خودکشی کر لی، آپ نے فرمایا بعض شخص ایسے کام
کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے
ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں، اور بعض شخص ایسے
کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جہنمی سمجھتے
ہیں اور وہ جنتی ہوتے ہیں۔

۲۱۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
الْأُبَيْدِيُّ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُبَيْرٍ
حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ إِنَّ
رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجْتُ بِهِ قَرْحًا
فَلَمَّا أَذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَاهَا
فَلَمْ يَرَفَأْ الدَّمَ حَتَّى مَاتَ قَالَ مَا بُكْرٌ قَدْ
حَرَمْتُ عَلَيْكَ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَقَالَ إِي وَ اللَّهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي بِهَذَا جُنْدَبُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ -

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ پچھلی امتوں
میں سے کسی شخص کے ایک پھوڑا نکلا، جب اس
میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے
اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس سے
پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے خون بہنے لگا اور
رک نہ سکا جس کی وجہ سے وہ مر گیا، تمہارے نبی
نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی، حضرت حسن
نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا
خلا کی قسم مجھ سے اس مسجد میں حضرت جندب نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان
کی ہے۔

۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّسِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا وَمَا نَحْنُتِي أَنْ يَكُونَ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِرَجُلٍ فَيَتَمَّنُّ كَأَن قَبْلَكَ مَجْدَارٌ فَذَكَرْ نَحْوَهُ -

حسن کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی نے اس مسجد میں ہم سے حدیث بیان کی، جس سے ہم کوئی لفظ نہیں بھولے اور نہ ہمیں حدیث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت میں ایک شخص تھا، جس کے پھوڑا نکلا... بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ | اس باب کی احادیث میں ہے: جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اس چیز سے ہمیشہ

عذاب دیتا رہے گا۔

علامہ بخاری بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، پھر خودکشی کرنے والا جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

(۱) - جس شخص نے خودکشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

(۲) - اس حدیث میں خلود سے مراد مدت طویل ہے، یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ تاضی عیاض مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتول کو جس آلہ سے قتل کیا جائے، قصاص میں قاتل کو اسی آلہ سے قتل کرنا چاہیے، علامہ نووی نے کہا یہ استدلال ضعیف ہے، وجہ ضعف یہ ہے کہ اس حدیث میں اخروی عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اس پر دنیاوی احکام کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل | حدیث نمبر ۲۱۰ میں ہے جس شخص نے کسی ملت سے ہونے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس ملت سے ہو جائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جھوٹی قسم کی جو قید لگائی ہے وہ قید احترازی نہیں ہے، اور اگر اس نے غیر ملت اسلام کی سچی قسم بھی کھائی تو اس کا یہی حکم ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کہا اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہے، تو اگر اس نے یہودی یا نصرانیت کو سچ اور حق جان کر ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کہا تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے یہودیت

یا نصرا نیت کی تنظیم کی وجہ سے ایسا نہیں کہا بلکہ اس کا دل دین اسلام پر مطمئن تھا اور اس نے صرف اپنے کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا یا عمداً جھوٹی قسم کھائی تھی تو وہ کافر نہیں ہوا، اور حدیث میں کفر بسمنی کفران نعمت ہے یا اس پر بطور زبردستی بیعت کے کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

بَابُ غِلْظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ وَأَنَّهٗ لَا
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت اور اس
کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہونگے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن صحابہ کرام آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ فلاں شخص شہید ہوا اور فلاں شخص شہید ہوا۔ دوران گفتگو ایک شخص کا ذکر ہوا صحابہ کرام نے اس کے بارے میں بھی کہا کہ وہ شخص شہید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے، کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چرائی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جا کر لوگوں میں اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، چنانچہ میں نے حسب ارشاد لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔

۲۱۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكُ بْنُ الْحَنِفِيَّةِ أَبُو زَمِيلٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ خَيْبَرَ قَبْلَ تَفَرُّقِ مَنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فَلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا فَلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ عَلَّهَا أَوْعِيَاءٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي الْخَطَّابِ إِذْ هَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَقَالَ فَخَرَجْتُ آدَاءً لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ -

۲۱۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ ثَابِتٍ الدُّوَلِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَذَا حَدِيثٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلَمْ نَعْتَمِ ذَهَبًا وَلَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر فتح کرنے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ وہاں سے مال غنیمت میں ہمیں سونا، چاندی نہیں ملا، بلکہ مختلف قسم کا سامان، قلہ اور کپڑے وغیرہ ملے، ہم ایک وادی کی طرف چل پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاعہ بن زبید نامی بنی ضبیب کا ایک غلام تھا جو آپ کو قبیلہ ہذام کے ایک شخص نے نذر کیا تھا

وَرَفَا غَنِمْنَا الْمَنَاعَ وَالطَّعَامَ وَالْغِيَابَ شُرَّ
 أَنْطَلَقْنَا إِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ لَهُ وَهَبَهُ لَهُ رَجُلٌ مِّنْ
 جَدَاهِمْ يُدْعَى رِفَاعَةَ ابْنَ زَيْدٍ مِّنْ أَبِي الصُّبَيْبِ
 فَلَمَّا نَزَلْنَا الْوَادِي قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَحُلُّ مَاحِلَهُ فَرَفِيَ بِسَنَمٍ
 فَكَانَ فِيهِ حَقِيقَةٌ فَقُلْنَا هَيْئَةً لَهُ الشَّهَادَةَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ كَلَا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشُّمْلَةَ
 لَتَلْتَهَبُ عَلَيْهِ نَارًا أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ
 نَمِيرَةَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَائِمُ قَالَ فَغَزِيَ النَّبِيُّ
 وَجَاءَ رَجُلٌ بِبِشْرٍ أَوْ شَيْءٍ أَكْبَرَ فَقَالَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ أَصِيبْتُ هَذَا الْيَوْمَ نَحِيرَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَرَّكَ مِنْ تَارِ
 شَرِّكَانٍ مِنْ تَارِ

جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان کھولنا شروع کر دیا، اسی
 دوران اچانک کہیں سے ایک تیر آکر اسے لگا
 جس سے اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے عرض کیا یا
 رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس
 ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کی جان ہے جو چادر اس نے خمیر کے مالِ غنیمت
 میں سے لی تھی، وہ اس کے حصہ کی نہ تھی۔ وہی چادر
 بصورت شعلہ اس کے اوپر چل رہی ہے۔ یہ سن کر
 سب خوفزدہ ہو گئے، ایک شخص چڑھے کے ایک
 دو تسمے لے کر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے
 جنگ خمیر کے دن پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
 (۱)۔ مالِ غنیمت میں سے کچھ چرانا حرام ہے۔

- (۲)۔ مالِ غنیمت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔
- (۳)۔ اگر مالِ غنیمت میں سے چوری کرنے والا قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔
- (۴)۔ جو شخص کفر پر مبرا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
- (۵)۔ قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔
- (۶)۔ مالِ غنیمت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔
- (۷)۔ مالِ غنیمت سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلا یا نہیں جائے گا، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو، اس حدیث کو حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا یہ حدیث منسوخ ہوگی یہ اس وقت کا حکم تھا جب عقوبات مالیہ مشروع تھیں۔ لہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن مشرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۴، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالدَّلِيلِ عَلَىٰ أَنْ قَاتِلَ نَفْسِهِ لَا يَكْفُرُ

خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل

۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحَقُّ
 بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ سَكِيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا
 سَكِيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حُجَّاجِ
 الصَّوَّافِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ الطَّفَيْلِ
 بْنِ عَمْرِو بْنِ الدُّوَيْبِيِّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي
 حِصْنِ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَاوُسٍ
 فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأْتِي ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِذِي ذَخْرٍ اللَّهُ يُلْدَانُ نَصَارٍ فَلَمَّا
 هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى
 الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطَّفَيْلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ هَاجِرٍ
 مَعَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَاجْتَرَوْا الْمَدِيْنَةَ
 فَمَرَضَ وَجَدَعٌ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَهَا بِهَا
 بَرَاجِمَهُ فَشَخِبَتْ يَدُهُ حَتَّى مَاتَ قَرَأَهُ
 الطَّفَيْلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَنَايِمٍ قَرَأَهُ وَهَيَّئْتُ
 حَسَنَةً وَرَأَاهُ مُعْطِيًا يَدِيهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعْتَ
 بِكَ مَا بَكَ فَقَالَ عَمَّرَ لِي بِهَجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي
 أَرَاكَ مُعْطِيًا يَدِيكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ تُصَلِّعَ
 مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَضَّهَا الطَّفَيْلُ عَلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 اللَّهُمَّ وَليَدِيهِ فَاغْفِرْ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
 طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو کسی مضبوط قلعہ اور حفاظت
 کے مقام کی ضرورت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے
 ہیں کہ حضرت طفیل کے پاس زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس
 کا ایک قلعہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار
 کر دیا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر
 کر دی تھی، بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت
 کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت طفیل بن عمرو
 بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے
 مدینہ آگئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب
 بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس
 نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ
 کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں
 سے خون بہنے لگا، اور اسی سبب سے اس کا انتقال
 ہو گیا۔ حضرت طفیل نے اسے خواب میں اچھی حالت
 میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹے ہوئے
 تھے، حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے
 ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب
 سے بخش دیا، حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں
 پیٹے ہوئے ہو، اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے
 کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اسے درست
 نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے یہ خواب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، خواب سن کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کے ہاتھوں

کو بھی بخش دے۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل احکام تشریحیہ مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) - جس شخص نے خودکشی یا اور کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اس حدیث سے ان احادیث کی شرح ہو جاتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں ایسا شخص مراد ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کرے۔

(۲) - اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے آخرت میں سزا بھی ملتی ہے کیونکہ اس شخص کے ہاتھ پہلے درست نہیں ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے دعائے مغفرت کی، اس میں مر جہ کا ذکر ہے۔

(۳) - اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا، کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا، اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنے جسم کا ایک گروہ نکلوا کر زندگی میں کسی کو دے دینا یا مرنے کے بعد آنکھ نکلوانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور اعضاء کی پیوند کاری شرعاً بائو نہیں ہے۔ البتہ کسی بیمار ضرورت مند کو خون دینا جائز ہے، ان دونوں قسموں کی نوعیت میں کیا فرق ہے، پیوند کاری کے مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات کیا ہیں؟ اس تمام تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مطالعہ فرمائیے۔

ترب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھالینا جن کے دلوں میں ظہورِ اسما بھی ایمان ہو۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہٹا چلائے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس شخص کی روح کو وہ ہوا قبض کر لے گی۔

بَابُ فِي الرِّيحِ الَّتِي تُكُونُ فِي قُرْبِ الْقِيَامَةِ
تَقْبِضُ مِنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الْإِيمَانِ
۲۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الصَّغِيِّ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو عَلْقَمَةَ الْفَرَوِيُّ قَالَا
حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلْمَانَ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ
رِيحًا مِنَ الْيَمِينِ آتِينَ مِنَ الْحَرِيرِ فَلَا تَدَاعُ
أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مَثَقَالُ حَبَّةٍ وَقَالَ
عَبْدُ الْعَزِيزِ مَثَقَالُ ذَرَّةٍ هُنَّ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبَسَةٌ

ت: اس حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو یمن سے بھیجے گا، اور امام مسلم نے احادیث و جلال کے آخر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو شام سے بھیجے گا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے

کہ وہ دو نمازیں ہوں، ایک شام سے چلے اور دوسری میں سے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نمازوں کا مبادا ایک اقلیم ہو پھر بعد میں منتشر ہو کر دوسری اقلیم میں پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَقِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهَرِ الْفِتَنِ

فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب

۲۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إسماعيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إسماعيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَدَاءُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فَتَنًا كَقَطْعِ الثَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا لَا يُمَسِّي كَافِرًا أَوْ يُمَسِّي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا تَبِيعَ دِينَهُ يَفْرَهُ مِنَ الدُّنْيَا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کرو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے، ایک شخص صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر اور معمولی سی دنیاوی منفعت کے عوض اپنا متاع ایمان فروخت کر ڈالے گا۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے نیک اعمال کر لیے جائیں جو جب نیک اعمال کا کناشکل ہو جائے گا اور مسلسل اور پے درپے فتنے نمودار ہوں گے جیسے اندھیری رات میں پے درپے اندھیرے ہوتے ہیں، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہو گا کہ انسان صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ ایک دن میں انسان کے اندر اتنا بڑا انقلاب آجائے۔

بَابُ خَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ

مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنے

۲۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى الْخَيْرِ الْآيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَاخْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو وَمَا شَأْنُ ثَابِتٍ أَسْتَكِي فَقَالَ سَعْدُ إِنَّهُ لَجَارِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو کہ جس تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو تباہی نہ چلے۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں جنہی ہوں، جب چند دن تک وہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا اے ابو عمر، ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا بیمار ہو گئے؟ حضرت سعد نے عرض کیا وہ

میرے پڑوسی ہیں اگر بیمار ہوتے تو مجھے معلوم ہوتا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق پوچھ رہے تھے، حضرت ثابت نے جواب دیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم محراب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے زیادہ بلند ہے لہذا میں جہنمی ہوں، حضرت سعد نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس انصار کے خطیب تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی... بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اور سچا مت کہو۔ اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی... نیز فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ثابت بن قیس کو اپنے پاس دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے درمیان ایک جنتی آدمی رہتا ہے۔

رَمَا عَلِمْتُ لَهُ يَشْكُوِي قَالَ قَاتَا لَسَعْدًا فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ انْزَلَتْ هَذِهِ آيَةٌ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ آتِي مِنْ أَرْفَعِكُمْ مَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَاتَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

۲۲۱ - وَحَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ سَيِّدِهَاثَةَ ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتٌ ابْنُ قَيْسِ بْنِ ثَمَامٍ نَحْطِيبِ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بَنَى حُرُودِيَّةً حَتَّى دَوَّكَيْتَ فِي حَدِيثِهِمْ ذَكَرَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ.

۲۲۲ - وَحَدَّثَنَا نَبِيْرُ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مَخْرَمَةَ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَوْ يَدُكَرُ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ فِي الْحَدِيثِ.

۲۲۵ - وَحَدَّثَنَا هَارُ بْنُ يَمْرُوتَ عَبْدُ الْأَعْلَى الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَاتَّقُوا الْحَدِيثَ وَلَوْ يَدُكَرُ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ وَزَادَ قَالَ فَكُنَّا نَرَاهُ يَمِشِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس بن ثمامہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب یہ

حدیث الباب کی تشریح

آیت نازل ہوئی:

اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کہو۔

لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي. (مجموعات: ۲)

حضرت ثابت اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، وہ انصار کے خطیب تھے، اسی وجہ سے دوسروں کی نسبت ان کو زیادہ خوف ہوا، اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کا عظیم منقبت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ استاذ قوم کے رئیس اور عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کی جستجو رکھے اور جوان میں سے فائب ہو جائے اس کی تفتیش کرے۔ اے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس طرح بولنا منع ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبیاں ظاہر ہوتی ہوں۔

بَابُ هَلْ يُؤْخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے کیے ہوئے اعمال کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے ایام جاہلیت کے بڑے اعمال پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بد اعمال میں مشغول رہا، اس سے جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانے کا بد اعمالیوں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۶ - حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَدُّهُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتُمْ أَخَذْتُمْ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤْخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أَخَذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم سے ایام جاہلیت کے بد اعمال کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے زمانہ جاہلیت کے بڑے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے زمانہ اسلام میں کوئی بڑا کام کیا اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ ہوگا۔ امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اعمش سے اسکی سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح

۲۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَمِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكَيْعٌ وَوَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالثَّلَفِيُّ لَهُ حَدَّثَنَا وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَنْتُمْ أَخَذْتُمْ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤْخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ -

۲۲۸ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

میشکہ۔

منقول ہے۔

اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں پر مواخذہ کا جواب | علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں: قرآن مجید اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گیا اس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ مطلقاً معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں یا نہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا: اما علمت یا عمر وان الاسلام یهدم ما کان قبلہ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶) مٹا دیتا ہے!

اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے اسلام کے بعد نیک اعمال کیے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے بُرے کام کیے اس سے مواخذہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کیے اس سے یہ مراد ہے جو شخص دل سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ صرف بظاہر اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دل سے اسلام کو نہیں مانتا تو یہ شخص منافق ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے، تو اس ظاہری اسلام سے پہلے اس نے زمانہ جاہلیت میں جو بُرے کام کیے تھے اُس سے ان پر بھی مواخذہ ہوگا اور اس ظاہری اسلام کے بعد جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کفر پر مستمرا رہتا ہے، اور جو شخص ظاہر اور باطن سے مسلمان ہو گیا اس سے زمانہ جاہلیت کے بُرے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

باب ۵۳ کون الإسلام یهدم ما قبله و کذا الحبر والهجرة
اسلام حج اور محبت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے، حضرت عمرو بن عاص کا پی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کیوں رورہتے ہیں؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ حضرت عمرو بن عاص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی نیت

۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَدَنِيُّ أَبُو مَعِينٍ الرَّقَاشِيُّ وَاسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ كُلُّهُمَا عَنْ أَبِي عَامِرٍ وَالْكَفْظِيِّ ابْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الصَّخَّارِيُّ يَعْنِي أَبَا عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَمِيدَةُ بِنْتُ شَرِيحٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ شَمَّاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ يَبْكِي كَهَيْلًا وَحَوْلَ وَجْهِهِ إِلَى الْجِدَارِ وَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يَبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَرَكِ رَسُولٌ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نزد محمد صالح المطالع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکذا اَمَا بَشَرَكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ
فَأَنْبَلُ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نَعِدُ لَكُمْ هَذَا
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُعْتَدًا رَسُولُ اللَّهِ إِيَّيْ
قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَعَدْتُ رَأَيْتَنِي وَمَا
أَحَدًا أَشَدَّ بَغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ فِي
اسْتَمْنَكْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتَهُ فَلَوْمْتُ عَلَى يَدِكَ
الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ
عِزِّي وَجَعًا إِلَّا سَلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ
فَلَا بَايِعَكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ وَقَالَ فَهَبْصُنْتُ
يَدِي وَقَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ
أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ أَنْ
يُغْفَرَ لِي وَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ
مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهَجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ
قَبْلَهَا وَأَنَّ الْعَبْرَةَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ —

وَمَا كَانَ أَحَدًا

أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلٌ فِي عَيْنِي مِنْهُ مَا كُنْتُ
أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَكَو
سَلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَفْتُ لِأَنِّي لَوْ أَكُنْتُ
أَمْلَأُ عَيْنِي مِنْهُ وَلَوْ مِتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ
لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ
وَلَيْتَنَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا
أَنَا مِتُّ وَلَا تَصْحَبُنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا
دَفَنْتُمُونِي فَشَبُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَبًّا ثُمَّ
أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرًا مَا كُنْتُمْ جُرُودًا

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ اور
مجھ پر تین دفعہ گزرتے ہیں، ایک وقت وہ تھا جب مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی چیز سے ملاقات
نہیں تھی اور میں ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح
راہِ اِیْمَانِ (اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں۔
اگر میں اس وقت مر جاتا تو یقیناً جہنمی ہوتا۔ دوسرا وقت
وہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی غیبت
پیدا کی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیے میں
آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو
میں نے اپنا ہاتھ کیچنے لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: عمر و کیا بات ہے؟ — میں نے
عرض کیا میں کچھ شرائط طے کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دل چاہے شرائط لگاؤ۔ میں
نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو
جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر و! کیا تم نہیں
جانتے کہ اسلام کھیلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور مجھ
تمام کھیلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام کھیلے گناہوں
کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں
آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی، اگر کوئی شخص
مجھ سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علیہ بیان
کو رو تو میں آپ کا علیہ بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو
ابھی بھڑک رہا تھا، اگر میں اس وقت فوت ہو جانا
تو مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوتا، پھر اس کے بعد مجھے
کچھ دمرہ داریاں سونپ دی گئیں، میں نہیں جانتا کہ ان
کے بارے میں میرا کیا انجام ہوگا، اب میرے مرنے
کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ کوئی ماتم کرنے والی

وَيُنْفَسُ لَحْمَهَا حَتَّى اسْتَأْنِسَ بِكَوِّ وَانْظَرَ
مَا ذَا انْتَجَعَهُ بِمِ رُسُلَ رَبِّهِ.

جلٹے نہ آگ لے جائی جائے اور جب مجھے دفن کر چکو
تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر بٹھرنا
جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا
جانا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو
اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب
دیتا ہوں۔

۲۳۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بِنِ مَيْمُونٍ
قَرَأَ بَاهِيْمٍ لِي دِيْنًا وَاللَّفْظُ يَدَاهِيْمَ قَالَ
عَدَدْنَا كِتَابًا وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْقُبُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ سَعِيدُ
بْنُ جَبْرِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّاسَ
مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوا قَاتِلُوا وَتَنَزَّوْا
فَاتَنَزَّوْا فَمَا آتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي نَعْبُدُ وَتَدْعُو
إِلَيْهِ لَحَسَنٌ وَلَوْ نَحْبَدُكَ أَنْ لِمَا عَمَلْنَا
كَعَادَةٍ فَتَزَلُّ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ
إِلَهًا آخَرًا وَلَا يَشْكُرُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزِنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
يَلْقَ أَثَامًا وَتَزَلُّ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا
عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ - الْآيَةُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ مشرکین میں سے بعض لوگ قتل اور زنا کے گناہوں
میں بہ کثرت ملوث تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ جس دین
کی ہم کو دعوت دیتے ہیں وہ بہترین دین ہے، اگر
آپ ہمیں یہ بتلا میں کہ اسلام لانے سے ہمارے گناہوں
کا کفارہ ہو جائے گا تو ہم اسلام قبول کر لیں، اس موقع پر
یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا
کسی اور کی عبادت نہیں کرتے نہ ناحق قتل کرتے ہیں
اور نہ زنا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیے ان
کو دردناک عذاب ہوگا، دوسری آیت یہ نازل ہوئی،
(ترجمہ:) اے میرے بندو! جو گناہ کر کے اپنے
اوپر ظلم کر چکے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت
ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۲۲۹ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی
کے عین دور بیان کیے اور موت کے بعد نوحہ نہ کرنے اور آگ
نے جانے کی وصیت کی اور دفن کے بعد قبر پر اتنی دیر بٹھرنے کے لیے کہا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس
کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے
سالقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص مرے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
حسن ظن رکھے اور قرآن مجید کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یاد کرے، جن میں اللہ تعالیٰ

کے غفور و درگزر کا بیان ہے، اور اپنے نیک اعمال کو یاد رکھنے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم ہو سکے، یہ امر بالاتفاق مستحب ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے، حضرت عمرو بن العاص نے اپنے جنازہ کے ساتھ لڑاکہ کرنے والی کو بھیجنے سے منع کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے پر لڑاکہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آگ بھیجنے سے بھی منع کیا کیونکہ اس کی بھی حدیث میں ممانعت ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کا شمار ہے، نیز یہ بد شکوئی کی وجہ سے مکروہ ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا اسَلَّمَ
بَعْدَهُ

اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے یہ بتلائیے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے ہیں آیا مجھے ان نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جن نیکیوں کی تم نے عادت ڈالی تھی وہ عادت اسلام میں بھی باقی رہے گی۔

۲۳۱ - حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أَمْوَرًا كُنْتُ أَتَمَحَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اسَلَّمْتَ عَلَى مَا اسَلَّمْتَ مِنْ نَعِيرٍ وَالتَّحَنُّنِ التَّعَبُّدِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ میں نے زمانہ کفر میں جو صدقہ اور خیرات کی، غلاموں کو آزاد کیا، اور شہتہ داروں سے حسن سلوک کیا، آیا مجھے ان نیک کاموں پر آخرت میں اجر ملے گا؟

۲۳۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ الْحُلَوَانِيُّ نَاوَقَالَ عَبْدُ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ وَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ

۱۔ علامہ محلی بن مشرف نووی مؤلفی ۶۶، ۶۷ شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ نیکیوں سے
ہی تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آتَى رَسُولَ اللهِ آيَاتٍ
أَمْوَرًا كُنْتَ أَتَعْتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ
أَوْ عِنَاةٍ قِيَّةٍ أَوْ مِلَّةٍ رَجِمَ فِيهَا أَجْرُكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلْتُ عَلَى مَا أَسْأَلْتَ مِنْ غَيْرِ

۲۳۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حَمِيدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ
عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ
عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللهِ أَشْيَاءُ مَكُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ
هِشَامُ يَعْنِي كُنْتُ أَتَبَرُّهُ هَابَهَا فَقَالَ رَسُولُ

الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلْتُ عَلَى مَا
أَسْأَلْتُ لَكَ مِنَ التَّحِيرِ فَقُلْتُ فَوَاللهِ لَا أَدْعُ شَيْئًا
صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِنْكَ

۲۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَبْدُ اللهِ بْنُ كَيْسِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَغْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ
رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ كَمَا أَغْتَقَ فِي
الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ
ثُمَّ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ
نَحْوَ حَدِيثِهِمْ -

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نیکیوں کے
بارے میں پوچھا جو میں نے زمانہ جاہلیت میں کی تھیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نیکیوں کی برکت کہ
وجہ سے ہی تم اسلام لائے ہو، میں نے کہا قسم بخدا
میں ان نیک کاموں کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا رہوں گا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ حکیم بن حزام نے زمانہ کفر میں سو غلام آزاد کیے اور
سواڑت نکیرت کیے، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ
سو غلام آزاد کیے اور سواڑت فی سبیل اللہ صدقہ کیے
..... بالحدیث حسب سابق ہے۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے
ثابت ہے کہ زمانہ کفر میں کی

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

ہوئی نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں، اور ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا نہ ان کی وجہ سے عذاب میں کوئی تخفیف
ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلنا لاہباء

منتوراً۔ (فرقان: ۲۳)

من یکفر بالایمان فقد ضبط عمله۔

کفار ہمارے پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے
ہم ان کو دفنیا میں) بکھرے غبار کے ڈرے بنا دیں گے
جس نے ایمان لانے سے انکار کیا اس کا عمل ضائع

(ماخذ ۵۱۷)

کردیا جائے گا۔

اس کے علاوہ فرمایا:

فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينصرون

(بقرہ: ۷۶)

کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

بیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابن ہد فان زمانہ جاہلیت میں ایک کام کرنا تھا آیا اس کو آخرت میں اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے سمانی نہیں مانگی تھی۔

تاہم یہ معاملہ بطور عدل ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کافر کو اسلام لانے کے بعد اس کے زمانہ کفر کی نیکیوں پر اجر عطا فرماتا ہے یا کسی کافر کی نیکیوں کے عوض اس کے عذاب میں تخفیف کر دے تو یہ ممکن ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اسی جہت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت اور حسن سلوک کی وجہ سے ابوطالب اور ابوہریرہ کو عام قاعدے سے مستثنیٰ کر لیا گیا۔

بَابُ صِدْقِ الْإِيمَانِ وَإِحْلَاصِهِ

ایمان میں صدق اور اخلاق

۲۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الرَّعْمِشِيِّ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ عَلْقَمَةَ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الْإِيمَانِ بَطَلُوا شَيْئًا ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا آيَاتُ اللَّهِ لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لِقَتَانُ لِإِبْرَاهِيمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَشْرِكُوا بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جن مومنین نے اپنے ایمان کے ساتھ بالکل ظلم نہیں کیا (یعنی کونجبات ہو گئے) تو صحابہ کرام اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کون شخص (معصیت کر کے) ظلم نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ظلم بمعنی شرک ہے جس طرح حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔

۲۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَيْبِيُّ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ وَحَدَّثَنَا مُجَازٌ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ دارالحدیث، مطابع کراچی

أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسَيْبٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ
نَا ابْنَ إِدْرِيسَ كُرَيْبًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِي أَبُو
إِبْرَاهِيمَ ابْنُ تَعْلَبٍ عَنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ مِنْهُ.

حدیث الباب کی تشریح | ظلم کا معنی ہے:

وضع الشيء في غير محله۔

اور کسی مستحب اور اولیٰ کام کے خلاف بھی کیا جائے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بائیں پیرو داخل کرے یا مسجد سے خارج ہوتے وقت پہلے وایاں پیر نکالے تو یہ بھی ظلم ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی؟

الذین آمنوا ولعبسوا إيمانهم بظلم
اولئک لہم الامن وہم مہتدون۔
(انعام: ۸۲)

تب صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا کہ یہاں ظلم اپنے اطلاق اور عموم پر معمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مقید ہے یعنی شرک۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان

بَابُ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللَّهِ تَعَالَى عَنْ حَدِيثِ
النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَفِرَّ وَ
بَيَانِ أَنَّ سُبْحَانَ تَعَالَى لَمْ يَكِلْفُ إِلَّا مَا يُطَاقُ
وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ
۲۳۷۔ حَدَّثَنَا شَيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْهَالِ الصَّرِيرِيُّ وَ
أُمَيَّةُ بْنُ بُسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ وَاللَّفْظُ لِأُمَيَّةَ قَالَ نَا
يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ
عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أَنْزَلَتْ
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بَلَدَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تَبَدَّلَ مَا فِي
الْأَنْفُسِ أَوْ تَحَقُّوهُ يُعَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ
يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) "آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور زانو ادب تہ کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا
یا رسول اللہ ہمیں ان کاموں کا مکلف کیا گیا جو ہماری
طاقت میں تھے، جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ
ادب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں مذکور
حکم کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کیا تم پچھلی امتوں کی طرح یہ کہنا چاہتے
ہو، ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سنے اور نافرمانی کی
بلکہ تم کہو! ”اے اللہ ہم نے تیرا حکم سنا اور اس
کی اطاعت کی اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے
تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے“ یہ سن کر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی
اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف
لوٹ کر جانا ہے، جب صحابہ کرام یہ کہہ چکے تو اللہ
تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) ”رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اور مومنین ان چیزوں پر ایمان لائے
جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی اور سب
اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں
اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں
نے کہا ہم ان میں سے کسی رسول پر (ایمان لانے میں)
فرق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور
اطاعت کی، اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما ہم نے
تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، جب صحابہ کرام نے
اللہ کے احکام کو مان لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت
کے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ)
”اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف
نہیں کرتا۔ ہر شخص کے نیک عمل اس کو نفع دیں گے
اور بد عمل اس کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ اے
ہمارے رب! ہماری بھول یا غلطی پر ہم سے مواخذہ
نہ کرنا“ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) اے ہمارے

فَأَشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ —
— صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَى رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَرَكُوا عَلَى
الرُّكْبِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولَ اللَّهِ كُفَلْنَا مِنَ الْأَعْمَالِ
مَا نَطِيقُ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ
وَقَدْ أَنْزَلْتَ عَلَيْكَ هَذِهِ الْآيَةَ فَلَا نَطِيقُهَا قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُرِيدُونَ
أَنْ تَقُولُوا كُنَّا قَالِ أَهْلُ الْكِتَابِ بَيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قَوْلُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
عُمْرَانُكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ قَالُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا عُمْرَانُكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ
فَلَمَّا أَتَرَاهَا النَّوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا أَسِنَّةُ
أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي آخِرِهَا مِنَ الرَّسُولِ
بِنَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ
أَمَّنْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا
سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عُمْرَانُكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ
الْمَصِيرُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ نَسَحَهَا اللَّهُ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دُسَعَهَا
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا
قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرًا كَمَا
حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا
قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا مَا أَكْرَهْتُمْ
لَنَا بِه قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ

رب ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کرنا جن احکام کا پچھلی امتوں کو مکلف کیا تھا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) "اے ہمارے رب ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ کرنا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) ہمیں معاف فرما، بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے ہماری کفارت کے خلاف مدد فرما" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس سب کا حساب لے گا" تو صحابہ کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پیدا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو "ہم نے سنا، اطاعت کی اور مان لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لا سمخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، ہر شخص کو اس کے نیک اعمال پر ثواب ملے گا اور بد اعمال پر عذاب ہوگا اسے ہم سے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کر دیا) اسے ہمارے رب اور ہم کو ایسے سخت احکام نہ دینا جیسے تو نے پہلی امتوں کو دیے تھے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا) "اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حدیث نفس کو معاف کر دیا۔

۲۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْرَاقُ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سَفْيَانَ عَنْ أَدَمَ بْنِ سَلَيْمَانَ مَوْلَى خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جَبْرِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ تَبَدُّوْا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَخْذَرُوْا يَحْسِبْكُمْ بِرِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَوَلَّوْا سِعْتَنَا وَاطْعَنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَالْتَقَى اللَّهُ تَعَالَى الْإِيْمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِشْرًا وَسَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ كُنَّا سَئِيئَاتٍ أَوْ آخِطَاتٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ -

۲۳۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ وَقَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ دُرَّادَةَ

جب تک وہ اس کے مطابق کلام یا عمل نہ کریں۔

بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے "حدیث نفس" کو معاف فرمایا جب تک کہ وہ اس کا نقل یا اس پر عمل نہ کریں۔

۲۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے بیان فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (سے) فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی گناہ کا "ہم" کرتا ہے تو اس کو اس کے نامہ اعمال میں مت لکھو اگر وہ اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ نیکی کا "ہم" کرے اور اس نیکی کو نہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو اور اگر اس کے مطابق عمل کرے تو دس نیکیاں لکھ دو۔

۲۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَرَادَةَ عَنْ كَثِيرَانَ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا "ہم" کرتا ہے اور اس پر

۲۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَكَثِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حَبْرٍ قَالُوا ثنا إسماعيل وهو ابن جعفر عن العلاء عن أبيه عن أبي

هُرَيْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ فَإِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سِتِّينَ وَاحِدَةً -

۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقَ قَالَ أَنَا مَعَهُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا حَسَنَةً بِعَشْرٍ مِثْلِهَا فَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَإِنَّا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدٌ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرِيهِ فَقَالَ أَرْتَبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَارْتَبُوهُ هَالِكٌ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَارْتَبُوهُ هَالِكٌ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِي وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَفْعَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرٍ مِثْلِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَفْعَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

عمل نہیں کرتا تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نہیں لکھتا اور اگر اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دیتا ہوں۔

ہمام بن منبہ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کا تذکرہ کر رہے تھے، ان میں سے ایک روایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ کسی نیکی کے لیے "حدیثِ نفس" کرتا ہو تو جب تک وہ اس نیکی کو نہیں کرتا میں اس کی ایک نیکی لکھتا ہوں، اور جب وہ اس نیکی کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ کسی گناہ کے لیے حدیثِ نفس کرتا ہے تو جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے میں بخش دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کرتا ہے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب! میرا بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اخطار کرو اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو۔ اور اگر گناہ نہ کرے تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو۔ کیونکہ اس نے گناہ کو صرف میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک نیکی کو دس سے لے کر سات سو تک لکھا جاتا ہے اور اس کا گناہ صرف ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔

۲۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو
خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَبْرَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ وَمَنْ هَمَّ
بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً
ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ
يُكْتَبْ وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ -

۲۲۶ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ ذَرُّوْنَةَ قَالَ نَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنِ الْجَعْفَرِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو
رَجَاءٍ الْعَطَّارِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرُودُنِي عَنْ
تَرْتِيبِهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لَانَ اللَّهُ تَعَالَى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ
وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَّ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً
فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كُتِبَتْهَا اللَّهُ عِنْدَهُ
عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً ضِعْفٍ إِلَى
أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ
يَعْمَلْهَا كُتِبَتْهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً
وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كُتِبَتْهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ سَيِّئَةً وَاحِدَةً -

۲۲۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا جَعْفَرُ
ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْفَرِ بْنِ عُثْمَانَ فِي هَذَا
الرِّسَالَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَتَرَادَ
أَوْ مَعَهَا اللَّهُ وَلَدَيْهِكَ عَلَى اللَّهِ إِكْرَامًا
هَالِكًا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے
نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی
جاتی ہے اور جس نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہ کی تو
اس کے لیے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور جس
نے گناہ کا "ہم" کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اس کا گناہ
نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کر لے تو ایک گناہ لکھ
دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نیکیوں اور گناہوں کو لکھ لیتا ہے۔ پھر ان کی
تفصیل بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا "ہم" کرے اور
اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ
لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو وہ اس کی ایک
نیکی دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے
بھی کئی گناہ زائد لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ہم"
کرے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے
ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر گناہ کرے تو
اللہ تعالیٰ صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ
روایت ذکر کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس گناہ کو بھی مٹا دے گا اور عذاب میں وہی شخص
بتلا رہے گا جو دیدہ دلیری سے گناہ کرتا ہو۔

ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۲۴۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بند
تک نہیں نکھا جاتا جب تک کہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور اگر بچے کا مدہم (ارادہ) کرتا ہے اور نیکی نہیں کرتا
تو اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا قاضی ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ
اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہگار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں
آئی اور اس کا ذہن میں استعزاز نہیں ہوا تو یہ ”ہم“ ہے اور ہم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے اگر کسی کام میں
راجح جانب کرنے کی ہو اور مزجوع سانچیاں ہو کرنے کا ہو تو یہ ”ہم“ ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مزجوج جانب
بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فی صد ارادہ ہو جائے خواہ قطع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں
بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ عامۃ السلف، فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو قاضی ابوبکر کا مذہب ہے
کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اگر برائی
کا عزم کرے تو ایک برائی لکھی جاتی ہے اور اگر برائی کا ”ہم“ کرے تو برائی نہیں لکھی جاتی کیونکہ ”ہم“ کے
بعد عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الہی ہو لیکن نفس امارا اور عزم معصیت ہے
اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھی
جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھی جائے گی
معصیت کے ”ہم“ کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ ”ہم“ میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ
نہیں کرتا نہ اس کا عقد، عزم اور نیت کرتا ہے، مشکلیں نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف
خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے، مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی
یا نہیں، بعض علماء نے کہا اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی لیکن یہ قول ضعیف ہے۔
قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم، عقد اور گناہ کی نیت سے
مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں
میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت
میں دردناک عذاب ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی
الذین امنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ۔

(نور: ۱۹)

۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۷۸-۷۹، مطبوعہ دارالحدیث المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے

یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن

ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اسے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو

بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

ولا تعزموا عقدة النکاح۔

(بقرہ: ۲۳۵)

(اور عدت کے دوران) اس سے عقد نکاح کا

عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنے

گناہ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں!

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اذا التقى المسلمان بسيفهما فالقاتل

والمقتول في النار قلت يا رسول الله هذا القاتل

فما بال المقتول قال انه كان حريصا على قتل

صاحبه۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان

تکراروں سے مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں

دوزخی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قاتل تو

ہوا، مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے

مقابل کے قتل پر حرصیں تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنے

بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریفین کی تفسیرات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حد کرنا، مسلمانوں کو حقیر

جاننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے، اور یہ تمام دل کے افعال ہیں، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت

کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے، البتہ معصیت کا ”ہم“

معصیت نہیں ہے۔

”ہم“ اور ”عزم“ کی مزید وضاحت کے لیے یہ جانتا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ

قسمیں ہیں:

علامہ اسمعیل بن عیسیٰ مالکی لکھتے ہیں:

۱۔ ما جس۔ اچانک کسی چیز کا خیال آئے۔

۲۔ خاطر کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس۔ جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۴۔ ”ہتم“:۔ غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ہزر ہو۔

۵۔ عزم:۔ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو، وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو حاجس، خاطر، حدیث نفس اور ہتم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحق مواخذہ ہے، خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔ ۱۷
اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ حاجس ہے، اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے، اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور غالباً جانب اس کو قتل کرنے کی ہو لیکن مغلوب سا یہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ ہتم ہے اور جب یہ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ یہ طے کر لے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت کرے تو یہ عزم ہے پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کرنے کا عزم کر لے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً ”وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طبیعت سے ابھی ابھی مر رہا ہے، اب ہر چند کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے بہر حال اس کو قتل کرنے کی نیت کر لی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کا گرفت ہوگی۔“

حاجس، خاطر اور حدیث نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی امتوں پر بھی معاف تھی اور اس امت پر بھی معاف ہے لیکن پچھلی امتوں کا ”ہم“ پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر ”ہم“ معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کر لیا جائے تو اس امت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی حدیث نفس مذموم ہے اور نیکی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت نماز ہو۔
امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قال عمار بن الجهم جیشی وانا فی الصلوۃ
حضرت عمر نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق | اسی حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کرتا

۱۷۔ علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر الصاوی ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ دار اجیاز الکتب العربیہ مصر

۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جزاء اور سزا کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱- من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزي الا مثلها۔

(انعام، ۱۶۰)

۲- مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبثت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة۔

(بقرہ ۲۶۱، ۲۶۲)

۳- انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔

(زمر، ۱۰)

جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لیے ایک گناہ ہی کا سزا ملتی ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں یعنی اس کے لیے سات سو گنا اجر ہے۔

صبر کرنے والوں کو پورا اجر بغير حساب کے ہی دیا جائے گا۔

اجر کے ان مراتب میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ عبادات بدینہ میں دس گنا اجر ملتا ہے۔ عبادات مایہ میں سات سو گنا اجر ملتا ہے اور ضبط نفس اور صبر پر لا محدود اجر ملتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب نیکی کرنے والے کے صدق اور خلوص نیت کے مراتب کے اعتبار سے ہیں جس شخص میں بتنا زیادہ خلوص ہوگا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ بعض لوگ عبادات اور صدقہ و خیرات حساب سے کرتے ہیں یعنی جتنا ان کے ذمہ لازم ہو اتنا ہی صدقہ کرتے ہیں اور بعض لوگ بے حساب عبادات اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جو لوگ حساب سے عبادت کرتے ہیں ان کو حساب سے اجر دے گا اور جو بے حساب عبادت کریں گے ان کو بے حساب اجر دے گا، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہیں، مثلاً کسی ارب پتی سے کوئی شخص ایک روٹی کا سوال کرے، اور وہ اس کو ایک روٹی دے دے تو یہ ایک نیکی ہے اور اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا لیکن جس شخص کی کل کاٹنات صرف ایک روٹی ہی ہو اور اس سے کوئی روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو روٹی دے دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے شخص کے مقابلہ میں اس نے اربوں روٹیوں کی دولت گنادی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ اجر محض اللہ کے فضل سے ملتا ہے وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا فرمائے۔ صبر پر بے حساب اجر عطا فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے خدا کی راہ میں دنیا آسان ہے، اور کسی حادثہ سے جو جان یا مال میں نقصان ہو جاتا ہے، جس میں انسان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا اس پر شکایت نہ کرنا اور صبر کرنا مشکل ہے، اس لیے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریفین میں بتلایا گیا ہے کہ گناہ کرنے والے کو ایک گناہ کرنے کا ایک سزا ملتی ہے مگر ان کے اسرار و اسرار کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

من يات منكن بفاحشة مبينة يضاعف لها

تم میں سے جس نے کھلی بے حیائی کا کام کیا اس

العذاب ضعفین۔ (احزاب، ۳۰)

کو دوسرا عذاب دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام حکم یہی ہے لیکن خواص اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

جس کا رتبہ ہے سوا اس کو سوا مشکل ہے

ازواج مطہرات کا مرتبہ زیادہ ہے اس وجہ سے ان کے لیے مواخذہ کی مقدار بھی زیادہ رکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محض بھول کی بنا پر محاسبہ فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کی صرف اجتہاد ہی خطا کی بنا پر ان کو مچھلی کے پیٹ میں مقید فرمایا اور غلام کے مقابلہ میں آزاد کی دو گنی حد مقرر کی، اور جابلے کے مقابلہ میں عالم سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيمَانِ وَ مَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسہ کے وقت

کیا کہنا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے دلوں میں بعض ایسے خیالات آتے ہیں جن کا بیان کرنا بھی ہم گناہ سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی ایسے خیالات آتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۲۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ اصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوْ قَدْ وَجَدْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ -

۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَحِيدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رِقَادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ اسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَرَّابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ زَمْرَةَ بْنِ كِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ -

۲۵۰ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَمْسِ عَنْ مُعِينَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسَةِ فَقَالَ تِلْكَ مَخَصِنُ الْإِيمَانِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق روایت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض ایمان ہے۔

۲۵۱۔ حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ مَرْوَانَ وَمَعْرُوفٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَادٍ وَاللَّهْظِيُّ كِلَاهُمُ رَوَيْنَ قَالَ ثَنَا سَعْيَانٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يِرَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ أَمَنْتُ بِاللَّهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے جس شخص کو اس بارے میں کوئی تردید ہو وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں۔

۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلانَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدَّبُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّ الشَّيْطَانِ أَحَدَكُمُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَنَادَى وَمُوسَى۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے پاس اگر شیطان کہتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا، زمین کو کس نے پیدا کیا، وہ شخص کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں "اور اس کے رسولوں پر" کا اضافہ ہے۔

۲۵۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّ الشَّيْطَانِ أَحَدَكُمُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتَّى يَقُولَ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَلْتَمَسْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور کہتا ہے کہ فلان فلان چیز کو کس نے پیدا کیا، حتیٰ کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹائے۔

۲۵۴۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّ الْعَبْدِ الشَّيْطَانِ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا ابْنُ أَبِي حَتْمٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلان فلان چیز کو کس نے پیدا کیا۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۲۵۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهُوَ إِحْدُ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي اثْنَانِ وَهَذَا الثَّلَاثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّلَاثُ -

۲۵۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ مُلَيْبَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَيْرَ أَنَّ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِسْنَادِ وَلَكِنْ قَدْ قَالَ فِي أَحَدٍ الْحَدِيثِ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ -

۲۵۷ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الرَّؤْمِيِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍَا حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُونَ يَسْأَلُونَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ فَيُبَيِّنُ أَنَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا جَاءَ فِي نَاسٍ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا اللَّهُ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ فَأَخَذَ حَصِيًّا يَكْفِيهِ فَرَمَاهُمْ بِهَا ثُمَّ قَالَ قَوْمُوا قَوْمُوا صَدَقَ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۲۵۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے علمی بحثیں کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اس وقت حضرت ابو ہریرہ کسی شخص کا ہاتھ کپڑے ہوئے تھے، پھر کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، مجھ سے دو شخص یہی سوال کر چکے ہیں، اور یہ تیسرا ہے یا کہا مجھ سے ایک شخص یہ سوال کر چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت موقوفاً ذکر کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تم سے سوالات کرتے رہیں گے کہ اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران کچھ دیہاتی آئے اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ! اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ نے مٹھی بھر کر ان کا طرف کنکریاں پھینکیں اور کہا چلو یہاں سے اٹھو، میرے آقا نے سچ فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تم سے

بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُكُمْ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَقُولُوا اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَمَنْ خَلَقَهُ -

۲۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنِ نَدَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَأَى مُحَمَّدُ بْنُ قُضَيْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فُلَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّابًا مَا كَذَّابًا حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى -

۲۶۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنِ الْمُخْتَارِ عَنِ أَنَسِ بْنِ عَمِّيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكَرْ قَالَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ -

ہر چیز کے بارے میں سوالات کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: تمہاری امت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں تمہاری امت کے الفاظ نہیں ہیں۔

حدیث نمبر ۲۵۳ میں ہے جب انسان کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لے۔

شیطانی وسوسوں کی دو قسمیں

ہے تو انسان شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وسوسوں کو دفع کرنے کے لیے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس وسوسہ کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دیا جائے۔ علامہ مازری نے کہا بعض وسوسے ذہن میں استقرار نہیں پاتے، ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر لیا جائے اور یہ حدیث اسی صورت پر معمول ہے اور جو امور اس طرح طاری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مسترد کر دینا چاہیے اور جو خواہر کسی دلیل اور شبہ پر مبنی ہوں اور ذہن میں مستقر ہو جائیں ان کو بغیر دلیل کے مسترد نہیں کیا جا سکتا اس لیے ان کو غور و فکر سے باطل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال

ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کو بغیر کسی دلیل کے براہتہ مانتے ہیں، صرف

قرآن مجید کا وجود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لیے کافی ہے، تاہم شیطان کے دوسرے کے ابطال کے لیے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہیے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہو گا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو، وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں یہ نیز یہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک چیز ہے خلاف عقل ہونا مثلاً ایک چیز بیک وقت سیاہ بھی ہو اور سفید بھی ہو جس کو اجتماع ضد میں کہتے ہیں اور ایک ہے ماوراء عقل ہونا، یعنی جو چیز عقل کی پہنچ اور گرفت سے باہر ہو اس کائنات کے ہزاروں اسرار ایسے ہیں جن تک صدیوں پہلے عقل کی پہنچ نہیں تھی اور آج ان کو عقل نے پایا ہے اور اسی طرح اب بھی لاتعداد اسرار اور حقائق ایسے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچ سکی، لیکن ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس تہید کے بعد واضح ہو گیا کہ ایسی حقیقت جو سب سے پہلے ہو اور اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو جو سب کی خالق ہو اور اس کا خالق کوئی نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ ماوراء عقل ہو لیکن خلاف عقل ہرگز نہیں ہے اس لیے اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اقرار اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کائنات کو بنانے اور چلانے کا اس کے سوا کوئی سچا دعویٰ دہا نہیں ہے، جن فرشتوں، نبیوں، ولیوں، درختوں، حیوانوں، عناصر اور کواکب کو لوگوں نے خدا مانا اور ان کی عبادت کی ان میں سے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، اور قیامت کے دن یہ سب اس دعویٰ سے ہلاکت کا اظہار کریں گے اور جن انسانوں نے از خود خدائی کا دعویٰ کیا وہ لوگوں کے سامنے پیدا ہوئے اور لوگوں کے سامنے مر گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور یوں ان کی خدائی باطل ہو گی، الغرض اس کائنات کو بنانے، چلانے اور فنا کرنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا دعویٰ دہا نہیں ہے، اسی لیے وہی سچا خدا ہے اور اسی کو ماننا ضروری ہے۔

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر
دوزخ کی وعید

بَابُ وَعِيدِ مَنْ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ
بِيَمِينٍ فَاجْرَةٌ بِالنَّارِ

۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَنَا الْعَدَاءُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹی
قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ
اس پر جہنم واجب اور جنت حرام کر دیتا ہے۔ ایک

۱۔ علامہ مکی بن شرف لودی متوفی ۶۶۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۹، مطبوعہ نوریہ مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

شخص نے عرض کیا یا رسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو، آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

الْحُرَّقَتْ عَنْ مَعْبِدِ بْنِ كَعْبِ السَّلْبِيِّ عَنْ أَخِيهِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اقْتَطَعَ
حَقِّي أَمْرِي مُسْلِمًا بِيَمِينِي فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ
لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَو
إِنْ كَانَ شَيْئًا تَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِنْ
قَصِينًا مِنْ آرَائِي.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا:
اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۶۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَطَائِفَةٌ
بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَهَرُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي
أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَخَاهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ
أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْخَارِثِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی،
قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا
تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اسی دوران حضرت
اشعث بن قیس اُمی اور پوچھا کہ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ
بن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے، لوگوں نے وہ حدیث
سنائی، حضرت اشعث بن قیس نے کہا ابو عبد الرحمن نے
سچ کہا یہ حکم میرے ہی بارے میں نازل ہوا تھا۔
ایک شخص کی شرکت میں میں میری زمین تھی، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ
میرا اس زمین کے بارے میں اختلاف ہو گیا، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس
کوئی گواہ ہے، میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا
پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا حضور
وہ تو جھوٹی قسم کھانے کا، آپ نے فرمایا جو شخص کسی

۲۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَا وَكَيْعُحٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مَعَاذٍ
وَكَيْعُحٌ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْطَلِيُّ
وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ أَنَا وَكَيْعُحٌ قَالَ أَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي
وَأَبِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ
صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ أَمْرِي مُسْلِمًا هُوَ فِي مَاءٍ
فَاجِرٍ لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانُ
كَانَ قَدْ خَلَّ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يَحْدِثُكُمْ
أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ
أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي نَزَلَتْ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ
رَجُلٍ أَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيْنَهُ
فَقُلْتُ لَا قَالَ فَبَيْنَهُ قُلْتُ لَا ذَنْ يَحْلِفُ
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَبْرٍ

مسلمان کا مال کھانے کی خاطر جھوٹی قسم کھانے کا قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلہ میں متاعِ قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں، (آخر آیت تک پڑھیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں من کی جگہ کنوئیں کے جگڑے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا جب قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلہ میں متاعِ قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں، (آخر آیت تک پڑھیں)

حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک مقامِ حضرت موت سے اور دوسرا کندہ سے، ہنرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے باپ کی طرف سے ملی ہوئی

يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ فَتَزَلَّتْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتُرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثُمَّ قَلِيْلًا اِلَىٰ اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

۲۶۲۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِي وَاَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَا هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ غَيْرًا ثُمَّ قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِى بَيْتٍ فَاحْتَصَمْنَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَهِدَا لَكَ اَوْ يَمِيْنَةٌ۔

۲۶۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ النَّمَكِيُّ قَالَ ثنا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ اَبِي رَاشِدٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ اَعْيُنٍ سَمِعَا شَيْقِقَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالٍ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِصْدَاقًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتُرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثُمَّ قَلِيْلًا اِلَى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

۲۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيْتِ وَاَبُو عَاصِمٍ الْحَنَفِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَسِ عَنْ سَمَآلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاَيْلٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَةِ مَوْتٍ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
الْحَضْرَاءُ مَعِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا أَقْدَمَ عَلَيَّ
عَلَى أَرْضِي لِي كَأَنَّ رِجْلِي فِيهَا فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ
أَرْضِي فِي يَدِي أُرَدُّهَا لَيْسَ لَهَا فِيهَا حَقٌّ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
لِلْحَضْرَاءِ مَعِيَ أَلَيْسَ بَيْنَهُمَا قَالَ لَا قَالَ فَلَاكَ
بِمِثْنَةٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ
لَا يَبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَ لَيْسَ يَتَوَاتَرُ
مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ فَانْطَلَقَ
لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَذْبَرَ مَا لَيْتُنْ حَلَفَ عَلَى مَا لَمْ
يَأْكُلْهُ ظُلْمًا لِيَلْقَيْنَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَ
هُوَ عِنْدَهُ مُعْرِضٌ -

زمین کو مجھ سے چھین لیا، کندی نے کہا وہ میری
زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے میں اس
میں زراعت کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق
نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرمی سے پوچھا تمہارے پاس گواہ ہیں، انہوں
نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر
فیصلہ ہوگا، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! یہ جھوٹا
ہے، جھوٹ پر قسم اٹھانے کا، یہ کسی چیز سے
پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس
کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ جب کندی قسم کھانے
کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر
اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے قسم کھائی تو
اللہ سے جب ملاقات کرے گا وہ اس سے ناراض
ہوگا۔

۲۶۷ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ إِسْحَاقُ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرٌ
نَاهُشِيمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ
عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَائِلٍ عَنْ
قَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ -
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا رَجُلَانِ
يُحْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هَذَا النَّبِيُّ
عَلَى أَرْضِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهِيَ مَرُوفٌ
الْقَيْسِ بْنِ عَابِسِ الْكِنْدِيِّ وَخَصْمَةٌ رِبِيعَةَ ابْنِ
عَبْدَانَ قَالَ بَيْنَتُكَ قَالَ لَيْسَ لِي بَيْنَهُ وَقَالَ
بِمِثْنَةٍ قَالَ إِذَا يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا
ذَلِكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أِقْطَعَةَ أَرْضًا
ظُلْمًا لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانُ قَالَ
إِسْحَاقُ فِي رِوَايَتِهِ رِبِيعَةُ بْنُ عَبْدِ انْ -

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقاضے
میں دو شخص ایک زمین کے بارے میں لڑتے ہوئے
آئے، ایک شخص نے کہا جس کا نام امرؤ القیس بن
عابس کندی تھا کہ یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں اس
شخص نے میری زمین چھین لی تھی! اس کا حریف ربیعہ
بن عبدان تھا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہیں؟
اس نے کہا میرے گواہ نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر
یہ قسم کھاؤ گا، اس نے کہا پھر یہ میری زمین ہے۔
جائے گا، آپ نے فرمایا تمہارا قسم کے سوا اور کوئی حق
نہیں، جب اس کا حریف قسم کھانے لگا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے کسی کی زمین
چھین لے وہ جب اللہ تبارک سے ملاقات کرے گا
تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، امام مسلم نے کہا اسحاق
کی روایت میں اس کا نام ربیعہ بن عبدان ہے۔

باطن میں قضا تا قدرہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال | حدیث نمبر ۲۶۱ میں ہے جو شخص
جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔
علامہ یحییٰ بن شرف نوری لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حق پر قبضہ کا ذکر فرمایا ہے مال پر قبضہ کا ذکر نہیں فرمایا،
اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل جس میں مسلمان کا مال نہ ہو لیکن حق ہو مثلاً مردانگی کھال چونکہ نمبیس
ہے اس لیے مال نہیں ہے لیکن اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے اس لیے وہ مسلمان کا حق ہے، اسی طرح ازواج
میں باریوں کی تقسیم مال نہیں ہے لیکن مسلمان کا حق ہے، لہذا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے اس حق
کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کا حق مارنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کبیرہ کے ارتکاب سے جنت کیونکر حرام ہو گئی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے حلال سمجھ کر جھوٹی قسم کھائی اور مسلمان کا حق مارا وہ کافر ہو گیا اس پر جنت حرام
ہو گئی، دوسرا جواب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اس سزا کا مستحق ہے اور ممکن ہے اس کو معاف کر دیا
جائے، یا اس پر ابتداء جنت میں دخول حرام ہوگا اور بعد میں داخل ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”جس شخص نے مسلمان کا حق مار لیا اس پر جہنم واجب ہے۔“
اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذمی کا حق مارنا جائز ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شدید وعید کہ جب وہ اللہ تعالیٰ
سے طلاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو مسلمان کا حق مارے، رلم
ذمی تو ہر چند کہ اس کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن اس پر اتنی شدید وعید نہیں ہے۔ یہ جواب ان علماء کے مذہب
پر ہے جو مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں اور جو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا
قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مسلمان کا ذکر اس لیے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کے عام
مخاطبین اور عاملین مسلمان ہیں اور ذمی مخاطب نہیں ہیں البتہ معاملات میں ان کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا گیا ہے۔
نیز یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی مسلمان کا حق مارا اور بغیر توبہ کے مگر کیا لیکن جو شخص اپنے
فعل پر نادم ہوا، اس نے توبہ کی، اور خن دار کو اس کا حق واپس کر دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور دوبارہ ایسا نہ
کرنے کا پختہ عزم کر لیا اس سے یہ گناہ اور سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جہور فقہاء کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ حاکم کے فیصلہ
کے کسی شخص کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، اس کے باوجود قسم کھانے والے کے لیے فرمایا اگر
اس نے جھوٹی قسم کھا کر نا حق مال یا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ سے
اس کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب حاکم فیصلہ کرے تو وہ چیز اس کے لیے مباح ہو جاتی ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا، اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، حضرت علی کا یہ اثر حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے اور اس باب کی احادیث اہلک سرسہ پر معمول ہیں یعنی جب کوئی شخص ملکیت کا سبب بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کر دے تو پھر قضا باطناً نافذ نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقود اور فسوخ میں قضا ظاہراً اور باطناً ناند ہو جاتی ہے بشرطیکہ قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح کی مکمل اور باحوالہ بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر کا مال ناحق چھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جاتے تو روزِ نحی ہے اور اگر صاحبِ حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَىٰ أَنْ مَنْ قَصَدَ أَخَذَ قَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقِّ كَانِ الْقَاصِدُ مُهْدِرَ الدَّمِ فِي حَقِّهِ وَإِنْ قُتِلَ كَانِ فِي النَّارِ وَأَنْ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص اکرمیر مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو مت دو، اس نے کہا اگر وہ لڑنا شروع کر دے آپ نے فرمایا تم اپنے دفاع میں لڑو، اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گے، اس نے پوچھا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا وہ جہنمی ہو گا۔

۲۶۸ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ تَنَاخَلِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَعْبُدٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي قَالَ فَلَا تُعْطِهِ مَا لَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ فَانْتِ شَهِيدٌ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ فَهُوَ فِي النَّارِ -

عمر بن عبد الرحمان کے غلام ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو اور عبید بن سفیان میں اختلاف ہوا اور وہ دونوں لڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو خالد بن ابی العاص اسی وقت سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور انھیں لڑائی سے روکا۔

۲۶۹ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَدِيُّ وَاسْتَحَقُّ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْقَاطِمِيُّ مَتَّقَارِبَةً قَالَ اسْتَحَقُّ أَنَا وَقَالَ الْأَحْرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَلِيمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عُمَرَ وَبْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عُنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيْشَرُ وَاللِّقْتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَتَوَعَّظَهُ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. ۲۷۰ - وَحَدَّثَنَا نَبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ: نَامُ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ: نَا أَبُو عَاصِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

اہم مسلم نے ایک اور سند ذکر کے بیان کیا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ میں ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

شہید کی وجہ تسمیہ

اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی رو میں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوں گی، ابن الانباری نے کہا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہورہ کے معنی میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد (حاضر) ہو جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو نکال لیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نیکی پر خاتمہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے زخموں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شہید کی تین قسمیں ہیں:

فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام (۱) جو شخص اسلام کی سر بلندی کے لیے کفار کے خلاف لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا جائے، وہ دنیاوی احکام اور آخری احکام میں شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲) جو شخص اجر کے لحاظ سے شہید ہو وہ دنیاوی احکام میں شہید نہیں ہے، مثلاً جو پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوا، جو طاعون میں ہلاک ہوا، جو دیوار یا پھت کے نیچے آکر مرے یا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا اور اس طرح کے دوسرے لوگ جن پر مادیت میں شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا، البتہ پہلی قسم کے شہداء سے ثواب کم ہوگا۔

(۳) جس شخص نے مالِ فینمیت میں نجات کی احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دنیاوی احکام

میں شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور آخری حکم کے لحاظ سے یہ شہید نہیں ہے
یعنی اس کو شہادت کا اجر نہیں ملے گا۔ ۱۷

فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام | شہید کے جو احکام علامہ نودی نے بیان کیے ہیں وہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے:

علامہ ابوالحسن المرغینانی لکھتے ہیں:
جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ سے زخمی اٹھایا جائے (پھر مر جائے) یا جس کو مسلمان ظلماً قتل کر دیں اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداءِ اعداء کے حکم میں ہے، اور امام نسائی اور امام احمد نے تقاضا کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے مذہموں اور عروں پر کپڑا ڈال دو اور ان کو غسل نہ دو، اس مسئلہ میں امام شافعی نے نماز جنازہ میں ہماری مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے ان کے گناہ مٹا دیے گئے اس لیے وہ نماز جنازہ سے مستثنیٰ ہیں، ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اس کی تعظیم کے لیے ہے اور شہید تعظیم کے لیے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستثنیٰ نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بچہ کیونکہ آپ اور بچہ دونوں گناہوں سے پاک ہیں اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ۱۸ اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج يوماً فصلی علی اهل احد صلاتہ علی المیت ۱۹
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ نے شہداءِ اعداء پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ آپ نے شہداءِ اعداء کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا، ان کو غسل دیا گیا نہ نماز جنازہ پڑھی گئی، یہ روایت ہمارے حلقہ میں نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے اس لیے یا تو یہ حدیث ناسخ ہے اور نماز پڑھنا منسوخ ہے، یا معنی یہ ہے کہ شہداء پر فوراً نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، دفن کے بعد بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے شہداء کی اقسام اور مکمل تعداد کا بیان احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث کے حوالوں سے شہداء کی پینتالیس اقسام بیان کی ہیں، اس سے پہلے کسی نے شہداء کی اس قدر اقسام کی تحقیق نہیں کی، یہ بحث ہمارے تقریرات میں سے ہے۔

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نودی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۶۳، ملخصاً، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی کراچی

۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بَابُ اسْتِحْقَاقِ الْوَالِيِ الْغَاشِقِ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ .

۲۷۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُيَيْدُ اللَّهِ ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَّارٍ الْمُرِّيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَوَعَلْتُمْ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ لَيْسَتْ رَعِيَّتُهُ اللَّهُ رَحِيمَةً يَمُوتَ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشِقٌ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .

۲۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا زَيْدُ بْنُ زُرَّاعٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُيَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ وَهُوَ وَجَعٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَدَّثْتُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَرِي اللَّهُ عَبْدًا رَعِيَّتُهُ يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشِقٌ لَهَا إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي بِهَذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْلَمْ أَكُنْ لِأَحَدٍ تَكَ .

۲۷۳۔ وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَكْرِيَّاءَ قَالَ سَأَلْنَا حُسَيْنَ بْنَ يَحْيَى الْجَعْفِيَّ عَنْ تَرَائِدِهَا عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ نَعُودُهُ فَجَاءَهُ عُيَيْدُ اللَّهِ ابْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَنَا مَعْقِلٌ إِنِّي سَأَحَدُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثَيْهِمَا .

رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید

عبداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہتا تو میں تم کو یہ حدیث نہ سناتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا ہو اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

عبداللہ بن زیاد مرض الموت میں حضرت معقل بن یسار کی عیادت کے لیے آیا اور ان کا حال پوچھا، حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے تم سے پہلے بیان نہیں کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ عبداللہ بن زیاد نے کہا تم نے آج سے پہلے یہ حدیث کیوں نہ بیان کی؟ حضرت معقل نے کہا میں اس وقت سے پہلے اس حدیث کو بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

عبداللہ بن زیاد، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا، حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةَ الْمُسَمَعِيُّ رَضِيَ
ابْنُ مَثْنَى وَرَأْسُو بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ
الْأَخْرَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيعِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ
بْنَ زَيْيَادٍ دَعَا مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ
لَمَّا مَعْقِلٌ إِنِّي مَحْدِثُكَ بِحَدِيثٍ لَوْلَا أَنِّي فِي
الْمَوْتِ لَمْ أُحْدِثْكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِجُ
أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصُرُ إِلَّا لَمْ
يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ -

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ
عنه کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی
ہے جس کو میں نے اب تک بیان نہیں کیا اور اگر موت
کا خیال نہ ہوتا تو اب بھی بیان نہ کرتا، وہ حدیث یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں
کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی بہتری اور غیر خواہی کے
لیے کوشش نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں
جائے گا۔

صحّت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حقوق میں خیانت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا، اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ خیانت کرنا گناہ
کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے
متعلق ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خیانت کرے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تنذیر پر محمول ہے اور
مسلمانوں کے حقوق میں خیانت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر احکام شریعت کو نافذ نہ کرے، یا حدود نافذ
نہ کرے، ان کے مددگاروں کی حمایت نہ کرے، ان کے دشمنوں سے جنگ نہ کرے یا عادل حکمرانوں کی بیعت
پر عمل نہ کرے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد سے یہ کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ عرصہ اور زندگی کی
امید ہوتی تو تم کو یہ مدینہ نہ سنا تا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کو بھی نصیحت اسی طرح فائدہ نہیں
دے گی جس سے پہلے اس کو نصیحت نے فائدہ نہیں دیا، یا ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر انہوں نے اپنی
زندگی میں یہ حدیث بیان کی تو وہ کوئی فتنہ برپا کرے گا، اور چونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے، اس لیے موت
سے پہلے انہوں نے اس حدیث کو بیان کر دیا۔

بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا،

اور دلوں پر فتنہ کا طاری ہونا
حضرت خدیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بَابُ دَفْعِ الْأَمَانَةِ وَالْإِيمَانِ مِنْ بَعْضِ
الْقُلُوبِ وَعَرَضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوبِ
۲۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی تھیں ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں۔ آپ کے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھ جانے کی پیشین گوئی بیان کی اور فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا، اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی، اور پھیکے رنگ کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا پھر وہ شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی۔

اور چھالے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح پیر کے نیچے انگارہ آنے سے ابلہ پڑ جاتا ہے، اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کنوئی لے لی اور اس کو اپنے پیر پر لٹھکھا دیا اور فرمایا پھر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی امانت اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا۔ حتیٰ کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار مغز، خوش مزاج اور زبردست ہے، لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے، اس کے بعد حضرت حذیفہ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے بغیر کسی کھٹکے اور خدشہ کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو جہانت سے روکے گا، اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو حاکم کے خوف سے جہانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

أَبُو مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ كُنَّا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ فَمَنْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْأَخْرَجَةَ كُنَّا آتِ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَدِّ بِرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ التَّوَمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظُلُّ أَثَرَهَا مِثْلَ الْوَكْبِ ثُمَّ يَنَامُ التَّوَمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظُلُّ أَثَرَهَا مِثْلَ الْمَجَلِ كَجَمْرِ دَخَرَجَةٍ عَلَى رِجْلِكَ فَتَنْفِطُ فَتَرَاهُ مُنْبَتِرًا وَ لَا يَسُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصَى فَدَخَرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ لِأَيْكَادٍ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِيٌّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَجْلَدَاكَ مَا أَظْرَفَاكَ مَا أَعْقَلَاكَ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ وَ لَعَنَ أُنَى عَلَى مَنْ مَانَ وَمَا أَبَايَ أَيْكُمْ بَايَعْتُ لَيْنٌ كَانَ مُسْلِمًا لِيُرَدَّ نَا عَلَى دِينِهِ وَلَيْنٌ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا لِيُرَدَّ نَا عَلَى سَاعِيهِ وَمَا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأَبَايَعُ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا كُرَيْبٍ وَوَكَيْعٌ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ بِحَدِيثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ
 قَالَ لَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْزِي سُلَيْمَانَ بْنَ خَبَّابٍ
 عَنْ سَعْدِ بْنِ طَابِرٍ عَنْ رِبْعِيِّ عَنْ حُدَيْفَةَ
 قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذُكُرُ الْفِتْنَ فَقَالَ
 قَوْمٌ تَحْنُ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ
 الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ قَالَ لَعَلَّكُمْ
 قَالَ تِلْكَ تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ
 وَالْحَقْدَةُ وَلَكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذُكُرُ الْفِتْنَةَ تَمُوجٌ مَوْجِ
 الْبَحْرِ قَالَ حُدَيْفَةُ فَاسْكُتِ الْقَوْمُ فَقُلْتُ
 أَنَا قَالَ أَنْتَ يَا أَبُوكَ قَالَ حُدَيْفَةُ
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ تُغْرَضُ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُلُوبِ
 كَالْحَصِيرِ عَوْدًا عَوْدًا فَإِنِّي قَلْبِي أُشْرِبُهَا
 نُكْتًا فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءٌ وَإِي قَلْبِي أَنْكَرَهَا
 نُكْتًا فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءٌ حَتَّى تَصِيرَ عَلَى
 قَلْبَيْنِ عَلَى أَبْيَضٍ مِثْلِ الصَّفَا فَذَا تَضَرَّهَا
 فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْأَنْحُورُ
 أَسْوَدَ مُرْبَادًا كَأَنَّكَ مِنْ مَجْحِيًا لَا يَعْرِفُ
 مَعْرُوفًا وَلَا يَنْكِرُ مِنْكَ إِلَّا الْأَشْرَابَ عَنْ
 هَوَاهُ قَالَ حُدَيْفَةُ وَوَحَدَّثْتُهُ أَنَّ بَيْنَكَ
 وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ فَقَالَ
 عُمَرُ كَسْرًا لَأَبَاكَ فَكَلِمَاتٌ فَتَحَ لَعَلَّ
 كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَوَحَدَّثْتُهُ أَنَّ
 ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ عَيْثُهَا
 لَيْسَ بِالْأَعْلَى قَطُّ قَالَ أَبُو خَالِدٍ
 فَقُلْتُ لِسَعْدِ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدَ
 مُرْبَادًا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي

حضرت عذریفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے
 حضرت عمر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے
 کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں
 کا ذکر سنا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے
 حضرت عمر نے فرمایا تم نے شاید فتنوں سے وہ فتنے
 مراد لیے ہوں جو کسی شخص کو اس کے اہل و عیال مال
 اور پڑوس میں دستہ پیش ہوتے ہیں، انہوں نے اثبات
 میں جواب دیا، حضرت عمر نے فرمایا ان فتنوں کا کفارہ
 تو نماز روزہ اور زکوٰۃ سے ادا ہوتا ہے لیکن تم
 میں سے کسی نے ان فتنوں کے بارے میں سنا
 ہے جو دنیا کی طرح اٹک کر آئیں گے، حضرت عذریفہ
 کہتے ہیں کہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو میں نے
 کہا کہ میں نے ان فتنوں کا ذکر سنا ہے، حضرت عمر نے
 فرمایا اللہ تمہارے باپ پر رحمت کرے جس کو اللہ تعالیٰ
 نے تم جیسا بیٹا عطا کیا تم نے ضرور سنا ہو گا، حضرت عذریفہ
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے
 دلوں پر اس طرح پے در پے فتنہ وارو ہوں گے جس
 طرح چٹائی کے تنکے ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے
 ہیں اور جو دل ان فتنوں میں سے کسی ایک فتنہ کو قبول
 کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو
 دل اس کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نشان
 پڑ جائے گا، بہر حال اس دور میں دو قسم کے دل ہوں گے
 ایک سفید جس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی جب
 تک زمین و آسمان قائم رہیں گے، اور ایک سیاہ جو
 اندر سے لٹے کی طرح ہو گا نیکی پر عمل کرے گا نہ
 بُرائی کا انکار کرے گا، صرف اپنی خواہشات پر عمل
 کرے گا، حضرت عذریفہ نے حضرت عمر سے کہا لیکن
 آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک مفصل دوزخ

سَوَادٌ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُفْرُ مَجْتَهِيًّا قَالَ
مَنْكُوسًا -

ہے جو معتقرب توڑ دیا جائے گا، حضرت عمر نے کہا توڑ
دیا جائے گا؛ تمہارا باپ نہ رہے اگر وہ دروازہ کھول
دیا جاتا تو پھر بند ہو سکتا تھا حضرت حذیفہ نے کہا نہیں
وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا، اور اس دروازہ سے مراد
ایک شخص ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ سیدھی
اور صاف بات ہے، کوئی بھارت نہیں ہے، ابوہنبلہ
نے کہا میں نے سعد سے کہا اسے ابو مالک! "اسود
مراد" کا کیا معنی ہے، انہوں نے کہا سیاہ چیز میں سخت
سفیدی، میں نے کہا "کوز مجھی" کا کیا معنی ہے؟ انہوں
نے کہا اوندھا لوٹا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی مجلس سے اٹھ کر آئے تو کہنے لگے کہ کل میں
جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا
ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے
میں کوئی حدیث سنی ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق
ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ہم سے پوچھا کہ تم میں
سے کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
فتنوں کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے حضرت
حذیفہ نے کہا میں نے سنی ہے، بقیہ حدیث حسب
سابق ہے۔

۲۷۸ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ
الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ رَبِيعِ
قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَحْدَيْفَةَ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ يُحَدِّثُنَا
فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسَ لَمَّا جَلَسْتُ
إِلَيْهِ سَأَلَ أَمْعَابَةَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَأَلَ
الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي حَالِدٍ وَلَهُ يَذْكُرُ
تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ يَقُولُ مُرَبَّاءٌ أَمْجَهِيًّا -

۲۷۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُمَرُ بْنُ
عَبْدِ وَعُتْبَةُ بْنُ مَكْرَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ لَمَّا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ نَعِيمِ بْنِ
أَبِي هِنْدٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ عَنْ حَدَيْفَةَ أَنَّ
عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يَحَدِّثُنَا
وَفِيهِمْ حَدَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ قَالَ
حَدَيْفَةُ أَنَا وَسَأَلَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي
مَالِكٍ عَنْ رَبِيعِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَقَالَ
حَدَيْفَةُ حَدَّثَنِي حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغْلَبِطِ وَقَالَ
يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۲۷۷ میں ہے، کسی شخص کو اس کے اہل و عیال، مال اور پڑوس میں جو فتنے لاحق ہوتے ہیں ان کا نازہ، روزہ اور زکوٰۃ سے کفارہ

ادا ہو جاتا ہے:

علامہ بدرالدین علیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الحسنات یذہبن السيئات

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے کہا کہ نماز اور وضو سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں مٹ جاتے ہیں، انہوں اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کیا ہے، اور صنابچی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں، ابو عمرو نے کہا یہ جہالت ہے اور مرحبہ کی روایت ہے، اس قسم کی احادیث کو کس طرح عموم پر محمول کیا جاسکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات بہ کثرت ہیں:

یا ایہا الذین امنوا اتوبوا الی اللہ توبۃ
لے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے
نصوحاً۔ (تحریر: ۸۱)

خالص توبہ کر لو۔

اگر وضو کرنا، نماز پڑھنا اور دیگر نیکیوں کو بجالانا گناہوں کے مٹانے کے لیے کافی، موتا تو توبہ کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح روزے، صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بحث ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جب گناہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے تو عبادات صنابچی کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

اس حدیث میں ہے:

حضرت خذیفہ کی حدیث کے بجزارت نہ ہونے کا بیان

حضرت خذیفہ نے کہا یہ سیدھی اور صاف

بات ہے کوئی بجزارت نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خذیفہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی حدیث ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے، اور اس سے غرض یہ تھی کہ دروازہ حضرت عمر ہیں اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت خذیفہ کو علم تھا کہ حضرت عمر کو قتل کر دیا جائے گا لیکن انہوں نے یہ ناپسند کیا کہ حضرت عمر سے یہ کہا جائے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت عمر کو علم تھا کہ اس دروازے سے مراد وہ خود ہیں اس لیے انہوں نے ایسی عبارت پیش کی جس سے غرض بھی حاصل ہو اور صراحتہً حضرت عمر کے قتل کا ذکر بھی نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں اور اسلام کے درمیان حضرت عمر ایک دروازہ تھے تو جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے نہیں آسکتے اور جب حضرت عمر فوت ہو جائیں گے تو اسلام میں فتنے درآئیں گے

ۛۛ

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ
 غَرِيبًا وَأَنَّهٗ يَأْتِي بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ
 ۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَقَابُ بْنُ أَبِي عُمَرَ
 جَمِيعًا عَنْ مَرْوَانَ الْقَزَائِرِيِّ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ نَا
 مَرْوَانَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ
 كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ -

۲۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ
 الْأَعْرَجُ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّابٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ
 وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ الْعُمَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَمَرَ
 عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ
 بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْتِي
 بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْتِي الرِّحْيَةُ فِي جُجْهِهَا -

۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَنَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ تَنَا ابْنُ أَبِي
 عُبَيْدٍ اللَّهُ ابْنُ عَمَرَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ
 لَيَأْتِي إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْتِي الرِّحْيَةُ إِلَى جُجْهِهَا -

اول آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے؟

حدیث نمبر ۲۸۰ میں ہے اسلام ابتداء میں اجنبی
 تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا۔

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غریباً
 سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھلنے پھولنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی
 ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب قیامت دور کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے، ممکن ہے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی
 ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا
 اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا، سو اجنبیوں کو یہ
 فرید مبارک ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں
 اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا اور اخیر
 دور میں اسلام مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا
 جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح سمٹ
 کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چلا
 جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۰ میں ہے اسلام ابتداء میں اجنبی
 تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا۔

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غریباً
 سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھلنے پھولنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی
 ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب قیامت دور کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے، ممکن ہے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے

توحید کا پیغام پیش کیا تو اس مشرکانہ فضا میں یہ ایک غیر مانوس اور اجنبی نعرہ تھا اور اہل اسلام بھی اس مشرکانہ ماحول میں اپنے منفرد معمولات کی وجہ سے اجنبی سمجھتے جاتے تھے اور یہی حال قرب قیامت میں ہوگا جب لوگ مادیت اور لادینی کے غلاف میں مدفون ہو چکے ہوں گے اس وقت ایک اُدھ شخص ہی اسلامی تعلیمات میں ڈھلا ہوا ہوگا وہ اس دُور کے لوگوں کے لیے قطعاً غیر مانوس اور اجنبی ہوگا، چنانچہ اس کی ایک جھلک اب بھی محسوس کی جاتی ہے جو لوگ مغربی تمدن اور ثقافت اپنا چکے ہیں ان کے ہاں اسلامی روایات غیر مانوس اور اجنبی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام اور ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخیر دور میں مسلمان اس قدر زیادہ بے راہ روی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا انہیں سانپ کے زہر کی طرح دہشت ناک معلوم ہوگا، یا جس طرح سانپ کو دیکھ کر لوگ پتھر مارتے ہیں اور اسے بھگاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح آخری زمانہ میں ہر طرف سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے، اسلامی روایات اور اقدار کا مذاق اڑایا جائے گا، اسلامی احکام پر پھبتیاں کسی جائیں گی جس کی وجہ سے بالآخر اسلام اپنے مرکز یعنی حرمین کرمین کی طرف لوٹ جائیگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے سمت کر مسلمان مکہ اور مدینہ میں چلے جائیں گے۔

اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہوجانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ کا آواز آتی رہے گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کسی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہو۔

خوفزدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز

حضرت عبدیفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمار کر دیکس قدر مسلمان ہو چکے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سات سو ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ۔ حضرت عبدیفر کہتے ہیں کہ پھر ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ ہم میں

بَابُ ذَهَابِ الْإِيمَانِ آخِرَ الزَّمَانِ

۲۸۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ -

۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ -

بَابُ جَوَازِ الْإِسْتِسْرَارِ بِالْإِيمَانِ لِلْخَائِفِ

۲۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْضُوا لِي كَمَا يَلْفُظُ الْإِسْلَامَ وَقَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَخَافُ عَلَيْكَ وَنَحْنُ

سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

مَا بَيْنَ السَّبْتِ مِائَةً إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ فَقَالَ إِنَّا لَنَكُونُ
تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلُوا فَاقَالُوا نَا بُسَلِبْنَا حَتَّى
جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يَصِلُ إِلَّا سَبْعًا۔

اس حدیث میں ہے: یا رسول اللہ! کیا آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سو سے لے کر سات سو تک ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے، ہم نے آپ کے لیے پندرہ سو نفر لکھے، اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے، ہم نے ان کو پانچ سو پایا، ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ عورتیں بچے اور مردوں کو پندرہ سو ہوں، اور چھ سو سے لے کر سات سو تک کی جو روایت ہے اس سے مراد صرف مرد ہوں، لیکن امام بخاری نے کتاب السیر میں روایت کیا ہے ہم نے پندرہ سو مرد لکھے، اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں چھ سو مردوں کا ذکر ہے اس سے مراد صرف مدینہ کے مرد ہیں اور جس روایت میں پندرہ سو مردوں کا ذکر ہے، اس سے مدینہ طیبہ اور اس کے مضافات کے مرد مراد ہیں۔ لہ

تقیہ کی تحقیق | اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گئے، حتیٰ کہ ہم میں سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ ان فتنوں کا بیان ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد برپا ہوئے تو بعض لوگ چپکے چپکے نماز پڑھتے تھے، اس عرصے سے کہ وہ کسی فتنہ اور جنگ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس مقام پر ہم تقیہ کی بحث کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ (بچاؤ) کرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ
إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُوا وَيَحْذَرِ اللَّهُ
نَفْسَهُ وَالِىَ اللَّهُ الْمَصِيرُ۔

(آل عمران: ۲۸)

علامہ البرکہ حباص حنفی لکھتے ہیں:

یہ آیت تقیہ کے وقت انہار کفر کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے: مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ أَلَمْ يَكُفِّرْ

ساتھ کفر کیا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب ہے، مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں، ان جن نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

وقلبہ مطمئن بالایمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليه من غضب من الله ولله عذاب عظیمہ

(نحل ۱۰۶)

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو اظہار کفر پر مجبور کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رحمت ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے تقیہ کرے اور اظہار کفر کرے، اور دل میں اپنے ایمان پر قائم رہے، لیکن اس صورت میں تقیہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے، ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے کے لیے تقیہ کیا اور اظہار کفر کیا۔

مشرکین نے حضرت نبیب بن عدی کو گرفتار کر لیا، انہوں نے تقیہ نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا، اور مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے افضل تھے جنہوں نے بہ طور تقیہ اظہار کفر کیا، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے پوچھا تقیہ کے وقت تم نے اپنے دل کو کس طرح پایا تھا، انہوں نے کہا میرا دل ایمان سے مطمئن تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پھر مجبور کریں تو پھر تقیہ کر لینا، اور یہ رحمت تھی۔

روایت ہے کہ سیدہ کذاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک سے پوچھا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو اس نے اس صحابی کو چھوڑ دیا، پھر دوسرے کو بلا کر کہا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! سیدہ نے پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس صحابی نے کہا میرے کان بہرے سے ہیں! یہ مکالمہ تین بار ہوا پھر سیدہ نے اس صحابی کا سر تین سے جدا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: رملہ یہ مقتول تو یہ اپنے صاف اور یقین پر گامزن رملہ اور اس نے نصیبت کو پایا، سو اس کو مبارک ہو، اور رملہ یہ دوسرا تو اس نے اللہ کی رحمت پر عمل کیا سو اس کو ملامت نہیں ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تقیہ پر عمل کرنا رحمت ہے اور افضل تقیہ کو ترک کرنا ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہر وہ کام جس میں دین کی سرفرازی اور سر بلندی ہو اس کام کو جرأت سے کر کے قتل ہو جانا تقیہ کی رحمت پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنی جان پر کھیل کر دشمن سے جہاد کرے اور شہید ہو جائے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اپنی جان بچا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کے بعد شہداء کے احوال بیان فرمائے ہیں، ان کو زندہ اور مردوق قرار دیا، اسی طرح دین کے اظہار کے لیے جان کو

خرچ کرنا اور کفر کا اظہار نہ کرنا تقیہ کر کے جان بچالینے سے افضل ہے۔

تقیہ کی تعریف اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام | علامہ سید محمود آلوسی الان تتقوا منهم تقية

اس آیت میں تقیہ کی مشرور عین پر دلیل ہے، تقیہ کی تعریف یہ ہے: جان، عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا، اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو، جیسے کافر اور مسلمان دوسرے وہ ہیں جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو، مثلاً مال، متاع، ملک اور امارت کی وجہ سے عدوت ہو، اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عدوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اس کے لیے دین کا اظہار کرنا ناممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے اور اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا عذر ظاہر کر کے اپنے دین کو چھپائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی عذر شرعی ہو مثلاً وہ لوگ بچے، عورتیں اور نابینا ہوں یا قید میں ہوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے، خواہ ان کی گزریں اڑا دیں یا ان کو قید میں رکھ کر بھوکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے، اس صورت میں ان کے لیے کافر کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور یہ قدر ضرورت تقیہ کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا جملہ تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منقبت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ناممکن ہو مثلاً قید میں ڈال دیں اور قید میں کھانا دیں یا ان کو ماریں لیکن وہ ایسا ضرب نہ ہو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور دین میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی نصحت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر اس کو دین کے اظہار کے جرم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان، مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین توفتھم اللہ لیکر ظالمی انفسہم
قالوا فیہم کنتم قائلوا ما کنا مستضعفین
بے شک جن لوگوں کی جانیں قرشتے اس حال میں
قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے

فی الارض ط قالوا لو اتکن ارض الله واسعة
فتها جدا فیها ط فاولئک ما واهم جہنم
وساءت مصیراھ الا المستضعفین من الرجال
والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا
یہتدون سبیلاھ فاولئک عسی اللہ ان
یعفو عنھم ط وکان اللہ عفوا غفورا۔

(نساء : ۹۹-۹۷)

تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس مال میں تھے،
وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے
ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاؤ؟
یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ٹھکانہ ہے
مگر وہ لوگ جو (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو مرد عورتیں
اور بچے جو نکلنے کا کوئی حیلہ نہ پائیں اور نہ راستے
سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر
فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا ہے حد
بخشش والا ہے۔

جبر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے تقیہ پر عمل کرنا خصمت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے
اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کر لیا
ان میں سے ایک سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا ہاں
پھر پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا ہاں! تو اس کو رٹا کر دیا، پھر دوسرے کو بڑا کر پوچھا
کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے
ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا میں بہرا ہوں اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا، مسیلمہ نے اس کا سترق
سے جدا کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور
یقین پر گامزن رہا اس نے فیصلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو، دوسرے نے زہمت پر عمل کیا اس پر اس کو طاعت
نہیں ہے۔

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال، متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علماء کا اختلا
ف ہے کہ اس صورت میں آیا، ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تلقوا بائدیکم الی التھلکۃ۔ (بقرہ: ۱۹۰) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔
اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے، ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ
جب اپنی جان یا اپنے رشتہ داروں کی جان کا یا اپنی اور ان کی عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے، ہجرت واجب ہوتی ہے
لیکن یہ عبادت اور قرب الہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس ہجرت کا وجہ محض دنیاوی مصلحت
کی وجہ سے ہے، دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ
ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا جیسے سخت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب

ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے، اسی طرح بیماری میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور صحت کی حالت میں مضر صحت اور نہ ہر مہلک شہاد کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی مثل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ثواب آخرت کو مستلزم نہیں ہے (مصنف کے نزدیک اس میں بھی ثواب ہے کیونکہ جان اور عزت کو بچانا بھی شرعی حکم پر عمل ہے۔)

مدارات کی تحقیق | بعض علماء نے یہ کہا کہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں سے مدارات (نرم رویہ اور نرم گفتاری) اور مدارات کرنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا، ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا بھی تقیہ کی ایک قسم ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسائی، بدزبانی اور ان کے ہتھکڑوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دوستی، محبت اور مولات کے حکم میں نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک جائز کام اور سنت ہے۔

امام دہلوی نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے فرالغز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لوگوں سے مدارات کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ایک روایت میں ہے مجھے مدارات کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور جامع میں ہے عنقریب تمہارے پاس غضب ناک سوار آئیں گے تم ان کے ساتھ خوش دلی سے پیش آنا اور ان کو مر حبا کہنا، اور امام ابن ابی الدین نے روایت کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بندگی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عقل کی بندگی مدارات ہے، امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ لوگوں سے مدارات کرنا صدقہ ہے، امام ابن عدی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا جس شخص نے مدارات کے ساتھ زندگی گزار لی اس کی موت شہادت ہوگی، اپنے مالوں سے اپنی عزتوں کی حفاظت کرو اور تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے دین کی حفاظت کرے، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، اس وقت میں بھی حضور کے پاس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا بڑا آدمی ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور اس سے بہت نرم گفتگو کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت سے بات کی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے بڑا شخص وہ ہے جس کی بدگلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) اور امام بخاری نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں، البتہ اتنی مدارات نہیں کرنی چاہیے جس سے دینی حمیت نہ رہے اور کسی برائی کا ارتکاب ہو اور ان کے متعلق بدگمانی کی جائے۔

تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ | تقیہ اور مدارات کی اس تحقیق کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ خوارج اور شیعہ کے تقیہ کے متعلق دو متضاد نظریات ہیں، خوارج تو کہتے ہیں کہ کسی حال میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ دین کے مقابلہ میں جان، مال اور عزت کسی چیز کی حفاظت کی رعایت نہیں کرتے، اس نظریہ کے مطابق ان کے بہت عجیب اقوال ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور چور اس کی بہت قیمتی چیز

لے جا رہا ہو تو وہ نماز قطع نہ کرے بلکہ اس پر نماز قطع کرنا حرام ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں گھوڑے کی حفاظت کر رہے تھے کہ وہ کہیں بگا نہ جائے، تقیہ کے مسئلہ میں ان کے ہاں بہت تفریط ہے۔

تقیہ کے متعلق شیعہ کا منظر یہ | شیعہ علماء کی تقیہ میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں، بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے تقیہ واجب، ہوتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تقیہ کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا ظن غالب ہو۔ مفید لے کہا کبھی تقیہ کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تقیہ کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال کے خطرہ کے وقت بھی تقیہ کرنا واجب ہے، اور عزت کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا مستحسن ہے، حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو نماز، روزہ، اور باقی دینی امور اہل سنت کے مطابق کریں، انھوں نے بعض ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سنی کی اقتدار میں تقیہ نماز پڑھی، اس نے گویا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتدار میں نماز پڑھی، اور بدین اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی ایک سنی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لیے تقیہ کی افضلیت میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز ہے، بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لاپچ کی بنا پر تقیہ کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے، علماء شیعہ کے نزدیک تقیہ دین کی عظیم اصل ہے، حتیٰ کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تقیہ منسوب کیا ہے، ان کی تقیہ سے اہم غرض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے، اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل | کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد کا تقیہ نہ کرنا ثابت ہے اور اس سے تقیہ کی وہ فضیلت بھی باطل ہوتی ہے جس کا انھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، نہج البلاغہ جو ان کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علی نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو، کہاں حضرت علی کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا... "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی یہ تفسیر کرنا اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تقیہ کرے" اور اسی نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو وراں حالیکہ میں اکیلا ہوں اور ان کی تعداد سے تمام زمین بھری، تو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی، نہ گھبراہٹ، ہوگی، کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلا رہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے" حضرت علی کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ تقیہ نہ کرنا بے دینی ہو نیز عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دنوں کیا اور موزوں پر مسج کہہ کے مسجد میں داخل ہوا، حضرت علی آئے

اور اس کی گتھی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے وضو نماز پڑھ رہا ہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا، حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور باواز بند فرمایا؛ دیکھو یہ تنہا سے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں اس کو میں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے بہ آواز بند گفتگو کی اور تقیہ نہیں کیا۔

تقیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف، اذیت، مشقت بدنی اور سب و شتم کا، اول الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے منتقلی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طبعی کموت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلبینی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لیے ایک باب منعقد کیا ہے اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں، لہذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ تقیہ کرنا چاہیے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ سے بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب و شتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے مایکین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انھوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے حضرات اہل بیت کا فریتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکالیفوں پر صبر کرنا دوسرے صحابہ امت کی بہ نسبت انھیں زیادہ لائق ہے، پھر ان تکالیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے تقیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

نیز اگر تقیہ واجب ہوتا تو حضرت علی ابتداءً تقیہ کر لیتے اور حضرت ابو بکر سے بیعت کرنے میں چھ ماہ تک توقف نہ کرتے (اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقیہ یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے کیا حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام الائمہ تارک واجب تھے!)۔

علمائے شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تقیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لیے قرآن مجید کی آیات کافی ہیں:

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے آنا لگیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ

الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسابا۔
(احزاب، ۳۹)

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

(ماخذ ۵، ۶۷)

آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ لہ

تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات | شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عمر اعجمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا ہے ابو عمر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور ہر چیز میں تقیہ ہے سوائے اور موزوں پر مسح کے۔

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بیان کیا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے یعنی نے کہا اللہ کے دین سے ہے؟ کہا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین سے ہے؟ بے شک حضرت یوسف نے کہا کہ قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ خدا کی قسم انھوں نے چوری نہیں کی تھی، اور حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں اللہ خدا کی قسم وہ بالکل بیمار نہ تھے۔

نوٹ: یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قافلہ والوں سے فرمایا تھا تم چور ہو بلکہ کسی منادی نے کہا تھا، قرآن مجید میں ہے:

پھر پکارنے والے نے پکارا اسے قافلہ والو

بے شک تم چور ہو۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا انی سقیم صحیح تھا کیونکہ قوم کی بت پرستی کی وجہ سے وہ طول اور آزر وہ تھے جس کو انھوں نے بیماری سے تعبیر فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی نبی نے تقیہ نہیں کیا۔

عبید بن بشر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے اسے عبید!

عن ابی عمر الاعجمی قال: قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام: یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولادین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل شیء الا فی النبید والمسح علی الخفین لہ

عن ابی بصیر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ قال: ای و اللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف: ایتھا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال ابراہیم انی سقیم واللہ ما کان سقیما۔ لہ

ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم

لسارقون۔ (یوسف: ۷۰)

عن حبيب بن بشر قال ابو عبد الله عليه السلام سمعت ابي يقول: لا والله ما على وجه الارض شيء احب الى من التقية، يا حبيب انه من كانت له تقية رفعه الله، يا حبيب من له

۱۔ علامہ سید محمود اوسنی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۱: مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۳۔ الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، " " " " " "

جو شخص تقیہ کرے گا اللہ اس کو بلند کرے گا، اے
حبیب جو تقیہ نہیں کرے گا اللہ اس کو لپٹ کر دیگا،
اے حبیب! ابھی لوگ زمانہ صلح میں ہیں اگر امام مہدی
آگئے تو تقیہ اٹھ جائے گا۔

عبداللہ بن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ
علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دین کو بچاؤ اور اپنے
دین کو تقیہ سے چھپاؤ، بے شک جس کا تقیہ نہیں اس
کا دین نہیں۔

عبداللہ بن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ میں نے
ابو عبد اللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تقیہ
مومن کی ڈھال ہے، تقیہ مومن کی حفاظت ہے جس
کا تقیہ نہیں، اس کا ایمان نہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک جان کے خوف کے وقت
تقیہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوف کے
وقت حق ظاہر کرنے کی بھی نصیحت ہے۔ اور ہماری
احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے
(اور تقیہ نہ کرنا خطا ہے)۔

ابن بابویہ نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ
تقیہ کرنا واجب ہے اور ہر جو شخص تقیہ ترک کرتا

تکن له تقیة وضعه الله يا حبيب ان الناس
انما هم في هدنة فلو قد كان ذلك كان
هذا۔

عن عبد الله بن ابي يعقوب عن ابي عبد الله
عليه السلام قال اتقوا على دينكم فاحببوا
بالتقية فانه لا ايمان لمن لا تقية له
الحديث۔

عن عبد الله بن ابي يعقوب قال سمعت ابا
عبد الله عليه السلام يقول: اليقية ترس
المؤمن والتقية حرس المؤمن ولا ايمان
لمن لا تقية له۔ الحديث۔

تقیہ کے متعلق شیوخ مفسرین کی عبارات

والتقية عندنا واجبة عند الخوف على
النفس و قد روى رخصة في جواز الافصاح
بلحق عندهما (الى قوله) وظاهرا اخبارنا
يدل على انها واجبة۔

شیخ ابوالحسن طبرسی نے بھی یہی لکھا ہے۔
شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں،
ابن بابویہ در رسالہ اعتقادیہ آورده کہ تقیہ
واجبست ہر کہ آترا ترک کند، مچنانکہ ترک نماز کردہ
(الی قولہ)

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۲۔ " " الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۸، " " " " " "

۳۔ " " الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۲۱، " " " " " "

۴۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۰۱ھ

و شیخ مذکور بعد از نقل این کلام در رسالہ مذکورہ فرمود
تقیہ واجبست و رفع آن جائز نیست تا بظہور قائم
آل محمد پس نہ کہ قبل از ظہور آن حضرت ترک کند
از دین خدا و دین امامیہ خارج باشد و با خدا و رسول
و ائمہ مخالفت کردہ۔ و صادق علیہ السلام را از کرمیہ
”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ پر سید ند
فرمود ”ای اعلیٰکم و اعلیٰکم بالتقیہ، یعنی گرامی
ترین شما نزد خدا کسیست کہ عالم و عمل باشد بتقیہ
الی قولہ)

و نیز فرمودہ کہ بظاہر با مردم مخالفت کنید و بہ باطن
مخالفت نمایند و فرمود کہ ”الریاء مع المؤمن شرک و مع
المنافق فی داری عبادۃ“
ریا با مؤمن شرکست و با منافق در خانہ او عبادت و
امیر المؤمنین علیہ السلام فرمودہ کہ ”من صدی خلفم فی
الصف الاول فکانما صدی مع رسول اللہ فی الصف الاول“
ہر کہ نماز گزارد در صف اول با اہل خلافت پیچمان است کہ
در صف اول با رسول خدا نماز کردہ و نیز فرمود کہ ”
عودوا مرضام و اشهدوا جناثرہم و صلوا فی
مساجدہم عبادت مرضامی اہل خلافت کنید و بر جناثر
ایشان حاضر شوید و نماز گزارید در مساجد ایشان
الی قولہ)

و سیرت سایر ائمہ علیہم السلام در عہد ظلمہ بنی امیہ
و بنی عباس تقیہ بودہ، پس چگونہ واجب نمودہ
باشد و چون حق سبحانہ مؤمنان را رخصت داد
در کتمان حق و مساعدت کافران مواسات نمودن
با مخالفان جہت دفع مضرت ایشان در عقب آن
بیان نمود کہ اگر کسی این معنی را کار بندد نہ بہ جہت
خوف و نہ بلکہ از روی امتقاد و رغبت قلبی با اہل
کفر و خلافت موافقت و مساعدت نماید بعقوبت

ہے اس کا گناہ نماز ترک کرنے کے برابر ہے اور
شیخ مذکور نے اسی رسالہ میں اس کے بعد لکھا کہ تقیہ
واجب ہے اور جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں
ہوگا تقیہ کا مرتفع ہونا جائز نہیں ہے، پس ہر جو شخص
امام مہدی کے ظہور سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ
اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو جائیگا،
اور خدا، رسول اور ائمہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا،
اور امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا
گیا: ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ انہوں نے
کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے
زیادہ مکرم وہ شخص ہے جس کو سب سے زیادہ تقیہ
کا علم ہو اور جس کا سب سے زیادہ تقیہ پر عمل ہو
نیز فرمایا کہ بظاہر لوگوں سے ال جمل کر رہو اور باطن
میں ان کی مخالفت کرو اور فرمایا کہ مؤمن کے ساتھ ریا
کہنا شرک ہے اور منافق کے ساتھ اس کے گھر
میں ریا کہنا عبادت ہے، اور امیر المؤمنین علیہ السلام
نے فرمایا کہ جس نے مخالفین (اہلسنت) کے ساتھ صف
اول میں نماز پڑھی اس نے گویا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی، نیز فرمایا
مخالفین کے بیماروں کی عبادت کرو اور ان کے
جنازوں میں حاضر ہو اور ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو۔
ظالمین بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں تمام ائمہ
علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ تقیہ پر تھے، پس تقیہ
کیونکر واجب نہیں ہوگا؟ اور جب اللہ سبحانہ نے
مؤمنوں کو حق چھپانے اور کافروں کی موافقت اور
مخالفین کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا تاکہ ان کافر
دور ہو، ہاں اگر کوئی شخص خوف اور غدر کی بجائے
کافروں کے ساتھ دلی رغبت کے ساتھ موافقت کرے
تو وہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

ابدی گرفتار گردو۔ ۱۷

کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان
 علماء شیعہ کے نزدیک نہج البلاغۃ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات) اور
 زمین پر قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے، اس کتاب میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد درج ہے:

اے مومنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور برائی کر
 ہوئے دیکھا اور اس نے اس کو دل سے بُرا جانا وہ
 سلامت رہا اور بری ہو گیا، اور جس نے زبان سے
 اس برائی کا انکار کیا اس کو اجر ملے گا اور وہ پہلے
 سے افضل ہے، اور جس نے اس برائی کا تلوار سے
 انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو اور ظالموں
 کی روش سرنگوں ہو، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت
 کا راستہ پایا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے
 دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

ایھا المؤمنون! انہ من ذی عداوات
 یعمل بہ ومنکرا یدعی الیہ فاکرہ بقلبہ
 فقد سلم ونبوئ و من انکر بلسانہ فقد
 اجر و هو افضل من صاحبہ و من انکرہ
 بالسیف لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا و کلمۃ
 الظالمین ہی السفلی فذلک الذی اصاب
 سبیل الہدی و قام علی الطریق، و نور
 فی قلبہ الیقین ۴

(ملفوظ: ۳۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت اور سلامتی اس میں ہے کہ برائی کے ساتھ
 موافقت نہ کی جائے بلکہ زبان اور تلوار کے ساتھ برائی کا انکار کیا جائے اور یہ چیز تقیہ کے خلاف ہے،
 کیونکہ تقیہ میں برائی اور گناہ کے ساتھ موافقت ہے۔
 نیز حضرت علی فرماتے ہیں:

جس شخص نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے
 برائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے
 والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا
 اور ہاتھ سے انکار نہیں اس میں نیکی کی صرف دو
 خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک
 کر دی، اور جس نے برائی کو صرف دل سے بُرا جانا
 اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس نے صرف
 ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک
 کر دیں۔

فتمہ المنکر للمنکر بیدہ ولسانہ و قلبہ
 فذلک المستکمل لخصال الخیر، ومنہم المنکر بلسانہ
 و قلبہ و التارک بیدہ فذلک متمسک
 بخصلتین من خصال الخیر و مضیع خصلتہ
 و منهم المنکر بقلبہ و التارک بیدہ ولسانہ
 فذلک الذی ضیع اشرف الخصلتین من
 الثلاث و تمسک بواحدۃ۔ ۴

(ملفوظ: ۳۵۸)

۱۷۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۱۱۰۹ھ، منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۰۹-۲۰۷، ملخصاً مطبوعہ نجیبان ناصر خسرو ایران

۱۸۔ نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، مطبوعہ انتشارات زربین ایران

۱۹۔ نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، ”

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ نہیں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام خصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تقیہ کیا یعنی انھوں نے خیر کی دو خصلتوں کو ضائع کر دیا اور ان کا ایمان تیسرے درجہ کا ہے، اب غور کیجئے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وقال عليه السلام: علامة الايمان ان توثر
الصدق حيث يضرك عنى الكذب حيث ينفك
..... الخ لہ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کا علامت
یہ ہے کہ جس بگ سپج بولنے سے تم کو نقصان ہو اور
جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو وہاں تم سچ کو جھوٹ پر
ترجیح دو۔

(ملفوظ ۲۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے تقیہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔

علمائے شیعہ نے اپنی متعدد کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کو مارنے پر قادر تھے اور
وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کرتے تھے ان پر غضب ناک ہوتے تھے اور اگر فی الواقع
ایسا ہی ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو مار جانتے تھے اور ان کی اقتدار میں تقیہ نمازیں پڑھنے
تھے۔

لاباقر مجلسی کہتے ہیں:

ابو بکر نے عمر کو طلب کیا اور کہا دیکھا آج علی نے
ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ اگر ایک مجلس میں ایک بار اور
ہمارے ساتھ اس طرح معارضہ کیا تو ہمارا کام تمام ہو
جائے گا، اس معاملہ میں اب تمہارے دل میں کیا تدبیر
ہے، عمر نے کہا راتے یہ ہے کہ ہم علی کو قتل کر دیں؟
ابو بکر نے کہا یہ کام کون کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن
پھر خالد بن ولید کو بلا لیا، اور کہا ہم نے تم کو ایک عظیم
کام کے لیے بلا لیا ہے، اس نے کہا جو کام تم کہو میں
کروں گا خواہ علی کے قتل کے لیے کیوں نہ کہو، انھوں
نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں، خالد نے کہا اس کو
کس وقت قتل کروں، ابو بکر نے کہا جس وقت وہ نماز
میں ہوں تم ان کے پہلو میں کھڑے ہونا اور جب میں
سلام پھیروں تو ان کی گردن اتار دینا، اس نے کہا اسی

و ابو بکر عمر را طلبید و گفت دیدی علی امروز با ما چه
کرد اگر یک مجلس دیگر چنین معارضہ با ما کند کار ما بر ہم
میزند در این چه تدبیر بخاطر تو میرسد عمر گفت رأی
آنست کہ امر کنیم بر قتل او ابو بکر گفت این کار از کی می
آید عمر گفت خالد بن ولید پس خالد را طلبیدند و گفتند
میخواہم تو را بر امر عظیمی ہدایم گفت بر هر چه میخواہید
ہدایم اگر چه بر قتل علی علیہ السلام باشد گفتند ما نیز
ہمین را میخواہیم خالد گفت در چه وقت اورا بکشم
ابو بکر گفت در وقت نماز در مسجد حاضر شو در
پہلوی او بایست چون من سلام نماز را بگویم بر
خیز و گردش را بزنی گفت چنین باشد اسماء بنت
عمیس کہ در آنوقت زن ابو بکر بود و سابقاً زن جعفر
طیار و از شیعیان حیدر کرار بود این سخنان را شنید

خترانست سخن را اعلانیہ بحضرت برساند بجاریہ عود
گفت بروخانہ علی علیہ السلام وفاطمہ ع و سلام مرا بایشان
برسان و در گزار این آیه را بخوان کہ مؤمن آل فرعون
بہ موسیٰ پیغام کرد ان الملائکۃ یأتمونک بک لیقتلواک
فاخرج افی لک من الناصحین۔ یعنی اثران
قوم فرعون مشورت میکنند در باب تو کہ ترا بکشند پس
بیرون رو بدر ستیکہ من از بر ای تو از غیر خواہم واسما گفت
اگر متفطن نشوند پس مکر بخوان پس جاریہ آمد و
سلام رسانید و برگشت و این آیه را خواند حضرت
امیر فرمود کہ خاتون ترا سلام برسان و بگو خدا منی گزارد
ارادہ ایشان بہ عمل آید و بروایتی دیگر فرمود کہ اگر
ایشان مرا بکشند بانا کسان و قاسطان و مارتان کہ
جنگ خواهد کردہ

طرح ہوگا، اسما بنت عمیس جو ابو بکر کی زوجہ تھیں اور
اس سے پہلے جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور شیعیان حیدر
کو اس سے تھیں انھوں نے یہ گفتگو سن لی، ان سے
یہیہ ممکن نہ تھا کہ از خود جا کہ حضرت کو خیر دیتیں انھوں
نے اپنی بانہی کو بھیجا اور کہا علی علیہ السلام اور فاطمہ
علیہا السلام کے گھر جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور یہ
آیت پڑھو: ان الملائکۃ یأتمونک بک لیقتلواک فاخرج
افی لک من الناصحین " ایک جماعت تمہارے
قتل کا مشورہ کہ رہی ہے تم نکل جاؤ، میں تم کو نصیحت
کرنے والوں میں سے ہوں، اس آیت کو بار بار
پڑھنا، حضرت امیر نے فرمایا خاتون کو میرا سلام کہو اور
کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ کو پورا نہیں ہونے دینگا
ایک روایت میں ہے کہ اگر انھوں نے مجھے قتل کر
دیا تو ناسین، قاسطین اور مارتین کے ساتھ کون
جنگ کرے گا۔

پس حضرت امیر علیہ السلام برخواست و مہیامی
ناز شد و یہ مسجد آمد و پشت سرا ابو بکر ایستاد از
برہای تقیہ و نماز خود را بتہائی بہ عمل آورد و خالد لعین
شمشیر بستہ و در پہلوش ایستاد چون ابو بکر بہ تشہد
نشست از آن ارادہ پیشمان شد و از فتنہ ترسید
و شدت سطوت و شجاعت آن حضرت را می
دانست و پیوستہ فکر می کرد و تشہد را بکمر
میخاند و از ترس سلام نیگفت تا آنکہ گمان کرد کہ مردم کہ اور نماز
سہو کردہ است پس ملتفت شد بسوی خالد و گفت ای خالد کن
آنچہ تو را بان امر کردہ بودم و بروایتی سہ مرتبہ در این سخن را گفت
و بعد از آن سلام نماز را داد حضرت گفت ای خالد چہ بود آنچہ تو را
امر بان کردہ بود گفت مرا امر کردہ بود کہ گردن
بزنم حضرت فرمود آیا میگردی گفت آری بہ خدا سونگہ
کہ اگر پیش از تسلیم مرا ہنئی نمی کردی ہر آیینہ تو را می

حضرت امیر اٹھے اور تیار ہو کر مسجد میں گئے اور
تقیہ کے سبب ابو بکر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اپنی
نماز تنہائی میں پڑھتے رہے، اور خالد لعین تلوار باندھے
آپ کے پہلو میں کھڑا تھا، جب ابو بکر تشہد میں بیٹھا تو
اپنے ارادہ میں پیشمان ہوا، اور فتنہ سے ڈرا، وہ حشر
کا زبردست شجاعت کو جانتا تھا، وہ یہی سوچتا رہا
اور بار بار تشہد پڑھتا رہا اور نماز کا سلام نہیں پھیرا،
حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ اس کو سہو ہو گیا، پھر خالد
کی طرف مڑ کر کہا وہ کام نہ کرنا جس کا میں نے تم کو حکم دیا تھا،
کہ ایک آیت میں ہے کہ یہ عین بار کہا اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا، نماز کے
سلام کے بعد حضرت خالد سے پوچھا تم کو اس نے کیا
کہا تھا؟ اس نے کہا اس نے مجھے تمہارے قتل کا حکم
دیا تھا، فرمایا کیا تم قتل کر دیتے؟ اس نے کہا ہاں خط
کی قسم کہ وہ سلام پھیرنے سے پہلے مجھے منع نہ کرتا

کشم پس حضرت اورا گرفت و بلند کرد و بزین زد
 عمر گفت بہ خدا قسم کہ میکفتش پس مردم جمع شدند
 و اورا بصاحب قبر قسم دادند حضرت دست از
 آن لعین برداشت او بگریبان عمر بدگر چسبید و گفت
 ای پسر صہاک اگر نہ وصیت رسول خدا و تقدیر الہی
 بود ہر آئینہ میدانستی کہ کدام یک از ما و تو کم یاد
 تربیم و داخل خانہ خود شد۔

تو میں تم کو قتل کر دیتا! حضرت نے خالد کو پکڑ کر اوپر
 اٹھایا اور زمین پر سے مارا، عمر نے کہا خدا کی قسم یہ
 اس کو قتل کر دے گا پس تمام لوگ جمع ہو گئے اور
 حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی اور حضرت کے ہاتھ
 سے اس لعین کو چھڑایا، وہ عمر بدگر کے گریبان سے
 لپٹ گیا اور حضرت نے کہا اسے صہاک کے بیٹے
 اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی اڑے نہ آتی
 تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ ہمارے اور
 تمہارے مددگار ہیں، پھر آپ گھر چلے گئے۔

اس روایت سے حسب دلیل امور ثابت ہوئے:

۱- حضرت علی کو معلوم تھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ان کو قتل نہیں کر سکیں گے، اور جب حضرت علی کو اپنی جان
 کا خطرہ نہیں تھا تو پھر تقیہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ تقیہ اس وقت کیا جاتا ہے جب جان کی ہلاکت
 کا خطرہ ہو۔

۲- حضرت علی اس قدر جرمی اور بے باک تھے کہ تمام مخالفین کی موجودگی میں حضرت خالد بن ولید کو اٹھا کر زمین
 پر سے مارا اور جو شخص مخالفین کے سامنے اس قدر جرات کا مظاہرہ کرے وہ ان سے ڈر کر تقیہ نہیں
 کر سکتا۔

۳- تمام اہل مسجد مل کر بھی حضرت خالد کو حضرت علی سے نہیں چھڑا سکتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا واسطہ دے کر ان کو حضرت علی سے چھڑایا اور جو شخص اتنا قوی اور ولیر ہو وہ ڈر کر اور دب کر تقیہ کرنا
 کرے گا!

۴- حضرت علی نے حضرت عمر سے کہا اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی اڑے نہ آتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ
 کتنے لوگ تمہارے مددگار ہیں اور کتنے ہمارے، اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے جو بات کہی ہو
 وہ بڑا کہتے تھے، مخالفین سے موافقت کرتے تھے نہ تقیہ کرتے تھے۔

جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی
 تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی
 مومن کہنے کی ممانعت

بَابُ تَأْلِيفِ قَلْبٍ مَنْ يَخَافُ عَلَىٰ آيَاتِهِ
 لِضَعْفِهِ وَانْتَهَىٰ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيمَانِ
 مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ قَاطِعٍ

۶۸۴- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ثَنَا سَفِيَانُ عَنِ
الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَسَمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسَمًا
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ
أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدُّ هَا عَلَيَّ ثَلَاثًا أَوْ مُسْلِمٌ
ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ
مِنْهُ مَخَافَتًا أَنْ يَكْبَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي
النَّارِ -

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا
میں نے عرض کیا فلاں شخص کو دے دیجئے وہ بھی مومن
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان
ہے؛ میں نے اس شخص کی تین بار سفارش کی اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا یا مسلمان
پھر آپ نے وضاحت بیان فرمائی کہ میں کسی شخص کو کوئی چیز
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس
شخص کو اوندھے منہ ووزخ میں نہ ڈال دے حالانکہ
دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

۶۸۵- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ
بْنُ إِسْرَاهِيْمَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي شَرَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ
قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ
عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدًا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ
فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِ وَهُوَ عَجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَالَلهِ إِنِّي
لَأَمَّا أَهْلُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُ
قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَالَلهِ إِنِّي لَأَمَّا أَهْلُ مُؤْمِنًا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ
مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ
مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَالَلهِ
إِنِّي لَأَمَّا أَهْلُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ
وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكْبَهُ فِي النَّارِ
عَلَيَّ وَجِبْهًا -

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لوگوں
میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا
جو مجھے ان سب کی نسبت زیادہ محبوب تھا میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں
شخص کو نہیں عطا فرمایا قسم بخدا میں اس کو مومن سمجھتا
ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟
حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر مجھ سے
صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ
نے فلاں شخص کو عطا نہیں فرمایا، قسم بخدا میرے خیال
میں وہ مومن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یا مسلمان ہے؛ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش
رہا پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا
رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو عطا نہیں فرماتے، قسم بخدا
میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان؟
پھر آپ نے وضاحت فرمائی کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص
کو اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے، حالانکہ دوسرا
شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

۲۸۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ وَ
عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ
ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَن صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ
قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ
أَخِي ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَذَادَ فَقُمْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَارِدَتْهُ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ .

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں میں مال
تقسیم فرمایا، میں بھی انہیں لوگوں میں شامل تھا، بقیہ حدیث حسب
سابق ہے البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر چپکے
سے سفارش کی۔

۲۸۹۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلَوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ
قَالَ نَا أَبِي عَن صَالِحٍ عَنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ
سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ
فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَصَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتَفِي ثُمَّ
قَالَ أَقْتَالًا أَيْ سَعْدًا أَيْ لَا أُعْطِيَ الرَّجُلُ .

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے لیکن
اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے میرے سر پر میری گردن اور مونڈھے کے
درمیان ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد! کیوں بحث کر رہے
ہو، پھر حسب سابق نہ دینے کا عذر بیان فرمایا۔

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ کسی معقول عذر کی بناء پر
سفارش کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سعد کے مومن کہنے پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یا مسلمان" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے ایمان
دل کی کیفیات کا نام ہے جو از قبیل غیب ہیں اور اسلام ارکان ظاہری کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر
کوئی شخص غیب کو نہیں جانتا، اس لیے کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ مومن۔ یہ لغوی
مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے کا عذر یہ تھا کہ جن لوگوں کو آپ دے رہے تھے وہ نئے
نئے اسلام لائے تھے، آپ تالیف قلب کی خاطر انہیں عطا فرما رہے تھے، اور جس شخص کو نہیں دیا وہ قدیم السلام
تھا، اگر حضور اس کو دیتے اور انہیں نہ دیتے تو چونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ
یہ لوگ گمان کرتے کہ حضور اپنے ساتھیوں کو دیتے ہیں اور میں نہیں دیتے اور جو شخص حضور کے بارے میں
یہ بدگمانی کرتا وہ جہنمی ہو جاتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرما کر ان کو جہنمی ہونے سے
بچا لیا، اور جو پہلے مسلمان تھے ان کو حضور کچھ دیں یا نہ دیں وہ ہر حال میں حضور کے نمک خوار، غلام اور
شیدائی تھے ان کی طرف سے کچھ خطرہ نہ تھا اس لیے ان کو عطا نہیں فرمایا۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو حضور نے عطا فرمایا ان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا اور

عین کو نہیں عطا فرمایا ان پر بھی سرکار کا کرم تھا، کیونکہ ان کو سرکار نے اپنا سمجھا، خلاصہ یہ ہے کہ سرکار کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا

بَابُ زِيَادَةِ طَمَائِنَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهِرِ الْأَدِلَّةِ

۲۹۰۔ حَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا بِنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي شَرِيحَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ إِنِّي كَيْفَ تَكُونُ النُّجَى الْمَوْتَى قَالَ أَوْلَى تَوَمِّنُ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ لَوْ هَا لَقَدْ كَانَ يَا وَيُّ أَيُّ رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ كَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طَوْلَ كَبِثِ يُوسُفَ لَوَجِيتُ النَّاعِي.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال "اے رب! مجھے دکھلا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا" کرنے کے زیادہ مستحق ہوتے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم کو اس بات پر یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے زیادہ اطمینان ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ مختار ہے۔

عبدالسلام پر رحم فرمائے، وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اگر میں قیدخانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں بلانے والے کے بلانے پر فوراً چلا جاتا۔

۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِي بِهْرَانُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَهْمَاءَ الصَّبِيْعِيُّ قَالَ كُنَّا جُوَيْرِيَةً عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَابَا عُبَيْدٍ أَحْبَبَا لَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَوَالَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى جَاذَهَا.

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُوَيْسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرَوَايَةَ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى أَنْجَزَهَا.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں دلیطمین قلبی والی آیت کو آگے تک بڑھایا گیا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا بعض لفظی تغیر کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ترجمہ | حدیث نمبر: ۲۹ | میں ہے: اگر

ہم حضرت ابراہیم کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال کے ذریعہ "اے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا" شک کے زیادہ مستحق ہوتے۔

علامہ یحییٰ بن نثر نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم نے جو یہ سوال کیا تھا: "اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اس کی توجیہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ عمدہ توجیہ علامہ ابو ابراہیم مزنی صاحب شافعی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک کرنا محال ہے کیونکہ مردوں کے زندہ کیے جانے میں اگر انبیاء علیہم السلام کو شک ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت میں شک کرنے کا زیادہ حقدار ہوں اور تم کو معلوم ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں ہے تو جان لو ابراہیم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ بعض فاسد ذہنوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شک کا وہم نہ ہو، باقی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تواضعاً اور اذیتاً ترجیح دی ہے، یا آپ نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب التحریروں نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم شک گمان کہ رہے ہو، اگر وہ شک ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ لائق تھے، وہ شک نہیں ہے بلکہ وہ یقین میں زیادتی کی طلب ہے۔

یہ امر کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

- ۱- پہلے حضرت ابراہیم کو دلیل سے یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ اب انھوں نے اپنے اطمینان قلب کے لیے یہ چاہا کہ ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے، کیونکہ دلیل سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس میں شبہات واقع ہو سکتے ہیں اور جس چیز کا معائنہ اور مشاہدہ ہو جائے وہ بدیہی اور قطعی ہوتا ہے۔
- ۲- حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ وہ یہ معلوم کر لیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا کیا مرتبہ ہے، آیا اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کو یہ مشاہدہ کرائے گا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اولم توبصن اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی تصدیق نہیں ہے کہ میرے نزدیک تمہارا عظیم مرتبہ ہے اور میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

- ۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے علم میں ترقی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کو علم الیقین کے بعد عن الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے، سہل بن عبد اللہ شرمی نے کہا حضرت ابراہیم نے یہ سوال کیا کہ ان پر موجودات کو کشف کر دیا جائے تاکہ ان کا نور یقین اور زیادہ ہو۔

- ۴- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل قائم کی تھی اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ اس معاملہ کا خود مشاہدہ اور معائنہ کر لیں۔

- ۵- امام ابو الحسن واحدی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کرنے کے سبب میں اختلاف ہے اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ساحل سمندر پر ایک مردہ دیکھا جس کو درندے پزندے اور سمندری جانور کھا رہے تھے، تو حضرت ابراہیم یہ سوچنے لگے کہ مردے کے یہ متفرق اجزاء جو مختلف

بانوروں کے۔ پیٹوں میں جا کر مضم، ہو گئے، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا، پھر ان کو اس کا شوق دامن گیر ہوا کہ وہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے، انھیں اس میں شک نہیں تھا لیکن انھوں نے اس کے مشاہدہ کو محبوب جانا، جیسے ہمیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت پر ایمان ہے، اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جنت کے مشاہدہ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان کے دیدار اور زیارت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ | نیز اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

غلامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے مہانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا، اس لیے ان کو اپنے مہانوں کے متعلق غم اور فکر لاحق ہوا، جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کاش ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہوتا جو ان کے مہانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا، اس جملہ سے حضرت لوط کا مقصد اپنے مہانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس بڑائی اور مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انھوں نے اپنے مہانوں کی تکلیف میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا، بلکہ ان کا یہ قول مہانوں سے معذرت کے لیے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ان کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرنا بھول گئے ہوں اور مہانوں کے سامنے اپنے دلی رنج و الم کا اظہار کیا ہو۔

قیدخانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ

اور اس حدیث کے آخر میں ہے: اگر میں اتنا عرصہ قیدخانہ میں رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تو بلا کے والے کی دعوت پر فوراً چلا جاتا۔ غلامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت یوسف کی تعریف ہے اور ان کے صبر کا بیان ہے اور بلا کے والے سے مراد بادشاہ کا قاصد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے جب بادشاہ کا قاصد آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ اور معلوم کرو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، تو اس لمبی قید میں رہنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام رہائی کا موقع ملتے ہی قیدخانہ سے باہر نہیں آئے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہے اور اپنے

قید کیے جانے کے سبب کے متعلق بادشاہ سے دریافت کیا تاکہ بادشاہ اور لوگوں پر ان کی پاکدامنی ظاہر ہو جائے، اور جب بادشاہ سے ملاقات ہو تو انہیں اس جسے کام پر فخر مندی نہ ہو جس کی نسبت غلط طور پر ان کی طرف کی گئی تھی، اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت ان کی رائے اور نظر کا حسن ان کا ضبط نفس اور کمال صبر بیان کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ اگر ہم اتنی مدت قید میں رہتے تو ہم بلائے پر فوراً چلے جاتے تو یہ آپ نے تو افسانہ فرمایا۔ اس حدیث کی ایک تقریر تو وہ ہے جو علامہ نوری نے بیان کی ہے اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی چلے جانا ہی اولیٰ اور راجح تھا کیونکہ ابتلاء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا مناسب نہیں ہے، نیز انبیاء علیہم السلام قید خانہ سے باہر رہ کر جس آزادی کے ساتھ تبلیغ اور دیگر فرائض انجام دے سکتے ہیں وہ قید خانہ میں انجام نہیں دے سکتے۔ یہی حکم علماء کے لیے ہے اس لیے کسی کسی یارینی تخریک میں علماء یا عام مسلمانوں کا عود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے علوم پر ایمان لانے کا وجوہ اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منورغ ہونے کا بیان

ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اس قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان ایمان لاسکیں، اور یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور مجھے تو سع ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کا جان ہے اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نسبت کسی خبر مانے

بَابُ ۶۷ وَجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمَلِكِ بِمِلَّتِهِ

التَّاسِ وَنَسْخِ الْمَلِكِ

بِمِلَّتِهِ

۲۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ الْإِنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مَثَلُهُ أَمْرٌ، عَلَيْهِ الْبَلَدُ وَاشْتَمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْكَ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيْكَ حَرْوَجًا وَرَجْوًا أَنْ أَكُونَ أَكْرَهُهُ تَابَمَا يُؤْمَرُ الْعِيْمَةَ -

۲۹۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَرَفَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا

ک۔ علامہ یحییٰ بن سنان لودی متوفی ۷۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۶-۸۵، مطبوعہ نور محمدہ اصح المطابع کراچی: ۱۳، ۵

خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے وہیں
حالیکہ وہ میرے لئے ہوتے دین پر ایمان نہ لایا
ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں
ہوگا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی سے
میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا ہمارے
ملاقہ کے لوگ کہتے ہیں جو شخص باندی کو آزاد کر کے
اس سے نکاح کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی
شخص قربانی کے جانور پر سواری کرے، شعبی نے کہا
مجھ کو ابو جبرہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنه سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوسرا اجر ملے گا
ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو پہلے اپنے
نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ کی تصدیق بھی کی ہو اور
ایمان لا کر آپ کی اطاعت بھی کی ہو، اس کو دو گنا اجر
ملے گا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت
بھی کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہو،
اس کو بھی دو گنا اجر ملے گا۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی
کوئی باندی ہو وہ اس کو اچھا کھلائے پلائے اور اس
کو اچھی طرح آداب سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس
سے شادی کرے تو اس کو بھی دو گنا اجر ملے گا، پھر
شعبی نے کہا جاؤ اس حدیث کو بغیر کسی غرض کے لے
جاؤ، ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کے حصول کے
لیے یہاں سے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔
امام مسلم نے دو اور سندیں بیان کر کے فرمایا
کہ ان سندوں کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح بیان
کی گئی ہے۔

يَسْعَى فِي أَحَدٍ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَمِ يَهُودِيٍّ وَ لَا
نَصْرَانِيٍّ شَرَّ يَمُوتُ وَ لَحْدِيٍّ مِّنْ يَأْتِي
أُرْسِلَتْ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ -

۲۹۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ
صَالِحِ بْنِ صَالِحِ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ رَأَيْتُ
رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ خُرَّاسَانَ سَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ
يَا أَبَا عُبَيْدٍ وَإِنِّي قَبَلْنَا مِنْ أَهْلِ خُرَّاسَانَ يَقُولُونَ
فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أُمَّةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ
كَأَنَّكَ بَدَنْتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْزَةَ
بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَدَانَةُ يَتَوَتُونَ أَجْرَهُمْ
مَدَّتَيْنِ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَمَّنْ بَنِيهِمْ وَ
أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَامَنَّ
بِهِمْ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ وَعَبْدٌ
مَّمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَوَسَّيَ سَيِّدُهُ فَلَهُ
أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَدْنَةٌ فَغَدَاَهَا فَأَحْسَنَ
غَدَاةً هَا تُحَدِّثُهَا فَاحِشَةً أَدَبًا ثُمَّ أَعْتَقَهَا
وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَّاسَانِيِّ
خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ جَيْدِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ
يُرْحَلُ فِيْمَا دُونَ هَذَا إِلَى الْمَدِينَةِ -

۲۹۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا

الْإِسْتِثْنَاءُ نَحْوَهُ۔

معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام | حدیث نمبر ۲۹۳ میں ہے، ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک انسان اس نبی پر ایمان لاسکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ اس معجزہ کی وجہ سے نبی لوگوں کے سامنے اپنی محبت قائم کر سکے۔ نیز اگر نبی کے لیے معجزہ ضروری نہ ہو تو سچے نبی اور جھوٹے میں امتیاز کا کوئی معیار اور کوئی کسوٹی نہیں ہوگی۔

معجزہ کی تعریف میں علامہ تقنازانی لکھتے ہیں :

ہی امر یظہر بخلاف العادة علی یدامدعی

النبوة عند تحدی المنکرین علی وجه یعجز

المنکرین عن الاتیان بمثلہ۔

معجزہ وہ کام ہے جو عادت کے خلاف ہو یہ اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہو جب وہ منکرین کو اس کام کی مثل لانے کا چیلنج کرے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔

کسی شخص سے ایسا فعل ظاہر ہو جو عادت عام لوگوں کی قدرت اور اختیار میں نہ ہو اس کو اصطلاح میں خرق عادت کہتے ہیں اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ نبوت کے اظہار سے پہلے نبی سے خرق کا ظہور ہو تو اس کو اہل باطن کہتے ہیں۔

۲۔ نبوت کے اظہار کے بعد نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کی نبوت کو ثابت کرے اس کو معجزہ

کہتے ہیں۔

۳۔ اللہ کے ولی سے خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

۴۔ عام مسلمان سے اتفاقاً کسی خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں۔

۵۔ کفار سے کسی ریاضت کے سبب خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

۶۔ جھوٹے نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کے دعویٰ نبوت کے خلاف ہو اور اس کی تکذیب کرے اس کو اہل

کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے لیے معجزہ ضروری ہوتا ہے، جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں عطا فرماتا بلکہ اہانت کر کے اس کی جھوٹی نبوت کا بھرم کھول دیتا ہے جیسے غلام احمد قادیانی نے متعدد پیشین گوئیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔

اس حدیث میں ہے: یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام عطا فرمایا، اور مجھے امید ہے

کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب سے زیادہ ہونے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ آپ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے اور اس جیسا

معجزہ انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا اس لیے آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

۲۔ قرآن مجید کے اعظم معجزات ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے اس کی مثل کوئی نہیں لاسکتا: (فاتحہ سورۃ من مثلہ (بقرہ ۲۳۰) اور دن بہ دن علوم کی ترقی اور مخالفین کی کثرت کے باوجود آج تک اس کی مثل کوئی نہیں لاسکا۔

۳۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی ورنالہ لحاظون (جز ۹) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید سے کوئی آیت کم ہو گئی ہو۔

۴۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی شخص غیر قرآن کو داخل نہیں کر سکتا اور کسی آیت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا، (لایاتہ الباطل من بین یدایہ و لا من خلفہ حمد السجدۃ ۲۲۱۵) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید فلاں آیت یا فلاں لفظ کو بڑھا دیا گیا جو پہلے نہیں تھا۔

۵۔ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت تین طرح معجزہ ہے اس کی مثل نہیں، اس میں کمی نہیں ہو سکتی، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، اور اتنے معجزات کسی نبی کے نہیں ہیں۔

۶۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکیرین جادو سے شبہ پیدا کر سکتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے مقابلہ میں جادوگروں نے اپنی لائیٹوں اور رسبوں کو نظر بند می سے سانپ بنا دیا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور دیگر وجوہ اعجاز کا کوئی مواضع کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔

۷۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد باقی نہیں رہے۔ اور آپ کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا، ان کے معجزات کو صرف ان کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے معجزہ قرآن کریم کو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔

۸۔ قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ جن پیش گوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے لوگ ہر زمانہ میں ان کے پورے ہونے کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید نے فرعون کے متعلق کہا:

فالیوم ننجیک ببدانک لتکون لمن خلقت

آیۃ - (یونس: ۹۲)

اور آج تک فرعون کا جسم اسی طرح باقی اور محفوظ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے جو غیب کی خبریں بیان کیں وہ ہر زمانہ میں صادق رہیں اور قرآن مجید نے جو سائنسی حقائق بیان کیے وہ ہر زمانہ میں علمی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ثابت ہوتے رہے اور قرآن مجید کی صداقت آشکارا ہوتی رہی، مثلاً قرآن مجید نے سورج، چاند اور دیگر سیاروں کی گردش کو بیان کیا اور سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی اور قرآن مجید نے کہا:

یخلقکم فبطون اہمتکم خلقاً من بعد خلق فی

ظلمت ثلاث۔

وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدا کے بعد دوسری پیدائش کے ساتھ تین اندھیروں میں

(ذمہ)

تخلیق کرتا ہے۔

اور جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ رحم کے تین پردوں میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ جس زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اس وقت آپ کے پیروکار قلیل تھے۔ لیکن بعد میں دن بہ دن بہ کثرت فتوحات ہونے لگیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ اب آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں، یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے صحیح پیروکار نہیں ہیں۔

ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت | حدیث نمبر ۲۹۴ کی عبارت منقول ہے اور ظاہری عبارت سے

اس کا معنی اس طرح ہوگا۔

اس امت سے جو شخص میرے دعویٰ نبوت کو نہیں سنے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے مگر وہ شخص اصحاب نار سے ہوگا۔ اور ظاہری معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص نے آپ کے دعویٰ نبوت کو نہیں سنا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لایا اس کا کیا قصور ہے اور وہ کیوں جہنمی ہوگا؟

ملا علی قاری رحمہ الباری نے حدیث کی اس عبارت کو حل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

لا یسمع میں لایس کے معنی میں ہے اور ثم یصوت کا عطف لیسع (ثبوت) پر ہے اور لم یومن کا عطف یصوت پر ہے اور لیسع سے پہلے جو لا بمعنی لیس ہے اس کی نفی کا تعلق پورے جملہ کے ساتھ ہے اور اس ترکیب کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری رسالت (کی خبر) سنے پھر وہ مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے دین پر ایمان نہ لایا ہو، خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔ لہٰذا اور اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے:

اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی میرے دعویٰ نبوت کو سننے کے بعد میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔

علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرنا | حدیث نمبر ۲۹۵ میں ہے: تین شخصوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک وہ شخص جو اہل

کتاب میں تھا، پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لایا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اپنے آقا کی خدمت بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۷۸-۷۷، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان اہل کتاب کی فضیلت ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہ کہ ان کو دواجر ملیں گے، ایک اس بات پر کہ وہ اپنے نبی کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اس پر ایمان لائے اور دوسرا اس لیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اور اس حدیث میں اس غلام کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، اور اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جس نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور یہ صدقہ کر کے اس میں رجوع کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک احسان کرنے کے بعد دوسرا احسان ہے۔

شعبی نے کہا ہم نے یہ حدیث کسی معاذ صنف کے بغیر تم کو دے دی ہے ورنہ اس سے کم عبارت کی حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک کا سفر کرتے تھے، اس حدیث میں عالم کے لیے اس قسم کے قول کہنے کا جواز ہے تاکہ سامع کو حدیث کے حفظ اور ضبط پر برا بیگنہ نہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین ایک حدیث کے حصول اور ایک مسئلہ کے علم کے لیے دُور دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے۔ لہ

اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق | اس حدیث کے پہلے جز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دگنا اجر ملے گا۔

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جبکہ عام مسلمانوں کو ایک نبی پر دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا اجر و ثواب دگنا ہو گا۔ اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

الذین اتیناھم الكتاب من قبلہ ہر بہ
یؤمنون ۵ واذا یئلی علیہم ایبتنا قالوا انما بہ انہ الحق
من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین ۵ اولئک
یؤتون اجرہم مرتین۔

(قصص، ۵۵-۵۳)

جن لوگوں کو ہم نے نزولِ قرآن سے پہلے کتاب دی و نزول پر بھی ایمان لائے ہیں اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے اجر کی نوید ان اہل کتاب کے لیے ہے جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یہ لوگ زمانہ رسالت میں ہی مقبور ہو سکتے ہیں۔

خواتین کو تعلیم دینا امام مسلم نے یہ روایت شعبی کی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس میں یہ ہے کہ جس شخص نے باندی کو اچھی طرح کھلایا اور ادب سکھایا۔

احديث اور امام بخاری نے بھی یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: فادبها فاحسن تا ديبها وعلما فاحسن تعليمها۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۰)

اس حدیث میں خواتین کو علم سکھانے پر دلیل ہے، مگر صحیح مسلم جلد سابع میں ہم نے خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات دور کیے ہیں۔ اور اس کو اچھی طرح تعلیم دی۔

بَابُ بَيَانِ نَزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةٍ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جو میں نے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہوگا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے اور اس قدر مال و دولت ہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

۲۹۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَمَةَ أَبَاهُ يَرَوُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنٌ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجُزْيَةَ وَيُفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ - ۲۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا ابْنَ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كَلَّمَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَخِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا اور مائینہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں یہ آیت پڑھی (ترجمہ: اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان کی تصدیق کرے گا۔)

رَوَايَةُ ابْنِ عُيَيْنَةَ إِمَامًا مَّقْسُطًا وَحَكَمًا عَدْلًا وَفِي
رَوَايَةِ يُونُسَ حَكَمًا عَدْلًا وَكَرِيمًا ذَكْرًا إِمَامًا مَّقْسُطًا
كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِي حَدِيثِهِمْ مِنَ الزِّيَادَةِ وَحَتَّى
تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا
وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَفْرَاءُ وَالْأَنْ
ثُسُثُومُ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا عیسیٰ
بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل اور انصاف
سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، حنزیرہ
کو قتل کریں گے، اور جزیرہ موقوف کر دیں گے، اونٹوں کو
کھلا چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے کوئی شخص کام نہیں
لے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد نکل
جائے گا، انھیں مال لینے کے لیے بلا یا جائے گا اور
کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری
کیا نشان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور
امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا
نشان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر تمہاری امت
فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۲۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَيْتُ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مَيْبَاءَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَاللَّهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا
فَلْيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَنَّ
الْحِزْيَةَ وَكَتَبَتْ رُكْنِ الْقِلَاصِ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا
وَلَتَذْهَبَنَّ الشُّحُومُ وَالنَّبَا غُصٌّ وَالشَّحَاسُ
وَلَيَدْعُونَ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ -

۳۰۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمَةَ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ
وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فَبَيْنَكُمْ وَدَمَا مَكُّ
مِنْكُمْ -

۳۰۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ
قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ
مَرْيَمَ فَبَيْنَكُمْ قَامَكُمْ -

۳۰۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا ایک فرد ہو کر امامت فرمائیں گے۔ ابن ابی ذؤب نے اس کی تشریح میں یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت فرمائیں گے

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ تَافِعِ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّا مَنكُمْ فَقُلْتُ لَا بِنِ ابْنِ أَبِي ذَيْبٍ إِنْ أُرُو زَائِعِي حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ تَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدَامَا مَكُّ مَنكُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ هَلْ تَدْرِي مَا أَمَّا مَكُّ مَنكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّا مَكُّ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّتِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شَجَاعٍ وَهَرُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالُوا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي جَدْرِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَى صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَّرَاءُ تَكْرِمَتَهُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا اور ثابت رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے، مسلمانوں کا امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آئیے نماز پڑھائیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض، بعض کی امامت کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۹۷ میں ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا، اور وہ جزیہ موقوف کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ویلی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ واضح دلیل ہے :
وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل
موتہ - (نساء : ۱۵۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور چونکہ از روئے قرآن تمام اہل کتاب یعنی تمام یہود و نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ابھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے نہ عیسائیوں کا ان پر صحیح ایمان ہے اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لاکر مسلمان ہو جائیں۔
نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ موقوف کرنے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آکر دین اسلام کے بعض

احکام کو منسوخ کر دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جزیہ کی مدت نزولِ مسیح تک بیان فرمائی ہے اس لیے جزیہ کے ناسخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب تمام کفار اور مشرکین مسلمان ہو جائیں گے تو جزیہ عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔

بَابُ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يَقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے لیکن اس دن کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا سو و مند نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

امام مسلم نے چار اور سندیں بیان کر کے فرمایا ان سندوں بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا ثنا اسمعيلُ يَعْتُونَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ يَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَوْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا -

۳۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا ثنا ابْنُ فَضِيلٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ ابْنِ حَرْبٍ قَالَ نَاجِيَةُ وَكَلَاهُمَا عَنْ عَمَارَةَ بْنِ الْقُفْعَاءِ عَنْ أَبِي زُرَّاعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاحِسِينُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ثنا عَبْدُ الرَّمَّاقِ قَالَ نَاصِعُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان

۳۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ ابْنِ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ ابْنِ حَرْبٍ قَالَ قَاسِمُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْمَقِيُّ جَمِيعًا -

نہیں لایا تھا یا جس نے ایمان لاکر کوئی نیکی نہیں کی تھی وہ
تین چیزیں یہ ہیں (سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،
وہاں کا خروج اور وابت الارض کا ظاہر ہونا۔

عَنْ فَضِيلِ بْنِ غَزْوَانَ حَرَوَ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْكَفُّنَةُ قَالَ قَالَ أَبُو فَضِيلٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ
لَا يَنْفَعُنَّ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمَّتْ مِنْ
قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ
مِنْ مَغْرِبِهَا وَالذَّجَالُ وَذَابَةُ الْأَرْضِ.

۳۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُكَيْبَةَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ
عُكَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّمِيْمِيِّ
سَمِعَهُ فِيْمَا أَعْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ
أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى
مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا
تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي
مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِعُ طَالِعَةً مِّنْ
مَّطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا
تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ
حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ
فَتَرْجِعُ فَتُصْبِعُ طَالِعَةً مِّنْ مَّطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي
لَا يَسْتَكْبِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ
إِلَى مُسْتَقَرِّهَا ذَلِكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيَقَالُ لَهَا
ارْجِعِي ارْجِعِي طَالِعَةً مِّنْ مَّغْرِبِكَ فَتُصْبِعُ
طَالِعَةً مِّنْ مَّغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مِنِّي ذَاكُمْ
ذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ
أَمَّتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم
ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا
کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے
مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر
اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک
کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے اُسے
ہو وہیں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی
جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں
تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ
کرتا ہے، پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا
ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور
جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ
کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول یونہی
جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے،
یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ
کرے گا تو اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے
مغرب سے طلوع ہو پھر صبح کو سورج مغرب سے طلوع
ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم
جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا جس دن کسی ایسے
شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان

نہ ہو چکا ہو، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہ کی ہو۔
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ
سورج کہاں جاتا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۰۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانَ الْوَارِثِيُّ
أَخْبَرَنَا خَالِدُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ
أَيُّ تَذَهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ
ابْنِ عَلِيَّةَ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج غروب ہو
گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر!
کیا تمہیں معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض
کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے۔ آپ نے
فرمایا سورج جا کر سجدہ کی اجازت طلب کرتا ہے اس
کو سجدہ کی اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جا بیگنا
جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو سورج مغرب
سے طلوع ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود
کی قرأت کے مطابق یہ آیت پر معنی و ذائقہ مستقر رہا۔
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے تفسیر
پر چھپی (ترجمہ) آفتاب اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے لیے
حرکت کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

۳۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ حَدَّثْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ
قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيُّ تَذَهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ
قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذَهَبُ
فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا
قَدْ قِيلَ لَهَا اذْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَالَ
فَتَطْلُعُ مِنْ مَقَرِّبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِي قِدَاءِ عَبْدِ اللَّهِ
وَذَلِكَ مُسْتَقَرُّهَا۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَشَجِيُّ حَدَّثَنَا
وَكَيْفَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ
أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَى وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا وَالشَّمْسُ
تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ۔

حدیث نمبر ۳۰۶ میں سورج کے مغرب سے طلوع، دجال کے خروج اور ذابۃ الارض کے
ظہور کے بعد کسی شخص کی نیکی قبول نہیں ہوگی۔

دجال کا بیان

قرب قیامت میں شام و عراق کے درمیان دجال کا ظہور ہوگا، دجال کی صرف ایک آنکھ ہوگی اور دوسری آنکھ
کی جگہ ہموار ہوگی اس کی پیشانی پر کاف رکھا ہوا ہوگا، وہ تمام روئے زمین میں پھرے گا، اور لوگوں کو اپنی

خدا کی دعوت دے گا، مختلف علاقوں سے گشت کرتا ہوا شام سے اصفہان پہنچے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کی دعوت کو قبول کریں گے، اصفہان کے بعد یمن جائے گا وہاں سے حرمین کا قصد کرے گا، مگر مشرق کی طرف سے حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی دوران دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال مارا جائے گا۔

دآبۃ الارض کا بیان | جس وقت آفتاب مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے مکہ میں کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جس کو دآبۃ الارض کہتے ہیں، یہ جانور چہرے میں انسان سے، گردن میں اونٹ سے دم میں بیل سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ مکہ کے بعد یمن کی طرف جائے گا پھر نجد باکر غائب ہو جائے گا، پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ اس قدر تیز رفتاری سے روئے زمین کا دورہ کرے گا کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا، مسلمانوں کی پیشانی پر وہ عصلے موسوی سے ایک نوطی خط کھینچے گا جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا، اور کفار کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے مہر لگائے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ | ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں، ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے، صبحی کہ اذان لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے جب کہ مشاہدہ اور عقل مزیح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اٹھے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آرہے ہیں۔ اور اس کا ایک افق میں غروب بعینہ دوسرے افق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال، کے مطابق ہوتی ہے، لہذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام سے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع اور جب افق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس افق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ لہذا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تزل کذا آیت اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا ارجعی من حیث جنت، جہاں سے اُسے ہو وہیں لوٹ جاؤ، اور لوٹنے کا مطلب اٹھے پاؤں واپس جانا نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبعی کے تحت لوثنا ہے، یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر سابق افق پر طلوع ہو جائے، اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا، قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا **اللہ الحمد علی ما الہمینی من حل اشکال هذا الحدیث**

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرت وحی کی ابتداء کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تمہیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے، کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور خور و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے (جب کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں) تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آکر اور چیزیں لے جاتے اسی دوران غار حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آکر آپ سے کہا ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے زور سے گلے لگا کر مجھے دبا یا حتیٰ کہ اس نے دبانے پر پوری قوت صرف کر دی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بغل گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبا یا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بغل گیر

۳۱۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَرْجٍ أَحْبَبْنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ
شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِيَ
بِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ
فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ
الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُو
بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَدَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ
الَّذِي آوَى الْأَوْدَانَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى
أَهْلِيهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى
خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّىٰ يَجِيءَهُ
الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ
الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ
قَالَ فَآخِذْ بِرِجْلِي حَتَّىٰ بَلِّغَ مِنِّي الْجُهْدَ
ثُمَّ أَمْسَكْنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ مَا
أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَآخِذْ بِرِجْلِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ
حَتَّىٰ بَلِّغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَمْسَكْنِي فَقَالَ
اقْرَأْ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَآخِذْ بِرِجْلِي
فَغَطَّنِي الثَّلَاثَةَ حَتَّىٰ بَلِّغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ

ہوا حتی کہ مجھے پوری قوت سے دیا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا: اقرا باسم ربك الذي خلقه خلق الانسان من علقه اقرا وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھیے آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ“ گھر والوں نے آپ کو کپڑے اڑھائے حتیٰ کہ آپ کا خون دور ہو گیا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا اور فرمایا اب میرے ساتھ کیا ہوگا، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی ہرگز نہیں آپ کو یہ نوید مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب پر تھے، اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ نے ان سے کہا اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنئے، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا

أرسلني فقال اقرا باسم ربك الذي خلقه خلق الانسان من علقه اقرا وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم فقرأه واليه وسلكم ترجف بواديه حتى دخل على خديجة فقال ترملوني زميلوني فزملوه حتى ذهب عنه الروع ثم قال ليخديجة ائني خديجة مائي واخبرها الخبر فقال لقد خشيتك على نفسي قالت له خديجة كلا ابشرقوا الله لا يخزيك الله ابدا والله انك لتصل الرحم وتدق الصدق الحديث وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى وهو ابن عم خديجة اخي ابيها وكان امرء تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العربي ويكتب من الانجيل بالعربية ما شاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عسى فقالت له خديجة ائني عم اسمع من ابن اخيك قال ورقة بن نوفل يا ابن اخي ما ذا ترى فاخبره رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم خبر ما راى فقال له ورقة هذا التاموس الذي انزل على موسى ياليتني فيها جذاعا ياليتني اكون حيا حين يخرجك قومك قال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم او مخرجي هم قال ورقة نعم لم يات رجل

قَطُّ بِمَا جُنْتُ بِهِ إِلَّا عُوذِي وَإِنْ يُدْرِكُنِي
يَوْمَئِذٍ أَنْصُرَكَ بِفِرْعَوْنَ مُؤْتَمِرًا

ورقہ نے کہا یہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس
وحی لے کر آیا تھا، کاکس میں جوان ہوتا، کاکس میں
اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے
نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے، ورقہ نے کہا ہاں!
جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی لوگ اس
کے دشمن ہو جاتے تھے، اگر وقت نے مجھ کو مہلت
دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کروں گا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء... اس کے
بعد حدیث مثل سابق سے اور اس روایت میں یہ ہے
کہ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ
نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ ثنا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعَهُ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي
عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِيَ
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ
الْوَحْيِ دَسَاقُ الْحَدِيثِ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ
أَنَّكَ قَالَ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا وَقَالَ
فَقَالَتْ خَدِيجَةُ أَيْ ابْنُ عَمِّ اسْمَعَرَ مِنَ ابْنِ
أَخِيكَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیکپاتے ہوئے حضرت
خدیجہ کے پاس گئے بقیہ حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے مگر
اس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ وحی کی ابتداء سچے
خوابوں سے ہوئی اور نہ یہ ہے کہ خدا کی قسم اللہ آپ
کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ حضرت خدیجہ نے کہا،
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ
اللَيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ عَنْ عُرْوَةَ
ابْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعُ إِلَى خَدِيجَةَ يَرْجُفُ
فَوَادَاهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ
وَمَعَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِهِ
أَوَّلُ مَا بُدِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّادِقَةَ وَتَابَعَهُ
يُونُسَ عَلَى قَوْلِهِ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا
وَذَكَرَ قَوْلَ خَدِيجَةَ أَيْ ابْنِ عَمِّ اسْمَعَرَ مِنَ
ابْنِ أَخِيكَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے

۳۱۴۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ

قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَنَا
أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ
رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِجْرٍ جَالِسًا
عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ مِنْهُ فَرَقًا
فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِلُونِي تَزَمِلُونِي فَدَثَرُونِي
فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ
وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ
وَهِيَ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَابَعَهُ الْوَحْيُ -

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کے زمانہ
کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں عاراً تھا
اچانک میں نے ایک آواز سنی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو
وہی فرشتہ جو میرے پاس حرام میں آیا تھا، وہ
آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا
میں خوفزدہ ہو گیا اور گھبرا پس پہنچا اور میں نے کہا مجھے
کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، اہل خانہ نے مجھے کپڑے
اڑھائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ)
اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو! اور لوگوں کو ڈراؤ
اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے لباس کو پاک
رکھو اور بتوں سے کنارہ کشی پر مستقیم رہو۔ پھر وحی
مسلل اور لگاتار نازل ہونے لگی۔

۳۱۵ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ
الَلَيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ
بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ فَتَرَ الْوَحْيَ عَنِّي فَتْرَةٌ بَيْنَنَا أَنَا أَمْشِي
ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَيْدًا أَنَّهُ قَالَ
فَجِئْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ وَ
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ حَوَى الْوَحْيُ بَعْدَ وَتَابَعَهُ
۳۱۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ يُحْوِي حَدِيثَ
يُونُسَ وَقَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا
الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ (المراد بالرجز)
فَأَهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تَفْرَضَ الصَّلَاةَ وَهِيَ الْأَوْثَانُ
قَالَ فَجِئْتُ مِنْهُ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے
ساتھ حضرت جابر سے ایسی ہی روایت منقول ہے
لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور خوف سے گرنے
لگے اور ابوسلمہ نے بتلایا کہ پلیدی سے مراد بت
ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس
سند سے جو اس طرح روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ
ہے کہ آیات مبارکہ یا ایہا المدثر قوما فذروا ما تَعْبُدُونَ
الرجز فاهجر تک فرضیت نماز سے پہلے نازل ہوئی۔

۳۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو لَيْدٍ
ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْثَرُ أَحْمَدُ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى يَقُولُ
سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيْ الْقُرَآنِ أَنْ يُزِلَّ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا
الْمُدَّثِرُ فَقُلْتُ أَوْ أَقْرَأُ فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
أَيْ الْقُرَآنِ أَنْ يُزِلَّ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِرُ فَقُلْتُ
أَوْ أَقْرَأُ قَالَ جَابِرٌ أَحَدٌ تُكْمَلُ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَتْ بِحِدَاءٍ
شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جَوَارِي نَزَلَتْ فَاسْتَبَطْتُ
بَطْنَ الْوَادِي فَتَوَدَيْتُ فَتَنْظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ
يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمَّا رَأَيْتُ أَحَدًا ثُمَّ تَوَدَيْتُ
فَتَنْظَرْتُ فَلَمَّا رَأَيْتُ أَحَدًا ثُمَّ تَوَدَيْتُ فَرَفَعْتُ
دَائِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي السَّمَاءِ يَعْنِي
جِبْرَائِيلَ فَأَخَذَتْهُ رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَاتَّيَتْهُ
خَدِيدَةٌ فَقُلْتُ دَرَوْنِي فَدَثَرُونِي فَصَبُّوا
عَلَيَّ مَاءً فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِرُ
فَأَنْزِرْ دَوْمَانَكَ فَكَيْدٌ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرْ.

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی
اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی
انہوں نے کہا یا ایھا المدثر میں نے کہا یا اقرا حضرت جابر رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
غار حرا میں ایک ماہ تک رہا، جب میں نے یہ مدت پوری
کر لی تو میں داؤدی کے اندر چلا گیا، اچانک مجھے کسی نے
آواز دی، میں نے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھا مجھے
کوئی شخص نظر نہ آیا، پھر مجھے دوبارہ آواز دی گئی میں نے
دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، پھر سہ بارہ آواز دی گئی، میں
نے اوپر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک تخت پر بیٹھے
ہوئے نظر آئے، مجھے سخت ڈر لگا، میں خد بچہ کے
پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑے اور ٹھاؤ۔ اہل خانہ نے
مجھے کپڑے اور ٹھاٹھے اور مجھ پر پانی کے چھینٹے
ڈالے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا ایھا
المدثر قم فاند دوماک فکیر و ثیابک
فطہر۔

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَثْمَانُ
بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ
أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ
عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا، جبرائیل
اس تخت پر تھے جو زمین اور آسمان کے درمیان تھا۔

وحی کا لغوی معنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔
علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ، کتابت، مکتوب، رسالہ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف القا کرو۔
وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول
مروءاً۔
(انعام، ۱۱۲)

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا، ابواسمعی نے کہا وحی کا لغت میں اصل معنی ہے
خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے:

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من
دواء حجاب او يرسل رسولا فيوحى باذنه ما
يشاء .

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے
مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج
دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ
چاہے۔

(شومای : ۵۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں غیبیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے، یا بشر پر کتاب نازل
کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت (اعلام) خبر دینے کے ہے، اگرچہ ان کے اسباب اور
کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

علامہ راجب اصفہانی نے کہا ہے کہ وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ سر پر اور اصطلاح میں وحی ان کلمات الہیہ
کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے یہ القاء یا تو اس فرشتہ کی وساطت سے
ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے، جیسا کہ حضرت جبرائیل کا صورت معینہ میں وحی پہنچانا، یا
بغیر معائنہ اور مشاہدہ کے کلام سنائی دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، یا دل میں کوئی
بات ڈال دی جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی، یا یہ القاء الہام کے
ذریعہ ہو، جیسے داوحینا الی امر موسیٰ۔ (قصص ۱۱) ”ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی“ یا یہ القاء تسخیر کے
ذریعہ ہو جیسے داوحی ربك الی النحل (نحل: ۶۸) ”آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی“ یا یہ القاء
خواب کے ذریعہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہو گئی اور بشارات باقی ہیں اور وہ مومن کے سچے خواب
ہیں۔ ۱

وحی کا شرعی معنی | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شرعیّت کی خبر دینا وحی ہے، اور کبھی وحی سے
اس کلام کو مراد لیا جاتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل کیا گیا ہے۔

وشرعا الاعلام بالشرع وقد يطلق الوحي و
يراد به الموحى وهو كلام الله المنزل على النبي
صلى الله عليه وسلم . ۲

اصطلاح شرعیّت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں
جو کسی نبی پر نازل کیا جاتا ہے۔

حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:
وفي اصطلاح الشريعة هو كلام الله المنزل على نبي
من انبيائه . ۳

۱۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متون ص ۱۲۰۵، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متون ص ۸۵۲، فتح الباری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ دار نشر الكتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۳۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متون ص ۸۵۵، عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۸۸ھ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والوحي اصطلاحاً كلام الله يصل الى القلب النبوي فما انزل صورته ومعناه ولا يكون الا بواسطة جبرئيل فهو الكلام الالهي وما نزل معناه على الشارع فغير عنه بكلامه فهو الحديث النبوي له

وحی کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ یہ وہ کلام الہی ہے جو قلب نبوی سے واصل ہوتا ہے، پس جس کلام کے الفاظ اور معانی دونوں نازل ہوں اور یہ نزول صرف جبرئیل کے واسطے سے ہو تو یہ کلام الہی ہے اور جس کلام کا شارع غلیبہ السلام پر صرف معنی نازل کیا گیا ہو اور اس کلام کو انھوں نے اپنے الفاظ سے تعبیر کیا ہو وہ حد نبوی ہے۔

علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

الہام اور فراست کی تعریفیں

جس معنی کا قلب میں فیضان کیا جائے وہ الہام ہے۔

واللهام المقسم بالقاء معنی فی القلب بطریق الفيض۔ ۱

قلب میں جو علم واقع ہو وہ الہام ہے اور یہ کسی کام کے کرنے کا محرک ہوتا ہے اور اس کام کا ثبوت قرآن مجید میں ہوتا ہے نہ کسی اور دلیل میں، علماء کے نزدیک الہام حجت نہیں ہے البتہ صوفیاء کے نزدیک حجت ہے۔

اللهام ما وقع فی القلب من علم وهو يدعو الى العمل من غير استدلال باية ولا نظر في حجة وهو ليس بحجة عند العلماء الا عند الصوفيين۔ ۲

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

واللهام لغة الابلاغ وهو علم حقيق يقذفه الله من الغيب في قلوب عباده۔ ۳

الہام کا لغت میں معنی ہے پہنچانا، اور اصطلاح میں الہام علم حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ غیب سے اپنے بندوں کے دلوں میں القا فرماتا ہے۔ اس کے ظاہر سے اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا (المنجیہ) اصطلاح میں فراست اس علم کو کہتے ہیں جو غیب سے منکشف ہوتا ہے، اس کا سبب ظاہری علامات

فراست کا لغوی معنی ہے: کسی چیز پر نظر جما کر اس کے ظاہر سے اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا (المنجیہ) والفراستة علم ينكشف من الغيب بسبب تقوس اثار الصور، اتقوا فراستہ

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ مسعود بن عمر تفت زانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۳۔ " " " " شرح عقائد ص ۱۵ " " " "

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

المؤمن فإنه ينظر بتوارة الله فالفرق بين
اللاهام والفراسة انها كشف الامور الغيبية
بواسطة تفرس آثار الصور واللاهام
كشفها بلا واسطة - ۱

پر غور کر کے باطنی احوال کو معلوم کرنا ہے، مومن کی فراست
سے بچو وہ اللہ کے نور سے دکھتا ہے، الہام اور فراست
میں فرق یہ ہے کہ فراست میں ظاہری صورتوں اور علامات
کے ذریعہ باطن کا حال منکشف ہوتا ہے اور الہام میں
بلا واسطہ کشف ہوتا ہے۔

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام | علامہ بدر الدین عینی نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں؛
(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،
اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سننا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

۲۔ فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

۳۔ دل میں کسی معنی کا اتقاد کیا جانا۔

۴۔ صلصلة الجوس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

۵۔ حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں، جیسے ایک۔ اعرابی کی شکل میں آئے۔

۶۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پڑوں کے ساتھ آئے جن سے بات
اور موتی جھڑ رہے تھے۔

۷۔ حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں جیسے حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے
کلام فرمایا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے، آپ نے فرمایا
نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملا اعلیٰ کس چیز میں نکلتا ہے؟
۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں
دیکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

۱۱۔ وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل ہے۔ ۱۲

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں؛

خواب کی تعریف اور اقسام

انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے، اس کو خواب کہتے ہیں، اور قاضی ابوبکر

بن العربی نے کہا خواب ان ادراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا کرتا ہے، جس طرح
بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے، خواب میں جو ادراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

امور کے لیے علامات بن جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ لہ
نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم رویا صادقہ، یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے، اور دوسری قسم سے اضطرابات، اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور غمگین ہو مثلاً "وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ اسی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے، یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں زیادہ دیکھتا ہے اسی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ ۷۔

ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی، تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا کوئی ایسا نمک حادثہ نہ ہو، اس لیے پہلے آپ میں خصال نبوت پیدا کیے گئے، آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، حجر اور شجر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو مہی کہہ کر مخاطب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔ آپ کے دل میں تنہائی کی محبت، پیدا کی گئی، تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تفکرات سے فارغ ہو، کیونکہ جب تک انسان کچھن ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا، اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی، تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں، اور آپ کے لیے وحی کا حصول سہل اور آسان ہو، فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا "پڑھیے" اور اپنے سینے سے لگا کر بھینچنا بھی اسی لیے تھا تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور و فکر کر رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مستقبل کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بند و بست کرنا اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی منوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۱۴۰۱ھ
۲۔ فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴

جہ عبادت کرتے تھے آیا وہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت تھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، جمہور کا قول ثانی الذکر ہے، ان کا موقف ہے کہ آپ کے دل ہی معرفت الہی کا جو نور تھا، کیا گیا تھا آپ کے مطابق عبادت کرتے تھے، علامہ ابن حاجب اور علامہ بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، جمہور نے اس کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوتے تو اس شریعت کے تعین میں ان کے آٹھ اقوال ہیں:

(۱) شریعت ابراہیمی، (۲) شریعت موسیٰ (۳) شریعت نوسی (۴) شریعت نوح (۵) شریعت آدم (۶)۔
آپ بلا تعین کسی شریعت پر عمل کرتے تھے (۷) تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں (۸) آدمی اور ابوالمعالی نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اگر جمہور کے موقف پر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ثما وحينئذ اليك ان اتبع مله ابراهيم حنيفا۔
پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ اور حق کی طرف مائل تھے۔

(نحل: ۱۲۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم سے یہاں دین مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ماننے میں ان کی پیروی کریں یا مناسک حج میں ان کی پیروی مراد ہے۔
اس مسئلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کی عبادت کی کیا نوعیت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ غور و فکر کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتداء میں غور و فکر کرتے تھے، یا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، حسن الوہیت کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے اور صفات الہیہ کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں تیسری بحث یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصولیہ میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اکثر علماء اصول کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام رازی، علامہ آمدی اور دیگر علماء کا یہی مختار ہے، اور بعض علماء اصول نے یہ کہا ہے کہ آپ کو کتب سابقہ میں سے احکام حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہماری شریعت ہے، علامہ ابن حاجب کا یہی موقف ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف نہیں تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متون ۸۵۵، ۸۵۶، عمدة القاری ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۸۸ھ

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں سترہ رمضان کو پیر کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتداء میں فرشتہ آپ کے پاس وحی لے کر آیا تو آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے؟ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے یہ۔

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔
امام غزالی فرماتے ہیں:

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے، جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدهم
كما ان للبصير صفة بها يفارق الاعشى حتى
يدرك بها المبصرات۔ ۷

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۸-۸۸ کا مطالعہ کریں۔

عمل میں فرشتے کی آمد | اس حدیث میں ہے: اس دوران غار حرا میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی، فرشتے نے آکر آپ سے کہا اقدار ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا ما انا بقاری ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں کیا پڑھوں؟“

ما فظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عہد بن عمیر سے مرسل روایت ہے کہ بیداری سے پہلے خواب میں آپ پر وحی نازل کی گئی تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب دیکھنے کے فوراً بعد آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی ہو، غرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پہلے آپ خواب دیکھتے تھے، سب سے پہلے آپ نے جبرائیل کو اجاڑا دیا اور اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جبرائیل جبرائیل آپ وہاں سے بھاگ کر لوگوں میں چلے گئے، پھر آپ نے سچ نہیں دیکھا، پھر جب آپ لوگوں سے نکلے تو جبرائیل نے پھر آپ کو آواز دی، آپ پھر بھاگ گئے، پھر جبرائیل حرا میں آئے اور اقرار کا قصہ پیش آیا۔ (روا اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۴۸ھ
۲۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، اجیاد العلوم ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

جس وقت آپ نے حرام میں جبرائیل کو دیکھا اس وقت ان کے یا قوت کے ڈور پڑتے جن سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں، یہ ابن لہیعہ کی روایت سے اور وہ ضعیف راوی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: "میں نے جبرائیل کو اس کی اصلی صورت میں جس میں اس کو پیدا کیا گیا ہے، صرف دو مرتبہ دیکھا ہے اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پہلی بار اس وقت دیکھا جب میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھائے، اور دوسری بار معراج کے موقع پر دیکھا، اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل کو — اس کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر اور ایک مرتبہ اجیاد میں۔ اس روایت سے ابن لہیعہ کی روایت کی تقویت ہوتی ہے اور یہ کہ آپ نے غار حرام میں جو جبرائیل کو دیکھا یہ ان دو مرتبہ دیکھنے کے علاوہ تھا اور اس دیکھنے کو ان کے ساتھ اس لیے ضم نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے اس بار یعنی حرام میں آپ نے جبرائیل کو اس کی مکمل صورت میں نہ دیکھا ہو۔ (روایت نقلتے اعلم بالصواب)۔ ۱۷

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

ما انا بقاری کی تحقیق

جبرائیل نے آپ سے کہا "قدم" پڑھے "آپ نے فرمایا: ما انا بقاری " میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا " اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا تو جبرائیل نے کہا "قرآن باسم ربك یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں بلکہ آپ اپنے رب کی طاقت اور اس کی اعانت سے پڑھیں، اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سیکھائے گا، یہ علامہ سہیلی کی تقریر ہے۔ اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ ما انا بقاری کی ترکیب اختصاص کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ جب مسند الیہ سے پہلے حرف نفی ہو، مسند الیہ، مسند پر مقدم ہو اور مسند فعل یا شبہ فعل ہو تو اس ترکیب میں مسند، مسند الیہ کے ساتھ تختص ہوتا ہے جیسے ما انا قلت هذا " یعنی یہ بات صرف میں نے نہیں کہی، اس کا مطلب سے میرے علاوہ دوسروں نے یہ بات کہی ہے، یعنی صرف میں قرأت نہیں کر سکتا، میرے علاوہ دوسرے قرأت کر سکتے ہیں، علامہ طیبی نے اس تقریر کو مسترد کر دیا ہے اور کہا یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی ہے میں یقیناً قرأت کرنے والا (پڑھنے والا) نہیں ہوں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ما انا بقاری کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں پڑھنا نہیں ہوں، اور تیسری بار کا معنی ہے میں کیا پڑھوں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کیا ہے کیف اقدم " میں کیسے پڑھوں " اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے ما قدم " میں کیا پڑھوں؟ " اور ذوالانی بیہقی میں زہری سے مرفوعاً روایت ہے کیف اقدم " میں کیسے پڑھوں؟ " اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ "ما" استفہامیہ ہے۔ ۱۸

۱۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۴-۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۰ء

۱۸۔ " " " " " " فتح الباری ج ۱ ص ۲۴ " " " " " "

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

یہ ترکیب تخصیص کے لیے ہے اور ما انا بقاری کا معنی ہے "میں ایسا شخص نہیں ہوں جس کو قاری دپڑھنے والا کہا جاتا ہو حتیٰ کہ اس سے قرأت طلب کی جائے" یعنی بالخصوص میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور دوسرے بہت پڑھنے والے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور بہت پڑھنے والے تھے جیسے ورقہ بن نوفل اور یہودیوں کے احبار اور رہبان، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے مسئلہ پر چاہا جائے تو وہ کہے میں عالم نہیں ہوں، یعنی اور لوگ بھی عالم ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ما انا بقاری میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ ما نافیہ ہو اور دوسرا یہ کہ ما استفہامیہ ہو اگر ما نافیہ ہو تو اس کا معنی ہے ما احسن القداۃ "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اگر ما استفہامیہ ہو تو اس کا معنی ہے میں کیسے پڑھوں؟ یا میں کیا پڑھوں؟ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ما استفہامیہ کے بعد باء زائدہ نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ انقش نے ما استفہامیہ کے بعد باء زائدہ کو جائز قرار دیا ہے بلکہ ما کا نافیہ ہونا بعید ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ما استفہام کے لیے ہے جیسا کہ ابوالاسود کی مغازی میں عروہ سے روایت ہے قال حیث اقدر "آپ نے فرمایا میں کیسے پڑھوں؟" اور ابن اسحاق کی سیرت میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: قال ما انا اقدر "آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟"۔ ۲

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جاسکتا "ہو سکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہو اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمّیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے، ہاں کسی نکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّیت کے منافی ہے، قاموس میں نکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانا نہ جانتا ہو اور نکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل جو اہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا پڑھیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور نوشتہ میں نکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔ ۳

۱۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المسلم ج ۱ ص ۲۶۹-۲۷۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، مصر

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعة اللغات ج ۲ ص ۵۰۴-۵۰۶، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کسی دنیاوی اتناؤ سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے ہوتے تو لوگ آپ کی نبوت میں شک کرتے، آپ نے قرآن مجید کے جو عالی معنائیں بیان فرمائے اور گزشتہ امتوں کے جو احوال بیان فرمائے، وہ آپ کی نبوت کی دلیل قرار پائے، کیونکہ آپ نے کسی سے پڑھے بغیر وہ تمام معنائیں بیان فرمائے جن کو پڑھے بغیر کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا، اگر بالفرض آپ پڑھے لکھے ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پڑ جاتا، وہ کہتے کہ آپ نے دوسری کتابوں میں پڑھ کر یہ امور بیان فرمائے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بیمینک اذا لارتاب المبطون۔

(عنکبوت: ۲۸)

اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔

لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے پڑھا بھی، اور لکھا بھی، آپ کا نہ پڑھنا، لکھنا بھی معجزہ تھا، کہ پڑھے لکھے بغیر اتنے عظیم علوم بیان فرمائے اور پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی کے سکھائے آپ نے لکھا اور پڑھا، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے سے انکار کیا اور فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس کی وجہ یہ تھی کہ فارحہ میں آپ عبادت میں مشغول تھے، اس وقت فرشتے نے کہا پڑھیے تو آپ نے انکار کیا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تین بار جبرائیل نے کہا پڑھیے اور آپ نے یہی فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، اور جب اس نے چوتھی بار کہا:

اقرأ باسم ربك الذی خلق۔

کیا۔

(علق: ۱۱)

تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں میں مستغرق ہوں، سو آپ نے اس آیت کو پڑھ لیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اقرأ باسم ربك الذی خلق ہے، اور جو علامہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کا جو نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس پہلے سورت کے نازل ہونے کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی ہو۔ لہ

۱۔ علامہ کبیری بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ شافعیہ کا یہ موقف ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سورہ علق سے پہلے ہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔

پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ | اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی لے کر اس حال میں گھر پہنچے کہ آپ پر کچھ سی طاری تھی، آپ نے فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، آپ کو کپڑے اڑھانے لگے حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہو گیا، پھر آپ نے ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے ابنا جان کا خطرہ ہے؛

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اس کلام کے وحی الہی ہونے میں شک تھا، بلکہ یہ خوف تھا کہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے میں کہیں آپ سے کوئی کمی نہ رہ جائے یا آپ وحی الہی کے تقاضوں کو کا حقہ پورا نہ کر سکیں۔ جب آپ کے پاس غار حرا میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آ گیا اور آپ کو مہوٹ کر دیا گیا، اب آپ کے لیے یہ شک جائز نہیں تھا کہ یہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے یا نہیں، اس کی مزید وضاحت عنقریب آ رہی ہے۔

حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح | اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ نے کہا ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جس چیز نے مائل بہ اسلام کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی، وہ کسی خارجی معجزہ یا نقل دلیل کے بغیر صرف آپ کی سیرت کے اعجاز کو دیکھ کر آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔

علامہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کوئی مصیبت یا آفت نہیں پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکرم اخلاق عطا فرمائے ہیں اور آپ کی سیرت بہت عمدہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حسن اخلاق اور نیک صفات آفات اور مصائب سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے انسان کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بات سے خوف زدہ ہو تو اس کے سامنے سلامتی کے اسباب بیان کرنے چاہیں اور اس کا خوف دور کرنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اصابت رائے، عقل کی پختگی، ان کی فقاہت اور حق پر ان کی ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

.....

ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ | اس حدیث میں ہے: حضرت عبدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ نے تمام ماجرا سن کر کہا یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ جس شخص نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ ایک عیسائی عالم تھا، اور عیسائیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حجت ہو جائے۔

ناموس کا معنی ہے صاحب السر الخیر، جو شخص ایک باتوں میں راز دار ہو اور جاسوس کا معنی ہے صاحب السر الشر، جو شخص بری باتوں میں راز دار ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لیے ذکر کیا کہ تمام یہودی اور عیسائی ان کو نبی مانتے تھے، اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو بعض یہودی نبی نہیں مانتے تھے یا اس لیے کہ تورات کے احکام کی عیسائی بھی پیروی کرتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہما وسلم دونوں کلیم اللہ اور کثیر المعجزات تھے۔

آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو بہاڑے سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟

حدیث نمبر ۳۱۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے: علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب التبعیر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وحی کا آنا رک گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے اور پھر روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ آپ بار بار دوڑتے تھے تاکہ آپ خود کو بہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں، اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود کو اس جگہ سے گرا دیں تو جبرائیل آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے رسول برحق ہیں، پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ لوٹ آتے، پھر جب وحی کا رگنا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے، پھر جبرائیل آپ کے سامنے آگئے اور آپ سے اسی طرح کہا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴)۔

یہ حدیث معمر کی بلاغات میں سے ہے (یعنی یہ حدیث منقطع ہے) امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی، اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے، اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں معروف ہے۔ علاوہ انہیں اس کا محل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب آپ نے جبرائیل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے، یا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قوم کی تکذیب کرنے سے آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فدعلك باخع نفسك على اثارهم ان لم يؤمنوا
بفذل الحدیث اسفا۔ (رکعت ۶۱)

تو کہیں فرط غم سے ان کے پیچھے آپ جان کر بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

یا آپ کو یہ خوف ہوا کہ وحی کا رکنا کسی خاص سبب سے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرنے اور غلبہ خوف کی وجہ سے آپ نے اس اقدام کا ارادہ کیا، اور اس وقت تک شریعت میں خودکشی کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں پہنچی ہے، اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف معمر کا تفسیر ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کو ذکر کیا ہے اس سے یہ درست ہوتا ہے کہ یہ اضافہ عقیل کی روایت میں بھی ہے۔ امام بخاری نے معمر از زہری روایت کیا ہے کہ وحی رک گئی اور آپ ٹپکین ہو گئے یہ حدیث آخر تک بیان کی ہے، اور میرے نزدیک یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، کیونکہ ابو نعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابو ذرعمہ (شیخ بخاری) سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے، اسماعیلی نے بھی تفسیر کی ہے کہ یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، امام احمد، امام مسلم، امام اسماعیلی، ابو نعیم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے اور فیما بلغنا (وہ چیز جو ہمیں پہنچی ہے) کا قائل زہری ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس نصح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہمیں پہنچی ہے وہ زہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے، (یعنی معمر کا یہ اضافہ منقطع ہے) علامہ کوثری نے کہا یہ تقریر ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن معتمد پہلی تقریر ہے۔

شعبی کی مرسل روایت میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت ڈھائی سال تھی، لیکن امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وحی چند ایام کے لیے منقطع ہوئی تھی۔

امام اسماعیلی نے کہا ہے کہ بعض منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی نبوت میں شک کرتے، حتیٰ کہ اپنے خوف کی حضرت خدیجہ سے شکایت کرتے، اور ورقہ بن نوفل کی طرف رجوع کرتے، اور خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کرتے تاکہ خودکشی کر لیں، جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے، اور اگر فرشتہ کو دیکھنے کے بعد بھی نبی علیہ السلام کے لیے شک کرنا جائز ہے تو جس نے فرشتے کو نہیں دیکھا اس کے لیے نبوت میں شک کرنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق تک کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بنیاد قائم کرتا ہے پھر اس کی تربیت کرتا ہے پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبع تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپ سے غار میں عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس پہاڑک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا، اسی لیے بشری تقاضے سے آپ گھبراتے اور وحشت زدہ ہوتے اور اس حالت میں آپ کے لیے غور و فکر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکل زائل نہیں ہوتی، اس لیے جو واقعہ آپ کے لیے غیر مانوس تھا اس سے آپ کا گھبراتا اور وحشت زدہ ہونا باعث تعجب نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوتے تو آپ مانوس ہو گئے اور آپ کی دل جمعی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خدیجہ کے پاس

گئے جن سے آپ مانوس تھے، اور ان کو سارا ماجرا سنایا، حضرت عدیجہ جو آپ کے اخلاق کو میرا اور اسوۂ حسنہ سے واقف تھیں، آپ کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور اچانک اس غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آپ کا گھبراہٹ اور خوف زدہ ہونا ان کے نزدیک غیر متوقع نہیں تھا، اس لیے آپ کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کے لیے وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، کیونکہ وہ صادق، عارف اور کتب قدیمہ کے عالم تھے، جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو اس نے حق کا اعتراف اور یقین کر لیا۔

پھر تاکیس نبوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ وحی کا رک جانے کا تھا تاکہ وحی کا حصول تدریجاً ہو اور آپ کو اس کی مشق ہو، وحی کا رک جانے پر شاق گذرا کیونکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب نہیں کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بندوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے آپ غمزدہ ہوئے، پھر آپ اہستہ آہستہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے عادی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر شدہ فتوحات جاری کر دیں۔

باقی رہا یہ امر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہارث کی چوٹی سے خود کو گمانے کا ارادہ کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی آپ کو مشق نہیں تھی اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تمام لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔

اس سے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ یا منقطع ہے یا مدرج ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ حصہ صحیح نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاصی اور معاصی کے ارادوں سے معصوم ہونا قطعاً نہیں ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں بھی صحیح بخاری کے حوالے سے مذکور ہے لیکن حیرت ہے کہ علامہ قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح کرنے سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے آگے گزر گئے، اسی طرح، سما سے معاصر مولانا غلام رسول رضوی نے بھی تفہیم بخاری میں اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

انقطاع وحی کی مدت کا بیان تاریخ احمد بن حنبل میں شعبی سے روایت ہے کہ وحی رک جانے کی مدت

تین سال تھی، امام ابن اسحاق نے اسی پر وثوق کیا ہے، اور امام بیہقی نے یہ نقل کیا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بنا پر نبوت کی ابتداء چالیس سال مکمل ہونے کے بعد خوابوں سے ماہ ربیع الاول میں ہوئی، اور بیداری میں وحی رمضان میں واقع ہوئی، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال ہے، اس کا مطلب اقنود اور یا یہاں اللہ کی درمیانی مدت میں جبرائیل کا نہ آنا نہیں ہے بلکہ فقط قرآن مجید کا نزول متاخر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے تاریخ امام احمد کو دیکھا تو اس میں شعبی سے یہ روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی، اور ابتدائی نبوت میں تین سال آپ کے ساتھ حضرت امرائیل رہے، اور جب تین سال گزر گئے تو پھر آپ کے

۱۴۰۱ھ

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۱-۳۵۹، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور

ساتھ حضرت جبرائیل رہے، پھر دس سال آپ کے اور قرآن مجید نازل ہوا، اور امام ابن ابی عمیر نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو پچاس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا، ابتدائی تین سال آپ حضرت اسرافیل کے سپرد تھے اس کے بعد آپ حضرت جبرائیل کے سپرد کیے گئے، امام واقدی نے اس سہل روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فرشتوں میں سے صرف حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ رہے ہیں لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ ثبوت نفاذ نافی پر مقدم ہوتی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت ڈھائی سال ہے اور ایک روایت میں یہ مدت چھ ماہ ہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت چند دن تھی۔ ۱۵

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحی کو دیکھنے میں حکمت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوئی تھی وہ دور ہو جائے اور وحی کے حصول کے لیے آپ کے دل میں شوق اور انتظار پیدا ہو۔ ۱۵

اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق | سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں نزول وحی کی کیفیت کو ٹھیک

ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ آیا تھا، آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گذرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی، نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے لیے آپ متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا، آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے ماشیہ خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غار حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو، یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب قسم کی تھی طرح طرح کے ملامت مند کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا۔

تھا کہا واقعی میں نبی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ باعظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ اس عبادت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا، سورہ اعلق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد ہی حضور کو جبرائیل کا علم ہوا، وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جن کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا جو جبرائیل پہلی بار وحی لے کر آیا وحی جبرائیل اخیر وقت تک

۱۵۔ حافظ غیبی، صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۸۵۲، فتح الباری ج ۱، ص ۵۰۹، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
 ۱۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متون، ج ۲، ص ۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ تبیح کارگھنٹو
 ۱۷۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، متون، ج ۱، ص ۱۳۹۹، سیرت سرور عالم ج ۲، ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

وحی لاتا رہا جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام انہیں وقت ہم پیش کرتا رہا، کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی، وہی حضور تھے، وہی جبرائیل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو، پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو.....!

پھر ایسے میں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خداوندی اور اس شخص کو صاحب کتاب نبی مانیں۔ یاد رکھیے اگر ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو بھشت کا علم تھا، اس پر استدلال کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

وما كنت ترجوا ان يلقى اليك الكتاب - (القصص: ۶۸)
 ”اور تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے۔“

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ (الشومای: ۵۲)

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے معنی پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ لہ

آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً سید مودودی صاحب قطعی الدلالة کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور کو نبوت کا علم نہیں تھا، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے چنانچہ پہلی آیت کریمہ وما كنت توحوا کی تفسیر میں خیر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کو یہ توقع نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی، حضرت ابن عباس کی یہ روایت علامہ خازن نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن عباس الخطاب في الظاهر للنبي
 صلي الله عليه وسلم والمراد به اهل دينه - لہ
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب بظاہر حضور کو ہے اس سے مراد آپ کی امت ہیں۔

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے۔ لہ

۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء
 ۲۔ علامہ غلام الدین علی بن محمد خازن متوفی ۲۵، ۱۰، تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور
 ۳۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۱۰، ۱۰، مدارک التنزیل علی ما مش اسخازن ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، پشاور

حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالتہ نہیں ہے اور اس آیت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے۔ تب بھی مودودی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ مودودی صاحب نے آیت کا ایک اہم حصہ چھوڑ دیا جس سے پوری بات صاف ہو جاتی ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

وما كنت ترجوا ان يلقى اليك الكتاب الا
رحمة من ربك - القصص (۸۶: ۱)

گو یا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو یعنی آپ کو صرف اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔

كانه قيل وما لقي اليك الكتاب الا رحمة من
ربك ويمكن ايضا اجاؤا على ظاهره اي وما
كنت ترجوا الا ان يرحمك الله برحمته فينعو عليك
بذلك اي ما كنت ترجوا الا على هذا - لہ

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی دعل سے نبوت ملی نہ حضرت یحییٰ و سلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے سید مودودی صاحب نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

ما كنت تدرى ما الكتاب ولا الایمان - (الشومای: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

سید مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے، کیونکہ جب آپ کو ایمان کا علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا، علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجتماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے، اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کریم کا اجمالی علم حاصل تھا۔

۱- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۶۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲- علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس آیت کے علمائے کبار نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں پہلی کی نفی کی گئی ہے اور وہاں آیت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بار سے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا، بلکہ آپ پہلے سے ہی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس بار سے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہونے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی، یا یحییٰ خدا الکتاب بقوۃ و اتیناہ الحکم صبیاً۔ اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب لے لو اور ہم نے انہیں بچپن میں ہی نبوت دی۔“ تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا کی گئی ہے تو وہ کیونکہ پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ لہ

اور امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ

متو، وحببت لك النبوة قال وادم بین

الحدیث والجسد۔ لہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی تھی، فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، اہمیت نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔
شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں۔ سعیدی غفرلہ) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے، اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے پورے ہونے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بیٹھے جانے کے بعد۔ لہ ۱۲

اس بحث کے اخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے

۱۔ علامہ سعید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۴۰، مطبوعہ دار اجیاد التراث العربی بیروت

۲۔ امام ابوعلیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۷، مطبوعہ تاج کینی لمیٹڈ، کراچی

میں سید مودودی کی یہ رائے پیش کر رہے ہیں:

”پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے، اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تناہتی وہ مل گئی بطور اب پیری کی دکان چکاوڑ میں بھی ہندراتے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔“

گویا سید مودودی کے نزدیک ”نبوت“ پیری کی دکان کے مترادف ہے!! نعوذ باللہ من تلک الخرافات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک لمبے قد اور سفید رنگ کا چمپا پتھا، گدھے سے بڑا اور نچر سے کچھ تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہا پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا۔ اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرائیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا اٹھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں اٹھیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا

بِأَلْسِنَةٍ أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا وَكَلَّمَ اللَّهُ عَلِيًّا وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَوَاتِ وَفَرَضَ الصَّلَاةَ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ وَنَحْنُ نَأْتِيهِ مِنْ مَكَّةَ نَأْتِيهِ الْبُنَائِي عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُتَيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ آتَةٌ أَيْضًا طَوِيلٌ فَوْقَ الْخِمَارِ وَدُونَ الْبَعْلِ يَصْنَعُ حَافِرًا عِنْدَ مُنْتَهَى طَرَفِهِ فَتَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَتَالَ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلَقَةِ الَّتِي يَرِبُّ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ فِي جُبُرَيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَبَائِعٍ مِنْ نَعْمٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَتَأَخَّرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جُبُرَيْلُ اتَّخَذْتُ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَنِي جُبُرَيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جُبُرَيْلُ قَيْلٌ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ فَفَتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَوَجَّهْتُ بِي وَدَعَانِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَنِي جُبُرَيْلُ عَلَيْهِ

کہا اور دعا دی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! انہیں بلایا گیا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دو خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی، ان دونوں نے مجھے مر جا کہا اور دعا دی، پھر ہمیں ہمیں آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! انہیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے انہوں نے مجھے مر جا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! بلایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، اور میری حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مر جا کہا اور دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے ہاں میں فرمایا تم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے پھر ہم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا

السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ
وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ
قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا
أَنَا يَا بَنِي الْغَمَامَةِ عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَ
يَحْيَى بْنُ مَرْيَمَ يَا صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ
عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ
عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّلَاثَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِيلُ عَلَيَّ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ
جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ
بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا
فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ
شَطْرَ الْحُسَيْنِ قَالَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا
لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ
فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيَّ السَّلَامُ
فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا
أَنَا يَا ذَرِيئَةَ عِيسَى السَّلَامُ فَرَحَّبَ
بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
وَمَا قَعْنَا هَذَا مَكَانًا عَدِيًّا ثُمَّ عُرِجَ
بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِيلُ عَلَيَّ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا
قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ

کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرجا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے، موسیٰ نے گھٹے اور اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہو آئے، اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ (میری کا درخت) پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے کان اور پھل مشکوں کے برابر تھے، اور وہ درخت اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں حضرت موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف

بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَرُونَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَانِي
بِخَيْرِ شَرٍّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ
السَّادِسَةِ فَاِسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ
السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا
بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَانِي
بِخَيْرِ شَرٍّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ
السَّابِعَةِ فَاِسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ السَّلَامُ
فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ وَ
مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا
أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْنِدًا
ظَهَرَتْ لِي إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ
يَدُ خُلْدٍ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ
مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي
إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَإِذَا وَرَاقَتُهَا
كَأَذَانِ الْفَيْلَةِ وَإِذَا شَرُّهَا كَالْقِلَابِ
قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا
غَشِيَتْ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ
اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا
فَأَوْحَى إِلَيَّ مَا أَوْحَى فَقَرَضَ عَلَيَّ
خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَكَلِمَةً
فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
مَا قَرَضَ رَبُّكَ عَلَيَّ أَمَّا قُلْتُ خَمْسِينَ
صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَكَلِمَةً قَالَ

ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ
 فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَإِنِّي قَدْ
 بَكَوْتُ بَيْنَ إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ
 فَرَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ
 عَلَيَّ أُمَّتِي فَحَظَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ
 إِلَىٰ مُوسَىٰ فَقُلْتُ حَظَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ
 إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَارْجِعْ
 إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ
 أَنْزَلْ أَرْجِعْ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ
 وَبَيْنَ مُوسَىٰ حَتَّىٰ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَهْنُ
 خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَكَيْلَةُ لَيْلٍ
 صَلَوَةٌ عَشْرٌ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَوَةً
 وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ
 لَهُ حَسَنَةٌ فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا
 وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ
 تُكْتَبْ شَيْئًا وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةٌ
 وَاحِدَةٌ قَالَ فَتَزَلَّتْ حَتَّىٰ انْتَهَيْتُ
 إِلَىٰ مُوسَىٰ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ
 رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ
 رَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي حَتَّىٰ اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ -

کا سوال کیجئے! کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ
 سکے گی، میں اس آزمائش میں پڑھ کر نبی اسرائیل کا تجربہ
 کر چکا ہوں، میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا اے
 میرے رب! میری امت پر کچھ تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ
 نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس
 پہنچا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔
 حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی
 جا بے جا کہہ تخفیف کا سوال کیجئے، رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہوں
 پانچ نمازیں کم کر دیتا اور موسیٰ علیہ السلام پھر تخفیف کے
 لیے مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، یہ سلسلہ یونہی
 چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! دن اور
 رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہوگا،
 پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی، اور جو شخص نیک کام
 کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام نہ کرے اس کے لیے
 ایک نیکی لکھی جائے گی اگر وہ اس نیکی کو کرے تو دس نیکیاں
 لکھی جائیں گی اور جو شخص بُرے کام کا قصد کرے اور وہ
 بُرا کام نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا
 جائے گا، اور اگر بُرا کام کرے گا تو اس کی ایک برائی لکھی
 جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو ان
 احکام کی خبر دی، انہوں نے پھر کہا اپنے رب کے پاس
 جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کہا میں نے بار بار اپنے رب
 کے پاس درخواست کی، اور اب مجھے جیا آتی ہے۔
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے فرشتے
 زمزم پر لے گئے میرا سینہ چاک کیا اور زمزم کے
 پانی سے دھویا، پھر مجھے چھوڑ دیا۔

۳۲۰. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمِ الْعَبْدِيُّ
 حَدَّثَنَا بَهْرُ بْنُ أَبِي حَدَّادٍ تَنَا سَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةَ
 حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

أَبِيهِ فَأَنْطَلِقُوا بِي إِلَى زَمْرَمَ قَالَ فَشَرِحَ عَنْ صَدِيقِي
مَنْ غَسَلَ بِمَاءِ زَمْرَمَ تَعَرَّأْتُ لَوْلَا -

۳۲۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ تَنَاخَمًا دُ ابْنُ
سَلَمَةَ تَنَاخَمًا نَابِتُ الْبُتَانِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آتَاهُ
جَبْرِئِيلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغُلَمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَوَّغَهُ
فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَأَسْتَحْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَحْرَجَ
مِنْهُ عِلْقَةً فَقَالَ هَذَا حِطُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ
غَسَلَهُ فِي طُسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْرَمَ ثُمَّ
لَامَهُ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغُلَمَانُ
يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظُتْرَةَ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا
قَدْ قُتِلَ فَأَسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ التَّوْبِ
قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذَلِكَ الْمَخِيطِ
فِي صَدْرِي -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلا یا کہ آپ
(بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ایمانک
جبرئیل آئے اور آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل
نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ
شیطان کا حتم تھا، پھر دل کو سونے کے طشت
میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ
کر اپنی جگہ پر رکھ دیا، یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے ہوئے
حضرت رضاعی ماں (علیمہ) کے پاس گئے اور کہا
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر
سب دوڑ کر حضور کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس کہتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ
پر اس سلائی کے نشانات دیکھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مشب معراج
کا ذکر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وحی آنے
سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سو
رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس تین فرشتے
آئے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن بعض عبارات
میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور زیادتی ہے۔

۳۲۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ تَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَلِيمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ
قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ نَيْكَةِ
أُسْرَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنْتُمْ جَاءَهُ فَلَئِمَتْ كَفْرًا قَبْلَ
أَنْ يُدْخِلَنِي إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَسَأَى الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَابِتِ
الْبُتَانِي وَقَدَّمَ فِيهِ شَيْئًا وَأَخْرَجَهُ وَنَادَى وَنَقَصَ
۳۲۳ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى التَّجِيبِيُّ
أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ
شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَحْدِثُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دنوں
میں مکہ میں تھا، میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرئیل
علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا سینہ چاک

کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سوٹے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے، پھر اپنا اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ بھڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بکثرت مخلوق تھیں، وہ دائیں طرف دیکھ کر سنتے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے، انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید اسے صاخر بیٹے اور صاخر نبی! میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو انجوم ہے یہ ان کی اولاد ہے، دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں، اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر سنتے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پہرہ دار سے ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اور یہ نہیں بتایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے اور پھلے

فَرَجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَتَزَلَّ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ
السَّلَامُ فَقَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ
ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَُّمْتَلِيٍّ حِكْمَةً وَ
إِيمَانًا فَأَنزَعَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ
أَخَذَ بِيَدِي فَعَدَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ السَّلَامُ
لِيَخْبِرِنِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا
قَالَ هَذَا جِبْرِيْلُ قِيلَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ
نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَأُرْسِلْ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ
فَأَفْتَحْ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا
فَأَذَارَ جُلٌّ عَنِ يَمِينِنَا أَسْوَدَةٌ وَعَنْ شِمَالِنَا
أَسْوَدَةٌ قَالَ فَإِذَا أَنْظُرَ قَبْلَ يَمِينِنَا ضَحِكٌ
وَإِذَا أَنْظُرَ قَبْلَ شِمَالِنَا بَكَى قَالَ فَقَالَ مَرْجَبًا
بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالرَّبِّ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا
جِبْرِيْلُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ
عَنِ يَمِينِنَا وَعَنِ شِمَالِنَا نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ
الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ
شِمَالِنَا أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا أَنْظُرَ قَبْلَ يَمِينِنَا
ضَحِكٌ وَإِذَا أَنْظُرَ قَبْلَ شِمَالِنَا بَكَى قَالَ
ثُمَّ عَرَبَ بِي جِبْرِيْلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ
فَقَالَ لِي خَاذِ بِهَا فَفَتَحَ فَقَالَ لَهُ خَاذِ بِهَا
مِثْلَ مَا قَالَ خَاذِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَفَتَحَ
قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ أَنَّكَ وَجَدَ فِي
السَّمَوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيْسَ وَعَيْسَى وَمُوسَى
وَأَبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ
يُنْبِتْ كَيْفَ مَنَابِرِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّكَ
فَدَّ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيْمَ
فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ وَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأَدْرِيْسَ

قَالَ مَرْحَبًا يَا لَتَيْي الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ
 قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِذْ رَأَيْتُ
 قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
 مَرْحَبًا يَا لَتَيْي الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
 مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا مُوسَى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ
 بِعِيسَى فَقَالَ مَرْحَبًا يَا لَتَيْي الصَّالِحِ وَالْآخِرِ
 الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عِيسَى بْنُ
 مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا
 يَا لَتَيْي الصَّالِحِ وَالْآخِرِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
 مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ابْنُ
 شَهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
 وَابْنَ حَبَّابَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ وَتَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَرَجَ
 بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ فِيهِ صِرِيْفَ
 الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنْسُ بِنُ مَا لِي
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً
 قَالَ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمَرَ بِمُوسَى فَقَالَ
 مُوسَى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَتَالَ
 قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ بِي
 مُوسَى فَرَا جَعَرْتُ بِكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ
 ذَلِكَ فَتَالَ فَرَجَعْتُ بِرَبِّي فَوَضَعَتْهَا
 قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ
 قَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ
 ذَلِكَ فَتَالَ فَرَا جَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسُ
 وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ
 فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَقُلْتُ
 قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي
 جِبْرِيْلُ حَتَّى نَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى فَعَشِيَهَا

آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور جب حضور
 کی حضرت اور میں سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا خوش آمد
 ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ
 اور میں ہیں آپ نے فرمایا پھر میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے پاس سے گذرا، انھوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی
 کو خوش آمدید ہو، آپ نے فرمایا، میں نے کہا یہ کون ہے؟
 انھوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی انھوں
 نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو، میں نے کہا یہ
 کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم سے
 ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے
 کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند
 کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو جہل انصاری نے بیان کیا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی، یہاں تک کہ
 میں مقام استواء پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی اور انس بن
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری
 امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان نمازوں کو
 لے کر لوٹا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
 ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا آپ کے رب نے
 آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس
 نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس جا بیٹے کیوں
 کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے۔ میں اپنے
 رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔
 پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھیں
 بتلایا تو انھوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس
 جا بیٹے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں
 ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ
 نمازیں فرض کر دیں، اور فرمایا اجر پچاس کا ملے گا۔ میرے
 قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، پھر جب میں حضرت موسیٰ
 کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس

أَلْوَانٌ لَا تَدْرِي مَا هِيَ قَالَتْ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ
فِيَا ذَا فِيهَا جَنَابُذُ الْكُؤُومِ وَإِذَا اتَّوَابَهَا
الْمِسْكُ -

جائے، میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا اتنی
ہے پھر جبرائیل مجھے سدرة المنتہی پر لے گئے جس پر
ایسے ایسے عجیب و غریب رنگ چائے ہوئے
تھے جس کو میں عیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت
میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس
کی مٹی مشک تھی۔

۳۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ لَعَلَّه قَالَتْ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٍ
مِّنْ قَوْمِهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ بَيْنًا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَ
الْيَقْطَانِ إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ أَحَدُ
الْمَلَائِكَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأَتَيْتُ بِطُسْتٍ
مِّنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَّاءٍ مَّرْمَرٍ فَشَرِبَ
صَدْرِي إِلَى كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ
لِلَّذِي مَعِيَ مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى اسْقَلِ بَطْنِيهِ
فَنَاسُ خَيْرٍ قَلْبِي فَعَسَلِ بِمَاءِ مَرْمَرٍ
ثُمَّ أَعِيدَا مَكَانَهُ ثُمَّ حُثِّيَ إِيْمَانًا وَحِكْمَةً
ثُمَّ أُتَيْتُ بِدَابَّةٍ أَيْضًا يُقَالُ لَهُ الْبَرَاقُ
فَوْقَ الْحَمَارِ وَدُونَ الْبَعْلِ يَقَعُ خَطْوُهُ
عِنْدَ أَقْصَى طَرَفِهِ فَحِيلَتْ عَلَيْهِ شُرٌّ
انْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا وَ
اسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقِيلَ
مَنْ هَذَا قَالَتْ جِبْرِيْلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفَتِحَ
لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا وَلِنِعْمَةِ الْمَجِيِّءُ جَاءَ
قَالَ فَاتَيْنَا عَلَى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَاقَ
الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَذَكَرَ أَنَّهَا لَقِيَ فِي السَّمَاءِ

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں خانہ کعبہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا اتنے
میں میں نے سنا ایک شخص نے کہا یہ دو آدمیوں کے
درمیان تیسرا شخص ہے پھر وہ مجھے لے گئے، اس
کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا
جس میں زمزم کا پانی تھا۔ میرا یہاں سے یہاں تک سینہ
چیرا گیا (انہوں نے بتایا کہ پیٹ کے نیچے تک سینہ
چیرا گیا) پھر میرا دل نکال کر اس کو زمزم کے پانی سے
دھو کر واپس اسی جگہ رکھ دیا گیا پھر اس کو ایمان اور
حکمت سے بھر دیا گیا میرے پاس — گدھے
سے اونچا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک
جانور لایا گیا جس کا نام براق تھا جو انتہا نظر پر قدم کھتا
تھا، مجھے اس پر سوار کر لیا گیا، پھر ہم نے چلنا شروع
کیا یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ
السلام نے دروازہ کھلوا دیا۔ پوچھا کیا کون ہے؟
کہا جبرائیل، پوچھا کیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟
کہا ہاں، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے دروازہ
کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ عرش آمدید ہو بہترین آنے
والے کو، حضور نے فرمایا پھر ہماری حضرت آدم سے
ملاقات ہوئی، اس کے بعد حدیث سابق کی طرح
بیان ہے، اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے آسمان میں

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ اور تیسرے میں حضرت یوسف سے، چوتھے میں حضرت اورس سے اور پانچویں میں حضرت ہارون سے اس کے بعد ہم آگے پہنچے اور چھٹے آسمان پر گئے، اور میری حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے کہا خوش آمدید ہوا صحیح نجا اور صحیح بھائی کو جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، اذان آئی تم کیوں روتے ہو، انھوں نے کہا میرے رب اس نوجوان کو تو نے میرے بد مبعوث کیا، اور میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کے زیادہ افراد جنت میں جائیں گے، حضور نے فرمایا ہم پھر آگے بڑھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ نے چار نہریں دیکھیں جن کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں اور ظاہری نیل اور فرات ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبرائیل سے کہا یہ کیسا ہے تو انھوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس سے نکلنے کے بعد وہ اس میں کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتے، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پالیا اور اللہ تمہارے لئے تمہارے سبب تمہاری امت کو فطرت عطا کی پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔

الثَّانِيَّةِ عَيْسَى وَيَحْيَىٰ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي
الثَّلَاثَةِ يُوسُفَ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيسَ وَفِي الْخَامِسَةِ
هَارُونَ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّىٰ انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ
السَّادِسَةِ فَاتَيْتُ عَلَىٰ مُوسَىٰ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
فَقَالَ مَرَحَبًا بِالْآخِرِ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكَى
فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يَا رَبِّ هَذَا غُلَامٌ
بَعَثْتُهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا
يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّىٰ انْتَهَيْنَا
إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاتَيْتُ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَقَالَ
فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَىٰ أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ
أَصْبَهِا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هَذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ
الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ
فَالنَّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رَفَعَنِي إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا الْبَيْتُ
الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ
مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ إِحْدَى
مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتَيْتُ بِأَنْعَامٍ أَحَدُهَا خَمْرٌ
وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعَرَضْنَا عَلَيَّ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ
فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ أَصَابَ اللَّهُ بِكَ أُمَّتَكَ عَلَى
الْفِطْرَةِ ثُمَّ فَرَضْتُ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُونَ
صَلَاةً ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلَىٰ آخِرِ الْحَدِيثِ

۳۲۵۔ حَلَّ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْتَنِي قَالَ نَا مَعَاذُ بْنُ
هَشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَسَدُ بْنُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت
مالک بن صعصعہ کی روایت ذکر کی کہ میرے پاس سونے

کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر سینہ کو پیٹ کے میچے تک چیرا گیا پھر اس کو زرمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔

مَا لِكُ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعَصَعَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ كَرَّ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ فَأَتَيْتُكَ بِطُسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيٍّ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَشَوَّيْتُ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ الْبَطْنِ فَغَسَلْتُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مَلَأْتُ حِكْمَةً وَإِيمَانًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ شنورہ کے لوگوں کی طرح لبا تھا اور گندم گوں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا متوسط تھا اور جسم گھٹا ہوا تھا اور آپ نے جہنم کے خانن اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔

۳۲۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى ثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُسْرِيَ بِهِ فَقَالَ مُوسَى أَدَمَ طَوَالَ كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ شَنْوَةَ وَ قَالَ عِيسَى جَعْدًا مَرْبُوعًا وَ ذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَ ذَكَرَ الدَّجَالَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس سے گذرا۔ ان کا قبیلہ شنورہ کے لوگوں کی طرح لبا تھا، گندم گوں رنگ گھنگریالے بال تھے، اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کا متوسط رنگ سرخ مائل بہ سفیدی اور بال سیدھے تھے اور آپ کو جو نشانیاں دکھائی گئیں۔ ان میں جہنم کا داروغہ مالک اور دجال تھا پس تم اس سے ملاقات میں شک نہ کرنا۔

۳۲۷ - وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثنا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ رَجُلًا أَدَمَ طَوَالَ جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ شَنْوَةَ وَ آيَةُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَ الْبَيَاضِ سَبَطَ الرَّأْسِ وَ أَمْرِي مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَ الدَّجَالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللَّهُ آيَاتِهِ فَلَا تَكُنْ فِي مَرِيئَةٍ مِنْ لِقَائِهِ قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُقْسِرُهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِيَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ -

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وادی الزرق سے گزرا ہوا، آپ نے فرمایا یہ کون سی

۳۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَ ثنا هَشِيمٌ قَالَ نَادَا وَدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَالِهُ وَسَلَّمَ يَوَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ آتَى
وَأِدْهَذَا فَقَالُوا هَذَا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ كَأَنِّي
أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِنَ السَّمَاءِ
وَلَهُ جَوَارٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّكْلِيبِ ثُمَّ آتَى عَلِيٌّ ثَنِيَّةَ
هَرَشِي فَقَالَ آتَى ثَنِيَّةَ هَذِهِ قَالُوا ثَنِيَّةَ هَرَشِي
قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَى نَاقَةٍ
حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوفٍ خَطَامٌ
نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يَكْتَبُ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي
حَدِيثِهِ قَالَ هَشِيمٌ يَعْنِي لَيْقًا.

۳۲۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا بَنُو
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهُ وَسَلَّمَ
بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرُّنَا بِوَادِي فَقَالَ آتَى وَادِ
هَذَا فَقَالُوا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ فَقَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ
إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ كَرِهْتُ لَوْ نَبِهَ وَتَشَعَّرَهُ
شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ دَاوُدُ وَاصْغَارًا صَبِيحَةً فِي أُذُنَيْهِ
لَهُ جَوَارٌ إِلَى اللَّهِ بِالتَّكْلِيبِ مَا رَأَى بِهَذَا الرَّوَادِي
قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ آتَى
ثَنِيَّةَ هَذِهِ قَالُوا هَرَشِي أَوْ لَيْقَتٌ فَقَالَ كَأَنِّي
أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ
عَلَيْهِ جُبَّةٌ صُوفٍ خَطَامٌ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ
مَا رَأَى بِهَذَا الرَّوَادِي مُكَلِّبًا.

۳۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي
عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ
ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا النَّجَالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ

وادی ہے ؛ لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے۔
آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے
اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں، پھر آپ ہر شے کی وادی پر
آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے ؛ لوگوں
نے کہا یہ ہر شے کی وادی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں
یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور
سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال
کی ہے انھوں نے ایک اونٹنی جبتہ پہنا ہوا ہے اور وہ
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور
مدینہ کے درمیان کی ایک وادی کے پاس سے گذرے
آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ صحابہ نے کہا وادی
ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان کا رنگ اور
بالوں کی کیفیت بیان کی جو راوی کو یاد نہیں رہی، اور
فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی
ہوئی ہیں اور وہ اللہم لبیک کی صدائیں لگاتے ہوئے
اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس
نے فرمایا ہم نے پھر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک
ایک اور وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا یہ کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا
ہر شے یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا
ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے
ایک اونٹنی جبتہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللہم لبیک کہتے ہوئے اس وادی
سے گذر رہے ہیں۔

مجاہد سے روایت ہے ہم حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہو
تھے تو وہ جال کا ذکر چھڑ گیا، مجاہد نے کہا اس کی آنکھوں کے درمیان
کافر کھا ہوگا، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث نہیں سنی،

بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرًا قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ
 أَسْمَعُهُ قَالَ ذَلِكَ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَا إِبْرَاهِيمُ فَأَنْظُرُوا
 إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ أَدْمُرُ جَعْدًا عَلَى
 جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِعُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ
 إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يَلْتَمِي -

انہوں نے کہا اسی طرح ہے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے پیغمبر سے مشابہ ہیں اور گویا
 کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان کا گندمی
 رنگ سے گھنگریا لے بال ہیں، وہ سرخ اونٹ پر سوار
 ہیں جس کی نیکیں کھجور کی چھال کی ہے جب وہ وادی میں
 اترتے ہیں تو اللہ ہم بیک کہتے ہیں۔

۳۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَالَيْتُ مِنْ وَحَدَّثَنَا
 مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ
 جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ عَرَضَ عَلَيَّ الرَّبِيعَاءُ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبٌ
 مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنْوَاءَ وَرَأَيْتُ
 عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مِنْ رَأَيْتُ بِهِ
 شَبَاهًا عَمْرُوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا
 أَقْرَبُ مِنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَاهًا صَاحِبِكُمْ يَعْنِي
 نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جَبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ
 مِنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَاهًا دَحِيَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ
 رُمْحٍ دَحِيَّةُ بْنُ خَلِيفَةَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے
 گئے میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ قبیلہ شنورہ
 کے لوگوں کی طرح تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا
 جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں اور میں نے
 حضرت ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت مشابہ
 ہیں اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان سے
 دحیہ کلبی بہت مشابہ ہیں اور ایک روایت میں دحیہ
 بن خلیفہ ہے۔

۳۳۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ ابْنِ
 حُمَيْدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَأَوْ قَالَ
 عَبْدُ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ
 أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ أُسْرَى
 فِي لَيْلِيَّتِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَنَعَتَهُ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسْبُتُهُ
 قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجُلٌ الرَّاسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ
 شَنْوَاءَ قَالَ وَلَقِيتُ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَفَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 فَإِذَا مَرَّ بَعَثَ أَحَدًا كَأَنَّهُ خَدِيجٌ مِنْ دِيمَاسٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میری
 حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضور نے
 فرمایا کہ وہ قبیلہ شنورہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ وہ بلا
 پتلا جسم اور بالوں میں گھنگھی کی ہوئی تھی اور فرمایا میری
 عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کا متوسط قد
 اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی
 ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے
 زیادہ ان سے مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دو پیلا
 لئے گئے ایک میں دو دھ اور دوسرے میں شراب

يَعْنِي الْحَمَامَ قَالَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَأَنَا أَتَّبِعُهُ وَوَدِدْتُ بِهِ قَالَ فَأَقْبَلْتُ يَا نَاسِئِينَ
فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْأُخْرَى خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ
أَيُّهُمَا شِئْتِ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ
هُدَيْتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَو
أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ -

تھی، مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو،
میں نے دودھ لے کر پی لیا، فرشتہ نے مجھ سے کہا
آپ نے فطرت کو پایا، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ
کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۳۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ تَائِفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا فِي لَيْلَةٍ
عِنْدَ الْكَعْبَةِ قَرَأْتَ رَجُلًا أَوْ مَرَأَةً كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ
رَأَيْ مِنَ الرِّجَالِ مِنَ آدَمَ الرِّجَالِ لَهُ لَيْلَةٌ كَأَحْسَنِ مَا
أَنْتَ رَأَيْ مِنَ اللَّيْلِ قَدْ رَجَعَتْ فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً
مُتَّكِنًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يُطَوِّفُ
بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ
ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعِدٍ قَطِطٍ أَعْوَرَ
الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عَيْنٌ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ
هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے
پاس دیکھا، مجھے گندمی رنگ کا ایک انتہائی حسین
شخص نظر آیا جس کے بہت خوبصورت بال تھے جن میں
کنگھی کی ہوئی تھی اور وہ کانوں کی ٹوکھ اُتے تھے،
ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ شخص دو آدمیوں
کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں
نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، پھر
میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سینے گھنگریالے
بل تھے اور دائیں آنکھ کافی اور انگوٹھی کی طرح ابھری ہوئی
تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا مسیح دجال ہے۔

۳۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَسِيحِيُّ ثَنَا
أَسَدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عِيَّاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ
عُقَيْبَةَ عَنْ تَائِفٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍاءَ ذَكَرَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا
بَيْنَ ظَهْرِي النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ الْأَيُّنِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ أَعْوَرَ عَيْنَيْهِ
الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عَيْنٌ طَافِيَةٌ
قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
سَلَّمَ إِذَا فِي اللَّيْلِ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ
أَوْ مَرَأَةٌ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنَ آدَمِ الرِّجَالِ تَصْدِرُ
لَيْلَةٌ بَيْنَ مَنكِبَيْهِ رَجُلٌ الشَّعْرُ يَقْطُرُ رَأْسًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں
کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام
انہیں ہے اور ہا درکھنا کہ مسیح دجال کی دائیں آنکھ کافی
اور ابھری ہوئی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو
کعبہ کے پاس دیکھا۔ مجھے گندمی رنگ کے ایک انتہائی
حسین شخص نظر آئے جنہوں نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی
تھی اور ان کے بال کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے،
اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور
وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے

مَاءٌ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبِي رَجُلَيْنِ وَهُوَ
بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا
الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَدَاءَ كَرَجُلًا جَعَدًا
قَطِطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيَمْنَى كَأَشْبِهِ مَنْ رَأَيْتُ
مِنَ النَّاسِ يَا بْنَ قَطَنِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى
مَنْكِبِي رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ
هَذَا قَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ -

۳۳۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْرٍ نَأَى أَبِي ثَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ
سَالِمِ بْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عِنْدَ الْكُعْبَةِ رَجُلًا أَدْمَرَ سَبِطَ
الرَّأْسِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ دَأْسَهُ
أَوْ يَقْطُرُ دَأْسَهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا عَيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ أَوِ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَا يَدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَدَاءَ
رَجُلًا أَحْمَرَ جَعَدَ الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيَمْنَى
أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ بِرَأْسِ قَطَنِ فَسَأَلْتُ مَنْ
هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ -

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے کہا یہ
کون ہیں؟ کہا مسیح ابن مریم ہیں، اور میں نے ان کے
پچھے ایک شخص دیکھا جس کے سمحت گھنگریا لے بال
تھے، اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن سے بہت
مشابہ تھا وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے
ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ
کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے
کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال
سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک
رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں
پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کون
ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم
علیہ السلام ہیں (راوی کو یاد نہیں آپ نے کون سا
لفظ کہا تھا) پھر میں نے ان کے بعد سرخ رنگ کا
ایک ایسا شخص دیکھا جس کے سمحت گھنگریا لے بال تھے
اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ ابن قطن سے بہت
مشابہ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے
کہا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
قریش نے میرے دعویٰ معراج کو جھٹلایا اس وقت
میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس
مجھ پر نازل کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر کفار کو
اس کی نشانیاں بتلا رہا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں
نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں

۳۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنْ عُقَيْلِ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبْتَنِي
قَرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللَّهُ لِي بَيْتَ الْمُقَدَّسِ
فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ -

۳۳۷ - حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ
سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ بْنِ النَّخَعَاتِيِّ عَنْ أَبِيهِ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ وَآيَاتِي الْكُفُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ أَدَمَ سَبْطَ الشَّعْرَيْنِ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَأْسَهُ مَاءً أَوْ يَهْمَأُ رَأْسَهُ مَاءً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا هَذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبَتْ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعَدُ الرَّاسِ أَعْوَمَ الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عَيْبَةٌ طَافِيَةً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا اللَّهُ جَالٌ أَقْرَبُ النَّاسِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنِ

اور میں نے گندمی رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے، ہونے لگے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے سرخ رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کا گٹھا ہوا جسم تھا۔ بال سخت گھنگریالے تھے اس کی آنکھ کافی اور انگوڑی کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ دجال ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاء میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شلوہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے بالوں والے تھے اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود تقضی ان سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے پیغمبر ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا،

۳۳۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثنا جَبِينُ بْنُ الْمُتَنِّي نَاعِبُهُ الْعَزِيزِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقَضِيلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحَبَرِ وَقَمَرَيْشٍ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلْتُنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ أَثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللَّهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيُ فَإِذَا رَجُلٌ صَرَبٌ جَعَدٌ كَأَنَّ مِنْ رِجَالِ شَلْوَةَ وَإِذَا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِمِثْلِهَا عُرْوَةً ابْنُ مَسْعُودٍ الشَّقْفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيُ أَشْبَهُ النَّاسِ بِمِثْلِهَا يَعْنِي نَفْسَهُ فَحَانَتْ الصَّلَاةُ فَأَمْنَتْهُمْ فَكَمَا فَرَعَتْ مِنْ

الصَّلَاةُ قَالَ لِي قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هَذِهِ أَمْالِكُ
صَاحِبِ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَتَلَفَّتْ إِلَيْهِ
قَبْدًا فِي السَّلَامِ -

اور میں ان سب کا امام ہوا جب میں نماز سے فارغ
ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک ہیں جو
جہنم کے داروغہ ہیں انھیں سلام کیجئے، میں ان کے
طرف متوجہ ہوا تو انھوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی
گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا اور سدرہ
چھٹے آسمان پر ہے زمین سے اوپر جانے والی
چیزیں سدرہ پر جا کر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول
کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں
اس تک آ کر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا
ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس
چیز نے بھی ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں
نے حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ
کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے
لیے تمام گناہوں کی معافی۔

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا أَبُو
إِسْمَاعِيلَ نَا مَالِكُ بْنُ مَعْوَلٍ سَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ
وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَّفَارِقَةٌ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي
نَا مَالِكُ ابْنُ مَعْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنِ
كَلْحَةَ — عَنْ مَرْثَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَمَا
أُسْرِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
انْتَهَى بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ
السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهَى مَا يُعْرَبُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ
فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهَى مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنَ
فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ رَاذِ يَعْنِي السِّدْرَةَ
مَا يَعْنِي قَالَ فَرَأَيْتُ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأَعْطَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا
أَعْطَى الصَّلَاةَ الْخَمْسَ وَأَعْطَى خَوَاتِيمَ سُورَةِ
الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ
كُنَيْتًا الْمَقْحَمَاتِ -

علامہ زبیدی لکھتے ہیں :
معراج کا لغوی معنی
معراج اور معرج کا معنی ہے سیر طھی، یا سیر طھی کے ڈنڈے کی اس مشابہ چیز
کو معراج کہتے ہیں جس کو پکڑ کر رو میں چڑھتی ہیں اور معرج اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں
اس کی جمع معارج ہے۔ ۱۷

علامہ تفسیر زانی لکھتے ہیں :
معراج کا اصطلاحی معنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں تک
جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج سے اور یہ حق اور احادیث مشہورہ سے
ثابت ہے حتیٰ کہ اس کا منکر مبتدع ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شکاف نہیں ہو سکتا

۱۷۔ سید محمد رفیع حسینی زبیدی مترنی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر، ۱۳۰۶ھ

قدیم فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگاف ہو سکتا ہے تو تمام اجسام میں شگاف ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے۔

معراج کی تعریف میں بیداری کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ معراج منامی (نیند کا واقعہ) تھی، کیونکہ جب حضرت معاویہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ اچھا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جسم معراج کی رات گم نہیں ہوا، اور قرآن مجید میں

وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس - (بنی اسرائیل ۶۰)

اور ہم نے جو جلوہ (شب معراج) آپ کو دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کے لیے آزمائش تھا۔ ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ الرؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ تھا اور یہ جہانی معراج تھی، کیونکہ اگر معراج کا یہ واقعہ خواب میں ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو اس کا اس قدر شدت سے انکار نہ کیا جاتا حالانکہ کافروں نے واقعہ معراج کا بہت شدت سے انکار کیا، بلکہ بعض مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے۔ معراج کی تعریف میں آسمانوں تک کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جو کہتے ہیں کہ بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور یہ جو کہا ہے کہ ”جہاں تک اللہ نے چاہا“ اس میں متقدمین کے مختلف اقوال کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا معراج جنت تک ہوتی، بعض نے کہا عرش تک، بعض نے کہا فوق العرش تک، بعض نے کہا طرف العالم تک، اسرار رات کو جانا قطعی ہے، یعنی بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور معراج زمین سے آسمان تک جاننا ہے، یہ امام شافعی مشہورہ سے ثابت ہے، اور آسمان سے جنت تک یا عرش تک یا اس سے بھی آگے تک جانا اختیار احاد سے ثابت ہے، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کے مذاہب | علامہ پرہاروی لکھتے ہیں: شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے

کے متعلق علماء امت کے چار قول ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت باری کا انکار کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ سے سوال کیا: آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہارے اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۵-۱۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، مسروق نے کہا: پھر اس آیت کا کیا جواب ہے؟
 ثعربی فتدائی، فکان قاب قوسین او
 ادنی۔ (نجم: ۷-۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا ان آیات میں جبرائیل کا حضور سے قریب ہونا مراد ہے پہلے جبرائیل آپ کے پاس انسانی شکل میں آتا تھا اس مرتبہ وہ اپنی اصلی شکل میں آپ کے پاس آیا اور اس نے افق کو پھر لیا۔
 ۲- حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، قاضی غیاث نے کہا حدیث میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

۳- حضرت ابن عباس کا مشہور اور امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی سراج ہے۔
 حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب کو بالمشافہ دیکھا ہے۔

۴- سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔
 ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، علامہ پرہاروی نے حضرت عائشہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کی شرح میں ہم اس کو تفصیل اور تحقیق سے بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور تمکات

وہ ہر غیب سے پاک ہے جو اپنے رخصت بند
 کورات کے پھوٹے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ
 تک لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے بہت برکتیں رکھی
 ہیں تاکہ ہم اس (عبد خاص) کو اپنی بعض نشانیاں دکھایا
 بے شک وہی سننے والا ہے، وہی دیکھنے والا ہے

سبحن الذی امری بعیدۃ لیلۃ من المسجد
 الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ
 لندی من آیتنا انہ هو السميع البصیر۔
 (بنی اسرائیل: ۱۱)

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو بیان کیا گیا ہے، سفر نامہ میں سات چیزوں کا بیان ضروری ہوتا ہے (۱) سفر کس نے کرایا (۲) سفر کس نے کیا (۳) سفر کہاں سے کیا (۴) سفر کہاں تک کیا، (۵) سفر رات میں ہو یا دن میں؟ (۶) سفر کتنی دیر میں کیا؟ (۷) سفر کس لیے کیا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غایت اعجاز کے ساتھ ان سات چیزوں کو ذکر فرما دیا۔ سفر کس نے کرایا؟ فرمایا شیخان نے، سفر کس نے کیا؟ فرمایا اس کے عبد خاص نے، سفر کہاں سے کیا؟ فرمایا من المسجد الحرام، مسجد حرام سے، سفر کہاں تک کیا؟ فرمایا الی المسجد الاقصیٰ،

۱۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۷۵-۲۷۶، مطبوعہ مکتبہ قادیان لاہور، ۱۳۹۷ھ

مسجد اقصیٰ تک، سفر کس وقت ہوا؟ فرمایا اسدنی راتوں رات لے گیا، سفر کتنی دیر میں ہوا؟ فرمایا لمیلہ رات کے ایک قلیل لمحہ میں، اور سفر کس لیے کرایا فرمایا لند یہ صن آیتا تننا تا کہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔ عموماً بڑے افسر سفر کریں تو ان کے ماتحت اس سفر کو بیان کرتے ہیں، وزیر اور سفر کر میں تو ان کے ساتھ صحافی ہوتے ہیں جو اس سفر کو بیان کرتے ہیں، اور مالک سفر کرے تو اس کا خادم اس سفر کی حکایتیں بیان کرتا ہے اور یہاں طرفہ تماشایہ ہے کہ سفر بندے نے کیا ہے اور بیان اس کا مولیٰ کر رہا ہے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ کوئی تھا نہیں، اگر صحابہ کرام میں سے کوئی آپ کے ساتھ ہوتا تو وہ اس سفر کی تمام جزئیات کو بڑے کیفیت اور وجد کے ساتھ بیان کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسے محبوب! آپ کے اس سفر کو میرے علاوہ اور کوئی پوری طرح نہیں جانتا، اس لیے میرے سوا اس کو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا! اگر یہ کہا جائے کہ جبرائیل تو آپ کے ساتھ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پورے سفر میں وہ بھی ساتھ نہیں رہے، سدرہ المنتہیٰ پر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

بگفتا فرا تر مجالم نمائد بماندیم کہ نیروے بلم نمائد

اگر یک سر موئے بر تر پریم فروغ تجلی بسوز و پریم

رات کے ایک قلیل لمحہ میں اتنی عظیم الشان سیر کرنا کہ واپس لے آنا عادتاً محال تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ مخلوق کے لیے تو یہ محال ہے اگر خالق کے لیے بھی یہ محال

لفظ سبحان کے اسرار

ہو تو یہ خالق کے لیے نقص اور عیب ہوگا اور خالق سبحان ہے یعنی ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اس لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان ذکر کر کے واقعہ معراج کو ثابت کر دیا! اور بعض نے یہ کہا کہ الذی اسم موصول ہے اور اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی معرفت کی دلیل ہوتا ہے اور اس کا ما بعد، ماقبل سے زیادہ معروف اور زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی ملک کے صدر سے پاکستان کے سفیر کا تعارف کرائے اور کہے کہ یہ فلان بن فلان وہ ہے جو پاکستان کا سفیر ہے تو اب پاکستان چونکہ اس شخص کی بہ نسبت بہت زیادہ معروف اور مشہور ہے اور مخاطب پاکستان کو جانتا ہے تو وہ پاکستان کی وساطت سے اس شخص کو پہچان لے گا اور پاکستان کا سفیر ہونا اس فلاں بن فلاں کی معرفت کا ذریعہ بنا، اسی بیچ پر جانا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص کو معراج کرائی تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانا اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کی معرفت کا ذریعہ اور دلیل بنا، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے سبحان ہے اور ہمیشہ سبحان رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا ظہور تم اور معرفت کاملہ اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ رات کے ایک لمحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی لمحہ میں پھر آپ کو عرش سے فرش پر واپس لے آیا، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان نہ ہوتا تو واقعہ معراج ثابت نہ ہوتا بلکہ درست یہ ہے کہ اگر واقعہ معراج نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا کامل ظہور نہ ہوتا!

اس سفر کے ذکر کی ابتداء سبحان سے کی اور سبحان اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر ہے، اور اس سفر کے ذکر کے آخر میں فرمایا انہ هو السميع البصير۔ "بے شک وہ سمیع اور بصیر ہے"، اور سمیع اور بصیر بھی اللہ تعالیٰ

کی صفت اور اس کا ذکر ہے، سو اس سفر معراج کی ابتداء بھی اللہ کے ذکر سے ہوئی، اس کی انتہاء بھی اللہ کے ذکر پر ہوئی اور سفر معراج سے آپ نماز کا تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

مادی انسانوں نے ترقی کی اور ان کی معراج یہ ہے کہ یہ چاند پر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چاند پر بھی مٹی سے اور وہ مٹی کے ڈھیلے بہ طور سوغات وہاں سے لے کر آئے تو یہ مٹی سے چلے اور مٹی تک پہنچے اور جو لے کر آئے وہ بھی مٹی ہے، اور حضور اللہ کے ذکر سے چلے، اللہ کے ذکر تک پہنچے اور جو تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی معراج میں انسان مٹی سے آئے نہیں نکل سکتا، اور روحانی معراج میں مٹی سے بنا ہوا انسان خدا تک جا پہنچتا ہے!

در دشت جنون من جبریل زبور صید یزداں بہ کند اور اسے بہت مردانہ

لفظ عبدہ کے اصرار | اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گیا،" ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا؟ "سبحان ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا،" اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جاٹے، اور یہ اللہ کے پاس سے آئے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا، اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

ان الله يبشرك بيحيى مصداقاً بكلمة من

الله وسيداً وحصوناً۔

راے زکریا، اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور مردار ہوں گے اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہونگے۔

(ال عمران، ۳۹:۱)

حضرت یحییٰ کو سید کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت، سلطنت اور مالکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سید یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائیگا تو یہ مجاز ہوگا، اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت سے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے محبوب کا ذکر حقیقی وصف کے ساتھ کرے مجاز اور مستعار وصف کے ساتھ نہ کرے اور فضیلت حقیقی وصف میں ہے مجاز اور مستعار وصف میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا:

اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے

اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب

(الکہف: ۱)

اليس الله بكاف عبداً

(زمر: ۳۶)

فاوخی الی عبده ما اوحی - (نجم ۱۰۱) سوال اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

ان کنتما امتہ باللہ وما انزلنا علی عبدنا (انفال ۴۱) اور جب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اصناف آپ کی طرف کرتا ہے۔ (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا،

واذکرہ بک کثیرا - (ال عمران ۴۱) اپنے رب کا ذکر بکثرت کیجئے
فلا وسبک - (نساء ۶۵) قسم ہے آپ کے رب کی۔
اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرمایا کہ پیک سے تم ہم سے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

علامہ آلوسی نے ولکل وجعہ ہو مولیہا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے؛ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبیلہ ہے، مقربین کا قبیلہ عرش ہے، روحانیوں کا قبیلہ کرسی ہے، کروہیین کا قبیلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے نبیوں کا قبیلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبیلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبیلہ ہے اور آپ کی روح کا قبیلہ میری ذات ہے اور میرا قبیلہ آپ کی ذات ہے۔ لہٰذا قبیلہ مرکز توجہ اور محور التفات کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف ملتفت رہتا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اصناف کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اصناف فرماتا ہے۔

سفر معراج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصف عبدیت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بھی بتلانا مقصود تھا کہ آپ کو معراج کی یہ عظیم فضیلت یہ بلند مرتبہ اور عظیم مقام آپ کی عبدیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو شخص اللہ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے اور اس میں عیبائیوں کا رد ہے، انھوں نے حضرت عیسیٰ کے عبد ہونے کو باعث عار سمجھا اور انھیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ عبد ہونا باعث تنگ و عار نہیں ہے، انسان کو جو عظمتیں اور رفعتیں ملتی ہیں وہ اس کے عبد ہونے سے ملتی ہیں، نیز اس میں یہ بتلانا ہے کہ معراج کے اس عظیم الشان کمال کے حاصل ہونے کے باوجود آپ عبد ہیں، خدا نہیں ہیں، جب کہ عیبائیوں نے اس سے کم درجہ کے کمال کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا کہہ دیا تھا اس لیے مسلمان اس کمال کی وجہ سے آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائیں۔

عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر کیا جاتا ہے، فقط روح پر عرب کی لغت اور محاورات میں عبد کا اطلاق نہیں

کیا جانا، سو سفر معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عبد کا ذکر کر کے یہ بیان فرما دیا کہ یہ معراج جسمانی تھی روحانی معراج نہیں تھی۔

لفظ اسری کے اسرار | اسرار کے معنی ہیں کسی شخص کو بیداری میں رات کے وقت لے جانا، اگر کسی شخص میں اسرار نہیں کہتے۔

علامہ قرطبی مابھی لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بیروح عبیدہ اور بعد کا نہ فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما ذا غ البصر وما طغی۔
نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔

(نجم: ۱۷)

سورہ نجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور آپ سے حضرت ام ہانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابو بکر کی تصدیق کرنے میں کوئی فضیلت ہوتی، اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور نیند میں جو واقعہ ہو اس کے لیے اسری نہیں کہا جاتا۔ لہ

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسری " اللہ آپ کو لے گیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ولما جاء موسى لميقاتنا۔
اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے۔

(اعراف: ۱۳۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وقال اني ذاهب الي ربي۔
اور ابراہیم نے فرمایا: بے شک میں تو اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔

(صافات: ۹۹)

حضرت موسیٰ از خود آئے، حضرت ابراہیم از خود گئے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات

روشن ستارے (حضرت محمد) کی قسم، جب وہ

والنجم اذا هوى، ما ضل صاحبكم و

۱۳۸۷

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مترقی ۶۲۸ ۵، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۰۹-۲۰۸، مطبوعہ انتشارات دارالمنیر، بیروت

غویہ وما ینطق عن الہویہ ان ہوا لا
وحی یوحیہ علمہ شدید القویہ ذو
میرۃ فاستویہ وہو بالافق الاعلیہ
ثم دنی فتدلیہ فکان قاب قوسین
او ادنیہ فاوحی الی عبدہ ما اوحیہ
ما کذب الفواد ما دایہ افتخرونہ
علی ما یریہ ولقد ساءۃ ثلثۃ اخریہ
عند سدرۃ المنتہیہ عندہا جنتۃ
الماویہ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیہ
ما زاغ البصر وما طغیہ لفتد راوی
من آیت سابعہ الکبریہ

(النجم ۱ تا ۱۸)

رشب معراج، عرش سے زمین پر) اترے تھکے
آقانہ رکھی، گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے، اور وہ
اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، ان کا کلام صرف
وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انھیں اللہ
سمت قوتوں والے نے سکھایا بہت زبردست نے،
پھر انھوں نے (حضرت محمد نے بلند یوں کا) قصد کیا۔
در آن حالیکہ وہ (حضرت محمد) سب سے اونچے کناے
(دائرہ امکان کے منتہی) پر تھے، پھر اللہ، حضرت محمد
سے) قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا تو حضرت محمد اپنے
رب سے) دوکانوں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس
سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، تو اللہ نے وحی فرمائی
اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی، (حضرت محمد کے) دل
نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو
انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر ٹھگڑتے ہو، اور
بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہی
کے نزدیک دیکھا، اس (سدرہ) کے پاس جنت الماوی
ہے، جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس عظیم چیز نے جس
نے ڈھانپ لیا، نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے
بڑھی، بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانی
ضرور دیکھی۔

والنجم ہیں واؤ قسمیہ ہے، اس کا معنی ہے نجم کی قسم، نجم کے چار معانی ہیں۔ (۱) ثریا
(۲) ستارہ (۳) نباتات، سبزہ (۴) قسط اور حصہ یعنی قرآن مجید کے اجزاء۔
امام رازی نے کہا نجم سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ نجم کے چاروں معانی آپ میں بہ وجہ اتم پائے
جاتے ہیں۔

۱۔ اگر نجم سے مراد ثریا ہو (ثریا ان سات ستاروں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں ان کو
سات ستاروں کا جھمکا بھی کہتے ہیں) تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثریا کی ایک واضح علامت ہے جس کی
وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور ثریا ہر شخص پر ظاہر اور منکشف ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
بھی اپنے بکثرت اور واضح معجزات کی وجہ سے دوسرے انبیاء اور رسل سے ممتاز ہیں، اس وجہ سے اللہ
تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، نیز جب صبح کے وقت ثریا کا مشرق سے ظہور ہوتا ہے تو پھل پک جاتے ہیں

اور جب عشاء کے وقت خریف کے آخر میں اس کا ظہور ہوتا ہے تو امراض منتقل ہو جاتے ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو شکوک کے بادل چھٹ گئے اور امراض قلبیہ دُور ہو گئے اور علم اور حکمت کے پھل پک کر تیار ہو گئے۔

- ۲۔ اور اگر نجم سے مراد ستارہ ہو تو ستارہ سے تمام دنیا کے جنگلوں اور سمندروں میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تمام کائنات کو ہدایت حاصل ہوتی ہے، نیز شہاب ثاقب (ٹوٹے ہوئے ستارے) سے شیاطین کو بھگا جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شیاطین بھاگتے ہیں۔
- ۳۔ اگر نجم سے مراد نباتات ہو، تو نباتات سے جسمانی قوتوں کی اصلاح اور نشوونما ہوتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت سے ریحوں کی اصلاح اور تقویت کی۔
- ۴۔ اور اگر نجم سے مراد قرآن مجید کے اجراء ہوں تو قرآن مجید حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل اور معجزہ ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔ لہٰذا علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا والنجم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور افاہوی سے مراد یہ ہے جب آپ شب معراج آسمان سے اترے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذ اھوی سے مراد یہ ہو کہ اس شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہا مکان تک صعود اور عروج کیا۔ لہٰذا

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَنَى فَتَدَلَّى كَمَا سَرَر

حضرت حسن بصری نے ثمدنی فتدلی کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف

لٹھائی ہیں، اسی طرح ولقد سماہ نزلة اخذی میں ضمیر منصوب اللہ تعالیٰ کی طرف لٹھائی ہے اور حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا یہ معنی بیان کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہو گیا اور فتدلی کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو بالکل جانب قدس کی طرف کھینچ لیا، اسی مقام کو فتدلی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا

ثمدنی فتدلی کی ضمیروں کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے یہ ضمیریں جبرائیل کی طرف لٹھائی ہیں، یعنی حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ ضمیریں لٹھائی ہیں اور یہ معنی کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض مفسرین نے یہ ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لٹھائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، ہمارے نزدیک یہی معنی راجح ہے جیسا کہ علامہ آلوسی

۱۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متونی ص ۶۰۶، تفسیر کبیر ج ۱، ص ۶۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متونی ص ۱۲۷، روح المعانی ج ۲، ص ۲۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ " " " " روح المعانی ج ۲، ص ۱۵۲ " " " " "

نے حسن بصری سے نقل کیا ہے اور حدیث صحیح میں بھی اسی معنی کا ذکر ہے۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں

ہے:

حتى جاء سدارة المنتهى ودنا الجبار سرب
العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنى
فاوحى الله اليه فيما يوحى الله خمسين صلوة
على امتك كل يوم وليلة - له

حئی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ
پر آئے اور رب العزت جبار آپ کے قریب ہوا پھر
اور قریب ہوا حئی کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار
رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک، پھر اللہ تعالیٰ
آپ کی طرف جو وحی کرتا ہے اس نے آپ کی طرف وحی
کی، اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں
فرض کیں۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حکى مكي وما وردى عن ابن عباس رضى
الله تعالى عنهما هو الرب دنا من محمد
فتدلى اليه اى امره وحكمه وحكى النقاش
عن الحسن قال دنا من عبده محمد
صلى الله عليه وسلم فتدلى فقرب منه فاراه ما شاء
ان يريه من قدرته وعظمته - له

امام مکی اور امام ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ملا علی قاری نے لکھا ہے
کہ امام ابن جریر طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس
سے روایت کیا ہے) کہ رب العزت سیدنا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا، یعنی آپ پر وصف قرب
کی تجلی فرمائی اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا، اور
نقاش نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب
العزت اپنے بندہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا یعنی آپ پر زیادہ توجہ
کی اور زیادہ انعام فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ
کو اپنی قدرت اور عظمت سے دکھایا۔

بیز قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اس کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا
ہے، یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق سے نقل کیا ہے کہ قرب
کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے
عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپ کی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب اور اپنی قدرت

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ، الشفا ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکبر می ملتان

کے اسرار کا مشاہدہ کرایا، اور اللہ تعالیٰ جبرئیل صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہادت جمیل کی، آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا، اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا، اور اس آیت میں اس طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے" اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل، احسان اور انعام نازل ہوتا ہے، علامہ واسطی نے کہا کہ جس نے یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہ نزدیک ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، اور مکان اور مسافت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے قرب ہے نہ بعد۔

فکان قاب قوسین کے اسرار | قاب قوسین ادا دخی " وہ دو کمانوں کے برابر نزدیک ہوا یا اس سے بھی زیادہ " جب اس کی ضمیر حضرت جبرائیل کے بجائے اللہ تعالیٰ

کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہے، اور اس نے آپ کو اپنی معرفت سے حظ وافر عطا کیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے اور آپ کو بہت عظیم مرتبہ عطا کیا ہے، اور اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جس طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے "جو شخص مجھ سے ایک بالشتت قریب ہو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں" اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص بہ معرفت میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے میں اس کو بہ سرعت جزا دیتا ہوں، اس پر احسان کرتا ہوں اور اس کو انعام دیتا ہوں، اس لیے اس آیت اور حدیث میں قرب کا معنی یہ ہے کہ میں جلدی اس کی امید نہ لاتا ہوں اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ ۱۔
ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لیکن دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے اور دونوں قربوں میں تباین ہے، بادشاہوں کے مرتبہ کو لوہاروں کے مقام پر قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ مقررین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور سائیکس میں سے مجین اور مجبورین کے درجات قرب میں عظیم فرق ہوتا ہے۔ ۲۔

قاضی عیاض نے دنی فتاویٰ اور قاب قوسین کی جو تقریر کی ہے اس کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ ۳۔

امام رازی نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ "جو شخص ایک بالشتت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں" اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔ ۴۔

۱۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۷ مطبوعہ عبدالقواب اکیڈمی ملتان

۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۰ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۴ھ

۴۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۷۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

مصنّف کے نزدیک مختاریہ ہے کہ وہی فتدلی اور قاب قوسین سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول۔ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام میں کمال اتصال ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا۔ اللہ کا حکم ماننا ہے اور اللہ کا حکم ماننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا میں کمال اتصال ہے، ایک کو راضی کرنا دوسرے کو راضی کرنا اور ایک کو ناراض کرنا دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے، رسول اللہ سے بیع کرنا اللہ سے بیع کرنا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خریدنا اللہ سے خریدنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اللہ کی تعظیم، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اللہ کا وعدہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وعید اللہ کی وعید، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیر دینا اللہ کا خیر دینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گواہی دینا اللہ کا گواہی دینا ہے۔

حضرت جبرائیل کا دومرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوظائی ہیں اور یہ معنی کیا ہے کہ اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھر لیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات (اصلی صورت میں) دومرتبہ دکھائی اپنے پڑ پھیلائے اور جانب مشرق کو بھر لیا، لیکن سورہ والجم کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کے لیے نہیں ہے۔ لہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار

۱۰ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴، ص ۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

جو علماء سورہ والنجم کی ضمیریں جبرائیل کی طرف راجع کہتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورہ والنجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبرائیل سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو یہ رسول بشر کی رسول ملک سے ملاقات کا ذکر آتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام، اتنی تفصیل اور اس کیفیت انگیز اسلوب سے بیان کرنے کی منطقی حاجت نہ تھی، اس ملاقات کے ذکر کے لیے صرف ایک آیت ہی کافی تھی، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے مبعود برحق سے ملاقات کا ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل سے ملاقات بھی بڑے قوائد کی حامل سہی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث تزار سنادت اور وجہ فضیلت اللہ عزوجل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کی خصوصیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ تم دنی فندی اور فکان قاب قوسین او ادنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل سے قریب ہونا بیان کیا جائے، آپ کے لیے باعث فخر اور موجب فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

شب معراج دیدار الہی کے بیان میں احادیث اور آثار | امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

حتى جاء سدرۃ المنتہیٰ ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتیٰ کان منہ قاب قوسین او ادنی۔ لہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے سوال کرتا، انھوں نے کہا تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ کہا میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابو ذر نے کہا میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔

عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لابی ذر لو رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم لسألته فقال عن اي شيء كنت تسأله قال كنت اسأله هل رايت ربك قال ابو ذر قد سألته فقال رايت نوراً - لہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام ابو حنین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن ابن عباس قال سأه بقلبه .۱۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھ
سے دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كتب القواد ما
رای ولقد رأه نزلة اخرى قال رأه بغواة
مرقین .۱۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر
میں فرمایا ”آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب
نہیں کی اور آپ نے اس کو دوسری بار دیکھا“ حضرت
ابن عباس نے کہا آپ نے اپنے دل کی آنکھ سے
اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة عن ابن عباس قال رأی
محمد ربہ قلت ایس الله یقول لا
تدرکہ الابصار وهو یدرک الابصار
فتان ویحك اذا تجلی بنور
الذی هونوره وقدرای محمد ربہ
مرقین هذا حدیث حسن غریب .۱۹

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے رب کو دیکھا ہے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے
یہ نہیں فرمایا: ”آنکھیں اس کا اوراک نہیں کر سکتیں اور وہ
آنکھوں کا اوراک کرتا ہے، حضرت ابن عباس نے
فرمایا: تم پر افسوس ہے، یہ اس وقت ہے جب اللہ
تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرماتے جو اس کا
نور ہے۔ یعنی غیر تنہا ہی نور۔ اور بے شک سیدنا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوسری بار دیکھا
ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت ابن عباس نے ان آیات کی تفسیر میں
فرمایا بے شک انہوں نے اس کو دوسری بار ضرور
سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا تو اللہ نے اپنے خاص
بندہ کی طرف وہ وحی نازل کی جو اس نے کی، پھر وہ دو
کانوں کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ“ حضرت

عن ابن عباس فی قول اللہ تعالیٰ ولقد سآه
نؤلة اخرى عند سداة المنتهی فآوحی الی عبده
ما اوحی نکات قاب قوسین اواد فی قال ابن عباس
قد رآه النبى صلی الله علیه وسلم هذا
حدیث حسن .۲۰

۱۷۔ امام ابراہیم مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳، ۵ھ

۱۸۔ ”صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، ”

۱۹۔ امام ابوعلیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۲-۲۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۰۔ ”جامع ترمذی ص ۲۷۲، ”

ابن عباس نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بنو ہاشم ہوں (یعنی آپ میرا سوال نہ ٹالیں) تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا، اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كذب الفؤاد ما
دأى قال رآه بقلبه - ۱۰

عن الشعبي لقي ابن عباس كعبا بعرفة
فسأله عن شيء فكبر حتى جاوبته
الجبال فقال ابن عباس انا بنو هاشم
فقال كعب ان الله قسم رايته و
كلامه بين محمد وموسى فكلم موسى
مرتين ورااه محمد مرتين
الحديث - ۱۰

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار روایت کو روایت کیا ہے۔
امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم رايته رايته
وتعالى - ۱۱

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

عن ابن عباس قال: قد راي محمد صلى
الله عليه وسلم رايته - ۱۲

۱۰۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۱، " " " " " " " " " " " "

۱۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰-۲۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، ۱۴۰۰ھ

۱۳۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

قال عكرمة فقلت لابن عباس نظر محمد
الى ربه قال نعم جعل الكلام لموسى
والنحلة لا يراهيو والنظر لمحمد صلى
الله عليه وسلم رواه الطبراني في الاوسط
وفيه حفص بن عمر العداني روى ابن ابي
حاتم توثيقه عن ابي عبد الله الطهراني
وقد ضعفه النسائي وغيره - له

وقال ابو ديكيا، انكره كتمت في من في حضرت ابن عباس
سے عرض کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا ہاں اللہ نے حضرت موسیٰ
کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے
خیل ہونے کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی، اس حدیث کو امام طبرانی
نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی حفص
بن عمر عدانی ہے، ابن ابی حاتم نے ابو عبد اللہ طہرانی سے
اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو
ضعیف کہا ہے۔

تقاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

متقدمین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی
تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے
رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:
لا تدركه الابصار (انعام: ۱۰۳)

پھر پوری حدیث ذکر کی، علماء کی ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، اس کی مثل حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام
کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں رویت باری ممکن ہے، اور حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے
یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابو العالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ
تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟
حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے
اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے

۷۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو خلعت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کی دلیل یہ آیت ہے:

ما کذب الفؤاد ما دأیہ افتتار و نہ
علی ما یرئ و ولقد راہ نزلاً
اخزی ہ
(النجم: ۱۳-۱۱)

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھوں نے دیکھا، تو جو انہوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟ اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

امام ماوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابولہیث سمرقندی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا، اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یحیٰ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ احدیث۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے تھے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابو عمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عساکر نے اللہ شہ لک صدرک کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا، اور حضرت

موسیٰ کا سبب کلام کے لیے کھول دیا۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بھر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس معجزہ کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ ۱

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بھر آپ کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقتہً دیکھا، پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابو ذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم نمونہ شتم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ ۲

اس مسئلہ میں چار قول ہیں (حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت باری کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے۔) ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دنیافتدلی کا معاملہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ ۳

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فاذخنی الی عبدہ ما اوحی۔
تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو
وحی فرمائی۔

(النجم: ۱۰)

انہوں نے کہا اس آیت کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطے کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سماع کلام کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا سننا جائز

۱۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۴۲۵ھ ۱۰۲۵ء، البشائر ص ۱۲۱ - ۱۱۹، ملخصاً، مطبوعہ عبد التواب اکبر می ملتان ۱۳۸۷ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱، ص ۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو وایران،

۳۔ علامہ محمد بن سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱، ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

تفاسس نے حدیث معراج میں تم دنی کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سنا: اے محمد! تمہارے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ ۱۷

علامہ نرزقانی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انہوں نے کہا ہاں! علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبدالمزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلقت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرمادے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزمیہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور تفاسس نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس رک گیا۔

شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظر

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، بلکہ فرماتے: کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لا تدركه الابصار وهو يدرك

الابصار - (انعام: ۱۰۳)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر تناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ نیز امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان عرفہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم ہیں، کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا، اور مسروق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے تھوڑی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لقد ادانى من ايات ربه الكبرى -

بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانی

ضرور دیکھی۔

(النجم: ۱۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ منیبات خمسہ کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بیعت بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چھ سو پرتے تھے اور انھوں نے اتق کو بھریا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں

۱۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللذیہ لمختصاً ج ۶ ص ۱۲۰-۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا، محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دنی فنتدی۔ لہذا حافظ ابن کثیر اس کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ روایت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

شب معراج دیدارِ الہی کے متعلق علمائے شافعیہ کا منظر یہ

علامہ بیہقی بن شرف نووی شافعی سمجھتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا" حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جاسکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات روایت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرہ کی روایات روایت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تقارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر روایت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تدرکہ الابصار وهو یدرک الابصار۔

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

(انعام: ۱۳)

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وما کان لبشر ان یرى کلمه الله الا وحیا او من

دعاء حجاب او یرسل رسولا۔

اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

(شوری: ۵۱)

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ اس آیت میں روایت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، اور اس کا مخصوص وہ دلائل ہیں جن سے روایت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب امراء اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار کیا، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابو الحسن الواحیدی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ذر، اور حضرت ابراہیم یثیقی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابو الحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح روایت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابو الحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظر یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ حضرت انس، عکرمہ حسن اور ربیع کا قول ہے۔ ۱۵

۱۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ما فظ ابن حجر عسقلانی شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس روایت کی نفعی کی گئی ہے وہ روایت علی وجہ الاحاطہ ہے، نیز علامہ قرطبی نے مفہوم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معروف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس (لا تددکہ اکابصار الغام، ۱۰۳) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ -

(منافقون، ۱۵)

حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن وہی اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے:

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

(قیامت، ۲۳-۲۲)

اب رب کو دیکھتے، مومن گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں دونوں وقتوں میں یہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں، علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، امام مالک نے کہا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے، اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقا کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: "جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممنوع ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ منکلم اپنے کلام کے مضمون میں داخل نہیں ہوتا، لہذا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔"

منتقدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت کا انکار کرتے

ہیں، حضرت ابو ذر سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت سے نزدیک رویت ثابت ہے، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، کعب احبار، زہری، ہبیر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا، اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دل سے دیکھا، اور مطلق روایت کو مستفید پر عمل کرنا واجب ہے، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اس حدیث کو امام ابن خزمیہ نے بھی روایت کیا ہے

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہ کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی کو روایت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو روایت قلبی پر محمول کیا جائے۔ اور روایت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائماً علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح روایت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے روایت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے، انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقاد ہی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہو گا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہ کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا کہ ”میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے“، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہ کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔ لہ

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی حدیث میں ہے، اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے، حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس اوراک کی نفی ہے وہ اوراک علمی و جبلاً احاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ روایت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔ لہ

۱۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۸ ص ۶۰۹-۶۰۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ مور ۱۴۰۱ھ
۱۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباچ علی صحیح مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ

شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا روایت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ روایت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس روایت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن خزمیہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں روایت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ ۱۷

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب امرا اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى، مَا ذَا غَرَّبُ بَصَرًا

طغی۔

(النجم: ۱۰، ۱۱)

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دہلا واسطہ کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد روایت بصری سے نہ کہ روایت قلبی، کیونکہ روایت قلبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور کلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں پھر کلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہم کلام ہوا۔ ۱۸

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ ۱۹

۱۷۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۹، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۱۸۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ذر اور حضرت ابراہیم الخیم نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے روایت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح صحیح روایت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفرق اقوال جمع ہو جاتے ہیں، پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس، عکرمہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابو ذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے، حسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے، اسی طرح ثمودی فتدلی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیر ہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے الوار آپ کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین اور ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو مشرف استجابت عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے: "جو شخص مجھ سے ایک بالشتت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں،" ۱۷

۱۷۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۳۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اعتقاد تھا کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محمد امین نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختاریہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ صوفیہ کا مختاریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراد ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراد ہے۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الحی قولہ) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر ہیبت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعة اللمعات ج ۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ مطبع تیج کار لکھنؤ

۲۔ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ

صوفیاء عظیم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب ہوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور ما زاغ البصر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں مٹی، آپ جنت اور اس کی تربیت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات کو محویت سے دیکھتے رہے اور وصاطعی کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں مٹے، ابو حفص سہروردی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا، اور سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ ۱۷

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

واقعہ معراج کی تاریخ

بہ کثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ معتقدین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد ومیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ حجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں ہی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الاخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ ۱۸

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضۃ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا ابن عمری نے شرح ذات الشفاد میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الاخر میں ہوئی اور روضۃ میں وثوق سے لکھا ہے کہ حجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا، ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ ۱۹

- ۱۷۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۱۸۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاد علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۱۹۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۷-۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں کھیند اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (نکلے سے نات تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کے معراج کو لائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوئے پھر وہاں ساٹھ گھنٹے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کہ دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بنا پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

واقعہ معراج تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی مفصل پورا واقعہ مذکور نہیں ہے، صحیح بخاری کی کسی

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

روایت میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شتی صدر کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں بزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ علی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے بزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اصرار اور نکات بیان کریں گے

فَنَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ وَبِالْاِسْتِعَانَةِ یَلِیْقُ۔

کتاب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جا رو دتھے میں نے ان سے پوچھا: یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے، انہوں نے کہا حلقوم سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ ۱

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے، ان فرشتوں کے متولی حضرت جبرائیل تھے، پھر حضرت جبرائیل نے آپ کے حلقوم اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا، پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا حتیٰ کہ پیٹ کو صاف کر دیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت اور رگوں میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔ ۲

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوحی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبرائیل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم شخصیت آج تک تم بہرہ سوار نہیں ہوئی، تب براق تھم گیا اور اس کا سینہ بہنے لگا۔ ۳

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، اس کا رنگ سفید تھا، جا روونے کہا: اے ابو حمزہ! حضرت انس (کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبرائیل

۱- امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲- صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، " " " " " " ۱۳۸۱ھ

۳- امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مجھے لے کر چلے۔ ۱۷

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مررت على موسى ليلة أسرى بي عند الكنثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبوره - ۱۷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کنثیب احمر کے پاس سے گذر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: ۱۷

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۱۷

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۱۷

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۱۷

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا، پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے حجر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہی نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سوار ہو رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹-۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۹۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸-۱۲۴ - ۱۲۰، ج ۵ ص ۳۶۵-۳۶۲، ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۲۔ حافظ احمد بن علی المنشی التیمی متوفی ۳۷۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰، ۱۴۰، ۱۳۵، دارالمأمون تراث بیروت، ۱۴۰۲ھ

اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا، میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلا نے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصاریٰ تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیرھی) لایا گیا جس پر بنو آدم کی رو میں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں وہ بیت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی، میں اور حضرت جبرائیل اس معراج پر چڑھے، حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا، اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ -

آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

(مدثر: ۳۱)

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوا دیا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا انھیں بلا یا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انھیں بنا یا گیا تھا، ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی رو میں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو عیسیٰ میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی رو میں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دسترخوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت

رکھا ہے، اور دوسری جانب اور محمان رکھے ہیں جن پر نہایت بد بودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بد بودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کو ٹھٹھریوں کی طرح ہیں ان میں سے حبیب بھی کوئی اٹھتا تو گر جاتا، اور کہتا اسے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعون جاور و نذر ہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سو دکھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے مونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے، مونسے سنا، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلمتیمیں کا مال کھاتے تھے دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل نٹکی، موٹی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے فحشیت کرنے والے اور جنجلی کرنے والے لوگ ہیں، اس حدیث سے اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو حارون عبدی متروک ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۷۱۹

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی

اسوی بعد الاذیہ کی تفسیر میں فرمایا: میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کر لیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم منہ پر بھرنا، آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیوں

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹۳۔ ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۱۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۷۔ ۲۵۴۔ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کوسات سوگنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیرے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچھا جا رہا تھا، اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی کہ پھر سر کچل دیا جاتا، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرصت) نازک کے وقت بھاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کائٹے دار و زخمت زقوم کو جانوروں کی طرح چرچک رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے ڈبچھیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سٹرا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سٹرے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو سر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعَدُوا بِلِصْرٍ تَعْدُونَ
اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو

ڈراؤ۔

(اعراف: ۸۶)

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کائٹے جا رہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں، پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر سے

۷۵۔ امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی تینھیوں سے کائٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ ابی نعیم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (موارد النظار ج ۱ ص ۳۹، طبع مکہ مکرمہ) حافظ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (علیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۷۲،

ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے، انہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بڑی) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے، اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گزرا ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوش گوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آرہی تھی، آپ نے پوچھا اسے جبرائیل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے، انہوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے موزے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹکڑے، میرا شہدہ میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے ہر مسلم اور مسلمہ سے اور ہر مومن اور مومنہ سے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شریک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آرہی تھیں، آپ نے فرمایا اسے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انہوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کرو جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق، میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا حقوڑا، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میرا گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا، مولیٰ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انہوں نے کہا اسے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ اسیدنا، محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے، جبرائیل نے کہا ہاں! انہوں نے کہا اللہ! ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انہیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں، انہوں نے اپنے رب کی شہادت کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

تمام تو ریضی اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

الحمد لله الذي اتخذ ابراهيم خليلا و اعطاني ملكا عظيما وجعلني امتا فانت الله يوتوني وانقذني من النار وجعلها على بردا وسلاما.

مخدک اور سلامتی کر دیا۔

ہوئے کہا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:
الحمد لله الذي حولني ملكا وانزل علي الزبور والاتي لي الحديد وسخر لي الطيور والجبال، واتاني الحكمة وفصل الخطاب.

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو، جنتوں اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور قلعے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی، اور میرے لیے پھلے ہوئے تانبے کا چمچہ بہا دیا۔ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سنرا دار نہیں ہے۔

الحمد لله الذي سخر لي الرياح والجن والانس وسخر لي الشياطين يعملون ما شئت من محاريب وتماثيل الآية و علمني منطق الطير وكل شيء واسألني عين القطر واعطاني ملكا عظيما لا ينبغي لاحد من بعدى.

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے توراہ اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر نزا داندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

الحمد لله الذي علمني التوراة والانجيل وجعلني ابرئ الاكهم والابصر واحي الموتي باذنه ورافعتي وطهرني من الذين كفروا واعاذني واهي من الشيطان الرجيم فلم يكن للشيطان عليها سبيل.

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نصیحت بنا دیا اور مجھ پر قرآن مجید کو نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنا دیا اور میری امت کو اول اور آخر بنا دیا، اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے

الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكافة للناس بشيرا ونذيرا وانزل علي الفرقان فيه تبيان كل شيء وجعل امتي خیرامة اخرجت للناس وجعل امتي امة وسطا وجعل امتي هم

الاولون وهم الأخرون وشرح صداری ووضعت عنی
وذری ورفعی ذکری وجعلنی فاتحاً وخاتماً۔
بوجھ آثار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے
والا اور انتہا کرنے والا بنایا۔
حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا انھی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا
ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔
امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الی بیت المقدس فجمع
لی الانبیاء علیہم السلام فقدمنی جبرائیل
حتی امتہم۔ ۴
پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں
میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت
جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے
سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس
میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پیش، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا
گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے
فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب
شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی
کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ الحدیث بطولہ۔ ۳

اس حدیث کو امام ابن ابی جرییر طبری نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے، امام
حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ۴

اس حدیث کو حافظ ابیہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور نکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں
کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ ۵

۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۰۱-۳۹۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۵۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۷۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹-۲۶۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۳-۶۷، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

حافظ البیہقی نے اس حدیث کو امام بزار کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔
 (اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔
 امام بخاری مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوا دیا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارا ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام میرے ہمراہ اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس دوسرے آسمان کے دربان نے کہا خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں عالم زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو صالح اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵-۲۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انہیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اناح صالح اور نبی صالح کے لیے، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھانے لگے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوا دیا۔ پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انہیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اناح صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں تو انہوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھانے لگے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا! پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرائیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انہیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اناح صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے نچلے مقام ہجر کے شکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اسے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فالمنتھی حینئذا موضع لا یتعداہ ملک ولا

یعلم ما وراہہ احد والیہ ینتھی اس و اح

الشہداء۔ ۷۔

سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جاسکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی رو میں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۹-۵۲۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۸۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ مصطفیٰ البابا اولادہ مصر

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبوائیل تخلف عنه فی مقام، لودنوت
انملة لاحترقت۔ ۱۷
علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وهو مقام جبوائیل وکان قد بقى هناك عند
عروجہ علیہ السلام الی مستوی العرش وقال
لودنوت انملة لاحترقت۔ ۱۸

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے،
(اور کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جبل جاؤں گا۔

یہ مقام جبرائیل سے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ
السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر
بھی قریب ہوا تو جبل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلی الرفرف و فارقتی جبوائیل۔ ۱۹

جبرائیل نے مجھے رفرف پر بٹھایا اور مجھ سے
جدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فارقتی جبوائیل ای فی
مقام قرب العلیل و قال لودنوت انملة
لاحترقت۔ ۲۰

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں
حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک
پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جبل جاؤں گا۔

علامہ عبدالوہاب شعرائی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل مشکوں کے برابر تھے اور اس کے
پتے ہفتی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا درآں حالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا، اور
کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی،
آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرائیل
نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جارہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت
کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان
دریائوں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہیٰ کے

۱۷۔ ملا نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲، ص ۲۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر

۱۸۔ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹، ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوٹہ

۱۹۔ قاضی عیاض بن مرسی مالکی متوفی ۵۴۲ھ، الشفاء ج ۱، ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۲۰۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح الشفاء علی ما مشی نسیم الریاض ج ۲، ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اور جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہا ہے اور اس سے کوئی چیز نیچے نہیں جاسکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہا ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جاسکتی، اور یہیں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اسی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے آگے ساتھ چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جبرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلاتا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معرفت جائے قیام ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صرف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال دیکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو، ہم اس کو لکھ رہے ہیں، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ آپ سے پیچھے رہ گیا، جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تو آپ گھبرائے اور اس عالم نور میں آپ حیران اور پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں واپس بائیں مجھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز کے مشابہ ایک آواز آئی:

قف یا محمد فان سا بک یصلی - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ٹھہریے آپ کا رب صلوات پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ حضرت ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

هو الذی یصلی علیک و ملائکته - وہ جو تم پر صلوات پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوات پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے نماز مراد نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت مثنیٰ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنے لگی، اور آپ کی آنکھوں نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگیے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنا یا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انھیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنا یا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجہ ذکر کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کے امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے نزل کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعلیین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مالِ فنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فرائض، خواتیم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر غصی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہر یا مبتدع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرة المنتہی پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نے اپنے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا، آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز دن اور رات میں پچاس نمازیں

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۰۳-۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب ہمارے یہ تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا مسد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچوں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد آپ نے فرمایا لبیک و سلبیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نبی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے یہ ہر نبی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گذشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گذشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آ گئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جلتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں

۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی، کہ وہ اونٹ اس اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا، ابو جہل نے کہا انہوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتائیے؛ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے، اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ ۱۷

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۱۸

امام بخاری روایت کرتے ہیں؛
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں منیر اب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر اٹھیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ ۱۹

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جس رات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن معتم نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے

۱۷۔ امام ابو جبر احمد بن حسین بیہقی منونی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۔ حافظ نوار الدین ابن کثیر منونی ۷۷۲ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ ھ
۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری منونی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ نے فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت، ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیے گئے آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے نوب فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابو بکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آ گئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا یہ خدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا) حضرت ابو بکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق ہو گیا۔ ۷

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے) صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گزرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور ہلکے رگائے لگا، اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بویا لہری ہوئی تھیں وہ گہرے اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انھوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابو بکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ ۸

۷۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۰۵ھ

۸۔ " " " " تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۸۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبد الرحمن قرظی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صورت اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جموں کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو موخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کو ناجائز نہ تھا۔ لہٰذا علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آگیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی روپ کر آگیا تھا اور یہ قافلہ بدھ شام کو پہنچا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان مخر بن حرب کو بلا یا۔ ابوسفیان اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرقل کی نگاہوں میں نہ چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا تم پر واضح ہو جائے؟ ہرقل نے کہا: ہاں وہ کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد مسجد ایلیا میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آگئے، مسجد ایلیا کا بطریق قیصر روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سوتے سے پہلے مسجد کے دروازے بند کیا کرتا تھا، اس رات کو میں نے تمام دروازے بند کر دیے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑھیٹوں (درکھانوں) کو بلایا انہوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر والی چوڑھٹ بیچے بیٹھ گئے ہیں، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کو اڑ کھلے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گذشتہ رات یہ دروازہ صرف نبی کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گذشتہ رات ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی گئی تھی۔ ۳۷

۱۔ امام ابو یوسف احمد بن حسین بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی ماہی منزلی ۱۱۲۲ھ، شرح المرآة اللدنیہ ج ۶ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۳۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

رات میں معراج کرانے کے اسرار | علامہ بدرالدین علینی لکھتے ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، اختصاص اور مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت اجباد سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کرامات سے نوازا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن علیہ اللیل ساری کو کیا۔

(انعام ۷۶)

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فاسر باھلك بقطم من اللیل۔

(حجر ۶۵)

جب ان پر رات تاریک ہو گئی تو انھوں نے
ایک ستارہ دیکھا۔

تو آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ باقی
حصہ میں لے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:-

فقال لاھلما مکثوا فی انست نادا۔

(طہ ۱۰)

جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو
بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت بنو اسرائیل کو مصر سے لے جائیں۔

تو میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ یقیناً
تمہارا تقاب کیا جائے گا۔

فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔

(دخان ۲۳)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شوق القمر کا معجزہ رات میں
ہوا، جن آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت
گئے، سو معراج بھی رات میں کرانی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا اللیل والنهار آیتین (اسراء: ۱۲)

وسخو لکم اللیل والنہام۔ (نحل: ۱۲)

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیوں بنا دیا ہے۔
اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

۴۔ رات اصل ہے، اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی
ہے، اور چاند کا چہرہ چمکتا ہے۔

۵۔ رات کو دن لازم ہے، لیکن رات کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روز محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطا الہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ لیلة القدر رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے

جمعہ ہیں۔

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ ام ہانی کے گھر سوئے، ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تعلق کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اتر اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جا کر آپ لیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آگئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کرایا، امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسل روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اسرار | حضرت ام ہانی کے گھر فرشتہ

چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا اچانک وقوع پذیر ہو نامزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے غلان عادی اور غیر معمولی راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور غلان عادت سے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شق صدر ہو گا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار | معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ

حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل سکونت کی وجہ سے ویسے ہی فضیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ فضیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چہرہ چاہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہو گا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہو گا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا حجرہ کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں ممنوع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

يا ايها الذين آمنوا لا تَدْخُلُوا بيوت النبي الا ان
يؤذن لكم - (احزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

بے شک جو لوگ آپ کو حجرہ کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف

ان الذين يتادونك من وراء الحجرات
اكتوهم لا يعقلون • ولوا نهد صبروا حتى
تخرج اليهم لكان خيرا لهم ط

۱۴۰۱ھ - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

(حجرات: ۵-۶)

لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ارسلت الی الخلق كافة لے

اس کا مقتضی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ جائز ہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کر بکاریں، سواگہ آپ اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں لے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئیں تاکہ فرشتے اپنا تک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام میں لے جائیں۔

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی فی نفسہ اس گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب ہر گئے اور وہاں بھی بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر میں آپ چند دفعوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں۔

شوق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق | آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طولیت میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقع پر۔

پہلی بار بچپن میں آپ کے شوق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو ٹٹا کر آپ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جا ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ لے

اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظ ابو نعیم نے روایت کیا ہے:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتداء کس چیز سے ہوئی، آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو، میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انھوں نے گدھی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا، پھر میرے پیٹ کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۲، " " " " " "

مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شق کر دو، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، تو انھوں نے ایک جے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسی ہوئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھوٹوں پر رحمت اور بڑوں کی توقیر سما گئی۔ لہ

اس حدیث کو امام محمد بن سعد، امام بیہقی، امام احمد، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ ابیہنٹی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔^۹

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبد اللہ بن جعفر از حلیہ سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:
 قال اتانی رجلان عیہما ثیاب بیض
 فأضجعتنی ثم شق بطنی فوادئہ ما ادری
 ما صنعاً۔ لہ

راپ نے حلیہ سعدیہ کو بتایا کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں بلبوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، بہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا رہی یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا۔

حافظ ابیہنٹی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ لہ
 حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ صدر روایت کو حافظ ابیہنٹی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

- ۱۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۲۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۲۰-۲۱۹۔ مطبوعہ دارالنفائس
- ۲۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
- ۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۳۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۷-۱۶، مطبوعہ نشر السنۃ مئتان
- ۶۔ امام ابو عبد محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۷۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۱ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ ۱۴۰۱ھ
- ۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۸، مطبوعہ دار النشر للکتب الاسلامیہ
- ۹۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہنٹی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۱۰۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ
- ۱۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہنٹی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمان ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

و شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انہوں نے مجھے جھکائے بنز لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کر دو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا، میں یہ منتظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا، (احمدیہ) اس حدیث کو امام عبداللہ نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

فا قبل الی یشیان حتی اخذ کل واحد منها بعضدی لا اجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه اضجعہ فاضجعانی بلا قص ولا هصر، فقال احدهما لصاحبه افلق صدراہ فہوی احدهما الی صدراہ ففلقها فیما اری بلا دم ولا وجع الحدیث رواہ عبد اللہ ورجالہ ثقات و ثقہ ابن حبان - ۱۰

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ کو درد ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حدیجہ رضی اللہ عنہا نے نذرمانی کہ وہ ایک ماہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ کو آواز آئی، "السلام علیک" آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی جن آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت حدیجہ کے پاس گیا، انہوں نے مجھے کپڑا اڑھایا، اور پوچھا اسے ابن عبد اللہ! کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے السلام علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ جن ہے، حضرت حدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل دھوپ میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے، انہوں نے مجھ سے باتیں کہیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انہوں نے مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انہوں نے تاخیر کی میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انہوں نے افق کو بھریا ہے، پھر جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان کھڑے رہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا، پھر میرے دل کو شق کیا، پھر دل کو

۱۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

باہر نکالا اور اس میں سے جو چاہا نکالا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور زخم بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح اٹا کیا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقواء "پڑھیے" میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقواء "پڑھیے" میں نے کہا میں کیا پڑھوں، اس نے کہا:

اقرا باسم ربك الذي خلق - اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا

(علق: ۱)

حتیٰ کہ اس نے سورہ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا۔ (احادیث) - ۱
اس حدیث کو امام ابو داؤد طیالسی نے بھی اپنی مستند میں روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸، علامہ سہیلی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا کی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔ ۲
حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ ۳
حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابو داؤد طیالسی کی سند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ ۴

میز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابو نعیم اصفہانی، امام ابو داؤد طیالسی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملی، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے القباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابو نعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

میر میری بار آپ کا شوق صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری ہی روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حلیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا فرشتہ آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جاووس سے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا حلقوم سے

۱۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵، مطبوعہ دارالتقاسم

۲۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الاعنف ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

۳۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۱۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت

۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

”هَذَا حِطُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ“ کے اصرار

سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اسے ابو ذر! جس وقت میں مکہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا، اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکالا، اور اس میں سے معزز شیطان (شیطان کے انگلی چھونے کی جگہ) اور جسے ہونٹے خون کو نکالا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھو جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھو جس طرح برتن کے اندر کی چیز دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیا، اور اس نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ (علامہ سہیلی فرماتے ہیں:) اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں مجملاً ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتے نے معزز شیطان (شیطان کے انگلی چھونے کی جگہ) اور جسے ہونٹے خون کو نکالا، اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرما دیا کہ فرشتے نے اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھوتتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حتہ نے یہ دعا کی تھی:

اِنِّیْ اَعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتِهَا مِنَ الشَّیْطَانِ

میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رحیم کے

شر سے تیرا پناہ میں دیتی ہوں۔

(دال عمران : ۳۶)

الرحیم۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چھو نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معزز کو نکال دیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی

گئی تھی، اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ علیہ السلام کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شتی صدر کا واقعہ و طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضاعت میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شتی صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شتی معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔

پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب شتی صدر ہوا تو آپ کا خون نکلنا نہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری انگلی میں پھانس بھی چبھ جائے تو بے گل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیوں کہ آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہوا (آکسیجن) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پورے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روز سے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ افطار اور کئی کئی دن کھانے پیے بغیر گزار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پیچھے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر ذرہ اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے اور آپ اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کی محتاج ہے۔

آپ میں تقدیس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدیس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب مغر شیطانی سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو مضر مقصد کی بلندیوں میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور ملائکہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں

۱۔ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السبیلی متوفی ۵۰۸ھ، الروضی الاف ج ۱ ص ۱۱۰-۱۰۹، مطبوعہ المكتبة الفاروقیہ لبنان،

اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی نشاندہی حاصل ہو، اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں سب حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اس لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے مس کے ساتھ مشرف ہو کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پڑوں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفیٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار | قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفیٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور انبیاء کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفیٰ کو کسی نزع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔
- ۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے، مثلاً دیدار الہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا، اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اور دل کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دی گئی۔

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

وما تاخر۔ (فتح ۲۰)

۷۔ عربی میں سونے کو ذہب کہتے ہیں اور ذہب ازہاب پر دلالت کرتا ہے اور ازہاب کا معنی ہے دور کرنا

تو ذہب کا طشت لاکر اس پر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست کو آپ سے دور رکھا۔

۸۔ ذہب کا معنی ہے جانا اور چونکہ یہ ذہاب الی اللہ (اللہ کے پاس جانے) کا موقع تھا اس لیے ذہب کا طشت

لایا گیا۔

۹۔ علامہ سبیلی نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی ظس تک آیات القرآن کے ساتھ لفظی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ عینی نے کہا کہ سونا تمام جڑوں میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے نقل کی طرف اشارہ کیا۔

شوق صدر کے اسرار کا تتمہ | حاکم ابن حنبلہ نے لکھا ہے: آپ کے سینہ کو شوق کرنا، دل کو نکالنا اور اس کو زمزم سے دھو کر پھر سینہ میں رکھ کر اس کو ہسی دینا، اتنے خوارقِ عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والی دہشت ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گزرے تھے اور جو ان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عالمِ عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکال یا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کسی قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی جبر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شوق صدر کے بغیر آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھریا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شوق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ آپ کی قوت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شوق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ
أَبْ كِي نَظَرَ الْبَصَرُ كَمَا جَلَسَ مِنْهُ مَبْثُورٌ
بَصْرٌ نَبِيٌّ بَصِيرَةٌ سَيَجَاوِزُ نَهْمًا كَمَا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ شوق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ محتض ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، امام طبرانی نے نبی اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔

براق پر سواری کے اسرار | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کرایا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم مکہ مکرمہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا! اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو پلک جھپکتے ہیں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منتہا بصر پر رکھتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پوتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو نعیم اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدانی علاقہ پر پہنچتا تو اتر جاتا۔

امام نسائی اور امام ابن مردودہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق چلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا تو حضرت جبرائیل نے براق سے کہا بہ خدا آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں مچلا تھا؟ علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے چلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق عورتی سے اچھل کود رہتا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرنے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے تو وہ خوشی سے جھومتے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُحد! ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ مچلتا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور "ولسوف یعطیک ربک فترضی" کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور "مشفق" میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب تقامی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل نے براق کی رکام پکڑی ہوئی تھی۔ اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو ہزکاتے ہوئے چلے اور ہم کو اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قصہ معراج صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ

کے ساتھ بیٹھے۔ ۱

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کو لانی گئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ۲

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شمار اللہ آئندہ سطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا، حالانکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنہوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا، یعنی انبیاء علیہم السلام بیک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے، انہوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے۔ ۳

علامہ دمشقانی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ ۴

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۲۵-۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۱، ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔ امام بیہقی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ لے

علامہ عبد الوہاب شرعی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی نیک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن ہو تو مان لو، اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو، اور تمہارے لیے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو العیاذ باللہ آپ کا ارشاد غلط ہو گا! لے

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جیسے انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا مثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صرف یہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں قدر بھی اور ایک وقت میں

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ عبد الوہاب شرعی متوفی ۹۷۳ھ، ایواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہرہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود تقاریر بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمشال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آگئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں اول آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاص ظاہر ہے۔ لے شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اصلیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں جسموں کے ساتھ تعلق تھا یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورتہ منظر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا اور حضرت جبرائیل کو بتانا پڑا، کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورتہ منظر ہوں تو پھر ان کو اجسام مثالیہ کہنا درست نہیں ہوگا، درحقیقت اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے ساتھ صورتہ مماثل ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، اسی طرح اجسام متعددہ میں بھی ایک روح بہ یک متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اس لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اسی لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے متعدد بار دیکھا۔ باقی رہا حضرت جبرائیل کا تعارف کرنا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہچانا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا تعارف کرنا اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا تھا اور اپنی خادمانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

صوفیاء کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تم کرسی پر بیٹھے ہو تو بتاؤ کرسی کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کرسی کے نیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کرسی کے نیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر بیٹھے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضہ انور میں جلوہ فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، ناسرین کے سلام کا جواب دیتے

۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۶۵-۶۶، مطبوعہ تاج کپی لمیٹڈ کراچی

ہیں، ان کی درخواستوں پر توجہ فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں، آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں کسی کی ناز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی تم راسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا | قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلو علی الارد اللہ علی ما وحی حتی ارد علیہ السلام۔ ۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا | قبر انور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف

پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ادس بن ادس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ايامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخة و فیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیہ فان صلواتکم معروضۃ علی قال قالوا یا رسول اللہ وکیف

حضرت ادس بن ادس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ پہنوش ہوں گے سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو،

۱۰۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۵۲۷، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۱۱۔ امام احمد بن حنبل مترقی ۲۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعرض صلواتنا عليك وقد ارمت قال يقولون
بليت فقال ان الله عز وجل حرم على
الارض اجساد الانبياء - ۱۷

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے
عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم تو رقبہ میں برسیدہ ہو
چکا ہوگا، پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا
آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے
اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم من صلى علي عند قبري
وكل بها ملك يبلغني وكفى بها امو دنيا
واخرة وكنت له شهيدا او شفيعا - ۱۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص
میرے قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود
کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے
پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور
آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی
گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه
وسلم قال من صلى علي عند قبري سمعته
ومن صلى علي نائيا ابلغته - ۱۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے
میرے قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں،
اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی (معجم کبیر سے) سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابي السدداء قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اكثروا الصلوة على
يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهد
الملائكة ليس من عبد يصلي علي الا بلغني
صوته حيث كان قلنا وبعده فالتك قال:
وبعد وفاقي ان الله حرم على الارض
ان تاكل اجساد الانبياء -

حضرت ابو سدداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے
دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کیونکہ اس دن فرشتے
حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس
کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے
عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری
وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء

۱۷ - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۱۸ - امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

۱۹ - شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، " " " " " " " "

۲۰ - علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلا الاقیام ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ توریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ تھانوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر بوادر النوادر میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا ممکن اور مدلل جواب "ذکر بالجہر" میں لکھا ہے۔ ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا
قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے متعلق
امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزيز قال لما كان
ايام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله
عليه وسلم ثلاثاً ولم يبرح سعيد بن المسيب
من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة الا
بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه
وسلم ۱۸

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حترہ
میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی
گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں
میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انہیں نماز کے وقت
کا صرف اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا
قبر میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم
پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:
امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم حياتي خير لكم ينزل على
الوحي عن السماء فاخبركم بما يحل لكم و
ما يحرم عليكم وموتى خير لكم تعرض على
اعمالكم كل خبيس فما كان من حسن
حمدات الله عليه وما كان من ذنب
استوهب الله ذنوبكم ۱۹

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی
میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے
وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں
اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ
ہر جبرائیل کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے
ہیں، ایک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور
جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالیٰ
سے مغفرت کی التجار کرتا ہوں۔

۱۷۔ ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

۱۸۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
۱۹۔ علامہ عبد الرحمن بن علی محمد ۵۹۷ھ، الوفاہ باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰، مطبوعہ مکتبہ ترویج رضویہ فیصل آباد

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لله ملائكة سیاحین یبلغون عن امتی السلام قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما ۲ ایت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت من شر استغفرت اللہ لکم رواہ البزار ورجالہ ۲ رجال الصحیح ۱۰

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو بُرا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

جو شخص آپ کی قبر النور کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات (ظاہرہ) میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرتے، ان کے احوال، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جاننے میں آپ کی حیات اور وفات، میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

ویستحضرا علمہ بوقوفہ بین یدایہ و سماعہ لسلامہ کما ہو فی حال حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاہدۃ لامتہ و معرفتہ باحوالہم و نیاتہم و عزائہم ونحو اطرحہم و ذلک عندا جلی ۱۰

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان تبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ

۱۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۷۸۰ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۲، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ
۱۱۔ علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدیہ مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

وانہ یسر بطاعات امتہ و یحزن بمعاصی العصاة منهم ۱۷
 بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دیکھو رسول علیکم شہیدا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
 یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:
 وبا چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء است یک کس را درین مسد خلافت نیست کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے ثائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مرہب است۔ ۱۷
 قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ ۱۸
 علامہ امت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً زندہ اور دائم و باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شمس الحق عظیم آبادی (غیر مقلد) نے بھی یہی لکھا ہے ۱۹

- ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، السکاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۲۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیز بی ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی
- ۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی ہامش اخبار الاخیار ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند
- ۴۔ شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر
- ۵۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ، عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا | قبر النور میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے
حافظ ابیہی لکھتے ہیں:

عن عبد قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان الله عز وجل قد رافع لي الدنيا فانما
انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم
القيامة كأنما انظر الى كفى هذه جليان
جلاه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم كما
جلاه للتبيين من قبله واذا الطيراني
ورجاله وثقوا على ضعف كثير في سعيد
بن سنان الرهاوي . ۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ عز وجل
نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا
کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہوتے والا
ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں
اپنی اس سستی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو
اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے
نبیوں کے لیے منکشف کیا تھا۔ اس حدیث کو
امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں
ایک راوی سعید بن سنان بہت ضعیف ہے،
اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق
کے گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا | امام بخاری

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول من رافى في المنام
فسيراني في اليقظة ولا يتمثل الشيطان
بي . ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں
دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور
شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۷ھ
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبع مجتہانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔
- ۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰، ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر حیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی تمہیں ہوں، فصحا ربنا د کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی سترہ مرتبہ زیارت کی، ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ سے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطا اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انہوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پک چھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور نقول ذکر کرنے

کے بعد لکھا ہے کہ فلا صہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انھوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روہیں لوٹا گئی ہیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوم اور سلفی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

- ۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابو نعیم نے علیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔
- ۲۔ امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

۳۔ امام اکرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے، امام اکرمین نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ رویت، رویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ رویت قلبی ہے جو رویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ

کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں پاکسی اور صورت میں آتے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس منتن ہوتی ہے، اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں رہے، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں (اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہوگی اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، ہمارے اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منظر آئے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مبین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انہوں نے آپ کے اجسام مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی۔)

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبر میں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تناقض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ ۱۰

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے، علامہ شافعیہ میں سے امام غزالی، بازرعی تاج سبکی، عذیف یافعی اور علامہ مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمبرہ، اور ابو جمبرہ نے اس کی تصریح کی ہے منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی ۱۱

۱۰۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸-۳۵، ملخصاً، مطبوعہ دار اجیاء التراث العربی بیروت
۱۱۔ علامہ ابن حجر مکی متوفی ۸۰۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

شیخ نور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شترانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے، میزان النثر لعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۲، راجع الانوار القدسیہ ص ۱۱، سعیدی غفر لہ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الوقایہ) امام شترانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفتار کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شترانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت مستحقیق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ لہ

”جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا،“ اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔

اجسام مثالیہ کا تعدد | صوفیاء اور فقہاء جو اجساد مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے، امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (جی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر پہلے سے

عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ ان رجلا کان یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابن لہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احبک اللہ کما احبہ ففقدا اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بیہ اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ ینتظرك فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکذہ

۱۔ شیخ نور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

موجود تھا اور انتظار کر رہا ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (ہیکٹ) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے، جو ان واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
فیه اشادتہ الی خرق العادة من تعدد الاجساد
المکتسبة حیث ان الولد موجود فی کل باب من
البواب الجنّة۔
نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لہم
الارض وحصل لہما ابدان مکتسبة متعددا
وجدوا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد۔

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سویا کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے، اور اسی وجہ سے

بعض محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ یکے از ایشان بمکانے رود و در مکانے اول شہ ہے و مثلے در بدل خود بگذارد و سادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجسام و ارواح ثابت کردہ اند کہ آن را عالم مثال گویند الطیف از عالم اجساد و اکشف از عالم ارواح و ظہور ارواح و صور مختلف مبنی بر آن سانحة و ظہور جبرائیل علیہ السلام بصورتہ وحیہ کلبی و تمثل او مریم را بصورت بشر سویا الخلق ازاں عالم سے وارند و نبار علیہ بیاتر بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم و بیگزہ شامے در قبر متمثل

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ اداویہ ملتان، ۱۳۹۰ھ
۲۔ " " " " مرقات ج ۲ ص ۱۳۱، " " " " " " "

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

باشد و آنحضرت اورا در پرد و مکان مشاہدہ نمود لے

یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں: یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ ۱

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: محمد بن اکھضری مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب بانش ہوتے تھے۔ ۲

نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں: امام شعرائی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، اور کچھ اولاد بلا دمجم میں تھی، اور کچھ بلاد ہند میں، اور کچھ بلاد تکرود میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے، اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انھی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ ۳

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے چلتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیت سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح

والانفس الناطقة الانسانية اذا كانت قد سبقت قد تنسلخ عن الابدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصورا ابدانها او بصورا اخرى كما يتمثل جبرائيل عليه السلام ويظهر بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما جاء في صحيح الاخبار حيث يشاء الله عز وجل مبقاء تعلق لها بالابدان الاصلية يتاقي

- ۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، جذب القلوب ص ۱۵۳، مکتبہ نعیمیہ لاہور
 ۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۴ھ، فیصلہ مفت مسئلہ ص ۱، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور
 ۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور
 ۴۔ " " " " جمال الاولیاء ص ۲۰۲

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

معہ صد و افعال منها کما یحکی عن بعض
الاولیاء قد است اسرارہم انہم یرون فی
وقت واحد فی عداۃ مواضع (الی قولہ) وانکارہ
مکابرة لاتصدرا لامن جاہل او معاند (الی قولہ)
وادعی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یرى فی عداۃ
مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف
یصلی وقد تکلموا الکلام مستوفی فی ذلک وصم
انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام
یصلی فی قبرہ عند الکثیر الاحمر و ساءہ ف
السماء و جری بینہما ما جری فی امر الصلوٰۃ
المفروضۃ و قد رای صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسی
علیہ السلام فی السموات مع ان قبورہم فی
الارض ولحم یقل احدانہم نقلوا منها
الیہا۔ لہ

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد
جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر
ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے،
جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا
ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی
ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ
رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے
اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیر احمر کے پاس
ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی
دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض
نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب مہراج نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام دود سے
انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ
ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا
کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے
تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید آلوسی، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی، علامہ عبد الوہاب شمرانی، ملا علی قاری،
شیخ عبد الجنت محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ ہاجر مکی، شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی مزید عبارات
سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت
کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال بزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ
ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے
ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ
بعینہ موجود ہیں تو یہ تکثر جزی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے
سو اس جگہ آپ نہ ہوتے بلکہ آپ کا غیر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بہر حال

۷۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۶۹ ۱۳۰۷ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۶۔ ۳۰۵، ملخصاً مطبوعہ مطبعہ الحجاز کراچی

تفایر سے اس لیے یہ تکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور بادلائل ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے توشہ آخرت ہوا فقیر کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دے۔ ما شاء اللہ ولا اقوة الا باللہ العلی العظیم۔

مشبہ معراج عالم برزخ کے واقعات دکھاتے جانے کے اسرار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ جاتے ہوئے رات

میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں روکتے تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واعظ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے عذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اسی طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو عذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو مشل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فتنہ انگیز کی تمثیل کہ ایک ذرا سے شرکات میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بد بو دار اور سٹرا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح سڑے اعمال کی جتنی سنرا میں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے عذاب کی پیشگی مثالیں تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائے کے اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی،

ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب کے بعد جب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے اور سب نبیوں کو آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلانا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھما کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:-

۱۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل مہیا نہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کس طرح کرتے! اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی ہوئی تھی، انھوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں اور جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دعویٰ کی صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولئک الذین ہدی اللہ فبہد اھم اقتداء

(انعام، ۹۰)

یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوایں تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصف متیا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر ملتا تھا اور آپ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز کیا پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زیادہ ہو گیا، اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی افضلیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صف بنائے تاکہ باندھے کھڑے بٹھے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرش عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ ذی قعدہ اور فکات قاب قوسین اور ادنیٰ پر پہنچے اور تجلیات الہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالم میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی تو ان کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ سو ان مجید میں ہے:

اور اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں

سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے

دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائیں جو اس

(شرعیات) کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم

ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی نصرت

کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لَمَا ایتکم

من کتب و حکمۃ شرچاء کم رسول مصدق

لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال

واقربتم واخذتم علی ذلکم امری

قالوا اقربنا قال فاشہدوا وانا معکم

من الشاہدین ہ فمن تولی بعد ذلک

آسمانوں پر جانے کے اسرار مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

پھر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوا دیا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت کی جس مخصوص شان ہر آدمی سے لے جایا جا رہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھلتا ہے، توبہ کی قبولیت انھی کے ذریعے آئے ہے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلے گا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گزرنے کے اسرار سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے، نیچے والے اس

سے اوپر نہیں جاسکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہیٰ ہے اور والے سدرہ سے نیچے نہیں جاسکتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے، معلوم ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گزر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جاسکتا اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد بنائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گزر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جاسکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آسکتے، معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کی مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے کہا اگر میں ایک پورے کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی جل جاتے، اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہرگز نہ جلتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چلی اور نہیں جلیں تو جبرائیل کیسے جل جاتے ایہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر بن کر چلے تھے تو سدرہ سے نیچے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چپٹ کر چلی تھیں تو سدرہ کے پار گزر گئیں، اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفرین ہیں:

بد و گفت سالار بیت الحرام
چوں در دوستی مخلص یافتی
بگفتا فراتر محب کلم نمائند
اگر بحیثے موٹے بزنو پریم

کہ اسے حامل وحی برتر خرام
عنائم و صحبت چیرا تانستی
بماندم کہ نیرشے بالم نساند
فروزخ تجلی بسوزد پریم

قف یا محمد فان ربك یصلی کے اسرار | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اگے رفتون (سبز رنگ

گو گھبراہٹ اور وحشت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کی،
قف یا محمد فان ربك یصلی -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو زائل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:

هو الذی یصلی علیکم وملائکتہ - وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ نماز کے معنی میں نہیں رحمت (درو) کے معنی میں ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر دیتا کیلئے آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے نماز کی طرف منتقل کر کے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر کے زائل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا، کیونکہ گھبراہٹ اور وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھبراہٹ ہی پیدا نہ کرتا تھی کہ اس کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو لوگو جان لو یہ جسمانی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

نیز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بہلتا ہے تو صرف حضرت ابو بکر سے بہلتا ہے، غار ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابو بکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابو بکر کی آواز سے تسکین ہوئی، قبر انور کی تنہائی میں حضرت ابو بکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابو بکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوئے

تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی نمازیں

نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جلتیے اور نمازیں کم کراتے تھے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔
 اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً
 پچاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم
 تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کہنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی
 سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم
 کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشاق
 دیدار سے تازہ پانچ نمازیں کہ بار بار حرمیم ناز میں جارہا تھا، یہ حس اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ
 فرض کی جاسکتی تھیں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے
 ہوئے دیکھا، سارے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے
 دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت
 موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہونی تھیں اور یہ دلیل قائم کرنی تھی کہ قبر والے سفارش کرتے ہیں اور
 دنیا والوں کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پچاس سے پانچ ہو گئیں!

الصلوة معراج المؤمنین کے اسرار | نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ لے کر آئے اور فرمایا
 تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا
 حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت
 کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوہیت کے
 جلووں میں ڈوب جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ
 لے کر آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ
 عظیم کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی نمائندگی نماز میں حالت قیام ہے، دوسری
 حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے لے کر سدرہ المنتہیٰ تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے
 اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء دنی فتدلی فکان قاب قوسین اودائی تک
 پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے قائم مقام نماز میں سجدہ
 ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کہ اپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن
 مجید میں ہے:

آپ سجدہ کریں اور ارہام سے مزید قریب ہوں

واسجدواقترب۔ (علق: ۱۹)

سلامہ اوسی نکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثربان سے مرفوعاً روایت ہے: تم بجز تہ سجودوں کو لازم کر لو گنیز کچھ تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ لہٰذا علامہ قرطبی مالکی نکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، ہمارے علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی عبودیت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے، اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تر بندہ جتنا اس کی صفت عزت سے نزدیک ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی کہ جس جگہ پیر رکھے جلتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا

کفار قریش کو دے رہے ہوتے جوابات کے اسرار

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ بنو فلان کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلان اور فلان جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہو گئی، کیونکہ قافلہ والوں نے بتایا کہ کسی نے اس پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرا یا اور وہ پانی ختم ہو گیا، دوسرے اس سے معراج جسمانی پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بیدہ سے مکہ بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عادیہ منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلی اللہ

۱۔ علامہ سید محمود اوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۷ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا، اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جانے پر وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جائز ہے، شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا۔

۷۔ عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذب بنی قریظ قتلت فی الحج فجلی اللہ فی بیت المقدس الحدیث متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ جس اس کی کذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہو سوا یا ہی شبہ حدیث سابع لحدیث میں ہوتا ہے جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے کعبہ کا کوئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اولیاء میں سے کسی کی زیارت کرتا ہے آیا یہ قول صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے لیے کرامت جائز ہے علامہ شامی لکھتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی بحث میں کھر چکے ہیں کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس فضا کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا اور یہ پڑ سے حوصلہ کا کام ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے اور پہاڑ طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ

۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوار ص ۱۳۷، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء

۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۶ھ

نے معنی ذات کو اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا: ما زاخر البصر وما طغی۔

اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پر جلال ہے کہ اگر اس کو وہ پاڑ پر نازل کرتا تو پاڑ پڑ پڑہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر تیس سال تک لگا تا کہ کلام الہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے الطینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام ہوا ان آنکھوں پر تھبوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی سہا نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیس سال کلام الہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں علاوہ نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جنت میں ہم اگر خدا کے فضل سے جنت میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جاسکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں! کسی واقعہ کو سچوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے اور سچ کہا لیکن کسی نہ کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا سارے انبیاء صادقین آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء اور صاحبین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پاسکتی توجیب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا! اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، انسان، جن، فرشتے اور سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، مسخ کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہاد دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دیتے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر انہوں میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

تو تمام نبیوں کی شہادت میں مکمل ہو گئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ نے کی سب نبیوں نے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرع ہے اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہو گیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا صادق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب نبی قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے نکات کا اشتباہ کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں، میں نے جو اسرار اور نکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر بکھتا ہوں اور با وضو اور قبلہ رو بیٹھ کر بکھتا ہوں اور بکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق بکھنے کی توفیق دے اور بکھنے سے پہلے، بکھنے وقت اور بکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات نہ لکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے، میں نے ان مختلف آثار اور مذاہب میں سے اس رائے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابروئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء، ولا حول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

الہ العالمین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما! میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پر مستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تاقیام قیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید، موثر اور مفید رکھنا، تمام شروعات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرمانا، اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور میری حسنت کے لیے صدقہ جاریہ کرنا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور صحیح کر، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جملہ مسلمین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، دارین میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، روح اور ایمان عطا فرمانا، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرمانا۔ امین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلى آلہ واصحابہ اجمعین۔ واخذ دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلى الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجه الطاہرات امہات المؤمنین وعلى العلماء الراشخین اجمعین الی یوم الدین۔

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟

بَابُ مَعْنَى قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَى نَزْلَةَ
أُخْرَى وَهَلْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ رَأْيَهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زر بن حبیش سے قرآن مجید کی آیت فکان قاب قوسین او ادنیٰ "پس دو کمانوں کے دو سروں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے" کی تفسیر پر بھی زر بن حبیش نے کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پروں تھے۔

۳۳۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الزَّيْنِبِ الزُّهْرِيُّ أَنِي نَاعِبًا وَهُوَ ابْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ نِسْرَةَ بِنْتُ حَبِيشٍ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَرَأَى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ما کذب الفواد ما رآی "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَاحِضُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ نِسْرَةَ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى قَالَ رَأَى جِبْرِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لقد اداى من ايات دبه "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دکھیں" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۳۲ - حَدَّثَنَا عَيْبَةُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ نَاحِضُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ مِمَّا رَوَاهُ بَنُو حَبِيشٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَقَدْ تَرَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّي الْكُبْرَى فَكَانَ تَرَأَى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ولقد اراہ نزلت اخری "اور انھوں نے تر وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

۳۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاحِضُ بْنُ مُسَهْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَقَدْ تَرَأَى نَزْلَةَ أُخْرَى قَالَ تَرَأَى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

کو دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

ابو علیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے ما کذب القواد مارای ولقد رآہ نزلتہ اخری "ول نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ نیک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، اس موقع پر حضرت عائشہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "ابو علیہ" یہ حضرت مسروق کی کنیت ہے۔ میں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تیزوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پرچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک لگا کر بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین! ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ولقد رآہ بالافق المبین "اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد رآہ نزلتہ اخری "اور انہوں نے تو وہ

۳۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَى اللَّهَ بِقَلْبِهِ۔

۳۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجَعِيُّ جَمِيعًا عَنْ وَكَيْعٍ قَالَ الْأَشْجَعِيُّ نَا وَكَيْعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَصِينِ أَيْ بَعْثَةً عَنْ أَبِي عَالِبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْقَوَادُ مَرَّاهُ وَلَقَدْ رَأَى نَزْلَتَهُ أُخْرَى قَالَ رَأَى اللَّهَ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ۔

۳۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُصَيْنُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا أَبُو جَهْمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

۳۲۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِمًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا بَا عَائِشَةَ ثَلَاثَةٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ رَأَى أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَرَّاهُ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِمًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ انْظُرِي نِي وَلَا تُعْجِلِي نِي أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَى بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَلَقَدْ رَأَى نَزْلَتَهُ أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا رَأَى عَلَيَّ صُورَتَهُ الَّتِي خَلَقَ عَلَيْهَا غَيْرَهَا تَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ مَرَّاهُ مُنْهَيْطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظْمًا

خَلَقَهُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَتْ أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ
 أَوَلَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا إِلَى قَوْمٍ إِنَّهُ عَلَيْهِ حَكِيمٌ
 قَالَتْ وَمَنْ نَزَعَنَا أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
 فَقَدْ أَغْطَرَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ
 لِيَأْتِيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
 وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ قَالَتْ
 وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَيْبٍ
 فَقَدْ أَغْطَرَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ
 قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ
 إِلَّا اللَّهُ -

جلوہ دوبار دیکھا ”ام المؤمنین نے فرمایا اس امرت
 میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو حضور نے
 فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں، حضور نے ان
 دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل
 صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پیدا ہوئے
 تھے (آپ نے فرمایا) میں نے ایک مرتبہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا
 کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جسامت
 نے تمام آسمان وزمین کو گھیر لیا ہے، پھر ام المؤمنین
 نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تبارک نے فرماتا
 ہے لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو
 اللطيف الخبير۔ ”انکھیں اسے احاطہ نہیں کرتی
 اور سب انکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف
 اور خبیر ہے، اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا
 مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ
 حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ اللَّهُ عَلَى حَكِيمٍ
 ” اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے
 بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں
 ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت
 سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل
 کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے، پھر
 ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپایا اس
 نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
 رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ” اسے رسول
 جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک
 پہنچا دیجئے، اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہیں کیا تو
 آپ نے فریضہ رسالت کو ادا نہیں کیا، اور جو شخص یہ کہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ربالات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائیے بغیر، کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر چھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ آپ فرمادیں گے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (ربالات) کوئی نہیں جانتا۔

امام مسلم نے سند سابق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپانے، واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک ذوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبیدہ وتخشى الناس واللہ احق ان تخشاه۔

اور اسے محبوب یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ دینے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تمہاری یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایت کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن داؤد کی روایت زیادہ مفصل ہے۔

۳۲۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ يَهُذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُكَيْتَةَ وَنَا دَقَاتِلُ وَكَوْكَانُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكُمْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذْ كُنُونَ لِلذِّقِّ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ تَمَّ وَجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتَخْفَى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ سُنَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا إِسْبَعِيلٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي لِمَا قُلْتُ وَسَأَقِ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَحَدِيثُ دَاوُدَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ۔

۳۵۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَيُّهَا سَامَةَ قَالَ ثَنَا زَكْرِيَّا عَنِ ابْنِ أَشْوَعٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُودٍ قَالَ بَلَغْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيُّنَ قَوْلُهَا تَعَالَى فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى فَأَلْتُ اسْمًا ذَلِكَ جِبْرِيْلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةٍ تَوَجَّاهُ فَرَأَيْتُهَا أَنَا فِي هَذِهِ الْكُمَّةِ فِي صُورَةٍ تَبِ السَّبْحِ هِيَ صُورَةٌ تَهْ فَسَدَّ افْتَى السَّمَاءَ -

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَيْفٌ عَنْ يَزِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرًا أَمْرًا -

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي نُوْرٍ وَحَدَّثَنِي حَنَّابُ بْنُ السَّائِبِ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ مُسَلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامُ بْنُ كَلْبٍ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُ فَقَالَ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ كُنْتُ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُورًا -

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ عَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

مسرود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ تو وہ نے فتدالی فکان قاب قوسین او ادنیٰ فآوحی الی عبده ما اوحی اور پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوسے اور محبوب کے درمیان کمان کے دو سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر وحی فرمائی اس نے اپنے بند سے کہ جو وحی فرمائی، حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہوگی

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (خالق) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملا ہوتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا، حضرت ابو ذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبد اللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابو ذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خالق) نور کو دیکھا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائی فرمایا:

عَلَيْهِ وَالِهُ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ
اللَّهَ لَا يَتَنَا مُمْ وَلَا يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَيَامَ يَحْفِضُ
الْقِسْطَ وَيُدْفَعُ يَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ
عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ
حِجَابُهُ النَّوْمُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا
لَا حَرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَعْرُهُ
مِنْ خَلْقِهِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ
وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا.

شان کے لائق ہے۔
۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔
۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے
اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے
ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا
ہوا ہے (ایک روایت میں نور کی جگہ نار کا لفظ
ہے)۔

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات
کی شعاعیں منتہا دبصر تک تمام مخلوق کو جلا
دیں گی۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں
کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلا نے کا ذکر
نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب نور ہے۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اَخْبَرَنَا جَرِيرٌ
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِيْنَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ
ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهِ
وَقَالَ حِجَابُهُ النَّوْمُ.

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر
ہمیں چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے
اور نہ سونا اس کو نہ یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے
پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے
حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے
اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَلْمُنْذِرِ وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو
بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَامَ فَيَتَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ اَنْ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَنَا مُمْ وَلَا يَنْبَغِي
لَنَا أَنْ نَيَامَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَحْفِضُهُ وَيُرْفَعُ
إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ.

اس باب کی احادیث میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے
یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے
مضامین میں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا | حدیث نمبر ۳۴ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے قرآن مجید سے کچھ چھپایا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورا قرآن امت تک پہنچا دیا اور کیونکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس سے ثابت ہوا کہ آج امت کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید محفوظ ہے یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حضور نے اس کو ہم تک پہنچا دیا۔ لہذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کا ایک تہائی ہے باطل ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرائیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعة عشر الف آیتاً

نوٹ: قرآن مجید میں چھ ہزار دوسو اور چند آیتیں ہیں۔ نیز شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس قرآن کو حضرت جبرائیل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول: ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما انزل الا کذاب وما جمعه وحفظه کما نزلہ اللہ تعالیٰ الی بنی طالب علیہ السلام واثمہ من بعدہ علیہم السلام

جابر بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے پورے قرآن کو جس طرح وہ نازل ہوا تھا محفوظ کر لیا ہے وہ بھوٹا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا تھا، اس کو اس طرح صرف حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے اماموں نے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان | حدیث نمبر ۳۲۸ میں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید

کی کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے!

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک من وجک و اتق اللہ و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاه فلما قضی فیہا

اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپا

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۴۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران
۲۔ " الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۸، " " " " " "

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں) لوگوں کی (طعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے (قطع نکاح کی) غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ (اس کے بعد) مومنوں پر اپنے منہ بوسے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی حرج نہ ہے، جب وہ (ان کو طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

وطرا و جنکھا لکی لا یكون علی المؤمنین
حد جفی ازواج ادعیانہم اذا قطنوا منہن
وطرا وکان امر اللہ مفعولا

(احزاب: ۳۷)

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بوسے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی سمیہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام کو اپنے حسب اور نسب کی فقہیت کی بناء پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرة من امرہم کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں۔ (احزاب: ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے ہوئے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا پچیس سیر غلہ اور تقریباً تین من کھجوروں کے مہر کے عوض حضرت زید بن حارثہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ نکاح کے بعد عموماً ان میاں بیوی میں بحث و تکرار اور چپقلش رہتی تھی۔ حضرت زینب عموماً اپنے حسب و نسب کی بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آ کر حضرت زینب کی شکایت کرتے اور انہیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گزرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آجائیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپیگنڈا کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیسا نبی ہے جس نے اپنے منہ بوسے بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے خود نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے جب زید بار بار آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ بہر حال ایسا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کر لیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا ہوتا ہے نہ اس کی بیوی حقیقی بیوی ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اسوہ اُس کے لیے دلیل اور حجت بن جائے۔ ۱

چنانچہ ایسا ہی ہوا زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”ذو جنکھا“ ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی پیغام، عقد نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حضور کی زوجیت میں داخل ہو گئیں اور یہ ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شاندار ولیمہ کیا تھا، سورہ احزاب کی دو آیتوں (۳۷-۳۸) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

”اے محبوب اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کرنے والا تھا اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے (عدت کے بعد) نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم پورا ہو کہ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرض کر دیا، اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ طعن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مقصد کیا ہوا کام اٹل ہوتا ہے۔“

بعض فقہ گروا غظوں نے ضعیف اور مطعون روایات کی بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی نازیبا باتیں لکھ دی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تشریح اور تفسیر وہی ہے جو ہم نے معتبر حوالوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور مختار ہیں اگر وہ کسی امتی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہونا ہے۔

نور انیٰ ارہ کی تحقیق | حدیث نمبر ۳۵۱ میں ہے: نوٹ انیٰ ارہ، اس جملہ میں انیٰ کو کئی طرح پڑھا گیا ہے۔

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی ج ۲۲، ص ۲۶-۲۷، دار احیاء التراث العربی بیروت

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

نورانی اداہ کو محمد بن نے کئی طرح پڑھا ہے ایک صورت یہ ہے "نورانی اداہ" وہ خالق نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں، علامہ نووی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابو ذر کی اس کے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تفسیح ہے کہ میں نے خالق نور کو دیکھا ہے اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے "نورانی اداہ" اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا میں نے اس کو دیکھا ہے" یہ ماضی کی حال سے حکایتہ تبخیر ہے۔ اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "نورانی اداہ" اللہ تعالیٰ خالق نور ہے اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انی اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔"

آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہ کے

دیدار کا اثبات

عبداللہ بن قیس اپنے والد یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر چاکی ہوگی۔

بَابُ اثْبَاتِ رُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ

لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

۳۵۶ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ وَأَبُو عَسَّانَ الْمِسْعِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الصَّمِدِ وَالثَّقَفِيِّ لَابِي عَسَّانَ قَالَ نَأْبُو عَبْدِ الصَّمِدِ نَأْبُو عَمْرِو بْنِ الْجَوْثِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّاتٍ مِنْ ذَهَبٍ ابْتِهُمَا وَمَا فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَ الْعُيُومِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رُؤْيَا وَرَأَوْا كَبِيرًا عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ .

۳۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَأْبُو حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ ابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ فِي عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صَهْبِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

عَلَيْهِمْ وَآلِهِمْ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ
قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا
أَنْ يَدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ نُبَيِّضْ وَجُوهَنَا لَكَ
مُذْ خَلْنَا الْجَنَّةَ وَنُنَجِّيكَ مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُكْشَفُ
الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ
النَّظَرِ إِلَى بَرِيهِمْ عَزَّ وَجَلَّ

ہے جس کو میں پررا کروں، جنتی عرض کریں گے اسے
بارالہ کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے کیا
تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی! کیا تو نے ہم کو دوزخ
سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان
سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا
دیدار کر لیں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی
چیز محبوب نہیں ہوگی۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ
يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَرَأَى كُتْمَ تَلَاهِيهِ الْآيَةَ لِلَّذِينَ
أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَرِيَاءًا ۵۰

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت صہیب
رومی سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ اضافہ
ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار
پر استدلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (تو بھی)
نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام
ہے یعنی دیدار الہی۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأْيَعْقُوبُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلَ أَبِي عَيْنِ بْنِ شِهَابٍ
عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ أَنَّ أَبَاهُ يُرَى
رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَأْسًا قَالُوا
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى مَا بَيْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ هَلْ تَصَاطَرُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ
الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَتَالَ
هَلْ تَصَاطَرُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا
سَحَابٌ قَالُوا لَا فَتَالَ قَاتِلُكُمْ تَرَوْنَهَا
كَذَلِكَ يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ
فَيَتَّبِعْهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسُ
وَيَتَّبِعْهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرُ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
ایا ہم آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ
ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے،
صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا
جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے
میں تمہیں کوئی وقت ہوتی ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا بادل
نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا
اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا
وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہذا جو شخص دنیا میں
سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند
کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو
بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا،

يَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الظُّلُمَ اَغْيَتْ الطَّوَاغِيَتْ
وَتَبَقِي هَذِهِ الْاُمَّةُ فِيهَا مَنَّا فَتَوَهَا فَيَا تِيَهُمْ
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَاتِهِ
الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ
هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِينَا مَرَاتِنَا
فَيَا اَجَاء مَرَاتِنَا بِعَرَفْنَا فَيَا تِيَهُمْ
اللَّهُ فِي صُورَاتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ
اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ اَمْتٌ مَرَاتِنَا فَيَتَّبِعُونَ
وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْمَا اِنِّي جَهَنَّمَ
فَا كُونَ اَنَا وَ اُمَّتِي اَوَّلُ مَنْ يُجِيزُ وَ لَمْ
يَتَكَلَّمْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرَّسُلُ وَ دَعْوَى الرَّسُلِ
يَوْمَئِذٍ اَللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَ فِي جَهَنَّمَ
كَلَالِيْبٌ مِثْلُ سُورِكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ اَنَّهُ
لَا يَعْلَمُ مَا قَدْ عَظِمَ اِلَّا اللَّهُ تَحَطَّفُ
النَّاسُ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ اَلْمُؤْمِنُ
يَقِي بِعَمَلِهِ وَ مِنْهُمْ اَلْمَجَانِي حَتَّى يُنْجِي
حَتَّى اِذَا فَدَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ
بَيْنَ الْعِبَادِ وَ اَرَادَ اَنْ يُخْرِجَ بِرُوحَمَتِهِ
مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اَمْرًا مَلَكًا
اَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ اَرَادَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
اَنْ يُرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ
فَيَعْرِهُوْتَهُمْ فِي النَّارِ يَخْرِجُوهُمْ بِاَشْرَ
السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنْ اِبْنِ اَدَمَ
اِلَّا اَشْرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ
اَنْ تَأْكُلَ اَشْرَ السُّجُودِ فَيَخْرِجُونَ مِنَ
النَّارِ قَدًا مَتَحَشُّوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ
مَاءٌ الْحَيَوِيَّةُ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا
تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَقْرَعُ

انہ میں یہ امت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں
شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت
میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرمایا گیا
میں تمہارا رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ
کی پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہریں گے یہاں تک
کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ
تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان
کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا میں تمہارا رب
ہوں، پھر میری امت عرض کرے گی ہاں تو واقعی ہمارا
رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی اتباع
کریں گے پھر دوزخ کی پشت پر پل صراط بچھایا جائیگا
اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے
گذریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ
تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن
رسولوں کی زبان پر یہی دعا ہوگی اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ
راے مولیٰ سلامتی سے پار گزار دے اور جہنم میں
سعدان نامی خار دار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے،
پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا
ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں رسول اللہ! آپ نے
فرمایا وہ کانٹے سعدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح
ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو
بغیر اللہ تعالیٰ کے (تبتلائے) کوئی نہیں جانتا اور وہ
کانٹے لوگوں کو ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم
میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال
کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل
صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے یہ
سلسلہ یونہی جاری رہے گا یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا
پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا

اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْغِي
 رَجُلٌ مُّقْبِلٌ يَوَجِّهُهُ عَلَى النَّارِ وَ
 هُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا فِي الْجَنَّةِ
 فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ أَصْرَفَ وَجْهِي
 عَنِ النَّارِ فَثَابَتْهُ وَتَدَقَّشَ بَنِي
 مَا يُحْمَا وَ أَحْرَقَتِي ذَكَاءُهَا
 فَيَدْعُو اللَّهَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوهُ
 ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ
 عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ أَنْ
 تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ
 غَيْرَهُ وَ يُعْطِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 مِنْ عَهْدِهِ وَ مَوَاطِنَ مَا شَاءَ
 اللَّهُ فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ
 فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَأَاهَا
 سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَسْكُتَ
 ثُمَّ يَقُولُ أَيُّ رَبِّ تَدَمَّنِي
 إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهَا
 أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عَهْدَكَ وَ
 مَوَاطِنَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي
 أَعْطَيْتُكَ وَبِكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا
 أَعْطَيْتُكَ فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ يَدْعُو اللَّهَ
 حَتَّى يَقُولَ لَهُ قَدْ عَسَيْتَ إِنْ
 أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ
 فَيَقُولُ لَا دَعْوَتِكَ فَيُعْطِي رَبُّهُ
 مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ عَهْدِهِ وَ مَوَاطِنَ
 فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا
 قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ أَنْفَهَتْ لَهُ
 الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ
 وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے محض اپنی رحمت
 سے جہنم سے نکال لے اس وقت فرشتوں کو حکم
 دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول
 اللہ) پر تاجیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال لیں،
 فرشتے ان لوگوں کو مسجدوں کے نشانات کی وجہ سے
 پہچان لیں گے کیونکہ آگ ابن آدم کے اعضا و جود
 کے علاوہ تمام جسم کو جلا دے گی، یہ لوگ جلے ہوئے
 جسم کے ساتھ جہنم سے نکلے جائیں گے، پھر ان
 پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ
 اس طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے
 یکپڑی ہیں پڑا ہوا دانہ آگ پڑتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ
 اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو
 جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہو گا جس کا منہ جہنم کی طرف
 ہو گا اور یہی شخص آخری جنتی ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض
 کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے
 پھیر دے اس کی بدبو مجھے ایذا پہنچاتی ہے اور اس کی تپش
 مجھے جلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں
 ہو گا وہ دعا کرتا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ
 ہو کر فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو
 پھر تو اور سوال کرنے لگے گا وہ شخص کہے گا کہ میں اور
 کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی
 پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھر کر
 جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو
 اپنے سامنے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ
 دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے
 جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا
 کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیسے تھے
 کہ تو مزید سوال نہیں کریگا افسوس ہے اے ابن آدم!

أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ
 أَذْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى
 لَهُ أَلَيْسَ فَتَدَّ أَعْطَيْتَ عَهْدَكَ
 وَمَوَائِيْعَكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا
 أُعْطَيْتَ وَبَيْتِكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا
 أَخْذَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا
 أَكُوْنَنَّ أَشْفَى خَلْقِكَ فَتَالِ
 فَتَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
 حَتَّى يَضَعَكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ
 تَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا صَخِرَكَ اللَّهُ مِنْهُ
 قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا ادْخَلَهَا
 قَالَ اللَّهُ لَهُ تَسَمَّ فَيَسْأَلُ مَا بِيْ
 وَيَعْتَنِي حَتَّى أَنْ اللَّهَ عَزَّ وَ
 جَلَّ لِيَدْرُكُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا
 حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانَةُ
 تَالِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَ
 مِثْلُهُ مَعَهُ فَتَالِ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ
 وَ أَبُو سَعِيْدٍ التَّخْدِيمِيُّ مَعَ أَبِي
 هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ جَدِيْثٍ
 شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ
 أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِيْذَلِكَ الرَّجُلِ ذَلِكَ
 لَكَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ فَتَالِ أَبُو سَعِيْدٍ
 وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا
 هُرَيْرَةَ فَتَالِ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حِفْظُكَ
 إِلَّا تَوَلَّاهُ ذَلِكَ لَكَ وَ مِثْلُهُ
 مَعَهُ فَتَالِ أَبُو سَعِيْدٍ أَشْهَدُ آتِي
 حِفْظُكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذَلِكَ
 لَكَ وَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ فَتَالِ

تو کس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عرض کرے گا
 اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا
 حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "اگر میں نے
 تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا"
 وہ شخص کہے گا اے میرے رب تیری عزت و جلال
 کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے
 اس نئے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد
 پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا
 کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا
 ہوگا تو جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ اس کو نظر
 آئے گی اور وہ اس میں سرور انگیر اور خوشگوار مناظر
 دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر
 تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا "اے میرے
 رب مجھے جنت میں داخل کر دے" اللہ تعالیٰ اس سے
 فرمائے گا "کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے
 کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا" افسوس اے
 ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے، وہ شخص عرض کرے گا:
 اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے
 زیادہ بد نصیب ہوں گا کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا
 ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں، وہ یونہی بار
 بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے
 مطابق ہنسی آئے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا
 تو فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" اور جب
 اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر
 فرمائے گا اب اور تمنا کر، وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ
 سوال اور تمنا نہیں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو
 جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی
 نعمتوں کا اجناس اسے یاد دلائے گا تاکہ اس کی
 آرزو میں پوری ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا

أَبُوهُمُ بَيْرَةٌ وَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَحْرُ أَهْلِ
الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ.

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور اتنی ہی مقدار میں اور نعمتیں
بھی لے لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی
اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان
کیا۔ صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور
ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید
خدری نے کہا اسے ابو ہریرہ یہ تمام نعمتیں بھی لو اور
اس کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ نے
فرمایا مجھے تو یہ حدیث یونہی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور
ان کی ایک مثل لے لو۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں
اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور
ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو
سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے
دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد
حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّدَوِيُّ
أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ وَعَطَاءُ
بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
النَّاسُ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى مَا بَنَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
سَأَقُ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعِيدٍ
۳۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ
أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا
حَدَّثَنَا بِمِثْلِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
أَذَى مُتَدَرٍ أَحَدٍ كُدِّمَ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ
تَمَنَّى فَمَتَّى فَيَقُولَ لَهُ هَلْ تَمَنَيْتَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس سے
اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تمنا کرو" وہ تمنا کرے گا
پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تم نے تمنا کر لی؟
وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جو
تمنا کی تھی وہ بھی لے لو، اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَشْتَتِي
وَمِثْلَهُ مَعَهُ -

۳۶۲ - وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّ تَأْسًا فِي نَزْمٍ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى
مَرَاتِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
نَعَمْ قَالَ فَمَهَلْ تَضَامُّونَ فِي
رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظُّهَيْرَةِ صَحْوًا
لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تَضَامُّونَ
فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةً الْبَدْرِ صَحْوًا
لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا تَضَامُّونَ
فِي رُؤْيَةِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ
الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تَضَامُّونَ فِي
رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَذِنَ مُرَوِّدٌ لِيَتَّبِعَهُ كُلُّ أُمَّةٍ
مِمَّا كَانَتْ تَعْبُدُهُ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ
كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ سُبْحَانَ مَنْ
الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ
فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ
كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ
وَعُتْبَرِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَبُدْعَى
الْيَهُودِ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ
قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عَزْرِيَّا ابْنَ اللَّهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو
دیکھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
”ہاں“ پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار
پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا
تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے، اور
جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرا ہو
اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو
دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے، صحابہ نے
عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا
میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ
تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرو گے
قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا
کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت
کیا کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ
کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب
جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ
جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ
یک ہوں یا بڈ اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی
باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا
تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے ہم
ذیاب میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے
تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ
کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا
چاہتے ہو، وہ کہیں گے اے رب! ہم پیارے

ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلا یا جائیگا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا تم جوڑے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے، پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم بہت پیلے ہیں ہمیں پانی پلا دے ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بدکار، پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے اے بار الہ ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے، اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا اس صورت سے آواز آئے گی میں تمہارا رب ہوں مسلمان کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

فَيَقَالُ كَذِبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَوَلَدٍ فَيَقَالُ تَبْعُونَ قَالُوا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ إِلَّا تَرُدُّونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهُمْ سَرَابٌ يَخْطِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيَقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ قَالُوا تَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ فَيَقَالُ لَهُمْ كَذِبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَوَلَدٍ فَيَقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْعُونَ فَيَقُولُونَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ إِلَّا تَرُدُّونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَخْطِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِدٍ آتَاهُمُ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي آدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا قَالُوا مَاذَا تَنْتَظِرُونَ تَتَّبِعُ كُلُّ أُمَّةٍ مِمَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوا يَا رَبَّنَا قَارِعُ قَاتِلْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفَقَرَمَّا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَوْ نَصَّاحِبُهُمْ فَيَقُولُ أَنَا مَا بَطَرْتُكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى أَنْ بَعْضُهُمْ لِيَكَادُ أَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُولُ هَلْ بَيْنَكُمْ

وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُونَهُ بِهَا
 قِيْلُوْنَ لَعَمْرُ فَيَكْشِفُ عَنْ
 سَاقٍ فَلَا يَبْقَىٰ مِنْ كَانْ يَسْجُدُ
 يَلُوْ عَرَّ وَجَلَّ مِنْ تَلْعَا وَ تَقْسِيمِ الْاَلَا
 اَذِنَ اللّٰهُ لَهٗ بِالشُّجُوْدِ وَلَا يَبْقَىٰ
 مَنْ كَانْ يَسْجُدُ اِقْتَاءً وَرِيَاءً
 اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَ اِحْدَاةً
 كَلِمًا اَرَادَ اَنْ يَسْجُدَ تَعَرَّ عَلٰى
 قَعَاةً ثُمَّ يَرْفَعُوْنَ رُءُوْسَهُمْ
 وَ قَدْ كَحُوْلَ فِيْ صُوْرَتِهِ الْبَقِيَّةُ
 رَاَوْهُ فِيْهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ اَنَا
 رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ
 يُضْرَبُ الْجَسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَجَحْلُ
 الشَّقَاعَةِ وَ يَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ
 سَلِّمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا
 الْجَسْرُ قَالَ وَ حَصَّ مَرْزَلَهُ فِيْهَا
 تَخَطَّ طَيْفٌ وَ كَلَّ لَيْبٌ فِيْهِ وَ حَسَكُ
 تَكُوْنُ يَنْجِدُ فِيْهَا هُوَ يَكْتُمُ يُقَالُ
 لَهَا الشَّعْدَانُ قِيْلُ الْمُؤْمِنُوْنَ
 كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَ كَالْبَرْقِ وَ كَالرَّيْحِ
 وَ كَالطَّيْرِ وَ كَا جَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَ
 الرِّكَابِ فَتَا جِ مُسَكَّمٌ وَ مَخْدُوْشٌ
 مُّرْسَلٌ وَ مَكْدُوْشٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
 حَتّٰى اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ
 النَّارِ قَوَالِدِيْ نَفْسِيْ يَبِيْدُ مَا
 مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ بِاَشَدَّ مِّنْ اَشَدَّةِ
 يَلُو فِي الْاِسْتِنصَاءِ الْحَقِيْقِي مِنْ
 الْمُؤْمِنِيْنَ يَلُو عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ لِاِحْوَانِهِمُ التَّائِيْنَ فِي

شریک نہیں کرتے، مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار
 دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے
 دل ڈھنگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا
 تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم
 اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو، مسلمان کہیں گے "ہاں کہ
 پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا، اس منظر
 کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور
 اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے
 کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف
 یا ریا کاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ
 کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی
 اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چلے گا اپنی پیٹھ کے
 بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے
 اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں
 انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے
 "میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے کہ "تو ہمارا رب
 ہے،" پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا
 اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس
 وقت سب کہیں گے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ "اسے
 اللہ سلامت رکھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک
 پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دنلانے والے کمانٹے
 ہوں گے، وہ لہے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی
 کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے
 ہلک بھینکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح
 بعض آہدھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز
 رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں
 کی طرح یہ سب صحیح سلامت پارہ پہنچ جائیں گے اور
 بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پارہ پہنچ جائیں گے

التَّائِبِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا
يَصُومُونَ مَعَنَا وَ يَصَلُّونَ وَ
يَحُجُّونَ فَيُقَالُ لَهُمْ اُخْرِجُوا
مَنْ عَرَفْتُمْ فَتَحَرَّمُوا صَوْمَهُمْ
عَلَى التَّائِبِينَ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
كَثِيرًا فَتَدَاخَذَتِ التَّائِبَةُ إِلَى
نِصْفِ سَاعَتِهِ وَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ
ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيهَا
أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُولُ
اللَّهُ جَلَّ وَ عَزَّ ارْجِعُوا فَمَنْ
وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ
مِنْ خَيْرٍ فَارْجِعُوهُ فَيُخْرِجُونَ
مَخْلُفًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ
رَبَّنَا لَمْ تَدَرْ فِيهَا أَحَدًا
مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ ثُمَّ يَقُولُ
ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ
مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ
فَارْجِعُوهُ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَوْ نَدَرُ
فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ
يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ
فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ
فَارْجِعُوهُ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا لَوْ نَدَرُ
فِيهَا خَيْرًا وَ كَانَ أَبُو سَعِيدٍ
الْحَدَرِيُّ يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصِدِّقُونِي
بِهَذَا الْحَدِيثِ فَاقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ
إِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعَفْهَا وَيُؤْتِ

اور بعض مسلمان کانتوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر
جاتیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے
جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں
پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے رابطہ
نازع اللہ تعالیٰ سے ایسا بھگڑا کریں گے جیسا بھگڑا
کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور
اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے
رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں
پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا
جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ
سے نکال لو، ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی
جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ
سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پندہوں
کو اور بعض کو گھنٹوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا
تھا، پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں
میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لانے
کا تو نے حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور
جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس
کو جہنم سے نکال لاؤ، پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں
کو دوزخ سے نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی جناب
میں عرض کریں گے اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم
سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو
نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل
میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے
نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں
لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ
کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن
لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جنتی لوگ پھر بائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں غلطی خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو: (ترجمہ) لا ریب اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے! انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔ اب گنہ گاروں کے لیے سوائے رحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا، جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہوگی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تروتازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ آگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دان پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زریعی معاملات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگوں میں جانور چلاتے رہے ہوں، آپ نے سلسلہ کلام

مِنْ لَدُنِّهِ أَجْرًا عَظِيمًا فَيَقُولُ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعْتَ الْمَلَائِكَةُ
وَشَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ
وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا آرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِمَّنِ النَّارِ
فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا
خَيْرًا قَطُّ فَتَدْعَاؤُا حَمَمًا
فَيُلْقِيَهُمْ فِي نَهْمٍ فِي آفْوَاهِ الْجَنَّةِ
يُقَالُ لَهُ نَهْمُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُونَ
كَمَا تَخْرُجُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيلِ
السَّيْلِ أَلَا تَرَوْهَا تَكُونُ إِلَى
الْحَجَرِ أَوْ إِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُونُ
إِلَى الشَّمْسِ أَوْ صَيْفٍ وَ أَحْيَضِرُ
وَمَا يَكُونُ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ يَكُونُ
أَبْيَضُ فَتَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
كَأَنَّكَ كُنْتَ تَرَعَى بِالْبَادِيَةِ
فَقَالَ فَيَخْرُجُونَ كَالْكَوْلُوفِ فِي
رِقَابِهِمُ الْخَرَاتِ تَدْرِعُهُمْ
أَهْلُ الْجَنَّةِ هُوَ كَلَاءٌ عَتَقَاءُ
اللَّهُ الَّذِينَ آذَحَلَّهُمُ اللَّهُ
الْجَنَّةَ يَفْرَعُونَ عَمَلَهُمْ
وَلَا تَخِيرُ كَدُّ مَوْتِهِمْ ثُمَّ يَقُولُ
أَدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَمَا رَأَيْتُمْوهُ
فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا
أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ نَعْطِ
أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ
لَكُمْ عِنْدِي أَفْضَلُ مِنْ
هَذَا فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا
أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا

فَيَقُولُ رَضَائِي فَلَآ أَسْخَطُ
عَلَيْكُمْ بَعْدَهَا أَبَدًا -

باری رکھتے ہوئے، فرمایا وہ لوگ اس نہر سے پھریں
کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں
میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے
جن کی وجہ سے اہل جنت انہیں پہچان لیں گے اور
ان کے بلے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ
تعالیٰ نے بنیر کسی ایک عمل کے جہنم سے آزاد کر
دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ
تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور
جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ
لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو کچھ
عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں
فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے
لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے
ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا
میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض
نہیں ہوں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو
دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: ”جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو
دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟“ ہم نے
عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب
سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث
میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش
دے گا جنہوں نے کوئی ایک عمل نہیں کیا ہوگا تو
ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ بھی تم نے دیکھا
یہ بھی لے لو اور اس جتنا اور لے لو۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۶۳ - قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلَى عِيْسَى بْنِ
حَمَادٍ زُعْبَةَ الْمِصْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي الشَّفَاعَةِ
وَقُلْتُ لَهُ أَحَدٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنكَ إِتْلُكَ
سَمِعْتَهُ مِنْ كَيْثِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ
لِعِيْسَى بْنِ حَمَادٍ أَخْبَرَكَمُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ
عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ
بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
بِالْحَدِيثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَدْرِي مَا نَقَلْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ هَلْ نُنْصَرُّونَ فِي رُؤْيِي الشَّمْسِ
إِذَا كَانَ يَوْمَ صَحْوِ قُلْنَا لَا وَسُقَّتِ الْحَدِيثُ

ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچا ہے کہ پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور لکین اور سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے۔

— عَلَى الْقَضَىٰ أَخْرَجَهُ وَهُوَ نَحْوُ حَدِيثِ
حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَتَرَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ بِغَيْرِ عَمَلٍ
قَبْلَهُ وَلَا قَدْرًا قَدْ مَوَّاهُ فَيُقَالُ لَهُمْ
لَكُمْ مَا آيَتُكُمْ وَمَعَكُمْ مَعًا فَتَالَ أَبُو سَعِيدٍ
بِالْحَدِيثِ بَلَّغْتَنِي أَنَّ الْجَسْرَ آذَىٰ مِنَ الشَّعْرَةِ
وَإِحْدًا مِنَ الشَّيْفِ وَكَيْسٍ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ
فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ
وَمَا بَعْدَهُ فَأَقْرَبُ عَيْسَىٰ بْنِ حَمَادٍ .

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ
عنه سے بھی کچھ تغیر و تبدل اور محمی بیشی کے ساتھ ایک
سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا
زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِإِسْنَادٍ هَمَّا نَحْوُ حَدِيثِ حَفْصِ
بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَىٰ آخِرِهِ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَيْئًا .

اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب | علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطا و صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور صحابہ اور ان کے بعد انبیاء امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی اور بیس سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی احادیث مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے لیے شجاع بصری کا اعاطہ کرنا اور مری کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ، ہم سے بالمقابل ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے دکھانے دینے پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وجوه ۵ یومئذنا ضرة الی ربها ناظرة۔

(قیامت: ۲۲)

کچھ چہرے اس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے
تروتازہ ہوں گے۔

ہاں ہاں بے شک اس دن وہ (کفار) اپنے
رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔

(مطفئین: ۱۵)

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی حسرت اور عذاب تب ہی ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو آخرت
میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ عام مسلمان دنیا
میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ
کی ذات باقی ہے، اور فنا ہونے والی آنکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جاسکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ
ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا، تمام
انسانوں کی آنکھیں فنا کی مظہر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان | حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت
میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے

اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک صورت میں ظاہر ہوگا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنالیں گے جس طرح
دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھانٹی کر دی جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچا سچا دروڑ
رہو دور رہو) فرما کر انھیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا وامتازوا
الیوم ایھا المجرموت "اے مجرمو آج علیحدہ ہو جاؤ"

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر
ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے
کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے منشاء اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغموم کرتے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی
یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث
اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں
ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا (اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے) اور یہ ایسی صفت ہوگی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی
صفت کے مشابہ نہ ہوگی اور نہ اس پر آثار حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام
مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے لہذا جب

وہ ایک بے مثل صفت کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہولناکیاں انھوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو "کشف ساق" (پنڈلی منکشف کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف و کرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت، جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہو گا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہو گا۔

بَابُ اثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَارْتِدَاجِ

الْمُؤَجَّدِينَ مِنَ النَّارِ

۳۶۵۔ وَحَدَّثَنَا هُرُوثُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ
 أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ
 عَمْرِو بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي
 سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ
 مَنْ يَشَاءُ بِرَحْمَتِهِ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ
 النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انظُرُوا مِنْكُمْ مَنْ
 قَلْبِهِ مَثْقَلٌ حَبَّةٍ مِنْ حَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأُخْرِجُوهُ
 فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا حُمًّا قَدِ امْتَحَشُوا فَيُلْقَوْنَ
 فِي نَهْرِ الْحَيَوَةِ أَوْ الْحَيَاءِ فَيَنْبُتُونَ فِيهِ كَمَا تَنْبُتُ
 الْحَبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّبِيلِ أَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ
 صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً۔

۳۶۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ

شَفَاعَتِ كَاتِبَاتِ أَوْلِيَاءِ الْمُؤْمِنِينَ كَوَدُوحِ

سَمَكَاتِ كَاتِبَاتِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو جہنم سے نکال لو، پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہو گا، پھر ان کو آب حیات کا نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں اس طرح تروتازہ ہو کر نکلتا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے ندی مائل ہو کر آگ پڑے۔

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں دانہ اُگنے کا ذکر تھا اس میں کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

كَاعْقَانُ قَالَ نَا وَهَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا حَجَّابُ بْنُ
الشَّامِرِ قَالَ نَا عَدُوٌّ وَابْنُ عُيُونٍ قَالَ نَا خَالِدٌ
يُكَلِّهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ
فَيُلْقُونَ فِي تَهْمٍ يُقَالُ لَهُ الْعَيْبَةُ وَتَمَّ يَيْتُهَا وَ
فِي حَدِيثِ خَالِدٍ كَمَا تَنْبُتُ الْقَشَاءُ فِي جَانِبِ
السَّيْلِ وَفِي حَدِيثِ وَهَيْبٍ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي
حَيْثَةٍ أَوْ حَيْثَلَةِ السَّيْلِ -

۳۶۷ - وَحَدَّثَنَا شَيْخُ نَضْرَبُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ
قَالَ نَا بِشْرُ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ
عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا
أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَاتَّهَمُوا كَمَا
يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ نَأْسُ أَصَابَتَهُمْ
النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ أَوْ قَالَ يَخْطَأُ بِهَا مَا تَهْمُ
اللَّهُ إِمَامَةً حَتَّى إِذَا كَانُوا فَخْمًا أُذِنَ
بِالشَّقَاعَةِ فَجِيئَ بِهِمْ صَبَابٌ رَضْبَانٌ فَبُثُوا
عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ
أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَبْسُتُونَ نَبَاتَ الْحَبَّةِ تَكُونُ
فِي حَيْثَلِ السَّيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَانَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ
فِي الْبَادِيَةِ -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کرے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفقت کی اجازت ہوگی تو ان کو گرہ در گرہ بلایا جائے گا اور انہیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے اُنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں رہے ہوں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے اُگنے پر نے تک کا ذکر ہے۔

۳۶۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ
بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ
عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي
سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ فِي حَيْثَلِ
السَّيْلِ وَلَمْ يُذْكَرْ مَا بَعْدَهُ -

۳۶۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَوْحَقَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بُنِ إِبْرَاهِيمَ الْمُحْتَظِرِ كِلَيْهِمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ
عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ
أَخْرَ أَهْلَ النَّارِ مَخْرُوجًا مِنْهَا وَأَخْرَأَ أَهْلَ الْجَنَّةِ
دُخْرًا مِنَ الْجَنَّةِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ رَحِيمًا
فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ
الْجَنَّةَ قَالَ قِيَامَتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَى
فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ
قِيَامَتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ إِذْ هَبْ
فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهَا
أَوْ لَكَ لَكَ عَشْرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ
أَسْعَرْتُ بِي أَوْ تَضَعَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ وَقَالَ
لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَجِئْتُ حَتَّى بَدَأْتُ نَوَاجِدَهُ قَالَ فَكَانَ
يُقَالُ ذَلِكَ آذَنِي أَهْلِ الْجَنَّةِ مَثْرَلَةً -

۳۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو
كُرَيْبٍ وَالثَّقُفِيُّ لِي فِي كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْرِفُ أَخْرَأَ أَهْلِ النَّارِ
مَخْرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا رَحِيمًا
فَيَقُولُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ
فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّارَ قَدْ أَخَذُوا
الْمَنَارِلَ فَيَقُولُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ
فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقَالُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ
لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَنَيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً
معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون
نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا وہ
ایک ایسا شخص ہوگا جو کوٹھوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم میں
سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "جا جنت
میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو
وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا
اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے
رب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا
جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال
یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض
کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا
پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو،
تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی، وہ
شخص عرض کرے گا "اے اللہ تو مانگ ہو کہ مجھ سے
مذاق کرتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں میں نے
اس موقع پر حضور کو سنتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی مبارک
واڑھیں ظاہر ہوئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک جنتی کا سب سے کم درجہ ہے
حضرت عبدالعزیز بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس
شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں
دوزخ سے نکالا جائے گا وہ شخص کوٹھوں کے
بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا جائے گا
"چلو جنت میں داخل ہو جاؤ" وہ جنت میں جا کر دیکھے گا
کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس
شخص سے کہا جائے گا "کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے
جسے گزار کر آئے ہو" وہ اثبات میں جواب دے گا
پھر اس سے کہا جائے گا تمنا کرو وہ تمنا کرے گا
پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ

بھی لے لیا اور تمام دنیا کی ذمہ گنا جگہ بھی لے لیا وہ شخص کہے گا "تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو مالک ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر منہس پڑے اور آپ کی ڈار میں ظاہر ہو گئیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہو گا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اُسے جلا رہی ہوگی، جب جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور خیم سے مخاطب ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کس کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی، پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس کے پھولوں سے پانی پیوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا" وہ عرض کرے گا "اے میرے رب، اور اللہ تعالیٰ اس سے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھولوں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ مِنِّي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَتْ
فَلَقَدْ دَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ ضِحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ .

۳۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا
عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ
ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِحْرَمَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِي مَرَّةً وَيَكْبُؤُ
مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَإِذَا
مَاجَا وَنَرَهَا التَّتَعَتْ إِلَيْهَا فَعَالَ
تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي مِنْكَ لَقَدْ
أَعْطَانِي اللَّهُ شَيْئًا مَا أَعْطَا
أَحَدًا مِنْ آلِ الْوَالِدِينَ وَالْأَخِيرِينَ
فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُولُ أَيْ
رَبِّ آذِنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ
ذِلَّاسْتَنْظِلَ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ
مِنْ مَائِهَا فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا
سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ
وَيَعَاهِدُ أَنْ لَا يَسْأَلَ غَيْرَهَا
وَرَبُّهُ تَعَالَى يَخْدُمُكَ لِأَنَّكَ يَرَى
مَا لَا صَبْرَ لَكَ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا
فَيَسْتَنْظِلُ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا
ثُمَّ تَرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ
مِنَ الْأُولَى فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ آذِنِي
مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ لَا شَرَبَ مِنْ

مَا تَيْهَا وَاسْتَظَلَ بِظِلِّهَا لَأَسْأَلَنَّكَ
غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَعَاهِدْنِي
أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّي أَنْ
أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا
فَيُعَاوِدُهَا أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا
وَرَبُّهُ تَعَالَى يَعْذِرُكَ لِأَنَّكَ يَرَى
مَا لَا صَبْرَ لَكَ عَلَيْكَ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا
فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ
مَائِهَا ثُمَّ تَرْفَعُ لَكَ شَجَرَةً بِعِنْدِ
بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُوكِيَيْنِ
فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ آدَمِيٍّ مِنْ هَذِهِ
الشَّجَرَةِ لَا اسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبُ
مِنْ مَائِهَا لَأَسْأَلَنَّكَ غَيْرَهَا
فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَعَاهِدْنِي
أَنْ لَا تَسْأَلَنِي غَيْرَهَا فَتَالَ بَلَى يَا
رَبِّ هَذِهِ لَأَسْأَلَنَّكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ
تَعَالَى يَعْذِرُكَ لِأَنَّكَ يَرَى مَا لَا
صَبْرَ لَكَ عَلَيْكَ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَأْذِي
أَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ أَصْوَاتَ أَهْلِ
الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ آدَمِيٍّ مِنْ هَذِهِ
فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِيحُنِي
مِنْكَ أَيُرْضِيكَ أَنْ أُعْطِيكَ الدُّنْيَا
وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ
أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَأَنْتَ رَبُّ
الْعَالَمِينَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ
أَلَا تَسْأَلُونَنِي مِمَّ أَضْحَكَ فَتَالُوا
مِمَّ تَضْحَكَ فَقَالَ هَكَذَا ضَحِكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوا هَمَّ تَضْحَكَ يَا رَسُولَ

سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو گا وہ شخص عرض کرے گا
"اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر
دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی
پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں
کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم!
کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی
اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے
اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور
سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات
کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا تاہم
اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہو گا کیونکہ وہ ایسی
ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا پھر
اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دینا
وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیے گا
پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا
جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین
ہو گا پھر وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے
اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے
سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس
کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ
فرمائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے عہد
نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا
وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں اس کے بعد کوئی سوال نہیں
کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی
نعمتیں دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں آ سکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت
کے قریب کر دے گا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا
تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا
اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! تیرے سوالوں

اللّٰهُ قَالَ مَنْ ضَمَّكَ رَبِّ الْعَلَمِينَ
حِينَ قَالَ اسْتَهْرَيْتُ مَنِّي وَأَنْتَ
رَبُّ الْعَلَمِينَ فَيَقُولُ إِنِّي لَا اسْتَهْرَيْتُ
مِنْكَ وَلَكِنِّي عَلَى مَا أَشَاءُ قَادِرٌ

کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے
کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ سے
دوں، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب
تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین
ہے، یہ حدیث سننا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود منس
پڑھے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے
کہا تم نے مجھ سے پوچھا نہیں میں کیوں ہنسا لوگوں
نے کہا "بتلائیے آپ کیوں ہنستے" حضرت عبداللہ
بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
یہ بات فرما کر ہنستے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول
اللہ آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں۔ آپ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص
نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ
تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتوں
میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا
چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا اور
اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ
شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت
کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں ہوں۔
امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابقہ کی مثل
سے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اے ابن آدم!
تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے، اور اس
میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا فلاں
فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزو میں ختم ہو
جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا یہ آرزو میں ابھی
پوری کہ لو اور ان کی مثل دس گنا اور سے لو پھر

۳۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُنَّا بِحَيْبِ
بْنِ أَبِي بَكْرٍ تَمَّازُ هَيْدَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَهِيلِ بْنِ
أَبِي صَالِحٍ عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً
رَجُلٌ صَرَفَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّكَارِ قَبْلَ الْجَنَّةِ
وَمَثَلُ نَارِ تَجَدُّوْ ذَاتِ ظِلِّ فَقَالَ أَيُّ رَبِّ
قَدِّمْنِي إِلَى هَذِهِ الشَّجَرَةِ أَكُونُ فِي ظِلِّهَا وَ
سَأَقُ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَمْ
يَذْكُرْ فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِيئِي مِنْكَ
إِلَى إِخْوِ الْحَدِيثِ وَمَا أَدْفِيهِ وَيَذْكُرُهُ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَذَا انْقَطَعَتْ
بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ
وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ قَالَ شَعْرٌ يَدْخُلُ بَيْتَهُ

وَتَدْخُلُ عَلَيْكُمْ تَرَوْحَتَنَا كَمَا مِنْ الْخُورِ الْعَيْنِ
كَتَقُولَاتِ الْحَبْدِ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَاكَ لَنَا
أَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُولُ مَا أُعْطِيَ أَحَدًا مِثْلَ
مَا أُعْطِيَتْ .

اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں داخل کرے گا اور
خوبصورت آنکھوں والی دو حوریں اس کی زوجیت میں
داخل ہو کر اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ
کا شکر ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے زندہ کیا
اور ہم کو تیرے لیے زندہ رکھا وہ شخص کہے گا
اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ
کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہ دی ہوں گی۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو وَالْأَشْعَثِيُّ نَا
سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ أَبِي بَحْرَةَ
عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ
يُرَوِّئُنَا أَنَّ شَاءَ اللَّهُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ
ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ مُطَرِّفٍ بْنُ طَرِيفٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ
بْنُ سَعِيدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيرَةِ
بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمُنْبَرِ يَرْفَعُهُ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ
حَدَّثَنِي يَشْرُبُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَنَا ثَنَا سُفْيَانُ
بْنُ عُيَيْنَةَ ثَنَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ أَبِي بَحْرَةَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ
يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ
عَلَى الْمُنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ أَحَدُهُمَا أَمَّا
ابْنُ أَبِي بَحْرَةَ وَالسَّالُ مَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
رَبُّهُ مَا أَذْنِي أَهْلِ الْجَنَّةِ مَدْرَلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ
يَجِيئُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ الْجَنَّةَ فَيَقَالُ
لَهُ أُدْخِلِ الْجَنَّةَ فَيَسْئَلُ أَيُّ رَبِّ كَيْفَ قَدْ
تَرَل النَّاسُ مَنَانًا لَهْدًا وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ
فَيَقَالُ لَهُ أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ
مَلِكِ مُلْكِكَ الدُّنْيَا فَيَقُولُ رَضِيْتُ رَبِّ
فَيَقُولُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ
وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَذَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيْتُ
رَبِّ فَيَقُولُ هَذَا لَكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ
برسر منبر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ
تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ
کا شخص کون ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک شخص
ہو گا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد
جنت میں جائے گا اس سے کہا جائے گا جنت
میں چلے جاؤ، وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے
رب میں جنت میں کہاں جاؤں جنت کے تمام مہلات
اور مراتب و مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ
کر لیا ہے" اس سے کہا جائے گا کیا تم اس
بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے
جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا
تھا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں
راضی ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ یہ علاقہ بھی
لو اور اس کا پانچ گنا اور سے لو وہ شخص کہے گا میں
راضی ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا "یہ بھی لو اور اس
جیسا دس گنا علاقہ اور لو اور اس کے علاوہ جو چیز
تمہارے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں
کو بھائے" وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے
رب میں راضی ہوں" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا

وَلَكَّ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَكَذَّبَتْ عَيْنُكَ
فَيَقُولُ رَضِيْتُ رَبِّي فَاتَّانَ فَأَعْلَاهُمْ مَنزِلَةٌ
قَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَادْتُ عَبَسْتُ
كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهِمْ فَلَمْ
تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى
قَلْبٍ بَشِيرٌ قَالَ مِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ
مِن قُرَّةِ أَعْيُنِ الْآيَةِ.

دریجہ ہو گا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے
فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور
ان کی عزت و کرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے
مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی
آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے
ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس
آیت میں ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ
قُرَّةِ أَعْيُنٍ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں
کتنی کرنے کے لیے کیا نعمتیں چھپائی ہوئی
ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسر منبر بیان
کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ
تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جلتی کون شخص
ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث
حسب سابق ہے۔

۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ
الْأَشَجَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي حُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ
يَقُولُ عَلَى الْمُغِيرَةَ مَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى عَنْ أَحْسَنِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا
حَظًّا وَسَأَلَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ -

۳۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ
ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ
أَخْرَآهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا وَالْجَنَّةَ وَ أَخْرَآهْلِ
النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ أَعْرِضُوا عَلَيْهِ صِفَارَ دُؤُوبٍ
وَأَذْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَ مَا فَتَعَرَّضَ عَلَيْهِ صِفَارُ
دُؤُوبٍ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا
وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا
فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ
مُشْفِقٌ مِّنْ كِبَارِ دُؤُوبٍ أَنْ تَعَرَّضَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً
جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل
ہو گا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا
آپ نے فرمایا ایک ایسا شخص ہو گا جس کو قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائیگا
اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اس شخص
کے صفیرہ گناہ اس پر پیش کر اور کبیرہ گناہ ابھی
اٹھا رکھو، چنانچہ اس پر اس کے صفیرہ گناہ پیش کیے
جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں
دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں فلاں
کام کیا تھا وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

عَلَيْهِ فَيَقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً
فَيَقُولُ رَبِّ تَدْعِمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا آهَا
هَاهُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَأٰلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ .

کہے گا کہ ”میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار
کی سکت نہیں پاتا، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں
سے ڈر رہا ہو گا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے
اس شخص سے کہا جائے گا، جانتھے سرگناہ کے بدلے
میں ایک نیکی دی جاتی ہے، وہ شخص عرض کرے گا
میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن
کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا، حضرت ابوہریرہ
کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ
آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا
کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح
منقول ہے۔

۳۷۶ . وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
وَوَكِيْعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ
وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْوَسْتَادِ .

۳۷۷ . حَدَّثَنَا ثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَاسْتَوْحِ
بْنُ مَنْصُورٍ كِلَاهُمَا عَنْ رُوْحٍ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا
رُوْحُ بْنُ عَبَّادَةَ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُسْأَلُ عَنِ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيٌّ
نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كَذَا وَكَذَا أُنْظَرُ أَيُّ ذَلِكَ
فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَّمُ بِأَوْثَانِهَا وَ
كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلُ تَمَّ يَا تَيْنَامُ بِنَا
بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ
نَنْظُرُ إِلَيْكَ فَيَنْجَلِي لَهُمْ يَضْحَكُ وَتَالِ
فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ فَيَتَّبِعُونَ وَيُعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ
مِنْهُمْ مَنَافِقٌ أَوْ مَوْمِنٌ نُوْرًا أَوْ مَنَافِقَةٌ
وَعَلَى جَسْرِ جَهَنَّمَ كَلَابِيبٌ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ
شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُوْرُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ
يَنْجُو الْمَوْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ مَنْ مَرَّ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے لوگ پوچھ رہے
تھے کہ میدان محشر میں لوگوں کا کیا حال ہو گا، حضرت
جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ محشر میں تمام امتوں سے
بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب
ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے
بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہو گا اور فرمائے گا تم کس
کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب
کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا
رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم کچھ کو دیکھ تو لیں،
اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا جلوہ فرمایا
حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق
چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے
اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق
اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل سراط پر چلنے

وَجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ كَيْلَةَ الْبَيْدِ سَبْعُونَ أَلْفًا
لَا يَحَاسِبُونَ شَرَّاتِئِينَ يَكُونُ لَهُمْ كَأَضْوُ
نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذَلِكَ نُفَعِّلُ الشَّفَاعَةَ
وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يُخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ كَذَابًا
إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْغَيْرِ مَا يَزِي
شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ فِي نَارِ الْجَنَّةِ وَيُجْعَلُ
أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرْضُونَ

عَلَيْهِمُ الْمَاءُ حَتَّى يَنْبُتُوا كَبَاتِ النَّخْلِ
فِي السَّيْلِ وَيَذُوبُ حَرَّهَا ثُمَّ يَسْأَلُ حَتَّى
يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشْرَةُ أَمْثَلِهَا مَعَهَا

اور انکو دے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ
چاہے گا وہ کلنٹے پکڑیں گے پھر منافقین کا
نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے
نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ
ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح
چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا
اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں
داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے
ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی
طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی
اور صلحاء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ
طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جوڑے برابر بھی کوئی نیکی
کی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے
سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر
پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح
تروتازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی
مٹی میں سے دانہ ہر ابھر انکل آتا ہے ان سے جن
کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی خواہش
پوری جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا
زائد نلاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔

حماوین زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار
سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی
اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ
شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

۳۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْنَا
سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ سَمِعَهُ
مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأَذْنِيهِ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ
النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

۳۷۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الزَّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ نَاحِمًا
ابْنَ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا

مِنَ النَّاسِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ لَعَمْرُ -

۳۸۰ - حَدَّثَنَا حَجَّابُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَأَى أَبُو
أَحْمَدَ الرَّبِيعِيُّ قَالَ نَأَى قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْقَعِيرِيُّ قَالَ نَأَى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ يَخْتَرِقُونَ فِيهَا
الْأَدَاةَ وَجُوهَهُمْ حَتَّى يَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ -

کہ جنت میں داخل کر دے گا انہوں نے کہا ہاں یہ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ
جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے
کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہوگا۔

۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا حَجَّابُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَأَى الْقَضَلُ
بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَأَى أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي
أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْقَعِيرِيُّ قَالَ كُنْتُ قَدْ
شَفَعْتَنِي رَأَى مِنْ رَأَى الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي
عَصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ فَرِيدٌ أَنْ تَحْبَبَ شَدَّ نَحْوَهُ
عَلَى النَّاسِ قَالَ فَصَرُّنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَيَا ذَا
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسًا إِلَى
سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ وَإِذَا هُوَ قَدْ كَرَّ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ
لَكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ
وَاللَّهِ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ
أَخَذْتَهُ -

یزید قعیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خواجہ
کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب
ہمیشہ جہنم میں رہے گا پھر میں نے لوگوں کی کثیر
جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ
حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے
ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے ایک ستون کا
سہارا لیے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں
اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی
تھی، اچانک حضرت جابر بن عبد اللہ نے جہنمیوں
کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اے صحابی رسول!
یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تو یہ
فرماتا ہے: (ترجمہ) لا ریب جس شخص کو تو نے جہنم
میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا۔ اور فرماتا ہے (ترجمہ)
«جب جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے
ان کو دوبار جہنم میں ڈال دیا جائے گا»

وَكَلَّمَآ أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا
أَعِيدُوا فِيهَا فَتَمَّ هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ
قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ
فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللَّهُ فِيهِ
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ مَقَامَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودِ الَّذِي يُخْرِجُ
اللَّهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتْ وَضَعُ الْقِرَاطِ
وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان
کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا
ہاں! انہوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے

أَحْفَظُ ذَلِكَ قَالَ غَيْرَ آتَيْتُهُ قَدَمًا عَمْرَأَتٍ
 قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا
 فِيهَا قَالَ يَعْنِي أَبَا نَعِيمٍ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَكُونُ
 عِيدَانُ السَّمَاوَاتِ قَالَ فَيَدْخُلُونَ نَهْرًا مِنْ أَنْهَارِ
 الْجَنَّةِ فَيَقْتَسِلُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَكُونُ
 الْقَرَاهِطُ فَيَرْجَعُونَ وَكَلْبًا وَيُحْكَمُ أَتْرُونَ
 الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللَّهِ مَا
 نَحْبِرُ مِنْ غَيْرِ رَجُلٍ مِثْلِهِ كَمَا قَالَ
 أَبُو نَعِيمٍ -

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا، میں نے کہا
 ”ہاں“ انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام
 وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب
 سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں
 کو جہنم سے نکال لے گا، یزید فقیر نے کہا پھر
 انہوں نے پل ملط اور لوگوں کے اس پر گزرنے
 کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے
 کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکتا تاہم انہوں
 نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ
 جہنم سے نکل آئیں گے، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم
 سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آبنوس کی جلی
 ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں
 میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں
 غسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کاغذ کی طرح سفید
 ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے
 اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر
 رہ یعنی خارجی لوگوں پر، کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ یہ
 شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات
 منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا
 ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے
 عقائد سے تائب ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار
 آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے
 جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ
 کر کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اس دررخ
 سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا، چنانچہ
 اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۸۲ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ
 حَنَادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍاءَ وَتَابِتِ عَنِ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ
 فَيَعْرَضُونَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى فَيَلْتَفِتُ أَحَدُهُمْ
 فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ إِذَا أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَلَا تُعِدَّنِي
 فِيهَا فَيُنَجِّيهِ اللَّهُ مِنْهَا -

۳۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ

حَسْبُنَا الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ
 الْغُبَرِيِّ وَاللَّفْظُ لِذِي كَامِلٍ فَسَأَلَ
 حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ
 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 فَيَهْتَمُّونَ لِذَلِكَ وَقَالَ ابْنُ
 عَبِيدٍ فَيَلْهَمُونَ لِذَلِكَ فَيَقُولُونَ
 لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا حَتَّى
 يُرِيحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هَذَا كَمَا
 قِيَّتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ
 السَّلَامُ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْخَلْقِ
 خَلَقَكَ اللَّهُ بِيدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ
 رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا
 لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا
 مِنْ مَّكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكَ
 فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ
 فَيَسْتَحِي رَّبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا
 وَلَكِنْ اسْتَوْأْتُوْحَا أَوَّلَ رَسُولٍ
 بَعَثَهُ اللَّهُ قَالَ قِيَّتُونَ نُوحًا
 عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ
 هُنَاكَ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ
 فَيَسْتَحِي رَّبَّهُ مِنْهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 الَّذِي اتَّخَذَهُ اللَّهُ خَلِيلًا قِيَّتُونَ إِبْرَاهِيمَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكَ وَيَذْكُرُ
 خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحِي رَّبَّهُ تَعَالَى
 مِنْهَا وَلَكِنْ اسْتَوْأْتُوْحَا مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ
 السَّلَامُ الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ
 قَالَ قِيَّتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
 قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ
 قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے
 راور ابن عبید نے یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں
 کے دلوں میں یہ بات ٹال دی جائے گی کہ کس طرح
 قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے، ہم کسی شخص
 کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے
 لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات
 دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت
 آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے
 آپ آدم ہیں جو تمام مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے
 جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو
 حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ آپ
 اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو
 محشر کی اس پریشانی سے نجات دے، حضرت آدم
 علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی راجتہادی خطایاں یاد آئیں گی
 وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے
 میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے جیا
 آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ
 کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف
 مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت
 میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک راجتہادی
 خطایاں یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت
 کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے
 ان کو اپنے رب سے جیا آئے گی البتہ تم حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے
 اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی راجتہادی

لَا مَتَّ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ مِنَ السَّيِّئَاتِ
 الْكُتَابِ فَيَسْتَجِيبُ رَبُّهَا وَمِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا
 عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللَّهِ وَ
 كَلِمَةً فَيَأْتُونَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَةً فَيَقُولُ كَسْتُمْ هُنَاكُمْ
 وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا
 قَدْ عَفِيَ لَكُمْ مَا تَقَدَّمُ مِنْ ذُنُوبِكُمْ
 وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 سَلَّمَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ
 عَلَيَّ رَأَيْتُمْ فَيُؤْذِنُ لِي فَنَادَا
 أَنَا رَأَيْتُمْ وَقَعْتُ سَاجِدًا
 فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ
 يَدْعُنِي فَيَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ارْكُوعْ
 مَا أَسَدٌ قُلْتُ تَسْمَعُ سَلْتُ تُعْطُهُ
 إِشْفَعُ تُشْفَعُ فَنَارُكَ رَأَيْتُ
 فَأَخْبَدُ رَأَيْتُ بِتَحْمِينِي يُعَلِّمُنِي
 رَأَيْتُ عَمْرٍ وَجَلَّ بِكُمْ أَشْفَعُ
 فَيَحْدِثُ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ
 مِنَ النَّارِ فَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ
 ثُمَّ أَعُودُ فَأَقْرَعُ سَاجِدًا فَيَدْعُنِي
 مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي ثُمَّ
 يُقَالُ لِي إِذْ قَرَعُ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ
 تَسْمَعُ سَلْتُ تُعْطُهُ إِشْفَعُ تُشْفَعُ
 فَأَقْرَعُ رَأَيْتُ فَيَأْتُونِي فَيَحْمِدُنِي
 بِتَحْمِينِي يُعَلِّمُنِي رَأَيْتُ ثُمَّ
 أَشْفَعُ فَيَحْدِثُ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ
 مِنَ النَّارِ وَأَدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے
 یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام
 سے نوازا اور ان کو توہرات بطافرمائی، حضرت انس
 کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
 حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہاد میں خطا یاد آئے گی
 اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب
 نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
 جاؤ جو روح الشکر اور کلمۃ اللہ ہیں، پھر لوگ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو
 اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے
 پیدا ہوئے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب
 نہیں ہے، البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
 حاضر ہوجن کے اگلے پچھلے (ظاہری) ذریعہ کی اللہ
 تعالیٰ نے دنیا میں معذرت سنادی تھی۔ حضرت انس
 کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
 لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان سے رب سے
 شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا
 کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب
 تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا
 پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد اپنا سر اٹھائے
 آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت
 کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ
 تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ
 تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا، پھر میں
 شفاعت کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کر
 دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم
 سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا
 پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ

قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ
أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَاتَّخُولُ
يَأْتِي مَا بَقِيَ فِي الثَّلَاثَةِ
مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَوْ مَنْ
وَجَبَ عَلَيْهِ التَّخْلُودُ وَقَالَ
ابْنُ عَبِيدٍ فِي رِوَايَةٍ قَالَ
قَتَادَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ التَّخْلُودُ-

جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا
پھر کہا جائے گا اسے محمد اپنا سراقہ س اٹھائیں
آپ کیسے آپ کی سزا جائے گی، مانگیے آپ کو دیا۔
جلدے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو
گی، پھر میں سجدہ سے اپنا سراقہ اٹھاؤں گا اور اپنے
رب کی ان کلمات سے حمد کروں گا جن کی وہ مجھے
اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا
میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں
کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، حضرت
انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے
لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے،
اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اسے میرے
رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کے
حق میں قرآن میں دائمی عذاب واجب کر دیا ہے یعنی

کفار

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں
اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم
جلد سابع میں عصمت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے (ظاہری ذنوب
کی منفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد
سابع میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن تمام
مسلمان جمع کیے جائیں گے اور وہ حشر کی تہہ سامانیوں
سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا
ان کے دل میں یہ پیدا بات کی جائے گی۔ امام مسلم
فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابقہ کی مثل ہے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پرف
میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت روزگارا

۳۸۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ
بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ
الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ
بِذَلِكَ أَوْ يُلْهَمُونَ ذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ
أَبِي عَرَّائَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ أَتِيَهُ
الرَّابِعَةُ أَوْ آخِرُ الرَّابِعَةِ فَاتَّخُولُ يَا

رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ -

اور کہوں گا اے میرے رب اب دوزخ میں فترہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مؤمنوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے دل میں محشر سے نجات کا خیال پیدا کیا جائیگا، باقی حدیث حسب سابق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی بار فرمائیں گے کہ اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کے پاس میں قرآن کے دائمی عذاب کو واجب کر دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے ایک جو کے برابر بھی نیکی کی ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ بھر کے برابر بھی نیکی ہو پھر اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائیگا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ہو، امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایا میں ذرہ کی جگہ جوار کا ذکر ہے۔

۳۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ بِمِثْلِ حَيْثُ نَهَبُوا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَمْحَى وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ -

۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنَهَالٍ وَ الصَّغِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَّارٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو وَبَتَّةٌ وَ هِشَامٌ صَاحِبُ الدَّسْتَوَائِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاشَانَ الْمِصْبَعِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ وَ هُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً نَا إِذَا ابْنُ مَنَهَالٍ فِي رَوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا بِمِثْلِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنْ تُعْتَبَرَ جَعَلَ مَكَانَ الدَّرَجَةِ دُرَّةً
 قَالَ يَرْيَدُ صَحَّفَ فِيهِمَا أَبُو بَسْطَامٍ -
 ۳۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ
 قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ تَمِيمٍ قَالَ نَا
 مَعْبِدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَتَزِيُّ وَ
 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ
 اللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ
 عَنْ مَعْبِدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَتَزِيِّ
 قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
 وَكُنَّا نَتَأَمَّلُ مَا نَقُولُ فَانْتَهَيْتَنَا
 إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الصُّحَى فَاسْتَأْذَنَّا
 لَنَا نَأْتِيكَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
 وَاجْلَسْنَا مَعَهُ عَلَى
 سِرِّيْرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمَّادَ
 إِنِّي إِخْوَانُكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ
 يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ
 الشَّفَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 مَا جَرَّ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى
 بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ
 لَهُ اشْفَعْ لَنَا وَ لَكِنْ عَلَيْكَ
 يَا بَرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللَّهِ
 فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَيَقُولُونَ لَسْتُ لَهَا وَ لَكِنْ
 عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ
 اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُؤْتِي مُوسَى

معبد بن ہلال عتزی کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا
 چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے
 حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت
 انس کے پاس پہنچے تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے
 تھے، ثابت نے ہمیں بلائے کی اجازت حاصل کی،
 ہم اندر پہنچے، انہوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت
 پر بٹھا لیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب
 ہو کر کہا، اے ابو حمزہ! یہ حضرت انس کی کنیت ہے
 آپ کے یہ بھری بھائی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان
 کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں۔ حضرت
 انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک
 دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم
 علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے
 عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے،
 حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ
 تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت
 میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ
 نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ
 وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ
 مقام نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
 پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور
 اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ
 لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى
 فَإِنَّهُ رُوِيَ أَنَّ اللَّهَ وَكَلِمَتُهُ
 فَيُؤْتِي عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ
 عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَوْثَقِي
 فَأَقُولُ أَنَا لَهَا أَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ
 عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَأَقُومُ
 بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُ بِمَعَامِدِهِ
 لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ
 يُلْهِمَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شُكْرًا
 آخِرًا لِمَا سَأَلْتُ فَيُقَالُ
 يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
 وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ
 تَعْطَهُ وَاشْفَعْ لَشَفْعِ فَأَقُولُ
 يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ
 أَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ
 مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ بُرَّةٍ أَوْ
 شَعِيرَةٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ
 فِيهَا فَأَنْطَلِقُ ثُمَّ أَرْجِعُ
 إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَأَحْمَدُهُ
 بِبَيْتِكَ الْمَعَامِدِ ثُمَّ آخِرًا
 لِمَا سَأَلْتُ فَيُقَالُ يَا
 مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ
 يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ تَعْطَهُ
 وَاشْفَعْ لَشَفْعِ فَأَقُولُ
 يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ
 يَا أَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر تمام لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اے اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو اور جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت) پس کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم یا جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد! اے اللہ علیہ وسلم، اپنا سر اٹھاؤ اور کہو آپ کی بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیے! آپ کو دیا جائیگا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی، پھر مجھ سے کہا جائے گا جلیتے جس شخص کے دل میں ایک دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لائیے میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا

اور انہیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر
سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ
محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی
اور جو کچھ مانگنا ہو مانگیں، آپ کو دیا جائے گا اور
شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض
کردوں گا اے میرے رب! امتی امتی۔ مجھ سے
کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے
بھی کمتر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان
لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی
اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں
سے چلے گئے اور جب ہم صحرا اور جہان میں پہنچے تو
ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات
کریں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رجحاج بن
یوسف کے خون سے، ابوخلیفہ کے گھر میں پھپھے
ہوتے تھے۔ ہم نے جا کر انہیں سلام کیا اور
عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو
حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آ رہے ہیں انہوں نے
شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث
سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔
حضرت حسن بصری نے کہا ہمیں بھی وہ حدیث سناؤ ہم
نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا اور سناؤ، ہم نے عرض
کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال
پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی،
اس وقت ان کی جراتی کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو
چکے ہیں، ہم کو جب انہوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو
اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم
کو پوری حدیث سنائی بھول گئے یا انہوں نے مصلحتاً
پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ
إِيمَانٍ فَأُخْرِجُهُ مِنْهَا فَأُطْلِقُ
فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ إِلَى رَبِّي فَأُحَدِّثُ
بِتِلْكَ الْمَعَامِدِ ثُمَّ أَخْبَرُ لَه
سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ
تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفِّعُ فَأَقُولُ
يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ لِي
الطَّلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ آذَى
مِنْ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
مِنْ إِيْمَانٍ فَأُخْرِجُهُ مِنَ النَّارِ
فَأُطْلِقُ فَأَفْعَلُ هَذَا حَدِيثٌ
أَنْسِ الْإِنْسِي أَنْبَاءَنَا بِهِ فَخَرَجْنَا
مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ
الْجَبَّتَانِ قُلْنَا لَوْ مَلْنَا إِلَى الْحَسَنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ
فِي دَارِ أَبِي خَلِيفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا
عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ قُلْنَا يَا أَبَا
سَعِيدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ
أَبِي حَمَزَةَ فَلَمْ تَسْمَعْ بِمِثْلِ
حَدِيثٍ حَدَّثَنَا فِي الشَّفَاعَةِ
فَقَالَ هِيَ فَحَدَّثَنَا هَذَا الْحَدِيثَ
فَقَالَ هِيَ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ
قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مِنْدُ عِشْرِينَ
سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ وَ
لَقَدْ تَرَكْتُ شَيْئًا مَا أَدْرِي أَلَسِي
الشَّيْخُ أَوْ كِرَاهٍ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ
فَتَتَكَلَّمُوا قُلْنَا لَهُ حَدَّثَنَا
فَضَحِكَ وَقَالَ خَلِقَ الْإِنْسَانُ

مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هَذَا إِلَّا
وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ مَوْهًا
ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَاقِي عَزَّ وَجَلَّ فِي
الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهَا بِتِلْكَ
الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخْبَرْتَهُ سَاجِدًا
فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَ
سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ كَشَفِّمْ
فَأَقُولُ يَا رَبِّ اشْدُدْ لِي
فَيْسِنٌ فَتَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَيَقُولُ كَيْسَ ذَلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ
كَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَالْحِكْمُ وَ
عِزِّي وَجَدَلِي وَكِبْرِيَايَ
وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَايَ لَا تُخْرِجَنَّ
مِنَ النَّارِ مَنْ قَتَلَ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ قَالَ فَاشْهَدْ عَلَى الْحَسَنِ
أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهَا أَنَّهُ سَمِعَهُ النَّسَّ
بْنَ مَالِكٍ أَمَّا هُوَ فَتَالَ قَبْلَ
عِشْرِينَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ
جَمِيعٌ

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس
نے نہیں سنایا وہ کیا ہے، یہ سن کر حضرت حسن بصری
بٹنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجل
"انسان بڑا جلد باز ہے" میں نے تم کو یہ پراانا واقعہ
اسی لیے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت
انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر
حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے
اور انھیں کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے
اور سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا
محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے اور
کیسے آپ کی بات سنی جانے کی جو کچھ مانگیں گے آپ
کو ملے گا اور جس کے بارے میں آپ شفاعت
کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جنہوں
نے فرمایا میں عرض کروں گا اسے اللہ مجھے ان لوگوں
کی شفاعت کی اجازت دیجئے جنہوں نے صرف ایک
بار کلمہ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ آپ کا
حصہ نہیں ہے اور نہ یہ شفاعت آپ کی طرف موقوف
ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، نبوت
اور کبریائی کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور
نکالوں گا جنہوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔
حدیث کے راوی معبد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت
حسن بصری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث
انہوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور
میرا گمان یہ ہے کہ یہ انہوں نے بیس سال پہلے ہی
سنی ہوگی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

۳۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
وَاتَّفَقَا فِي سِيَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا يَزِيدُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْحَرْفِ
 بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ
 بَشِيرٍ قَالَ نَا أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي
 حُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرَفِعَ إِلَيْهِ
 الرِّزَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَتَهَسَّ
 مِنْهَا نَهَسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ
 بِمِذَاكَ يَجْمَعُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوْلِيَّ وَالْآخِرِينَ
 فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيَسْمِعُهُمُ
 الدَّاعِيَ وَيَنْفَعُهُمُ الْبَصْرُ وَ
 تَدْتُرُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ
 مِنَ الْعَمَةِ وَالْكَذِبِ مَا لَا يُطِيقُونَ
 وَمَا لَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ
 النَّاسِ لِبَعْضٍ الْآتِرُونَ مَا أَنْتُمْ
 فِيهِ إِلَّا كَتَرُونَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ
 الْآتِرُونَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ
 إِلَى مَا يَكْفُرُ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ
 لِبَعْضٍ أَيُّهَا أَدَمَ فَيَأْتُونَ
 أَدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَدَمُ أَنْتَ أَبُو
 الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ
 فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
 فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ
 الْآتِرَى مَا نَحْنُ فِيهِ إِلَّا كَتَرَى
 مَا قَدْ بَلَغْنَا فَيَقُولُ أَدَمُ إِنَّ
 مَا بِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
 يَغْضَبْ قَبْلَكَ مِثْلَهُ وَلَكِنْ

کو چونکہ دستی کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی
 لہذا آپ نے اس کو دانٹوں سے کھانا شروع کر دیا،
 پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا
 سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہو گا پھر آپ
 نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین
 اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا
 جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب
 دکھائی دیں گے۔ سویرج نزدیک ہو جائے گا، اور
 لوگوں کو ناقابل برداشت گھبراہٹ اور پریشانی کا سامنا ہوگا،
 اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم
 نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے
 کہ تم کس قسم پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو اور ایسے
 شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری
 شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے
 مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس
 چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں
 گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام
 آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے
 اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور
 تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے
 کا حکم دیا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت
 کیجئے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ہم کس پریشانی
 میں ہیں، اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں
 فرماتے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا
 رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس
 سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا، اور
 نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا، بات
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت

يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ تَهَاوَى
عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي
نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى غَيْرِي إِذْ هَبُّوا
إِلَى سُورٍ فَيَا تُورَنَ سُورًا فَيَقُولُونَ
يَا سُورُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى
الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا
شَكُورًا إِشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ
الْأَتْرَى مَا نَحْنُ فِيهِ الْآتْرَى
إِلَى مَا قَدْ بَلَّغْنَا فَيَقُولُ لَهُمْ
إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَكَ وَلَنْ
يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ
قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ
بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي
إِذْ هَبُّوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَا تُورَنَ
إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ
اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
إِشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ الْآتْرَى
مَا نَحْنُ فِيهِ الْآتْرَى مَا قَدْ
بَلَّغْنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَكَ مِثْلَهُ وَلَا
يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ
كذِبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
إِلَى غَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَى مُوسَى
فَيَا تُورَنَ مُوسَى عَلَيْكَ السَّلَامُ
فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ
اللهِ فَصَلِّكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ
وَيَتَكَلِّمُهُ عَلَى النَّاسِ إِشْفَعُ

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس
کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، تم میرے
علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اب
زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر بخوار بندہ قرار دیا، آپ اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، اب دیکھ
رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں
کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں
گے آج میرا رب اس قدر سمحت غضب کے عالم
میں ہے کہ پہلے کبھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ
آئندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ
ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی
تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر و امن گیر
سے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر
لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض
کریں گے آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے
زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے
ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ
ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا
رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے کبھی
ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال
میں آئے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ان زمین
باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ
سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر و امن گیر ہے کسی اور کے
پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت
 موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ
 نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف
 سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفا
 کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں اور
 ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ
 علیہ السلام فرمایا میں نے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خالص
 کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی نگر
 دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر
 لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور
 عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے
 کے رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پٹھوٹے
 میں کلام کیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے
 پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا آپ
 اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے
 حضور ہماری شفا عت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھتے
 کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی
 ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے
 کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں تھا اور نہ کبھی
 اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور ہر بند کہ حضرت
 عیسیٰ اپنی کسی (اجتہادی) خطا کا ذکر نہیں کریں گے۔
 تاہم فرمایا میں گئے آج مجھے خود اپنی نگر دامن گیر ہے میر
 علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ! جاؤ محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے
 اور عرض کریں گے اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول
 ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو منفرد
 کی نوید سنادی تھی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفا
 کیجئے۔ کیا آپ نہیں ملاحظہ فرماتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ مَا نَحْنُ
 فِيهِ أَلَا تَرَىٰ مَا قَدْ بَلَّغْنَا
 قِيْقُولُ لَهُمْ مُوسَىٰ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ
 الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ
 مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ
 وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أَوْمَرُ
 بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
 إِلَىٰ عَيْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيَا تُونَ
 عَيْسَى قِيْقُولُونَ يَا عَيْسَى أَنْتَ
 رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي
 الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ
 مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ فَاشْفَعُ
 لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ مَا نَحْنُ
 فِيهِ أَلَا تَرَىٰ مَا قَدْ بَلَّغْنَا
 قِيْقُولُ لَهُمْ عَيْسَى إِنَّ رَبِّي
 قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ
 يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ
 بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَدُنْ كُرْ لَهُ
 ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
 إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَىٰ مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قِيَا تُونِي قِيْقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ
 أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَنَحْنُ الْأَنْبِيَاءُ
 وَغَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
 ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعُ لَنَا
 إِلَىٰ رَبِّكَ أَلَا تَرَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ
 أَلَا تَرَىٰ مَا قَدْ بَلَّغْنَا فَنَاطِلِي
 قَاتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَاقْعُ سَاجِدًا

کیا آپ مشاہدہ نہیں فرما رہے کہ ہمیں کن کن کایف کا سامنا ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں کیے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائے لائیگیئے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی، میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تمہاری امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقام ہجر میں یا مکہ اور مقام بصری میں ہے۔

حضرت ابو سہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تریڈر گوشت کے سالن میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑے (مکڑے) کا ایک پیالہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی کیونکہ دستی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو سیدہ پسند تھی آپ نے اس کو دانٹوں سے کھانا شروع کیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب ہوگا؟ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَّحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ اِشْفَعُ تُشْفَعُ فَارْفَعْ رَأْسِي فَاقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي قِيْقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجْرَةَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَةَ

۳۸۹ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَنَا جَبْرِئُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْقَعْقَعِ عَنْ اَبِي مُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَضَعْتُ بِيَدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِصْعَةً مِنْ شَرِيْبٍ وَ لَحِيْرَةً نَاوَلِ الدِّرَاعَ وَ كَانَتْ اَحَبَّ الشَّاهَةِ اِلَيْهِ فَتَهَسَّ تَهَسَةً فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَهَسَّ تَهَسَةً اُخْرَى فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَمَّا رَأَى اَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُوْنَهُ فَقَالَ اَلَا تَقُوْلُوْنَ كَيْفَهُ فَتَالُوْا كَيْفَهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ قَالَ يَوْمَ يَهُوْمُ

النَّاسِ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ
بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي حَتِيَّانَ عَنْ أَبِي ذُرَّعَةَ
وَتَرَادَفَ فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ قَالَ ذَكَرَ قَوْلَهُ فِي الْكُوكَبِ
هَذَا سَرِّقِي وَقَوْلَهُ لِإِلَهِيهِمْ بَلْ فَعَلَهُ
كَيْدُهُمْ هَذَا وَقَوْلَهُ إِنِّي سَقِيمٌ
قَالَ وَالَّذِي تَفُسُّ مَعْتَدٍ بِسَيِّدَةِ رَاتٍ
مَا بَيْنَ الْمَصْرَاعَيْنِ مِنْ مَقْصَرٍ يَبْعُ
الْحِجَّةَ إِلَى عِضَادَتِي الْبَابِ لَكَمَا بَيْنَ
مَكَّةَ وَهَجْرًا وَهَجْرًا وَمَكَّةَ وَقَالَ لَا
أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَ .

ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب
العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ امام مسلم
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کی مثل بیان
فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے
یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب
لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے ستاروں
کو دیکھا کہ کہا تھا کیا یہ میرا رب ہے، اور میں نے
اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان
کے بڑے بت نے کیا ہے۔ (یعنی میں نے اس
کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھوٹے
بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹتے
رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انہوں نے فرمایا میں
نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار
ہے) اور جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں
کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور مقام ہجر
میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت خذیجہ رضی اللہ
عناہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام مسلمانوں
کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی
جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے
پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے
والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھول دیجیے وہ
فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا
نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں
ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ
جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ
مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقام

۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَيْفَةُ
الْبَجَلِيِّ قَالَ نَامُ مُحَمَّدُ بْنُ قُضَيْبٍ
قَالَ نَا أَبُو مَالِكٍ فِي الْأَشْجَعِيِّ عَنْ
أَبِي حَاتِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبُو
مَالِكٍ عَنْ يَرْبُوعِ بْنِ جَدَّاشٍ عَنْ
حَدِيثَةٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَجْمَعُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ
حَتَّى تَرْتَلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ
أَدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتَحْ
لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ
مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةُ أَبِيكُمْ

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے، جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کی دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بھلی کی طرح گزرے گا راوی کہتا ہے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، بھلی کی طرح کون سی چیز گزرتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے بھلی کی طرف نہیں دیکھا کس طرح گزرتی ہے اور بھلی جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پل صراط سے گزریں گے جو آندھی کی طرح گزر جائیں گے، اس کے بعد پندوں کی رفتار سے گزریں گے، اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں ”اے میرے رب ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے“ پھر ایک وقت وہ آئیں گے کہ بندوں کے اعمال انھیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

أَدْرَكْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِذْ هَبُّوا
إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَيْلِ اللَّهِ
قَالَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِشْمَاكُنْتُ
خَلِيلًا صِدْقًا وَرَأَى وَرَأَى أَعْمَدُ
إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَ اللَّهُ تَكَلِيمًا
فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ
لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِذْ هَبُّوا إِلَى
عِيسَى كَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحِهِ فَيَقُولُ
عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ
ذَلِكَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ وَيُؤَدُّونَ
لَهُ وَتُرْسَلُ الْأَمَاتَةُ وَالرَّحِجُ
فَتَقْرُمَانِ جَنْبَتِي الصِّرَاطِ
يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ أَوْلَاكُمْ
كَالْبَرْقِ وَتُلْتِ بِأَجِي أَنْتَ وَأُمَّي
أَيُّ نَتْنِي إِكْمَرِ الْبَرْقِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَ
يَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِ
الرَّيْحِ ثُمَّ كَمَرِ الظَّيْرِ وَتَكْرِي
الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَ
نَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ
مَا بِي سَلَامٌ سَلَامٌ حَتَّى تَعْجِزَ أَعْمَالُ
الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيئَ الرَّجُلُ فَلَا
يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا نَحْضًا قَالَ
وَ فِي حَافَتِي الصِّرَاطِ كَلَابِيبُ
مُعَلَّقَةٌ مَأْمُومَةٌ تَأْخُذُ مَنْ
أَمِدَتْ بِهِ مَخْذُوتٌ تَسَاجِدٌ وَ

مَكَدُوسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي
لَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبِيدُهُ إِنَّ قَعْدَ
جَهَنَّمَ لَسَبْعِينَ خَرِيفًا.

گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے اور پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کلنٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے پاسے میں حکم ہو گا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پائیں گے اور بعض ان سے اکچھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اس فرات کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اشیانہ ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں حتیٰ کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا صرف ایک شخص ہو گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آکر اس کو میں

۳۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَاجِرِيٌّ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْفُلٍ عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا.

۳۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَامِعًا وَيُّرُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قُلْفُلٍ عَنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبَعًا وَأَنَا أَوْلُ مَنْ يَقْرَأُ بِبَابِ الْجَنَّةِ.

۳۹۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ شَائِدَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْفُلٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدِّقْ نَبِيٌّ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مَا صَدَّقَتْ إِنْ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُ وَهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ.

۳۹۴ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ وَرُؤَيْبُ بْنُ حَزْبٍ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ نَاسِئَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ نَابِغَةَ عَنِ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اتَى بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتَيْتُهُمْ فَيَقُولُ الْخَائِرُونَ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدًا فَيَقُولُ بِكَ أَمْرٌ لَا أَفْتُهُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ -

کھلواؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

۳۹۵ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُو بِهَا فَأُرِيدُ أَنْ أَخْتَبِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جتنی طور پر قبول فرماتا ہے میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھنے

۳۹۶ - وَحَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ ابْنِ حَمِيدٍ قَالَ دُهِيرُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَ إِمْرَاتٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَخْتَبِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

۳۹۷ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ دُهِيرُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُ بْنُ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ أَبِي سَيْدٍ بْنِ جَابِرٍ يَتَى الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۸ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ دُهِيرُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَابْنِ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ أَبِي سَيْدٍ بْنِ جَابِرٍ يَتَى الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَكْعَبُ الْأَحْبَارِيُّ أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ”ہاں“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے اور ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر خرچ کر لیا اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور انشاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُو بِهَا فَإِنَّا أُرِيدُ إِشَاءَةَ اللَّهِ أَنْ أُخْتَبَى دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِمَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ كُنْتُ لِأَنِّي هُمْ يَوْمَ يَوْمٍ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ وَالتَّفَظُّ لِرَبِيِّ كُرَيْبٍ قَالُوا نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَرَأَيْتِي إِخْتَبَاتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِمَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَنَاتٍ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا۔

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهَا فَيُوتَاهَا وَرَأَيْتِي إِخْتَبَاتُ شَفَاعَةً لِمَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ تَا أَبِي قَالَ تَا شُعْبَةَ عَزْمُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ رِبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتَجِيبَ لَهَا وَإِنِّي أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أُوَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِمَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عَسَانَ الْمُسَمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَاللَّفْظُ لِأَبِي عَسَانَ قَالَ وَأَنَا مُعَاذٌ يَعْتُونَ أَيْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَأَسُ بِنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهِ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِرَأْسَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک خاص مقبول دعا ہوتی ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ قَالَ نَأَسُ وَحٌّ قَالَ نَأَسُ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأَسُ كَرِيهُ حَرَوِيٌّ حَدَّثَنِي أَبُو هَيْبٍ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نَأَسُ سَأَمَةَ جَمْبِغًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنِّي فِي حَدِيثِ وَكَيْهِ قَالَ قَالَ أُعْطِيَ فِي حَدِيثِ أَبِي سَأَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَأَسُ الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرْتُ حَوْلَ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی لفظی تغیر کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ قَالَ نَأَسُ وَحٌّ قَالَ نَأَسُ جُرَيْجٌ قَالَ أَحْبَبْتُ فِي أَبِي الرَّبِيعِ أَنَّ سَمِعَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ فَذَكَرْتُهَا فِي أُمَّتِهِ وَخَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِرَأْسَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا میں نے قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ وَبِكَأَيِّهِ شَفَقَةٌ عَلَيْهِمْ
 ۴۰۰ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى
 السَّدَنِيُّ قَالَ أَنَا بِنُّ وَعَبِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
 عَنْ وَبْنِ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ
 حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَا
 قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ انَّهُنَّ
 أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَسَمِعُ
 تَبِعَتْنِي فَإِنَّهُ مَيِّتٌ وَمَنْ عَصَانِي
 فَإِنَّكَ عَاقُومٌ رَّحِيمٌ الْآيَةَ وَقَالَ
 عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ تَعَدَّ بِهِمْ
 فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ
 فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ فَرَفَعَهُ
 يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي
 وَبَكِّي فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جُبَيْرُ
 إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَعْلَمُ
 فَسَلِّ مَا يُبْعِيكَ فَإِنَّا هُوَ جُبَيْرُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَا
 قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 يَا جُبَيْرُ إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ
 فَقُلْ إِنَّا سُرَّضِينَا فِي أُمَّتِكَ
 وَلَا تَسُوكَ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت
 کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا
 حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما
 بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ: اے
 رب میرے! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر
 دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہوگا وہ میرے
 راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو
 تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے، اور وہ آیت
 پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے
 (ترجمہ: اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ
 تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے
 تو تو غالب اور حکمت والا ہے) پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا اے جبرائیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو حالانکہ اللہ
 تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں
 طاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور
 حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ نے کوخبر دی (حالانکہ
 اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل
 سے کہا اے جبرائیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی
 بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے
 اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث

کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، غور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا، ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے حضور تو مستقبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، طائف کی وادی میں کس طرح حضور پر پتھروں کی بارش کر کے آپ کو لہو لہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گئیں۔ اُحد کی گھاٹیوں میں آپ کا چہرہ گھائل کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں عین حالت نماز میں سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اوشنی کی گندگی ڈال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فوراً جبرائیل کو بھیج کر آپ کو تسلی دلاتا، آپ ٹمگین ہوتے تو آپ کے غم کو زائل کرتا، یہاں غور طلب بات یہ ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے عذاب پر ٹمگین ہوتے ہیں، اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی ٹمگین ہوتے ہیں، اب سوچتے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے ٹمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے ٹمگین جان کر گناہ کرنا کیوں نہیں چھوڑتے! اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہ گاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت **وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ضحیٰ : ۵)** اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، بھی آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھجوایا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور باقی گنہ گاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں رہنے نہیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ
فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ
قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ

۳۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
بَاعَعَانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ كَثَابَةَ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ آئِينَ أَبِي
قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفَا الرَّجُلُ دَعَاهُ
فَقَالَ لَا آئِينَ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ -

۳۰۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَثُمَّ هَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى
بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تَوَلَّكَ هَذِهِ
الْأَيَّةُ وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَخْرَبِيْنَ دَعَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا
فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ
بْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي
مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ
يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ
يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةٍ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ
النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ
مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِدُوا أَنْفُسَكُمْ
مِنَ النَّارِ يَا قَاطِمَةَ أَنْقِدِي نَفْسِكَ مِنَ
النَّارِ يَا قِيْلَةَ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
غَيْرَ أَنْ لَكُمْ رَحِمًا سَابُلَهَا بِلَالُهَا -

۳۱۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ
قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا

جو شخص کفر پر مرادہ دوزخ میں رہے گا،
اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ
نہیں دے گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
(آخرت میں) میرا باپ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا:
”جہنم میں“ جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا باپ
رہچھا اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”وانذر عشیرتک
الاقربین“ اپنے قریبی رشتہ داروں کو
ڈرائیے“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام
اور خواص تمام قریش کو جمع کر کے فرمایا کہ کعب بن لوی
کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اسے
مرہ بن کعب کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ
سے بچاؤ۔ لے عبد شمس کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ،
لے عبد منات کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اسے
بنو ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلاؤ، اسے
بنو عبد المطلب اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اسے
فاطمہ رضی اللہ عنہا! اپنے آپ کو دوزخ سے
محفوظ رکھو! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے
تمہارے لیے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا
اس بات کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں
عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

الإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَيْتَمُّ وَأَشْبَعُ -

۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ
قَالَ دَاكِيْعٌ وَيُونُسُ بْنُ يَكِيْرٍ قَالَا نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا تَزَلَّتْ وَأُخْذَتْ
عَشِيْرَتُكَ الْأَقْرَبِيْنَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ
بِنْتُ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا
بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَصْلِكَ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ
شَيْئًا سَأَلْتَنِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ -

۴۱۲ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَلَةُ بْنُ يَعْنَى قَالَ أَنَا
ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ رِيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ
عَلَيْهِ وَأُخْذَتْ عَشِيْرَتُكَ الْأَقْرَبِيْنَ يَا مَعْشَرَ
قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ
مِنْ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا
أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي
عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ
سَأَلْتَنِي مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا -

۴۱۳ - وَحَدَّثَنِي عَنْهُ وَالتَّقَادُّمُ قَالَ نَاعِمُ بْنُ
بُرِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ نَاعِمِ بْنِ إِدْرِيسَ قَالَ نَاعِمُ بْنُ
دَاكُوَانَ عَنِ الْأَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُذَا -

۴۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا
يَزِيْدُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّيْبِيُّ عَنْ أَبِي

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی؛ وانذرتک
عشیرتک الاقربین - آپ نے قریبی
رشتہ داروں کو ڈرایا "تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "اے فاطمہ بنت
محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب
کی اولاد میں رازخود) تم کو عذاب خداوندی سے بچانے
کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے
مانگ لو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جب یہ آیت نازل ہوئی؛ وانذرتک
الاقربین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اے جماعت قریش! اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ سے بچ
ڈالو، میں رازخود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز
کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں رازخود) اللہ کی
طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔"
اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں رازخود) اللہ
کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔
اے فاطمہ بنت محمد! جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں
رازخود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے
نہیں ٹال سکتا۔"

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول
ہے۔

قبیصہ بن مخارق اور زبیر بن عفریہ بیان کرتے
ہیں جب آیت کریمہ وانذرتک الاقربین -

عُثْمَانُ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُعَارِقِ وَهُوَ هَيَوَانِ
عَمْرٍو قَالَ لَنَا نَزَلَتْ وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ
قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِلَى رَضْمَةَ مِنْ بَجْدٍ فَعَلَى أَعْلَاهَا حَجْرًا شَدِيدًا
تَأَذَى يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةٍ إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ مِثْلِي
وَمِثْلَكُمْ كَمِثْلِ رَجُلٍ سَأَى الْعَدُوَّ وَفَاتَطَلَّقَ
يَرْبَا أَهْلَهُ فَخَشِنِي أَنْ يَسْبِقُونَهُ فَجَعَلَ
يَهْتِفُ يَا صَبَا حَاةُ .

۲۱۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا
الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ
ابْنِ عَمْرٍو وَ قَبِيصَةَ ابْنِ مُعَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

۲۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ
نَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَنَا
نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ
وَدَهَطَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ خَرَجَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا
فَهَتَفَ يَا صَبَا حَاةُ فَقَالُوا مَنْ هَذَا الَّذِي يَهْتِفُ
فَالُوا مُحَمَّدًا فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا بَنِي
فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاةٍ يَا بَنِي عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَمَا إِنِّي كَرِهْتُ
لَوْ أَحْبَبْتُكُمْ أَنْ تَخِيلًا تَخْرُجُ بِسَفْعٍ هَذَا
الْجَبَلِ الْكُتْمُ مُصَدِّقِي فَقَالُوا مَا جِئْنَا
عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيِ
عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ
أَمَا جَمَعْنَا إِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَتَرَلَّتْ هَذِهِ
السُّورَةُ فَتَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَتَبَتْ كَذَا
قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى الْخِرَابِ السُّورَةَ .

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ
کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا
”اے عبدمناف کی اولاد! میں تم کو ابھنم کے عذاب
سے ڈرانے والا ہوں۔ میں اور تم اس شخص کی
طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہو اور وہ اس
دشمن سے اپنے مانندان والوں کو بچانے کے
لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ
جائے اور با آواز بلند صراخ دے ”سو دشمن آ رہا ہے“
امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے
ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں
اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو ڈرائیے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر صفا پر چڑھے اور با آواز بلند
فرمایا ”سنو ہوشیار ہو جاؤ!“ لوگوں نے کہا یہ
کون پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے
فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبدالمنا
ف کی اولاد! اے عبدالمطلب کی اولاد! پھر یہ سب
لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا ”مجھے
یہ بتلاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے
دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلے گا تو کیا
تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے“ تمام لوگوں نے
جواب دیا ”ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا، آپ نے
فرمایا ”میں تم کو (آخرت کے) عذاب شدید سے
ڈرا رہا ہوں“ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

ابولہب نے کہا (العیاذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سوتے آتے ابوالہب اس وقت نازل ہوئی، ”ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے“

اسی سند سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا۔ ”سنو ہوشیار ہو جاؤ، جیسا کہ ابو اسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کریمہ
وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَوْسَیْنِیْنَ كَاذِرٍ
نہیں کیا۔

۴۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو
كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بِالضَّفَا فَقَالَ يَا صَبَّاحَاهُ
يَنْحُو حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَكَمْ يَذُكُرُ نَزُولَ الْأَيَّةِ
وَإَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَوْسَیْنِیْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۰۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جس قدر آباء اور امہات ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں۔ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذی یراک حین تقوم و تقربک فی

الساجدین -

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب

آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں ایشیت ایشیت منتقل ہو رہا تھا۔

(شعراء ۲۱۶۱)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد کے اسلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و امہات مومن ہیں۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التعلیم والمنہ ص ۵۰

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آباء کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آباء کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے۔ (۲) - امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقدنا
حتی کنت من القرن الذی کنت منه . ۳

میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا
رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس زمانہ
کے سب سے بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور ہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ ۳
ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا نور ہر دور میں بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آباؤ امهات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابو طالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہونے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔
ملاحظہ فرمائیے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب میں کہا
نعبد الاہلک والہ ابائک ابراہیم واسمعیل د
وہم آپ کے خدا اور آپ کے آباء کے یعنی حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے خدا کی عبادت کریں گے۔
(یقرآۃ، ۱۳۳)

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین نے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان
حدیث نمبر ۴۰۹ میں ہے: اے فاطمہ!

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، السکادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک مرتبہ گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں سورتیں اور آیات نازل فرمائیں اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابو لہب نے ایک لفظ تبا کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی، اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی، اب جس قدر جن، انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے معاملات حتیٰ کہ شرک تک میں ڈھیل دی، لیکن پیاسے مسطحیٰ علیہ التیمیہ والفتنار کے معاملہ میں فوری کارروائی کی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر زیادتی پر نرمی اور ڈھیل گوارا، کونہی سے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پر نرمی گوارا نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلْمٌ لِأَيِّ طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفُ عَنْهُ
بِسَبَبِهِ

حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچھیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو مجھ سے کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں" اب وہ جہنم کے سرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت سے اس کو نفع نہ پہنچتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا تھا، آپ کی خاطر لوگوں سے بھگڑتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا، آپ نے فرمایا "ہاں" میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اس کو آگ کے اوپر والے طبقہ میں لے آیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقُرَاشِيُّ
وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرِ الْمُقَدَّسِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَمَوِيُّ قَالُوا أَنَا أَبُو عَرَاتٍ
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَرِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَنْتَقِزُ أَبَا طَالِبٍ
بِقَوْلِي فَإِنَّهُ كَانَ يَحْوِطُكَ وَيَغْضِبُ لَكَ قَالَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَعَزَهُ هُوَ فِي فَحْضِ
مِرَّةٍ تَابَهُ وَكَوَلَا أَنَا لَكَ فِي الدَّارِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ
۴۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ قَالَ تَسْتَيَّرُ
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ
قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَبَا
طَالِبٍ كَانَ يَحْوِطُكَ وَيَغْضِبُ لَكَ
فَهَلْ نَفَعَهُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتَهُ فِي خَمْرٍ
مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتَهُ إِلَى صَحَابَتِهِ

۴۲۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

يُحْيَىٰ بِنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ
السَّلَامِ بْنُ عَمِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَيْفَ عَنْ
سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ -

۲۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا كَيْتُ
عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبَّابٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ دُكِرَ عِنْدَهُ عَمَّةُ أَبُو طَالِبٍ
فَقَالَ لَعَلَّهَا تَنْفَعُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ
فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبِيَّةَ يَغْلِي مِنْهُ
وَمَا غُفِرَ -

۲۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
يُحْيَىٰ بِنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا هَيْدَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ
سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ أَبِي عُبَيْشٍ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ آدَنِي أَهْلَ النَّارِ
عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ تَابٍ يَغْلِي وَمَا غُفِرَ مِنْ
حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ -

۲۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَكَمَةَ قَالَ نَا شَابِثُ عَنْ
أَبِي عَثْمَانَ التَّمِيمِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ
النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ
يَغْلِي مِنْهُمَا وَمَا غُفِرَ -

۲۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَنْصَلٍ قَالَ
نَا شُعْبَةُ وَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا اسْحَقَ يَقُولُ سَمِعْتُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ
کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا قیامت
کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا،
اس کو دوزخ کے سب سے بالائی طبقہ میں لایا جائیگا
جہاں آگ صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس
کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم
میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ
کی دو جڑیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی کی وجہ سے
اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم
میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ اس کو
آگ کی جڑیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ
کھول رہا ہوگا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب

التُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْوَنَ
 أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ شَوَّضَهُ
 فِي أَحْتَصِرٍ قَدَامِيهِ جَنَمَاتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاعُهُ
 ۳۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ أَبُو
 أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنِ التُّعْمَانِ
 ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 آلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَمْ
 تَوَلَّ رَجُلًا وَشَرَاكَانِ مِنْ قَوْمٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاعُهُ
 كَمَا يَغْلِي الْمَرْجُلُ مَا يَرَى أَنْ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ
 عَذَابًا وَلَا تَلَا تَلَا هُوَ نُهُمُ عَذَابًا

اس شخص کو ہوگا جس کے تلوؤں کے نیچے آگ
 کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ
 سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنمیلوں
 میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ
 کی دو جوتیاں نسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی
 وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے
 پتیلی میں پانی جوش سے کھوتا ہے۔ وہ سمجھ رہا
 ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے
 حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔

اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف
 کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

کفر پر مرے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں یہ ہے:

لَا يَخْفَى عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

يَنْظُرُونَ. (بقرہ: ۱۶۲)

انہیں مہلت دی جائے گی۔

توجیہ ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پر خاتمہ ہوا تو ان کے عذاب میں کیسے تخفیف ہوگی
 اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندھی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (بخاری ج ۲
 ص ۶۲) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار
 کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت
 کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مغلد اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس
 تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت
 کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں
 ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن
 بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرمادیتا ہے
 جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ مرزاعی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہئیں، چنانچہ فرمایا:

واستشهدوا شہیدین من رجالکم

دو مردوں کو گواہ بناؤ۔

لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا نبی بن ثابت انصاری کی شہادت کو درگواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابو داؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی تانوں قریہی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کر دیں پھر بھی تخفیف نہیں ہو سکتی! ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثنا دے کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات ٹال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل

حدیث نمبر ۲۲۲ سے ۲۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا، ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سو اگر بالفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابوطالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں سے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ کفر کے باوجود ابوطالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نبی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اور خدمت کی بنا پر اگر حضور کے والدین الیہا ذب اللہ کافر ہوتے تو ابوطالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابوطالب کے عذاب میں کمی پر درستی اور خدمت کی وجہ سے سے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اولاد والدین کا بڑا ورثہ ہوتی ہے اور کون سا خدمت عمل اور وضع عمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے:

ان اشکروا لوالد ربکم - (لقمان ۱۴)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا ہے جس کی مغفرت نہیں، عمر بھر معجزات دیکھے، حضور کی بیعت اور تمام احوال کو تازہ بہ تازہ دیکھتا رہا، پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کی دعوت اسلام دئی گئی، نہ انہوں نے انکار کیا، ثابت ہوا کہ ہر سزاوار سے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہذا اگر الیہا ذب اللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات، احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے۔

۔۔۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی مستوفی ۱۳۲۲ھ شمول الاسلام ص ۸۔۶ مطبوعہ کراچی

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى
الْكَفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلُهُ

۲۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
حَنْظَلُ بْنَ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ
مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ
جَدِّعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ
الْمَسْكِينِ فَهَلْ ذَلِكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ
لَمْ يَقُلْ يَوْمَ مَاتَ اِغْتَمَبْتُ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ
الْيَوْمِ -

کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ
زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں کے ساتھ
نیک سلوک کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھاتا تھا کیا
یہ اعمال اس کو (آخرت میں) نفع دیں گے؟ آپ نے
فرمایا (آخرت میں) یہ اعمال اس کے کام نہیں آئیں گے
کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اسے خداوند
آخرت میں میری خطاؤں کو بخش دینا۔

اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل

کفار جو نیک عمل کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو
دنیا میں عطا فرمادیتا ہے۔ آخرت میں وہ عمل کسی کام
میں کوئی تحقیر ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات

نہیں آئیں گے نہ ان کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیر ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات
اس مطلوب پر دلالت کرتی ہیں۔

اور ان (کفار) نے جو کچھ کام کیے تھے ہم نے
ان کو بکھرا ہوا باریک باریک شمار کر دیا۔
اور جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے اس
کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔
کفار کے عذاب میں نہ تخفیر کی جائے گی اور
نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

(۱) وَقَدْ مَنَّا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ
هَبَاءً مَنْثُورًا - (فرقان: ۲۳)
(۲) مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَتَدْحَبْطْ عَمَلُهُ
(ماثلاہ: ۵)
(۳) لَا يَخْفَىٰ عِنْدَ الْعَذَابِ وَلَا هُمْ
يَنْظُرُونَ - (بقرہ: ۱۶۴)

بَابُ مَوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَقَاتِعِ غَيْرِهِمْ
وَالْبِرَاءَةِ مِنْهُمْ

۲۲۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ سَأَلْتُ
ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ
عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَاهِدًا
غَيْرَ سِرًّا يَقُولُ الْآلَاتُ إِنَّ أَبِي يُعْتِقُ ثَلَاثًا

مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے
قطع تعلق کرنا

حضرت عمرو بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا،
سنو! فلاں غامدان میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ میرا دوست اور
اللہ سے اور نیک مسلمان۔

لَيْسُوا لِحُيَاؤِ لِيَاءٍ وَرِثْمًا وَلِيَّتِي اللَّهُ وَصَّاهُ
الْمُؤْمِنِينَ -

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بد مذہب فرقوں اور
کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے سخت منع

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل

فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

مسلمان مسلمان کے بغیر کفار کو اپنا دوست نہ
بنائیں اور جس شخص نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے
کوئی تعلق نہیں۔

لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ
دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ
اللَّهِ فِي شَيْءٍ - (ال عمران : ۲۸)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی
دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ولا تتركوا إلى الذين ظلموا فتمسكوا بالناصية
(هود : ۱۱۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یگانگت کا سلوک
کرتا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ حکم فرمانا سے کہ جب
تم یہ دیکھو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزاء
کرتے ہیں تو ان کے پاس اس وقت تک نہ بیٹھو
جب تک کہ وہ کسی اور موضوع کو نہ چھیڑ دیں اور اگر
تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہوگا۔

وقد نزل عليكم في الكتاب ان اذا سمعتم
آيات الله يقرأ بها ويستقرأ بها فلا تقعدوا
معهم حتى يخوضوا في حديث غيركم انكم اذا
مثلهم -

(نساء : ۱۳۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بد مذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معنوی
تحریر کی جا رہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی
باتیں نہ سنانو اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوگا، البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پر ہو تو ان کے
جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واذا رايت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض
عنهم حتى يخوضوا في حديث غيرة واما
ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد الذكري مع
القوم الظالمين -

(انعام : ۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں
تحریر کر رہے ہوں تو ان سے گریز کرو حتیٰ کہ وہ
کسی اور موضوع میں بات کرنے لگیں اور اگر کبھی تم شیطان
کے بہکانے سے بھول کر ان کی مجلس میں چلے جاؤ تو
باد آنے کے بعد ان ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بد مذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا رد
کریں تو نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی مجلس میں بیٹھیں۔

يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الأباة كعدو

اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور

بھائی بھی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو ان سے بھی دوستی اور محبت نہ رکھو اور جن مسلمانوں نے ان سے دوستی رکھی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان
ومن یتولہم منکم فاولئک هم الظالمون۔

(توبہ ۲۲۱)

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بد مذہب اور گمراہ فرقوں سے محبت اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شدید سزا ہوگی، حدیث شریف میں ہے:-

نخلہم و نترک من ینجرك۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دین میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰-۹)۔

مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَدَابٍ

۲۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجَمْعِيُّ قَالَ قَالَ الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ اذْعُرْ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُ اجْعَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ آخَرَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اذْعُرْ لِي أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عَكَاشَةٌ۔

عذاب کے جنت میں دخول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب، کے داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور نند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ نَاصِبُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَمُوتُ حَرِيثُ الرَّبِيعِ۔

۲۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ نَاصِبُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَمُوتُ حَرِيثُ الرَّبِيعِ۔

۲۳۰- وَحَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ
قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ
هُوَ سَبْعُونَ أَلْفًا تَضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ
النَّارِ لَيْلَةَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَامَ
عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصِنِ الْأَسَدِيِّ يُرْفَعُ نَمْرَةً عَلَيْهِ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ -

۲۳۱- وَحَدَّثَنِي حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ سَأَلَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ
أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُمْ عَلَى
صُورَةِ الْقَمَرِ -

۲۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفَةَ الْبَاهِلِيُّ قَالَ
تَالِ الْمُعْتَمِرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
ابْنِ سَبْرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ
أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُنَّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَدُونَ وَلَا
يَسْتَرْقُونَ وَعَلَى سَائِرِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ
فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ
أَنْتَ مِنْهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ
أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں
سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان
کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک سہے
ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا
بن محسن اپنی چادر سمیٹتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا
یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں
میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے اللہ اس کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے، پھر
انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول
اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں
میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت
میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا
اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے
ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے صحابہ
کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟
آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہوں گے جو نہ دانہ ٹکڑا کر
کرائیں گے نہ دم کرائیں گے صرف اپنے رب پر توکل
کریں گے حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے
اے اللہ کے نبی! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان
لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں
سے ہو۔ ایک اور شخص نے کہا یا نبی اللہ! میرے

یہی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کرے۔
آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت لے جا چکے۔

حضرت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے اور نہ داغ لگھا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل ہوں گے (راوی کو یاد نہیں کہ سہل نے ستر ہزار فرمایا یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ کپڑا کر رکھے جنت میں داخل ہوں گے، اس وقت تک پہلا شخص داخل نہیں ہوگا جب تک کہ ان میں سے آخری شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

حسین بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا تھا، انہوں نے پوچھا تم میں سے کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گزشتہ رات ٹوٹا تھا میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو بچھونے نے ڈسا ہوا تھا۔ سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کرا کے اس کا علاج کرایا۔ سعید نے پوچھا کہ دم کرانے پر تم کو کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شعیب کی ایک حدیث کہ جب سے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سعید بن جبیر نے پوچھا انہوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

۲۳۳۔ حَدَّثَنِي نُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُنَّا عَبْدَ الْقَمَدِ ابْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ أَبُو حُسَيْنَةَ الْخَطَفِيُّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ عَمْرِانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بغيرِ حِسَابٍ قَالُوا مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتُمُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَخُوتُونَ

۲۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْغَنِيِّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعٌ مِائَةٌ أَلْفًا لَا يَدْرِي أَبُو حَارِثٍ مِائَتُهُمَا قَالَ مَعْنَاهُ سَكُونٌ اخْتِذْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوْلَهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وَجَوْهَرُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَدْرِ كَيْفَ الْبَدْرِ -

۲۳۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ

نَا هُشَيْمٌ نَا حُصَيْنُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ فَقَالَ أَيْكُمْ مَا أَى الْكُوكَبِ الَّذِي انْفَجَرَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّي لَكُمُ أَكْرَفٌ فِي صَلَوَةٍ وَبِكَيْتِي لِدَاعَتِ فَقَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ قُلْتُ حَدِيثُكَ حَدَّثَنَا هُوَ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمْ هُوَ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ هُوَ ابْنُ حُصَيْنٍ الْأَسْلَمِيُّ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْقِيَنَّ

نے کہا انہوں نے حضرت بریدہ بن حبیب سلمی سے روایت کیا کہ دم کرانا نظر لگنے اور پھو کے ڈنک کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس پر عمل کیا اس نے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی، میرا گمان تھا کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو، میں نے اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھ سے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے تھے جو باصحاب و خدای جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے، اور بعض لوگوں نے کہا شاید وہ لوگ ہوں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم کس بات میں غور کر رہے ہو، صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں گے اور نہ کما سے دم کریں گے اور نہ بدشگونی کریں گے، اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہوئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلی

إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْحَمَةٍ فَقَالَ فَتَدَّ أَحْسَنَ مِنْ أَنْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَرَضْتُ عَلَى الْأُمَمِ فَرَأَيْتَ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهِيظُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ دُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَنَظَرْتُ لِي هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنْ أَنْظَرْتُ إِلَى الْأُفُقِ فَتَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي أَنْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْأَخْرَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَنَظَرْتُ لِي هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدُ خُلُودِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ وَدَخَلَ مَرْزُوقَةً فَخَاصَّ النَّاسَ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدُ خُلُودِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّكُمْ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّكُمْ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ وَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الَّذِي تَحْمُسُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمْ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَنْتَطِرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عَكَاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ

مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرٌ وَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي
مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عَكَاشَةٌ.

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اٹھی لوگوں میں سے ہو پھر
ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ
تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں
سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت
لے چکا ہے۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر متیں پیش
کی گئیں۔ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

۴۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَا مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْلٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ
جَبْرِ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَّةُ
ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ تَخَوُّحًا حَيْثُ هَشِيمٌ وَ
لَهُ يَذْكُرُ أَوَّلَ حَدِيثِهِ.

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ
مجھے بیز حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دے۔

شفاعت طلب کرنے پر دلیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس وقت
سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور صحابہ کی سنت ہے۔
آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے
تھے کہ تقدیر الہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا
کہ انہیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الہی اور منشاء رسالت کے
خلاف تھا۔

حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ
دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

داغ لگوا کر علاج نہ کرائیں، دم نہ
کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے۔
بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گزارش
ہے کہ توکل کی تشریح یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ
پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک پیاس

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کمانا اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہ توکل کر کے بیٹھ جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے زخم کو دھویا اور جب عمن نہ رکا تو آنھوں نے چٹائی بلا کر اس میں راکھ بھر دی۔ سنن ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں، اسے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کہ واد حرام سے بچو۔ ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔

بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور عوسن میں چند کبیریاں لیں حضور کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرنا اور بالخصوص دم کر کے علاج کرنا یا داغ لگا کر علاج کرنا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سید المتوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگوانے اور دم کرانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ تفتیبہ نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہونے کے خوف سے داغ لگوائیں کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالتقدیر دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرانے کو صحت کے لیے قطنی اور حتمی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کر لیا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہوگی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور ودا کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نووی فرماتے ہیں اس صورت میں ودا کرنا، دم کرنا، تعویذ لٹکانا سب امور جائز ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرانے کا حکم بھی دیا ہے

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتہبان پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام ابوعلیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قرآن کریم کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ جائز ہے جن احادیث میں دم کرانے یا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دم مکروہ ہے جو دم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کا بہ نسبت نظر لگنے اور دھک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هَذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ
أَهْلِ الْجَنَّةِ

۴۳۷ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَأَى أَبُو الْأَخْوَيْنِ عَنْ أَبِي اسْتَحْقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَاكْبَرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثًا أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَاكْبَرْنَا ثُمَّ قَالَ إِيَّيْ لَا رَجْوَا أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ سَأَخْبِرُكُمْ عَنْ ذَلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةَ بَيْضَاءٍ فِي تَوْبِ اسْوَدٍّ أَوْ كَشَعْرَةَ سَوْدَاءٍ فِي تَوْبِ بَيْضٍ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرہ بکیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرہ بکیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی ہوگی اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک سفید بیل ہو یا سفید بیل میں ایک سیاہ بیل ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا تم سے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، مجھے تو قہر ہے کہ جنت میں آدھے تم لوگ ہو گے اور

۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ هَمَّادُ بْنُ بَشَّارٍ وَ اللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ نَأَى مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْتَحْقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ آسَ بَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثًا أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِيَّيْ لَا رَجْوَا أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

وَذَلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ
وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشُّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ
فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ
فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَخْضَرِ

۴۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَمِيرٍ
قَالَ نَأَى أَبِي أَبِي قَالَ نَأَى نَأَى نَأَى
أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَأَسَدًا ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةِ آدَمَ فَقَالَ أَلَا لَا يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ أَلَمْ تَلْفَتْ
اللَّهُمَّ أَشْهَدُ أَنْ تُحِبُّونَ أَتُكْرَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَنْ تُحِبُّونَ أَنْ
تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَا أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا أَشْطَرِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سِوَاكُمْ مِنَ الْأَصْحَابِ كَالشَّعْرَةِ
السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ
الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ

۴۴۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ
قَالَ نَأَى نَأَى نَأَى نَأَى نَأَى نَأَى
أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَا آدَمُ كَيْفَ قَوْلُكَ لِبَيْتِكَ وَسَعْدُ يَكُ
الْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ يَقُولُ أَخْرِجْ
بَعَثَ النَّبَا قَالَ وَمَا بَعَثَ النَّبَا قَالَ
مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تَسَعٌ مِائَةٌ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ
قَالَ فَذَلِكَ حَيْثُ يَشِيبُ الصَّغِيرُ وَتَضَعُ كُلُّ
ذَاتِ حَمَلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَازِي
وَمَا هُمْ بِسُكَازِي وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ
قَالَ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَتَلَّوْا يَا

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہونگے
اور مشرکوں کے مقابلے میں تمہاری تداو ایسی ہے
جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی
کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

حضرت عبد الشرح بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے آپ
نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے،
اسے اللہ ترگواہ ہو جا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا
ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چوتھائی ہو،
ہم نے کہا ضرور، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم پسند
کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو، ہم نے عرض کیا
”ضرور یا رسول اللہ“ آپ نے فرمایا مجھے تو قہر ہے کہ
تم تمام جنتیوں کے آدھے ہو گے اور پھیل امتوں
کے مقابلہ میں تمہاری تداو ایسی ہے جیسے سفید بیل
میں سیاہ بال یا سیاہ بیل میں سفید بال۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدم سے فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے۔
”بےیک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں“
اور کل خیر تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا
اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ”جہنمیوں کی جماعت نکالو“ حضرت
آدم پوچھیں گے۔ جہنمیوں کی تداو کتنی ہے؟ ارشاد ہوگا۔ ہر مزار
میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی
وہ وقت ہو گا جب بچے خون خدا سے بڑھے معلوم
ہوں گے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا
اور تمام لوگ تمہیں مدہوش معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ
حقیقت میں مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب

رَسُولَ اللَّهِ وَآيَاتِنَا ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ ابْشُرُوا
فِيَّ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَا جُوجَ أَلْفٌ وَمِنْكُمْ
رَجُلٌ قَلْبًا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طَمَعُ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا
اللَّهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طَمَعُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا
اللَّهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طَمَعُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ مَثَلَكُمْ
فِي الْأَصْحَانِ كَمَثَلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْبِ
الْأَسْوَدِ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحِمَارِ

بہت سخت ہے۔ حضرت ابو سعید نے کہا صحابہ یہ حدیث
سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور
پھر دیکھئے کہ ہم میں سے کون جنتی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ نہ ہر
یا جوج ماجوج کے مقابلہ میں تم سے ایک ہو گا۔ آپ نے فرمایا
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان
ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھائی ہو،
پھر تم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر
آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو
ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا
کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف
ہو اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی
جیسے سیاہیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیروں میں ایک نشان ہو۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ
روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں
کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہیل
میں سفید بال یا سفیدیل میں سیاہیل، اور اس
روایت میں گدھے کے پیروں میں نشان کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَوَكَيْعٌ
حَرْحَرَةً ثنا أَبُو كُوَيْبٍ قَالَ نَأَى أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُنَا
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَتَّهَمَا قَالَ مَا
أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ
فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي
الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ وَلَوْ يَذُكُرُ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي
ذِرَاعِ الْحِمَارِ

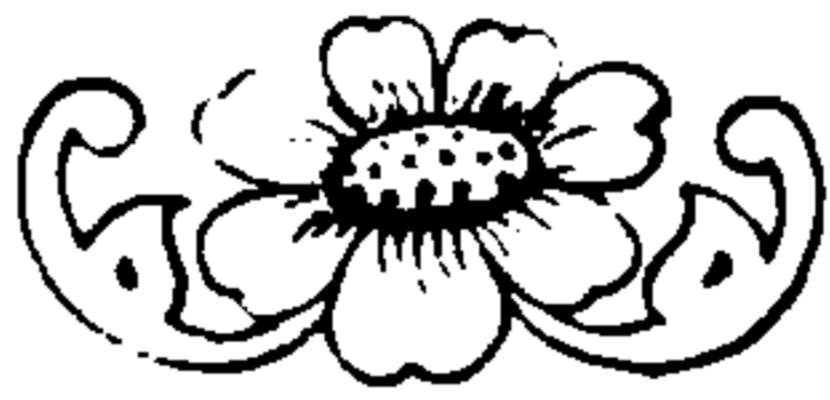
علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا ربع ہو گے، پھر فرمایا
تم شطر اہل جنت ہو گے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار
ہی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہو گے، کیونکہ جو بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دنوں میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہے
اور یہ اسلوب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور جب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے
اور تکرار بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار خوشی سے نعرہ
تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہو گے، دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے ایک

اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس امت کی ان میں سے انسی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنت کی دو تہائی ہوگی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی سے اللہ علیہ وسلم کو بتدریج خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بتدریج بشارت دی، اور اس کے بہت نظائر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز منقرو کی نماز پڑھیں اور یہ فضیلت کہتی ہے، پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت کہتی ہے۔ لہٰذا آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اول کی کتاب الایمان کی شرح مکمل ہوگئی، اللہ العلیین مجتے اس کے بعد کتاب الطہارت کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد افضل المرسلین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ کاملین الراشدین وانما واجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلیٰ سائر اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یدلیق۔

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طہارت کے لغوی معنی کا بیان

طہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی ضد پاک ہونا، عورت کے طہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں اور طہر حیض کی نقیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیوب سے برکامور ہے۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ۔ طہارت کے ان دونوں معنیوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وان کنتم جنباً فاطہروا۔ (مائدہ: ۶۰)

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

ولا تقربوہن حتی یطہرن فاذا تطہرن فاتوہن من حیث امرکما اللہ۔ (بقرہ: ۲۲۲)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل نزدیک نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورت میں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

۱۔ سید محمد رفیع حسینی واسطی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۴۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

جد اول

marfat.com

Marfat.com

فیه رجال یحبون ان ینظہروا و اللہ
یحب المتطہرین۔

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو عرب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خرب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(توبہ: ۱۰۸)

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجاء کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ولم فیہا ازواج مطہرات۔ (بقرہ: ۲۵۱)

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔ ابواسحاق نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئیگا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور معرفت کی طہارت حاصل ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مسطرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہدا بیاتی للطائفین و العاکذین۔
اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور امتحان کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

(بقرہ: ۱۲۵)

ابواسحاق نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر بلا ٹیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے

هو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین
وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں
اطمینان کو نازل کیا۔

(فتح: ۲۱)

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ سے اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ ینتلوا صحفا مطہرۃ۔
اللہ کے پاس ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

(بینہ: ۲۱)

یعنی وہ صحیفے میل پچیل اور باطل سے پاک ہیں۔
ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(بقرہ: ۲۲۲)

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے

انہ لقرآن کریمہ فی کتاب مکنون ۷۰

ینس الا المتطہرون ۵

ہیں۔

(واقعہ: ۴۹-۴۷)

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شریعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوجود ہونہر وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئك الذين لو يرد الله ان يطهر قلوبهم۔
(مائتہ: ۸: ۲۱)
یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔
وما كان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوهم من قریبتکم انہم اناس یتطہرون۔
(اعراف، ۸۲: ۸۱)
اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:
قال یقوم ہولاء بناتی ہن اطہر لکم۔
(ہود: ۷۸: ۷۸)
لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں (تم ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تو انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں۔ مؤخرالذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

ذٰلک ازکی لکم واطہر۔
(بقرہ: ۲۳۲: ۲۳۲)
اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ سو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا دنوں ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ من احدت حتی یتوضأ۔ ل

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۲۸۱ھ

جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن عورت مجھل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو اور وہ اعضا وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر (اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے۔

عن ابی ہریرۃ قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان امتی یدعون یوم القیامۃ غراً محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکمان یطیل غرته فلیفعل بہ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضا العبد المسلم او المؤمن فغسل وجہہ خرجت من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینہ مع السماء او مع اخر قطرات السماء او نحو هذا واذا غسل یدیه خرجت من یدیہ کل خطیئۃ بطشتہا یداہ مع السماء او مع اخر قطرات السماء حتی یرج نقیاً من الذنوب۔ ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مؤمن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن المهاجر بن قنفذ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یبول فسلہ علیہ فلم یرد علیہ حتی توضا ثم اعتذر الیہ فقال انی کرہت ان اذکر اللہ تعالیٰ الاعلیٰ طہر۔ ۳

حضرت مهاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ نے وضو فرمایا پھر آپ نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ الامام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ المدنیہ ملتان

ہوئے فرمایا میں بنیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمته رله

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يغمس يده في وضوءه حتى يغسلها ثلاثا فان احدكم لا يدري اين بائت يده - ٤٠

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھو لے، وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقبل الله صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول - ٤١

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استقيموا ولن تحصوا واعلموا ان خيرا عما لكم الصلوة ولا يحافظ على الوضوء الا مؤمن به

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شریعت پر مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیجاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احدكم اذا توضأ فاحسن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ملتان

۲۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوالعباس محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۶۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ " " " " سنن ابن ماجہ ص ۲۴ " " " " " "

سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جلتے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

الوضوء ثم اتى المسجد لا ينهزه الا الصلوة
لم ينط خطوة الارتفاع الله عز وجل بهادرجة
وخط عنه بها خطيئة حتى يدخل المسجد به

امام ابو جعفر طحاوی روایت کرتے ہیں :

عن عثمان بن عفان انه توضأ فغسل
رجليه ثلاثاً وقال رايت رسول الله صلى الله
عليه وسلم توضأ هكذا ۲۰

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار پیروں کو دھویا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال راى النبى صلى
الله عليه وسلم فى قدم رجل لمعة لم يغسلها
فقال ويل للاعقاب من النار ۲۱

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیروں میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا، آپ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت کا غذا ہے۔

عن عمرو بن عبسة قال قلت يا رسول
الله! كيف الوضوء قال اذا توضأت فغسلت
يديك ثلاثاً خرجت خطاياك من بين اظفارك
وانا ملك فاذا مضت واستنشقت فى
منخريك وغسلت وجهك وذراعيك
الى المرفقين وغسلت رجليك الى الكعبين
اغتسلت من عامة خطاياك ۲۲

حضرت عمرو بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہاری پیروں اور ناکھوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے گلی کی اور اپنے ناکھوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلاہوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ناکھوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں :

- ۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۵-۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ
۳۔ " " " " شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲
۴۔ " " " " شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲

عن عقبۃ بن عامر الجہنی قال سمعت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقول من توضأ فاسبغ
الوضوء ثم قام یصلی فصلی صلوۃ یعلم ما یقول
فیہا حتی یفرغ من صلوۃ کان کھيئة
یوم ولدتہ امہ قال عمر و اجود من هذا
قال من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام
فصلی صلوۃ یعلم ما یقول فیہا ثم
قال فیہا اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھد
ان محمدا عبدا و رسولہ فتحت لہ ثمانیۃ
ابواب من الجنة یدخل من ایھا شاء ین

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے
کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز
میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح رگن ہوں
سے صاف ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے
بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اس سے
زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح
وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو
علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے
اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدا و رسولہ
پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے
کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے
جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷
امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فأحسن الوضوء
ثم قال اشھدان لا الہ الا اللہ و حد لا شریک
لہ و اشھدان محمدا عبدا و رسولہ اللهم اجعلنی
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین فتحت
لہ ثمانیۃ ابواب من الجنة یدخل من
ایھا شاء ین

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا اشھدان لا الہ الا اللہ
و حد لا شریک لہ و اشھدان محمدا عبدا و رسولہ، اللهم اجعلنی
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین، اس کے
لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے
وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل
ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۸

- ۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۲۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دارالتاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
- ۳۔ امام ابویسحاق محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
- ۴۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دارالتاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

گندہ اور بدبو دار منہ لے کر نہ اُڑیا پیلے دانتوں کے
ساتھ نہ اُڑے۔

طہارت کے مراتب اور درجات

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں: پہلا صحتیبہ: ظاہر بدن کو ظاہری
نجاست اور باطنی نجاست (جنہی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔
دوسرا صحتیبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ)
سے پاک کرنا، یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا صحتیبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریا کاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور نفی
وغیرہ) اور خصال رذیلہ مبعوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین
کی طہارت ہے۔

چوتھا صحتیبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا باطنی طور پر کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ
انبیاء و صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا
ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم
السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے
مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے، اور اس
کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گذر
نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

آپ کیسے اللہ نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے
پھر ان کو ان کی کج بخشی میں کھیننے کے لیے تھوڑے دیکھئے۔

قل اللہ نخذ ما ہم فی خوضہم یلعنون۔

(انعام: ۹۱)

کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں
دو دل نہیں بنائے۔

وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔

(احزاب: ۴)

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ
جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں
اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ
کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی سے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت
نصف ایمان ہے۔ اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادت
سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان

کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اور والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کر لے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ ۱۵

يَا بَنِي فَضْلِ الْوُضُوءِ

وضو کی فضیلت

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور سیر ضیاء ہے اور قرآن یا تمہارے موافق دلیل ہو گا یا مخالف، اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَأَلْتُ نَاحِبَانَ بْنَ هِلَالٍ قَالَ نَاحِبَانٌ قَالَ نَاحِبِي أَنَّ تَرِيدًا أَحَدًا ثَلَاثَةً أَنْ أَبَا سَلَا مَرَحَدًا ثَلَاثَةً عَنْ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَتُسَبِّحُ اللَّهَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايَعَهُ نَفْسَهُ فَمُعْتَقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا۔

وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جمہور اہل لغت کے نزدیک وضو اور ظہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل

کرنا، وضو اور ظہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ خلیل، ابو حاتم سجستانی، ازہری اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو اور ظہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو ہے۔ وضو کا لفظ وضو سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضو کو وضو اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والے صاف ستھر اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تہیزہ سے غسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غسل اور غسل دونوں لغتیں ہیں، بعض کے نزدیک غسل کا معنی ہے دھونا اور غسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شپو اور پیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔ ۱۶

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح | حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہور (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

۱۵۔ امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع الاتحاف ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷، مختصاً، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۱۱ھ

۱۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد صیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضو سے پہلے کے گناہ وضو سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔
 (بقرہ: ۱۷۷)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔

اور چونکہ صحت نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت نماز کے لیے بہ منزلہ چیز ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی نماز کا جز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جز ہیں اور طہارت نماز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد لله میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد لله آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں:

قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد لله کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد لله کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفتخر ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں ہے: نماز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ نماز معصیت اور بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے نمازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر تروتازگی ہوگی۔

اس حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعاً عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ گمنا

اس کے دعویٰ ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ لہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۵۷ھ

صبر کا معنی | اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:

اس کا معنی ہے جو صبر شریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، مصیبت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے، ابراہیم خاں نے کہا کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطاء نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، اساذ ابو علی وفاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، العتبہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

انا وجدناہ صابرا نعو العبدانہ اواب۔
(ص: ۲۲)

بے شک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا،
وہ کیا خوب بندے تھے بیشک وہ (ہماری طرف)

بہت متوجہ رہتے تھے۔

حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

اذ نادى ربہ انى مسنى الشيطان بنصب
وعذاب۔ (ص: ۲۱)

جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا بیشک
مجھ کو شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا
ہے۔

وايوب اذ نادى ربہ انى مسنى الضر
انت ارحم الراحمين۔
(انبیاء: ۸۳)

اور ایوب کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے
رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور
تو ارحم الراحمين ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

فصبر جميل۔ (یوسف: ۸۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:
وقال يا اسفى على يوسف وايبنت
عيناہ من الحزن فهو كظيم۔
(یوسف: ۸۳)

اور یعقوب نے کہا اے افسوس یوسف
(کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید
ہو گئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

قال انما اشكو ابى وحزنى الى الله۔
(یوسف: ۸۶)

یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد
اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرين ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزاد
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاه کی وفات پر فرمایا: ”اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں“

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن انس بن مالک دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابي سيف القين وكان ظئرا لابراهيم فآخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيهه وشمه ثم دخلنا عليه بعد ذلك و ابراهيم يهود بنفسه فجعلت عيننا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذر فان فقال له عبد الرحمن بن عوف و انت يا رسول الله؟ فقال يا ابن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخري فقال ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون - له

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سہیل کوہار کے پاس گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر اس کے ہدم حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درزوں سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رورہے ہیں، آپ نے فرمایا اسے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنسو رورہی ہے اور دل غمزہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اسے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن انس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا حين قتل القراء فما رایت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حزن حزنا قط اشد منه - له

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رستر (قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ غمگین نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات کو یہ اور امدیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع و فرزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔

اس حدیث میں ہے: قرآن تمہارے حق میں دلیل ہو گا یا تمہارے خلاف۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ دارالمنار کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳، " " " " " " " " " " " "

یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا۔
ورنہ یہ تمہارے غلام کی دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عمل کرتا ہے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں اور بعض انسان شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور شیطان ان کے نفس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

نماز کے لیے طہارت کا وجوب

مصعب بن سعد کہتے ہیں جب ابن عباس بیمار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی عبادت کرنے کے لیے گئے ابن علم نے کہا اے ابن عمر! کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بغیر طہارت رپا کیزگی کے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی، اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

بَابُ وَجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلَاةِ

۴۲۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ وَ الْكِنَظِيُّ لِسَعِيدِ بْنِ قَالُوا أَنَا أَبُو عَوَاتَةَ عَنْ سَمَاءِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهُ وَ هُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ لَا تَدْعُوا اللَّهَ بِي يَا ابْنَ عُمَرَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَ لَا صَدَقَةٌ بِغَيْرِ غُلُولٍ وَ كُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَ وَ كَيْعُ عَنْ إِسْرَائِيلَ كَلَّمَ عَنْ سَمَاءِ بْنِ حَرْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بلا وضو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

۴۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّادٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ هَتَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَتَّامِ ابْنِ مُنَبِّهِ أَخِي وَ هَبِ بْنِ مُنَبِّهِ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

قَدْ كَرَّ أَحَادِيثٌ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَواتُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحَدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

موجب طہارت کی تحقیق | حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی؟ ابن الجہم کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص ہے وضو پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظر یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ -

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرنے لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور کھنٹوں سمیت اپنے پاؤں دھولو۔

(مائدہ: ۶)

اور ایک قوم کا یہ نظر یہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضو ہو لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وسعت ہے۔ (۲) وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضو ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنے قرآن مجید کو چھونے یا طواف کعبہ کرنے کا ارادہ کرے)۔

فائدہ | فائدہ: طہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال | امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھتی ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو

یا سجدہ شکر، یا نماز جنازہ پڑھنی ہو، البتہ امام شیبی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلا غزلبین وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جہود کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ ہو و سب کر رہا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نماز کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بکثرت اس وقت سے جب وہ بلا غزلبے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو، تو اس میں چار قول ہیں:

- ۱۔ فقہائے شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔
- ۲۔ اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔
- ۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔
- ۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا بھی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی عذر کی بنا پر کسی محل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ | جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب ہو نہ تیمم باسی طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی دستیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے، اس کو فاقد الطہورین کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کرے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبیہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہلے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابوحنیفہ نے بھی ایسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس شخص کے اٹھنا اور پیر کھٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

۱۔ علامہ بیہقی بن شرن نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

۲۔ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علیٰ امتش رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق | علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

جو شخص بلا عمدہ عمدتاً بغیر طہارت کے نماز پڑھے نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت اٹانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے علم کو بغیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق سخریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔ ل

فاسقوں کے لیے زجر اور عانہ کی جائے | اس حدیث میں ہے ابن عامر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا:

حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بسرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ حاکم بسرہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ذمہ بہ کثرت حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں اور جن کے ذمہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ہوں اس کو دغا سے فائدہ نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا منشا زجر و توبیح تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی تلافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر براہیگنختہ کرنا تھا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اخیار تابعین ہمیشہ کفار کے لیے ہلاکت کی اور فساق کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ | جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غضب وغیرہ سے مال حرام ہو اور اب رہتا ہے چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال ہے تو اتنا مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کرے اور اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہ چلے تو اتنے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کرے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

کامل وضو کرنے کا طریقہ

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ وَ كَمَالِهِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

۴۴۶ - وَ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَمْرٍو بْنِ سَرْجٍ وَ حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى

۱۰۰ - علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متون ۱۲۵۲ء، رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

منگوا یا اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنی مٹھیوں کو تین مرتبہ دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں پاؤں تین بار دھویا، پھر انہوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام کچھلے (سغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ابن شہاب نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضو کیے جاتے ہیں ان سب میں یہ کامل ترین وضو ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم جمران بیان کرتے ہیں کہ یہ میرا چہم وید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوا یا اس کو ٹیڑھا کر کے تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دایاں ہاتھ سے برتن سے پانی لیا اور کھلی کی اور ناک کو پانی سے سناں کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کہنیوں تک کلایاں دسبیلین پھر سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ پیر دھوئے، پھر حضرت عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں سوچ بچار نہ کیا، اس کے تمام سابقہ (سغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسئلوں ہونے پر امام شافعی کے دلائل | حدیث نمبر ۲۲۶ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضاء

التَّجِيبِي قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدِ اللَّيْثِيِّ اَخْبَرَهُ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى
عُثْمَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُثْمَانَ بَنَ عَثَانَ دَعَا بِوَضُوْعِهِ
فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضَمَصَ وَ
اسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ
الْيُمْنَى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَ الْيُسْرَى
مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَاسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى
اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ
ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوْعِيْ هَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوْعِيْ
هَذَا اَتَمَّ قَامَ فِرْكَمَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ
غَيْرَ لَهْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ
وَكَانَ عُلَمَاءُ وَاَنَا يَهُوْدُونَ هَذَا التَّوَضُّؤُ اسْبَغُهُ
مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ اَحَدٌ لِّطَلْوَةٍ -

۲۲۷ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأْيَعْتُوْبُ
بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَأْيَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ
بْنِ يَزِيْدِ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ اَنَّ
نَأْيَ عُثْمَانَ دَعَا بِنَأْيٍ وَاذْرَعُ عَلَيَّ كَفَيْهِ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ فَغَسَلَهَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْاِذْتَاءِ
فَمَضَمَصَ وَاسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
ثُمَّ مَسَحَ بِرَاسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوْعِيْ هَذَا اَتَمَّ
صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غَيْرَ لَهْ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ -

وضو کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علما کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا، اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل | علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصعب اور حکم سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، آخری نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابو داؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انہوں نے تین بار کلاسیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابومالک، حضرت زبیر، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو پھر اس کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اسی طرح

۱۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اونی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور ان صحابہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کرنا، دائمی غسل کی خبر دینا ہے، اور دائمی غسل مری ہوتا ہے جو افضل اور اکل ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل غسل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضا وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انہوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے بعد کا ذکر نہیں کیا جسے باقی اعضاء وضو کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی روایت نے مخالفین کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضو کیا اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا، اور سر کا مسح کیا اور اس کے بعد کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے کہا یہی صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالفت وقت ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا مسویٰ مراد ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے، یعنی ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائماً اسی طرح وضو کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور حاضرین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی وضو کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کا خطاب ہے، کیونکہ جب نام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک

راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلطی کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروض نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ ۱۷

سرخ مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء | علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سب کا مکمل بالاستیغاب و ہونا واجب ہے، اس کے برخلاف را فضیوں نے یہ کہا کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے، ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نسوس صریحہ میں پیروں کا دھونا وارد ہے، اسی طرح جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضو کو نقل کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیروں کو دھویا ہے۔

پیروں کے دھونے کی فرضیت پر دلائل اور دلائل کے شبہات کے جوابات ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۸۹ میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

سرخ مسح کرنے کے وجہ میں علماء کا اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار واجب ہے، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مطلقاً سر پر مسح کرنا واجب ہے خواہ ایک بال پر مسح ہو، اور امام مالک، امام احمد اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ ۱۸

چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل | علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے، وہاں پیشاب کیا، پھر رضو کیا اور پٹے کے اگلے حصے پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا، اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار محل ہے، اور یہ حدیث اس کا بیان ہے۔ یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تین بانوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے، کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ ۱۹

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وہ مسحوا برؤسکم میں با محل پر داخل ہے اور تعیین پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین نہیں ہے، اور حضرت مغیرہ کی روایت میں بھی ہے مسح بنا صیئہ

۱۷۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۲۲۰ھ، المعنی مع الشرح البکیر ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۹۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہلیہ اربعین ص ۵-۴، مطبوعہ سید ایدہ لکھنؤ کراچی

یہاں بھی با محمل پر داخل ہے لہذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے لہنگا داخل کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا، امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے اگلے حصے پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھا حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہم سے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے مفید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصے پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھا حصہ کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضو میں بالصاق کے لیے ہے اور جب آکہ رطوبت کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستنم نہیں ہے کہ پوسے سر کا مسح کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پوسے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھا حصہ پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھا حصہ کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھا حصہ کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔
چوتھا حصہ پر مسح کے متعلق احادیث جن احادیث سے فقہاء احناف نے مسح کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبة ان بنى الله صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين ومقدم ما اسه وعلى عما مته يه

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح ناصيته وعما مته وعلى الخفين يه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصے پر مسح کیا اور عمامہ پر مسح کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سر کے اگلے حصے

- ۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدير ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۲۔ امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمدی مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۳۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

پر مسج کیا اور امام ابوہریرہ سے پرسج کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ امام ابو داؤد اور روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمسح علی التحقین وعلی ناصیتہ وعلی عمامتہ

میز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدمہ اسہ فلم ینقض العمامۃ

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسج کرتے تھے سر کے اگلے حصہ پر مسج کرتے تھے اور عمامہ پر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے سرخ رنگ کا منقش قبلری عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ کا مسج کیا اور عمامہ نہیں کھولا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر بھی مسج فرمایا ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث ان شمار اللہ ہم باب نمبر ۹ میں بیان کریں گے۔

نماز میں ممنوعہ خطرات اور وساوس کا بیان | حدیث نمبر ۲۲ میں ہے: جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح

پڑھی کہ اس میں حدیث نفس (دنیاوی معاملات میں سوچ و بچاؤ اور غور و فکر) نہ کی اس کے تمام (غیر) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:-

قاصحی عیاشی نے کہا ہے کہ حدیث نفس سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق انسان قصداً غور و فکر کرتا ہے، اور جن کاموں کے متعلق انسان پروگرام اور منصوبے بناتا ہے، اور نماز میں جو خیالات انسان کے قصد اور ارادے کے بغیر اس کے دماغ میں آتے ہیں وہ حدیث نفس نہیں ہیں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز میں بغیر قصد اور ارادے کے جو خیالات آتے ہیں ان کے متعلق یہ امید تو ہے کہ وہ نماز قبول ہو جائے گی، لیکن یہ نماز اس کی اس نماز سے کم ہوگی، جس نماز میں سلتقا کوئی خیال نہیں آتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے مغفرت کی ضمانت دی ہے جس کی نماز میں بالکل خیال نہ آئے، کیوں کہ کم لوگ نماز میں حدیث نفس سے سلامت رہتے ہیں، اور یہ مرتبہ اس شخص کو

۱۔ امام ابو عبیدہ محمد بن عبیدہ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ کتب خانہ میر محمد کراچی

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۳۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲-۲۱، " " " "

حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کر کے شیطان کے قائل ہونے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لمحہ کے لیے بھی نماز سے فائل نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کرنے سے اپنے آپ کو کسی فضیلت کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانے تاکہ منور اور منکبر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پر جسے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال چاہے آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ناممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز یحییٰ بن یسوع نے اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ناممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور سوچ آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معاف ہیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جہتا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: "اس دور کثرت نماز میں دنیا کے متعلق باسکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے گا وہ قبول ہوگی" اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی مستحق اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مضر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ لے اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں و صلوٰۃ اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بظاہر عموم ہے لیکن اس کی صفا کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۳ ص ۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸
۲۔ عمدة القاری ج ۳ ص ۸-۷، " " " " " "

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ عَقِبَهُ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس مؤذن آیا۔ انہوں نے اس سے ڈھوکے لیے پانی منگو کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں رطل علم پھیلانے والے کے لیے وغیر عذاب کا آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث نہ بیان کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیئے تھے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْأَحْزَابُ نَاجِرِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بَيْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَا أَحَدٌ تَكْرُمُ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ بِئِنَّ لَوْلَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَيُصَلِّيَ صَلَاةً إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا.

۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكَيْعَمٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَاسُفِيَانُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْتِادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي سَامَةَ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ.

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کرنے کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث بیان نہ کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیئے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي عُرْوَةَ عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَابْنُ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ قَالَ قَدِمْنَا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللَّهِ لَا أَحَدٌ تَكْرُمُ حَدِيثًا لَوْلَا آيَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ بِئِنَّ لَوْلَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ

مَا أَنْزَلْنَا مِنْ أُنْبِيَّتٍ دَانِيَةً إِلَى قَوْلِهِ
الَّذِينَ عَنُونِ .

حسین آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے جو لوگ ان کو چھپائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

سعید بن ناس کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر غرض اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی، تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَحَبَّابُ بْنُ الشَّامِرِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ نَا اسْتَمِعْتُ بَن سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بَطْهْرًا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ امْرِئٍ مُسَلِّمٍ تَحَضَّرَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً فَيُحْسِنُ وُضُوؤَهَا وَتَحْشُرُهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذَلِكَ الدَّاهِرُ كُلُّهُ .

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم عمران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی امدادیں کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد تک چل کر جانا نفل ہو جاتا ہے۔

۴۵۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الصَّمِيِّ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ الدَّادَا وَرَدِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ حُمَرَ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَّخِذُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ لَا أَذْرِي مَا هِيَ إِلَّا آتِي تَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوءِي هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَمَشِيئَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ عَيْنَيْهِ آتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ .

ابو انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے زمین کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو نہ دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے ہر وضو کو تین تین بار دہرایا۔ بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

۴۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْرُ بْنُ أَبِي قَتَيْبَةَ وَحُمَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَأَبُو بَكْرِ ذَا النُّوَانَا وَكَيْعُ عَنْ سُهَيْبَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالسَّقَاعِ فَقَالَ إِلَّا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود تھے۔

وَسَلَّمَ ثُمَّ كَرِهًا فَلَانَا فَلَانَا وَزَادَ قَتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ سَفِيَانُ قَالَ أَبُو التَّضَرِّعِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

۲۵۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَرَسُولُ بْنُ أَبِي بَرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكَيْعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ نَا وَكَيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادِ أَبِي صَخْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَرََانَ ابْنَ أَبَانَ قَالَ كُنْتُ أَصْعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهُ فَمَا آفَى عَلَيَّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا وَهُوَ يَفِيضُ عَلَيَّ لُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ انْتِصَافِنَا مِنْ صَلَاتِنَا هَذِهِ قَالَ مِسْعَرٌ أَمَا هَا الْعَصْرَ فَقَالَ مَا أَدْرِي أُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ أَوْ مَنَعْتُكُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ فَالْتَمِسْهُ وَرَسُولُنَا أَعْلَمُ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيَتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِمَا بَيْنَهُنَّ.

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی قدر غسل بھی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے دوسرے کہتے ہیں کہ ان کی مراد نماز عصر تھی، فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہیں ایک بات بتلاؤں یا خاموش رہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات ہمارے حق میں بہتر ہے تو ضرور بیان کیجئے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تبارک نے اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کامل وضو کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے تو ان نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہیں وہ نمازیں ان گناہوں کے لیے کفارہ بن جائیں گی۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بشر کے دو حکومت میں حضرت ابو بردہ اس مسجد میں یہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا تو جو گناہ ان فرض نمازوں کے اوقات کے درمیان ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نمازیں کفارہ ہو جائیں گی اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔

۲۵۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا بِحِمْرٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْثَرِيِّ وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَقَالَ جَمِيعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادِ قَالَ سَمِعْتُ حُمَرََانَ ابْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ أَبَا بَرْدَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فِي إِمَارَةِ بَشِيرِ بْنِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالْصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ هَذَا حَدِيثٌ مِنْ مَعَاذِ وَكَيْسَرٍ فِي حَدِيثِ عُنْدِ

فِي إِمَارَةِ يَشْرُونَ لَا ذِكْرَ الْمَكْتُوبَاتِ -

۲۵۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مِخْرَمَةُ بِنْتُ بَكْرِ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ حُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْتُ فَاخْتَسَنَ
الْوَضُوءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا خَرَجَ إِلَى
الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَضُ إِلَّا إِلَى الصَّلَاةِ غَيْرَ كَمَا مَاخِلًا مِنْ دُونِهِ -

۲۵۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى
قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ
أَنَّ الْحَكِيمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ
نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ
أَنَّ مَعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمَرَ بْنِ
مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ لِلظَّلْمَةِ فَاسْبَغَ الْوَضُوءَ شَمَّرَ
مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ
أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ -

۲۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ
أَبِي نَجْمٍ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرْقَةِ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى
الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تَغْشِ الْكِبَائِرَ -

۲۵۹ - وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَّمِيُّ
قَالَ أَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا هِشَامُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں
نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں محض نماز کے
قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہوں کو
مٹا کر دے گا۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے
کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے
کے لیے مسجد میں گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی
تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں
اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے
درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ
بن جانتے ہیں جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں
اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ

درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

۴۶۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو طَاهِرٍ هَارُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَأَى عَنْ أَبِي مَخْرَبَةَ عَنْ عَبْدِ بْنِ إِسْحَاقَ مَوْلَى نَائِمَةَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَمَاتَانِ إِلَى رَمَمَانٍ مُكْفِرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ نہ کرے۔

مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات

اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے

وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔ علامہ کیسینی بن شرف نوری لکھتے ہیں:

دیگر احادیث میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جمعہ کی نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضو سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو جمعہ کی نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب رمضان سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیرہ گناہوں تو ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں کچھ دی جاتی ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اگر معاف نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ لہ

وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقَبَ الْوُضُوءِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ذمہ اور ٹوں کو چرانا تھا۔ جب میں اپنی باری

۴۶۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَاعَبَدُ الرَّحْمَنَ بِنُورٍ مَهْدِيٍّ قَالَ نَأَى مَعَاوِيَةَ بِنُورٍ

۱۔ علامہ کیسینی بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَالِحٍ عَنْ تَرْبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ
الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي
أَبُو عَثْمَانَ عَنْ جَبْرِ بْنِ كَيْسٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ
عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الرِّبْلِ فَجَاءَتْ
نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَيْشِي فَأُذِرْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يُحَدِّثُ
النَّاسَ فَأُذِرْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ
يَتَوَضَّأُ فَيُحَسِّنُ وَضُوءَهُ كَمَا شَرَعُوا يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّي
رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْنَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا
وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَتَالِي قَوْلِكَ مَا أَجُودَ هَذِهِ
فِي إِذَا قَامَ بَيْنَ يَدَيْ يَقُولُ التَّوَّابُ قَبْلَهَا
أَجُودُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عَمَّ قَالَ إِنِّي وَتَلَا
رَأَيْتُكَ جِئْتَ إِنْفًا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ
يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُهُ أَوْ يُسَبِّغُهُ الْوَضُوءَ لِيُمْ يَقُولُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ
إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الْعَمَائِيَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ -

پراونٹوں کو چپا کر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے
سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو
کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت
ناز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی
میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ حدیث ہے۔ اچانک مجھے
ایک آواز آئی کہ پہلی حدیث اس سے بھی عمدہ تھی، میں
نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں
نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تم ابھی آئے ہو، اس سے
پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو
شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہے اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ -
اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول
دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت
میں داخل ہو جائے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہی
حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں
یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ أَنْ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

۳۶۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَازِدُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ نَا مَعَاذِ يَتْرِبُونَ صَالِحٍ عَنْ
رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَرَبِيعَةَ
عَثْمَانَ عَنْ جَبْرِ بْنِ كَيْسٍ ابْنِ مَالِكِ الْحَضْرَمِيِّ
عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمَا كَرَّمْتُمْ عَلَيَّ
أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے، اور بہتر
ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ ذکر بھی لایا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِي مِنَ الْمُنْتَظَرِيْنَ
جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی لایا جائے: سُبْحٰنَكَ اَللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔

بَابُ آخَرَ فِي صِفَةِ الْوُضُوءِ

وضو کے طریقہ کی تفصیل

۴۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَاخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عَمَّارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدٍ بْنِ عَاصِمِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهُ مِجْبَةٌ قَالَ قِيلَ لَهُ تَوَضَّأَ لَنَا وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَعَا يَأْتِي فَأَكْفَأَ مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَحْرَجَهَا مَضْمَعًا وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّهِ وَاحِدَةً ففَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَحْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَحْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَحْرَجَهَا فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ يَدَيْهِ وَأَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم ان ماری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم کو وضو کرنے کے دکھائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک برتن میں پانی منگوا یا، برتن ٹیڑھا کر کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی یا اور ایک چلو میں پانی سے کہ اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا، اور دونوں کلاہیاں کہنیوں سمیت دھو بار دھوئیں، پھر برتن ساتھ بھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر کھنوں سمیت دونوں پیر دھوئے اس کے بعد کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہی روایت منقول ہے۔ مگر اس میں کھنوں تک کا ذکر نہیں ہے۔

۴۶۴ - وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَاءَ قَالَ نَاخَالِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَدْلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهِذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ -

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اس روایت میں لاوی نے ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی

۴۶۵ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْرُوفٌ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهِذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَعًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَلَمْ يَفْعَلْ مِنْ كَفِّهِ وَاحِدَةً وَنَا د

اگلی جانب سے مسح کرتے ہوئے ہاتھ گدی تک لے گئے اور پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں کو دھویا۔

بَعْدَ قَوْلِهِمَا وَادْبِرَ يَدَا
يُمَقِّدَمِ تَرَاسِمِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَعَا
شُحْرَاءَهُمَا حَتَّى رَاجَعَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
بَدَأَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا مسح ایک بار اس طرح کیا کہ ہاتھوں کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

۴۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَاوَهَيْبُ قَالَ
نَا عَمْرُ بْنُ يَحْيَى بِمِثْلِ اسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ
فَمَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَهُ مِنْ ثَلَاثِ غُرَفَاتٍ وَقَالَ أَيْضًا
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ يَمَ وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ بَعْضُ
أُمَّلَى عَلِيٍّ وَهَيْبُ هَذَا الْحَدِيثُ وَقَالَ وَهَيْبُ أُمَّلَى عَلِيٍّ
عَمْرُ بْنُ يَحْيَى هَذَا الْحَدِيثُ مَرَّتَيْنِ -

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے پہلے کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین بار ہاتھوں کو دھویا، پھر تین بار بائیں ہاتھ دھویا اور الگ پانی لے کر جوا تھو دھونے سے بچا ہوا نہ تھا سر کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔

۴۶۷ - حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ مَعْرُوفٍ ح وَحَدَّثَنِي
هُرَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الظَّاهِرِ قَالُوا
نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُ بْنُ الْحَارِثِ
أَنَّ أَبَانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
أَنَّ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ تَرِيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيِّ
يَذْكُرُ أَنَّ تَرَاسِمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضَمَضَ ثُمَّ اسْتَنْشَرَهُ
غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَ يَدَا الْيَمَنِ ثَلَاثًا
وَ الْأُخْرَى ثَلَاثًا وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَا فِي غَيْرِ
فَضَّلَ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى انْقَاهُمَا -

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء!

حدیث نمبر ۴۶۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

علامہ یحییٰ بن شریف نوری شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اور اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، ائمہ کہتے مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، ائمہ کہتے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریف نوری شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہی میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی لیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلووں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں۔ اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ لہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہا ر شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

- ۱- ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔
 - ۲- ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔
 - ۳- تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔
 - ۴- پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
 - ۵- چھ چلو پانی لے، پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
- علامہ کرمانی نے کہا چرٹھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

الجواہر (ممالکیہ) میں ابن سابق نے در قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہا ر حنابلہ کی المعنی میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لیے الگ الگ تین چلو لے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا، پھر تین بار کلیاں کیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیوں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

۱۔ علامہ مفتی الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کھلی کی اور ہر بار کھلی کے لیے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک چھوٹے کھلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن اگر یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے یعنی ایک، تین، پانچ مرتبہ ہر اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو چار اور چھ اور جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو تختوں میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجا

بَابُ الْإِيتَارِ فِي الْإِسْتِنَاةِ
الْإِسْتِجْمَارِ

۴۶۸. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَاسِغِيَانُ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْكُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَجَمَّ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجِمَّ مَاءً وَإِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ.

۴۶۹. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنَ هَتَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَّامِ ابْنِ مَنبِيهِ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَأْتُ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْحَرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ.

۴۷۰. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ

کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

الْحَوْلَانِ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْتِزْ وَمَنْ اسْتَجْمَعَ فَلْيُوتِرْ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَاحِسَانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَايُوسُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَسَأَلْتُ أَخْبَرَني يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَني أَبُو ذَرِيْسٍ الْخَوْلَانِ أَنَّ سَمَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَآبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نمنوں میں رات گزارتا ہے۔

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكِيمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَحْيَى الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَيْسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْتِزْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خِيَا شِيمِهِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَرَّافٍ قَالَ نَا ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَني أَبُو النَّوَّالِ بَيْرَانَ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے: جو شخص استنجا (استنجا) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استنجا کا معنی ہے بول اور براز کے عمل کے بعد مطلوبہ مقام کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علماء نے کہا ہے کہ استنجا، استنجا اور استنجا کا معنی ہے بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استنجا کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ مخصوص ہے اور استنجا اور استنجا پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استنجا کا معنی یہ ہے کہ تین یا پانچ یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استنجا کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صلیب کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ

استجمار کرنا مستحب ہے، یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استجمار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۶۲ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نکتھوں میں رات گزارتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نکتھوں میں رات گزارنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جا سکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھوتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گند و وغبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ لہ

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اسے عبدالرحمن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا نواب ہے

بَابُ وَجُوبِ غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

۴۶۲ - حَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَ أَبُو الطَّاهِرِ وَ أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالُوا أَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَثْرَمَةَ بِنِ بَكْرِ عَنْ أَبِي سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ تَرُوجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَ يَلِ اللَّاعِقَابِ مِنَ النَّارِ - وَ حَدَّثَنِي حَرَمَةُ بِنْتُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيَوَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۵۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو مَعِينٍ
الْوَقَّاشِيُّ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ
ابْنُ عَمْرٍَا قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ
حَدَّثَنِي أَبُو حَدَّادٍ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ
أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ
ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلَى بَابِ حُجْرَةِ
عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ -

مہری کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ
میں اور عبد الرحمن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ
میں جا رہے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
حجرے کے پاس سے گزرتے تو آپ نے ہمیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

۲۵۷ - حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا
الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنٍ نَا فُلَيْحُ حَدَّثَنِي نَعِيمُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَالِمِ مَوْلَى شَدَّادِ ابْنِ الْهَادِ
قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی
اسی روایت منقول ہے۔

۲۵۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ
ح وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ
عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عَمْرِو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى
إِذَا كُنَّا بِمَاءِ الْبَطْرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ
فَتَوَضَّأُوا وَاهْمُرُ عَجَالًا فَأَنْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَ
أَعْقَابُهُمْ تَلُوحٌ لَمْ يَمْسُهَا الْمَاءُ فَكَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبِئْسَ
لَدَ عَقَابٍ مِنَ النَّارِ أَسْبَغُوا الْوَضُوءَ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے
مدینہ جا رہے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں نے
عصر کے لیے جلدی جلدی فہو کرنا شروع کر دیا، جب ہم ان کے
پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے
چھوا تک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے عذاب کی ہلاکت ہے،
مکمل وضو کیا کرو۔

۲۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَا وَكَيْعٌ عَنْ سَفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى
وَأَبْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا
شُعْبَةُ كَلَاهُ عَنِ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَ
لَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ أَسْبَغُوا الْوَضُوءَ وَفِي

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی
اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں "وضو مکمل کرو"
کا جملہ نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْمَرِيِّ -

۲۸۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ قُرَيْبٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَعْدَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَا لَهُ فَأَدْرَكْنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَسْتَسَعِرُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى دَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّبَارِ -

۲۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجُمَيْحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِأَيِّ رَجُلًا لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَهُ فَقَالَ دَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّبَارِ -

۲۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَرَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَأَى قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْبِطْهَرَةِ فَقَالَ اسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دَيْلٌ لِلْعَوَاقِبِ مِنَ النَّبَارِ -

۲۸۳ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّبَارِ -

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ہمارے پاس پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا "خشک" ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (وضو میں) ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا "خشک" ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خشک" ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خشک ایڑیوں پر جہنم کا عذاب ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۴ میں ہے: (خشک) ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں

تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور یسعی معترفہ جہاں نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو مسح کرنا واجب ہے۔

وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل | علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل

ہیں انہوں نے قرآن مجید میں بحر زبریں کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وَامْسَحُوا بِرءِوسِكُمْ وَأرجُلِكُمْ۔
اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں مسح کا مسح پر عطف ہے، وضو کے اعضاء چار ہیں، دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے ظہر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انہوں نے پڑھا:

وَامْسَحُوا بِرءِوسِكُمْ وَأرجُلِكُمْ۔
”اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔“

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی ناز مکمل نہیں ہوگی، وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں

پیر پر چھڑکا، جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انہوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔

قرآن مجید آیت مذکورہ میں بحر کی قرأت اور اعادیت مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک غلطی دلیل سے بھی استدلال

کرتے ہیں:-

جرا اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے

تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ

تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔

آیت وضو میں قرأتِ حبر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات

قرآن مجید کی آیت کہ یہ میں قرأتِ حبر کی تقدیر پر بھی ار جبکم کا عطف

ایدیکم پر ہے اور اس پر حبر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

افى اخاف عليكم عذاب يوم النجم۔
ہود: ۲۶

اس آیت میں الیسم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر حبر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں اسی طرح ار جبکم کا عطف وجوہ حکم اور ایدیکم پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے تھی لیکن اس کے جوار میں برفوسکم چونکہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی لہذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم کا عطف برفوسکم پر ہے اور اس سے پہلے وامسحوا مقدر ہے لیکن وامسحوا برفوسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلہ لہق پھینا اور وامسحوا بار جبکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يا ايها الذين امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم
سكارى حتى تعلموا ما تقولون ولا جنبا
الاعابرى سبيل حتى تغتسلوا۔
(نساء: ۴۳)

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف ولا تقربوا الصلوة پر ہے اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا الصلوة مقدر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوة کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی نماز اور معطوف میں الصلوة کا معنی مجاز مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوٰۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں وامسحوا برفوسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وامسحوا بار جبکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم اور ار جبکم دو متواتر قرأتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم توافقی نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت میں بھی باہم توافقی نہیں ہے اور ار جبکم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور ار جبکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا اسی لیے ار جبکم کی قرأت اس حال پر معمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ار جبکم کی قرأت اس حال پر معمول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کر لو اور جب نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھو لو، اس طرح ان دونوں قراتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

علمائے شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات | شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے زور کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا، جبکہ اس آیت میں جس کی قرات بھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے، لہذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علمائے شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس دار جملہ قرات کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ ۱۷

پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا، درآن حالیکہ ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ

عن عبد اللہ بن عمرو قال تخلف النبي صلى الله عليه وآله وسلوه عنا في سفر فادر كنا وقد ارهتنا العصر فجعلنا نتوضأ ونمسح على ارجلنا فنارى باعلى صوته ويل للاعقاب من النار مرتين او ثلثاً ۱۷

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے دریا تین بار بلند آواز سے فرمایا خشک ایزٹوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا هريرة
وكان يبرأ بنا والناس يتوضئون من المطهرة
فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلى
الله عليه وسلم قال ويل للعقاب من
النار۔ ۳۱

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا توضأ
فترك موضع ظفر على قدمه فابصره النبي
صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فاحسن
وضوءك فرجع ثم صلى۔ ۳۲

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حمران بن عثمان بن عفان دعاه
بوضوء فتوضأ فغسل كفيه ثلاث مرات
ثم مضى واستنثر ثم غسل وجهه
ثلاث مرات ثم غسل يده اليمنى الى المرفق
ثلاث مرات ثم غسل يده اليسرى مثل ذلك
ثم مسح برأسه ثم غسل رجله اليمنى الى
الكعبين ثلاث مرات ثم غسل اليسرى مثل ذلك
ثم قال راي رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ
نحو وضوئي هذا۔ ۳۳

محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے، اس وقت وہاں حضرت ابو ہریرہ گزرے تو انہوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے خشک ایزٹوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار ہاتھیلوں کو دھویا، پھر گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیرٹختوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متون ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴ مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۵ھ

۳۲۔ امام عبد بن اسماعیل بخاری متون ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸، " ۱۳۸۵ھ

۳۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متون ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، " ۱۳۵ھ

۳۴۔ " " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹-۱۲۰، " " " " "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم
وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے کے
ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو
اور جب وہ ہاتھ دھو تا ہے تو پانی کے ساتھ اس
کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے
اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو، اور جب وہ اپنے پیر دھو تا
ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس
میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے
پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں میں نے اسود سے سوال کیا:
کیا حضرت عمر پیروں کو دھوتے تھے؟ انہوں نے
کہا ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔!
ابن غریبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب
نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے
ظاہری حصے کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا، حضرت
عمر نے فرمایا تم نے ان پیروں کو آگ سے ایسے کیوں
چھوڑ دیا۔

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پیروں
کو کٹھنوں سمیت دھوتے تھے۔
ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے
وضو کیا اور پیروں کو کٹھنوں سمیت دھویا اور کہا میں

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرج
من وجهه كل خبيثة نظر اليها بعينه مع الماء او مع اخر
قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خبيثة
كان بطشتها يداه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا
غسل رجله خرجت كل خبيثة مشتتها رجلاه مع
الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيبا من
الذنوب۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم قال سالت الاسودا كان عمر
يفعل قدميه؟ قال نعم كان يغسلها غسلًا۔

عن ابن غريبا وان عمر بن الخطاب سأل
رجلا غسل ظاهر قدميه وترك باطنهما فقال
لو تركتهما للناموس۔

عن الحارث عن علي غسل القدمين الى
الكعبين۔
عن ابى حية قال رایت عليا توضا فغسل
قدميه الى الكعبين وقال ارادت ان اريكم

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نوریہ مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو یوسف عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

المصنف ج ۱ ص ۲۶،

المصنف ج ۱ ص ۲۶،

المصنف ج ۱ ص ۲۶،

جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کو نسبت ہے اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کسی مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھویا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

بَابُ وَجُوبِ اسْتِيعَابِ جَمِيعِ اَجْزَاءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ
تمام اعضاء وضو کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَغْوَيْنٍ قَالَ مَعْتَلٌ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظَهْرِهِ عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ فَرَجَعَهُ ثُمَّ صَلَّى.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اچھی طرح وضو کرو، وہ واپس گیا اور پھر نماز پڑھی۔

وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز کی طہارت کے ترک ہوجانے کا حکم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضو صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضو کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۳) اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس شخص کا وضو میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ لہ

بَابُ خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوءِ

۲۸۵ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ

ابنِ أَنَسٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ

سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَأٰلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ

الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ تَحَرَّجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ

خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ إِخْرَاقِ

قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ تَحَرَّجَ مِنْ يَدَيْهِ

كُلِّ خَطِيئَةٍ كَانَتْ بَطَشَتْهَا يَدَاؤُهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ

إِخْرَاقِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ تَحَرَّجَتْ

كُلُّ خَطِيئَةٍ قَشَشَتْهَا رِجْلَاؤُهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ

إِخْرَاقِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ تَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ -

۲۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ بْنِ رَبِيعٍ

الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا أَبُو هِشَامٍ الْمَعْرُوفِيُّ عَنْ

عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُمَرَانُ بْنُ

حَكِيمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ حُمُرَانَ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ

الْوُضُوءَ تَخَرَّجَتْ خَطَايَاؤُهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى

تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ -

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑپنا!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرے تو جس دنت چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑپ جاتے ہیں جو اس نے اپنے آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوئے ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑپ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کیے تھے، اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوئے ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گرتا ہے اس کے وہ تمام گناہ جھڑپ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پیروں سے کیے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ جب تک وہ کبیرہ گناہ کا ترکب نہ ہو، تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا گناہ جھڑپ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ مان کر دیے جاتے ہیں، کیونکہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑپنا متصور ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک بن نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ دارالحدیث کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ گناہ کرنے سے دل میں جو سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھونے کا ذکر ہے، اس میں را فقہیوں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اطَالَةِ الْغُرَّةِ وَ
التَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ
اعضاؤ وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے
زیادہ دھونے کا استحباب

نعیم بن عبد اللہ مجرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ بازو تک دھویا پھر بائیں ہاتھ بازو تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر بائیں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر بائیں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر و منہ مکمل کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے لمبھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۲۸۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ ابْنِ أَبِي مَرْثَدَةَ بْنِ الْعَلَاءِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا وَبْنُ دِينَارٍ وَهَبُ بْنُ حَمِيدٍ قَالُوا لَنَا كَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَدْلَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَرَّبِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَاهُ يُرِيهَ يَتَوَضَّأُ فَنَسَلَ وَجْهَهُ فَاسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَصْدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَصْدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ الْفَرُّ الْمَجْبَلُونَ يُؤَمُّ الْقِيَمَةَ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيَطِّلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِلْهُ.

نعیم بن عبد اللہ مجرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اپنے چہرے اور لمبھوں کو دھویا اور گناہ تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے، پھر انہوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتیٰ کہ پنڈلیوں کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر و منہ مکمل کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے لمبھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۲۸۸ - وَحَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَاهُ يُرِيهَ يَتَوَضَّأُ فَنَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ

۱۳۷۵ مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۲۵

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ
أُمَّتِي يَا تَوُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُرَّةٌ مُتَحَجِّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ
فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ عُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ.

نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور
ہاتھ پاؤں آٹھارو وضو کی وجہ سے سفید اور چمک رہے
ہوں گے لہذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک
کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ لمبا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا عرض مقام
عدن سے لے کر ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا
ہے اور اس کا پانی بڑت سے زیادہ سفید شہدے
دو دھڑ سے زیادہ شیریں اور اس کے برتنوں کی تعداد
ستاروں سے زیادہ ہے اور ہر دوسرے لوگوں کو
اس عرض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے
عرض سے پرانے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے
عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے،
فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری کسی امت
میں نہیں ہوگی تم جس وقت عرض پر میرے پاس آؤ گے
تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آٹھارو وضو کی وجہ سے سفید اور
چمکدار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت عرض
پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو عرض
سے روک رہوں گا جیسے کوئی شخص اپنے عرض سے
پرانے اونٹوں کو روکتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا
یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا ہاں
کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کسی امت میں نہیں
ہوگی تم جس وقت میرے پاس عرض پر آؤ گے تو تمہارا
چہرہ اور ہاتھ پیر آٹھارو وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار
ہوں گے اور تم (امت دعوت) میں سے ایک گروہ کو
میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ
تک نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے رب!

۲۸۹ - حَدَّثَنَا سُورِيدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ
جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا
مَرْوَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ
أَبِي حَارِيْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ آيَةِ مَنْ
عَدِنَ لَهُوَ أَشَدُّ بِيْطَانًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَخْلَى مِنَ
الْعَسَلِ يَا لَكَبِينَ وَ لَا نِيْتَةَ أَكْثَرُ مِنْ عَدَاةِ النَّجُومِ
وَإِنِّي لَأَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ إِبِلَ
النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا
يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ
الْأُمَّمِ تَرْدُونَ عَلَيَّ عُرَّةً مُتَحَجِّلِينَ مِنْ أَثَرِ
الْوُضُوءِ.

۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَوَالِدُ ابْنِ عَبْدِ
الْأَعْلَى وَاللَّفْظُ لِعَوَاصِلٍ قَالَا نَا ابْنُ كُثَيْبٍ عَنْ أَبِي
مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَارِيْمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
تَرْدُونَ عَلَيَّ الْوُضُوءِ وَآنَا أَذُودُ النَّاسِ
عَنْهُ كَمَا يَدُودُ الرَّجُلِ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِ
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا
لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرْدُونَ عَلَيَّ عُرَّةً مُتَحَجِّلِينَ
مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ وَكَيْصَدَّنَّ عَنِّي طَائِفَةٌ
مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُونَ وَاقُولُ يَا رَبِّ هُوَ لَأَوْ مِنْ
أَصْحَابِي فَيَجِيْبُنِي مَدَكَ وَهَلْ تَدْرِي مَا
أَحَدٌ كَرَّ أَبْعَدَكَ -

یہ میرے صحابہ ہیں؟ پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دیا گیا
آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بددین میں نئی
باتیں نکالی تھیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن
سے لے کر مقام ایلبہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا
ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے میں اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کو
اس طرح دور کروں گا جس طرح کوئی شخص پراٹے اوٹوں
کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے، صحابہ کرام نے
عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے
فرمایا ہاں تم میرے حوض پر جب آؤ گے تو تمہارے چہرے
اور ہاتھ پیر آثار و ضو سے سفید اور چمک دار ہونگے
اور یہ علامت تمہارے سوا اور کسی میں نہیں ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور
فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے
پاس آنے والے ہیں میری عوامش ہے کہ ہم اپنے
دوینی بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ!
کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا
تم میرے صحابہ، مو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ
ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، صحابہ کرام نے پوچھا
یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان
لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، آپ نے فرمایا
یہ تبار کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے
اور سفید ٹانگوں والے (بہن کلیان) ہوں، سیاہ
گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں
سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں
نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

۴۹۱۔ وَحَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاعِلٌ
بْنُ مُسَيْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُوَاشِ
عَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَا بَعْدَ مِنْ أَيْكَةٍ مِنْ عَدَنِ
وَالَّذِي تَفْسِي بِبَيْدِهِ إِيَّيْ لَا ذُوْدُ عَنْهُ إِلَّا جَاءَ كَمَا
يَذُوْدُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيْبَةَ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَعْرِفْنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ
عُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوَضُوْعِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ
غَيْرِكُمْ۔

۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُرَيْحُ بْنُ
يُوْسُفَ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيْعًا
عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ نَا سَمِعْتُ
قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَى
الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَا مَا قَسُوْمِ
مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حِقُوْت
وَإِذْ أَتَانَا قَدْ مَاتْنَا إِنْخَوَانَتْنَا قَالُوا أَوْلَسْنَا
إِنْخَوَانَتْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَ
إِنْخَوَانَتْنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ
تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدَ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ مَا جَلَّ لَكَ خَيْلٌ غُرٌّ
مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهْرٍ بِيْهَا لَا يَعْرِفُ
خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَيَأْتِيَهُمْ
يَأْتُونَ عُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوَضُوْعِ وَآثَارِ

فَرَطَهُمْ عَلَى الْحَوْضِ إِلَّا لِيَذَاقَ رِجَالٌ عَنْ
حَوْضِي كَمَا يَذَاقُ الْبَعِيرُ الضَّانَ أَنَا دِيَهُمْ
الْأَهْلُ فَيَقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ
سُحُفًا سُحُفًا.

میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں
اٹار و وضو سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے
استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا
اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دُور
ہوں گے جس طرح بھوکا ہوا اونٹ دُور کر دیا جاتا ہے میں
انہیں آواز دوں گا "اوھر آؤ" پھر کہا جائے گا "انھوں
نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا" پھر میں
کہوں گا "دُور ہو جاؤ، دُور ہو جاؤ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے
گئے اور فرمایا اے مومنو! السلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے
ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، باقی حدیث حسب سابق
ہے۔

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدَ
الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّادَوْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ
بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنُ قَالَ نَا مَالِكُ
جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
نَحَرَ بَجْرًا إِلَى الْمُقْبِرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ
مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ بِمِثْلِ
حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ
فَلْيُذَادَنَّ بِرِجَالٍ عَنْ حَوْضِي .

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے
کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے کے
لیے بڑھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کو غنوں تک دھو لیتے
میں نے کہا اے ابو ہریرہ! یہ آپ کس طرح دھو کر رہے
ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے محمدی کے
بچے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم
کا وضو نہ کرتا، میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک
زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی
پہنچے گا۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا خَلْفُ
يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي
حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ
لِلصَّلَاةِ فَكَانَ يُمَدُّ يَدَهُ حَتَّى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ
لَا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذَا الْوَضْوُءُ فَقَالَ يَا بَنِي قُرَيْشٍ
أَنْتُمْ هَهُنَا لَوْ عَلِمْتُمْ أَنَّكُمْ هَهُنَا مَا تَوَضَّأْتُمْ هَذَا
الْوَضْوُءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ يَبْلُغُ الْجِلْدَةَ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ
الْوَضْوُءُ .

غزہ اور تجھیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزہ اور تجھیل (جہرا

اعضاء وضو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

غزہ کی تطویل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا، اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز ہو اس کو دھونا، اور تجھیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور گھٹنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ بغیر کسی تعیین کے کہنیوں اور گھٹنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔

۲۔ نصف کلائی اور نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔

۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں ان تمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور گھٹنے سے زیادہ دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہنی اور گھٹنے سے زیادہ دھونا ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رو کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

غزہ اور تجھیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | تمام اعضا وضو میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پورا پورا وضو کرو" کلی کرنے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں اچھی طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نکلنا بھی جائز ہے، اور باقی اعضا میں مبالغہ یہ ہے کہ

انگلیوں میں خدال کیا جائے اور اعضاء کو خوب۔ مل مل کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جب ہاتھ دھوتے تو کندھوں تک دھوتے اور جب پیر دھوتے تو پنڈلیوں تک دھوتے پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت قیامت کے دن آئے گی دساں مائیکہ وہ وضو کے اثر سے غزہ تجھیل ہوگی، سو تم میں سے جو شخص اپنے غزہ (سفیدی) کو لمبا کرنا چاہتا ہو وہ کرے، اس حدیث کو امام بخاری اور

امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

غزہ اور تجھیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بغل اور پنڈلی تک وضو

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچتا ہے وہاں تک مؤمن کا زیور نیچے گا، قاضی عیاض (ہامی) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے ورنہ وضو کی حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تعدی اور ظلم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابو ہریرہ کے اس فعل کو مذہب بنا لیا، حضرت ابو ہریرہ کا یہ فعل ان کی انفرادیت ہے، انہوں نے اس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: **انتم الغر المحجلون** "تم سفید منہ اور سفید ہاتھ پیروالے ہو" ۱۔

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے زائد دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلو ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الرضو ہے اور وضو کی تجدید کرتا ہے اور اسی کا نام اطالۃ الغرة (سفیدی کو لمبا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اطالۃ الغرة کے دو معنی ہیں ایک مقررہ حد سے زیادہ دھونا یہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا دائم الرضو رہنا، یہ ان کے نزدیک مطلوب ہے۔ ۲۔

عزہ اور تجحیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرہ اور

تجحیل کی زیادتی کے لیے اعضا وضو کو حد سے آگے تک دھونا مستحب ہے۔

علامہ ابن بطلال اور علامہ قاضی عیاض کے اولم سے یہ ہے کہ انہوں نے بنوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظریہ میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سنن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بنوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطلال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی هذا او نقص فقد اساء و
ظلم۔
جس نے وضو میں اس پر زیادتی یا کمی کی، اس نے بڑا
کام کیا اور ظلم کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال قاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں قدا کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا، یا کم دھویا، یعنی یہ سمجھا کہ تین دفعہ دھونا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھونے کو واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطلال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرہ اور تجحیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بلا ہمتہ باطل اور قاسد ہے۔ ۳۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرہ اور تجحیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر الملتق میں مذکور ہے کہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۲۔ ڈاکٹر وہب زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰-۲۴۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

غزہ کو لبا کرنا مقررہ حد سے زیادہ دھونے سے حاصل ہوگا اور علیہ میں مذکور ہے تجیل اہتوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لہ

حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال | اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے اہتوں نے آپ کے بدوین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غزہ اور تجیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے ہاتھوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو ا صیحابی ا صیحابی (میرے صحابہ، میرے صحابہ) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بدوین بدل لیا، یعنی اہتوں نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بد مرتد ہو گئے، اہر چند کہ ان پر غزہ اور تجیل کی علامت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان جانتے تھے اس وجہ سے ان کو بلائیں گے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا توجید پر خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعات مراد ہیں جو اپنی بدعات کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے، اس قول کی بنا پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دور کیے جانے والے جہنمی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزہ اور تجیل کا ہونا مستنع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزہ اور تجیل کا ہونا مستنع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ حافظ ابو عمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ جن لوگوں

نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب
اہل ہند ہیں، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے
تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ ۱۷

بعض مرتدین کو حوض پر اسیحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال
کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہو جاتا تو آپ حوض پر آئے دالے ان مرتدین کو اسیحابی نہ فرماتے، اس کا جواب
یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں اسیحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو
کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا،
دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسیحابی سے پہلے ہمزہ استغفہام کا محذوف ہو، یعنی کیا یہ میرے اصحاب
ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ، اعمال نامے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور مچھلے ہوئے ہیں یہ میرے
صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیس سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں
ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں
کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں
کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر
شخص کو علم ہوگا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو
کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال
پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ
آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے
آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرمایا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی سند میں سند جدید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیاتی خیر لکم و مناتی خیر لکم تعدض
علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت
اللہ علیہ و ما کان من سیئ استغفرت اللہ
لکم۔
میری جیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری
وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر
پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر
اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو بُرے اعمال ہوں میں
تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس قارضی کے چند جوابات ہیں:

۱- آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھے عمل کیے یا بُرے عمل کیے اور معین طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی مائی نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سعید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

۲- بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کو اسیحابی کی نڈا فرمانا ان میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اسیحابی کی نڈا کی تو ان کو نجات کی امید پیدا ہو گئی اور سچا سچا فرمانے سے وہ امید منقطع ہوئی اور امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید ہی تہ ہوئی ہو، اور فرشتوں کا یہ کہنا انہوں نے آپ کے بعد دین تبدیل کر دیا تھا اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ اقناعی جوابات ہیں جن کو علامہ زرقانی نے شرح الموطا میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مسند بزار کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور اتداد سے وہ شخص امت اجابت سے فارغ ہو جاتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کئے جاتے ہوں، نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ بُرے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور ارتداد دلائل حمد سے نہ لائق استغفار، لائق حمد نہ ہونا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتداد سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرما دیا:-

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین
ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انہم
اصحاب الجحیم۔
(توبہ، ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ
مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے
قربت دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ
(وہ مشرک) دوزخی ہیں۔

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدان حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی گمان فرمایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو ہے مجبوراً امت کے بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر میں استغفار کرتا ہوں، اس کا محمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پر امت کے تمام بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۲۱۳، ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

ہیں اور جو لائق استتقار نہ ہوں ان پر آپ استتقار نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر اعاذیث میں بغیر استتقار کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال عرضت علی اعمال امتی حسنہا وسیئہا
فوجدت فی معاصن اعمالہا الاذی یماط عن
الطریق ووجدت فی مساوی اعمالہا النجاسة
تکون فی المسجد ولا تدفن لہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت
کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بخشنے اور
برے عمل بھی، میں نے اس کے اچھے اعمال میں
سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے
ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل
دیکھا کہ مسجد میں بلغم نفل کا جائے اور اس کو دفن
نہ کیا جائے۔

باقی شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد
کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے
خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو
وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے فلاں امتی نے
یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اس کی ضد کے علم کو
مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا،
اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھا دی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں
ہیں تو جب شیخ عثمانی کے یہ قول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو
آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا کہ یہ آپ نے ان کو اسی حال میں فرمایا تو اس کا
یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استغناء تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے
لیے تھا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے
مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ذکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور
دیکھ لیا جائے۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان اشارہ اللہ کہنے کا بیان | حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی ان شہداء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں؛ اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے: جو مسلمان بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ لہ

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا؛ ہم بھی ان شہداء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شہداء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل کرنے کے لیے ان شہداء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

ولا تقولن لشيء اذی فاعل ذلك غدا الا ان یشاء اللہ۔

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز (یوں) نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ان شہداء اللہ کہیں،

(کہف: ۲۴)

لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شہداء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابو عمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شہداء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لقد خلع المسجد الحرام ان شاء اللہ۔

ان شہداء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور بہ ضرور داخل ہو گے۔

(الفجر: ۲۴)

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شہداء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو حسن کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق عادتاً ان شہداء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا، جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات کے لیے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۸۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر

نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔ ۱۰
شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ وہاں
حالیکہ آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الہی میں تھا خالص میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور معدوم دکھائی
نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور معدوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب
یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دے جائے جس طرح دیوار کے عرض میں آپ کو جنت کی مثال دکھا
دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشرق اور مغرب دکھائیے گئے ہیں،
اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ
کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا، اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں،
اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تجلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے
کیونکہ وہ بشری کرداروں سے مصطفیٰ ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں
تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر
اللہ تعالیٰ کے علم کی تجلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی
عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تجلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ
آپ کو آپ کے وہ امتی دکھائیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس میں ان کو دیکھ لیں۔ ۱۱

حدیث نمبر ۲۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا
بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے
ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زاہد فضیلت کو ذکر فرمایا اور وہ
صحابیت ہے، لہذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی ہیں
صحابی نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: انما المؤمنون اخوة۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مومن
اپس میں بھائی ہیں۔ ۱۲

میرے استاذ محترم حضرت علامہ عطا محمد صاحب ندوی مدظلہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ
مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب فضیلت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

۱۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

۱۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہ کیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جبران میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمۃ للعالمین، قائد المرسلین وغیرہا القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے

حدیث نمبر ۴۹۴ میں ہے: حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اے نبی

کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضو نہ کرتا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتدا اور پیشوا کو جاہلوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہوتا کہ عام لوگوں کو اس سے وسوسہ نہ ہو اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔ لہ

باب ۹۳ فصل إسباغ الوضوء علی المکارہ

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ قُتَيْبَةُ وَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي نَاسٍ إِشْبَعِيْلٌ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا دُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَ يَرْفَعُ بِهَا الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ كَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ

تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور تمہارے لیے یہی

۱۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الرِّبَاطُ -

رباط سے (یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے پابند کر لینا)
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں رباط کے لفظ کو دو بار فرمایا ہے۔

۴۹۶۔ حَدَّثَنَا ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ تَامَعْنُ قَالَ نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِجَمِيعَا عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَيْسٌ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ذَكَرَ الرِّبَاطَ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ذَكَرَ مَرَّتَيْنِ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ .

علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

رباط کا معنی ہے کسی چیز کو کسی جگہ مجبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس طاعت پر مجبوس کر دیا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ رباط ہے جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد، جہاد النفس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رباط متیسر ہے، یعنی یہ رباط کی اقسام سے ہے۔ لہ

مسواک کا بیان

بَابُ السُّوَالِ

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُمَرُ وَالتَّائِقَةُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أُشْتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسُّوَالِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ .

سہر سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار معلوم نہ ہوتا، اور ایک روایت میں ہے اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۴۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ تَابُنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ ابْنِ مِقْدَامٍ ابْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ مَا كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسُّوَالِ .

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا: "مسواک"

۴۹۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ تَائِفٍ الْعَبْدِيُّ

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ

قَالَ نَاعِبِدُ الرَّحْمَنَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ
الْمِقْدَامِ ابْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسُّوَالِ -

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک
کیا کرتے تھے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْعَارِثِيُّ قَالَ
نَا حَمَّادُ بْنُ تَرِيذٍ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيرٍ
الْمَعْمُورِيُّ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَطُرِفَ
السُّوَالُ عَلَى لِسَانِهِ -

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
هَشِيمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَدِيفَةَ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُورُ فَاةً بِالسُّوَالِ -

حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے
اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے
تھے۔

۵۰۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ
عَنْ مَنصُورٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي
وَأَبُو مَعْوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي وَائِلٍ
عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ
يَقُولُوا لِيَتَهَجَّدَ -

حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک
کرتے تھے۔

۵۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعْتَبِرِ وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنصُورٍ
وَحُصَيْنٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَدِيفَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا
قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُورُ فَاةً بِالسُّوَالِ -

حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک
سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بَنِي حَمِيدٍ قَالَ نَا أَبُو نُعَيْمٍ
قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو الْمَتَوَكَّلِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس سے رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَالِإِلهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَعَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أُخْرَى اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَتَنظَرُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتَّىٰ بَلَغَ فِقْتًا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّىٰ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَتَنظَرُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّىٰ.

وسلم اٹھے، سورۃ آل عمران کی یہ آیت ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار سے فقنا عذاب النار تک پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹ گئے پھر آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت دوبارہ پڑھی، پھر مسواک کی اور وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

مسواک کا لغوی اور شرعی معنی علامہ کیچری بن شرف نور سی شافعی مکتبے میں: ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

مسواک کے متعلق احکام شرعیہ مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن جب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

- ۱۔ نماز پڑھنے کے وقت، خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔
- ۲۔ وضو کرنے کے وقت۔
- ۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
- ۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے، یا کسی بدبو دار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے۔ یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کا بو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت

کپڑا ہو، کوئی جڑھی بوٹی، مویا انگلی سے صاف کرے۔ (مجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑھی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکہ وہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام ابراہیم نے کہا مسواک کرنا وضو کا جزو ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لکھی باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔“

مسواک میں عطار کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعاثر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے، ہذا یہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے، ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمہور کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اصفہانی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے نہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، معنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کا جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کرے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار

لہ ولا اجر لمن لا حسبہ لہ۔ لہ

تمہاری دو انگلیاں مسواک میں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاصبۃ تجزی من السواک۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے منجن اور ٹوٹھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر ۲۹ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفروض ہونا

کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جانا نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ یہ اکثر اصحاب اہل اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفروض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الہی کے تابع ہے اللہ تعالیٰ بالذات شائع ہے اور آپ بالقیع شائع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے لے کر اس باب تک کی شرح بریڈ فورڈ برطانیہ میں لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی بانی صفحہ الاسلام بریڈ فورڈ کی لاٹری سے استفادہ کیا۔ میں بیس جولائی ۱۹۹۳ء کو تبلیغی دورہ پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آ گیا۔

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، " " " " " " " "

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

بعض سنتوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، نفل کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

۵۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو التَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثنا ابنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأُظْفَارِ وَتَنْفِ الْإِطِيطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور نفل کے بال نوچنا۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ لَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَلَا خِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأُظْفَارِ وَتَنْفِ الْإِطِيطِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے، ناخن کاٹنے، نفل کے بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

۵۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَهُمَا عَنْ جَعْفَرِ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وَرِيتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأُظْفَارِ وَتَنْفِ الْإِطِيطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا تَتْرَكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈارھی بڑھاؤ۔

۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ لَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُبِيرٍ قَالَ لَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُيَيْنَةَ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللَّحَى -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں مونچھیں مٹانے اور ڈارھی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵۰۹ - وَحَدَّثَنَا هُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

أَمْرًا يَا حَقًّا الشَّوَارِبِ وَإِعْقَاءِ الدَّحِيَّةِ -
 ۵۱۰ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عَثْمَانَ قَالَ نَايَزِيدُ بْنُ
 زُرَيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا قَافَةُ عَنِ ابْنِ
 عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمَشْرِكِينَ أَحْقُوا الشَّوَارِبَ وَ
 أَوْخُوا الدَّحِيَّ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹا کر اور
 ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ اسْحَقَ قَالَ أَنَا ابْنُ
 أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
 الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرْقَمَةِ
 عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جُرُّوا الشَّوَارِبَ وَ
 ارْخُوا الدَّحِيَّ خَالِفُوا الْمَجُوسَ -

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں
 کی مخالفت کرو، مونچھیں ترشوانا اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
 أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكَيْفٌ عَنْ
 زَكْرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ
 عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ
 عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 آلِهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْقَاءُ
 الدَّحِيَّةِ وَالسَّوَاكُ وَإِسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ
 الْأُظْفَارِ وَغَسْلُ الْبُرْجَمِ وَتَشْفُؤُ الْإِطْبِ وَحَلْقُ
 الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكْرِيَّاءُ فَسَأَلَ
 مُصْعَبُكَ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونُ
 الْمَضْمَضَةَ مَرَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكَيْفٌ أَنْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ
 ۵۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ
 عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ
 مِثْلَهُ عِيَاثَةً قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں
 مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں
 پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال
 نوچنا، زیرنات بال صاف کرنا، استنجا کرنا، راوی
 دسویں سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے
 کہ وہ کلی کرنا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان
 کر کے فرمایا، اس سند کے ساتھ بھی حسب سابق حدیث
 مروی ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔ اس حدیث میں فطرت سے مراد
 سنت ہے، قاضی عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سنتیں

ہیں۔ ۱۷

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض حدیثوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں سے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ان میں سے کسی عدو میں حصر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے من الفطرة فرما کر دم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ ابو سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوٰت کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً ختنہ کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا ممتنع نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كلوا من ثمره اذا اثمر واطوا حقہ يوم

کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

(انعام: ۱۳۱)

حصادۃ

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کرنے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے عشر من الفطرة دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر ختنہ، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس آیت کے کسی معین عدو کی تصریح نہیں ہے، یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدو کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شرعیہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

(۱) ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات

ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پورے کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وثقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہونا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا پھلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کر دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، ختنہ مشکل سے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا ذکر یا مونت نہ ہو نا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آگ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بیخبر ختنہ کے مرجائے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز، حسن بھری یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کس کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے محتون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے، اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہو گا اور اگر کوئی بڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل و وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ حنبلی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے فرج کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا، انہوں نے کہا اس کے لیے ختنہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بڑھایا بڑھی ہو، انہوں نے کہا ان کے لیے ختنہ کرنا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَلَّةَ اِبْرٰهٖمَ - (متھاے لیے) متھاے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) (صح: ۷۸)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

۱۰۔ علامہ بکینی بن شرف نووی متوفی ۷۶۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علیہ وسلم اذا جلس بین شعبیہا الاربع ومس الختان المحتان فقد وجب الغسل۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھوے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شاد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکویم ہے۔ علامہ درویر مابکی لکھتے ہیں:

ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے۔

عالم گیری میں ہے: ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفوائد میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الاممہ الکحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانة المفتیین) صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ محتون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوترھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ غدر

۱۔ علامہ موفی الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۶۲-۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد درویر مابکی متوفی ۱۱۹ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ سے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے، ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ لے

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم | علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال مونڈنا ہے، اور بال کا ٹٹا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ آلم تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے، اور ابوالعباس بن سرج سے منقول ہے کہ حلقہ دُبر کے ارد گرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پھلی دونوں شرمگاہوں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹتے، بغل کے بالوں کو کاٹتے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ لیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹتے، ناخن تراشتے، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق، ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ لے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے، کہا انشاء اللہ اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے، کہا اس کی طاقت کون رکھتا ہے، اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کر لے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے۔ مروزی نے کہا ہے کہ ابو عبد اللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرتے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے۔ بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

۱۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۱۳۵، مطبع کبری امیر یہ بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، مترجم مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چونے سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ لے
علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ سروری نے کہا ہے کہ استحداد کا معنی ہے استرے سے زیریناں بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر زیریناں بالوں کو نوچ لیا جائے اور نفل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے (علامہ ابی فرماتے ہیں) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیریناں بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیریناں بالوں کو مونڈ لیا جائے اور نفل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زیریناں بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور نفل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ لے اور مونچھوں کو لمبانا ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشنے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ لے
علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیریناں بالوں کو مونڈنا اور نفل کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور نفل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے لے
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے نفل کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے، اشتباہ میں مذکور ہے کہ عورتوں کے لیے زیریناں بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ نفل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مشہرات میں ہے، بھنوروں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ مونٹ کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیریناں بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لیے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور نفل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں، یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ لے

۱۔ علامہ مونی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۲۲۰ھ، المعنی ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ص ۱۰۱

۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، ۳۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ

۳۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۸۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

کہ خود مونچھیں تراشنے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوانے اس کے برعکس نفل کے بال اور زیرینات بال دوسروں سے کٹوانا مردت اور حیا کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احفوا الشوارب" مونچھوں کو مٹاؤ، ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں دونوں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احناف کا لفظ ہے، بعض میں جڑ کا اور بعض میں انہماک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کو فہم اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مثلاً قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر لیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ معزز عمر مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مفاد یہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احناف کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احناف کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ان مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احناف کا امر کیا گیا ہے، رخصسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابوالحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحاق کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا نہیں جائز ہے گا کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً "ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جیسی طرح انہیں کو سنوارتے ہو، اور وہ ان کو حسین بنا یا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنتظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر محتون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔ ۱۷

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنڈوں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لیے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو (غیاثیہ)۔ ۱۸

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مونڈنا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ ۱۹

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں: مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ملتقی میں مذکور ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے، مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے اور اس قول کو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔ ۲۰

۱۔ ڈاکٹر وہبہ زحلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیر یہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۴۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو خارج حیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸)، سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۳۰۰) سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد (ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ج ۴ ص ۲۲۲، ۲۲۳) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

ڈاڑھی کا لغوی معنی

اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی
الحدین والذق۔^۱

رخساروں اور ٹھوڑھی پر اُگے ہوئے بالوں
کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مشافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء اللحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی

ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ
ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ غرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ صا کین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہر کے اظہار کے لیے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے پر گندہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار مشیخت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا یا ان گمہ عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، ادخوا، ادخوا، ادخوا، وفروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی بیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کترانا اور ڈاڑھی کو جلدنا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول اندر غرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بُری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ ۱۰

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ | علامہ وشتانی ابن مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: **ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کٹوانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹوانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد متسخر تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔**

علامہ ابی فراتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "ڈاڑھی چھوڑ دو" اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا حسین کے لیے تھوڑی سی کاٹی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ۱۱

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹ دینا مثلاً ہے جیسے عورت کے بصر کے بال کاٹنا مثلاً ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلاً کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلاً ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ ۱۲

۱۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابن مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۲۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۶۲ھ، المنتقی ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادة مصر، ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالکیۃ والحنابلۃ حلقها ولا یکرہ ما زاد علی القبضۃ ولا اخذ ما تحت حلقہ لفعول ابن عمر لہ

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ بال کاٹے تھے۔

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابو موسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، اہل اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مویجوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ صحیح بخاری و صحیح مسلم اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مویجیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو،، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مویجیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑھی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ ۱۷

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اعضاء اللہی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعضاء اکثر سے اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

۱۷۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۸۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۵-۱۳۲۴، مطبوعہ مطبعہ منشی نوالکشور لکھنؤ

نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علی نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے اور انھوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹے اور عطا نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑھی ہو جائے تو اس کو طول اور عرض سے چھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طولاً و عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔^{۱۷}

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور، على ان الاولى تركه
اللاحية على حالها وان لا يقطع منها شيء وهو
قول الشافعي واصحابه وقال عياض يكره حلقها
وقصرها وتحذيقها وقال القرطبي في المفهم لا
يجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها
قال عياض واما الاخذ من طولها فحسن قال
ويكره الشهرة في تعظيمها كما يكره في قصرها
وجزها وقد اختلف السلف هل لذلك حد
فمنهم من لم يحدد شيئا في ذلك الا انه
لا يترك بعد الشهرة وياخذ منها وكره
مالك طولها جدا ومنهم من حدد بها
زاد على القبضة فيتال ومنهم من كره
الاخذ منها الا في حجب او عمرة^{۱۸}

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے چھوڑنے
یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے
حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے،
امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور
حافظ عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور
کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے
کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا
جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً
کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد متسخر تک لمبا کرنا مکروہ
ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے یعنی زیادہ کاٹنا
متقدّم کا۔ اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے
کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد
نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد متسخر کو
پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک
نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا
ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

۱۷۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷-۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطبائعتہ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
۱۸۔ علامہ سید محمد تقی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، التحف السادة التتین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے
سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ
ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا يفعل لتطويل اللحية اذا كانت بقدر
المسنون وهو القبضة ۱۰

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا
جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور
وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وهو اى القدر المسنون فى اللحية القبضة ۱۱

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدر الدین علی حنفی لکھتے ہیں:

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

بقدر المسنون وهو القبضة ۱۲

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة ۱۳

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ ذلیعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة ۱۴

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة ۱۵

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے
کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور
میانہ رومی کا متعارف طریقہ ہے۔

اقول ينبغى ان يدرج فى اخذها لتصير

مقدار قبضة على ما هو السنة والاعتدال
المتعارف ۱۶

۱۰۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد علی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۲، مطبوعہ مطبع منشی نوکشور لکھنؤ

۱۳۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

۱۴۔ علامہ عثمان بن ذلیعی متوفی ۷۲۳ھ، تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۵۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والنور ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۱۶۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ علاؤ الدین اسحاقی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة . ۱

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل

لحيته مما زاد منها على قبضة قطع . ۲

علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

واما اللحية فتذكر محمد في الآثار عن الامام

ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده . ۳

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والقص سنة فيها وهو ان يقبض الرجل

لحيته فان زاد منها على قبضة قطع كذا ذكر

محمد رحمه الله في كتاب الآثار، عن ابي حنيفة

رحمه الله تعالى وقال به ناخذ كذا في محيط

السرخسي . ۴

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات مریکہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس

کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا عجیبوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں

کا طریقہ ہے اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور

مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدير لو اخذتم نواحي لحيته طولا

وعرضاً وتركتم قدر المستحب وهو

مقدار القبضة وهي الحد المتوسط بين

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کاٹ دے۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنا سنت ہے۔

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخی میں ہے۔

یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا عجیبوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

رسول الله صلى الله عليه وسلم نے حضرت ابو تمّامہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طویل و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو

۱۔ علامہ علاؤ الدین اسحاقی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الروج ۲ ص ۱۵۵ ج ۵ ص ۳۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۹،

۳۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مرآتی الفلاح ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۴۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۸۳۵، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الطرفین المذمومین من ارسالها مطلقا
ومن حلقها وقصها علی وجه استیصالها لہا

(تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار سے
اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے
کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانہوں میں حد
متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے لکھتے ہیں:
واستدل بہ الجمہور علی ان اولی ترک
اللحیۃ علی حالہا وان لا یقطع منہا
شیء۔ ۱۷

اس حدیث میں (واعفوا اللحی) سے جمہور
نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو
اپنے مال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ
کاٹا جائے۔

امام ابو حنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہانے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ
سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس شخص اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب
ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بعد کے
بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی اور واضح ہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل
ذکر نہیں کی۔

ان کے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت
ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ
کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت
ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ
کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی
اصطلاحی تصریحات باز بچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا
واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں
ہے لہذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہذا
اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ
تھے، ان کی رائے میں خطا ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقہیہ نہیں

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبعہ محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ
۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادة المتقين ج ۲ ص ۲۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعة اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲، محضاً، مطبوعہ مطبعہ تیج کار لکھنؤ

مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب قاویٰ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے اور یہ جو کھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شبہات کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء

الذیۃ الحدیث - ۷

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (احمدیث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر فرمان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظّم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، نعل کے بال نرچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، گل کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحتاً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی اور بیشی اور اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من و عن تسلیم کر لیا جائے اور خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تفسیح کرنے کی جرات نہ کی جائے کیونکہ ہم سب مرسلین اور شارح نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (کنوینک) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۰۸ اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک ادھ انگل کم ہو، اور معمولی اور

ضعیف سی ڈاڑھی یا خشکی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشکی ڈاڑھی یا فریج کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور نظام پر یہ سنت غیر موکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً ایسی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور اگھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کالی اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراتفری اور تقریب سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معین کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، مراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صحیح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

۷۰۷۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء | علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، عطاء سے بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی (طہری) غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی بھڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حاد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیبث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرة "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ (چہرہ) اس کو کہتے ہیں جو صواحبہ (مخاطب کے

بالقابل ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سفن دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضو میں کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے بغیر چارہ نہیں ہے جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کی کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا، اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے اور کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ ۱۷

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں سے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ ۱۸ اور جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے، ۱۹ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر مواظبت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ بھی ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۱۸) انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء | علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت

ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے، اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد وغبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔ ۲۰

نیل پالش اور مہندی سے وضو کا حکم | علامہ علاؤ الدین اصفہانی لکھتے ہیں: اگر اعضا وضو پر مچھریا پسوکی بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ چھپے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عادتاً ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، تیل اور چکنا ہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکنا ہٹ ہر تو وہ بھی طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضا وضو پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

۱۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، " " " " ۱۴۰۵ھ

۲۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جہ پانی کے نفوذ سے ملنے ہے) اور اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو اتار دے یا اس کو ہلٹے۔ اسے
اعضاؤ و فرو کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگی ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے
جیسے مہندی وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر دھوؤ جائز ہے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا
جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی
بہانے سے وضو نہیں ہوگا۔

(۹)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء | مسواک کے متعلق ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں،
خلاصہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کے نزدیک مسواک کرنا واجب
ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے
گذر چکا ہے کہ مخلص لکڑھی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں
تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰)۔ پانی سے استنجا کرنا | اس حدیث میں انتفاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ
نوروی لکھتے ہیں:

وکیع نے کہا اس سے مراد استنجا ہے، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا مذاکیر (مشرک گاہ) کو دھو کر پیشاب
کو کم کرنا مراد ہے بعض علماء نے کہا یہ انتفاص ہے، انتفاص کا معنی ہے وضو کرنے کے بعد شرک گاہ پر پانی چھڑکنا کہ
قطرہ نکلنے کا وسوسہ زائل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجا کرنا ہے۔

استنجا

بَابُ الْإِسْتِطَابَةِ

۵۱۴ . وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا
يُجُوعُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ
يَزِيدٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمُ يَبِيكُمُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ
قَالَ فَقَالَ أَجَلُ لَقَدْ نَهَاَنَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِبِ
أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَسِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ
بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَاہِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ .

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان
سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے بھی تم کو ہر چیز کی تعلیم
دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتاتے
ہیں حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف
منہ یا پیٹھ کرنے سے، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے
تین سے کم پتھر استعمال کرنے سے، امد ہڈی یا
گوبر سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی الممشرد والمختار ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۴ھ
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو وَمَنْصُورٌ بِرَأْسِ بْنِ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ
لَنَا بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ إِقْبِ اِرَى مَا جِئْتُمْ بِعِبَادِكُمْ حَتَّى يَبْلُغَكُمْ
الْحِدَاءَةَ فَقَالَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مَا نَا أَنْ يَسْتَنْجِي
أَحَدُنَا بِيَمِينِهِمْ أَوْ يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَنَحْنَا نَا عَنْ
الرَّوْثِ وَالْعِطَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِي أَحَدُكُمْ بِوَدُونَ
ثَلَاثَةَ أَحْبَابٍ -

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بعض مشرکین نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ فضلے حاجت کا طریقہ بھی بتاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو وائیں اٹھنے سے استنجا کرنے، قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے، گوبر یا ہڈی اور تین سے کم پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رُوْحُ بْنُ
عَبْدَادَةَ قَالَ نَا كُرَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ
أَنَّ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ يَبْعُرَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ
قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ
سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدٍ النَّبِيِّ
عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِذَا أَتَيْتُمُ الْعَايِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا
تَسْتَدْبِرُوهَا بِرُؤْيٍ وَلَا عَايِطَ وَلَكِنْ شَرِّ قُوا أَوْ
غَرِّبُوا قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا
مَدَائِجِصَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَتَنَحَرَفْتُ
عَنْهَا وَتَسْتَعْفِرُ اللَّهُ -

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ، خواب پیشاب کرنا، مویا یا خانہ، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو۔ حضرت ابو ایوب کہتے ہیں ہم ملک شام میں گئے تو وہاں قبلہ کی جانب بیت اکھا بنے ہوئے تھے، ہم وہاں قضائے حاجت کے وقت رخ بدل کر پیٹھ اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے۔

۵۱۸۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ حِرَاشٍ
قَالَ نَا عَمْرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ
ابْنِ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رُوْحُ عَنْ سَهِيلِ بْنِ الْقَعْقَاعِ
عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ۔

أَحَدًا كُمْ عَلَى حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدِيرُ بِهَا.

۵۱۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْنَمَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ نَسِيتُ يَحْيَى ابْنَ يَدْلَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَيْمٍ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ مُسْتَدِيرًا ظَهْرَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شِقِّي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ النَّاسُ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَلَقَدْ رَقِيتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ فِرَاطِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَاعًا عَلَى كِبَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لِحَاجَتِهِ .

۵۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَسِيتُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَسِيتُ يَحْيَى بْنَ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَيْمٍ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيتُ عَلَى بَيْتِ أُحْتَى حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَاعًا لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدِيرًا الْقِبْلَةَ .

۵۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْسُكُنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ وَلَا يَتَمَسَّهُ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْأَنْفِ .

۵۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَكَيْعَمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ .

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضا حاجت کے لیے بیٹھو تو کعبہ کی طرف مڑ کر اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھ ہوئے قضا حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت فرما رہے تھے آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرکاء کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا رکھے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت استنجا رکھے تو اپنی شرکاء کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔

۵۲۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ
أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنْتَاءِ وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ
بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَوِيَّبَ بِيَمِينِهِ -

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینا
عزیر گاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے اور دائیں ہاتھ سے
استنجہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ
أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّمِيمَ فِي طَهْوَرِهِ إِذَا تَطَهَّرَ
وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي اتِّعَالِهِ إِذَا اتَّعَلَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ نکالنے اور
جوئی پہننے وقت دائیں جانب سے ابتدا کرنے کو پسند
فرماتے تھے۔

۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَادٍ قَالَ نَا أَبِي
قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّمِيمَ فِي طَهْوَرِهِ إِذَا تَطَهَّرَ
وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي اتِّعَالِهِ إِذَا اتَّعَلَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتدا
کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوئی پہننا ہو سکنگھی
کرنا ہو یا وضو کرنا۔

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ
حُبَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ
نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ كَالْوَأْدِ اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
الَّذِي يَتَغَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے
والوں سے بچو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ لعنت
کونے والے کون ہیں آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں
کے راستہ یا ان کے سائے کی جگہ میں قضا حاجت
کرے۔ یعنی یہ فعل لعنت ملامت کا سبب ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف
لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو سب
سے بچ رہا تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے وضو کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا اس نے
وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کی، پانی سے استنجہ
کیا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي مِيمُونَةَ عَنْ
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيفَاةٌ
وَهُوَ أَصْفَرٌ نَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ بِيَدِهِ فَقَضَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ
فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اسْتَنْجَى بِالنَّارِ -

۵۲۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَأْوَكُّبُهُ
وَعَنْدَارٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ تَأْوَكُّبُهُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ تَأْوَكُّبُهُ
عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّ سَمِيَةَ أَسْمَةَ ابْنِ مَالِكٍ
يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ تَحْوِي إِذَا دَخَلَ
مِنْ مَاءٍ وَغَتْرَةٌ فَيَسْتَنْجِي بِالنَّارِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قننا حاجت کے
یہ تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور
ایک میرا ہم عمر لڑکا ہوتا تھا اور ہم پانی کا برتن اور
نیزہ لے کر ساتھ چلتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

۵۲۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ
وَاللَّفْظُ لِي زُهَيْرٍ قَالَ تَأْوَكُّبُهُ يَعْنِي ابْنُ عُكَيْبٍ قَالَ
حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِرُنَا بِحَاجَتِهِ فَأَتِينِي بِالنَّارِ
فَيَتَغَسَّلُ بِهَا -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قننا حاجت کے
لے باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ
پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

قننا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہا برشا فعیہ کا منظر یہ علامہ کبھی

نرومی لکھتے ہیں:

- ۱۔ قننا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:
امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ
کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی
اللہ عنہم اشعری، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔
 - ۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے
مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلاء دونوں جگہ قننا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف
منہ کرنا جائز نہیں ہے۔
 - ۳۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلاء دونوں جگہ قننا حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔
 - ۴۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق قننا حاجت کے وقت صحرا اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف
منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک قننا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحرا اور بیت
بیت الخلاء۔ سعیدی عفر لکھ۔
- مافعیں کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قننا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے

مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انہوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحرا اور بیت احناف دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت احناف کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحرا میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہمنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فسوج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کر لو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

جن فقہاء نے صحرا میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت المقدس میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھلی تدا کیا ہے، نیز امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصلہ سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصغر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اور شہنی قبلہ کی طرف منہ کر کے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اسے ابو عبدالرحمن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا انہوں نے کہا اسے صرف قضا (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت احناف میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب حضرت سلمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحرا پر محمول کر دیا جائے گا تاکہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے صحرا اور بیت احناف میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت احناف میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (یہیں کہتا ہوں کہ ابتر بیت احناف قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو کھیرں مشقت ہوگی، سعیدی غفرلہ) اور صحرا میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے سے مراحۃً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں۔
قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ | علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابو ایوب کی حدیث کو صحرا پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔
 علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری جگہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تکریم قرار دی اس نے صحرا اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان مائل اور حجاب بن جاتی ہے۔^۱

علامہ مازری کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے کیونکہ قول فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحرا، شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف لودی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دیجئے ہم کعبہ سے انحراف کر کے نیٹھے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے، اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضا حاجت کے لیے نیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (میں کہتا ہوں کہ ممانعت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کی تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت پر دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور عامل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں ذوق دل ہے؛

۱۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ عالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر تشریف لائے تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔ میں نے کہا کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو، ثانیاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تقاض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضا حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ یہ ہے:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المستفی ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کر دیا مغرب کی طرف۔

صلى الله عليه وسلم اذا اتي احدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يولها ظهره شرقا او غربا - له

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱
علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحرا (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابو ثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسک ہے، اور اس حدیث کے راوی حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحرا اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے مائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحرا میں بھی دور دراز کے شہر مائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ مائل ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحرا اور کعبہ میں بالکل موازت نہیں ہے، امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحرا میں نماز پڑھتی ہے تو نہ قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کر دے، یہ علت صحرا میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمار بن جریج سے روایت کیا ہے: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابو داؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)۔
۳۔ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ پیٹھے۔ ۲

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباقۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح

۵۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ وَاللُّطْطُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَتَّامٍ قَالَ قَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَعَمِلَ هَذَا فَقَالَ لَكُمْ رَأَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْأَنْفِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نَزُولِ الْمَاءِ الْيُسْبُغِ.

۵۳۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا كُ مَحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُجَابِبُ بْنُ الْعَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسَيْبٍ كَلَّمْتُ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَيْسَى وَسُفْيَانَ قَالَ فَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نَزُولِ الْمَاءِ الْيُسْبُغِ.

۵۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنْتَهَى إِلَى سَبَاطِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ أَدْنُهُ فَدَنَوْتُ حَتَّى قُمْتُ عِنْدَ عَقْبَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

۵۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ

ہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اٹھتے ہیں کہ ابراہیمؑ کہا لو کہ یہ حدیث بہت پسند تھی کیونکہ حضرت جریر سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، سورہ مائدہ میں آیت وضو سے یعنی موزوں پر مسح کا حکم پیر وھونے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ کے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت حدیفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ کو ٹراٹرا کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارے سے مجھے قریب بلائے یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ اب وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

پیشاب کے معاملہ میں بہت احتیاط کرتے تھے اور ایک
قول میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے

کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جب
کسی کی کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو پیچھی
سے کاٹ ڈالتے تھے۔ حضرت عدیغہ نے یہ سن کر
کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس قدر
سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ
ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا
را تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کورے کے
ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے پیچھے تھا وہاں جا
کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں دور ہٹنے لگا تو آپ
نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں آکر آپ کی
ایڑھوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فاسخ ہو گئے۔
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے باہر
تشریف لے گئے جب حضور قضا حاجت سے فارغ ہو گئے
تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا اور آپ
نے موزوں پر مسح کیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر دھوئے، سر کا مسح کیا اور
موزوں پر مسح کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کو
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا،
اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى يُسْقِدُ
فِي الْبَوْلِ وَيَبُولُ فِي قَامٍ وَرَمَاةٍ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ
كَانُوا إِذَا أَصَابَ جِلْدًا أَحَدُهُمْ بَوْلًا قَرَضَهُ بِالْمَقَارِينِ
فَقَالَ حَدِيثًا لَوْ دُرْتُ أَنْ مَا حَبَكُمُ لَدَيْهِ هَذَا
الْتَّشْدِيدَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشِي فَأَتَى سَبَاطَةَ قَعْمٍ
خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ كِبَالَ
فَانْتَبَذَتْ يَدُهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ مَعَهُ
عَقِيْبِهِ حَتَّى فَرَغَ -

۵۳۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأَلَيْتُ بَنِي
سَعْدِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ بِنِ الْمَهَاجِرِ قَالَ
أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ
عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيْرَةِ عَنْ أَبِيهِ
الْمَغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ فَاتَّبَعَهُ الْمَغِيْرَةُ
بِأَدَاةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ جِئِنَ فَرَّغَ مِنْ
حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ
ابْنِ رُمَيْحٍ مَكَانَ جِئِنَ حَتَّى -

۵۳۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا
عَيْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى ابْنَ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ نَفَسَلْ وَجْهَهُ وَيَدَيْهَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ
مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ -

۵۳۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ
أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ
عَنِ الْمَغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِذْ نَزَلَ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَّيْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِدَاوَةٍ كَانَتْ مَعِي فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ -

۵۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيرَةُ خُذِ إِدَاوَةً فَاخْذُثْهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ كَمَا نَطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ صَيِّقَةٌ الْكَمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ كُمَّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَّيْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَضَوَّءَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى -

۵۳۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيعًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَ حَاجَةً فَلَمَّا رَجَعَ تَلْقَيْتُهُ بِإِدَاوَةٍ فَصَبَّيْتُ عَلَيْهِ فَعَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتْ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَعَسَلَهُمَا وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا -

۵۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُنَيْزٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا زَكْرِيَّا عَنْ غَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَ نِي ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

اترے، قضا حاجت کی تر میں جو برتن ساتھ لے کر گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور موزوں پر آپ نے مسح فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے لو، چنانچہ میں برتن لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا، حضور مجھ سے بہت دور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت فرما کر تشریف لائے، آپ نے رومی جبتہ پہنا، ہوا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آستینوں سے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو ہاتھ نکل نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر میں نے آپ کو نماز کے لیے وضو کرایا آپ نے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آئے تو میں پانی کا برتن لے کر آیا تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے ہاتھ دھوئے، چہرہ دھویا، پھر کلاٹیاں دھونے کے لیے ہاتھ جبتہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے آپ نے نیچے سے اپنے ہاتھوں کو نکال لیا، پھر آپ نے کلاٹیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، موزوں پر مسح کیا، پھر ہم کو نماز پڑھائی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سفر میں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ چونکہ آپ نے تنگ ادنیٰ جبّہ پہنا ہوا تھا، اس لیے کلاٹیاں اس میں سے نہ نکل سکیں، پھر آپ نے نیچے سے کلاٹیاں نکالیں، پھر کلاٹیاں دھوئیں اور سر مسح کیا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: "رہنے دو میں نے ان کو با وضو پہنا تھا، پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے موزے با وضو پہنے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پیچھے رہ گئے، آپ قضاء حاجت کے آئے اور پوچھا کیا تمہارا پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جبّہ میں سے کلاٹیوں کو نکالنا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے جبّہ کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور جبّہ اتار کر کندھوں پر ڈال لیا، پھر کلاٹیاں دھوئیں اور پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور غمامہ اور موزوں پر مسح کیا، اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے اور عبدالرحمان بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

عَلَيْهِ وَالِإِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ فَقَالَ لِي أَمْعَكَ مَاءً قُلْتُ نَعَمْ فَتَزَلَّ عَنِّي رَأْسِي فَغَسَّيْتُ حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ قَافِرُغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلِيَّ جَبَّةً مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعِيهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهَا مِنْ أَسْفَلِ الْجَبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ حُقِّيهِ فَقَالَ دَعُهُمَا فَنَارِقِي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

۵۴۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا سَمِعْتُ بِنَ مَنصُورًا قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ أَبِي رَاحِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعِيزَةِ عَنِ أَبِيهِ أَنَّ وَضَأَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى حُقِّيهِ فَقَالَ لِي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ.

۵۴۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُرَيْجٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ قَالَ نَا حَمِيدُ الطَّوِيلُ قَالَ نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرِّيُّ عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعِيزَةِ عَنِ شُعْبَةَ عَنِ أَبِيهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمْعَكَ مَاءً فَاتَّيْتُهُ بِبِطْمَرَةٍ فَغَسَلَ كَفِّيَّ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنِّي ذِرَاعِيهِ فَضَاقَ كُمُ الْجَبَّةِ فَخَرَجَ يَدًا مِنْ تَحْتِ الْجَبَّةِ وَأَلْفَى الْجَبَّةَ عَلَى مَنْكِبِيهِ وَغَسَلَ ذِرَاعِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِي وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى حُقِّيهِ ثُمَّ دَكِبْتُ وَرَكِبْتُ فَأَنْتَهَيْتُنَا إِلَى الْقَوْمِ وَتَدَقَّاتُمَا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِيَهُمْ

تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو تیجھے مٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انہوں نے پوری نماز پڑھا، جب انہوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر اور غمامہ پر۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور غمامہ پر مسح کیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكَعَةً فَلَمَّا أَحْسَ بِاللَّيْلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَاذْمًا إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعَتَا الرَّكَعَةَ الَّتِي سَبَقْتَنَا۔

۵۲۲۔ حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ سَطَّامٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْجِمُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدِّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِنَا مَتَبِهِ۔

۵۲۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْجِمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الثَّيْمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اسْتَحْقُ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ يَلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي كَيْلَانَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مُجْرَةَ عَنْ بَدَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِثَارِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي بَدَلٌ۔

۵۲۶۔ وَحَدَّثَنَا ثَنِيَّةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

پانی ہے، میں نے کہا ”ہاں“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طون چل پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ چونکہ آپ نے تنگ اونٹنی جتیہ پہنا ہوا تھا، اس لیے کلائیاں اس میں سے نہ نکل سکیں، پھر آپ نے نیچے سے کلائیاں نکالیں، پھر کلائیاں دھوئیں اور سر مسح کیا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: ”رہنے دو میں نے ان کو با وضو پہنا تھا“ پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے موزے با وضو پہنے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پیچھے رہ گئے، آپ قضاء حاجت کے آئے اور پوچھا کیا تمہارا پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جتیہ میں سے کلائیوں کو نکالنا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے جتیہ کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور جتیہ اتار کر کندھوں پر ڈال لیا، پھر کلائیاں دھوئیں اور پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا، اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم سے جلے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے اور عبدالرحمان بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ فَقَالَ لِي أَمْعَكَ مَاءً قُلْتُ نَعَمْ فَتَزَلَّ عَنِّي وَاجْلَيْتَنِي فَمَشَى حَتَّى تَوَادَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَأَخْرَعْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَعَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعِيهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجْتُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَعَسَلَ ذِرَاعِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأُزِعَّ حُقَيْهِ فَقَالَ دَعُهُمَا فَيَأْتِيَا أَدْخَلْتُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ أَبِي رَأْدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعَيَّرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ وَصَّأُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى حُقَيْهِ فَقَالَ لِي أَدْخَلْتُمَا طَاهِرَتَيْنِ۔

۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُرَيْعٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا أَحْمَدُ الطَّرِيفِيُّ قَالَ نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرَزِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعَيَّرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمْعَكَ مَاءً فَأَتَيْتُهُ بِبِطْمَةِ فَعَسَلَ كَفَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنِّي ذِرَاعِيهِ فَصَنَّقَ كُمَ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ يَدَاهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبِيهِ وَعَسَلَ ذِرَاعِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِي وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى حُقَيْهِ ثُمَّ دَكِبَ وَرَكِبْتُ فَأَنْتَهَيْتُنَا إِلَى الْقَوْمِ وَتَدَّ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلُّونَ بِهِمْ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَقَدْ ذَكَرَ بِهِمْ
رُكْعَةً فَلَمَّا أَحْسَبَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَإِنَّمَا رَأَى إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ
قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرُكْعَتَنَا
الرُّكْعَةَ الَّتِي سَبَقْتَنَا -

تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ
محسوس کی تو پیچھے مٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انہوں نے
پوری نماز پڑھا، جب انہوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک
رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا،
سر کے اگلے حصہ پر اور غلامہ پر۔

۵۲۲ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ سُلَيْمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي
بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ
نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ
وَمُقَدِّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا
سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۵۲۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ
نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ
الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
حَاتِمِ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا
يَعْقِبُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْخَبَرِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ بَكَرًا وَقَدْ سَمِعْتُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ -

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور غلامہ پر مسح کیا۔

۵۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ
بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اسْتَحْقُ
قَالَ أَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ بِلَا هُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ
عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ
بْنِ مُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ وَفِي
حَدِيثِ عَيْسَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي
بِلَالٌ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

۵۲۶ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ مُسَيَّبٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا إِسْنَادٍ
وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ دَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ -

یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب
اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان
ہے، علامہ بدرالدین عینی اس موضوع پر
لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار
نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البیان نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام
صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے
اور یہ راویوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح
کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ
ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دیتے ہیں اور دو اماموں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے
محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نمید کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ
نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن
نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رو کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہذا موزوں پر مسح کا انکار
کو نابدعت ہے، اسکا وجہ سے علامہ کرخی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت
کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا، حضرت علی
حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور
کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت
علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکر وہ کہا جب ان کے نزدیک سورہ مائدہ کے نزول
کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے
کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت
ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطل کے پاس یہ روایت پہنچی تو
اس نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے
تھے اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن قدام نے معنی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے
فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ مرغینانی

نے ہلیہ میں کھلبے مزدوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے مزدوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اس کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

- ۱۔ مزدوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔
- ۲۔ مزدوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر کر وہ (تشریحی) ہے۔
- ۳۔ مزدوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)
- ۴۔ تعیین مدت کے ساتھ مزدوں پر مسح کرنا جائز ہے۔
- ۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔
- ۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، حکم اور حماد نے کہا پیروں سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک ایسی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بشرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبد البر نے کہا امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا، ہوا اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے مزدوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسحق، سبیبی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابو بکر بن ابی داؤد، خواجه اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینتیس صحابی مزدوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا، امام بزار نے اپنی مستند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراق میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصاری اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین مزدوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کا شرح میں مزدوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

مزدوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورہ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت حمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مزدوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت حمیرہ کا اسلام لانا تھا ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیروں سے مسح کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصوص ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ صفحہ ۱۸۸ ص ۱۸۸)

میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت وضو میں پیر ہونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے مولے نہ پہنے ہوئے ہوں۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب | حدیث نمبر ۵۴۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (مائتہ: ۵)** اپنے سروں پر مسح کرو اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابو امامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو درداد سے بھی یہی روایت ہے عمر بن عبدالعزیز، حسن، قتادہ، مکحول، اوزاعی اور ابو ثور کا بھی یہی نظر یہ ہے، اور عروہ، نخعی، شیبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب اٹنے (فقہاء احناف) نے کہا عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

تو پی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ ۱۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا | اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہو گئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفضل کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۱۰۸۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

۱۶۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۱۰۸۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اول وقت میں پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے۔ ہتھیلیکے ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذا نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا، اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذا پہنچے گی تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں، سعیدی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نماز پڑھنے کو بہتر رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بٹھے کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انہوں نے نماز پڑھا دی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

موزوں پر مسح کی مدت

تشریح بن ابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

۵۴۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّوْبِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسِ الْمَدَائِنِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَتِيبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَخْزُومَةَ عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ يَا بَنِي أَبِي طَالِبٍ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَكَيَالِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ وَيَوْمًا وَكَيْلَةً لِلْمَقِيمِ قَالَ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ نور محمد مداح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَكَانَ سُقْيَانُ إِذَا ذَكَرَ عَمْرًا أَثْنَى عَلَيْهِ -
 ۵۲۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخَا ذَكْوِيَّابِ بْنِ
 عِدِّيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ تَمِيمِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ
 عَنِ الْحَكِيمِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَهُ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
 یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۵۲۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأْتِي
 مَعَاذِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكِيمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ
 مَعِيَمَةَ عَنْ شُرَيْبِ بْنِ هَافِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ
 عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ أَتَيْتُ عِدِيًّا فَتَأْتِيَهُ
 أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنِّي قَاتَيْتُ عِدِيًّا فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

شرح بن ابی کتبے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے
 فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ
 سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس
 گیا اور انہوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں

پر مسح کی مدت معین ہے سفر میں تین دن اور تین رات، اور حضر میں ایک دن ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور
 جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی منظر یہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی
 کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انہوں نے ابوعمارہ کی حدیث
 سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعیف پر محدثین
 کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس
 حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث، مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ
 عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ لہ

موزوں پہننے کے وقت طہارت کا ملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

پہننے کے وقت طہارت کا ملہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کا ملہ ہو
 اور یہی ہمارا مذہب ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیروں سے اور موزوں پہن لیے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے
 بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزوں پہننے میں حدث کے
 حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ (ممانعت کا وقت) حدث
 کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزوں سے حدث کے لیے رافع بن جابر لکھے۔ (علامہ یحییٰ نووی)

ہیں) طہارت کاملہ کے وقت موزے سیننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے سیننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدت کے وقت، ہوتا ہے نزدیک حدت کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک سیننے کے وقت۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوے اور موزے پہن لے، پھر حدت لاحق ہوئے سے پہلے باقی وضو کر لے پھر اس کے بعد جب اس کو حدت لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لہ

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط | جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں
(۱) موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔ (بلکہ پورا قدم ٹخنوں

تک چھپا ہوا ہو۔ (درمختار)

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحاوی) پینا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے رہے۔

یہ شرائط چڑھے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوتی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جوتوں کے اُون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے لکن نائلوں کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چڑھے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ لہ

ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز

بَابُ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا! آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَى سَفِيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّقْظُ لَمَّا قَالَ نَأَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَفِيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ وَ مَسَّ عَلَى حُقَيْبٍ فَقَالَ لَمَّا عَمَّ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَوْ كُنْتَ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمَدًا صَنَعْتَهُ يَا عَمْرُؤُ

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباقۃ المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علیٰ مشن الطحاوی ص ۶۶، ۶۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی وادارۃ

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے اہیت وضو سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضو ہونے کی اقدیم مراد ہے، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو دراصل حائیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

- ۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہوتا اس کو وضو کافی ہوتا تھا۔
- ۲۔ امام بخاری نے سوید بن نمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یوم خندق میں تقاضا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

سہام نیا وضو کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ ۱۷

تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے کسے کہاں گزارا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

بَاكَرَاهَةَ غَمْسِ الْمَوَظِيٍّ وَغَيْرِهِ يَدَاهُ الْمَشْكُوكِ فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَا نَابِشُرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ تَوَمُّهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّمَا لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ۔

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَا

ثَابِتٌ وَكَانَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
بِإِسْنَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي رَبِيعٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ وَكَانَ
يُوقَعُ بِمِثْلِهِ -

یہ روایت معمول لفظی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

۵۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي كَثِيبَةَ وَعَمْرِو النَّاقِدِ
وَزُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ قَالُوا ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ
الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ
قَالَ نَاعِبَةُ الزُّمَرِيُّ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ
ابْنِ الْمُسَيَّبِ بِإِسْنَادٍ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے
حسب سابق یہ روایت منقول ہے۔

۵۵۴ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ
بْنُ أَغْوَيْنٍ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْرِغْ عَلَى
يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ يَدَا فِي إِسَاءَةٍ
فَأَنَّهُ لَا يَدْرِي فِيهِمْ بَاتَتْ يَدَا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی
شخص بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے
پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھو لے، اس لیے کہ وہ نہیں
جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

۵۵۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كُنَّا الْمُبَيْرِقَةَ
يَعْنِي الْحِمْيَرِيَّ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَاعِبَةُ الْأَعْلَى
عَنْ هِشَامِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي
أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا حَالِدُ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي
مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَاعِبَةُ الزُّمَرِيُّ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ
عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنِيَبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي
مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا
الْحُلَوَانِيُّ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَاعِبَةُ الزُّمَرِيُّ قَالُوا
جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ ثَابِتًا
مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِعَ

امام مسلم فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
دیگر اسانید کے ساتھ جو احادیث مروی ہیں ان میں صرف
دھونے کا تذکرہ ہے تین بار دھونے کا ذکر نہیں
ہے۔

أَبَاهُ نَيْرَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ كُلِّهِمْ يَقُولُ حَتَّى
يَغْسِلَهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدًا مِنْهُمْ كَلَدًا نَحْنُ إِلَّا مَا قَدَّ مَنَا
مِنْ رِوَايَةِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَآدِيٍّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ شَقِيقٍ وَآدِيٍّ صَالِحٍ وَآدِيٍّ دِينَئِرٍ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِمْ
ذَكَرَ الثَّلَاثِ -

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل

امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے والا نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجا کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ غمیشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجا کر کے لگا ہوگا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ جب قلیل پانی رجودہ درودہ سے کم ہو، میں محوڑ می سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔
 - ۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔
 - ۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔
 - ۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔
 - ۵۔ جن چیزوں کا صراحتاً ذکر کرنا ہے حیاتی ہو ان کا کیا یہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ دبر پر لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری! لہذا
- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو گھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

کتے کے جھوٹے کا حکم

بَابُ حُكُومِ لَوْغِ الْكَلْبِ

۵۵۶۔ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَأَى عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَأَى الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي آتَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

۵۵۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ فَتَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ ذَكْرِوَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَكَمْ يَذْكَرُ فَلْيُرِقْهُ -

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَوَّاتٌ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي آتَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

۵۵۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا آتَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لَاهُنَّ بِالشَّرَابِ -

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَأَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَأَى مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا آتَاءَ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

۵۶۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَأَى أَبُو قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الشَّيْخَانِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ السَّقْفِيِّ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

حضرت ابو ہریرہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مترواحا حدیث بیان کی، ازاں جملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

حضرت عبد اللہ بن منفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے

کیا ملے گا، پھر شکار کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور اٹھویں مرتبہ اس کو مٹھا سے دھوؤ۔

وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بِالْهُمَّةِ وَبِالْأَلْبَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَّغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنْسَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَقِرُوهُ الْثَامِنَةَ بِالشَّرَابِ۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے والی مویشیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

۵۶۲۔ وَحَدَّثَنَا ثَيْبُ بْنُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ قَالَ نَاخِلَةُ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَايِحِيُّ بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَامُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ يَمْثِلُهُمْ طَيْرَانٌ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّمْرَعِ وَكَيْسَ ذَكَرَ الزَّمْرَعُ فِي الزِّيَادَةِ غَيْرَ يَحْيَى۔

کتنے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ یہ ہے: علامہ بیہقی بن شرف نوری شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے یہ ہمارا فقہا شافعیہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ لہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر الیسین ہے اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبدالمکک اور سخون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے مگر امام حنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی غفرلہ (قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سخون نے کہا ہے کہ کتا نجس الیسین ہے۔ لہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹھا سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہ روایت

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری شافعی متوفی ۶۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۲۸۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے یہ کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ ہے۔ فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جھونے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے انھی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی تو را اور فعلاً روایت ہے مرفوعاً بھی اور مرفوعاً بھی ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھو، شیخ تفتی الدین نے یہ امام میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھو۔ اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنے اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے مانتا ہوں کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ ۷

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ قَالَا إِنَّا لَلْبَيْتُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ تَأَلَيْتُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ۔

۱۔ علامہ مرفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۲۲۰ھ ۱۱۸۵م لفتی ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ۱۵۳۸م ج ۳ ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

۵۶۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاجِرِيُّ
عَنْ هِشَامِ بْنِ ابْنِ سَيْرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُوءُ كَفْرًا
أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّائِبِ إِلَّا إِثْرُهُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ
فِيهِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی
شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ
کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا
حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَأَ حَدِيثٌ مِثْلُهَا وَقَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْلُ
فِي الْمَاءِ الرَّائِبِ إِلَّا لِيَجْرِيَ لَكَ تَغْتَسِلُ مِنْهُ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور
ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اور پھر اس
کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کرے۔

کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء | حدیث نمبر ۵۶۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی
میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہماری اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے
تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر
اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے
قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی تو اس
صافیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن تہامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بشر بضاعت کی حدیث ہے اور یہ دونوں
حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہماری
مذہب کے خلاف ہیں یہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متناہد و سندا
مصنوب ہے، اور قلة (گھڑے) فی نفسه مجہولۃ المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ
قریب اور زیادہ قوی ہے اور یہی بشر بضاعت کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی ہماری
تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ ہماری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص
سے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا مستحسن ہے بلکہ تمہارے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ
تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو دو درودہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حد

سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے "رین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے پانچ دن سے کم میں صدقہ نہیں ہے" باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بشرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد سے اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے کیونکہ چاہہاں زمزم میں ایک حبشی گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی اور وہ وہ درود ہے یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے مستغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔

بَابُ الذَّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ

جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

۵۶۶ - وَحَدَّثَنِي هُرُوثُ بْنُ سَعِيدٍ الْدَائِلِيُّ وَابْنُ الظَّاهِرِ وَاحْمَدُ بْنُ عَيْسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هُرُوثُ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اخْبَرَنِي عَنْ وَثْبِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَكْرِ بْنِ الْأَشَجِّ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى حَكَّامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَنَا أَنَّ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَتَّكِلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (جس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

بَابُ وَجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ
النَّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ
وَأَنَّ الْأَرْضَ يَطْهَرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ
حَاجَةٍ إِلَى حَفْرِهَا

۵۶۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاحِنًا وَ
هُوَ ابْنُ تَرِيدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ
بَالٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيَّ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ
وَلَا تُزِرْمُوهُ قَالَ هَلُمََّا فَرَعْنَا دَعَا بَدَلًا مِنْ مَاءٍ
فَصَبَّاهُ عَلَيْهِ .

۵۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاحِنًا بِنِ
سَعِيدِ الْقَطَّانِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ
م وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
جَمِيعًا عَنِ الرَّادِيِّ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى
أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ
سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ
أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ فِي الْمَسْجِدِ قَبَالَ فِيهَا
فَصَاحَ بِالنَّاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ فَلَمَّا فَرَعْنَا أَمَرَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِدَنُوبٍ قُصِبَتْ

عَلَى بَوْلِهِ

وہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی
شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز وہ خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک نخلی کم درجہ
کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو
پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر بروستی روک دیا جاتا تو اس
کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث
ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور
طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا
کافی ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا،
صحابہ میں سے بعض اس کو منع کرنے کے لیے اٹھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو پیشاب
کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب
کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ
پر ڈال دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا اور
پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو دانتنا شروع
کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب
کرنے رو، جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگا کر وہ جگہ دھوا دی۔

۵۶۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَنَا
عُمَرُ بْنُ يُوسُفَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةَ بْنُ عَمَارٍ
قَالَ نَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ وَهُوَ عَمْرٌ إِسْحَاقُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذْ
جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا مَهْ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا
تُزَيَّرُ مَوْتَةٌ وَنَعْوَةٌ وَتَرْكُوعَةٌ حَتَّى يَبَالَ شَعْرَانِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاةُ
فَقَالَ لَمَّا رَأَى هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصَلِحُ لِي شَيْءٌ مِنْ
هَذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَدَمِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَ
الصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَامَرَ
رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَائِي وَمِنْ مَاءٍ فَسَنَنَهُ عَلَيْهِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں
بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس
نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر
جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب
کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو،
صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب اس نے پیشاب
کر لیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر
نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ
پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے
ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے
کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس
پنہ پانی بہایا۔

زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان | حدیث نمبر ۵۶۹ میں

میں آکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوٰت اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے
سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو
جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ
دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں
پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے
چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے۔

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۵۸۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل و روزوں کو شامل ہے۔ لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر قیمت امتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اور وعظ سننے کے لیے یا نماز کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے۔ بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔ مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر نے کہا کہ ابن المسیب حسین، عطاء اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی زحمت دیکھی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسافروں کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادتاً دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنا لیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور ہی اسحاق کا قول ہے، یحییٰ نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابیطالب، حضرت ابن عمر اور اہل الصفة رضی اللہ عنہم، اور والی عورت، طبرانی، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے بلکہ

(مصنف کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اڈہ نہیں بنایا تھا۔) حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔
- ۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراض کو منع کرنے کے لیے آپ سے پوچھے بغیر روڑنا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب انک اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔
- ۳۔ اس حدیث میں اہل بیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب سوکھنے کا انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم

۶۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متون ۸۵۵ ص ۳ عمدة القاری ج ۳ ص ۱۲۶-۱۲۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرة مصر ۱۳۲۸ھ

دیانتا کہ فری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

- ۴۔ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے ہمیشہ آنا چاہیے۔
- ۵۔ مانع کے زوال کے بعد اذالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ ۱۷
- ۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی ایک جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔
- ۷۔ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور ناسمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتدار کے لیے تھا۔
- ۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے منکوث ہونے کا خدشہ ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے نصد لگانا حرام ہے اور برتن میں نصد لگانا مکروہ ہے۔ (چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے منکوث ہونے کا خدشہ ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ہلاکراہت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفر لہ)
- ۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور اہل حدیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔
- ۱۰۔ مسجد کو نجاست، گھنڈاؤں چیزوں مثلاً ناک، محسوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کھنٹے، شیشے کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ ۱۸

بَابُ حُكُوبَوْلِ الْوَلَدِ الرَّضِيعِ وَ كَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصول برکت کی خاطر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِالصَّبِيَّانِ فَيَبْرُكُ

- ۱۷۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطہارۃ المنیرہ مصر ۱۳۲۸ھ
- ۱۸۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَأَنَّى يَصِيَّتِي قَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا
بِمَاءٍ فَاتَّبَعَهُ بَوْلُهُ وَلَوْ يَغْسِلُهُ .

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک
بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔
آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہایا اور دھونے میں
زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

۵۶۱ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَى نَا جَرِيرٌ
عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُرِيَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِصِيَّتِي يَرُدُّهَا فِي
فِي حَجْرٍ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهَ عَلَيْهِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
شیر خوار بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا
گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے
پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حسب
سابق حدیث بیان کیا ہے۔

۵۶۲ - حَدَّثَنَا اشْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا
عِيْسَى قَالَ نَاهِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ
ابْنِ نُمَيْرٍ .

ام قیس بنت محسن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر
آئیں جس نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا، انہوں
نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ
کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی
بہا دیا۔

۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ
قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ
عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مِحْصِنِ أُمَّهَا أَتَتْ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا
كَمَا يَأْكُلُ الْقَطْعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِي حَجْرٍ قَبَالَ قَالَ فَلَوْ
يَزِدُ عَلَيَّ أَنْ تَضَعَ بِالْمَاءِ .

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث
بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑوں
پر بہا دیا۔

۵۶۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ بَكْرِ بْنِ
أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْقَادِرِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا
عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ
فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهَ .

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام قیس بنت محسن
حضرت عکاشہ بن محسن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ
سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان عورتوں میں سے تھیں
جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

۵۶۵ - وَحَدَّثَنَا ثَنِيَّةُ حَزْمَةَ بِنْتُ يَحْيَى قَالَ أَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسِ بِنْتِ مِحْصِنِ
وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَى اللَّاتِي بَايَعْنَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُنْحَتُ
عُكَّاشَةَ ابْنِ مِحْصِنِ أَحَدِ بَنِي أَسَدِ ابْنِ حَزْمَةَ .

کم سن بچہ کو لے گئیں جو ابھی کھانے کا عمر کو نہیں پہنچا تھا، اس بچے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہا دیا، البتہ اس کو زیادہ کوشش سے نہیں دھویا۔

قَالَ أُخْبِرْتَنِي أَنَّهَا آتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَابِنَ تَهَا لَوْ يَبْلُغُ أَنْ يَأْكُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَخْبِرْتَنِي أَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ بَانَ فِي جِوَادِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَتَضَعَهُ عَلَى ثَوْبِهِ وَلَوْ يَغْسِلُهُ مَعْسَلًا .

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل!

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بیان میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ نووود بچے کو نیک اور بزرگ لوگوں کی گود میں حصول برکت کے لیے دینا چاہیے۔
- ۲۔ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دعا دینا۔
- ۳۔ صاحبین اور اہل فضل سے برکت حاصل کرنا۔
- ۴۔ تواضع اور انکسار سے کام لینا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا۔
- ۵۔ کھجور یا اس جیسی کسی چیز کو چبا کر بچہ کے منہ میں بہ طور گھٹی کے دینا۔
- ۶۔ شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔
- ۷۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل، اور اسماعیل بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، متقدمین، اصحاب اکھبریت، ابن وہب مالکی اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

- ۸۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ لہذا علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لیے "نضج" کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نضج کا معنی پانی چھڑکنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضج کا معنی دھونا ہے اور نضج کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے مذہب بہت آتی تھی، میں نے اس کے متعلق

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیا محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میر سے نکاح میں تھیں، مئی نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور دھو کرے۔ اور امام ابو داؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس سے یہ کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا میرا پاس آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلینضح فرجہ ولیتوقا وضوءہ للصلاة۔
جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو "نضح" کرے اور جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ذکر کو نضح کرے اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔
فقہاء احسان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا باہم حکم دیا گیا ہے۔

منی کا حکم

علقہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہان آیا، صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے، اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی، موتی تو میں اس کو زحک بھرنے کی وجہ سے کھرچ دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

اسود اور ہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا، آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

۵۷۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي مَعَشَرَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِمُكَ إِنْ دَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَاتَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ تَضَحَّتْ حَوْلَهُ لَعَدَايَتِي أَفْرُكًا مِنْ قُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرُكًا فَيُصَلِّي فِيهِ -

۵۷۷ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَأَى أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھریج دیا کرتی تھی۔

اسود نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھریجنے کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

وَهُمَا مِنْ عَائِشَةَ فِي الْمَيْمَنِ قَالَتْ كُنْتُ أَخْرَجُهُ
مِنْ قُوبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.
۵۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَحْنُ
يَعْنِي ابْنُ تَرِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ ح وَحَدَّثَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَدَهُ أَبُو سُلَيْمَانَ قَالَ
ثُمَّ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ بِجَمِيْعًا عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ح وَحَدَّثَنَا
أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَدَهُ عَنْ مَيْمُونَةَ
ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ أَخْبَدَهُ الرَّحْبَنِيُّ
ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَهْدِيٍّ بْنِ أَبِي مَهْدِيٍّ عَنْ وَاصِلِ الْأَعْدَابِ
ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ أَخْبَدَهُ إِسْحَاقُ بْنُ
مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَدَهُ إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ وَ مَيْمُونَةَ
كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِيِّ عَنِ عَائِشَةَ
فِي حَتِّ الْمَيْمَنِ مِنْ قُوبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدِ عَنِ أَبِي
مَعْشَرٍ.

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۵۷۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ أَخْبَدَهُ
عِيْنَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ
عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ منی لگی ہوتی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور انھی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر بھگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

۵۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَدَهُ
مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ
سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَّارٍ عَنِ الْمَيْمَنِ يُصْنِبُ قُوبَ الرَّجُلِ
أَيُّغْسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الْقُوبَ فَقَالَ أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَغْسِلُ الْمَيْمَنَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ
الْقُوبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَقْرَابِ الْقَسْلِ فِيهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود منی لگے ہوئے کپڑے کو دھوتے تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں۔

۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْدَرِيُّ قَالَ
أَخْبَدَهُ الْوَاحِدِيُّ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
قَالَ أَخْبَدَهُ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي زَيْدَةَ كُلُّهُمَا عَنْ عَمْرِو
ابْنِ مَيْمُونٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَا أَخْبَدَهُ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي زَيْدَةَ

كَذَا قَالَ ابْنُ بِشِيرَانَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
 اٰلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَيْتَ وَ اَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ
 وَ عَبْدُ الْوَاحِدِ فَقِي حَدِيْثُهُمَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهُ
 مِنْ تَوْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ

۵۸۲ - وَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ الْحَنْفِيُّ
 اَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا اَبُو اَلْحُوَيْصِ عَنْ شَيْبِ بْنِ
 عَرَفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ شِهَابِ الْحَوْلَانِيِّ قَالَ
 كُنْتُ نَائِمًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي شَوْبِي
 فَغَسَّسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَدَأْتَنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ
 فَاخْبَرْتَهَا فَبَعَثْتُ اِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا
 حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِشَوْبِكَ قَالَ قُلْتُ
 دَأَيْتُ مَا يَدِي النَّائِمِ فِي مَنْامِهِ قَالَ هَلْ دَأَيْتُ
 فِيْهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ دَأَيْتُ شَيْئًا
 غَسَلْتَهُ لَقَدَرَا يَتْنِي وَ اِنِّي لَأَحْكُهُ مِنْ تَوْبِ
 رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَسًا
 بِظُفْرِيْ -

عبداللہ بن شہاب خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان گیا اور
 مجھے اختلام ہو گیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال
 دیا حضرت عائشہ کی ایک کنیز نے یہ ماجرا دیکھا اور جا کر
 حضرت عائشہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے میری طرف
 کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کپڑا کیوں دھو رہے ہو؟
 راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خراب دیکھا
 جو مرد دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس
 کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تمہیں
 کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھونے کی ضرورت
 تھی، اور میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے
 خشک منی کو ناخنوں سے کھرچ دیا کیا کرتی تھی۔

مسنی کی طہارت با عدم طہارت میں مذاہب فقہاء | علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
 آدمی کی مسنی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے
 امام مالک، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی مسنی نجس ہے، البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مسنی خشک ہو
 تو اس کی تطہیر کے لیے اس کو کھرچنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں
 کہ مسنی خشک ہو یا تر مسنی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص،
 حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ مسنی پاک ہے، امام احمد سے بھی ایک
 یہی روایت ہے۔

جو فقہار مسنی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مسنی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان
 ہے اور جو فقہار مسنی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مسنی کو کھرچنے کا ذکر ہے، اگر مسنی نجس
 ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جسے ہرے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں
 مسنی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استنجاب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں، یہ آدمی کی مسنی
 کا حکم ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ طہارت کی مسنی نجس ہے اور مرد کی مسنی نجس نہیں ہے، اور اس سے لے پادہ

تثاؤد قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا ناجائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان حیثیت میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیر کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نفاذ پر محمول کیا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تضاد ہوتا، حالانکہ ان احادیث میں تضاد نہیں ہے، منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صاف ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے کھانے پر منی گئے رہنے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے۔

بعض علماء نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے رینٹ (ناک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدت (وضو ٹوٹنا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو، اسی طرح بعض علماء نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جھے ہونے سے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے، یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جھے ہونے سے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنانِ خدا، مثلاً فرعون، اہمان اور ابو جہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہونی چاہیے، نیز علقہ درجا ہوا خون انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد ایچ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۲۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضولات کی طہارت کا بیان

ما قظ ابن حجر عسقلانی شافعی کہتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی ظاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرف سے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضولات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضولات ظاہری ہیں۔ ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا براز سب امت کے حق میں ظاہر تھے، البتہ خون، بول اور براز آپ کے حق میں موجب حدت تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانة بلیق۔

ما قظ ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ میں راستہ میں ہوتے تو اس راستہ سے گزرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گزرے تھے۔

عن جابر قال کان فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال ولم یکن فی طریق فسلک احد الاعراف انہ سلک من طیب عرفہ او مریح عرفہ۔ ۱۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت اسخا جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی مکروہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت یا رسول اللہ تاتی الخلاء فلا نری شیئا من الاذی قال یا عائشۃ اما علمت ان الارض تبتلع ما ینخرج من الانبیاء فلا یری منہ شیء ۱۹

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھڑ کی ایک جانب ہیں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسا اسی

عن ام ایمن قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فحارۃ فی جانب البیت فبال فیہا فقدمت من اللیل وانا عطشانۃ فشربت ۲۰

۱۷۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
 ۱۸۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار النفاذ۔
 ۱۹۔ " " " " " " دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۲ " " " " " " " " " " " " " " " " "

ما فیہا وان لا اشعر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ام ایمن قومی فاہر بقی ما فی تلك الفخارة قلت قد و اللہ شربت ما فیہا قالت فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتى بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا تتجمعین بطنک ابدانہ

اور میں نے لاکھی میں اس برتن میں جو تھا پی یا، جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو، میں نے کہا بے خدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی یا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منسے حتی کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہو گا۔

حافظ ابی شیبہ نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابویوسف نے بھی روایت کیا ہے۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ، امام حاکم، امام دارقطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت لمبا قیام کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ایک کنویں میں پیشاب کیا اور مدینہ میں اس کنویں سے میٹھا اور کوئی کنواں نہیں تھا، جب لوگ جمع ہوتے تو اس کنویں سے میٹھا پانی نکالتے زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام برو تھا۔

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی طیب القیام . وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بال فی بئر فی دارہ قال فلدیکن فی المدینۃ بئر اعذب منها قال وكانوا اذا حضروا استعذب لهم منها وكانت تسمى فی الجاہلیۃ البرود .

حافظ ابو عمر بن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوڑھی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے تنگت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ اٹے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک خادمہ حبشہ سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

عن امیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح من عیدان ویوضع تحت سریرہ فبال فیہ لیلۃ فوضع تحت سریرہ فجاءہ فاذا القدح لیس فیہ شیء فقال لامرأۃ یقال لہ البرکۃ کانت تخدم لام حبیبۃ جاءت معها من ارض الحبشۃ البول الذی کان فی ہذا القدح ما فعلت فقالت شربتہ یا رسول اللہ ! فقال

۱۔ حافظ ابونعیم اصہبانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالمنقاس

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۲۰۲ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ رضویہ فیصل آباد

۴۔ حافظ ابونعیم اصہبانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالمنقاس

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابو نعیم رنی اچلیہ کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے تم کو جہنم کی آگ صرف قسم پوری کرنے کے لیے چھوٹے گی۔ ۱۷

عن سفینۃ قال احتججہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب و الطیر والناس فتغیبت فشربت ثم ذکرک ذلک لہ فصنعک رواہ الطبرانی والبخاری و رجال الطبرانی ثقات۔ ۱۸

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، آپ نے فرمایا لو اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچا کر دفن کر دو، میں سننے چھپ کر اس خون کو پی یا پھر میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ اس حدیث کو امام طبرانی، امام دارقطنی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے لاویح ثقات میں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ، امام ابن ابی عمیر اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے۔ ۱۹

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا، ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا خون پی رہا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میل خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوٹے گی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

عن ابو سعید الخدری ان اباه مالک بن سنان لما أصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجہہ یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وازدرہ فقیل لہ اشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالط دمی دمہ لا تمسہ النار رواہ الطبرانی فی الاوسط ولم یر فی اسنادہ من اجمع علی وضعہ۔ ۲۰

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ ۲۱

- ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۴۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی الہی بخش کا نزدیکی کی کتاب شیم الجیب کے حوالے سے ترجمہ کر کے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔

شیخ نور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضائل کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرع صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد ساوکس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ ابکات لائق مطالعہ ہیں۔

رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق | اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک منی کھیر دیا کرتی تھیں۔

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت ظاہر ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گذری اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھر چنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا:

عن ابی بن کعب انہ قال یا رسول اللہ! اذا جامع الرجل المرأة فله ينزل؟ قال يغسل ما مس المرأة منه ثم يتوضأ ويغسل قال ابو عبد الله

۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۱۶۲، مطبوعہ تاج کپی لیسٹ کراچی

۲۔ شیخ نور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد مطبع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الفصل احوط و ذالک الآخر

عودت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے اس کو دھو لے اور وضو کر کے نماز پڑھے، امام بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔

حافظ ابن حجر مستقانی ثانی لکھتے ہیں: عودت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر مستقانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے، علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عودت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص اذخالی سے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو عضو کو دھونا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کی طرح ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں فرج خالص کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح ر علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ، یہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ سے ملتا جلتا ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاہر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچے کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاہر ہے۔

بِأَنْجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

مخون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ

۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
وَكَيْفِيَّةِ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ
بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ

سنن اسہام رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ہم عورتوں میں سے کسی کے

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر مستقانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
- ۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
- ۴۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی الممشی رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ
- ۵۔ علامہ سعید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

هشام بن عمرو قال حدثتني فاطمة عن أسماء قالت جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقالت إحدانا يصيب ثوبها من دم الحيض كيف تصنع به قال تحته فتغمره بالماء ثم تنضغ ثم تصلي فيه.

۵۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَابُنُ ثَمِيحٍ وَحَدَّثَنِي أَبُو الظَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِحٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْعَارِثِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُمَرَ وَهَذَا إِسْنَادٌ مِثْلُ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ.

کپڑے پر حیض (یا ہواری) کا خون لگ جاتا ہے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس پر جسے ہونٹے (خون کو کھرتی ڈالے پھر پانی سے رگڑے اس کے بعد پانی بہا کر صاف کرے پھر اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون

نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے عدل کی شرط نہیں ہے، بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے لیے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نجاست چکی ہو اور نظر نہ آتی ہے جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو سچوڑنا بھی شرط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر نجاست عینہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہوگئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی برباقی رہی تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طہر نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں مرفی (دکھائی دینے والی) غیر مرفی، (نہ دکھائی دینے والی) جو نجاست مرفی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجاست کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا ذائقہ دھوا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں،

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے، کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کتب کے جھوٹے برتن کو تو سات مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جس کپڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھولینا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ
الِاسْتِبْرَاءِ

پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے

احتراز کا وجوب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے پہچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۵۸۵۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ سَعِيدُ الْأَشَجِيُّ وَأَبُو كُوَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ اسْتَحَقُّ أَنَا وَقَالَ الْأَخْرَابُ نَا وَكَيْفَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسِ بْنِ عَيْنِ بْنِ عَثْمَانَ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ أَمَا لَتُهُمَا لِيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَيْبٍ أَمَا أَحَدُهُمَا لَكَانَ يَمْشِي بِالتَّمِيمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ بَوْلِهِ قَالَ فَذَاعَ بِعَسِينِ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِأَشْنِينَ شَحْرَ غَرَسَ عَلَى هَذَا إِجْدًا وَعَلَى هَذَا إِجْدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَرِيْبَسَا .

۵۸۶۔ حَدَّثَنَا ثَلَاثَةٌ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ الْآخَرُ لَا يَسْتَتِرُهُ عَنِ الْبَوْلِ أَوْ مِنَ الْبَوْلِ .

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۸۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ پینا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور چنی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے:

نقل کلام بعض الی بعض علی جهة الافساد۔

فساد ڈالنے کے لیے بعض کلام بعض کو پہنچانا۔

اور جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب عذاب نہیں ہوتا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے پینا ان کے لیے گناہ بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار۔ اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا، علامہ ابن عابدین شافعی لکھتے ہیں:

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالۃ المؤلفۃ فی بیان

المعاصی بان کل مکروہ تعریبا من الصغائر وصرح ایضاً

بانہم شرطوا لاسقاط العداۃ بالصغیرۃ الا اذا

علیہا۔

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر تاوم اور تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جہالت اور ولیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، اور معصیت پر جہالت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے وگرنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر تاوم اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر تاوم اور تائب ہو یہ تکرار معصیت ہے اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطبائۃ المنیریہ مصر

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر | اس حدیث میں ہے

و سلم نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ ٹکڑے نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطاب نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ ، ہر کتابے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر معمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شیء الا یسبح بحمداہ .

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سر سبز اور تر و تازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے علوم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے اور بعض علما نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صالح کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر علما نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے علوم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ۱۵

شیخ الورشاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے، (الی قولہ) فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عیب اور لغو ہے بلکہ علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی غفر لہ۔ ۱۶

شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے ماثیہ میں لکھتے ہیں:

۱۵۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۱۶۔ شیخ الورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو تخفیف کی علامت بنا دیا ہے اور جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو دہلیہ کہتے ہیں، تم خود کہو ان قبور والوں کے عذاب میں تخفیف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگا میں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور معذبین کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقبرین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہر اور باطن اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس پر عمل کیا تھا محمد ایک یا دو نے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ طاعت ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنائی جاتی ہے اور خود کو تشریح کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الذین صل سعیمہم فی العیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا۔ (کہف، ۱۳۱)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں

گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہونی لگتی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوا ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوں اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بیک وقت چار سے زیادہ ازواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری کا ذکر کرتے ہیں:

حضرت بریدہ سلمی نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

وأوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ

جریدان۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ سلمی کا باسٹھ بھری میں مرو میں انتقال ہوا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداد کی جائے کیونکہ آپ

۱۔ شیخ بدر عالم میرٹھی، ماشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ ۱۔

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقررین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہو گا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہے مقررین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق، درر عزیز اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں اس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی ہے (علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہو گا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ ۲۔

علامہ طحاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ ۳۔

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ ابن منظور افریقی نے اس کا معنی لکھا ہے ضرب من الریاضین پھولوں کی ایک قسم ہے لسان العرب ج ۶ ص ۱۹ طبع ایران

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۴-۸۲۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۴۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ومن ثم افنتی بعض الاثمة من متأخري
اصحابنا بان ما اعتيد من وضع الرياحان والجريد
سنة لهذا الحديث . ۱۷

اسی وجہ سے ہماری متاخرین اصحاب میں سے
بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور
پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء
پر سنت ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وتمسک کندیں جماعۃ باین حدیث در انداختن
سبزہ وگل را بر قبورے

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس
حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر
استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

وضع الواد والریاحین علی القبور حسن ہے
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ خطابی کے
ولیس فی السیاق ما یقطع علی انه با شہر
الوضع بیداء الکریمۃ بل یحتمل ان یکون امر
به و قد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی
بذالک فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریذتان
وهو اولی ان یتبع من غیرہ . ۱۸

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔
خصوصیات کے قول کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں
ہے جس سے قطعاً ظہر پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود اپنے دستِ کبیم سے ان شاخوں کو
قبر پر رکھا تھا (یعنی کہ آپ کی خصوصیت کا دہرایا گیا جائے)
بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شاخوں کے رکھنے
کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ
کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے
کی وصیت کی اور اور لوگوں کی بجائے حضرت بریدہ
کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنازہ میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ نے اس حدیث کو عموم پر معمول کیا
دکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ

۱۷۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۱۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشرف اللغات ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

۱۹۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع امیر پور کبریٰ بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ (۱۲۷۱ھ)

۲۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر المکتبہ الاسلامیہ

ولهیره خاصاً بذینک الرجلین یلہ
علامہ شریف بنی شافعی لکھتے ہیں:

ایضاً وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا
الریحان ونحوہ من الشیء الرطب ۳
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قل : وقد قبل ان المعنی فیہ انه یسبح عادماً
رطباً فیحصل التخصیف ببرکۃ التسییح وعلی
هذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبة من الاشجار
وغيرها وكذلك فیما فیہ برکۃ کالذکر
وتلاوة القرآن من باب الاولى - ۳

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

وجری عرف الناس فی بعض البلاد بیسط
الخوص علی قبور الموتی فلعله استثنائاً
بهذا الحدیث (الی قولہ) وادعی بدیدۃ
الاسلمی ان یجعل علی قبره جرید فان
فعله یمیناً بهذا الحدیث وفعله صلی
الله علیہ وسلم۔ ۳

ڈاکٹر وہب زحلی لکھتے ہیں:

قال الشافعیۃ لا یاس تطیب القبر وقالوا
ایضاً مع الحنابلة والحنفیۃ : ویندب ان
یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر
والریحان ونحوہ من الشیء الرطب علی القبر۔ ۳

اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھول
اور ہرگز چیز کا رکھنا سنت ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک
قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہے گی
اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بنا
پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو
خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اس طرح جس چیز میں برکت
ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید امدان سے
بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

قاضی سیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں
میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان
کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے، اور حضرت بریدہ اسلمی
نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا
یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع
پر مبنی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے
میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ
نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب
ہے اور قبر پر سبز شاخ پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

- ۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ علامہ محمد شریف بنی اخطیب من قرن العاشر، مفتی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت
- ۵۔ ڈاکٹر وہب زحلی، الفقه الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

احمد رضا علی احسان مذاہب اربعہ کے فقہار اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ انور کھٹیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی غلط واقع ہے کہ صرف مقبرین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوتے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمرات کو یا شب بیدار کر چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہگاروں کے لیے رنج عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقبرین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلا وجہ مقبرین اور عباد صالحین سے عطا اور مسلمانوں سے سونپن رکھنا نہیں چاہیے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہار اور بحث و نظر

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطاب نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب دوزخ کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

- ۱- امام ابو بکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد یعنی سورہ اخلاص کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملیگا۔
- ۲- اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یس کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔
- ۳- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔
- ۴- امام ابوحنیفہ بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: الحمد لله رب العالمین رب السموات ورب الارض رب العالمین ولما اکبرياء في السموات والارض وهو العزيز الحكيم لله رب السموات ورب الارض رب العالمين ولما العظمة في السموات والارض وهو العزيز الحكيم هو الملك رب السموات ورب الارض رب العالمين ولما النور في السموات والارض وهو العزيز الحكيم۔ پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

۱۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ مکتبۃ السجاز کراچی

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر مجتہد ہیں لیکن علامہ کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا

وہ کہتے ہیں اے ہمارے سب ہماری مغفرت

فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

(حشش: ۱۰)

کون کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع غرقہ کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفل) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفل) صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن الفراء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ نے فرمایا ہاں۔

۴۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وان ليس للانسان الا ما سقى .
اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (روح) سقى کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علامہ کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بإیمان
الحقنا بهم ذریتهم۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان
میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ
طاہرین گئے۔

(طوس، ۲۱)

- ۱- اس آیت میں بتایا ہے کہ باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔
- ۲- عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس امت کو اس کی سنی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سنی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔
- ۳- ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔
- ۴- حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سنی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سنی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔
- ۵- ابو بکر بن وراق نے کہا ناسی کا معنی ہے ما نومی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔
- ۶- ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزا ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔
- ۷- اس آیت میں لام بمعنی علی ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔
- ۸- علامہ ابن الزحوانی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے، یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:

- ۱- اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹنے کے بعد اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔
- ۲- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔
- ۳- استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔
- ۴- چغلی کرنا حرام ہے کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ نچکنے والے دونوں کو عذاب ہوا۔
- ۵- دونوں قبر والوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔
- ۶- یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے، ان دو قبر والوں کو عذاب ہوا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

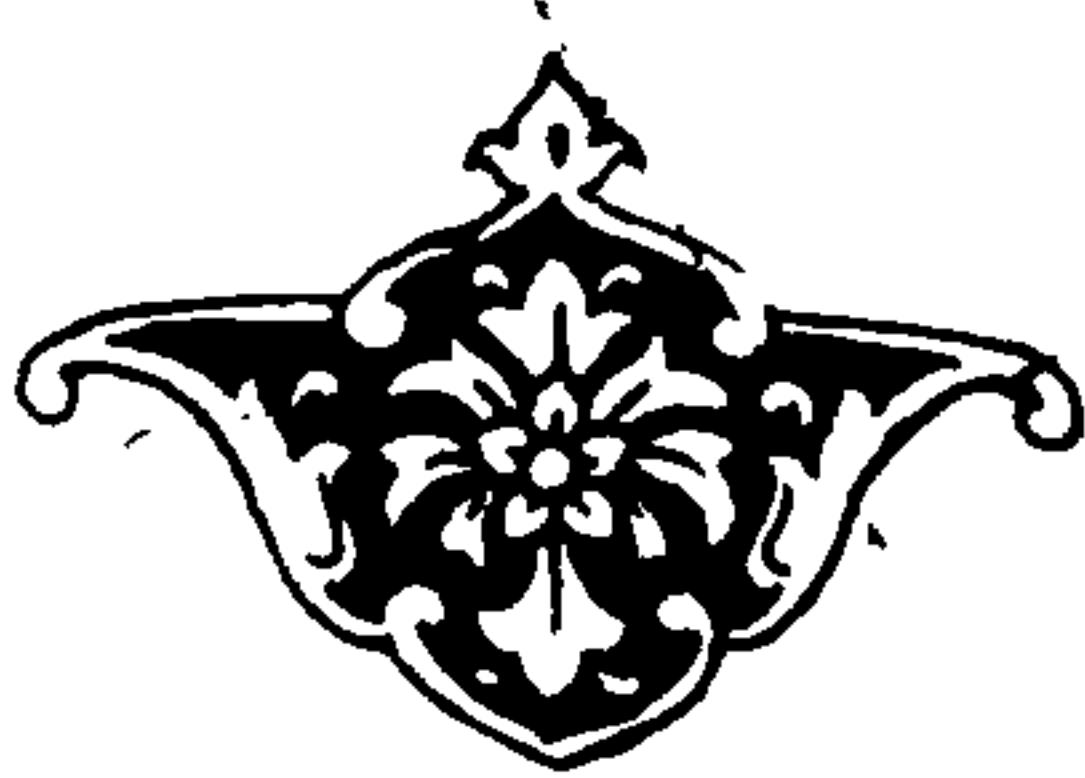
۷۔ ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے ابو موسیٰ نے کہا یہ کافر تھے انھوں نے التزیب والتریب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قل یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ لے

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک وقت رابطہ

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس

سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا کر کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرمادیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چٹلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف بھیگی، تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے اور شب معراج مولیٰ کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحیض

حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی | علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: میرد نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا بول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرة۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری ہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں نازمان ہے اور روزوں کی قضا ہے، استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ لے

حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء | علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلوم میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع عمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دودھ بنا دیتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو بہت کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا پھر عموماً یہ خون ہر ماہ میں چھ یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ لے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کا جو خون اوقات معلوم میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون رحم کی

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۱۱۱۱ھ، لسان العرب ج ۱، ص ۱۲۳-۱۲۲، مطبوعہ نشر ادب اکوؤڈ ایٹن، ۱۲۰۵ھ
 ۲۔ علامہ مرفق الدین عبدالشہین احمد بن قدام حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنتیج ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۲۰۵ھ

گہرائی سے نکلتا ہے اور استخاضہ کا خون عاقل (ایک رگ) سے نکلتا ہے، یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔ ۱۷
علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے لکھا ہے کہ بدن کی گہرائیوں سے عورت کے رحم میں جا کر خون گرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ خون وقفہ وقفہ سے رحم سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے اعتبار سے عورتوں کے حیض اور طہر کی عادات مختلف ہوتی ہیں، علامہ ابو بکر ابن العربی نے کہا زمانہ، جگہ اور خواہشات کے اعتبار سے عورتوں کی عادات مختلف ہوتی ہیں، کبھی یہ مدت کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ، حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استخاضہ کا خون ایک رگ کے منہ سے نکلتا ہے جو رحم کے قریب ہے۔ ۱۸
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغیر اور بیماری سے بری ہو، رحم کی قید سے استخاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے برادرت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔ ۱۹

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:
جو خون عورتوں کے ساتھ منتقل ہے ان کی تین قسمیں ہیں، حیض، نفاس اور استخاضہ، حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغیر اور بیماری سے بری ہو اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے اور جو خون ان دونوں کے سوا ہے وہ استخاضہ ہے۔ ۲۰

حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء
علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے، ہمارے دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں اس لیے اس کی تحدید کے لیے عرف اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے، عطا نے کہا میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کیا ہے، ہمارے پاس ایک عورت تھی جس کو ہر مہینہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کا کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔ ۲۱

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۹۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدير ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ، سکھر

۲۰۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدير ج ۱ ص ۱۱۱، " " " "

۲۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۲۰۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھریا سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔ ۱

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جو خون نکل آئے امام مالک کے نزدیک وہ بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔ ۲

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنوا منی لوطی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی اور کی مقرر کردہ مقدار کو لاحق کرنے سے مانع ہے، عودت ایام حیض کے اندر سرخ، پیلا اور نیلا جو رنگ بھی دیکھے وہ حیض ہے۔ ۳

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

- ۱۔ امام دارقطنی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لوطی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۲۔ امام دارقطنی حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۳۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔
- ۴۔ امام ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۷۹ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
 ۲۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایۃ الاولین ص ۲۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور وہ حیضوں کے درمیان کم از کم (پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد ہیں لیکن ان کے تعدد طریق کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں۔

علامہ ابن قدامہ غنبلی لکھتے ہیں:

حیض کے مسائل

(۱) حائضہ عورت سے اس کی فرج میں وطی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آپ سے لوگ حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض (کی حالت) میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٌّ فَاعْتَلُوا
النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ
فَإِذَا طَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ

(بقرہ ۲۲۲، ۱۵)

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا معاف ہے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض میں روزہ رکھتی ہو، نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت حمیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کر دو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ سے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، ہمیں روزے قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ حائضہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ حائضہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔ قرآن مجید میں ہے:

إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَقُوهُنَّ لَعَدْتُهُنَّ

(طلاق ۱۱)

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر) میں انہیں طلاق دو۔

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار

رہے، پھر عیاشی اور حب حیض منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

مطلقہ کی عدت تین حیض گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثہ
قروء (بقرہ ۲۲۸)

اور طلاق پاس کے والی عورتیں اپنے آپ کو
تین حیض تک روکے رکھیں۔

طبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ جب ہم ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
کسی کو حیض (ماہواری) آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے
پاس لٹا لیتے۔

بَابُ مَبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِزَارِ

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ وَاسْتَحْوُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ اسْتَحْوُ أَنَا
وَقَالَ الْأَخْرَانِ ثَنَا جَرِيدٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا
كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ فَتَأْتِي بِإِزَارٍ ثُمَّ يَبَاشَرُهَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور اس کا خون جوش سے
نکل رہا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چادر
باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لٹا لیتے پھر
عائشہ فرمایا اور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر ہے۔

۵۸۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ
حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ
قَالَ ثَنَا أَبُو اسْتَحْوِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسْوَدِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ إِحْدَانَا إِذَا
كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ تَأْتِي فِي قُبُورِ حَيْضَتِهَا
ثُمَّ يَبَاشَرُهَا قَالَتْ وَأَيْكُمُ يَمْلِكُ إِذْ بَعْدَ كَمَا
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَمْلِكُ إِذْ بَعْدَ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج حالت حیض میں چادر باندھ
لیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ
لیٹ جاتے۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَدَّادٍ عَنْ
مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَبَاشَرُ نِسَاءَهُ فَوْقَ الْإِزَارِ وَهِيَ بِحَيْضٍ۔

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ ابن احمد بن قدامہ صلی مترقی ۴۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: **حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام**

قسم اول: حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے، یہ قرآن مجید کی نص صریح سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مزدبوجا بنے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام ازیں کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا مسئلہ کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے

اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے، حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث ائمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے

قسم ثانی: ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ پٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابو حامد السمرقانی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔ **قسم ثالث:** قبل اور دُب کے سواناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے، ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مگر وہ تنزیہی ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعبی، نخعی، حکم، ثورمی، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن حسن، اسحق بن راہویہ، ابو ثور، ابن المنذر، اور واؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صوف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔

بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک مخالطہ سے **منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب** کہ مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں مخالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں مباشرت کا لفظ ہے جو مباشرت سے ماخوذ ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو جسم سے ملانے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جامع ہے، منکرین حدیث اس حدیث سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے حالت حیض میں جامع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ازواج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے، اگر العیاذ باللہ جامع والا سنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

بَابُ الْإِطْبَاجِ مَعَ الْحَائِضِ فِي الْحَافِ وَاحِدٍ

حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہواری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا بِنْتُ وَهْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ الْأَيْبِيِّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالَ أَنَا بِنْتُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَرَبَةَ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَلِيغُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمَا وَهِيَ بِيئَتِي وَبَيْنَتِي ثَوْبٌ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْمُثَنِّيُّ قَالَ نَا مَعَاذُ بِنْتُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَيْدَةَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَنَا وَأَنَا مَضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ خِضْتُ فَاسْتَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ فَدَاعَانِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

ن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حالت عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کپڑا حائل ہو، ممنوع صرف یہ ہے کہ حائضہ سے اس کی ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلا حجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ النَّعَائِضِ رَأْسِ
 زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِمْ وَطَهَارَةِ سُورِهَا
 وَالْإِذَا تَكَأَى فِي حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
 فِيهِ

مائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر
 دھونے، بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس
 کے جھوٹے کاپاک ہونا، اس کی گود میں سر
 رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا

جواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
 کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے
 تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں آپ کے سر
 میں کنگھی کرتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے قضا
 حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں رحالت اعتکاف
 میں ہوتی تو قضا حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور
 گذرتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحالت اعتکاف میں مسجد
 سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں کنگھی
 کر دیتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں
 سوائے قضا حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے
 تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحالت
 اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرے میں
 داخل فرماتے، میں آپ کا سر دھوتی تھی حالانکہ میں مائضہ
 ہوتی تھی۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
 مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ عَنِ
 عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْفِقُ إِلَى رَأْسِهِ فَأَمَّا جِلْدُهُ وَكَانَ
 لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ الْإِنْسَانِ -

۵۹۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَيْتُ ح
 وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ
 شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَ عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ الرَّحْمَنِ
 أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَا دُخُلَ الْبَيْتِ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيضِ
 فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَأْثُورَةٌ وَإِنْ
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 لِيَدْخُلَ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجِلُهُ
 وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا
 وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ -

۵۹۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
 مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَارِثِ
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ
 ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَالِإِمْ سَلَّمَ يُعْرِجُ إِلَى رَأْسِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ
وَهُوَ مُجَاوِرٌ قَائِمٌ وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۵. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو حَنِيمَةَ
عَنْ مِثَامٍ قَالَ أَنَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِمْ وَسَلَّمَ
يُدْفِقُ إِلَى رَأْسِهِ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأَرْجِلُ رَأْسَهُ
وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۶. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَانَ تَابِ
حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَرَايِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ
أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِمْ وَسَلَّمَ
وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۷. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَكَانَ
الْأَخْرَابُ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَابِتِ
ابْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِمْ وَسَلَّمَ
نَاوِلْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي
حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ.

۵۹۸. وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي كَائِدَةَ
عَنْ حَجَّاجٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ تَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ
الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ فِي
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِمْ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَنَا وَلَهُ
الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ
إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ.

۵۹۹. وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كَامِلٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ
زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے
کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر میں لٹکی کرتی، حالانکہ
میں حائضہ ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
میں حالت حیض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا
کرتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے
جاننا اٹھا کر مجھے دس دو، میں نے عرض کیا کہ میں
حائضہ ہوں: آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ
میں تو نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد
سے آپ کو جاننا اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں حائضہ
ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں
ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔
آپ نے فرمایا اسے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو، حضرت
عائشہ نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا

مہارہ حیض مہلکے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

وَالِمْ وَسَلَّمُ فِي الْمَسْجِدِ كَقَالَ يَا عَائِشَةُ نَا وَلِئِنِّي
الْعَرَبُ كَقَالَتِ ابْنُ حَارِثٍ قَالَ إِنْ حَيْضَتِكَ
كَيْسَتْ فِي يَدِكَ -

۶۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا نَا وَكَيْفَ عَنْ مِشْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنِ ابْنِ
أَبْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ
وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَيَصْنَعُ فَأَلَا عَلَى مَوْضِعٍ فِي فَيْشَرَبُ وَالْعَرَقُ
الْعَرَقُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَصْنَعُ فَأَلَا عَلَى مَوْضِعٍ فِي وَكَمْ
يَذْكُرُ زُهَيْرٌ فَيْشَرَبُ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے
میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور
میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں سے
میں نے کھایا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَدَاؤُ ابْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ
أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَتَكَبَّرُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،
میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری
گود سے ٹیک لگا کر قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ
بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا قَابِطٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ
إِذَا حَاصَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ
يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَ
جَلَّ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَدْنَى
فَاعْتَرِلُوا الْبُيُوتَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْأَيَّامِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا التَّكَاخُرَ فَبَلَغَ ذَلِكَ الْيَهُودَ
فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدْعُرْنَا مِنْ أَمْرِنَا
شَيْئًا إِلَّا خَالَفْنَا فِيهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حَضِيرٍ وَ
عَبْدُ بْنُ بَشِيرٍ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں
میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے
ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔
صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس
مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی: (ترجمہ) ”یہ آپ سے حیض کے بارے میں
سوال کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ حیض نجاست ہے
اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو“ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمایا جامعہ کرو،
باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول رہو۔
یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے ”یہ شخص ہر
بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے“ یہ سن کر

كَذٰلِكَ ذَا قَلْبًا نُّجَا مَعَهُمْ فَتَغَيَّرَ وَجْهَ رَسُولِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ
 قَدْ وَجَدْنَا عَلَيْهِمَا فَنَخْرَجَا فَاَسْتَقْبَلَهُمَا هَيْهَاتَ
 مِنْ تَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ
 فَاَرْسَلْنَا فِي اَثَارِهِمَا فَسَبَّاهُمَا فَعَرَفْنَا اَنْ
 لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا -

اسید بن حنیف اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا
 رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعنے دیتے
 ہی ہیں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جانا
 ہی کیوں نہ کر لیا کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے
 سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں
 (ڈر کر) مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا،
 تب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے
 ناراض نہیں ہوئے۔

بیوی کی رضا مندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے
 ہیں:

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

- ۱۔ معتکف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً ہاتھ پیر یا سر نکال لے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل
 نہیں ہوتا۔
- ۲۔ بیوی سے کھانا پکانے، سر دھلوانے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت
 سلف صالحین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا
 جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازماً خاوند کے گھر رہے اور خاوند کو مجامعت
 کرنے دے۔
- ۳۔ عائضہ عورت جب زندہ غسل دے سکتی ہے تو مردہ کو بھی غسل دے سکتی ہے۔
- ۴۔ عائضہ عورت نجس انجین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی
 ہے۔
- ۵۔ اتا ذریا گھر کا کوئی بڑا جب شاگردوں یا اپنے چھوٹوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دیکھنی بھی کر سکتے
 ہیں۔

ندی کا حکم

بَابُ الْمَذِيَّةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے
 ندی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ
 وَكَبِيرٌ وَأَبُو مَعَاذٍ وَهَشِيمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ فرد محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْلَى عَنِ ابْنِ الْحَنَيْفَةِ عَنْ عَلِيٍّ
قَالَ كُنْتُ مَذَاهًا فَكُنْتُ اسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ إِذْنِهِ فَأَمَرْتُ
أَبِيْعَدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يُفْسِلُ ذَكَرَهُ
وَيَتَوَضَّأُ.

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آتی
تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس
لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم معلوم کرو۔
جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آلتناسل
کو دھو کر وضو کر لو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدتنا)
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے مذی کے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا
میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو ٹوٹ
جاتا ہے۔

۶۰۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ
ثَاخِلِدًا يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ فَاشْعَبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي
سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ
فَأَمَرْتُ أَبِيْعَدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مِنْهُ الْوَضُوءُ -
۶۰۵ - وَحَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ
بْنُ عِيْسَى قَالَا نَابُنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ
بْنُ يَكْرِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَافٍ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا أَبِيْعَدَادَ
بْنَ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ
يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأُ وَانْضَحَ فَرَجَكَ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے
مذی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو
دھو کر وضو کر لو۔

باب مذکور کی حدیث کے مسائل | علامہ یحییٰ بن شرف نوری لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

- ۱ - مذی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔
- ۲ - پتھر کے ساتھ صرف بول مبراز میں استنجا کیا جاسکتا ہے، باقی خون، منی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے
دھونا ضروری ہے۔
- ۳ - فتویٰ حاصل کرنے کے لیے کسی کو ناسب بنانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب
بھی قطعی خبر پر اعتماد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس
کے باوجود انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔
- ۴ - سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع

کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ۱۰

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ منہ دھونا

بَابُ الْغَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ
مِنَ النَّوْمِ

۶۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُوَيْبٍ
قَالَا نَاوَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كَهْبِيلٍ
عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ
وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کسی وقت اٹھے،
تقاً حاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سو گئے۔

ت: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ حدیث ہو کہ اگر وہ سو گیا تو
اس کی صبح کی عبادت کے معمولات رات ہو جائیں گے وہ نہ سوئے۔

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے
لیے کھانے پینے کے وقت یا جامع سے
پہلے استنجاء اور وضو کرنے کا استحباب

بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجَنْبِ وَاسْتِحْبَابِ
الْوُضُوءِ لَهُ وَغَسْلِ الْفَرْجِ إِذَا ارَادَ أَنْ
يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يَجَامِعَ

۶۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ
بْنُ دُمَيْرٍ قَالَا نَاوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
قَالَ نَاكِيْعٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جَنْبًا تَوَضَّأَ
وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامعیت اور ہم بستری کے
بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل
وضو کرتے۔

۶۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوَكِيْعٌ
عَلِيَّةٌ وَوَكِيْعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جَنْبًا قَامَ إِذَا ارَادَ أَنْ
يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت (جس حالت میں غسل
فرمان ہوا) کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے
تو اس سے پہلے مکمل وضو کرتے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۶۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّسْتَيْ وَابْنُ بَعَّارٍ قَالَا جَمِيعًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ ابْنُ مَعَاذٍ قَالَا نَا أَبِي قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ النُّسْتَيْ فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَحْدُثُ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کرنے کے بعد۔

۶۱۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّرِيُّ وَرُهَيْبُ بْنُ حَزْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُيَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَالْفُظَّ لُهُمَا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو سَابَمَةَ قَالَا نَا عُيَيْدُ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّرُحْدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے اور پھر اللہ کہ جب چلے غسل کرے۔

۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي تَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ لِيَتَوَضَّأَ ثُمَّ لِيَنَامَ حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی جس پر غسل واجب ہو ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجاء کر کے وضو کر لو، اور اس کے بعد سو جاؤ۔

۶۱۲ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَصَيَّبَ جَنَابَةً مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ ذَكَرَكَ لِحَدَّثَنَا -

عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتلایا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

۶۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا كَيْسٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وَتِرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قِيلَ أَنْ

يَتَنَامُ أَمْ يَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ
كَانَ يَفْعَلُ رَبَّنَا اغْتَسَلَ قَنَامٌ وَرَجَبًا تَوَضَّأَ
قَنَامٌ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ سَعَةً.

کیا کرتے تھے نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا
نیند کے بعد، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح
کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے
سوتے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دین
کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ
حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۶۱۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عِنْدَ
الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ
قَالَ نَا ابْنُ وَهَبٍ جَبِيغًا عَنْ مَعَاذِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مَعْلُومًا -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ
یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

۶۱۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ
بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ
ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مَرْوَانَ
بْنَ مَعَاذِ بْنِ الْفَزَارِيِّ كُلُّهُمَا عَنْ عَمِيهِ عَنْ أَبِي
الْمَتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدَيْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ
ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ أَبُو بَكْرِ فِي
حَدِيثِهِمَ بَيْنَهُمَا وَضُوءًا وَقَالَ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ
يَعُودَ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک
غسل سے ہو کر آئے۔

۶۱۶ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ
الْحَدْرَانِيُّ قَالَ نَا مِسْكِينُ بْنُ يَغْيِ بْنِ بَكْرِ الْحَدَّادِ
عَنْ شُعَيْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ تَرَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ التَّمِيمِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ
يَغْسِلُ وَاحِدًا -

مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جماع کرنا جائز ہے
اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات
بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا
چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اپنے ذکر کو دھونے کا استحباب مؤکد ہے، اور ہمکے اصحاب نے

اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے؛ اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے، امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے، البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے، اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لیے نہیں چھوتے تھے، کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا دہم ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل بجز طواف کرتے تھے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لیے وضو کو ترک کر دیا کرتے تھے، کیونکہ سنن ابو داؤد میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے پاس ایک رات میں گئے اور اس کے پاس غسل کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایک ہی غسل پر کھابت کیوں نہ کوئی، آپ نے فرمایا اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے، امام ابو داؤد نے کہا پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیان جواز کے لیے غسل نہ کیا ہو اور بعض اوقات حصول نقیبیت کے لیے غسل کیا ہو۔

جنابت کے بد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تاکہ حدیث میں تخفیف ہو، علامہ مازری مالکی نے کہا تاکہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آئے، علامہ مازری نے کہا اسی تیس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے، اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سب کی رضا مندی سے ان کے پاس گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس زوجہ کی باری ہو آپ نے اس سے اجازت لے لی ہو، اس تاویل کی اس وقت ضرورت ہے جب یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج تھیں، راوی کہتا ہے میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی نعمت دی گئی ہے۔ لے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۱، " " " " ۱۳۸۱ھ

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ یہ فعل صرف آپ کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کے بعد آپ نے حضرت سودہ سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہ سے، حضرت عائشہ کی رخصتی مدینہ میں ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہ، پھر حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا، پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جوثرہ سے، پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی امدان کو آپ کے ساتھ شہنشاہ نے گزرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں، جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب و درجہ اسما:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۵) حضرت ام سلمہ بنت ہند بنت امتیہ بن المغیرہ (۶) حضرت جوثرہ بنت احارث، یہ غزوہ مرسیع میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ بنو قریظہ سے تھیں، اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۶ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا، (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت جہمی بن الخطاب، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۲) حضرت میمونہ بنت احارث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذوالقعدہ ۷ ہجری میں غزوہ القضا کے موقع پر مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان۔

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلابیہ، ان کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت ظبیان ہے، زہری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں، زہری نے کہا آپ نے ان سے

نکاح کیا انہوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دیا، (۳) اسماء بنت النعمان، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دیا، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے، (۵) عیكہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی۔ (۶) اسماء بنت الصلت السلمیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں (۷) ام شریک ازویہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دیا تھی، انہوں نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مہر کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں، (۸) خولہ بنت ہذیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شراف بنت السخالد، یہ حضرت وجیہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) لیلیٰ بنت السخلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عمرة بنت معادیہ الکندریہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جندبہ بنت جندب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، (۱۳) غفاریہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) ہند بنت یزید، ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار دیا، تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام ہانی فاخترہ بنت ابی طالب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح پیغام دیا، انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا، آپ نے ان کا عذر قبول کر لیا (۱۷) ضیاء بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو معلوم ہوا یہ تکبر میں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا۔ (۱۸) حمزہ بنت عمن مرقی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے، مالکہ حبیبہ نہ تھا، پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برہن ہو گیا (۱۹) سودہ قرشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک دیا (۲۰) امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۱) عذہ بنت ابی سیفان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ مرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۲) کلبیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انہوں نے ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۲۳) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا، (۲۴) درة بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیشکش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں (۲۵) امیرہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۶) حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۷) فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۸) حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دیا۔ لہ

خلاصہ یہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔ پندرہ خواتین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دیا، بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور وہ خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۴-۲۱۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ایک زوجہ کچھ عرصہ سا تھریں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کے اعترافات کے جوابات | اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدر الدین علیی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابو یوسف نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو پچاس مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی جماع کی قوت ہوگی، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے) اور علامہ ابن عمر نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماع کی طاقت چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی اور کھانے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور جس طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ دارین میں آپ کا حال کامل ہو۔

بہر نبی کو عام مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سوا ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نو سے ازواج تھیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ نے صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی، اور یہ تصور غلط ہے کہ آپ نے قناعت شہوت کے لیے زیادہ شادیاں کیں، کیونکہ شہوت کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، اور پچیس سال کا عرصہ صرف ان ہی کے ساتھ گزارا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیغی مصلحتوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے ذریعہ ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع پیش آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امت تک پہنچانے والی زیادہ خواتین ہو گئیں اور گھر پر معاملات سے متعلق احادیث کی نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل کو گراں سمجھتے ہو اور میں نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، سلام ہو اس نبی امی پر جس کا عمل ہر میدان میں قول سے بڑھ کر ہے!

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد صبح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۳ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے

بَابُ وَجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

وجوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی دادی ام سلیم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (درمیان میں) بولیں: اے ام سلیم تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں حضرت عائشہ کا یہ کہنا بہ طور ملامت نہ تھا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا بلکہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلیم سے مخاطب ہو کر فرمایا) اے ام سلیم جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

۶۱۷. وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاعَدُو بَنِي يَؤُوسَ الْهَجَرِيِّ قَالَ نَاعِدُ مَتْرَبُنْ عَتَارِ قَالَ قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ وَهِيَ جَدَّةُ إِسْحَاقَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ وَعَايِشَةُ عِنْدَ أَيَا رَسُولِ اللَّهِ الْمَرْأَةُ تَدْرِي مَا تَدْرِي الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَدْرِي مِنْ نَفْسِهَا مَا يَدْرِي الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا أُمَّ سَلِيمٍ فَضَحَّتِ النِّسَاءُ تَرِبَتْ يَمِينُكَ قَوْلُهَا تَرِبَتْ يَمِينُكَ خَيْرٌ فَقَالَ لِعَائِشَةَ بَلْ أَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِينُكَ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سَلِيمٍ إِذَا مَا أَتَى ذَلِكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جسے مرد خواب دیکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۶۱۸. حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَايَزِيدُ ابْنُ دُرَيْجٍ قَالَ نَا سَعِيدًا عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَسَّ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَنَا أَنَّهُ قَالَ أُمُّ سَلِيمٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَدْرِي فِي مَنَامِهَا مَا يَدْرِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ أُمَّ سَلِيمٍ فَأَسْتَحْيِيئُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ وَهَلْ يَكُونُ لِهَذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَمْرٌ فَمِنْ أَيُّهُمَا عَدَاؤُ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۶۱۹. حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ نَا صَالِحٌ

بْنِ عُمَرَ قَالَ نَأَى أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ امْرَأَةً رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي مَنَامِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا يَكُونُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ.

۶۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْقِبَ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاذٍ عَنِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْتَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمَّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحِيئُ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا احْتَمَمَتْ قَالَتْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَيْتِ الْمَاءَ قَالَتْ أُمَّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَرَبَّتْ يَدَايَ فِيمَ يُشْبِهُهَا وَكَدَّهَا.

۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُهَيْبُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَأَى وَكَيْفٌ حَرَّ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَأَى سَفِيَّانُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ وَنَأَى قَالَتْ قُلْتُ فَصَحَّتِ النِّسَاءُ - ۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ أُمَّ بَنِي أَبِي طَلْحَةَ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَبِيْبِ هِشَامِ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهَا أَيُّ لَكَ أَتَرَى الْمَرْأَةَ ذَلِكَ -

۶۲۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ وَ سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَ أَبُو كُرَيْبٍ وَ اللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ سَهْلٌ نَأَى قَالَ الْأَحْرَابُ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت خواب میں وہ چیز دیکھے جو مرد خواب میں دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ سے) ترک نہیں کرتا، کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل فرض ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب وہ منی دیکھوے۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلیم کی بات سن کر حضرت عائشہ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی اس قسم کے خواب دیکھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ منی بھی دیکھے تو کیا اس

عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُضْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ إِذَا اخْتَلَمَتْ وَاصْتَرَبَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرَبَّتْ يَدَاكِ وَأَلْتِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّيْبُ إِلَّا مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ إِذَا عَلِمَا وَهُمَا مَاءُ الرَّجُلِ أَشْبَهُ الْوَلَدُ أَحْوَالَهُ وَإِذَا عَلِمَا الرَّجُلُ مَاءَ هَا أَشْبَهُ أَعْمَامَهُ

بَابُ الْبَيَانِ صِفَةَ مَنِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا

۶۲۳ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ نَأَى أَبُو تَوْبَةَ وَهُوَ رِبِّيُّ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَأَى مَعَاوِيَةُ بْنُ يَعْنَى ابْنَ سَلَامٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَسَدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَامَةَ الرَّحْبِيُّ أَنَّ تَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ حَبِيبٌ مِنْ أَحْبَابِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدٌ قَدْ كَفَعْتُهُ دَفَعَةً كَمَا دُيْضِرُ عُرْمِنَهَا فَقَالَ لِمَ تَدْفَعُنِي فَقُلْتُ لَا تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ إِنَّمَا نَدَعُوهُ بِاسْمِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِهِ أَهْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي فَقَالَ الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلِّمْ أَيْتَعَلَكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ أَسْمِعْ يَا ذُنَيْ فَنَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودِيًّا مَعَهُ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تَبْدَلُ الْأَرْضُ مِنْ غَيْرِ الْأَرْضِ

پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک آلود اور زخمی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑو! اولاد کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آجائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت توبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا، علماء یہود میں سے ایک عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد" میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے گرتے سجا۔ کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ کہنے لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتلا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا، اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تینکے سے زمین کرید رہے تھے آپ نے فرمایا "پوچھو، یہودی کہنے لگا جب زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ

وَالسَّمَوَاتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُونَ الْجَبْرِ قَالَ فَمَنْ أَوَّلُ النَّاسِ
 إِجَارَةً قَالَ فَقَرَأَ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ الْيَهُودِيُّ فَمَا
 تَحَقَّقْتَهُمْ حِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادٌ وَكَيْدِ
 التُّونِ قَالَ فَمَا غَدَاؤُهُمْ عَلَى أَكْرَهَاتِهَا قَالَ يَنْحَرُ
 لَهُمْ تَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِي كَانَتْ يَأْكُلُ مِنْ أَطْوِافِهَا
 قَالَ فَمَا شَرَّ ابْنِهِمْ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ قَبِيحَةٍ تَسْتَمِي
 سَلْسَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَجِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ
 شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا نَبِيُّكَ أَوْ
 رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ
 أَسْمِعْ يَا ذُنَيْبٌ قَالَ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ
 مَا يَمْلِكُ الرَّجُلُ أَبْيَضُ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ فَإِذَا
 اجْتَمَعَا فَعَلَامَتِي الرَّجُلِ مِثْلُ الْمَرْأَةِ أَوْ كَرَا
 يَا ذُنَيْبُ اللَّهُ وَإِذَا عَلَا مِثْلُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ الرَّجُلِ
 أَنْتَ يَا ذُنَيْبُ اللَّهُ عَرَّ وَجَلَّ قَالَ الْيَهُودِيُّ لَقَدْ صَدَقْتَ
 وَإِنَّكَ لَنَبِيٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَنِي هَذَا عَنِ
 الَّذِي سَأَلَنِي عَنْهُ وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِّنْهُ حَتَّى
 أَتَانِي اللَّهُ بِهِ -

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ
 اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے، اس نے
 پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گزرے گا؟
 آپ نے فرمایا فقر اور مہاجرین، اس نے پوچھا وہ جنت
 میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انہیں کیا کھلایا جائیگا؟
 آپ نے فرمایا پھلی کی کلیجی کا ٹکڑا، اس نے پوچھا اس کے بعد
 انہیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت
 کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا اس
 نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا پلایا جائے گا؟ آپ نے
 فرمایا انہیں سلسبیل نامی ایک چشمہ سے پانی پلایا جائیگا۔
 اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا، لیکن میں آپ سے
 وہ بات پرچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے
 سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
 اگر میں تم کو وہ بات بتلاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا، اس نے
 کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے یہ پوچھنے
 آیا ہوں کہ بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد
 کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب
 یہ دونوں پانی جمع ہو جائیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب
 ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر
 عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم
 سے بچہ پیدا ہوتی ہے، یہ یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے
 سچ فرمایا اور آپ حقیقتاً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی
 چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمایا ان نے جن چیزوں کے بارے میں پوچھا میں ان کی طرف متوجہ
 نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ
 کر دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس
 سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۶۲۵ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَامَعًا وَبِهِ
 ابْنُ سَلَامٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ

قَائِدًا اِبْنَهُ دَسُوِيَ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 قَالَ نَأَيْدُ كَيْدِ الْكُفْرَانِ وَكَانَ ذَكَرَهُ وَانْتَأَى
 كَرِيْمًا اَذْكَرًا اَوْ اَيْتًا

بَابُ صِفَةِ غَسْلِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا طریقہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو
 پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں
 ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجا کرتے اس کے بعد مکمل وضو کرتے
 پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں
 کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سرفا
 ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے پھر تمام بدن پر
 پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

۶۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ اَنَا
 أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ عَائِشَةَ
 قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
 اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ
 يُغْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ
 يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ
 فَيُدْخِلُ اصْبَاحَهُ فِي أُصْبُوْلِ الشَّعْرِ حَتَّى اِذَا دَايَ
 قَيْدًا اسْتَبَدَّ اُحْفَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ
 اَقَاصَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ -

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بیان
 کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے
 دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَذُهَيْرُ
 بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جِرِيْرٌ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ
 قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ
 نَا ابْنُ نُبَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ فِي هَذِهِ الْاِسْنَادِ وَكُنِسَ
 فِي حَدِيثِهِمْ غَسْلُ الرَّجُلَيْنِ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتداء دونوں ہاتھ
 دھونے سے کی۔۔۔۔ اس روایت میں بھی پیروں کے
 دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
 وَكَيْبٌ قَالَ نَاهِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ قَبْدًا
 فَعَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ فَوَحْدَيْهِ اَبِي
 مَعَاوِيَةَ وَكُرَيْدٌ كَرَّ غَسَلَ الرَّجُلَيْنِ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو
 برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے
 پھر اس کے بعد مکمل وضو فرماتے۔

۶۲۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ قَالَ نَا مَعَاوِيَةَ
 بْنُ عَمْرِوٍ وَقَالَ نَا نَائِدٌ عَنْ هِشَامِ قَالَ اُخْبَرَنِي
 عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَعَسَلَ
 يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ يَدَا فِي الْاِدْنَاءِ ثُمَّ تَوَضَّأَ

مِثْلُ وَضُوءِهِ لِلصَّلَاةِ -

۶۳۰ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ قَالَ
 تَأْتِي عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ
 أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي
 خَالِقُ مِيمُونَةَ قَالَتْ أَدْنَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَعَسَلَ كَفَّيْهِ
 مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي إِذْنَيْ شَعْرٍ
 أَفْرَغَ بِهِ عَلَى فَرْجِهِ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ
 بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَذَلَّكَهَا دَلَّكَهَا شَيْدًا ثُمَّ تَوَضَّأَ
 وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَقَنَاتٍ
 مِلًّا كَيْفَهُ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى عَنْ
 مَقَامِهِ ذَلِكَ فَعَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَنَتْهُ بِالْمُنْدِيلِ
 فَرَدَّهَا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
 میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لیے
 پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دویا
 تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ سے استنجا
 کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر
 مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ
 سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے
 ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ
 کے لیے تولیہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

۶۳۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَابُو بَكْرِ
 بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ وَالأَشْجَبُ وَاسْحَاقُ
 كُلُّهُمْ عَنْ وَكَيْعٍ وَحَدَّثَنَا يَعْقِبُ بْنُ يَحْيَى وَابُو
 كُرَيْبٍ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ بَلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ
 بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَيْسٌ فِي حَدِيثَيْهِمَا إِفْرَاقُ ثَلَاثِ
 حَقَنَاتٍ عَلَى الرَّأْسِ وَفِي حَدِيثِ وَكَيْعٍ وَصَفَتْ
 الرُّضُوءَ كُلَّهُ فَذَكَرَ الْمَضْمُضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ
 فِيهِ وَكَيْسٌ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ ذَكَرَ الْمُنْدِيلَ
 ۶۳۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ
 كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مِيمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَنَتْهُ بِالْمُنْدِيلِ فَلَمْ يَمْسَهُ وَجَعَلَ
 يَقُولُ بِالنَّارِ هَكَذَا يَعْنِي يَنْقُضُهُ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت وکیع سے
 بھی مروی ہے اس میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کا
 ذکر ہے اور معاویہ سے بھی مروی ہے اور اس میں تولیہ
 کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تولیہ لایا گیا تو آپ نے
 نہیں لیا اور ہاتھوں سے پانی کو بدن سے جھاڑنے
 لگے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ
 کرتے تو (دو دو دان کی قسم کا) ایک برتن منگاتے، پھر

۶۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنْزِيُّ
 قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ
 عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا
بِكُنْيَةٍ تَحْوَى الْجَلَدَ قَاخَذَ بِكُنْيَتِهِ بَدَأَ بِشِقِّ
دَائِيهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرَ ثُمَّ أَخَذَ بِكُنْيَتِهِ فَقَالَ
بِسْمِ اللَّهِ عَلَيَّ نَائِسٌ -

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوتے،
پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر
پر بہاتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضو کے مسائل

وضو اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو
پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں، غسل سے پہلے وضو کرنا صحت ہے، بعض اوقات آپ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی
حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور داڑھی میں خلل کرنا چاہیے
ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضو میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلوے کر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے،
جسم کو ملنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرگے کرنا مشروع ہے،
فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان كنتم جنبا فاطهروا -

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے

(ما شدة: ۶)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں
ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے)
غسل پر دے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے، غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے اور بیوی
کا فائدہ کی خدمت کرنا مشروع ہے، تولیہ کے استعمال میں کئی قول ہیں، علامہ تمیمی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ پستیس کرنا
اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ
بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے واپس کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن
کو کھنڈار کھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پونچھتے تھے، ابام نسانی نے روایت کیا ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پونچھتے تھے۔ ل

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب

مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے

پانی لے کر غسل کرنا

بَابُ الْقَدْرِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِي غُسْلِ

الْجَنَابَةِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي

حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِفَضْلِ الْآخَرِ

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

۶۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَرْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَغْتَسِلُ مِنْ آتَاؤِ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَنَاوَلْتُ
حَدَّثَنَا ابْنُ رُمَيْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَعُمَرُ وَالتَّوَّابُ وَ
زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا تَنَاوَلْنَا سُفْيَانَ رِكَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْفَرَقِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَ
كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي
حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَال
سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ أَصْعٍ۔

۶۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعُنَيْرِيُّ
ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا
مِنَ الرِّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ يَأْتَا قَدَمِ الصَّاعِ
فَاغْتَسَلْتُ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأُفْرَعْتُ عَلَى
رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُونَ مِنْ رُءُوسِهِمْ حَتَّى تَكُونَ
كَالْوَقْرَةِ۔

۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ الْأَيْبِيُّ قَالَ
نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْرَمَةٌ بِنْتُ بَكْبَكٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَتْ
عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
اغْتَسَلَ يَدَا بِيَمِينِهِ فَصَبَّ عَلَيْهَا مِنَ السَّاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا
برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع رساڑھے تیرہ
لیٹر پانی آتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
تین صاع رساڑھے تیرہ لیٹر پانی کی مقدار کے ایک
برتن سے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں
اکٹھے غسل کرتے۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت
عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل
جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے، حضرت عائشہ نے
ایک صاع رساڑھے چار لیٹر، پانی منگایا اور اپنے
اور ہمارے درمیان پردہ ڈال کر غسل کرنے لگیں،
آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لیے
بال کاٹ دیتی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے
برابر رہ جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو
دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتدا کرتے پھر
دائیں ہاتھ سے نہاست پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ
سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر

سر پر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے
غسل کرتے، اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے
قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے
باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے
پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے
پانی لے لیتے اور میں کہتی میرے لیے بھی تو چھوٹیے۔
میرے لیے بھی تو چھوٹیے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے
کر غسل کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرتے تھے۔

فَسَلَّمَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِح
بِئْسَيْنِمْ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشَمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَزَعَهُ
مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ
أُغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ -

۶۳۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَأْتِبَا يَمًا
قَالَ نَأْتَيْتُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ
الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ إِتَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالتَّبِي
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسْمُ ثَلَاثَةً
أَمْدًا أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ -

۶۳۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ
قَالَ أَنَا أَخَذَهُ بَنِي حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَخْتَلِفُ أَيُّدِيَنَا
بِهِ مِنَ الْجَنَابَةِ -

۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو
نَحِيْمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كُنْتُ أُغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٌ قَبِيلاً دُرِّي حَتَّى
أَقُولُ دَعُوْنِي دَعُوْنِي قَالَتْ وَهَمَا جُنُبَانِ -

۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابُو بَكْرِ بْنُ
رَبِيعٍ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَأْتِيَانِ
عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ
وَالتَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ -

۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِسْحَاقَ وَابُو
بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جَرِيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْهُ وَابْنُ
دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَالَّذِي يَحْطُرُ عَلَى بَالِي

أَنَّ أَبَا الشَّعْبَاءِ أَخْبَرَ فِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغْتَسِلُ بِفَضْلِ مِيمُونَةَ
۶۲۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ
بْنُ كَعْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ
قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ زَيْنَبَ بَدَتْ
أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ كَانَتْ
هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْتَسِلَانِ
فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل
جنابت کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پورے سات لیٹر پانی سے
غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضو
کرتے تھے۔

۶۲۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي حُرَيْرَةَ
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي
ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ جَدْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَارِكٍ وَ
يَتَوَضَّأُ بِمَكُولٍ وَقَالَ ابْنُ مُثَنَّى بِخَمْسِ مَكَارِكٍ
وَقَالَ ابْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنَ جَدْرِ -
۶۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا وَكَيْعٌ عَنْ
مُسْحَرٍ عَنِ ابْنِ جَبْرِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمَدِّ وَيُغْتَسِلُ بِالضَّاعِ
إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا لیٹر پانی کی مقدار سے وضو
کرتے اور تقریباً سات لیٹر پانی سے غسل کرتے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) ساڑھے چار لیٹر پانی
سے غسل کر لیتے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ
بْنُ عَلِيٍّ كِلَابَةُ عَنْ يَشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ أَبُو كَامِلٍ
نَا يَشْرٌ قَالَ نَا أَبُو رِيحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْتَسِلُ الْقَاعَ مِنَ الْمَاءِ
مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُوضِئُهُ الْمُدَّ -

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول لے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے
تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ
أَبِي عُثَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ
عَنْ أَبِي رِيحَانَةَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْتَسِلُ بِالضَّاعِ وَيَتَطَهَّرُ بِالْمُدِّ -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت

حدیث نمبر ۶۳۵

میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر کھٹے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشہ قالت ما رايت فرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قط - له
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء فی روایتها ایضا ما رايت منه و
لا رای منی یعنی الفرج لہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں۔ بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان حرام کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۶۳۶

میں ہے دو

آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے ساڑھے چار لیٹر پانی منگایا اور حجاب کے نیچے ان کو غسل کر کے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مع الوصائل ج ۲ ص ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

ان میں سے ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن یزید آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرع صدد ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں :

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز ہے اور اگر انہوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، حضرت عائشہ نے ستر کا انتظام سر اور چہرے کے نچلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا جائز ہے کیونکہ قرآنِ تعلیم کی بہ نسبت عملاً تعلیم ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ بعض علماء (حافظ عسقلانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔ لہ

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق | اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ منفرہ کی مقدار رہ جاتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں :

وفرہ، لنتہ سے بڑے بال ہوتے ہیں اور لہ کتدھوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اصمعی کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی عورتیں میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا، کیونکہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستغنی ہو گئیں تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا متعین ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔ لہ

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبداللہ بن محمد کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ "ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں الخ" ثانیاً

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸-۱۹۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنبری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، تاہم امام ابن معین کا ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن سہینہ و شباب و عبید اللہ بن معاذ یسوا اصحاب حدیث یسوا بئشی۔
ابن سہینہ، شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنبری، اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

مثلاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک نہ بنت کے لیے تھا، اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصولِ زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ راجعاً اس زمانہ میں عورتیں جس قدر بال کٹوا کر کم کرا لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔
اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے اجتہاد سے ترکِ زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور توثیق حاصل نہیں ہے اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصولِ زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اِقَاضَةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّاسِ وَغَيْرِهِ ثَلَاثًا

غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف، ہند، ۱۳۲۶ھ
۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ
۴۔ امام ابوعلی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب کراچی
۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۸، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور
۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۰، ۳۲۹، ۳۲۵، ج ۲، ص ۲۸۷، ۲۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
 وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ
 نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ
 عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَاءٌ وَ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ
 أَمَا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي بِكَذَا وَ كَذَا فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا أَنَا فَإِنِّي أُفِيضُ عَلَى
 رَأْسِي ثَلَاثَ أَكْفٍ .

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے
 میں بحث کرنے لگے ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح
 اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 سن کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتا ہوں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر
 ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی
 ڈالتا ہوں۔

۶۴۹ - وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ تَابَ مُحَمَّدُ
 بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَابَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْمَعِيلَ عَنْ سُلَيْمَانَ
 بْنِ صُرَدٍ عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّكَ ذَكَرْتُمْ عِنْدَهُ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ
 فَقَالَ أَمَا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا .

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
 ہیں، وفد ثقیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے
 ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین
 مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

۶۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ
 سَالِمٍ قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي سَعْيَانَ
 عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّكَ وَ قَدْ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا أَرْضْنَا أَرْضًا
 بَارِدَةً فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى
 رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ
 أَنَا أَبُو بَشِيرٍ وَقَالَ ابْنُ سَالِمٍ وَ قَدْ ثَقِيفٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
 ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے
 تو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے، ان سے حسن بن محمد نے
 کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابر کہتے ہیں
 میں نے کہا اے میرے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

۶۵۱ - وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَابَ عَبْدُ
 الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيُّ قَالَ تَابَ جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
 جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ
 حَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ
 شَعْرَانَ كَيْتِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَ
 أَطْيَبَ .

نوٹ: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت ہے، اور امام اور اس تائف کے سامنے اس

کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کر کے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو لازم کیا ہے، نیز جب وضو میں اعضا کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بہ طریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

غسل میں مینڈھیوں کا حکم

بَابُ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

۶۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو
التَّائِقُ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنِ
ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اسْحَقُ أَنَا سَفِيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ
مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أَمْرِسَلَمَةَ عَنْ أَمْرِسَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرًا رَأْسِي أَفَأَنْقَضُهُ
يُغْسِلُ الْجَنَابَةَ قَالَ لَا تَأْتِيكَ أَنْ تَحْتِيَ عَلَى
رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَتَيَاتٍ ثُمَّ تَغِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ
فَتَطْهَرِينَ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا: نہیں۔ تمہارے لیے سر پر صرف تین چلو پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہا لینا تو غم پاک ہو جاؤ گی۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں حیض اور جنابت کا ذکر ہے۔

۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو وَالتَّائِقُ قَالَ تَأْيِزُ
بْنُ هَارُونَ وَوَحْدَةَ ثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ نَاعِبُ
الرِّثَاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى
فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّثَاقِ أَفَأَنْقَضُهُ
لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ
ابْنِ عُيَيْنَةَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت میں مینڈھیاں کھولنا کا ذکر ہے حیض کا ذکر نہیں ہے۔

۶۵۴ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ
قَالَ تَأْيِزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَأْيِزُ بْنُ زُرَيْعٍ
عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ تَأْيِزُ بْنُ مُوسَى
يَهْدِي الْإِسْنَادَ وَقَالَ أَفَأَحْلُهُ فَأَغْسِلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ
وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ -

سعید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر بدمعرب ہے کہ وہ عورتوں کو

۶۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُكَيْتَةَ قَالَ
يَحْيَى أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُكَيْتَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي الزُّبَيْرِ
عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو

يَا مَرْءَ النِّسَاءِ إِذَا اغْتَسَلْتَ أَنْ تَنْقُضَ رُءُوسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا حَبِيبًا لِبْنِ عَمِّهِ هَذَا يَا مَرْءَ النِّسَاءِ إِذَا اغْتَسَلْتَ أَنْ تَنْقُضَ رُءُوسَهُنَّ أَفَلَا يَا مَرْهُونًا أَنْ تَحْلِقَنَّ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنْكَارٍ وَاحِدٍ وَمَا أَرِيدُ عَلَى أَنْ أُفِرَّ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِقْدَاعَاتٍ -

گر غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتے! حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ن: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

باب استحباب استعمال المغتسلين من الحيض

حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب

فُرْصَةٌ مِنْ مَسِكَ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ ٤٥٦. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَائِشَةَ بِنْتُ عُمَرَ وَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ امْرَأَةً النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَتْ كَذَا كَرِهْتُ أَنْ أَعْلَمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فُرْصَةً مِنْ مَسِكَ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَنْ تَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ تَطَهَّرُ بِهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَاسْتَكْرَدَ أَشَارًا لَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلَى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَدَبْتُهَا إِلَى وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَتَّبِعِي بِهَا أَدَّ الدَّمِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَّبِعِي بِهَا إِنَّمَا الدَّمُ -

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل کے بعد مشک لگا ہوا ایک کپڑے سے اس سے پاکیزگی حاصل کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں، آپ نے فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے کہا کیسے آپ نے سبحان اللہ فرما کر ریشم سے اپنا چہرہ چھپایا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے ہوئے اس کپڑے سے غسل کے آثار مٹا دو۔

٤٥٤ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَحْبَانُ قَالَ نَا وَهْبِيُّ قَالَ نَا مَنْصُورُ عَنِ امِّهِ عَنِ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے؟

كَيْفَ اغْتَسَلَ عِنْدَ الطَّهْرِ فَقَالَ خَدِي قَرْمَةً
مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئُ بِهَا ثُمَّ ذَكَرَتْ حَوَّ حَدِيثَ سُفْيَانَ -
۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِثْقَالٍ وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ
ابْنُ مِثْقَالٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ
بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تَحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ
اَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ
الْحَيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ اِحْدَاكُنَّ مَاءً هَا وَسِدْرًا تَهَا
فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطَّهْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَاسِهَا
فَتَدُلُّكَ ذَلِكَا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَاسِهَا
ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً
فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ اَسْمَاءُ وَكَيْفَ اتَّطَهَّرُ بِهَا
فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِيْنَ بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَا تَهَا
تُخْفِي ذَلِكُ تَتَّبِعِيْنَ اَثْرَ الدَّمِ وَسَأَلْتُهُ عَنْ غُسْلِ
الْحَيْضَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطَّهْرَ
اَوْ تُبْلِغُ الطَّهْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَاسِهَا فَتَدُلُّكَ
حَتَّى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَاسِهَا ثُمَّ تُفَيْضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ
فَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ الْبِسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَوْ
يَكُنُّ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ اَنْ يَتَّفَقَهُنَّ فِي الدِّيْنِ -

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل
کرو، اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت
اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض
کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو
پیری کے پتوں کے ساتھ ملا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے
پھر ابھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پر پانی ڈالے
اور سر کو خوب مل مل کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں
تک پہنچ جائے، پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک
کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے
حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ
نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرو پھر حضرت
عائشہ نے چپکے سے حضرت اسماء کو بتلایا مشک لگا
ہوا کپڑا لے کر اس سے خون کا اثر مٹاؤ، پھر حضرت
اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا
آپ نے فرمایا پہلے پانی لے کر وضو کرو، پھر تین بار
اپنے سر پر ابھی طرح سے پانی ڈالو حتیٰ کہ پانی بالوں
کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہاؤ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری عورتیں بھی
کیا عوب تھیں وہ دینی مسائل معلوم کرنے میں حیا نہیں
کرتی تھیں۔

۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَبِيدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِي
قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ قَالَ سُبْحَانَ
اللهِ تَطَهَّرِيْ بِهَا وَاسْتَتَرَ -

۶۶۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ
بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
دَخَلْتُ اَسْمَاءَ بِنْتُ شَكْلِ عَلُو رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
اسماء بنت شاکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئیں اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے
ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا أَطَهَرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَسَاقِ
الْحَدِيثِ وَلَا يَذْكُرُ فِيهِ غُسْلُ الْجَنَابَةِ.

ت: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ حیض سے غسل کرنے والی عورت مشک یا کون اور خوشبو لے کر روئی یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھ لے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبو کو استعمال کرنا ہے تاکہ بدبو نازل ہو جائے، یہ عمل ہر علقہ کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ الْمُسْتَحَاظَةِ وَعُضْلِهَا وَصَلَوَاتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جعیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں علقہ رہتی ہوں یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے اور کبھی پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز پھوڑ دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو پھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَاوَكِبَعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حَبِيشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ قَالَ لَا إِثْمًا ذَلِكَ عِرْقٌ وَكَيْسٌ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ قَدِمِي الصَّلَاةَ فَإِذَا أَذْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عُنُقَكَ الدَّمْرَ وَصَلِي -

۶۶۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مَعَاذٍ وَبِأَخِي حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِرِيُّ رَحَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي حَرْوَةَ حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَنَادُ بْنُ زَيْدٍ كَلَّمَهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكَيْعٍ وَإِسْنَادِهِ وَفِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حَبِيشٍ بِنْتِ عَبْدِ الْمُظَلِّ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ مَثَاوِي حَدِيثِ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ زِيَادَةَ حَرْفٍ تَرَكْنَا ذِكْرَهُ.

۶۶۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا كَيْسٌ رَحَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَفْتَيْتُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام جعیثہ بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ

نے فرمایا یہ ایک رگ ہے جس سے خون نکلتا ہے غسل کرو اور منہ از پڑھ لو، وہ ہر نماز کے بعد غسل کیا کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتی تھیں اور بعض روایات میں بنت جحش کا ذکر ہے، حضرت ام حبیبہ کا نام نہیں ہے۔

أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ رَّسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنْ أُسْتَحَاضُ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ فَأَغْتَسِلِي كَمَا صَدَّقْتِ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَ النَّبِيُّ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرْ ابْنَ شَهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَكِنَّهُ تَمَى وَفَعَلَتْ بِمِثْلِهِ وَقَالَ ابْنُ رُمَيْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةُ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْ حَبِيبَةَ -

۶۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَأَيْبُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي شَهَابٍ عَنْ عُمَرَ وَةَ ابْنِ الرَّبِيعِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَمَتْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ كَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَأَغْتَسِلِي وَصَلِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَبٍ فِي حُجْرَةٍ أُخْتِهَا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ حَتَّى تَعْلُو حَمْرَةَ الدَّامِ الْمَاءِ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَحَدَّثْتُ ذَلِكَ أَبَا بَكْرٍ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللَّهُ هَذَا الْوَسْمُ بِهَذِهِ الْفُتْيَا وَاللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَتَبْكِي لِأَقْتِهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّي -

۶۶۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو أَنَّ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ أَنَا أَبُو رَاهِمٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُمَرَ وَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ الْحَارِثِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم شیر نسبتی ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کی منگولہ تھیں، ان کو سات سال سے مسلسل عمن آرہا تھا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت کا حکم معلوم کیا، آپ نے فرمایا یہ خون ہے لیکن یہ ایک رگ سے نکلتا ہے، غسل کر کے ناز پڑھ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتی تو خون کی سرخی پانی کے اوپر آجاتی، ابن شہاب نے یہ حدیث ابو بکر سے بیان کی انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہند پر رحم فرمائے کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتیں لہذا وہ اس بات پر روتی تھیں کہ وہ اس حالت میں نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، ان کو سات سال سے حیض آرہا تھا، اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

إِلَى قَوْلِهِ تَعْلُو حَمْرَةَ الدَّمِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهَا -

۶۶۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاسُفِيَانُ بْنُ عِيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ جَعْفَرٍ كَانَتْ تُسْتَعَاظُ سَبْعَ سِنِينَ بِدَحْوِ حَدِيثِهِمْ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

۶۶۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلَّانَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْكِثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيْسُكَ حِيْضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے نہانے کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

۶۶۸ - حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ يَدْتُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ كَانَتْ تَحْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا أَمْكِثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيْسُكَ حِيْضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت محسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو، وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

ف: اس باب کی احادیث میں نجاست کو زائل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی احادیث اخاف کے مسلک پر قوی محبت ہیں۔

عائشہ پر نماز کی قضا نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔

بَابُ وَجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلَاةِ

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہواری کے ایام میں

۶۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزُّهْرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَعَاذَةَ ح قَالَ وَ

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَزِيدَ الرَّشِيدِ عَنْ مَعَاذَةَ أُمِّ
امْرَأَةٍ سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضَى إِحْدَانَا
الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحْرُورِيَّةُ
أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَائِهِ.

۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاذَةَ
أُمًّا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضَى الْحَائِضُ الصَّلَاةَ قَالَتْ
عَائِشَةُ أَحْرُورِيَّةُ أَنْتِ قَدْ كُنْتِ نِسَاءَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِيضْنَ أَفَأَمَرَ هُنَّ أَنْ
يَجْرَيْنَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يُقْضَيْنَ.

۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا
تَقْضِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحْرُورِيَّةُ أَنْتِ قُلْتِ لَسْتُ
بِحْرُورِيَّةٍ وَ لَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيبُنَا
ذَلِكَ فَتُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءِ
الصَّلَاةِ.

ن : یہ حکم متفق علیہ ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے، علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

بَابُ تَسْتِثْنَاءِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ
بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي
طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

کہ نماز قضا کرنی چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہیں تم حروریہ (خوارج میں سے) تو نہیں ہو، ہم ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ماہوار ہی آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایام حیض میں نماز قضا کرنی چاہیے حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج عائشہ ہوتی تھیں، تو کیا حضور ان کو نماز قضا کرنے کا حکم دیتے تھے!

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حالت عورت روزہ تو قضا کرتی ہے نماز قضا نہیں کرتی، حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں محض جانا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضا کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

ن : یہ حکم متفق علیہ ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے، علماء نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

پردہ کی اورط میں غسل کرنا

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهَا يَغْتَسِلُ وَقَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِشَوْبٍ .

علیہ وسلم اس کا اوٹ میں نہا رہتے تھے۔

۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ بَيْنَ الْمَعَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى عَقِيلٍ حَدَّثَنَا أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عَامَ الْفَتْحِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِأَعْلَى مَكَّةَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُسَلِيمٍ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ قَاطِمَةَ ثُمَّ أَخَذَتْ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَتْ بِهِ ثُمَّ صَلَّى كَمَا فِي رَكَعَاتِ سُبْحَةِ الصُّحَى .

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دمشق مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اوٹ کی غسل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا اور پاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

۶۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأَى أَبُو أُسَمَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فَسَتَرَتْهُ ابْنَتُهُ قَاطِمَةُ بِشَوْبٍ فَلَمَّا اغْتَسَلَ أَخَذَهَا فَالْتَحَفَتْ بِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى كَمَا فِي سَجَدَاتِهِ وَذَلِكَ صُحَى .

امام مسلم اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا لپیٹ کر پاشت کی آٹھ رکعت پڑھیں۔

۶۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مُوسَى الْقَارِيُّ قَالَ نَأَى أَبُو عَمْرٍو عَنِ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَصَنَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً فَسَتَرْتُهَا فَاغْتَسَلَ .

حضرت ام المؤمنین مہمورہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا کاپانی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا۔

ت: اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اوٹ میں نہا سکتا ہے، اور اپنی بیٹی سے خدمت لے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ پاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آٹھ رکعت ہیں۔

باب ۱۲۵ تحريم النظر الى العورات

پرانی شرم گاہ دیکھنے کی حرمت

۶۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى زَيْدُ الْحَبَابِ عَنِ الصَّخَاكِيِّ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی مرد کو شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں نہ لپٹیں، نہ دو عورتیں برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں لپٹیں۔

عَوْمَرَةُ الْمَرْأَةُ وَلَا يُغْتَبَى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي
تَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُغْتَبَى الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي
التَّوْبِ الْوَاحِدِ.

۶۷۷- وَحَدَّثَنَا نَيْبِرٌ هَادُونَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ

بْنُ رَافِعٍ قَالَا أَنَا ابْنُ أَبِي قَدَيْلِكَ قَالَ أَنَا الضَّخَّالُ ابْنُ

عُثْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَانَ عَوْمَرَةُ عَزِيَّةَ الرَّجُلِ وَعَمْرِيَّةَ الْمَرْأَةِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ روایت کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے

شرعی احکام

مرد کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف
نہیں ہے، اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے
البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شرمگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے
تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، دوسرا یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا
حرام ہے، تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا
شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت
جتنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور پیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مردوں
کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔
مرد کے لیے اجنبی عورت کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پورے
بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بنیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب
کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً خرید و فروخت، علاج اور شہادت کے وقت
اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص
کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شرمگاہ کو برہنہ کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔
ستر اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

بَابُ الْجَوَازِ الْإِغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

۶۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّعْبَدُ التَّوْذِاقَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

لے علامہ بیہقی بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ نور محمد راجع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بلد اول

marfat.com

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل برہنہ غسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے رہتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انک جا کرتے تھائی میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا قسم بخدا موسیٰ کے تنہائی میں نہانے کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان کو ہرنیا کی بیماری ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے، اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہنے لگے اسے پتھر میرے کپڑے دو، اسے پتھر میرے کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر پا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے چھ یا سات نشان تھے۔

قَالَ اَنَا مَعَهُ عَنْ هَتَامِ بْنِ مَتِيْبٍ قَالَ لَهَذَا مَا حَادَتْ كَتَا
 أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْلٍ اَللّٰهُ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ تَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ
 بَعْضُهُمْ اِلَى سَوْءَةٍ بَعْضِيْنَ وَكَانَ مُوسَى يَغْتَسِلُ وَحَدَا
 فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى اَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهُ
 اَدْرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى
 حَجَرٍ فَقَرَأَ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ قَالَ فَجَمَعَ مُوسَى
 صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَثَرِهِ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ جَعَرَ ثَوْبِيْ جَعْرًا
 حَتّٰى نَظَرْتُ بَنُو اِسْرَائِيْلَ اِلَى سَوْءَةٍ مِنْ مُوسَى
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مِنْ اَبْسِ
 فَعَامَ الْحَجَرُ حَتّٰى نَظَرَ اِلَيْهِ قَالَ فَاَخَذَ ثَوْبَهُ
 فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّ
 بِالْحَجَرِ ثَلَاثُ سِتَّةٍ اَوْ سَبْعَةٍ ضَرْبُ مُوسَى
 بِالْحَجَرِ.

تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان اعاذیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کو یہ اطمینان ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے، اور دوا اور علاج کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اور ان اعاذیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صورت، اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عیوب اور نقائص سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرمگاہ کھونا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جبار کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں برہنہ ہو سکتا ہے

آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

بَابُ الْإِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

۶۷۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرَةَ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لهُمَا قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ تَابَعْتُ الرَّبِيعَ إِذْ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ وَبْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِذَا دَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَعَمَلٌ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ لَمَّا قَامَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتَ إِذَا رَأَيْتَ فَشَدَّ عَلَيْهِمُ زَادَهُ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَاتِقَكَ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جب آپ کے بچپن میں کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو، سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند پتھر کا تہبند دیا گیا بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اسے بھتیجے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

۶۸۰ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَارُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَاذِرُ بْنُ كَرِيظَةَ قَالَ إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِذَا رَأَى فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمْرُو بْنُ أَبِي لَوْ حَلَلْتَ إِذَا دَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْبُكِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ عَلَى مَنْبُكِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رَأَى بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمَ هُوَ يَا قَا -

حضرت مسور بن مخزوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لاسے تھا اور میں نے

۶۸۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ قَالَ نَاعُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ بْنُ عُبَادَةَ

۱ - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱ - ۲۲۹، منحصراً مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

حَنِيفِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ
بْنِ حَنِيفِ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْمُسَوِّبِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ
أَقْبَلْتُ بِحَجْرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٌ وَعَلَى إِزَارٍ خَفِيفٌ
قَالَ فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعِيَ الْحَبْرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ
أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخَذُوهُ وَ
لَا تَمْسُوا عَرَائِجًا -

چھوٹا ساتھ بند باندھا ہوا تھا، اچانک میرا تہ بند کھل
گیا اور میرے کندھے پر وزن پتھر تھا، اس وجہ سے
میں تہ بند کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس
کی جگہ نہیں پہنچا دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جا کر اپنا تہ بند لو اور اس کو باندھ لو اور تنگے بدن
نہ پھرا کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن
میں ہی زمانہ جاہلیت کے بڑے اخلاق سے محفوظ اور مومن تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے
تہ بند اتار دیا تھا لیکن چونکہ یہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور مزاج کے خلاف تھا اس لیے آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ان احادیث سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔
علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

زہری نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے
ابن البین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے دس سال بعد قریش
نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، اسی چیز کی محمد بن اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سیبلی نے کہا ہے
کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ دوبار ہوا ہو ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی ہو اور ایک بار کعبہ کو بنایا گیا ہو۔ ل

قضا حاجت کے وقت پر وہ کرنا

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک
مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے
سواری پر بٹھایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی
جس کو میں سمجھی بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو قضا حاجت کے وقت کھجور کے ذرخیز کی
اوٹ زیادہ پسند تھی۔

بَابُ التَّسْتَرِّعِ عِنْدَ الْبَوْلِ

۶۸۲ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَعَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الصَّبِيُّ قَالَ نَأْمَهُدِيُّ وَ
هُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَأْمَهُدِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ
يَعْقُوبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرَدَ فَنِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَخْلَقًا فَاسْتَرَّ إِلَى
حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ
مَا اسْتَتَرْتَهُ بِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِحَاجَتِهِ هَذِهِ أَوْ عَائِشُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِي حَدِيثِهِ يَعْني حَائِطَ نَخْلٍ -

غسل جماع کے احکام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا گیا جب ہم بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عتبان کے مکان پر ٹھہر گئے اور حضرت عتبان کو آواز دیا، وہ اپنا تہبند باندھتے ہوئے دروازہ سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، حضرت عتبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ تہبند ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال (خروج منی) سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

ابوالعلاء بن شیحہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گذر ہوا، آپ نے ان کو بلوایا، وہ اس حال میں گھر سے

بَابُ الْبَيَانِ أَنَّ الْجَمَاعَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لَا يُوجِبُ الْغُسْلَ إِلَّا أَنْ يُنْزَلَ الْمَنِيَّ وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَأَنَّ الْغُسْلَ يَجِبُ بِالْجَمَاعِ ۶۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْأَخْرُؤَنِيُّ نَا سَمِعِينُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ يَعْنِي ابْنَ سَمِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ رَاثَمَيْنِ إِلَى قُبَاءٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَنِي سَالِمٍ وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَابِ عِتْبَانَ فَصَرَخَ بِهِ فَخَرَجَ يَجْمُؤُا زَارَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَجْلِسُنَا الرَّجُلُ فَقَالَ عِتْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْجِدُ عَنِّي إِذَا رَأَى مَا ذَاكَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْمَا الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ ۶۸۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَنْهُ وَابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِسْمَا الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ ۶۸۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا الْمُحْتَمِرُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا أَبُو الْعَلَاءِ ابْنُ الشَّخِيرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَخُ حَدِيثَهُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَمَا يَنْسَخُ الْقُرْآنُ بَعْضُهُ بَعْضًا ۶۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ

الْحَكْمِ عَنْ ذُكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَخَذَ رَجُلٌ مِنْ رُسُلِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ
فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَخَدَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ لَعَنَّا
أَعْجَلْنَاكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا أُعْجِلْتَ
أَوْ قُحِطَتْ فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ
وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ إِذَا أُعْجِلْتَ وَأُقْحِطَتْ .

باہر آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے
تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا دیا،
اس کے کہا ہاں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کبھی
تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب
نہیں ہے صرف وضو کر لیا کرو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی
شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور بغیر انزال کے
علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے
فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر
جو چیز لگی ہو اس کو دھو لے پھر وضو کرے، اس کے
بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی
سے ہم بستر ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو
وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی
شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے
علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، حضرت
عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوئے اور اس کے بعد
وضو کرے۔

۶۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا
صَنَادُ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا أَبُو
كَرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو
مَعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ
عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ شُرَّةً
يَكْسِلُ فَقَالَ يَغْسِلُ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيُ .
۶۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ
هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْمَلِيحِ عَنِ الْمَلِيحِ
يَعْنِي بِقَوْلِهِ الْمَلِيحِ عَنِ الْمَلِيحِ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ أَبِي
بِنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ ثُمَّ لَا يُنْزِلُ قَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ
وَيَتَوَضَّأُ .

۶۸۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ
بُنِ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ وَحَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذُكْوَانَ عَنْ يَحْيَى
بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ
يَسَّارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَنَا سَأَلَ
عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَاءَكَ الرَّجُلُ
امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمِنْ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ
لِلصَّلَاةِ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۶۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الْقَمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى وَابْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّزَّازِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تھکاؤ سے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

۶۹۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ عَشَانَ الْمَسْبُوعِيُّ وَوَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطْرِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثٍ مَطْرِدَانَ لَمْ يُنْزَلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِّنْ بَيْنَهُمَا بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ.

عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضو تناسل کا سر عورت کا اندام نہانی میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اور یہ حدیث ان تمام پچھلی احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں گزرا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے جن سے صرف شعبہ کی سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كِلَاهِمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَهَدَ وَلَمْ يَقُلْ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں، انصاری صحابہ یہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف صحبت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا

۶۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ حَشَّانٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْلَى وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَ نَاهِشَامٌ عَنْ حَمِيدِ بْنِ هِلَالٍ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى وَكَانَ

میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری ابھی تسلی کرا دیتا ہوں، میں وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور باریابی کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر میں نے عرض کیا، اسے میری اور تمام مسلمانوں کی ماں! میں آپ سے ایک مسئلہ حل کرانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے شرم آتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمہاری حقیقی والدہ کی طرح ہوں، مجھ سے کوئی بات پوچھنے میں شرم نہ کرو۔ میں نے عرض کیا غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے یہ بات اس سے پوچھی ہے جس کو اس کا علم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور دوسرے گاہیں مل جائیں یعنی نہ صرف وہاں نہانی میں قایم ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (خواہ انزال ہو یا نہ ہو)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کہتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۹۱ میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور اس کو تمکات سے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

غسل جنابت کا سبب

علامہ بیہقی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو، بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ کی زیر بحث حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں ہے: "غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے" یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب

اختلف في ذلك رهط من المهاجرين والانصار فقال الانصار يئون لا يجب الغسل الا من التفت او من الماء وقال المهاجرون بل اذا خالط ففقد وجب الغسل فقال ابو موسى قانا اشفيكم من ذلك فقلت فاستاذنت على عائشة فايدت في فقلت لها يا امنا اوديا امر المؤمنين اتي اريدا ان اسئلك عن شيء واتي استحيبك فقلت لا تستحيي ان تسالني عما كنت سائلا عنه املك الو ولدك فانما انا املك قلت فتابو جب الغسل قالت على الخبير سقطت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس بين شعبي الاربع ومس العتان العتان فقد وجب الغسل.

۶۹۲ - حدثنا هارون بن مفرور في هامون ابن سبيد اليلي قالانا ابن وهب قال اخبرنا عينا بن عبيد الله عن ابي الربيع عن جابر بن عبد الله عن ام كلثوم عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت ثلاث رجلا سئل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الرجل يجامع اهله ثم يكسل هل عليهما الغسل وعائشة جالسة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اري لا فعل ذلك انا وهدية ثم نغتسل.

میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال ہی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کئے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا کسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعول بغیر مکلف ہو، اگر مسجد دار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت زہریرہ مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے... عروہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

۶۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ حَارِثَةَ بِنْتُ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ أَخْبَرَتْ أَنَّ زَيْدَ ابْنِ تَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ ابْرَاهِيمَ بْنَ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَجِدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَحْوِضًا عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا تَوَضَّأُ مِنْ آثْوَابِهَا قَطْرًا أَكَلْتَهَا لِذِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَوَضَّأُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَآتَانَا حَدِيثُهُ هَذَا الْحَدِيثُ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ ابْنَ الرَّبِيعِ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَضَّأُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری پر لگا ہوا گوشت یا صرف گوشت کھایا (راوی گوشت کسے ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

عمر بن امیہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

عمر بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، اسی وقت نماز کی اقامت (تکبیر) ہوئی، آپ نے چھری پھینک دی نماز پڑھائی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر

۶۹۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكَمَةَ بْنِ قَعْبٍ قَالَ نَامَلِكُ عَنْ تَرِيدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ -

۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَائِبِي بَنِي سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُمَرَ وَهَّ قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَرَقًا أَوْ لَحْمًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ أَوْ لَمْ يَمْسَسْ مَاءً -

۶۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا بَرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمِرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَيْفِ يَأْكُلُ مِنْهَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ -

۶۹۹ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَيْسَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ دِينَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمِرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَيْفِ شَاءَ فَأَكَلَ مِنْهَا قَدْرَ عِيٍّ إِلَى الصَّلَاةِ فَعَامَ وَطَرَحَ السِّكِّينَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ -

۷۰۰ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو وَحَدَّثَنِي بَكِيرُ بْنُ الْأَشَجِّ عَنِ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَيْفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ - قَالَ عَمْرُو وَحَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ

يَعْقُوبُ بْنُ الْأَشَّجِيِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي
سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
تَافِعٍ عَنْ أَبِي تَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ
لَكُنْتُ أَشْرَفِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَطْنِ الشَّامِ كُنْتُ مَعَهُ وَكَتَمْتُ بِتَوَطُّأٍ -

گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
بکری کا کلیجی بھون رہا تھا آپ کلیجی کا سب سے کچھ (پھر
آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۴۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَيْتُكَ
عَنْ عَقِيلِ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا
تَعَدَّ عَابِيًا فَتَضَمَّنَتْ وَقَالَ إِنَّ لَكُمْ دَسَانًا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حصہ پیا اور
پھر پانی منگوا کر گلی کی، اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکنائی
ہوتی ہے۔

۴۰۳ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَآخِبَنِي عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ
ابْنِ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح
وَحَدَّثَنِي حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ كُلُّهُمْ وَعَنِ ابْنِ شَهَابٍ
يَأْتِي عَقِيلُ بْنُ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهُ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی
ایک روایت نقل کی ہے۔

۴۰۴ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَأَيْتُكَ
ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَيْتُكَ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ نِيَابًا ثُمَّ
خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَى بِهَيْبَةَ تَحْبِيزٍ وَآخِرُهَا كَلَّ
تَلَّتْ لُقْمًا ثُمَّ صَلَّى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ
مَاءً -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے،
پھر نماز کے لیے نکلے، اس وقت آپ کے پاس ایک
شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں
تین لقمے کھائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اور پانی کو
لمتھ نہیں لگایا۔

۴۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأَيْتُكَ
عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَأَيْتُكَ ابْنِ عَمْرٍو ابْنِ
عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَأَلْتُ الْحَدِيثَ
بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ حَلْحَلَةَ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
شَهِدَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
صَلَّى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّاسِ -

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس
میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو نماز پڑھانے
کا ذکر نہیں ہے۔

ف: جمہور صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پچی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پچی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے، یہ حدیث جامع ترمذی ابن ابی شیبہ اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا نقل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو، اس شخص نے پوچھا کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکری کے بائے میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا کیا میں اونٹ کھانے کے بعد نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی مثل منقول ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ

۴۰۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنِ الْجَعْدَرِيُّ قَالَ نَأَى أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْبَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْضَأُ مِنَ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأُ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ قَالَ أَصَلِّيَ فِي مَرَايِعِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَصَلِّيَ فِي مَبَارِكِ الْإِذِلِ قَالَ لَا -

۴۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى مَعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو قَالَ نَأَى زَائِدٌ عَنْ سَمَاءِ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَ نَأَى عُثَيْدُ اللَّهِ ابْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَاشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعَثَاءِ وَكُلُّهُمُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْبَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ -

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس کو وضو لغوی یعنی کلی پر محمول کیا ہے۔



بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ
الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَ فِي الْحَدِيثِ فَلَهُ
أَنْ يُصَلِّيَ بِطَهَارَتِهِ تِلْكَ

جس شخص کو وضو کا یقین ہو پھر وضو ٹوٹنے کا
شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز
پڑھ سکتا ہے

۴۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَنْهُ وَالثَّقَلُ وَ زُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا
عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرُو وَحَدَّثَنَا سَعِيدَانُ بْنُ
عُيَيْنَةَ عَنِ الثَّوَاهِرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ
عَنْ عَيْتِ بْنِ شَكْلِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرَّجُلُ يُعْبَلُ إِلَيْهِ أَنْ يَجِدَ الْمَنَى فِي الصَّلَاةِ
قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
شکایت کی کہ انھیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک
لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو، جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس
نہ ہو جائے یا تم ریح کی آواز نہ سن لو۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتَيْهِمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ

۴۰۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأْجِبُونِي
عَنْ سَهِيلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي
بَطْنِهِ شَيْئًا فَاشْكَلْ عَلَيْهِ أَخْرِجْ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْراً
فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ
يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کسی شخص کے پیٹ میں گھڑ بڑ ہو، اور اسے شک
ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں
تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ
ریح کی بڑیا آواز محسوس نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

شک سے یقین نراکل نہیں ہوتا

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور
قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے سچی کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے
اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا، جمہور صحابہ، تابعین اور فقہاء کا
یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ
ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔

بَابُ الطَّهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالْإِبْرَةِ

مروار اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد ص ۱۳۵، المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْقَائِدِ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍَا جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَهْرَبِيِّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَصِدِّقٍ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَا تَتَّ قَمَرِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُهَا بِهَا فَدَبَعْتُهَا فَأَتَفَعْتُهَا فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلَهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍَا فِي حَدِيثَيْهِمَا عَنْ مَيْمُونَةَ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے صدقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مر گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کا کھال کیوں نہ اتاری، رنگنے کے بعد اس کا کھال سے ناندہ حاصل کرتے! ان لوگوں نے عرض کیا، حضور یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار جانور کا مرنے کا حرام ہے۔

۱۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَدَمَكُ قَالَ نَابِئٌ وَهَبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَأَكَلَهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کا کھال سے ناندہ کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا مردار جانور کا مرنے کا حرام ہے۔

۱۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُبَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَإِيَّا يُونُسَ .

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَمْرٍَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ الرَّهْرِيِّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عَمْرٍَا قَالَ سَأَفِيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَعُواهَا فَأَتَفَعُوا بِهَا .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری پڑھی ہوئی دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا کھال کیوں نہ اتاری، تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ الثَّوْفِيُّ قَالَ نَابِئُ عَائِمٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَرِيحٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کے ہاں ایک بکری

بُنُ دِينًا بِمَا قَالَ أَخْبَرَ فِي عَطَاءٍ وَمُنْدَجِينٍ قَتَالَ
أَخْبَرَ فِي ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةَ
كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا -

۱۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ السَّلِيِّ بْنِ أَبِي
سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِمَوْلَاةٍ مَيْمُونَةَ فَقَالَ
أَلَا اسْتَفَعْتُمْ بِهَا بِهَا -

۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ
بْنُ بِلَالٍ عَنْ مَرْيَدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ
وَعْلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ
الإِهَابُ فَقَدْ طَهَرَ -

۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَنْهُ
التَّاقِدَةُ قَالَا قَالَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
وَأِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ
كُلُّهُمُ عَنْ مَرْيَدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

۱۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
إِسْحَاقَ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا
عَنْ وَهْبِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيدَ
بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَنَا قَالَ رَأَيْتُ
عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبِيحَةَ قَرُوءًا فَمَسَسْتُهَا فَقَالَ
مَا لَكَ تَمَسَسْتِهَا قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ
إِنَّمَا تَكُونُ بِالنَّمْرِ بِ وَمَعَنَا الْبُرْبُرُ وَالْمَجُوسُ
تُوقِي بِاللَّكْبِشِ قَدْ دَبَّحُوهُ وَنَحْنُ لَوْ نَا كُلُّ
ذَبَابٍ يَحْتَمُّ وَيَأْتُونَنَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهَا

پلی ہوئی تھی اور وہ مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی پھر تم اس سے نفع حاصل
کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ کی باندی کی
رمداب بکری کے پاس سے گزرتے، آپ نے فرمایا تم
نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہ اٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کھال
کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس
حدیث کی شکل منقول ہے۔

ابو الخیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک
پوستین (چمڑے کی قمیض یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا
میں نے اس پوستین کو چھو کر دیکھا، اس نے کہا تم اس
کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبداللہ
بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے
کہا تھا کہ ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے
ساتھ قوم برابر اور آتش پرست لوگ رہتے ہیں، وہ بکری
ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے، اور ہمارے
پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چربی ڈالتے ہیں

الْوَدَّكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَبِأَعْدَاءِ طَهُوسٍ ۖ

۶۱۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَيْبَعَةَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَعْلَةَ السَّبَّأِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّمَا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ قِيًّا تَيْنًا الْمَجُوسُ بِالْأَسْقِيَّةِ فِيهَا الْمَاءُ وَالْوَدَّكَ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ تَوَاهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَبِأَعْدَاءِ طَهُوسٍ ۖ

ریہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے فرمایا تھا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ابن وعلہ سبئی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے پوچھا ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش پست شکوں میں پانی اور چربی لے کر آتے ہیں آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی رائے سے فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

رباعث سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

- مردار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذاہب ہیں:
- ۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ: کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور جہان میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔
 - ۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔
 - ۳- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابو ثور اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔
 - ۴- امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔
 - ۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں مگر کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور تر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپر ہی حصہ پر نادر پڑھی جاسکتی ہے۔
 - ۶- ولو و ظاہری، غیر متقلدین اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ بشمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہر و باطن پاک ہو جاتی ہیں۔

۷۔ نہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بیزر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا اثر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگتا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال

دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام

کا فساد (سڑنا اور بدبودار ہونا) محتم ہو جائے، مثلاً انار کے چمکوں، قرظ کے پتوں، نوشادر اور دیگر کیمیائی اجزاء سے، فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوئی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں کھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، راکھ اور مٹی سے کھال پاک نہیں ہوتی، آبا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے، یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو، جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، ہدایہ۔ ۱

بَابُ الثَّمِيمِ

تیمم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیلہ یا ذوات الجبیش پر پہنچے تو میرا لڑکھٹا گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بار کو تلاش کرنے کے لیے رگ گئے، اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرایا، اس مقام پر پانی ہے

۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اسْفَافِيَاءَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَبِيشِ انْقَطَعَ عِقْدِي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّمَاسِمِ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَكَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَكَانَ مَعَهُمْ مَاءٌ وَقَامَ النَّاسُ إِلَى آيَةِ بَكْرِ فَقَالُوا لَا تَدَى إِلَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ فَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالنَّاسِ مَعَهُ وَكَيْسُوا عَلَى مَا وَكَيْسَ مَعَهُمْ
 مَا وَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَاصْبِرْ رَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ
 حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ
 وَكَيْسُوا عَلَى مَا وَكَيْسَ مَعَهُمْ مَا وَكَيْسَ مَعَهُمْ
 أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ
 بِيَدِهِ فِي حَاضِرَتِي فَلَا يَسْتَعِينِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا
 مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 فَخِذِي قَدْ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَا وَكَيْسَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى
 آيَةَ التِّيْمِمْ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ
 حُضَيْرٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوْ لِي بَرَكَاتِكُمْ
 يَا أَبَا بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبِعْتُنَا الْبَعِيرَ التَّوْفَى
 كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْتَنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ .

۷۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو
 اسْمَاءَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو اسْمَاءَ وَ
 ابْنُ بِشْرِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ
 مِنْ أَسْمَاءَ قَلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدَّوْكَهُمْ
 الصَّلَاةُ فَصَلُّوا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا اتَّوَا التِّيْمِمْ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَتَلَّتْ آيَةَ
 التِّيْمِمْ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَدُّكَ اللَّهُ
 خَيْرًا قَوْلَ اللَّهِ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ
 اللَّهُ لَكَ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ
 فِيهِ بَرَكَاتًا .

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ (یہ شکایت سن کر)
 حضرت ابو بکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانوؤں پر سر رکھے ہوئے
 محو نیند تھے، حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا
 اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
 تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسا جگہ روک لیا ہے
 جہاں بالکل پانی نہیں ہے، نہ صحابہ کے پاس پانی ہے
 پھر حضرت ابو بکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے
 رہے اور اپنے اہل قوس سے میری کوکھ میں اپنی انگلی جھپٹتے
 رہے، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام
 میں مغل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں
 اٹھی، یہاں تک کہ اسی حال میں یہی جب کہ لوگوں کے
 پاس پانی نہ تھا، صبح ہو گئی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت
 تیمم نازل فرمائی، پھر ثقباء میں سے حضرت اسید بن حضیر نے
 کہا کہ اے ابوبکر یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے!
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا
 کیا جس پر میں سوار تھی تو ہمارا اس کے نیچے سے نکل آیا۔
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
 کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک
 ہار عاریتہ لیا اور وہ سفر میں آگم ہو گیا تھا، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو ہار
 ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، اسی اثنا میں نماز کا وقت آ
 گیا اور انھوں نے بنبر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
 تو انھوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی، اسی
 وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اسید بن حضیر نے حضرت
 عائشہ سے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔"
 آپ پر کوئی پریشانی نہیں آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی
 کو آپ سے زائل کر دیا، اور مسلمانوں کے لیے اس

میں برکت رکھ دی۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نازیں پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیباً طیباً ”جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو“ حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے حدیث ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں رجب میں سویا تو مجھ پر غسل فرض ہو گیا۔ پس میں خاک پر اسی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا، جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں، پھر رجب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک مرتبہ ماسے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پر مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے سابقہ مثل سابق روایت ذکر کی، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

۶۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوَأَنَّ رَجُلًا اجْتَنَبَ قَلَمٌ يَجِدُ الْمَاءَ شَهْمًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتِيمُكُمْ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْمًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَيْفَ يَفْعَلُ وَالْأَيْتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ قَلَمٌ يَجِدُ الْمَاءَ فَكَيْفَ تَتِيمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ دَخِصَ لَهْرٌ فِي هَذِهِ الْأَيْتِي لَا وَشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتِيمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عُمَارٍ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَتِي فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الْآبَةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَمْ يَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هَكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبًا وَاحِدًا ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالِ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفِّيهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَوْ لَمْ تَرَعُمَا لَمْ يَفْتَعُمَا يَقُولُ عُمَارُ

۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ

أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِطْعَتِهِ نَحْوَ
حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ
هَكَذَا وَضَرَبَ بِبَيْدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيَهُ -

۲۴- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَيْدِيُّ
قَالَ تَابِعِيُّ يَفْنَى ابْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ
حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرِّبَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنِ أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ
فَلَمْ أَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تَصِلْ فَقَالَ عَمَّا رَأَى مَا تَذَكُرُ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا آوَأْنَا وَأَنْتَ فِي سِرِّيَّةٍ فَاجْتَنِبْنَا
فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تَصِلْ وَأَمَّا أَنَا
فَتَمَعَلْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَهْرَبَ بِبَيْدَيْكَ
الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفَعَهُ ثُمَّ تَمَسَحَ بِهِنَّ وَجْهَكَ وَ
كَفَّيَكَ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ اللَّهَ يَا عَمَّامُ فَقَالَ إِنْ
يَشِئْتَ لَمْ أُحَدِّثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِي
ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ
ذَرِّبَانَ قَالَ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ عَنْ ذَرِّبَانَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ
الَّذِي ذَكَرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نَوَيْتُكَ مَا
نَوَيْتُ -

۲۵- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا
النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ
ذَرِّبَانَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قَالَ قَالَ الْحَكَمُ
وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَنِ أَبِيهِ
أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ
مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَنَادَى فِيهِ قَالَ عَمَّا رَأَى أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ إِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ
لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا وَ لَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر ماسے
اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا، اور حضرت عمار رضی اللہ
عنه سے فرمایا غسل جنابت کی خاطر، تمہارے لیے اس
قدر تیمم کافی ہے۔

ابن ابی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
ہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا میں جنبی ہو گیا اور مجھے
پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نماز مت پڑھ۔
حضرت عمار کہنے لگے، اسے امیر المؤمنین کیا آپ کو
یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں
جنبی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہر حال
نماز نہیں پڑھی، لیکن میں زمین پر لوٹ پرٹ ہو گیا، اور
میں نے نماز پڑھ لی جب حضور کی خدمت میں میں پہنچا
اور واقعہ عرض کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہارے لیے آنا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر
مارتے پھر پھونک مار کر گرواڑا دیتے، پھر ان کے
ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر
نے کہا اسے عمار خدا سے ڈرو، حضرت عمار نے کہا
اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان
کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ
اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر
نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ نہیں پڑاتے ہیں۔
امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق
حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ
اسے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجھ
پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی
سے بیان نہ کروں۔

عَنْ دِيَّانٍ -

۶۲۶ - قَالَ مُسْلِمٌ وَدَوَى الثَّيْبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ
جَعْفَرِ بْنِ زَيْبَعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُهْرٍ عَنْ
عَمِيرِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ
الرَّحْمَنِ ابْنُ يَسَّارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْجَهْمِ ابْنِ
الْحَارِثِ ابْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَهْمِ
أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَحْوِ
بِشْرِ جَبَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتَّى
أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ كَمَسَةً وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ شَرَّ
رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ -

۶۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَسْتَبَانُ عَنِ الصُّغَالِيِّ بْنِ عُمَانَ
عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ أَنَّهُ رَجَلًا مَرَّ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُورُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر
بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا زوجہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے
غلام عبدالرحمان بن یسار ابو الجہم بن حارث انصاری
کے پاس گئے، انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل نامی کنوئیں کی طرف سے
آئے، راستہ میں آپ نے ایک شخص کے سلام کا اس
وقت تک جواب نہیں دیا جب تک ایک دیوار کے
پاس پہنچ کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح نہیں کر
لیا، اس کے بعد آپ نے اس کے سلام کا جواب
دیا۔

حضرت عبدالرحمن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے
تھے، ایک شخص نے پاس سے گذر کر سلام کیا، آپ
نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات

وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم
من الماء ولم يستم النساء فممسحوا بوجوهكم و
فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم و
ايديكم منه ما يريده الله ليجعل عليكم من
حرج ولكن يريده ليطهركم وليتم نعمته
عليكم لعلكم تشكرون -

(ماثد ۶۱۲)

علامہ کبیری بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تیمم، کتاب، سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے
صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث اصغر ہو یا حدیث اکبر، تیمم صرف چہرے
اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضروری ہیں (دوبارہ پاک مٹی پر ہاتھ

مارنا ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالعزیز بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ، اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحاق، ابن المنذر اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر نفلوں تک مسح کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے، دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علامہ کا اس پر اجماع ہے تیمم حدیث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدیث اکبر (جنبی، عائض اور نقسام) کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالفت نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالفت ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا، اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے، وہ اگر اتنا پانی ہو تو اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھولیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر طوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق طوبت فرج نہیں ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے، اور اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ہلین)

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد و ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام تیمم کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ مصلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو، اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں، اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ فقہاء شافعیہ اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدیث کو زائل نہیں کرتا بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض نماز اور جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر تیمم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر تیمم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا

جاؤ ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز ہلک نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔ لہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، ندی، دریا، پتھر وغیرہ، تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا قدر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کسی فرائض پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ لہ

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

- ۱- بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔
- ۲- کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا، خواہ اس کا خاوند موجود ہو، صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔
- ۳- کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے بار کا گم ہونا تھا۔
- ۴- کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔
- ۵- کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سزائش کرنا خواہ وہ بیٹی خادمی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔
- ۶- اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جسم کو ملنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سونے والے، بیمار یا نمازی یا قاری یا عالم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷- سفر میں تہجد کی زحمت، یہ اس قول پہ ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔

۸- پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمر بن حارث کی روایت

۱- علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ۱۰۵۹۳، ہاریر اولین ص ۳۸-۳۲، مختصراً مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

میں ہے نازل کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا، اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ پر ناراضگی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی ہے، آپ نے وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی فرضیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی فرضیت سنت سے تھی اسباب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہو گئی، بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسلم اعرجی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری لاتے تھے ایک دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں جنہی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی ہارگم ہونے والے دن پیش آیا ہو، کیونکہ وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور سواری ملا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیس کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرنا۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست، مریض، بے وضو اور جنہی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنہی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنہی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور حضرت میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے، یا مرض، یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابو عمر و ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبری نے کہا امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اگر بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں، وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے، اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں ازواج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کو ساتھ لے جائے، اور قرعہ اندازی کر کے اس کو لے جانا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک امام شافعی

اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

۱۳۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے یہ ہر بارہ درہم کی مالیت کا قتل

۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جہاد خواہ اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ نماز کے لیے پانی نہ مل سکے۔

۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا ترکل کے حلال نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بار کو تمام قافلے والوں نے مل کر تلاش کیا۔

۱۸۔ کسی چیز کو عاریتہ لینے کا جواز اور عاریتہ کی ہوائی چیز کے ساتھ اس کے مالک کی ابادت سے سفر کرنے کا

۱۹۔ عورت کا اپنے ماوند کی خاطر ریبالشش کے لیے ہر اور دیگر زیورات پہننا۔

۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے راز پر متحرک کر سونے کا جہاز۔

۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا، کیونکہ حضرت ابو بکر کے چکیاں لینے کے باوجود حضرت

عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہلنے سے باز رکھا۔

۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا، اور حضرت عائشہ کی فضیلت۔

۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انھوں نے بے وضو نماز پڑھی، اللہ

تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو مٹا دیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت

کرتے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارا نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تمہت لگائی تو اللہ تعالیٰ

نے قرآن مجید کی دس آیات میں ان کی برأت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حد قذف کا قانون نازل کیا جس کی

وجہ سے قیامت تک تمام خواتین کی عزتیں محفوظ ہو گئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرما

جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں

پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لیں۔ ۱۔

حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث | اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار نکل آیا۔

علامہ یحییٰ بن بشر نووی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو ہار مل گیا، ایک روایت میں دو

شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور ان کے

متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔ ۲۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن بشر نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بعض لوگ اس حدیث سے علم رسالت پر طعن کرتے ہیں کہ اگر آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ بارگاہِ ہشاد میں، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے، مثلاً یہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ ہمارے اور وہ تمام مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا ہم نے علامہ عینی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

تیمم کے بعض مسائل

حدیث نمبر ۲۶، میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار سے تیمم کیا۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا، کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے، خواہ فرض نماز، نماز عید، یا نماز جنازہ کے وقت ہونے کا خوف ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے وقت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی قضاء نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی، یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا، اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے، پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا، اس میں دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کوڑھیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔ ۱۰

مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستے میں ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چپکے سے غسل کرنے کے لیے چلے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا، جب ابوہریرہ آئے، تو آپ نے پوچھا اے ابوہریرہ تم کہاں تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں جنبی تھا، میں نے

۲۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَابِعِي يَعْقِبُ ابْنَ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ نَا سَمِعِيلُ بْنُ عُكَيْتَةَ عَنْ حَمِيدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ لِقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ قَانَسَلَهُ فَذَهَبَ فَأَعْتَسَلَ فَتَقَفَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ آيُنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَيْتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ

۱۰۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲-۱۶۱، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا ناپسند سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ -

۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُثَيْبٍ قَالَا ذَكَرْنَا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلِ بْنِ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَدِيْعَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَبَجَّادَ عِنْدَهُ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ حَمَّاءُ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ -

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو در بطور عذر عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۲۹ میں ہے، مومن نجس نہیں ہوتا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل عظیم ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ پیٹ کا بچہ جو اس کی مال سے ساقط ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طاهر ہے، یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور مردہ مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طاهر ہے اس لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلقاً روایت کیا ہے کہ مسلم نجس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور جہور مسلمان یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے، یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے: انما المشركون نجس "مشرکین نجس ہیں"، اس سے ان کے اعتقاد کی نجاست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضا بول اور بلز کی طرح نجس ہیں، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طاهر ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں، لہذا مشرکین کے کپڑوں سے نماز پڑھنا جائز ہے اور کسی مانع چیز کو ان کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے، اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل فضل کے مصاحب کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر بیٹیت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبو دار اور ناپسندیدہ لباس سے پاک ہو، کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ لہ

بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ
وَعِظِهَا

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ

کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

۴۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَ
إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ خَالِدِ بْنِ سَنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ
عَلَى كُلِّ أَحْيَانٍ .

جنبی اور مانع کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے۔

علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

تسبیح، تمجید، تملیل، تمکیر اور دوسرے اذکار کے جواز کے لیے یہ حدیث اصل ہے، فقہاء کا اختلاف اس میں ہے کہ آیا جنبی اور مانع کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مہمور فقہاء کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جزیں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور مانع پر حرام ہے، اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے، اور جنبی اور مانع کے لیے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے (البتہ چھوٹا چھوٹا نہیں ہے) اور ان کے لیے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول، براز اور جماع کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جنبی ہوں اور بول، براز وغیرہ کے حال میں آپ زبان سے ذکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ
فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوَضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْقَوْرِ
۴۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ
الزُّهْرِيُّ قَالَ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ أَبُو
الرَّبِيعِ نَحْنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَأَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ
فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوَضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْقَوْرِ
۴۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ
الزُّهْرِيُّ قَالَ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ أَبُو
الرَّبِيعِ نَحْنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ یحییٰ بن شریف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار المسعودی مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وضو کروں۔

خَوْرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَأَقْبَىٰ بِطَعَامٍ فَذَكَرُوا لَهُ الْوُضُوءَ
فَقَالَ أَيْمَانُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوْضَأُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ
بیت اٹھلا سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا،
اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں
جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ
سُقَيْنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ
سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ وَأَقْبَىٰ بِطَعَامٍ فَقِيلَ
لَهُ أَلَا تَتَوَضَأُ قَالَ لِمَا صَلَّى فَأَتَوْضَأُ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اٹھلا گئے جب
فارس ہو کر آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض
کیا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے آپ
نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھتی ہے؟

۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ مُسْلِمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ الْحُوَيْرِثِ مَوْلَى ابْنِ الشَّائِبِ أَنَّ سَمِعَةَ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قَدِمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيلَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَتَوَضَأُ قَالَ لِمَا صَلَّى لِمَا لَلَّصَلَوَةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اٹھلا سے فارس ہو
کر آئے، اور آپ نے وضو کیسے بنیہ کھانا کھایا، بعض
روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا
کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا
ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ
جَبَلَةَ قَالَ قَالَ أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ
بْنَ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ سَمِعَةَ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ
فَقَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَكَلَّ وَكَلَّ يَمْسُ مَاءً قَالَ
ذَكَرْتُهُ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ
تَتَوَضَأْ قَالَ مَا رَدَّتْ صَلَوَةٌ فَأَتَوْضَأُ وَزَعَمَ عَمْرُو
أَنَّ سَمِعَةَ مِنْ سَعِيدِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ۔

من: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (چھونا نہیں)
اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت
سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بیت اٹھلا جانے کے وقت کی دعا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ

زَيْدٍ وَقَالَ يَحْيَىٰ أَيُّضًا أَنَا هُنَّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ
الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثٍ حَمَّادٍ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ
الْكَنِيْفَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ
وَالْخَبَائِثِ .

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے
تو یہ دعا پڑھتے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث
اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ
میں آتا ہوں۔

۴۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُكَيْتَةَ عَنْ
عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ هَذَا إِسْنَادًا وَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ
الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے وقت یہ الفاظ
کہتے: اعوذ باللہ من الخبث والخبائث .

ن: اس حدیث میں خبث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس
سے کفر مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ خبث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی
نے کہا کلام عرب میں خبث مکروہ کہتے ہیں، خبث کلام سے مراد گالی گلوچ ہے، خبیث ملت سے مراد کفر ہے
خبیث طعام سے مراد حرام ہے، خبیث مشروب سے مراد مضر ہے، قنار حاجت سے پہلے یہ دعا بیت الخلاء
کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں قنار حاجت کرے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

بیلٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں
ٹوٹتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز
کی اقامت کہی گئی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک
شخص سے سرگوشیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں
کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا
يَنْقُضُ الْوُضُوءَ

۴۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ
بْنُ عُكَيْتَةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ قَدْرٍ قَالَ نَا
عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَجَى لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَ
نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَجَّى الرَّجُلُ حَتَّى
أَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى تَأَمَّ الْقَوْمُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشی فرما
رہے تھے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ بدستور
سرگوشی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب

۴۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سَهْبٍ
مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَجَّى رَجُلًا فَلَمْ يَزَلْ يَتَأَجِّيهِ

حَتَّى تَأْتِيَ أَضْحَابَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ -

۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ
تَاكَالَيْدُ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ تَا شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُونَ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا
يَتَوَضَّأُونَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ إِي وَاللَّهِ -

سو گئے پھر آپ تشریف لائے اور انہیں نماز پڑھائی
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے پھر نماز پڑھتے
اور وضو نہیں کرتے تھے شعبہ کہتے ہیں میں نے قناد سے کہا تم نے اس
حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے! انہوں نے کہا ہاں خدا کی قسم!

۴۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ عَمْرٍو الدَّارِيُّ
قَالَ نَلَحَبَانُ قَالَ تَا حَمَّادٌ عَنْ تَابِتٍ عَنْ أَنَسِ أَيْ
قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَتَعَالَ رَجُلٌ لَيْ
حَاجَةً فَفَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَجَّجٌ
حَتَّى تَأْتِيَ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلُّوا -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء
کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور
سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ اس
سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ
سو گئے، پھر انہوں نے نماز پڑھی۔

نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے

شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کی ایک دوسرے سے سرگوشی
منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد
گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم
تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس باب میں یہی مسئلہ مقصود ہے
اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

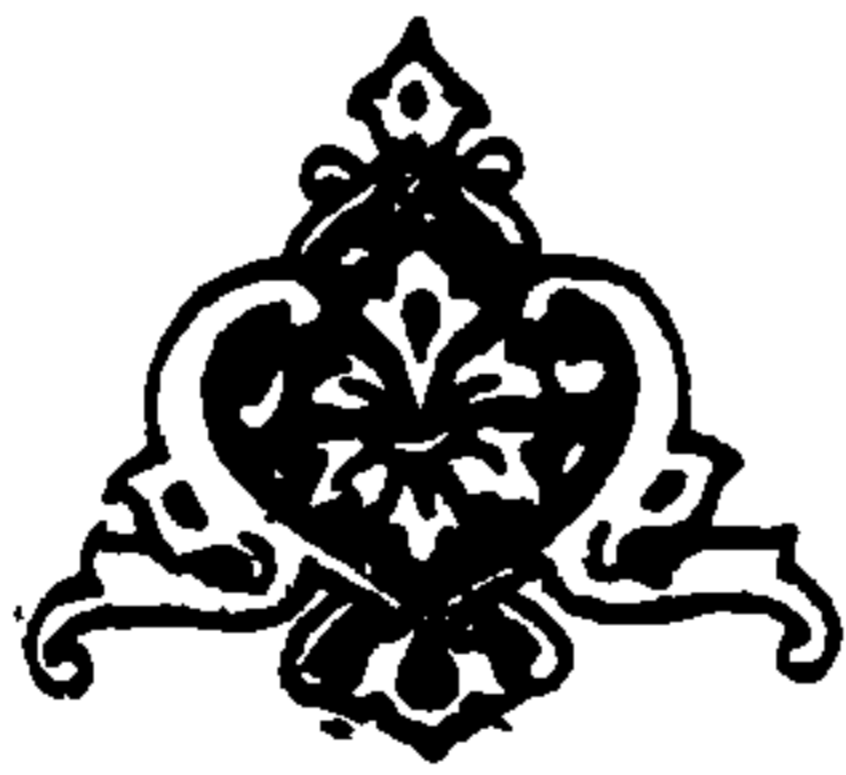
- ۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو
کو نہیں توڑتی۔
- ۲۔ حسن بصری، مزنی، ابو عبید قاسم بن سلام، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ
نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔
- ۳۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی
ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔
- ۴۔ امام ابو حنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہنیت مثلاً قیام
رکوع، سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر
انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۵۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔
 ۷۔ امام شافعی کا ایک ضمیمہ قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جا کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو، امام شافعی کے نزدیک نیند فی نفسہ حدیث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے، اس لیے جب وہ مقعد کو جھٹے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل زائل ہو، بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، نیند یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں، اور یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ۱۷

آج بروز منگل ۸، ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ / ۲۴ نومبر ۱۹۹۳ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، اللہ العالمین اس جلد کا بقیہ حقتہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّیْنَ اَفْضَلِ الْمُرْسَلِيْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمَحْبُوْبِيْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ اِمَهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاصْحَابِهِ الْكٰمِلِيْنَ الرَّاشِدِيْنَ وَسَائِرِ اَوْلِيَآءِ اُمَّتِهِ وَعِلْمَآءِ مِلَّتِهِ اَجْمَعِيْنَ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے، نمازی جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، درود پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر اسلام عینا و علی عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے پہلے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے پھر جھک جاتا ہے، پھر تواضع اور ساجزہ کی آخری مرتبہ میں سجدہ میں جاگتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے اور غام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ تمام کاموں سے رُکارتا ہے، مسجد میں نماز کے دوران اعتکاف کی سعادت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کے اشتیاق کو زندہ کرتا ہے، کھانے پینے سے رُکے رہ کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے، بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کے خوف کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے! اس کا پاک بدن پاکیزہ لباس اور با وضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اخلاص اور خدا خوفی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہدہ کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑنے کی نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ غرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، حج کا قصور ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عبادت تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تکریم ہے، مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔ اخلاص نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام بڑے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہے، مؤمن کی معراج ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

قرآن کریم میں نوٹے مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز اسلامی عبادات کا سب سے پیارا کن ہے، تمام عبادات میں صرف نماز ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوٹھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے، یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو، (واقظنی) اگر کھڑے نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابو داؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو، بہر حال نماز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابو داؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جس حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ نماز ادا کرنا ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گذرتا، مگر ادائیگی نماز کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا ہو اس میں کوئی جھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا: نماز دل کی روشنی ہے، نماز میری آنکھوں کی ٹنڈک ہے، آپ نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان صرف نماز سے امتیاز ہوتا ہے، "مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار عنشی طاری ہوتی تھی، جب ہوش آنا سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کی زبان پر جو لفظ بار بار آتا تھا وہ نماز "الصلوٰۃ" تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جبکہ جبکہ انسانوں سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بھنور میں پھینتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتوں میں سبزہ کون اگاتا ہے، تمہارے پینے کے لیے آسمان سے بادلوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا کس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں ہواؤں کے سمندر کس نے رواں دواں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکستہ ہے جو ان نعمتوں کو لوٹا سکے، پھر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نماز پڑھنا اس کا کتنا عظیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کی روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤن ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درماں اور دکھ کا علاج صرف نماز ہی میں ملتا ہے۔

جب تک کسی مسلمان میں رفق حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں نماز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، نماز کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بنا یا گیا ہے۔ نماز کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شیب معراج کو کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نماز نہ پڑھائی ہو یا نماز کا حکم نہ دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

۷۲ اجعلنی مقیماً بالصلوة ومن ذریجی۔

(ابراہیم، ۴۰)

والا بنا

حضرت اسماعیل کے پاس میں قرآن میں ارشاد ہے:

وکان یا مراً اھلب بالصلوة۔ (مریہ، ۵۵)

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:-

یا بخی اقم الصلوة۔ (لقمان، ۱۷)

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا:

اقم الصلوة لذكوری۔ (طلحہ، ۱۳)

بنی اسرائیل کو حکم ہوا:

واقموا الصلوة۔ (بقرہ، ۲۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

واوصانی بالصلوة۔ (مریہ، ۲۸۱)

”اے میرے بیٹے نماز پڑھو۔“

”میری یاد کے لیے نماز پڑھیے۔“

”نماز پڑھو“

اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ امام نسائی نے حدیث مسراج کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تخفیف کے ذکر میں ہے:

ثم رددت الی خمس صلوات قال فارجع

الی ربك فاستله التخفيف فانه فرض

علی بنی اسرائیل صلواتین فما قاموا

بھما۔

”حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے، کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں، لیکن وہ ان کو بھی نہ پڑھ سکے۔“

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوة والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

فقال اعتموا بهذه الصلوة فانکم قد فضلتم

بھا علی سائر الامم ولھ وصلھا امتا

۷۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ نبی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

۸۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

جلد اول

کی وجہ سے پچھلی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی نہ کسی اولوالعزم نبی نے پڑھی ہے گویا انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پڑھی ہوئی تمام نمازیں اس امت پر فرض کر دی گئیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ حلبی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔ ۱۰

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف نبی نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبرائیل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام متوفی ۲۳۳ھ علی ہامش، الروض الالف، ج ۱ ص ۱۴۲ ایضاً انسان الیون ج ۱ ص ۴۲۶)۔

درہ منزل (جو مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (چونکہ ہجرت سے پہلے دو دو رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی)۔ رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام پانچ وقت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت تجرہ سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان پانچ وقت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور پچھلے پانچ نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ گھائیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

وكان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الصبح والعصر وكان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إذا صلوا أحوال النهار تغرقوا في الشباب فصلوها فرادى - ۱۱

محمد عبد الملك بن هشام فرماتے ہیں:

۱۰۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۵۲۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہبانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۱۱۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان الیون ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

۱۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھاٹیوں میں کفار سے چھپے چھپے نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انہوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑھی بڑھی کافر کو مار دی اور اس کا سر بھاڑ دیا، اسلام کی راہ کافر کا بہا یا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔ ۱۷

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابو بکر اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی ہمت کر سکتا ہے کہ فلاں کے گھوڑے آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوچھری لاکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بد بخت انسان (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوچھری لاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔ لخصاً، ۱۷

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر رگ کہیں اسلام قبول نہ کر لیں، انہوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابو بکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہو گئے، ابن دغنے نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہوگی، حضرت ابو بکر نے اپنے گھر کے محن میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ الحدیث ۱۷

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شعب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے توڑنے کے بعد واقع ہوئے۔ ۱۷
اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان کے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علی الاعلان پڑھا کرتے تھے۔
تاریخ صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

- ۱۷۔ محمد بن عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ما مشی الروض الالنف ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ ملتان
- ۱۸۔ علامہ علاؤ الدین بن ترکمانی، الجوہر المنقح علی ما مشی ابیہم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- ۱۹۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۰۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ جز ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص نے وقت گزر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حداً تلوار سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔
امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔
امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو تیز ریاستزادی جائے، یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نمازی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوة کو قتل کر دیا جائے گا۔ لے
ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلوة و اتوا الزکوٰۃ
فخلوا سبيلهم۔ (توبہ: ۵)

لیکن یہ آیت احلاف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔
ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نمازی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے مرید بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، (احادیث) لے

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہو گا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احلاف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ بحث اس میں ہے کہ جو شخص کستی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پر لانے کا وہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

۱۔ محمد بن علی بن محمد شوقانی متوفی ۱۲۵ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ مصر
۲۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ مطابع کراچی

رسول کی جائے گی (خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوائی جائے گی خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے۔

جو شخص سستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کرے، شادی شدہ زانی ہو، یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے“

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والشيب الزاني والمارق لدينه التارك للجماعة. له (متفق عليه)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصراً دیا ہے کہ ان تین وجہوں کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ بہر حال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔ نیز جو شخص سستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہوتا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو ناریا دئے اس کو ادا کرے۔ لے

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدید کی ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اذان کے مباحث

اذان کی ابتداء کا بیان | اذان کے بعد اذان کی ابتداء کا بیان ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی التوحید اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے، اشہد ان محمد رسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے، حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں، اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار اور غیر اطاعت گزار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت مسین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز نہ پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور غیر فرمانبردار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نااہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہوتا۔

روزمرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے عام لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے اذان کے کلمات کو خاموش ہو کر سنتا اور ان کے جواب میں سنون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید و فروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ

۱۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کابندہ ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے سننے پر زور دیتے ہیں انہیں پانچ نازوں کی افادوں کی تعظیم اور غور سے کیوں نہیں سنتے! اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ناز ہے اور اس کا پیش خیمہ اور مقدمہ اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینی چاہیے۔

قبر پر اذان دینے کی تحقیق علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزہ، مرگی میں، مبتداء، عقہ سے مدہوش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں دشمنان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتارنے کے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدا ہونے کے موافق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ ۱۰

علامہ ازیں ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دن کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزہ، بیمار، آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو، ان سب کے لیے اذان دینا مستحب ہے، تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا، کیونکہ ایک معنوم، غضب ناک اور مرگی زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس عمل کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی اٹھانی جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں دی؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته و اقام - ۱۱

۱۰۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۲ھ

۱۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کلاچی

میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انھوں نے اذان اور اقامت کہی۔ لہٰذا

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں :-

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل ملی گی جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بار اذان دی اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دیا اور علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

وفی السراج روی عقبہ بن عامر قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلى الظهر وقال السيوطي ظفرت بحديث آخر مرسلا أخرجه سعيد بن منصور في سننه قال اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فقال حي على الفلاح وهذه لا يقبل التأويل

علامہ زرقانی نے بھی بڑے بڑے اماموں کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے حوالے سے سنن سعید بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

بیز علامہ زرقانی الموابہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دارقطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اشارہ ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام سعید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد انقاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاة ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبۃ المدادیہ طمان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبدالقادر رافعی مفتی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۲۴، مطبوعہ مکتبۃ ماجدیہ کوئٹہ

۳۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر

کو نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمد رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی فضیلت کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنون کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ ۱۔

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشہد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ ۲۔

قرآن مجید میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے

لقد کان لک فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پاسکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج تک بھی حاصل ہو گا جب اذان اعمال رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق | امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی، اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”مؤذن امین ہوتا ہے“

المؤذن مؤتمن۔ (جامع ترمذی ص ۵۷)

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

۱۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللغیہ ج ۱ ص ۳۸۱۔ ۳۸۰، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت
۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو، حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

بخاری ج ۱ ص ۸۷

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان فجر نماز کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوتی تو دربارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اذان دلوانے کی کیا ضرورت تھی؟ ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے ہوتی تھی اور اس پر مزید قریبہ یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سحری کے لیے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷) نیز امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کسین کہ انہوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابو داؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن حتی یقین لك الفجر۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹)

اذان کی ابتداء

بَابُ بَدَءِ الْاَذَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی، بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بنا لو، بعض نے کہا یہودیوں کی طرح سینکھ بنا لو، حضرت عمر نے کہا ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کہ بلاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال اٹھو، اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤ۔

۷۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْنِ اَبِيهِمَا الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَكْرِحٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ اَبِي قَالَ اَنَا ابْنُ جَدِّي جِجْرٍ وَحَدَّثَنِي هُرَيْرٌ بِنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جَدِّي جِجْرٍ نَا فِعْرٌ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ وَ لَيْسَ يُنَادِي بِهَا أَحَدٌ فَتَكَلَّمُوا يَوْمَافِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ اَوْ لَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَتَادِ بِالصَّلَاةِ۔

(ناقوس سے مراد ہے بڑی ڈنڈی پر پھوٹی ڈنڈی مارنا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے

اذان کی مشروعیت کا بیان

تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہذا نمازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعین وقت کی علامت پر انھوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منفرد اور ممتاز دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمر نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور نداء مقصود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کہ ان کو خواب میں سننے ہوئے کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمر نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے۔

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضی کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ دیکھیں کہ آپ کو اس حکم پر برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں، یہ جواب اس نظر پر ہے۔ معنی ہے کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے، نیز یہ وہم نہیں کہنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا، کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے۔ اور علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا، بلکہ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل نے اذان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ ۱۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا ہم عنقریب علامہ سہیل کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کا سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، امام ابن مردودہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نماز پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور سند بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل براق لے کر آئے آپ اس پر سوار ہوئے (الی قولہ) اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر، الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حقیقہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سنداً صحیح نہیں ہے اور

۱۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبعہ المطبوعۃ الخیریہ مصر

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

۳۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہاشمی فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر (علوم القرآن بیروت) ۱۴۰۹ھ

۴۔ امام ابو بکر احمد بن محمد بن عبدالحق العتیقی البزار متوفی ۲۹۲ھ البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۰-۱۴۶، مطبوعہ مؤسسۃ

امام ابن المنذر نے وثوق سے کہتا ہے کہ جب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی پھر الان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسامید سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعدد سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دارقطنی، ابن کرم و دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا، اس ظاہری تعارض کو علامہ سہیلی نے دور کیا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں :

صحابی کی زبان سے اذان کو جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا بسے شک یہ خواب حق ہے، اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی ثنوت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ فعنا لک ذکرک تو آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابو بکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پوچھا اسے جبرائیل یہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر

۱۰۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۳-۱۲۴، مطبوعہ المطبعة النجریہ مصر

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا جی علی الصلوة جی علی الافلاح، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر ہوں، پھر اس نے کہا لا الہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الہ نہیں! پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا، اور آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سیسی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیوں کہ اس کی تائید معراج کی دوسری آحاد سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدس کے ماوراء سے دیا گیا۔ ۱۰

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب اکمل اللہ یہ کتاب بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ حدیث دیکھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۰

علامہ ہیثمی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے: ۱۰

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم

بَابُ الْأَمْرِ بِشَفْعِ الْأَذَانِ وَابْتِنَارِ
الِدِقَامَةِ إِلَّا كَلِمَةً فَانْتَهَا
مُنْتَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔ ایوب کی سند میں ہے: قد قامت الصلوة کے سوا۔

۴۲۔ حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ
بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سَمِعْتُ
بْنَ عُلَيْتَةَ جَمِيْعًا عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ
عَنْ أَبِي نَسْرِ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ رُبَاعَةَ أَنَّهُ قَالَ
أَذَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرًا بِشَفْعِ الْأَذَانِ وَابْتِنَارِ
الِدِقَامَةِ دَاوُدُ بْنُ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِمْ عَنِ ابْنِ عُلَيْتَةَ فَحَدَّثْتُ
بِهِ أَيُّوبَ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ .

۱۰۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیسی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الافلح ج ۲ ص ۲۰۔ ۱۱۔ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ لبنان ۱۳۹۷ھ
۱۲۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالسحاق عتیبی بزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار للعروت بسند بزار ج ۲ ص ۱۴۶۔ ۱۳۔ مطبوعہ موسسہ
علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ۔ ۱۴۔ حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۹۔ ۱۵۔ مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت
ایضاً۔ حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ
قَالَ اَنَا عِنْدَ الوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ قَالَ نَا خَالِدُ الْحَدَّادُ
عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا اَنْ
يُعَلِّمُوا وَقْتِ الصَّلَاةِ يَتَنَبَّأُ بِتَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوا
اَنْ يُنَوِّرُوْا اَنَامًا اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا قَامِدِيْلًا
اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِي الْاِقَامَةَ۔

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْرُ
قَالَ نَا وَهَيْبُ نَا خَالِدُ الْحَدَّادُ بِهَذَا الْاِسْنَادِ كَمَا
كُنَّا التَّامِسُ ذَكَرُوا اَنْ يُعَلِّمُوا بِعَثَلِ حَيْثُ الثَّقَفِيُّ
غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ اَنْ يُنَوِّرُوْا اَنَامًا۔

۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ
قَالَ نَا عُبَيْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَبْدُ الوَهَّابِ
بْنُ عَبِيْدِ الْمَجِيْدِ كَمَا ذَكَرْنَا اَيْتُوْبُ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ
اَنَسِ قَالَ اُمِدِيْلًا اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِي
اِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتہ چل جائے، بعض نے کہا، نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو مرتبہ کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان دو دو مرتبہ اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

حدیث نمبر ۴۲، میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ، حَسْبُ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے ستر کلمات ہیں، وہ اقامت الصلوٰۃ کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شافعی قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں اور اذان کا طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شافعی ہے۔ لے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں قد قامت الصلوة کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت تکبیر میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کا یہ توجیہ کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے!

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال كان اذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شقعا شقعا في الاذان والاقامة۔^۱

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

ا واضح ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دربار رسالت میں یہ خواب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

نیز امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

الاقامة سبع عشرة كلمة۔^۲

اقامت میں سترہ کلمات ہیں۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔^۳

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی سیل سے روایت کرتے ہیں کہ!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ناز کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ ستبانت کتب کراچی

۲۔ " " " " جامع ترمذی ص ۵۵ " " " "

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبع مجتہبان لاہور، ۱۴۰۵ھ

رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یا رسول اللہ افی لمارجعت لمارایت من

اهتمامك دایت رجلا كان عليه ثوبين اخضرين

فقام على المسجد فاذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال

مثلها الا انه يقول قد قامت الصلوة فقاتل رسول

الله صلى الله عليه وسلم لقد ارأى الله خيرا فمر

بلالا فليؤذن لي

یا رسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے حراب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا، اس نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلوة بھی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتا کر ان سے اذان دلاؤ۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی لیلی سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوة کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے، نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو بار کہا جاتا ہے۔

امام ابو داؤد کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی لیلی سے ماقظ بہتھی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ

ج ۱ ص ۳۹۱)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

كان عبد الله بن زيد الانصاري يؤذن النبي صلى

الله عليه وسلم يشفع الاذان والاقامة ثلثه

نیز ماقظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

ان بلالا كان يثني الاذان والاقامة ثلثه

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

عن بلال انه كان يثني الاذان والاقامة ثلثه

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مطبع مجتہبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ حافظ ابو عبد اللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ لبنان

۳۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتہبائی لاہور

جلد اول

دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبد المرزاق اور سنن دارقطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاذان والاقامة واحدة۔^۱
امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر
اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ،
اشہدان محمد رسول اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوة
حی علی الصلوة، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت
الصلوة، قد قامت الصلوة۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر،
لا الہ الا اللہ۔

والاقامة سبع عشر كلمة الله اكبر الله اكبر
الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد
ان لا اله الا الله اشهد ان محمد رسول
الله اشهد ان محمد رسول الله حي على
الصلوة حي على الصلوة حي على الفلاح
حي على الفلاح قد قامت الصلوة قد
قامت الصلوة الله اكبر لا اله الا الله۔^۲

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔^۳

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثر ہم اللہ کا مسک ان تمام احادیث کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ نووی کا احناف کے مسک پر شاذ قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤذنین کے طریقہ کے مخالف ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابراهيم النخعي كان الناس يشفون
الاقامة حتى خرج هؤلاء يعني بني امية فافردوا
الاقامة ومثله لا يكذب واشار الى كون الاقامة
بدعة۔^۴

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدعت ہے۔
احمد لشدان تمام حوالوں سے احناف ایدہم اللہ کے مسک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔

اذان کا طریقہ

بَابُ صِفَةِ الْاَذَانِ

۱۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۲، مطبوعہ کارخانہ نور محمد کراچی
۳۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ص ۳، مطبوعہ مطبع مکتبائی لاہور
۴۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۲۰۰ھ

۴۶۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو عَتَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ
 بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو عَتَّانَ
 كَمَا مَعَادُ وَقَالَ إِسْحَاقُ أَنَا مَعَادُ بْنُ هِشَامٍ صَاحِبِ
 النَّسْتَوَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَامِرِ الْأَخْوَلِيِّ
 عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَجْزِيٍّ عَنْ أَبِي
 مَعْنَدُ وَرَدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَهُ
 هَذَا إِذْ كَانَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
 اللَّهِ ثُمَّ يَعُودُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَرَّتَيْنِ
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ
 مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ إِذَا سَأَلَ اللَّهُ
 أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

حضرت ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اس طریقے سے
 سکھائی: اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد
 ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد
 رسول اللہ، پھر دوبارہ اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اور
 اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ فرمایا، حتیٰ علی الصلوٰۃ دو
 مرتبہ حتیٰ علی الصلاح دو مرتبہ، اسحاق کی روایت میں اخیر
 میں یہ بھی ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔

ماقظ ابو عمر ابن عبد البر لکھتے ہیں:

حضرت ابو مخذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ

حضرت ابو مخذورہ قرشی رضی اللہ عنہ کے نام میں کافی
 اختلاف ہے، بہر حال اکثرین کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام سمرہ بن سعید ہے۔ شہد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فرود گزینے سے واپس ہوئے تھے، اسی اثناء میں حضرت ابو مخذورہ اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ
 گذر رہے تھے، راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے اذان کی آواز سنی، حضرت ابو مخذورہ نے
 اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی، حضرت ابو مخذورہ بلند آواز اور غرغرش اٹھانے لگے اور بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے
 تھے، ان کی قسمت نے یاوری کی اور سرکار ابد قرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی، ان کو بلایا اور
 ان کے باقی ساتھیوں کو واپس کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اذان دو، آپ اذان کا ایک ایک کلمہ
 پڑھتے اور ان سے پڑھواتے۔ ابو مخذورہ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضور سے زیادہ کوئی ناپسند نہ تھا، اور نہ ہی
 حضور کا حکم ماننا پسند تھا، تاہم میں نے حضور کے کہنے سے اذان دی، اذان کے بعد سرکار نے مجھے ایک حقیلی
 دی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر پھیرا اور ناف تک لے گئے۔ ہاتھ کا پھیرنا کیا تھا میری
 قسمت پھر گئی، میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس قدر کینہ اور بغض تھا سب جاتا رہا، آپ نے
 مجھے برکت کی دعا دی، اور میں آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا، اور آپ سے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں مؤذن مقرر
 فرمادیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو مکہ میں مؤذن مقرر کر دیا۔

آپ مستقل طور پر مکہ میں اذان دیتے رہے، یہاں تک کہ ۵۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ لے

۱۰ - حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہاشم الصحاح ۴ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اذان میں ترجیح کرنے کی تحقیق | امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ جمہور ائمہ کا استدلال دوسری احادیث سے ہے، جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، مثلاً ابن ماجہ اور ابو داؤد نے ابو مخزومہ سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھئے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابو داؤد ص ۷۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابو مخزومہ سے اذان کے جو کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر راجح ہیں اور حدیث مسلم مرجوح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤذنین سے بھی ہوئی، کیونکہ عبداللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھئے سنن ابو داؤد ص ۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہر حال اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور راجح ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح کرنا چاہیے۔ یعنی اشہد ان لا اله الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ آواز سے کہا جائے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیح کرے یا نہ کرے۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکورہ ہے، جس میں ابھی ابو مخزومہ نے ترجیح روایت کی ہے احادیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابو مخزومہ نے کفار کے خون سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

تھانیا ابو مخزومہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انہوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا، لہذا اس حدیث سے ترجیح کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابو داؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت ابو مخزومہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اذان کا طریقہ بتلائیے، حضور نے میری پیشانی

حدیث مسند ثنا الحارث بن عبید عن محمد بن عبد الملك بن ابی مخزومہ عن ابيه عن جده قال قلت يا رسول الله علمني سنة الاذان قال فسمعته من راسي قال تقول الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر

۱۰۸۴، الاستیعاب علی صاحب الاستیعاب ۲۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اکبر اللہ اکبر ترفع بها صوتک ثم تقول اشهد ان لا اله الا الله
اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله
اشهد ان محمدا رسول الله تحفض بها صوتک
ثم ترفع بها صوتک اشهد ان لا اله الا الله . ۱۰
(المحدث)

پہلے مرتبہ پھر اور فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر
بلند آواز سے کہو پھر اشہدان لا اله الا الله اشہدان
لا اله الا الله اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان محمد
رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز
سے شہادتین کے کلمات کو دو بارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک
راوی حارث بن عبید ہے، ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث
ہے، دوسرا راوی محمد بن عبد الملک ہے، اس کے باسے میں ابن یقطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے
اس کے بعد ابو مخذومہ کے بیٹے کا ذکر ہے، ان کے باسے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو مخذومہ کے بیٹوں
سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔ ۱۱

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف السند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی حدیث
میں گذارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالہ سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں
تصریح ہے حضرت ابو مخذومہ اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے، ملاحظہ ہو:

حضرت ابو مخذومہ کے پوتے کے بیٹے بیان
کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبد الملک بن ابی
مخذومہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے
والد حضرت ابو مخذومہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان
القائل، اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں
انھوں نے ترجیح کا ذکر نہیں کیا۔

روی الطبرانی فی الاوسط حدثنا احمد بن عبد الرحمن
بن عبد الله البغدادی حدثنا ابو جعفر القصبی حدثنا
ابو اھیم بن اسماعیل بن عبد الملک بن ابی مخذومہ قال
سمعت جدی عبد الملک بن ابی مخذومہ يقول سمع اباہ
ابا مخذومہ يقول القى علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم
اذان حرفاً حرفاً الله اکبر الله اکبر الى اخره و
لم ینذکر ترجیحاً ۱۲

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو مخذومہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیح کا
ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیح کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے، اور بر تقدیر منزل اس کا
معارض طبرانی میں مذکور ہے، وہیں حالات اذان میں ترجیح کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔
احناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیح نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں
ترجیح نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مستم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔

- ۱۰۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہدی پاکستان لاہور
۱۱۔ علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ۴۲۵ھ، الجوهر النقی علی اامش البیہقی ج ۱ ص ۳۹۲، مطبوعہ نشر السنۃ طمان
۱۲۔ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ بلال لا یدرجع " بلال اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔ (شرح المواہب اللدنیہ للذرقانی ج ۱ ص ۳۷۱)

اور علامہ ابن ترکمانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجونئی لا یختلف فان بلال لا کان

لا یدرجع۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔

اور علامہ زلیعی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیح کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض و التقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان استہزی اذان ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

قیل لابی عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل ایس حدیث ابو محذورہ

بعد حدیث عبد اللہ بن زید لان حدیث ابی محذورہ بعد فتح

مکہ فقال ایس قدر جبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة

فاقرب بلال علی اذان عبد اللہ بن زید۔ لہ

"امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابی

محذورہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ

حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث

ابی محذورہ فتح مکہ کے بعد ہے۔ امام احمد نے اس کے جواب میں

فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت عبد اللہ

بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیح کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیح کی جائے وہ سب سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں، علاوہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برعکس عدم ترجیح بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیح منسوخ ہے۔ یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں، اور اخاف کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اخیر وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا، اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے، وہ اذان میں ترجیح کا نہ ہونا ہے، اور وہی اصناف کثر ہم اللہ کا مذہب ہے۔

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

باب استحباب اتخاذ المؤذنین للمسجد الواحد

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم۔

۴۷۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَأَىٰ قَالَتْ نَاعِبَةُ اللَّهِ عَنْ

نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بَدَلٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَىٰ۔

۱۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زلیعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایۃ ص ۲۷۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند

۴۲۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَأَىٰ قَالَ نَاعِبِيْدُ
اللّٰهُ قَالَ نَأَىٰ الْقَابِيْمِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

نابینا کے اذان دینے کا جواز
مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مگر میں حضرت ابو مخدومہ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جاسکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً نابینا، یا سنگڑا، یا کانا وغیرہ تو غیبت نہیں ہوتی غیبت تب ہوتی جب اس کا عیب بیان کر لے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ غیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد ۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح
حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبد اللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ

میں سے تھے جو مکہ میں ابتداءً اسلام لائے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے حضرت ابن ام مکتوم کو نواز پڑھانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کرتے۔ ابن عبد اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ سے آپ واپس آگئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے میں قرآن کریم میں سورہ عبس اور غیر اولی الضر ایک آیت نازل ہوئی۔ ۱۷

بَابُ جَوَازِ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا كَانَ مَعَهُ بَصِيْرٌ
جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔

۴۲۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
الْقُنْدَرِيُّ قَالَ نَأَىٰ خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَىٰ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ يُؤَدِّنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْمٰی۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

قَالَ نَاعِبِدُ اللَّهَ بِنُ وَهَبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَ
سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِسْنَادٌ مُثَلَّثٌ .
ت : علامہ نووی لکھتے ہیں :

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان بھیج ہے اور بلا کر اہت جانتے ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت
ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ الْإِمْسَاكِ عَنِ الْإِعَارَةِ عَلَى قَوْمٍ
فِي دَارِ الْكُفْرِ إِذَا سَمِعَ فِيهِمُ الْآذَانَ
سننے کے بعد ان پر حملہ کرنا صحیح ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت
رکفار کی بستیوں پر حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان
سننے، اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو حملہ
نہ کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک
شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرة یعنی یہ شخص
مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ
اشہدان لا الہ الا اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس
شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زُهَيْرٍ عَنْ حَرْبِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قَالَ تَائِبُ حَيْلِي
يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ نَأْتَانِيكَ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَيِّرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْمَعُ
الْآذَانَ فَإِنْ سَمِعَ آذَانَ أُمَّسَكَ وَلَا أَعَاءَ فَمِنْهُ
رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ نَقَفْتَانِ
أَشْهَدَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَتَنْظُرُ وَإِنِّي إِذَا هُوَ رَأَى
مَعْرَى .

ت : اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان دی جا رہی ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز
ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جنگل میں نماز پڑھنی پڑے، تو اس کو اذان دینی چاہیے، اور
یہ کہ اذان شکار اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ
آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت دی اور آخرت کے احوال امور
غیب سے ہیں۔

✱

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَدِّينَ
لِمَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ يَصِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الْوَسِيلَةَ

۴۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْيَدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا
يَقُولُ الْمُؤَدِّينَ -

۴۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْأَمْدَادِيُّ قَالَ
كَأْبَدُ اللَّهِ نُبْنَ وَهَبٍ عَنْ خَيْرَةَ فَسَعِيدِ بْنِ أَبِي
أَيُّوبَ وَغَيْرِهِمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَدِّينَ
فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ
صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ صَلُّوا
اللَّهُ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي
إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُوا أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ
فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ -

۴۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا جَعْفَرُ
مُحَمَّدُ بْنُ جَهْظٍ الْعَقْفِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ
جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خَزِيمَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ آسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ
الْحَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُ
الْمُؤَدِّينَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُ كُرُ اللَّهُ
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے
لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو
مؤذن نے کہے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر
مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود
پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا
ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو،
کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ
کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور
مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا، اور جو شخص میرے
لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت
واجب ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے
اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن
اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا الہ الا
اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو
وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حمی
على الصلوٰۃ کہے تو وہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ،

قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
 اللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَأَحْوَلُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
 بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَأَحْوَلُ وَلَا قُوَّةَ
 إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ
 اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ
 عَنِ الْحَكِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسِ التَّمِيمِيِّ ح وَ
 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ الْحَكِيمِ بْنِ
 عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ
 ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ
 أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيَتْ بِاللَّهِ رَجَبًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا
 وَبِإِسْلَامِهِ دِينًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ قَالَ ابْنُ رُمَيْحٍ فِي
 رَوَايَتِهِ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ
 وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهُ وَأَنَا.

پھر مؤذن کہے گا عسی الفلاح تو وہ کہے لاجول و
 لا قوۃ الا باللہ پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ
 کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو وہ
 بھی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
 نے مؤذن سے سن کر یہ کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ
 وعدہ لا شریک لہ وان محمد عبدا ورسولہ فریت
 بالشر رباً و بحمد رسولہ وبالاسلام ویناً
 اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا، بعض روایات
 میں یوں ہے وانا اشہد (میں گواہی دیتا ہوں)۔

اس حدیث میں بہترین عموم اذان کے جواب میں مؤذن
 کے کلمات دہرانے کا حکم دیا ہے اور بعض دوسری روایات
 میں ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاجول و لا قوۃ الا باللہ اور الصلوٰۃ
 نصیر من التَّوَم کے جواب میں صدقت و بروت کہے۔

علامہ طحاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیر کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ
 اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشہد
 ان محمد رسول اللہ سن کر قرت عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے ویلی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے؛
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
 نے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر
 من قبل طبری ابھامیہ عند سماع اشہد ان محمد رسول
 اللہ فی الاذان انا قاتلہ و مدخلہ فی صفوف

الجنة۔ لے

(آنکھوں پر پھانگوتھے رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صعوبتوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ نقضاً اعمال میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔ لے

اور ملا علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعہ البتہ قلت و اذا ثبت علی الصدیق فی کفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین۔ لے

علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں) ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بہری اور میرے خلفا راشدین کی سنت پر عمل کرو“

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا | اس حدیث میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کر کے کے لیے فرمایا ایک دعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے وسیلہ یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس تصور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا، اور اس کی دعا سے آپ کو کوئی رحمت حاصل ہوگی ایسا سوچنا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجسم ہیں۔ رحمت للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اس کے فرشتے آپ کے لیے طلب رحمت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے روزانہ انور پرستہ ہزار فرشتے کھڑے درود پڑھتے ہیں۔ لے

اس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲-۱۰۱۱ھ، موضوعات کبیر ص ۶۴، مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی، کبریٰ میریہ بولاق مصر ۱۳۱۳ھ

۴۔ علامہ حسن بن منصور اور جنیدی المعروف بقاضی غان متوفی ۲۹۵ھ فتاویٰ قاضی غان علی ہاشم الہندی ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ

لیے دعا رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور تک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم

اس حدیث میں بہ ظاہر اذان سننے پر پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منفصل پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو ٹھلا جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے، بعض مساجد میں اذان سے پہلے دامنًا جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی جدا اعتدال سے تجاوز ہے۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوتی؟ علامہ علائی لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سا سو کیا سی
ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے
ہوتی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا
گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں
میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور پھر مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة
سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ
الاثنين ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین
حدث فی کل الا المغرب ثم فیها مرتین وهو
بدعة حسنة

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مؤذنون نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی
تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة
وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوة
وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان
میں صلوة وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

قد احدث المؤذنون الصلوة والسلام
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب الاذان
للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم
يقدمون ذلك فیها علی الاذان والا المغرب
فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء

۱۰۔ علامہ علاؤ الدین اکھسکی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمنازل علی امش الودج ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

حدوث ذلك من أيام السلطان ناصر صلاح الدين
 ابى المظفر يوسف بن ايوب وامرأه واما قبل
 ذلك فإنه لما قتل الحاكم بن العزيز امرت اخته
 بنت الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم
 عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم
 استمر السلام على الخلفاء بعده خلفاً بعد سلف
 الى ان ابطلة الصلاح المذكور جوذى خيرا وقد
 اختلف في ذلك هل هو مستحب او مكروه او
 بدعت او مشروع واستدل الاول بقوله تعالى
 وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوٰۃ والسلام
 من اجل القرب لا سيما وقد تواردت الاخبار
 على الاحت على ذلك مع ما جاء في فضل الدعاء
 عقب الاذان والثالث الاخير من الدليل وقرب
 الفجر والصواب انه بدعت حسنة يوجز فاعله
 بحسن نية له

ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدين المظفر
 يوسف بن ايوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس
 سے پہلے جب حاکم ابن العزيز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزيز
 کی بہن جرباوشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے
 بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی
 یہ صورت تھی: السلام على الامام الظاهر "پھر
 اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہتا آئنگے
 سلطان صلاح الدين نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
 اس کو جزائے غیرت سے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام
 پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ
 ہے، بدعت ہے یا جائز ہے، اس کے استحباب پر
 اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے،
 (ترجمہ) "نیکی کے کام کرو" اور یہ بات واضح ہے کہ
 صلوٰۃ و سلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے،
 خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد
 ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی
 رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی
 احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے
 اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔
 علامہ شامی، اور علامہ طحاوی اور علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے

اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔
 علامہ سخاوی اور علامہ علائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام آٹھویں صدی ہجری
 میں سلطان صلاح الدين ابوالمظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچوں نمازوں
 کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔
 ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

۱۔ علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، القول البدیع ص ۱۹۳-۱۹۴، مطبوعہ لائٹانی کتب خانہ سیالکوٹ

۲۔ علامہ ابن عابدین ثنابی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۶ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۴، مطبوعہ مصطفیٰ البابی منہر الطبعة الثانیہ، ۱۳۵۶ھ

رہا ہے تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں تاکہ ان پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلوٰۃ و سلام کو اذان کا جزو سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل پہلے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز ہے اور عوام کو درود شریف جزا اقامت نہ معلوم ہو۔

اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرج آخر | اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے

درود شریف جہر کے ساتھ دائماً پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استحباب کے عمومی دلائل کی بناء پر اس کو ناجائز یا بدعت سیئہ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جواز اور استحباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے، لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا، اگرچہ اذان کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز یا بدعت سیئہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس هذا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ۲۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبۃ دارالاشاعت فیصل آباد ۲۰۰۰ء

علی کل حال۔ لہ

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی بنا پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال لائق ستائش نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک ٹوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس ٹوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس ٹوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک ٹوٹ کے مقابلہ میں مجھے زیادہ رقم ملی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے سو جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

بَابُ فَضْلِ الْاِذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطَانِ
عِنْدَ سَمَاعِهِ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مؤذن نے اکران کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ
تَأْبَهُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَتَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ
مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَبَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوهُ إِلَى

۴۔ امام ابوعلیسی محمد بن علیسی ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

الصلوة فقال معاوية سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المؤمن أطول الناس اعتاقاً يوم القيامة .

۵۷ . - وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ نَاسُفِيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَيْسَى ابْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاوِيَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .

۵۸ . - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِ نَاجِرِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ التَّكْوِينَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ سَلِيمَانُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَاءِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْمَدِينَةِ سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ مِيلًا .

۵۹ . - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كَرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ .

۶۰ . - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِ نَاجِرِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ التَّكْوِينَ بِالصَّلَاةِ أَحَالَ لَهُ صُرَاطًا حَذِيًّا لَا يَسْمَعُ صَوْتَهُ فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَهُ فَوَسْوَسَ وَإِذَا سَمِعَ الْقَامَةَ ذَهَبَ حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَهُ فَوَسْوَسَ .

۶۱ . - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانَ الْوَأَسِطِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مؤمنان ٹھیکے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحاء تک بھاگ جاتا ہے۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گوز (آواز سے ریچ خارج کرنا) لگاتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جب اقامت (بکیر) ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَانَ الْمُؤَدِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانَ وَكَهْ حُصَاصٌ - ۷۲ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ قَالَ نَا يُزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَارُ وَحْ عَنْ سُرَيْبِ قَالَ أَرْسَلَنِي أَبِي إِلَى بَنِي حَارِثَةَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ أَوْ صَاحِبٌ لَنَا فَتَادَاهُ مِنْ حَائِطٍ بِأَسْمِهِمْ قَالَ وَأَشْرَفَ الَّذِي مَعِيَ عَلَى الْحَائِطِ فَلَمْ يَرِ شَيْئًا فَتَدَكَّرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي فَقَالَ لَوْ تَسَعَرْتُ أَتَيْتُكَ تَلْفِي هَذَا لَمْ أُرْ سِلْكَ وَ لَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَتَادِ بِالصَّلَاةِ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا تَوَدَّى بِالصَّلَاةِ وَ لَى وَ لَهْ حُصَاصٌ -

اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

سہیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بنو حارث کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دیوار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دیوار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا، انہوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سنو تو اذان دیا کرو، کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

- ۷۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُعَيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الْيُونَانِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ مَرٌّ أَطَّحَتْهُ لَا يَسْمَعُ التَّأْذِينَ فَإِذَا قُضِيَ التَّأْذِينَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا تُوِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ لَهُ أَذْكَرُ كَذَا وَ أَذْكَرُ كَذَا إِمَّا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ مِنْ قَبْلُ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ مَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات ڈالتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ نماز ہی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

- ۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا عَبْدُ التَّوَّابِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَيْفَ صَلَّى -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ فرق ہے کہ نماز کی سمجھ میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

قیامت کے دن مؤذنون کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح | حدیث نمبر ۵۶، میں ہے: قیامت کے سب سے لمبی ہونگی۔

قیامت کے دن مؤذنون کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر پام اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نام اور شرمسار ہو اس کی گردن جھک ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہوں گی۔

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنون کی گردنیں بلند ہوں گی۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن مقبوع ہوا، اور مقبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔ ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے، اگرچہ نادریوں کے اپنے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوزنگاتا ہوا بھاگتا ہے۔

علمائے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن

اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی سنے اور انسان سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو عاودہ سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا ادراک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پیٹھ پھیر کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے شعائر کا اظہار اور اعلان ہے۔

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت

کی ابتداء سے کھڑے ہوں، یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں، اور یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام محراب یا مصلیٰ امامت پر موجود ہو، ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب احناف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی ائمہ کے مذاہب کا ذکر کریں گے، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى تروني - له

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوة کہتا تھا، اور پھر امام الشافعی کہتا تھا، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے، اور سعید بن مسیب اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے، اور جب وہ حی علی الصلوة کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے، تو امام اللہ اکبر کہے، اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو، امام اللہ اکبر نہ کہے، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو نکرہ کہا ہے، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں، امام زفر کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوة کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو امام اللہ اکبر کہے، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں،"

اے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور ایک روایت میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے۔ اور ایک روایت میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے" اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سجدہ کے زمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجرہ سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے۔ ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث سے تارضی ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوئے، یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد تک پہنچنے سے منع فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔" ۱

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرمایا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو" ۲

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی جواب ذکر کیے ہیں۔ ۳

عالمگیری میں ہے:

اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں، ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

ان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علماءنا الثلاثة وهو الصحيح ۴

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جائے، اور اگر امام حاضر

ومن الادب (القيام) اي قيام القوم والامام ان كان حاضرا بقرب المحراب (حين قيل) اي وقت قول المقيم (حي على الفلاح) لانه امر به فيجاء وان لم يكن حاضرا يقوم كل صف حين ينتهي اليه الامام في الاظهر ۵

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۴-۱۵۳، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ حافظ احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۷۱ھ

۴۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵، مطبوعہ مطبعہ امیر کبری بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

نہ ہو تو جس صفت کے پاس سے امام گزرتے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائماً فإنه مكروه كما في المصنعات فاستأني ويغمر منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه الغافلون به

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مصنعات اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے اور عاشیہ طحاوی اور اسی طرح عالم گیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے، اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ ۳

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔ ۴

امام مالک فرماتے ہیں:

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں

واما قيام الناس حين تمام الصلوة فاني لم

۱۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۶۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، عاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد مطابع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسمع في ذلك بعد يقام له الا في اري ذلك
على قدر طاقتة الناس فان منهم الثقيل و
الخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجل
واحد له

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا، البتہ میری رائے یہ
ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے، کیونکہ بعض
کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سبک
ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْمُنْكَبَيْنِ مَعَ

تَكْبِيرَةِ الْاِحْرَامِ وَالرُّكُوعِ وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ

وَاِنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ

۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَسَعِيدُ

بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ

وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ سَفِيَانَ

بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ نَاسِفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ

يَدَيْهِ حَتَّى يُحَادِثَ مَنكَبَيْهِ وَقِيلَ اَنْ يَرْكَعَ فَاِذَا رَفَعَ

مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرَفَعُهُمَا بَيْنَ السُّجُودَيْنِ

۴۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَاسِعَةُ

الزَّمَرِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابٍ

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ اَنَّ ابْنَ عَمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ

يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ بِحَدِّ مَنكَبَيْهِ ثُمَّ كَثُرَ فَاِذَا ارَادَ

اَنْ يَرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ فَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ

فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ

السُّجُودِ

بجکیر اترام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے

سراٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین

کرنے کا استحباب

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ

جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک

بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور

رکوع سے سراٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے

درمیان رفع یدین (بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل

رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں

جانے سے پہلے اور رکوع سے سراٹھا کر رفع یدین

کرتے اور سجدہ سے سراٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے

تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل

رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں

جانے سے پہلے اور رکوع سے سراٹھا کر رفع یدین

کرتے اور سجدہ سے سراٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے

تھے۔

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رُفَعِ
یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَازَادٍ قَالَ نَأْسَلَمُهُ مِنْ سَيِّمَانَ
قَالَ إِنَّا عِبَدْنَا اللَّهَ قَالَ أَنَا يُؤَسُّ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ
حَتَّى تَكُونَ نَاحِدًا وَمَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَثَّرَ.

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن
حورث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے
تو اللہ اکبر کہہ کر رُفَعِ یدین کرتے اور جب رکوع میں
جانے کا ارادہ کرتے تو رُفَعِ یدین کہتے اور جب
رکوع سے سُراٹھاتے تو رُفَعِ یدین کرتے اور انھوں
نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی
طرح کرتے تھے۔

۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ ابْنَ
الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَثَّرَ ثُمَّ مَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ
أَنْ يَرْكَعَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَإِذَا رَفَعَهُ رَأَسَهُ مِنَ التُّكُوعِ
رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ لِهَذَا.

حضرت مالک بن حورث رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے
تو انھوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع
سے سُراٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور اسی
طرح (رُفَعِ یدین) کرتے۔

۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ نَأْبُو
عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ
بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا كَثَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَادِثَ بِهَمَاؤُكُنِّيهِ
وَإِذَا رَفَعَهُ رَأَسَهُ مِنَ التُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ
حَمِدَهُ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت
مالک بن حورث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

۷۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْبُو
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

آتَهُ رَأَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
حَتَّى يَحَاذِيَ بِهِمَا قُرُوءًا أُذُنَيْهِ -
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی لومک ہاتھ
بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

رفع یدین کی حکمتیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گزار کی گزاری کا اظہار ہے اور قیدی جب مغلوب ہو جاتا ہے تو اطاعت گزار کی گزاری کے طور پر اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکلہ نماز اور اپنے رب سبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ بہر آدمی بھی رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز میں مشروع ہو گیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ لہ

رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے
اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ لہ
علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی
اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ لہ
علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ
ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت ابو حمید
اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسماعیلی کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث
حضرت واثلہ بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء (مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ)
اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہا
تک ہاتھ اٹھائے، تو انہوں نے کہا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے، کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے
اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ
ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا مثل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہو سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ ۱۷
حافظ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نازہ اپنے انگلیوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھانے، ہمارے دلیل حضرت وائل بن حجر حضرت برادر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بند کرتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لیے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبدالشہین عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ ۱۸

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن حوریت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی اور ہاتھ بند کیے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور اس کی بعض اسانید سے روایت ہے آپ صرت پہلی بار رفع یدین کرتے تھے اور بعض اسانید سے یہ روایت ہے پھر نماز کے اختتام تک بارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بعض میں ہے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ۱۹

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر رفع يديه حتى يهاذى بهما اذنيه. ۱۷

عن وائل بن حجر انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل فى الصلوة كبر وصفت همام حيا لاذنيه. ۱۸

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه حتى يكون ابهاما حذا اذنيه. ۱۹

۱۷۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المنتہی ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۴، مطبوعہ مطبع محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۹۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نفع محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۰۔ " " " " " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، " " " " " " " "

۲۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۲۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ - ۲۹۳، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

قللت لا نظرون الى صلوة النبي صلى الله عليه وسلم قال فكبر ورفع يديه حتى رایت ايهاميه قريبا من اذنيه ۱۰

عن البراء بن عازب قال رایت النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حتى كانتا تحت اذيان باذنيه ۱۱

عن ابراهيم قال لا يجاونا اذنيه بيديه في الافتتاح ۱۲

عن ابی جعفر قال لا يجاونا اذنيه بيديه في الافتتاح ۱۳

عن ابی ميسرة قال كان اصحابنا اذا افتتحوا الصلوة رفعوا يديهم الى اذانهم ۱۴
امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن قتادة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا ركع واذارفع راسه من الركوع حتى يكونا حذو اذنيه ۱۵

عن داود بن ابراهيم قال رایت وهب بن منبه اذا كبر في الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو اذنيه ۱۶

عن البراء بن عازب قال

کہ میں مدینہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا، آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا آپ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ رفع یدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔

ابو میسرہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب رفع یدین کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے وقت اور رکوع سناٹتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

داؤد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے وهب بن منبه کو دیکھا وہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۱۰	امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
۱۱	المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، " "
۱۲	المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، " "
۱۳	المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، " "
۱۴	المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، " "
۱۵	المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، " "
۱۶	امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۱۷	المصنف ج ۲ ص ۶۹، " "

یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع یدین کرتے تو آپ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔
حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء
کیونکہ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمیہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کریں اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔^۱

علامہ کچی بن شرف زوی شافعی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمیہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے، اور تکبیر تحریمیہ کے ماسوا میں اختلاف ہے، امام شافعی، امام احمد، اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہہ لیا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا

- ۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۲۔ امام ابو حوانہ یعقوب اسحاق اسفرائینی متوفی ۲۱۶ھ، مستد ابو حوانہ ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
- ۳۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۴۱، مطبوعہ مکتب اثریہ سانگلہ اہل
- ۴۔ امام ابو یوسف احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۵۔ " " " " معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، " " " "
- ۶۔ علامہ موفی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۵۶۲ھ، المعنی ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک ہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشهد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابو حمید ساعدی سے روایت ہے، ابوبکر بن منذر ابوطلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابو حنیفہ، فقہ ہارکوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرہ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرہ الافتتاح، تکبیرہ القنوت، تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیرہ عرفات، تکبیرہ الحجرتین، تکبیرہ الصفا والمروہ اور تکبیرہ الاستلام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

علامہ ابن مہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت — رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابو حنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

- ۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفرقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو مشرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام ابو حنیفہ نے راویوں کے تفرقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انہوں نے کہا ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے، حاکم نے اس کا معارضہ حدیث سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو مجلس کے بعد رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تقاضا منی کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستحب نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، رالی قولہ اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا، اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۴۱-۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

عن جابر بن سمرة قال قال خديج عليتنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم
دافعي ايد يكم كانها اذ فاب خيل شمس اسكنوا
في الصلوة الحديث ۱۰

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کیا وہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں
کی ڈمبول کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟
نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے
اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے
جو نماز میں کیا جاتا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبداللہ بن قسبطیہ کی روایت میں جو دائیں
بائیں سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت
ابن عمر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے
نزویک منسوخ قرار دی جاتی ہے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال صليت خلفا ابن عمر
فلم يكن يرفع يديه الا في التكبير الاول
من الصلوة ۱۰

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر
کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر
میں رفع یدین کرتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ، امام حمیدی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیرہ تحریرہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے
اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدنیہ منورہ) مسند حمیدی
کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع
کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے۔

تکبیرہ تحریرہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار!!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:
عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود

علقمة بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

۱۰۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۲ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۱۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۷ھ

الاصلی بکرم صلوة رسول الله صلی الله علیه و سلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة قال ابو عینی حدیث ابن مسعود حدیث حسن و به یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین

نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستدرک صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام طحاوی، امام ابن ابی شیبہ، امام عبدالمزاق نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ ابی شیبہ نے امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء ان رسول الله صلی الله علیه و سلم کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود

حضرت براء بن مازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرتے تو کانوں کے قریب تک اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

اس حدیث کو امام طحاوی، امام دارقطنی اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرفع یدیه فی اول مرة ثم لا یعود و رایت ابراہیم والنسعی یفعلان ذلك

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے، اور ابراہیم اور نسعی بھی ایسا کرتے تھے۔

- ۱۔ امام ابو عینی محمد بن عینی ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۵-۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " " " ۱۴۰۴ھ
- ۴۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
- ۵۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۸۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " " " ۱۴۰۴ھ
- ۹۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲-۲۹۳، مطبوعہ نشر السنة لبنان
- ۱۰۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارة القرآن، ۱۴۰۶ھ
- ۱۱۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمہ عن عبد اللہ قال: صلیت

مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مع ابي بکر ومع عمر
رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیہما الا عند
التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوٰۃ۔ ۱

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب
نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع
یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا
دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسل روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک
مرفوع نہیں کیا۔ ۲

علامہ ابن الترمذی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی
جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ایوب
ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی
سیمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں
اور یحییٰ قطان، احمد بن عبد اللہ بخلی نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب وصل مع الابرار
اور رفع مع الوقف میں قارض ہو تو وصل اور رفع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی
زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ ۳
حافظ ابیہنی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ و

سلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین
یفتتح الصلوٰۃ و حین یدخل المسجد الحرام فینظر
الی البیت و حین یقوم علی الصفا و حین یقوم
علی المروۃ و حین یقف مع الناس عشیۃ
عرفۃ و یجمع و المقامین حتی حین یرمی
الجمار۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاوسط
و فی الاسناد الاول محمد بن ابی لیلی و هو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر
رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت جب
مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، جب صفا
پر کھڑا ہو، جب مروہ پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات
میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار
کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور
معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ لمطان

۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰-۷۹، مطبوعہ نشر السنۃ لمطان

۳۔ علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ماروینی الشہیر بابن الترمذی متوفی ۸۲۵ھ، الجواہر المنقحہ مع ابیہنی ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ لمطان

میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت بلال بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

حضرت برادر کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب ہمارے اصحاب نے حضرت برادر بن عازب

کیا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی ٹوکھ رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو شمیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ از برادر روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ خطاب نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابو عمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو برادر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ بزار نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں ”پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے“ صحیح نہیں ہے، عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد کے قول کے معارض ”کامل“ میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو شمیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطاب کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبد الرحمن نے بھی اس حدیث کو ابن ابی یعلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسه ثقہ ہے، بخاری نے کہا وہ جائز الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابو داؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شاین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزمیہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن جان نے کہا وہ صدوق ہے، امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس سے استتہاد کیا ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو، یا اس کو اجالا بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں | جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال

کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث

سے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطار نے اس حدیث کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا، اور نہ ابوقتاہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابو حمید ولید بن یزید بن عبد الملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطار سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں اسی کی بات حجت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت سے

استدلال کرے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں

ہے، امام ابن خزمیہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرہ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے نماز اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افضل کران سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں جاہلین آپ کے قریب ہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ۹۰ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا، حضرت ابن مسعود مدینہ میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کیا ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی اصحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربہ نے روایت کیا ہے

اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے عامر بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا نسخہ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور عامر بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

۱۳۴۸ ۱۳۴۸ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۲-۲۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المینریہ مصر

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابو بکر، نفعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابو داؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت دائل بن جبر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے، کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر نشوع ہے اور باطن میں اگر نشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحق بن راہویہ، ابواسحق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسلک میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، جمہور اکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر حجت ہے کیونکہ ان کا

- ۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۰۵ء
- ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵ء
- ۳۔ علامہ یحییٰ بن عثرت نووی شافعی متوفی ۵۴۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۲۰۰۵ء

قول ہاتھ چھوڑنا ہے اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ ۱۵

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار | امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنة في الصلوة وضع الالكف على الالكف تحت السرة۔ ۱۶

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

عن علی رضی اللہ عنہ انه كان يقول ان من سنة الصلوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔ ۱۷

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

عن ابی حنیفۃ ان علیا قال من السنة وضع الالكف على الالكف في الصلوة تحت السرة۔ ۱۸

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابو داؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاثرلی کے نسخہ ابو داؤد میں ہے۔ ۱۹

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

علقہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوة تحت السرة۔ ۲۰

۱۵۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ۸۶۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

۱۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۱۷۔ امام دارقطنی علی بن عمر متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۱۸۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد مع نزل الجہود ج ۴ ص ۴۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۹۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ دلی محمد انیسٹریٹ سنز کراچی

۲۰۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المعنی ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ابن عباس نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید قاضی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتے ہیں، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتے ہیں اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمر و نوری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور یہ سارق الحدیث ہے، ابو علی موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے نان کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، یصراحت غلط ہے ابو مجلز کا مذہب نان کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمر نے سند حید کے ساتھ تہذیب میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت کیا ہے نماز میں نان کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں اور حضرت انس نے کہا تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا اور نماز میں نان کے نیچے ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور نان کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث مستند و اسانید سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے ہر دونوں کے حق میں نان کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں زیادہ ستر ہے۔

رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر وقت اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت

بَابُ إِثْبَاتِ التَّكْبِيرِ فِي كُلِّ خَنْضٍ وَرَفِعٍ فِي الصَّلَاةِ إِذَا رَفَعَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَيَقُولُ فِيهِ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھلائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۱۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يَرَى كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فَيَكْبِرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمَّا انصرفت قال والله إني لأشبهكم صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنا شروع

۱۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَأَلْتُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَأْبِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

۱۔ علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان مارودینی و الشہیر بابن الترمذی متوفی ۵۸۴ھ، الجواهر النقیح ج ۲ ص ۳۲-۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ مکان

ابن بکر بن عبد الرحمن انه سمع ابا هريرة يقول
 كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام
 الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يزك
 ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع
 صلبه من الركوع ثم يقول وهو قائم ربنا
 ولك الحمد ثم يكبر حين يهوي ساجدا
 ثم يكبر حين يرفع راسه ثم يكبر حين
 يسجد ثم يكبر حين يرفع راسه ثم يفعل
 مثل ذلك في الصلوة كلها حتى يقضيها ويكبر
 حين يقوم من المثنى بعد الجلوس ثم
 يقول ابو هريرة اتي لا شبهكم صلوة برسول
 الله صلى الله عليه وسلم

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کے
 وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت
 فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، اور جب سیدھے کھڑے
 ہوتے تو فرماتے ربنا ولك الحمد پھر سجدہ میں جاتے
 وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر
 کہتے پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ
 سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح
 کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جاتی،

دور کعت کے بعد جب تشهد سے
 فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابو ہریرہ
 بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۴۳۔ وحدثني محمد بن نافع قال نا
 مجيب قال نا الليث عن عقييل عن ابن شهاب
 قال اخبرني ابو بكر بن عبد الرحمن الحارث
 انه سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله صلى
 الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوة يكبر حين
 يقوم بمثل حديث ابن جريج وكم يذكرو
 قول ابي هريرة اتي لا شبهكم صلوة برسول الله
 صلى الله عليه وسلم ..

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے
 قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہی
 لیکن اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول نہیں
 ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان
 مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے
 باقی حدیث مثل سابق ہے اور نماز پوری کرنے کے
 بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب
 سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ
 نماز پڑھتا ہوں۔

۴۴۔ وحدثني حرملة بن يحيى قال انا ابن
 وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب قال
 اخبرني ابوسلمة ابن عبد الرحمن ان ابا هريرة
 كان حين يستحلقه مروان على المدينة اذا قام
 للصلوة المكثرا يكبر فذكر نحو حديث ابن
 جريج وفي حديثهم فاذا قضاها وسلم اقبل
 على اهل المسجد فقال والذئبي نفسي بيده اتي

لَا شِبْهَكُمْ صَلَوةً بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ۴۵
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ
 نَالِ الْوَلِيدُ بْنُ مُسَدِّقٍ قَالَ نَالِ الْوَزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى
 ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ
 يَكْثُرُ فِي الصَّلَوةِ كُلَّمَا رَفَعَ وَوَضَعَ فَقُلْنَا يَا أَبَا
 هُرَيْرَةَ مَا هَذَا التَّكْيِيرُ فَقَالَ إِنَّهَا لَصَلَوةٌ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں اللہ اکبر کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا اسے ابو ہریرہ یہ کیسی تکبیریں ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَالِ يَعْقُوبُ
 يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ أَنَّكَ كَانَ يَكْثُرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ
 ذَلِكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

۴۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلْفُ بْنُ
 هَنَاقٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ
 تَمِيمٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ
 صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ خَلْتِ عَرِيحُ بِنْتُ
 أَبِي طَالِبٍ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَثُرَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ
 كَثُرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَثُرَ فَلَمَّا انْتَهَرْنَا
 مِنَ الصَّلَوةِ قَالَ أَسَدُ عُمَرَ بْنِ أَبِي ذَيْبٍ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ
 صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَوةً مِمَّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ذَكَرَنِي هَذَا صَلَوةً مِمَّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، وہ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ مطرف کہتے ہیں جب ہم نماز سے فارغ ہوئے کہ عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انہوں نے ہم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ انہوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

فقہار احسان کے نزدیک تکبیر تحریمیہ فرض ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نماز کی تکبیرات میں مذہب ائمہ

اپنے رب کی تکبیر کرو، (یعنی اللہ اکبر کہو)

وَمَا تَبَّكَ فَكَيْدٌ (مدثر: ۳)

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو

تکبیر تحریمیہ کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمیہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اکمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۱۲۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے، احناف کے نزدیک یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے پر محمول ہے، شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ہو یا مقتدی، اکیلا نماز پڑھے یا باجماعت ہر حال میں رکوع سے اٹھتے وقت یہ دونوں کلمات کہے علامہ قزوینی نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ نے یہ نماز تنہا پڑھی تھی، اس کے برخلاف احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تنہا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کلمات کہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اگر باجماعت نماز پڑھے تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقالوا ربنا لک الحمد۔ (ترمذی ص ۱۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی صورت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے اور جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث مذکور میں ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے جس کی غوی یہ ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا بہ خلاف شافعیہ کے، کیونکہ ان کے مسلک کی بنا پر جامع ترمذی کی حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔

بَابُ وَجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ وَ اِنَّهُ اِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ وَلَا اَمَكَّتْهُ تَعَلَّمَهَا قَرَأَ مَا تَيَسَّرَ لَهُ غَيْرَهَا

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں ان کو پڑھ لے

۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَبْلُغُنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ إِلَّا لِمَنْ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

۴۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو ام القرآن (سورہ فاتحہ)

نہ پڑھے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو نماز (کامل) نہیں ہوتی، جو ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار کہا اور فرمایا کہ وہ ناقص ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، سورۃ فاتحہ کے معانی میں غور کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان صلاۃ (سورۃ فاتحہ) کے دو حصہ کر دیے گئے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ کتاب سے الحمد للہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی جب وہ کتاب سے الرحمن الرحیم تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

شَهَاپِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ -

۷۸۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَوَانِيُّ قَالَ قَالَ يَاقُوتُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ نَازِعَةُ بِنْتُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِي شَهَابٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الرَّبِيعِ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ مِنْ يَدِهَا خَبَرَهُ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ -

۷۸۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَتَرَادَ فَصَاعِدًا -

۷۸۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَيُقْبَلُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّا نَكُونُ وَمَا أَعَى الْإِمَامَ فَقَالَ أَقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمَتِ الصَّلَاةُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمْدِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَتَى عَلَى عَبْدِي وَإِذَا قَالَ مَا لِكِ يَوْمَ الدِّينِ قَالَ مَجْدِي عَبْدِي وَقَالَ مَرَّةً فَوَضَّ إِلَى عَبْدِي فَإِذَا قَالَ إِنَّا كَتَبْنَا عَلَيْكَ النَّبِيَّاتِ قَالَ اللَّهُ هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ .
 قَالَ هَذَا الْعَبْدِيُّ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ
 سُفْيَانٌ حَدَّثَنِي بِهِ الْعَلَاءِيُّ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 ابْنُ يَعْقُوبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَرِيضٌ فِي
 بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ أَنَا عَنَّهُ .

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا
 ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا
 بندہ نے اپنے آپ کو مجھے سوا نپا اور جب وہ کہتا
 ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے ایمان
 ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا اور
 جب وہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین
 انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین .
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے
 اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔
 امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ
 بْنِ أَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ
 أَبَا الشَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زَمْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ
 أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ۷۸۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدَ
 الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا ابْنُ جَدْرِجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءِيُّ
 بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ أَبَا الشَّائِبِ مَوْلَى
 بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَمْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ
 سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ
 الْقُرْآنِ بِمِثْلِ حَبِيبِ سَفْيَانَ وَفِي حَدِيثِهِمَا
 قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ
 عَبْدِي نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
 نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی
 حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے
 اور میرے بندہ کے درمیان آدمی آدمی سے
 نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے
 بندے کے لیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
 شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورہ فاتحہ)
 کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز
 ناقص ہے۔

لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خَدَا بَرَّ يَقُولُهَا ثَلَاثًا بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ -

۷۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ عَنْ حَبِيبِ الشَّهِيدِ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ آيَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا أَعْلَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَنًا هُكْمًا وَمَا أَخْفَاةَ أَخْفَيْنَا لَكُمْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھا سنا یا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تو ہم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَرُحَيْدُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْرِ وَقَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ الصَّلَاةِ يُقْرَأُ وَمَا أَسْمَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَا هُكْمًا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَرِ دُ عَلَى أَمْرِ الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنْ رِذَّتْ عَلَيْهَا فَهِيَ خَيْرٌ وَإِنْ انْتَهَيْتَ إِلَيْهَا أَجَنَّا عَنْكَ -

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنا یا اس میں ہم تم کو قرآن سنا ہے، اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورہ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورہ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

۷۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ يَحْيَى ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبِ السُّعْلِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ فَمَا أَسْمَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَا هُكْمًا مَن قَرَأَ بِأَمِّ الْكِتَابِ فَقَدْ أَجَنَّا وَمَنْ تَرَادَّ فَهُوَ أَفْضَلُ -

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا، جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنا یا ہم تم کو قرآن سنا ہے، اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس نے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لئے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

۷۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهَلَّ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے، ایک آدمی (اعرابی) نے آکر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ
لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَهُ الرَّجُلُ فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى
ثُمَّ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ
ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنُ غَيْرَ هَذَا عَلَيَّ قَالِ إِذَا
قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ
مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ
مَائِكًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ
اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى
تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ
كُلَّمَا -

۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَا أَبُو سَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا
ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ
فَصَلَّى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
نَاحِيَةِ وَسَاقِ الْحَبِيبِ بِمِثْلِ هَذَا الْفِصَّةِ وَنَادَى
فِيهِ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ
اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ -

اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا وہ ایک سلام جاؤ جا کر نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس طرح میں بار ہوا، پھر اس آدمی نے کہا اس فاتحہ کی قسم جس نے آپ کو حق توڑے کہ جیسا ہے میں اس سے ابھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے نماز سکھائیے، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن کا جو حصہ تم کو سہولت سے یاد ہو، اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر نماز کی ہر رکعت اسی طرح پڑھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں آکر نماز پڑھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر تکبیر تحریرہ کہو۔

حدیث نمبر ۸۵۱ میں ہے: جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز رکوع نہیں ہوتی۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شریک نوروی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورت کا نماز میں پڑھنا متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورت اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کچھ تم آسانی سے

پڑھ سکودہ پڑھو، علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطع الدلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ غلام رسول سعیدی عنقریب (اوز جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی" اگر انھوں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ خلاف ظاہر ہے (بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۸۲ میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے مہین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی عنقریب)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابوہاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکودہ پڑھو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے (یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے سعیدی عنقریب)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور متفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کو یہ غیر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ علامہ نووی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے، اور اگر جنبی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متونی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ ہے کہ نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، نخعی، ثوری اور امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت غلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو چہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی، حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی — تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا ما تيسر من القرآن (مزمّل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابو سعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے ابھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے (سعدی غفرلہ) اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کا سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ لہ

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھنچا تانی نہ کریں، یہ امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب اثنی عشر نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسکتے یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیرہ تکریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غیوالمغضوب علیہم ولا الصائتین۔ کا قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب

لہ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کو خط لکھا انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے، اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا امام کے لیے ذکر سکتے ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو، ایک سکتے نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتے جب وہ ولا الضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے تو میں اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورۃ ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں، یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں: امام مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی، ابی وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے" ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدریک اور تا بعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ صرف، مونث، بلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ اٹھائیں، اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے مقتدی امام کے ساتھ ترمی نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے جہری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے، امام شافعی کے اس میں تا بعین قول میں ایک قول کو نہیں کی طرح ہے، ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جمہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا ترمی نمازوں میں پڑھنا فرض ہے، ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، ہمارے ہاں امام مالک سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (سنن ابن ماجہ وطحاوی)، اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلف دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاتحہ و ما تیسر منہ۔ "جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی۔ لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے "جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے" تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے، اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے، اس طرح جس حدیث میں ہے "اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو" یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی، یہ حدیث متقدمین سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، متقدمین نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے، ایک سند سے امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو مرسل روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، امام محمد بن اکسن نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے از ابو حنیفہ از ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابوالنضر میر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا طریقی ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا، حدیث اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی

اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارضی یہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے! ہم نے کہا: ہاں! ہاں! رسول اللہ! آپ نے فرمایا سو سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے، ہر چند کہ ان کی اس امید ضعیف ہے اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہلیہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام وار قطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہو نا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکما مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کافی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نصر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نصر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً و متناً ہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطائیں اپنی سند کے ساتھ ابو داؤد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا غاموش رہو نماز میں صرف ایک مشتعل ہے اور تمہارا سے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۶۔ امام محمد نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو جمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوتے قرأت کروں؟ انہوں نے کہا نہیں!

۸۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۹۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

۱۰۔ امام نسائی نے حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا ہاں، انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابو درود کہتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر مؤخر الذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابو درود کا کلام ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

اشیخہ کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سنا اور نماز موش رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا
 یہ (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو ہم نے

آیات -

آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

(ص: ۲۹۰)

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ و عظ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سنا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان مشروع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور مشروع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہو سکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے، اس میں یہ نائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

و اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا

لعلکم ترحمون - (انفال: ۲۰۴)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنا اور خاموش رہتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

عن ابو ہریرۃ اذا قرأ فانصتوا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۰۴، مطبوعہ نور محمد صالح الملایع کراچی) خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لیے سنا لکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو لکن ہے، مجبطن میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں مل جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے بجا پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس قدر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا، تو تم کہیں گے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کہ اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً بھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے، امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱، ص ۲۹۷ - ۲۹۸، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ مکہ

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقیم الامام صلیہ علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پایا اس نے نماز کی رکعت کو پایا۔

سورہ فاتحہ کی بدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

فاقرءوا ما تيسر من القرآن -

تو قرآن مجید میں سے (نماز میں) جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

(مزمّل، ۲۰۱)

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور میں سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ عموم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کہا جائے تو قرآن مجید کا خبر واحد سے نسخ ہو جائے خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد وقال ارجع فانك لم تصل فارجع فمدلى كما صلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلاثا فقال والذي بعثك بالحق ما احسن غيرہ فعلتني فقال اذا قمت الى الصلوة فذبر ثم اقرء ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا واغفل في صلوتك كلها

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کی طرح نماز پڑھی، پھر آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ تیسرا سلام تھا، اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس سے اٹھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید سے جو تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے

۱۔ امام علی بن عمر وارقطنی متوفی ۳۸۵ سنن وارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمدیہ الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کھڑے ہوا حتیٰ کہ سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کر دیتی
کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ
کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اس طرح
ہم کرو۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے
صحاح ستہ کی اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر
نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ
فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا
کہ جو تم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے، خصوصاً سورہ فاتحہ
پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحہ کتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے
کہ فاتحہ کتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر نماز
نہیں ہوتی یعنی کامل نماز نہیں ہوتی، اور جس حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا
یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات میر ہو کر گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ
مومن نہیں ہے یعنی مومن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

اگر یہ لوگ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ
دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان سے
جنگ کرو، ان لوگوں کی قسمیں (کامل) نہیں ہیں۔

وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم

و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمتہ الکفر

انہم لا ایمان لہم۔ (توبہ: ۱۲)

پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر سرداروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے
کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا
پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے
کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں ہے
سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، " " " " " "

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، " " " " " "

کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نماز کی وہ رکعت مل جاتی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور نماز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر امام ابن ماجہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الامام له قراءة له

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبد اللہ جعفی ہے اور وہ مجروح ہے خود امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قراءه الامام له قراءه له

امام ابو حنیفہ از ابو الحسن از عبد اللہ بن شداد از حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابو حنیفہ اور حسن بن عمار نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق صد مذمت ہے۔ امام دارقطنی نے متعدد صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انہوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی مؤید دیگر

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۳۔ علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیا ہو تو وہ امام ابو حنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جس کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام ابن مبین نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تفسیر نہیں کی، شعبہ بن حجاج ان کو حد بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابو حنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے ائمہ مثلاً عبد اللہ

بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبد الرزاق، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابلہ میں دارقطنی کی کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں قادی

سقیمہ معلولہ، منکوتہ، غریبہ اور موضوع بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا فاسد تعصب ہے، جس کی بنا پر اس نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا (عمدۃ القاری ص ۶۹)

صحیح الاسانید احادیث ہوں۔
امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال: صلی بنا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلقہ رجل یقرء
فنهأه رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلما انصرف، تنازعا فقال:
اتنہانی عن القراءة خلف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فتنازعا حق، بلغ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من صلی خلف امام فان قرأتہ
لہ قراءۃ ورواہ اللیث، عن ابی یوسف
عن ابی حنیفہ۔ لہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانی
آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو
منع کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں
بحث کرنے لگے، اس نے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کرتے
ہو؟ وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو
امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو
لیث نے بھی از ابی یوسف، از ابی حنیفہ روایت کیا
ہے۔

امام دارقطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔
اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور نکحاً ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہ
سے موصولاً روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن المبارک نے اس کو ان سے مرسل روایت کیا ہے اور یہی محفوظ روایت
ہے۔ لہ، امام عبد الرزاق نے بھی اس حدیث کو مرسل روایت کیا۔ لہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پیچھے نماز میں سورہ سبہ اسم ربك الاعلیٰ پڑھی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا

عن جابر بن عبد اللہ ان رجلاً قرأ خلف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اسم ربك
الاعلیٰ فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
من قرأ منکد بسم اسم ربك الاعلیٰ؟ فسکت

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۲۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۹، " " " " " " " "

۳۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

القوم فسالهم ثلاث مرات كل ذلك
يسكتون ثم قال رجل انا قال قد
علمت ان بعضكم خال جنيتها له

تم میں سے سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ کس
نے پڑھی تھی؛ لوگ خاموش رہے آپ نے تین بار
پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہے پھر ایک شخص نے کہا میں
نے پڑھی تھی آپ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے
کوئی شخص مجھے خلیجان میں مبتلا کر رہا ہے (اگھار رہا ہے)
میرا توجہ ہٹا رہا ہے

(امام وارقطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس
شخص کی قرأت ہے۔ اس کی سند میں ایک ارادی محمد
بن فضل متروک ہے۔

عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن النبي
صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام
فقرأت له قراءة محمد بن الفضل
متروك - ۴

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے
اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا، جب
آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی سورت
کی قرأت سے کون اگھار رہا تھا؛ پھر آپ نے امام
کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔ اس حدیث کی سند
میں حجاج ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

عن عمران بن حصين قال: كان النبي
صلى الله عليه وسلم يصلى بالناس ورجل
يقراء خلفه فلما فرغ قال من ذا الذي
يخالجني سورتهم فنتهاهم عن القراءة
خلف الامام (الى قوله) وحجاج لا
يحتج به - ۵

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

عن علي قال رجل للنبي صلى الله عليه و

- ۱۔ امام علی بن عمر وارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن وارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ لمان
- ۲۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القبرآن کراچی، ۱۳۰۶ھ
- ۳۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۴۔ امام علی بن عمر وارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن وارقطنی ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ نشر السنۃ لمان
- ۵۔ " " " " " " " " " " سنن وارقطنی ج ۱ ص ۳۲۶ - ۳۲۷، " " " "
- ۶۔ امام ابو بکر احمد بن حنین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ لمان

جلد اول

سلم: اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه يكفيك تفرد به غسان وهو ضعيف - ۱

عن الشعبي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قرأ خلف الامام هذا مرسل - ۲

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علی کی مذکور الصدر حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نازہ میں ستر قرأت کرے یا جہراً تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

عن جابر بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من كان له امام فقرأ معه له قرأ جابر وليث ضيفان - ۳

عن مختار بن عبد الله بن ابي ليلى عن ابيه قال: قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة - ۴

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن عبد الله بن ابي ليلى قال، قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة - ۵

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

۱۔	امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
۲۔	" "	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "
۳۔	" "	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "
۴۔	" "	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "
۵۔	" "	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " "
۶۔	" "	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " "

شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے اس حدیث کی روایت میں غسان متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے نازہ میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نازہ میں ستر قرأت کرے یا جہراً تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

عن المختار بن عبد الله ان عليا قال انما
يقرأ خلف الامام من ليس على الفطرة

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام کے پیچھے
وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن ابي الدرداء قال سئل رسول الله

حضرت ابو دردواہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

صلى الله عليه وسلم افي كل صلوة قراءة قال،

نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه

فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم و

كنت اقرب القوم اليه ما اري الامام اذا

ام القوم الا كفاهم كذا قال وهو وهم

من زيد بن الحباب والصواب فقال ابو الدرداء

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

ما اري الامام الا كفاهم

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صراحتہ مطابقت
ہے اور اگر یہ حضرت ابو دردواہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور
وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔

اس حدیث کو امام نسائی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم من كان له امام فقرأت له قراءة

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص

کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند میں ابو یحییٰ التمیمی اور محمد بن عباد

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

ضعیفان

۱۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۳۳، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۳۳

۵۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۶۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۷۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۸۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۹۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۱۰۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

۱۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا ستراً۔

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا انہوں نے کہا ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی ناز نہیں ہوئی۔ اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

عبید اللہ بن مقسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ ظہر

لا یقرأ خلف الامام ان جہراً ولا ان خافت۔ ۱

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سألت عن القراءة خلف الامام قال ليس خلف الامام قراءة۔ ۲

عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال كل من كان له امام فقرأت له قراءة۔ ۳

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال: من قرأ خلف الامام فلا صلوة له قال و اخبرني موسى بن عقبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابو بكر و عمر و عثمان كانوا يهون عن القراءة خلف الامام۔ ۴

عن ابی اسحاق قال: كان اصحاب عبد الله لا يقرءون خلف الامام۔ ۵

عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبد اللہ: تقرء خلف الامام في الظهرو

- ۱۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۲۰۶ھ
- ۲۔ " " " " المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " " " " " " "
- ۳۔ " " " " المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، " " " " " " " "
- ۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۴۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۵۔ " " " " المصنف ج ۱ ص ۱۴۰، " " " " " " " "

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں ہاتھوں
نے کہا نہیں!

قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو امام اس
لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، اس حدیث
میں حضرت ابو ہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام
قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا
یہ زیادتی یعنی جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو،
محموظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابو خالد کا وہم ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال انما جعل الامام لیوتہ بہ بہذا الخبر
ناد و اذا قرء فانصتوا لیست بمحفوظۃ
الوہ عندنا من ابی خالد۔ ۱۷

علامہ منذری لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابو خالد پر وہم اور تقریر کا اعتراض
صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن جیان الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جس سے امام بخاری اور
امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں متفقہ نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی
متابعت ابو سعد محمد بن سعد انصاری اشہلی مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن عثمان سے سنا ہے جس کی یحییٰ
بن معین اور محمد بن عبد اللہ مخزومی اور ابو عبد الرحمن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابو خالد
احمر اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت
سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبد الحمید عن سلیمان التیمی از قتادہ ہے، امام دارقطنی نے کہا سلیمان تمیمی
کی قتادہ سے روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی
مخالفت کرنا اس کے وہم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان تمیمی کا قتادہ سے تفرق اس حدیث میں
مضر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ ۱۷

نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حطان کی روایت میں یہ اضافہ ہے جب امام
قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا
تو خاموش رہو، یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان تمیمی

عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی بهذا
الحدیث زاد فاذا قرء فانصتوا قال ابو داؤد
قولا وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجئ بہ

۱۷۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۱۸۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۸۵ھ

۱۹۔ حافظ ذکی الدین ابو محمد منذری متوفی ۵۶۲ھ، مختصر ابو داؤد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

الاسلیمان التیمی فی هذا الحدیث ۱۷
کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابو داؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔
امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراہیم عن سلیمان التیمی کل هؤلاء عن قتادة فی هذا الاسناد بمثله فی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادة من الزیادة فاذا قرأ فانصتوا (الی قوله) فقال له ابو بکر فحدیث ابو هريرة فقال هو صحیح یعنی و اذا قرء فانصتوا فقال هو عندی صحیح فقال لم لو تضعه ها هنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعت ها هنا انما وضعت ها هنا ما اجتمعوا علیه۔ ۱۷

اسحاق بن ابراہیم سلیمان تیمی سے اور یہ سب قنادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انھوں نے قنادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، ابو بکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث موجب امام قرأت کے تو خاموش رہو، کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے، اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابو ہریرہ سے اس روایت میں ابو خالد متفرد ہے بالکل غلط ہے، کیونکہ امام نسائی نے ابو خالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔
امام نسائی روایت کرتے ہیں:

محمد بن سعد انصاری، محمد بن عجلان سے زید بن اسلم سے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے

انخیرنا محمد بن عبد اللہ بن مبارک حدثنا محمد بن سعد انصاری، قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الامام لیوثوبه فاذا کبر فکیروا

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مطبعہ مجتہبانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد اول

واذا قرءوا فانصتوا قال ابو عبد الرحمن كان المنصرمي يقول هو ثقة يعنى محمد بن سعد الانصارى له

توالفد اکبر کہو، اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ مخزومی کہتے تھے کہ محمد بن سعد انصارى ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱

امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمد سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہلی نے اس کی متابعت کی ہے، نیز انہوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہلی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی ہے، ایک اور سند کے ساتھ انہوں نے اسماعیل بن ابان عنہوی سے روایت کیا ہے اور اسماعیل کو ثقہ کہا ہے، نیز انہوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

سالم بن نوح کہتے ہیں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ، قناوہ سے وہ یونس بن جبیر سے حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے کہ امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے، جب وہ کچھ کہے تو کبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

حدثنا محمد بن ہارون الحضرمی ثنا محمد بن یحیی القطعی ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعید بن ابی عمرو بن قتادة عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی قال: صلی بنا ابو موسی فقال ابو موسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمنا اذا صلی بنا قال: انما جعل الامام لیوتربہ فاذا کبر فکبروا واذ اقرأ فانصتوا۔

امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن نوح تو یہ نہیں ہے لیکن انہوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی آسان سے روایت کیا ہے۔ ۲
بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد مقابل ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا تفرک کہنا صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر آسانید سے بیان کیا ہے۔ ۳
امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حد ثنا سعد الصاعانی محمد بن میسر حدثنا محمد بن عجلان عبد اللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ محمد بن میسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

۱۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱،
۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۳۱-۲۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ طمان
۴۔ امام ابو کبیر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۵،

عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا۔ الحدیث۔ ۱۰

والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب تکبیر کہے تو سب تکبیر اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام احمد نے اس حدیث کو ابو خالد احمر کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۰
امام احمد نے اس حدیث کو سلیمان تیمی سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابو ثناء علی بن عبد اللہ قال ثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادة عن ابی غلاب عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن ابی موسی قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتہ الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم و اذا قرء الامام فانصتوا۔ ۱۰

عبد اللہ اپنے والد سے وہ علی بن عبد اللہ سے وہ جریر سے وہ سلیمان تیمی سے وہ قتادہ سے وہ ابی غلاب سے وہ حطان بن عبد اللہ الرقاشی سے وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص امامت کرتے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل حدیث نمبر ۸۲، میں ہے "میرے اور

میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورہ فاتحہ) تقسیم کر دی گئی ہے، جب میرا بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین الحدیث۔

علامہ بیہقی بن مشرف نووی لکھتے ہیں:

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی چیز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کہ چونکہ بالاجماع سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کو شروع الحمد للہ رب العالمین سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی چیز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ پھر علامہ نووی نے اس دلیل کے حسب ذیل تین جوابات ذکر کیے ہیں:

۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۱۔ " " " " مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۰، " " " "

۱۲۔ " " " " مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵، " " " "

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کر دی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراد نہیں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔ یہ جواب مترجح حکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب العلمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نمازیں ختم نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہ)

۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کا ملہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
 گو بسم اللہ الرحمن الرحیم ناقص آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہو اور الحمد للہ رب العلمین پر ختم کرے۔
 یہ جواب حدیث میں زیادتی کو مستلزم ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو میں کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سعیدی غفرلہ)

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہار حنبلیہ کے دلائل علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مشروع ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث ہے، اور عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اسے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ہمارے دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو چہرہ نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شعبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵۰، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سرّاً (آہستہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔ ۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھے جہراً نہ پڑھے، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے ہیں، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہار مالکیہ کے دلائل علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنا کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ محمد بن سمان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔ ۲

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نقلی نمازوں میں جائزہ کہا ہے، امام ابو حنیفہ ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہراً سے بسم اللہ پڑھے اور تہری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابو ثور، اور ابو عبیدہ کے نزدیک بھی یہ

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، الممتحن ج ۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ایک آیت ہے، آیا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورہ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں، اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن مغفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید تو نز سے منقول ہے اور یہ محبت قاطب ہے، بہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا محتمل فیہ ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔ ۱۰

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ستر پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل | امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہی

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اقل میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحنون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعت ابا وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ولم ارا احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یبغض الیہ الحدیث فی الاسلام یعنی منہ وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابي بکر وعمر وعثمان فلما سمع احدا منهم یقولها فلا تقلها اذا انت صلیت

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن لیا، انھوں نے مجھ سے کہا اسے بیٹے یہ بدعت ہے، تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا،

۱۰۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

فقل الحمد لله رب العلمین، هذا حدیث حسن والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منهم ابو بکر و عمر و عثمان و علی

انہوں نے کہا۔
 میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا، سو تم نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھا کرو جب تک تم نماز شروع نہ کرو تو کہو الحمد لله رب العلمین یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل سے، اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں، نیز آہستہ سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تقارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح دینی ہے، اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ سے پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے، کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله رب العلمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اس اعتبار سے اس وقت، موتا ہے جب دلیل صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے سے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس انحاء سے متعلق صحیح اور صریح احادیث ہیں، نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی ثابت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورت نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تیسرے

۵۔ امام ابو نعیم عسکری متوفی ۵۲۷ھ، جامع ترمذی ص ۶۳-۶۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ لہ

سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اقل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورہ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثنا اور اعراف باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطینا الکونین نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ البین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور حاکم نے شیخین کا شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کا جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بدو الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا کہ پڑھیے پھر کہا "اقرأ باسم ربك الذي خلق" اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرأ باسم ربك الذي خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ سے تبارک الذي بيده الملك، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا

سے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورۃ کے اوّل میں ہوتی تو آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملک فرماتے۔ لے

امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے

بِأَيِّ نَهَى الْمَأْمُومَ عَنْ جَهْرِهِ
بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ

کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی، سبح اسم ربك الاعلیٰ، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت کو ابھارا ہے۔

۴۹۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَكُلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُمَارَةَ بْنِ أَوْثَانَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَوْ أُرِيدُ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجْنِيهَا۔

۴۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَّادَةَ بْنَ أَوْثَانَ يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ أَوْ أَيْكُمْ الْغَارِيُّ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ طَلَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ وَخَالَجْنِيهَا۔

۴۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی یا کون قرأت کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں" آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قتادہ اس سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَنْ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى
الطُّهْرَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَ جَنِينَهَا.

ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے
بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

علامہ خطابي لکھتے ہیں :

قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ
کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قرأتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور
ایک دوسرے کو کیچنج رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے سکتے کے
درمیان پڑھ سکتا ہے تو بہا در نہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ لے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قرأتیں جمع
اور متداخل ہو رہی ہیں۔ امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنا جائز ہے تو یہ علت
پھر بھی موجود ہے، اور وہ جو سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام
کے پیچھے قرأت نہ کرے، یہ حدیث اول تو قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت
سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، ثانیاً یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے
پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابو داؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔
نیز علامہ خطابي لکھتے ہیں :

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے قرأت
کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے
اس میں تین قول ہیں :

- ۱۔ محمول، اوزاعی، امام شافعی اور ابو ثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سرری ہو یا جہری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔
 - ۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سرری نمازوں میں امام کے پیچھے
قرأت کرے اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔
 - ۳۔ سفیان ثوری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سرری ہو یا جہری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے
انہوں نے اس پر عبداللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا امام
ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ لے
- یہ علامہ خطابي کا ہے یا تعصب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم
تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔
- ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ عبد بن محمد بن ابراہیم خطابي متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، " " " " " " " "

کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور نے اس کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علامہ نووی کا یہ سمجھنا کہ نماز میں صحابہ بالعموم حضور کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سب سے پہلے اسم ربك الاعلیٰ پڑھا ہے۔ تو صرف ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نمازوں (جس میں امام آہستہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو چہری نمازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہو گا، کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں خلل کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سننا نفل کتاب سے فرض ہے۔

بسم اللہ کو سرّاً پڑھنے والوں کے دلائل
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت
عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتدار میں نماز پڑھی
مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن
الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

بَابُ حُجَّةٍ مَنْ قَالَ لَا يَجْهَرُ بِالْبِسْمَلَةِ
۷۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ رِاهِمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَأْمَحُ بْنُ
جَعْفَرٍ قَالَ نَأَشِعِيَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ بِحَدِيثٍ عَنْ أَنَسِ
قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَإِبْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا
مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا
کہ حضرت انس نے یہی فرمایا تھا۔

۷۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْبُو
دَاوُدَ قَالَ نَأَشِعِيَةُ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَمَرَادُ قَالَ
شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ
نَعَمْ نَحْنُ سَأَلْنَا عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سبحانک
اللہم و بحمدک تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا الہ
غیرک - بلند آواز سے پڑھتے
تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے
تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ
عنہم کی اقتدار میں نماز پڑھی، یہ سب الحمد للہ
رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور
بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرأت کے اول

۷۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ
قَالَ نَأْبُو الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَأْبُو رِاهِمٍ
عَنْ عَبْدِ رِاهِمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِهَوَاكِهِ
الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
عَنْ قَتَادَةَ إِنَّهُ كَتَبَ إِلَى الْأَوْزَاعِيِّ يُحَدِّثُهُ
عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ حَدَّثَنَا قَالَ صَلَّيْتُ
خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ
وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ

بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا يَذْكُرُونَ

میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قِرَاءَتِهِ وَلَا فِي آخِرِهَا۔

۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُهْرَانَ قَالَ سَأَلْتُ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے اسی قسم کی روایت منقول ہے

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي

إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ سَمَةَ

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ذَلِكَ۔

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

ہے کہ سورۃ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے، ہر سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ایک سورت کو دوسری سورت سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین چہری نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا احناف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ بعض فقہاء احناف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب لکھا ہے ان احادیث میں فقہاء احناف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ سری ہو یا چہری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے، تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو چہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو چہری نمازوں میں بلند آواز سے سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا فرض ہے، اگر بسم اللہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس پر تفصیلی بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

جن لوگوں کے نزدیک سورۃ توبہ کے سوا

بَابُ ۱۵۳ مَجْتَمِعٌ مَنْ قَالَ الْبَسْمَلَةَ آيَةً مِنْ

بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

أَوَّلِ كُلِّ سُورَةٍ سِوَى بَرَاءَةِ

۹۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

نَاعِلِيُّ بْنُ مُسَيَّرٍ قَالَ نَا الْمُعْتَمَرُ ابْنُ قُلَيْبٍ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَاعِلِيُّ بْنُ مُسَيَّرٍ
عَنِ الْمُعْتَمَرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيَّنَّنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ
أَظْهُرِنَا إِذَا أَعْغَى إِعْقَاءً ثُمَّ رَفَعَ مَا أَسَسَهُ
مَتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
تَرَلْتُ عَلَى أَيْفَاءِ سَوْمَةٍ فَفَرَأْتُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ
وَإِنْ حُرِّبْنَا شَانِنُكَ هُوَ الْإِبْرَةُ شَقْرًا وَقَالَ
أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ فَقُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُنَّ وَعَدْنِيهِ رَأَيْتِي عَزَّ
وَجَلَّ عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ وَهُوَ حَوْضٌ تَرُدُّ عَلَيْهِ
أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْتُهُ عَدَدُ النَّجْمِ مِثْلَهُ
الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَاقُولُ رَبِّ إِنِّي مِنَ أُمَّتِي
فَيَقُولُ مَا تَدْرِي مَا أَحَدَثْتُ بِعَدِكَ زَادَ
ابْنُ حُبَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فِي السَّجْدِ
وَقَالَ مَا أَحَدَثْتُ بِعَدِكَ -

۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
قَالَ أَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ مُعْتَمَرِ بْنِ قُلَيْبٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَعْغَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعْقَاءً يَنْحَوِ
حَدِيثِ ابْنِ مُسَيَّرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ نَهْرٌ وَعَدْنِيهِ
رَأَيْتِي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ عَلَيْهِ حَوْضٌ وَكَوَيْدُ كُرٍ
أَيْتُهُ عَدَدُ النَّجْمِ -

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں
تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ آگئی پھر آپ
نے مسکرتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول
اللہ آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا
ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن
الرحیم انا اعطيتك الكوثر فصل لربك وانحر
انا شانك هو الابتر۔ پھر آپ
نے فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض
کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ
نے فرمایا کوثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے
مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ
ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت
کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے
برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض
کوثر سے ہٹایا جائے گا میں کہوں گا اسے میرے
رب یہ میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
تم راز خود نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد
نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی
نوکر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی، امام مسلم
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔
البتہ اس میں یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے
جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس
پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے
کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر
ہیں۔

رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم

ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جزئہ ہونے کے دلائل

نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورہ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اقرا باسم ربك الذي خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نازوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جہراً تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ ایتبارك الذي بيده الملك ہے اگر ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمن الرحيم تبارك الذي بيده الملك۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحيم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورہ کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ لا علی التقيين کسی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحيم پڑھنا فصل اور امتیاز کے لیے تھا، یا تیناً تھا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔ ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان | اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے مسجد

میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔
 حوض کوثر، اس کے برتنوں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور مرد لوگوں کا ٹھکانا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امور غیب میں سے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے تو ہم کو پتہ نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امور غیبیہ کی جزئیات میں فرق ہے، عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امور غیبیہ کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا الہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلع ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے مقابلاً علم ذاتی ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

العلیہ بیرو

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکال المعلم ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ دارالکتب

علم مافی الغد کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ماننے یقیناً کافر ہے۔

سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر
دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا
اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے
کے بالمقابل رکھنا

بَابُ وَضْعِ يَدَيْهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى
بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ
فَوْقَ سُرَّتَيْهِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى الْأَرْضِ
حَذًّا وَمَنْكِبَيْهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے میں لپیٹ لیے، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رفع یدین کرتے پھر رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دو ہاتھوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا هَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاعِقَانُ قَالَ نَامُ مُحَمَّدُ بْنُ حَجَّادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَايِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَايِلٍ وَوَالِي لَهَا نَهْمَا حَدَّثَا عَنْ أَبِيهِ وَوَالِي بْنِ حُبَيْرٍ أَنَّ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَّ هَتَامُ حَيَالٍ أَدْنَيْهِ ثُمَّ التَّحَفَ بِخَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَهُ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الْخَوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا كَثِيرًا فَرَكَعَهُ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَيْهِ

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے مساکم حسب

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

ذیل میں: ۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، نقل میں جائز ہے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۲۰ھ، المفوظ ج ۳ ص ۲۶-۲۷، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۸ھ
۲۔ علامہ ابوالولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۹۰ھ، بایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی مٹھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ نون کے نیچے باندھے۔

۳۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی مٹھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے نیچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹے اور چھنگل سے ملکہ بنائے۔ مرد نون کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔

۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی مٹھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ ۱۵

امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عامر بن کلیب عن ابیہ عن وائل انه رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعها علی صدرہ۔ ۱۶

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتاب میں دفن کر دی تھی اور وہ محض اپنے ماقظہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابو حاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی نے اس قسم کی دو تین احادیث اور بیان کیں، لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احناف کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا، اور نماز میں ناف

قال ابن حزم ما وینا عن ابی ہریرۃ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوت تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ تحت السرۃ۔ ۱۷

۱۵۔ علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۱۶۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
 ۱۷۔ علامہ ابن ترکمانی متوفی ۴۲۵ھ، الجوہر المتقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ متوفی ۷۲۱ھ نے منتقى الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے) یہ حدیث روایت کی ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من السنة فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السراۃ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناک کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

یہ احادیث جن میں ناک کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، امام مالک پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ فراہم میں ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ہیں، اور امام شافعی پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، جب کہ معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ ہاتھ ناک کی نیچے باندھے جائیں۔

نوٹ :- ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد کے صرف ابن اعرابی کے نسخہ میں ہے۔ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں کے حاشیہ پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے اس مسئلہ پر زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو ہم نے باب نمبر ۱۴۸ میں کی ہے۔

نماز میں تشہد کا بیان

بَابُ التَّشْهَدِ فِي الصَّلَاةِ

۸۰۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِ تَاجِرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمَ عَلَيَّ اللَّهُ أَسْلَمَ عَلَيَّ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالتَّحِيَّاتُ وَالطَّيِّبَاتُ أَسْلَمَ عَلَيَّ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ أَسْلَمَ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَهُ لَمْ يَخْتِمْ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السلام علی اللہ، السلام علی فلان کہتے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بذات خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالتَّحِيَّاتُ وَالطَّيِّبَاتُ أَسْلَمَ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ پس نماز میں جب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا، خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (پھر کہے) أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس کے بعد چاہے دعا مانگے۔
تشہد کا ترجمہ: تمام قول، بدنی اور مالی عباد میں اللہ

۱۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبۃ السکلیات الازہریہ، ازہر مصر، ۱۳۹۸ھ

کے لیے ہیں۔ اسے نبی آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ — بلاشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی مثل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشہد میں بیٹھتے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثل بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری تمھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے دی گئی آپ مجھے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد انھوں نے تشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح

۸۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ فِي مَسْئَلَةٍ مَا شَاءَ -

۸۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ عَنْ نَائِدَةٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثَيْهِمَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرُ بَعْدَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ أَوْ مَا أَحَبَ -

۸۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الرَّعْمِثِيِّ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَنْصُورٍ وَ قَالَ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ بَعْدَ مِنَ الدُّعَاءِ -

۸۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ زَيْدٍ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُدَ كَقِيٍّ بَيْنَ كَقِيٍّ كَمَا يَعَلَّمَنِي السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَاقْتَصَرَ التَّشَهُدَ بِمِثْلِ مَا اقْتَصَرُوا -

۸۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا كَيْتٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ بِنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ

تعلیم دیتے تھے، جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کس سورت
کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے التحیات المبارکات
الصلوات الطیبات لله السلام علیک ایہا النبی
ورحمة الله وبرکاتہ السلام علینا وعلی عیالنا
الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد
ان محمداً رسول الله

تَأْتِيكَ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
طَاوُسِ بْنِ عَيْنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الشَّهَادَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا
السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَكَانَ يَقُولُ التَّحِيَّاتُ
الْمُبَارَكَاتُ كَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ بِاللهِ السَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمَيْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ -
۸۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
يُنَجِي بن ادم قال نا عبد الرحمن بن حنيد قال
حدَّثني أبو الزبير عن طاووس عن ابن عباس
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا
الشَّهَادَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شہد اس طرح
سکھلاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھلاتے
ہوں۔

۸۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَابُو كَامِلٍ الْجَعْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَيْدِ
الْمَلِكِ الْأَمْوِيُّ وَاللَّقْظُ لَابِي كَامِلٍ قَالُوا نَا
أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
حَطَّانِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ
أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ صَلَوَةً فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ
الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اقْرَبِ الصَّلَوَةَ
بِالْيَدِ وَالزُّكُوتَ فَلَمَّا قَضَى أَبُو مُوسَى الصَّلَوَةَ
وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ أَيُّكُمْ الْقَاعِلُ كَلِمَةً
كَذَا وَكَذَا قَالَ فَأَرَمَ الْقَوْمُ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ الْقَائِلُ
كَلِمَةً كَذًا وَأَفَارَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَا حَطَّانُ
قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتَهَا وَلَقَدْ رَهَيْتُ أَنْ يَبْكَعَنِي
بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا قُلْتَهَا وَلَمَّا رُدُّ
بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى مَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ
تَقُولُونَ فِي صَلَوَاتِكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

حطان بن عبد اللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ
ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب
تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز لیگی اور پاکیزگی کے
ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ
ہو گئے تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں
کس نے یہ بات کی تھی۔ سب خاموش رہے، انہوں
نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات
کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت
ابو موسیٰ نے مجھ سے کہا اے حطان! شاید تم نے
یہ کلمہ کہا ہے، میں نے کہا میں نے نہیں کہا، مجھے تو
آپ کا ڈر تھا، پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں
نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے جلال کے
اور کچھ نہ تھی، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ تم تمہیں
جاننے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ

بعد اول

marfat.com

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَوْمِكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَثُرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِيبُكُمْ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ مَرِيرٌ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلِكَ بَيْتُكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلِكَ بَيْتُكَ وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ بِدَعْوَةِ السَّلَامِ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِيَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ -

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلادیا، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کرتے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائے گا پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم اللہم ربنا ولك الحمد کہو، اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا سے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمد جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ کے سر اٹھائے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحیات الطیبات الصلوات اللہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلى عباد اللہ الصالحین اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد اعبدا ورسوله۔ امام سلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قاعدہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ زیاد ہیں جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور ابو طلحہ کے علاوہ اور کسی سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ۔ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو بکر نے

۸۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو عَسَانَ الْعَسْبَعِيُّ قَالَ نَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ كُلُّهُ لَوْلَا عَنْ قَتَادَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنْ

سَلِيمُنَ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ وَإِذَا قَرَأْتَ قَائِلًا
وَلَيْسَ فِي حَدِيثٍ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ إِلَّا فِي رِدَائِيَةِ أَبِي كَابِلٍ وَحَدَّثَهُ
عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَبُو سُهَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
ابْنُ أُخْتِ أَبِي النَّضْرِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ
مُسْلِمٌ تُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ سَلِيمَانَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ
فَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ هُوَ صَحِيحٌ يَعْنِي وَ
إِذَا قَرَأَ قَائِلًا فَقَالَ هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ
فَقَالَ لَكُمْ تَصْنَعُهُ هُنَا فَقَالَ لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ
عِنْدِي صَحِيحٌ وَصَنَعْتُهُ هُنَا إِنَّمَا وَصَنَعْتُهُ هُنَا
مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ -

امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سلیمان
(اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ
ملے گا، ابو بکر نے پوچھا کہ پھر ابو ہریرہ کی روایت
کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے
تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے
ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث
کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا
میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو صرف میرے
تذویک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث
کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق
ہے۔

۸۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي
عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
قَضَى عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ یہ حدیث
بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا۔

تشہد میں نماز میں ائمہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک
رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد
اول سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اول تشہد واجب اور ثانی تشہد
فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پر حنا افضل ہے
کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت
کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات زائد ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت
کو پڑھنا افضل ہے (نووی علی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ مع تفسیر)
سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔
صحابہ کرام جب سلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین
سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلقین کی کہ

نماز میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اسے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصد اسلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

(اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کر کے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔)

علامہ دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نماز کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو دور سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیک ایہا النبی کہا جائے تو انشاءً اور قصداً سلام نہ کرے بلکہ شب معراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے۔ سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جماعت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ اعاذیشہ میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیفہ بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

اس عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے یکساں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سماع کا عقیدہ رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کسی بھی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزیہ طبرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبدیہ یو علی ان بلغہ صوتہ
حیت کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وذاقی
الحديث ۱۰

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا، مگر اس کی
آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو، صحابہ نے
عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

۱۰۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۸۹، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۱۱۔ شیخ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے بعد بھی میں

امام لازمی تحریر فرماتے ہیں:

وكذلك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ ذلك النور المقام الذي يقول الله كنت له سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال الله سمع له سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصرا لرأى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور يدا له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب له

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہوجاتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ کانہ اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں سنتا ہے اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ شکل اور سامان قریب اور بعید کے تعریف پر یکساں قادر ہوجاتا ہے۔

امام لازمی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امیر پرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قال من عاد لي وليا فقد اذنت بالحرب وما تقرب الي عبدي بشئ احب الي مما اقرضت عليه ولا يزال عبد يبتغى الي بالنواقل حتى اجبتة فكنت سمعه الذي يسمعه وبصره الذي يبصر به ويداه التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها الحديث

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں اور بندہ فراتس کی ادائیگی کے ذریعہ میرا سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ (چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث کی سند پر شیخ اثرن علی قانوی نے بوا در نوادر ص ۲۷۳ پر جرح کی ہے جس کا مکمل مسکت جواب فکر بالمجہر حصہ دوم ص ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

فانه اذا صرح للشجرة ان يتادى فيها
باني انا الله فما بال المتقرب ان لا يكون الله
سمعه وبصره كيف و ابن ادم الذي خلق على
صورة الرحمن ليس يادور من شجرة موسى
عليه الصلوٰۃ والسلام

جب درخت سے اے انا اللہ (میں اللہ) کی
آواز آسکتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے
قرب الہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں اور
کان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمن پر
پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے درخت
سے کم نہیں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کی ہے اس
سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گزاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات
محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے
ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبانِ خدا کے قریب و بعید سے سنتے
کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار
کرتا ہے، اور جب عام محبوبانِ حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجیے جو ستید المرسلین ہیں، باعث ایجاد
ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سرور ہیں دنیا و آخرت، فان ذاب قوسین ادا دنی کے مقام پر فائز ہیں ان کے
قرب خداوندی کا کیا عالم ہو گا۔ حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفات خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں
اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور
سے صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے۔

خویش رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ خدا سے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل
عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا، یا باذنہ تعالیٰ ان کو انکشاف ہو
جاوے گا۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع
اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ
کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت
سے سنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں تھی کہ نازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے اسلام علیک ایہا النبی

۱۔ شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ مطبع جازمی مصر، ۱۳۵۴ھ
۲۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۵۲ھ، فتاویٰ رشیدیہ کمال مبوب ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید انیسٹریٹ سنز کراچی

پڑھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنتے ہیں، رہی بحث اس میں کہ حضور کی خدمت میں یہ سلام انشاء اور قصداً عرض کرے یا بطور حکایت معراج کے جیسا کہ علماء و لوہند کا مسلک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سنت اور جمہور فقہاء اسلام اور عقل صحیح سے جو بات ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ نماز میں انشاء اور قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ (احزاب، ۵۶)

”اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔“

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ و سلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو۔ اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں، اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید العالمین ہیں ان کو سلام پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً و انشاءً سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئیے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

”اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور لا کر عرض کرو سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

واحضرنی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ الکریم وقل سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ویقصد بالفاظ التشهد معانیہا مراد لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ لا اخبأ عن

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه صلى الله عليه وسلم ومن ربه سبحانه

تغہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فيقصد المصلى انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصداً معناه الموضوعات له من عندة كانه يحيى الله سبحانه تعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم

نازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حكاية سلام رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالمگیری میں ہے:

ولا بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معانيها التي وضعت لها من عندة كانه يحيى الله تعالى ويسلم على النبي

نازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذكرنا بعض معاني التشهد لما ان المصلى يقصد بهذا الالفاظ معانيها مرادة له على

ہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نازی یہ الفاظ پڑھے تو ان

۱۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ما مشی الراج ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
 ۲۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
 ۳۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ
 ۴۔ علامہ احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ السطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ
 ۵۔ علا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳، (مصری)

وجه الانتشاء كما صرح به المجتبی بقوله ولا
بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها
التي وضعت لها من عنده كانه يحيى الله وسيلم
على النبي صلى الله عليه وسلم له

علامہ عبدالوہاب شمرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اتما امر الشارح المصلي بالصلوة والسلام
على رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد
لينب الغافلين في جلوسهم بين يدي الله
عز وجل على شهود بنبيهم في تلك الحضرة
فانه لا يفارق حضرة الله ابدافينا طبونة
بالسلام مشافهة له

معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان
کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس
لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ
میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس
بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں،
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ
وسلام عرض کرے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت
بالتحيات اذن لهم بالدخول في حريم
الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات
فنبهوا على ان ذلك بواسطة بنى الرحمة
وبركة متابعت فاذا التفتوا فاذا الحبيب
في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه
قاتلين السلام عليك ايها النبي ورحمة
الله وبركاته له

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش
کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انھیں بارگاہ
الہیہ میں داخل کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ
سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی
ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رحمت برکت اور آپ کی بیرونی سے ملا
ہے جب وہ اس تہیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو
کر سلام عرض کیا السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته

۱۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۔ عارف علامہ عبد الوہاب شمرانی متوفی ۷۹۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ بمصر، ۱۳۵۹ھ

۳۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیرية مصر، ۱۳۲۸ھ

تشہد کی بحث میں بعینہ یہی عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۸ پر، علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۳۲۹ پر، مولانا عبدالحی مکنوی متوفی ۱۳۰۲ھ نے سایہ ج ۲ ص ۲۲۰ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۲۳۱ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

”بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت تو ان آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں، تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کر لیں، اسے اللہ کے رسول آپ پر صلوة و سلام ہو!“

وقال بعض العارفين ان ذلك سر بان الحقيقة المحمدية في ذرات الموجودات و افراد الكائنات كلها فهو صلو الله عليه وسلم موجود وحاضر في ذوات المصلين وحاضر عند همد فينبغي للمؤمن ان لا يفعل عن هذا الشهود عند هذا الخطاب لينال من انوار القلب و يقوثر بأسرار المعرفة صلو الله عليك يا رسول الله وسلم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۱، اور مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۳۶ (مطبوعہ نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسلک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ ص ۲۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحق کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے، اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے، یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہوجاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہوجاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے، بعض صوفیاء نے فرمایا ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرم الہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے، اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں، اب ہم قارئین کے

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۳ ص ۱۸۱، مطبوعہ لاہور

۲۔ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ، نور الایمان ص ۵۲، مطبوعہ ہند

کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور در بک (مدثر) اپنے رب کی تکبیر کر کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو فاقد امانتیسر من الترات (زل ۲۰۰) قرآن پڑھو کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع و سجود میں ذبیح باسم ہایک العظیم واقعہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرو، اور سبب اسم ربک الاعلیٰ اپنے رب اعلیٰ کی تنظیم کرو، کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے رب اجعلنی مقيم الصلوٰۃ (ابراہیم ۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے تکبیر تحریر سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت اُٹنے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب دائیں مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے، کس قدر رنج و الم کا مقام ہے، جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے نہیں سلام کرنا ہو تو قصد اور ارادۃ سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً و حکایۃ سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام کیسا سنتے ہیں، نعرہ رسالت "یا رسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

درود شریف پڑھنے کا بیان

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول

بَادِكِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشْهَدِ

۸۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّخِعِيُّ

قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَعِيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

الْمُجَمِّبِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ

وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ تَرِيْدٍ هُوَ الَّذِي كَانَ أَرَى النَّبِيَّ آتِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوة (درود شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما
بارکت علی آل ابراہیم فی العلمین انک حمید
مجید۔

ترجمہ: اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ
تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور
آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر
تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو
تعریف کے لائق اور بزرگ ہے اور سلام پڑھو جس
طرح تمہیں معلوم ہے۔

وَالصَّلَاةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ
أَقَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ
فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بِشَيْرِ بْنِ
سَعْدٍ أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمَنَيْنَا
أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ

إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ
عَلِمْتُمْ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
ہم نے عرض کیا میں معلوم ہو گیا کہ (نماز میں) آپ پر سلام کس
طرح پڑھیں، آپ ہی بتلائیے کہ آپ پر صلوة کس طرح پڑھا
کہیں آپ نے فرمایا یوں کہہ اللہم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
انک حمید مجید۔ اللہم بارک علی محمد
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم
انک حمید مجید۔

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ
بَشَّارٍ وَالثَّقَفِيُّ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا مَا مُحَمَّدُ بْنُ
جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ
أَبِي كَيْلَانَ قَالَ لَقِيْتَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ لَا
أَهْدِي لَكَ هَدِيَّةً تَخْرُجُ عَلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا فَقَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ
سَلَّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ اللَّهُمَّ

بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم
انک حمید مجید۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابُو كُرَيْبٍ
قَالَا وَكَيْفَ عَنِ شُعْبَةَ وَمِسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَكَيْسٌ فِي حَدِيثِ مِسْعَرٍ إِلَّا أَهْدِي لَكَ هَدِيَّةً۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللہم کا لفظ
نہیں ہے وبارک علی محمد ہے۔

۸۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا سَمَاعِيلُ
بْنُ زَكْرِيَّا عَنِ الْأَعْمَشِ وَعَنْ مِشْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ
بْنِ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ إِسْحَاقَ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَبَارَكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَلَمْ يَقُلْ
اللَّهُمَّ -

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ پر
صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا یوں کہو: اللہم
صل علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریئہ کما صلیت علی آل
ابراہیم وبارک علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریئہ کما بارکت
علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۸۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَمِيرٍ
قَالَ نَا رَوْحٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ تَافِعٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ
أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَكْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ
سُكَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَوَالِدَاتِهِمْ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارَكَ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَوَالِدَاتِهِمْ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

اے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت
نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی
اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرمائی
کہ تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی بے شک
تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر
ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر
دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

۸۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَكُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
وَأَبْنُ حَجْرٍ قَالُوا نَا سَمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ عَشْرًا -

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

تشہد اخیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے،
امام ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک
کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے
یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح
مروی ہے، شعبی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے
ہیں: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ (درود)

جلد اول

کیسے پڑھیں، آپ نے فرمایا پڑھو اللہم صل علی محمد الخ اور امر واجب کے لیے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ یہ زیادتی صحیح ہے، اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو حاتم بن حبان اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت فضالہ بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا، اس نے نماز پڑھی، نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے ونا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جمیع امت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی و اہل بیت اور بنو عبدالمطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا، اس سے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم یہ پڑھو، یا یہ کہہ دو تو تمہاری نماز پوری ہوگئی، اور اگر تم کھڑے ہو نا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کرمی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے، اور امام طحاوی نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

علامہ مرغینانی نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۹، طبع مجتہبی پاکستان اور سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۵ طبع طمان میں ہے۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انہوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے، علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔

۱۔ علامہ ابن بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۶ھ، مخرج مسلم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابواکسن، ابن ابی بکر الریفینی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام کا علامہ خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔
 علامہ خطابی جھٹکتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر واجب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، اور آپ کا یہ ارشاد تم پڑھو: اللہ صل علیٰ سیدنا محمد و آلہ صحبہ وسلم، جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما (انزاب: ۵۶) اسے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔ اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔
 تشہد کے متعلق علامہ خطابی کا احناف کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، احناف کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد۔ بیٹھنا فرض ہے۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو وجوب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے، اور اس پر قریب سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور سنن ابی یوسف کی یہ حدیث ہے، آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور علامہ خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ عمر میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام طحاوی نے کہا جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر واجب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ابک۔ الیہ پیدا، و تلمبہ کہ ان صلوٰۃ (درود شریف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

۱۱۔ امام ابن ہمام محمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نازل کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراہیم: ۴۰)

اے اللہ! میری، میرے ماں باپ کی اور تمام مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آفتاب کی طرح روشن ہے، لہذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا، اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جو ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہذا ان روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہونا قرار پائی، اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہونا لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اس لیے صلوٰۃ کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بشمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر انبیاء علیہم السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مشبہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد ہے جو غیر بھی ہیں۔ دوسری جانب (مشبہ بہ) میں حضور کے ساتھ متعدد انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے مجموعہ پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ لفظ کما میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جس کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نمازی جب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا بڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، علیٰ ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کی بے شمار رحمتوں کا ذکر ہے۔

درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود ابراہیمی نازک کے ساتھ خاص ہے یعنی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے، نماز کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے۔
امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتى جلس بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم و نحت عنده فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اما السلام فقد عرفناه فكيف نصلى عليك اذا نحن صلينا في صلواتنا صلى الله عليك قال فصمت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احببنا ان الرجل لم يشله فقال اذا اتمتم صليتم فقولوا اللهم صل على محمد والحديث له

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! سلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا ہے اب فرمائیے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یوں پڑھنا: اللهم صل على محمد الخ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

درود شریف میں سیدنا محمد کہتے کا بیان

نماز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے، علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی کی یا کسی کی تزیہ مکر وہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے، بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے

۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو۔ ۲۔ ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں، ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت۔ ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ صفا پر۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کیونکہ اللہ تعالیٰ اول، آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرمادے، نیز علامہ فاسی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کے قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ البرطالب مکی اور حجت الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کلمہ شہادت رو کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لیے سلف کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہ منظور فرمالتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے، اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد و مومنین پر احسان فرمایا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ شرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائم رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے گا باقی ربا ثواب تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا، ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۶-۲۸۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے فریضے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابو العباس المبرور اور ابو بکر بن العربی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اس کے برعکس باقی دعاؤں سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ قشیری اور قرطبی کا نظریہ یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، ہر حال ہر تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاو الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الا یہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام پیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق | علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی ابی بکر یا اللہم صل علی البنتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللہم صل علی محمد وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریئہ۔ جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے فرمایا اللہم صل علی ال ابی اوفی اور یہ قرآن مجید کی اسی آیت کے موافق ہے:

لنوالہی یصلی علیکم وملائکتہ

وہی ہے جہنم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔

(احزاب: ۲۳)

اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق ترقیف اور سلف صالحین کے استعمال سے ہے اور ان سے یہ استعمال منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے، اللہ سبحانہ، اللہ عزوجل، اللہ تبارک و تعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا ہی عزوجل، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزوجل جلیل میں، اور سورہ احزاب کی آیت اور حضرت ابراہیم کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تعظیم اور ترقیف نہیں ہے جو انبیاء کے لیے فقط صلوٰۃ میں ہوتی ہے، آل، اصحاب، ازواج اور ذریئہ پر بالمتبع صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، بیروت، ۱۳۲۰ھ

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام، سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مڑوں کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پد بالا استقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں صحیح بخاری کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقہم قال اللہم صل علی آل فلان فأتاہ ابی بصدقہ فقل اللہم صل علی آل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ کہی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی آل ابی بکر وغیرہ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو جو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی نے علامہ جوینی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ غائب غیر انبیاء علیہم السلام کو سلام کہنے کی تحقیق کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابو بکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

ان عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما یا عائشہ هذا جبرائیل یقرئک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ

۱۔ علامہ سبکی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

اللہ و بركاتہ تری مالائہی لہ

کہا و علیہ السلام و رحمۃ اللہ و بركاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام احمد اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۵

عن اسامة بن مزید قال ارسلت بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی قبض فاتنا فارسل یقر فی السلام — الحدیث ۱۶

اور امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن غالب قال انا لجلوس بیاب الحسن اذ جاءہ رجل فقال حدثنی ابی عن جدی قال بعثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایته فاقرأہ السلام فقال فاتیتہ فقلت ان ابی یقر تک السلام فقال عدیک و علی ابیک السلام۔ ۱۷

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا صاحبزادہ فوت ہو گیا، آپ تشریف لائیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہہ دیا۔

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور کو سلام پیش کرو اور انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی قاصد یا خط کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۲-۹۲۳، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- ۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

نیز لکھتے ہیں: جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ فلاں شخص تم کو سلام کہتا ہے تو اس پر علی الغرہ جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیک وعلیہ السلام علامہ نووی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابو داؤد کی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لہ

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی حدیث کی تشریح میں بحث کی ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

بَابُ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّامِينِ
سمع اللہ من حمدہ، ربنا لک الحمد اور آمین کا

بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام سمع اللہ من حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ يَمُنْ حَمِيدًا فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ قَامَ بِقَوْلِهِ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُمَيِّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ هُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمَّنُوا

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فَاتَتْهُ مَنْ وَافَقَ تَامِينَ تَامِينَ السَّمَاءِ غَيْرَ لَهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ -

۸۲۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ
وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ
حَدِيثِ مَالِكٍ وَ لَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ شَهَابٍ -

۸۲۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ
حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْهُ وَأَنَّ أَبَا
يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي
الصَّلَاةِ آمِينَ وَالْمَلَكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَ
إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ -

۸۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ
قَالَ نَا الْمُعَيْدِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلَكَةُ فِي
السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى
غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ -

۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

۸۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا
يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهْلٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ آمِينَ
فَوَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غَيْرَ لَهُ مَا

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث
مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں
آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے
کے موافق ہو جاتی ہے تو نمازی کے کچھلے تمام (صغیرہ)
گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے
آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے
کے موافق ہو جاتی ہے تو نمازی کے کچھلے تمام
(صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی
کی مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام
غیر المنضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پیچھے
مقتدی آمین کہیں اور آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں
کے موافق ہو جائے تو نمازی کے کچھلے تمام گناہ
(صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ -

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کوفیین اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔ اے

علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ منفرد امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امروں پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ ابی فراتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ غور و فکر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔ اے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمدیہ صحیح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی آئین کے وقت آئین کہنے کا حکم ویسا ہے تو اگر بلند آواز سے آئین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگا اور انھوں نے جو آئین کے دعا ہونے سے آہستہ آئین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد کی دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آئین قرأت کے تابع ہے، لہذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آئین بھی جہراً کہی جائے گی۔ اے

آئین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مقتدی بھی، امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آئین نہ کہے کیونکہ (صحاح ستہ کی) حدیث میں ہے "جب امام ولا الضالین کہے تو آئین کہو" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آئین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آئین کہتا ہے" اور آئین آہستہ کہیں، (کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللهم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور آئین کے کتاب الآثار لا امام محمد ص ۱۶) طبع ادارۃ القرآن کراچی، نیز آئین و غلبے اور دعا میں اصل احناف ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد و طیالسی اور امام ابو یوسف نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیوالمغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آئین اور آئین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آئین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آئین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آئین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آئین کہتے تو صف اول میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے مشیحین کی شرط پر مستدرک میں

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المفتی ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اولین ص ۸۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ترمذی کا روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علقمہ بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے بہت آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطا کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطا مکان خود خطا ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دارقطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور بہت آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے جو آمین باکبیر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط عارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ کے علم زاو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے اور عبد اللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبد اللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا سا قط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی سا قط ہو گئی۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص: ۱۶) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اعود باللہ، بسما اللہ الرحمن الرحیم، سبحانک اللہم، آمین اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سبحانک اللہم کا جگہ ما بینک الحمد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابوالواہل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بسما اللہ الرحمن الرحیم جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعائیں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا دعا تشہد سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

آمین بالسر پر دلائل

۱۳۲۸ء - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲-۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

عن ابی ہریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة عنقر له ما تقدم من ذنبه ۔ ۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اس وقت ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوتہ ۔ ۱۱

علقمة بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراہیم قال: اربع يخافن بهن الامام، سبحانك اللهم وبحمدك والتعود من الشيطان وبسم الله الرحمن الرحيم، وامين قال محمد وبه فاخذ وهو قول ابی حنيفة ۔ ۱۲

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانك اللهم۔ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم اور آمین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

بَابُ التَّيَمُّنِ بِالْإِمَامِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ سَفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَأْسَفِيَانُ بْنُ عَيْبَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

۱۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۱۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۱۲۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۶، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۴۰۰ھ

سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ
فَجَحِشَ شِقْمَهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
نَعُودُهُ فَحَصَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا
فَصَلَّيْنَا وَمَرَّآءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا قَفَى الصَّلَاةَ
قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَعَ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ
فَكَبِّرُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا رَفَعَ قَارِعُوا
وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا مِثْلًا وَ
لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا
أَجْمَعُونَ -

۸۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَيْتُ
ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَدَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجَحِشَ فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا لَمْ ذَكَرْ نَعُودًا -
۸۲۷ - حَدَّثَنَا حُزَيْمَةُ بْنُ يَعْقِبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَرَعَ عَنْ فَرَسٍ فَجَحِشَ شِقْمَهُ الْأَيْمَنُ يَنْحُو
حَيْثُمَا وَنَادَى فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا
قِيَامًا -

۸۲۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَامَعْنُ بْنُ عَيْسَى
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصَرَعَ
عَنْهُ فَجَحِشَ شِقْمَهُ الْأَيْمَنُ يَنْحُو حَيْثُمَا
وَفِيهِ إِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا -
۸۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ
بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ
مِنْ فَرَسِهِ فَجَحِشَ شِقْمَهُ الْأَيْمَنُ وَسَاقَ
الْحَدِيثُ وَكَانَ فِيهِ زِيَادَةٌ يُونُسُ وَمَالِكُ -

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے
بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا
ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو
تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور
جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر
اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ
کہے تو مِثْلًا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ
بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر
پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں
بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر
پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس
حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے
تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار
ہوئے، آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل
گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام
کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے
اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، لہذا جب وہ رکوع کرتے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز اس حال میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابو بکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سنارہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں کھڑے دیکھ کر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم فارسیوں اور رومیوں کا فعل کہہ رہے تھے، ان کے سردار بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے اماموں کی اقتداء کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں

۸۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَائِشَةَ قَالَتْ اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُونَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ قِيَامًا مَا فَاشَاءَ إِلَيْهِمْ أَنْ أَجْلِسُوا فَجَلَسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّرَ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَأَرْفَعُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا -

۸۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الرَّهَوَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ تَمِيمٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ كُنَيْزٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ سَبْرٍ قَالَ نَا ابْنُ جَبْرِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍوَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

۸۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ الْكَلْبِيُّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرِ أَنَّه قَالَ اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَأَاهُ وَهُوَ قَائِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ قَالَتْ فَتَقَاتَلْنَا قِيَامًا مَا فَاشَاءَ إِلَيْنَا فَفَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهِ قُعُودًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنْ كِدْتُمْ أَنْ تَفْعَلُوا فَنَارِسُ وَالرُّومُ يَقُومُونَ عَلَى مَلُوكِهِمْ وَهُوَ قُعُودٌ فَلَا تَفْعَلُوا إِنَّمَا بَايَعْتُمْ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّى قَائِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا -

تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھانی اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابوبکر بھی ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ من حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو، اور جب وہ سجود کرے تو سجود کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ من حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوسریحہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے اور ایک روایت یہاں ہے ولا الضالین کے بعد آمین کہو اور اس سے پہلے سر نہ اٹھاؤ۔

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَسِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّوَّاسِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا كَثُرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثُرَ أَبُو بَكْرٍ لَيْسِبَعْنَا ثُمَّ ذَكَرْنَا حَوَِيثَ اللَّيْثِ -

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ يُعْنِي الْجَزَائِقِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِكُمْ يَمًّا فَلَا تَحْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَثُرَ فَكثُرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَادْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ -

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ لَا تَبَادَرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَثُرَ فَكثُرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَادْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ -

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يُعْنِي النَّارَ أَدَوِيَّ عَنْ سَهْبِيلٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

قَوْلَهُ وَلَا الرِّسَالَيْنِ فَقُولُوا آمِينَ وَلَا تَرْفَعُوا قَبْلَهُ.

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ وَالثَّقَفِيُّ لَهُ قَالَ نَاشِعَةَ عَنْ يَعْلَى وَهُوَ ابْنُ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِتْمَا إِذَا مَا رَجَيْتُمْ فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا وَافَقَ قَوْلَ أَهْلِ الْأَرْضِ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ عُفِّرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام ڈھال ہے جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب زمین والوں کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے پچھلے (صغیرہ) گناہ مٹا کر دیے جائیں گے۔

۸۳۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَابِتُ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيَّوَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِتْمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيَوْمِ تَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا أَجْمَعِينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث نمبر ۸۲۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے، اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:
 - ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و بچو کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔
 - ۲۔ اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳۔ کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں خفت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین جس گھوڑی سے گرے تھے۔

- ۴۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقترار حاصل کر رہا ہے۔
- ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھال پھیل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔
- ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔
- ۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استاذ یا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔
- ۸۔ ایام عیادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔
- ۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔
- ۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

اسی حدیث میں ہے جب
امام سمع اللہ لمن حمد

امام کے لیے ما بننا لك الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

کہے تو تم ما بننا لك الحمد کہو۔
اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر ذیل ہے کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمد کہے اور مقتدی صرف ما بننا لك الحمد کہے، اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہمارے دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمد کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے اور تقسیم شکر کے منافی ہے۔
علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ما بننا لك الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے، یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منقول ما بننا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم ما بننا لك الحمد کہو۔

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو" امام احمد بن حنبل

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اسی امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے من و دعات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک مرتب حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے، حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابو بکر سے تبحیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

وقوموا لله قانتين - (بقرہ : ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثری عمل یہ تھا کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تب بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے نیز کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہوگا!

بَابُ اسْتِخْلَافِ الْاِمَامِ اِذَا عُرِضَ لَهُ عُدَّةٌ
مَنْ مَرِيضٍ وَسَفِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مَنْ يُصَلِّي
بِالنَّاسِ وَرَأَى مَنْ صَلَّى اِمَامًا جَالِسًا
لِعَجْزِهِ عَنِ الْقِيَامِ لَزِمَهُ الْقِيَامُ اِذَا قَدَرَ
عَلَيْهِ وَنَسِخَ الْقُعُودُ خَلْفَ الْقَاعِدِ فِي حَقِّ
مَنْ قَدَّمَ عَلَى الْقِيَامِ !

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

۸۴۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ

۱۔ علامہ کیچری بن شرف نووی متوفی ۷۶۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا مَرَّ أَسَدٌ قَالَنَا مُوسَى ابْنُ
 أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا
 أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى لَقَدْ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى
 النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي
 الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَأَغْتَسَلَ بِهِ ثُمَّ
 ذَهَبَ لِيَتَوَضَّأَ فَأُغْبِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ
 أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا
 هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ
 ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا
 فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَتَوَضَّأَ فَأُغْبِيَ
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا
 لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا
 فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَتَوَضَّأَ فَأُغْبِيَ
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ
 قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ
 يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لِصَلْوَةِ الْعِشَاءِ الْأَخْرَجَهُ قَالَتْ
 فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَا جَلَّ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ
 فَاتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُدْرِكُ أَنْ تُصَلِّيَ
 بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا
 يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ سے عرض
 کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی، حضرت
 عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 بیمار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز
 پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ!
 وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا
 میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل
 کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پمبے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے
 تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟
 ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر
 رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں
 پانی رکھو، ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپ نے غسل فرمایا
 غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر پمبے ہوشی
 طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا
 کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا
 نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں
 آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم
 نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ
 اٹھنے لگے تو پمبے ہوش ہو گئے جب ہوش
 میں آئے تو پھر دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ
 لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ
 کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے
 آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے
 فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر

أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ قَالَتْ فَصَلِّ بِبِهِمْ
 أَبُو بَكْرٍ يَتْلُكَ الْآيَاتِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ تَفْسِيهِ
 خِيفَةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا
 الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي
 بِالنَّاسِ فَلَمَّا أَمَّ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ
 فَأَدَّى إِلَى الْعَبَّاسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَنْ لَا يَتَأَخَّرَ وَقَالَ لَهَا أَجْلِسَانِي إِلَى
 جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ
 أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلَاةِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ
 يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ وَقَالَ عُبَيْدُ
 اللَّهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا عَرِضَ عَلَيْكَ مَا
 حَدَّثْتَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ
 حَيْثُ يَتَمَّهَا عَلَيْهِ فَمَا أَنْكَرَ عَنِّي شَيْئًا
 غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ
 الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَأَقَالَ
 هُوَ عَلِيٌّ تَرْضَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -

رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو یہ پیغام دے
 کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس شخص نے حضرت
 ابو بکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابو بکر بہت رقیق
 القلب تھے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر
 تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت
 کے مریاں حقدار ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان
 ایام میں حضرت ابو بکر امامت کراتے رہے، پھر جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاتہ محسوس
 فرمایا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے ظہر پڑھنے کے
 لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک
 حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز
 پڑھا رہے تھے۔ جب ابو بکر نے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (مصلے سے) پیچھے ہٹنے
 لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی
 اللہ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ کیا اور دونوں سے
 فرمایا مجھے ابو بکر کے پہلو میں بٹھا دو، انھوں نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر کے پہلو میں بٹھا دیا،
 حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی اقتداء کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابو بکر کی ہجوکیت
 سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، بعید اللہ
 کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں
 نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ایام علالت کی حدیث نہ سناؤں جو میں نے حضرت عائشہ
 سے سنی ہے، انھوں نے کہا سناؤ، میں نے وہ
 روایت سنائی، انھوں نے حدیث میں کسا چیز سے
 اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انھوں نے پوچھا

کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ طے
دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں !
فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر
ابتداءً بیمار ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر
ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی تمام ازواج
نے آپ کو اجازت دے دی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک
اور شخص کے سہارے چل کر اس حال میں گئے کہ آپ
کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبید اللہ
کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ
جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں
لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ "حضرت علی" تھے
رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا درد شدید ہو گیا تو آپ
نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام علالت
میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے اجازت
دے دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں
کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ
کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت
عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص، عبید اللہ
کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے
بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے
وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ کے نام
نہیں لیا، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

۸۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ مُعِينٍ
وَاللَّقْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّهْمَانِ قَالَ
أَنَا مَعَهُ قَالَ الرَّهْمَانِيُّ وَأَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ
أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا اشْتَكَيْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَاسْتَأْذَنَ
أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرِّضَ فِي بَيْتِهَا فَأُذِنَ قَالَتْ
فَخَدَجَ وَيَدُّ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَ
يَدُّ عَلَى رَجُلٍ أُخْرٍ وَهُوَ يَحْطُّ بِرِجْلَيْهِ فِي
الْأَرْضِ مِنْ فَقَالَ عَبِيدُ اللَّهِ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ
عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَمْ
تُسَمِّ عَائِشَةَ وَهُوَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

۸۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ
بِابْنِ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاسْتَدَّ بِمِمْ وَجَعَهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ
فِي أَنْ يُمَرِّضَ فِي بَيْتِي فَأُذِنَ لَهُ فَخَوَّجَ بَيْنَ
رِجْلَيْهِ تَحْطُّ بِرِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ
بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ أُخْرٍ قَالَ
عَبِيدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِأَلَدِي قَالَتْ عَائِشَةُ
فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِي مَنْ
الرَّجُلُ الْأُخْرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةَ قَالَ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

قُلْتُ لَأَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ -

۸۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ
الْكَثِيبِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّانَةَ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ لَقَدْ مَا أَجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ
مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ
النَّاسَ بَعْدَكَ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا وَإِلَّا
إِنِّي كُنْتُ أَمْرِي أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ مَقَامَهُ أَحَدٌ
إِلَّا يَتَشَاءُ مِنَ النَّاسِ بِه فَارَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ
ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ

۸۴۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ
بْنُ حَمِيدٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي رَافِعٍ قَالَ عَبْدُ آفَاءَ
قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدَ الرَّمَّانِ قَالَ أَنَا مَعَهُ
قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي حَمْرَةَ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ مُرُوا
أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا
قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعًا فَلَوْ أَمَرْتَ
غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِي إِلَّا كَرَاهِيَةٌ
أَنْ يَتَشَاءَ مِنَ النَّاسِ بِأَوَّلِي مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَالَ
فَرَأَيْتُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ
أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكَ مَوَاحِبُ يُوسُفَ -

۸۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

تھے (رضی اللہ عنہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے امام نہ بنانے پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ
تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ لوگ اس شخص
سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا
خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے
بُدشگونی لیں گے اس لیے میں نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی جگہ کس اور شخص کو
امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے
تو آپ نے فرمایا "ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں"
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو بکر رقیق القلب ہیں
جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے
آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابو بکر کی جگہ
کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے
صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ کہیں لوگ یہ بدشگونی نہ
لیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مصطلے پر کھڑا ہوا وہ ابو بکر تھے، آپ فرماتی ہیں
میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم
یوسف علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور حضرت بلال

وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ
 الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنِ عَائِشَةَ
 قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ جَاءَ يَدْلُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ
 مَرُوا أَبَا بَكْرٍ فليُصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَأَلَّتْ
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ
 أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ
 النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَةَ قَالَ مَرُوا أَبَا بَكْرٍ
 فليُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي
 لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ
 مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَةَ
 فَقَالَتْ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُنَّ لَأَنْتِ صَوَابٌ يُوسُفُ
 مَرُوا أَبَا بَكْرٍ فليُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ
 فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَفْسِيمٍ خِفَّةً فَقَامَ
 بِهَا ذِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلًا تَعْطَانِ فِي
 الْأَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ
 أَبَا بَكْرٍ نَحْسَهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَذَى إِلَيْهِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا مَكَانَكَ
 وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
 جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ
 جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ
 بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي
 النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے
 آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”
 ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں“ حضرت عائشہ
 فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو بکر بہت
 رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے
 تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو
 امامت کے لیے فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ”ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت
 کرائیں“ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت
 حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 عرض کرو کہ ابو بکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی
 جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا
 سکیں گے، آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں
 حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں
 کی طرح ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت ابو بکر نے
 نماز شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 عرض میں کھیف محسوس کی آپ دو آدمیوں کے سہارے
 سے آئے، درآں حالیکہ آپ کے پیروں سے
 بکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب
 آپ مسجد میں آئے تو حضرت ابو بکر نے آپ کی آہٹ
 محسوس کی تو مصیبت سے پیچھے ہٹ گئے، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ
 کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں
 آکر حضرت ابو بکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت
 عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر
 جماعت کرا رہے تھے اور حضرت ابو بکر کھڑے
 ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں

ناز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر ناز ادا کر رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وقت میں بعض روایات میں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر (حضرت) ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کو انے لگے اور حضرت ابو بکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

۸۲۶ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسَهَّرٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الرَّعْشِيِّ بِهَذَا الرَّسْتَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسَهَّرٍ فَأُتِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أُجْلِسَ إِلَى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يَسْمَعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ وَابْنُ شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُسَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُسَيْرٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ نَا ابْنُ نُسَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَفْسِيمٍ خَيْشَةً فَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يُؤْمَرُ النَّاسَ فَلَمَّا مَالَ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ قَائِمًا رَأَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ كَسَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلْوَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلْوَةِ أَبِي بَكْرٍ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابو بکر جماعت کو ان میں حضرت ابو بکر نماز پڑھاتے رہے، عروہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابو بکر جماعت کو ان سے تھے جب (حضرت) ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چھپے بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر (حضرت) ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو ان اور لوگوں نے حضرت ابو بکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان نماز ادا کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابو بکر جماعت کو انے لگے تھے حتیٰ کہ پیر

۸۲۸ - حَدَّثَنِي عُرْوَةُ التَّائِقُ وَحَسَنُ الْحَلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدُ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْأَخْرَانِيُّ نَائِعُ قُرْبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

کے دن جب تمام صحابہ صاف باندھے نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کا رخ انور ورق قرآن کی طرح گمنا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر منہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے نماز کی حالت میں ہم غمخوشی سے دیوانے ہو گئے، اور حضرت ابوبکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لارہے ہیں پیچھے ہٹ کر صاف میں ملنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے گئے اور پردہ گرا دیا، اور اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائے، اور ان ایام میں (حضرت ابوبکر جماعت کراتے رہے، اس کے بعد ایک

سعد قال نا ابي عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرني انس بن مالك ان ابا بكر كان يصلي نهارا في وجع رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي توفي فيه حتى اذا كان يوم الاثنين وهو صوف في الصلوة كشف رسول الله صلى الله عليه وسلم ستر الحجره فنظر الينا وهو قائم وكان وجهه ورقمته مضمحل ثم تبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم منا حكا قال فبهتتا ونحن في الصلوة من فرح بخروج النبي صلى الله عليه وسلم ونكص ابوبكر على عقبه ليصل الصف وطلت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خارج للصلوة فاشار اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ان ايتوا صلواتكم قال ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخرج الشتر قال تشوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم من يوم ذلك -

۸۴۹ - وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَاسُفِيَانُ بْنُ عِيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَنَسِ قَالَ أَخِرَ نَظْرَةَ نَظَرْتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السَّارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ يَهْدِيهِ الْقِصَّةُ وَحَدِيثُ صَالِحٍ أَخْبَرَهُ -

۱۵۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَمْرُو بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بَنَى حَيْدِي شَهْمًا -

۱۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِثْمَثِي وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا نَاعِمُ الْقَمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ قَالَ نَاعِمُ الْعَزِينِيُّ عَنِ أَنَسِ قَالَ لَمْ يَخْرُجْ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ

جلد اول

قَدَّهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ قَرَفَةً فَلَمَّا وَضَعَهُ لَنَا وَجْهَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَرْنَا مَنظَرًا قَطُّ كَأَنَّ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَعَهُ لَنَا فَأَوْفَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْتِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَرَأَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ تَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ نمودر کھائی دیا اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبا سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! (حضرت ابو بکر رقیق القلب ہیں) جب وہ آپ کی جگہ مصیٰ پر کھڑے ہوں گے تو جماعت نہ کرائیں گے۔ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھتے رہے۔

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ تَمِيمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُودًا أَبَا بَكْرٍ فليُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ مَتَى يَقُومَ مَقَامَكَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مَرِيءٌ أَبَا بَكْرٍ فليُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكَ صَوَابٌ يُوسُفَ قَالَ فَصَلَّى بِهِمَا أَبُو بَكْرٍ حَيًّا لَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۸۴۰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا مرض میں مبتلا ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعا نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو نشان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہم السلام کو لاحق نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں دردمند اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران خالق

حقیقی سے جاملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفا پایا
کیا مثلاً حضرت ابو بکر کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ۵۶۶)۔ حضرت علی
کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)۔ حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ
کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ
میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی، (اصابہ ج ۲ ص ۲۲۵)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بہوشی
کے مرض میں مبتلا درہ کہ یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں
بزدخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور
حضرت ابو بکر کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمر کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر
بہت زیادہ رقیق القلب تھے انھیں خدشہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی
میں نماز پڑھانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہو گا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار
نکل جانے والے سسکیوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ
مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابو بکر کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ
نگاہ رسالت میں اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے
کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سبب سے زیادہ مستحق حضرت ابو بکر ہیں
نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلبی کی بنا پر جب خود کو منظور پایا تو تمام صحابہ میں
سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا
حق مفضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو لوٹا دے اور اس کو نہ قبول کرے، جیسا کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کی پیش کش کے باوجود حضرت ابو بکر کو امام بنایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔
عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان اس حدیث میں ہے جب

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ المدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔

حضرت ابو بکر ظہر کی ناد پڑھا رہے تھے، اور اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابو بکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور خود پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معطلے پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھنے لگے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ نہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تعظیم کو رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ:

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگ کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو رکنا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بڑا ہے، کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو تو نہ اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔“

غور فرمائیے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف تعظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہو گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر کو اس شرک سے نہ روکا تو آپ پر کیا حکم لگے گا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے، حتیٰ کہ میں نے ایک برسی بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا، کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

نعنی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو بڑا جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا، اور یہ تعظیم عین حالت نماز میں تھی۔

حضرت ابو بکر کی اقتدار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

ملا علی قاری
فرماتے ہیں کہ:

۱۔ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۲۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶ (فارسی) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات
فیہ قاعدًا۔ ۱۷

جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں
بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اُخِرَ صَلَوةُ صَلَاةِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْقَوْمِ صَلَّى فِي
ثَوْبٍ وَاحِدٍ مَتَوَشَّحًا خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ۔ ۱۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ
جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
اقتداء میں پڑھی وراں حالیکہ آپ نے ایک چادر
پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گره باندھی ہوئی
تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اُخِرَ صَلَوةُ صَلَاةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَعَ الْقَوْمِ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ
مَتَوَشَّحًا خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ۔ ۱۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ
جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر کی اقتداء میں تھی
وراں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور
سینہ پر اس کی گره باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلى رسول الله صلى
الله عليه وسلم خلف ابى بكر جالسا
في ثوب متوشحاً في مرضه الذي
مات فيه۔ ۱۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں
ایک چادر پہن کر نماز پڑھی وراں حالیکہ آپ نے سینہ
پر اس کی گره باندھی ہوئی تھی۔

۱۷۔ امام ابو یعلیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۷۹، مطبوعہ نو محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۸۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۲۴۰ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۹۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۳، ۲۱۶، ۲۱۷، ۱۵۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد النعمان الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۱۔ حافظ احمد بن علی المعینی التیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۲ ص ۳۸، ۳۷، ۳۸، مطبوعہ دارالماہدین قرأت بیروت، ۲۰۰۴ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخیرنا ابو عبد الرحمن السلمی من اصل
کتابہ ثنا ابو العباس الاصم ثنا ابو امیة یعنی الطرسوسی
ثنا شبابة ابن سوار ثنا شعبه ثنا نعیم بن ابی ہند قال
سمعت ابی وائل یحدث عن مسروق عن عائشة رضی
اللہ تعالیٰ عنہا ان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی بالناس
فی رجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصفا و
ھکذا رواہ بدل بن المحبر عن شعبه (واخبرنا) ابو
عبد اللہ الحافظ انبأ عبد اللہ بن محمد الفاکھی
ثنا ابن ابی مسرة ثنا بدل بن المحبر فذکرہ بمثل
روایة الطرسوسی عن شبابة (روایتنا) عن انس
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر
رضی اللہ عنہ قال الشافعی رحمہ اللہ لوصلی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر مرتہ لم یمنہ ذلک
ان یكون صلی خلفہ ابو بکر اخری۔ قال الشیخ وقد ذهب
موسی بن عقبہ فی مغازیہ ان ابابکر صلی من صلاة
الصبر یوم الاثنين رکعتا وهو الیوم الذی توفی فیہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجد النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی نفسه خفة فخرج فصلی مع ابی بکر رکعتا
فلما سلم ابو بکر قام فصلی الركعة الاخری فیحتمل
ان تكون هذه الصلاة مراد من روی انه صلی
خلف ابی بکر فی مرضہ فاما الصلاة التي صلاھا
ابو بکر خلفہ فی مرضہ فھي صلوة الظهر یوم
الاحد او یوم السبت كما روينا عن
عائشة وابن عباس فی بیان الظهر فلا
تكون بينهما منافاة ویصح الاحتجاج
بالخیر الاول۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ لمان

جلد اول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درو تھا تو حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صفت میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ
عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام
شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو
تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت
ابو بکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ
بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن
صبح کو حضرت ابو بکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی،
اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی،
اس دن بھی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقتہ محسوس ہوا
تو آپ نے اگر حضرت ابو بکر کے ساتھ ایک رکعت
نماز پڑھی، جب حضرت ابو بکر نے سلام پھیرا تو آپ
نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات
میں حضرت ابو بکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے
کی روایت کی ہے، ہو سکتا ہے اس سے یہی مراد
ہو، اور حضرت ابو بکر نے جو نماز ایام مرض میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی، (جس
کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ ہفتہ
یا آوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔
پس دونوں حدیثوں میں تقارض نہیں ہے۔

وفي هذه الرواية الصحيحة، ان النبي صلى الله عليه وسلم تقدم في تلك الصلاة، وعلق ابو بكر رضی اللہ عنہ صلاتہ بصلوۃ۔ وكذلك رواه الاسود بن يزيد وابن اختها عروة بن الزبير وكذلك رواه الامرقه بن شرحبيل عن عبد الله بن عباس وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسين العلوي، قال: اخبرنا ابو حامد بن شرفي قال: حدثنا ابراهيم بن عبد الله، قال: حدثنا شبابة بن سوار، قال: حدثنا شعبة، عن نعيم بن ابي هند، عن ابي وائل، عن مسروق، عن عائشة، قالت: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه خلف ابي بكر، قاعداً، وكذلك روى عن الاسود عن عائشة في احدي الروایتين عن الاعمش يه

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصحف پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (رالی قولہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابو بکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو سعيد محمد بن موسى بن الفضل، قال: حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب قال حدثنا محمد بن اسحاق الصغاني قال: حدثنا ابن ابي مريم، قال: اخبرنا يحيى بن ايوب قال: حدثنا حميد الطويل عن ثابت البناني، حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى خلف ابي بكر رضی اللہ عنہ في ثوب واحد برد مخالفاً بين طرفيه فلما اراد ان يقوم، قال: ادع لي اسامة بن زيد، فجاء فاسند ظهره الى نحره فكانت اخر صلاة صلاها

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں (سینہ پر) گرہ لگی ہوئی تھی۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی، اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی، اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلا یا تھا۔

وفي هذا دلالة على ان هذه الصلاة التي صلاها خلف ابي بكر كانت صلاة الصبح. فانها اخر صلاة صلاها، وهي التي دعا اسامة بن زيد حين فرغ منها فوضاه في مسيره

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خود صحابہ کو نماز پڑھا جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے اور ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۱، ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بما ذكره اهل المغاربة - قلت فالذي تدل عليه هذه الروايات مع ما تقدم ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى خلفه في تلك الايام التي كان يصلي بالناس مرة وصلى ابو بكر خلفه مرة وعلى هذا حملهما الشافعي (رحمه الله) في مغازي موسى بن عقبة، وغيره بيان الصلوة التي صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعصتها خلف ابي بكر، وهي صلاة الصبح من يوم الاثنين. وفيما روينا عن عبيد الله عن عائشة وابن عباس بيان الصلوة التي صلاها ابو بكر خلفه بعد ما افتتحها بالناس. وهي صلوة الظهر من يوم السبت، والا احد، فلا يتناهيان له.

ما قل نور الدين البهشمي بيان کرتے ہیں:

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى خلف ابي بكر رواة الطبراني في الصغير والوسط. ۱۷

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی، یہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت تھی، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے دن صبح کی نماز میں حجرہ سے نکل کر صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت کا واقعہ ہے۔ اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اور حضرت ابو بکر پیچھے ہو گئے اور حضور نے نماز پڑھائی، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، سو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کو امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ شیخ اہلبی لکھتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کامرین شدید ہو گیا تو آپ نے حضرت ابو بکر کو یہ حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز پڑھائیں، اور ان کے لیے حضرت ابو بکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے، غیبہ کا حکم یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز پڑھائی تھی اور یہ وہی نماز ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں کے

فلما اشتد به المرض امر انما بكر ان يصلي بالناس وقد اختلفت في صلوة بهم فالشيعة تزعم انه لم يصل بهم الا صلوة واحدة وهي الصلوة التي خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم منها يتهاذى بين علي والفضل فقام في المحراب مقامه وتأخر ابو بكر والصحيح عندى وهو الاكثر الا شهر انها لم تكن آخر الصلوة في حياته

۱۷۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۲۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۴، ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البہشمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعة و
ان ابا بکر صلی بالناس بعد ذلك
یومین ثومات ۱۶

سہل سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں
حضرت ابو بکر کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے
ہٹ گئے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور
یہی جمہور کا مختار ہے اور مشہور ہے کہ یہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے
کی نماز نہیں تھی، اس کے بعد حضرت ابو بکر نے دو
دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہو گئی۔

جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور
شخص کو امام بنانے کا جواز

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی و
بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے،
جب نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابو بکر کے پاس
گیا اور کہنے لگا اگر آپ جماعت کرا میں تو میں تکبیر
کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہل کہتے ہیں کہ
حضرت ابو بکر نے جماعت شروع کرا دی، اور
اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے آئے اور (پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے
حضرت ابو بکر چونکہ انتہائی اہٹاک اور استغراق سے
نماز پڑھتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا
کہ حضرت ابو بکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
آنے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا
شروع کیے، جب تکبیر ہاتھ مارنے کی آواز
سنائی دی، تو حضرت ابو بکر متوجہ ہوئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

بَابُ تَقْدِيمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ إِذَا
تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَلَمْ يَخَافُوا مَفْسِدَةً بِالتَّقْدِيمِ
۸۵۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّعْدِيِّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى
بَنِي عَبْرَةَ بْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتْ
الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَصَلِّيْ
بِالنَّاسِ فَأَقِيمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ
قَالَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي
الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ
فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ انْتَفَتَ
قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ
إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
أَمَّكَتْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ
اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَ
تَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۔ شیخ ابراہیم بن حاجی حسین امیلی، درۃ نجفیہ شرح صحیح البلاغۃ، مطبوعہ تہران (طبع قدیم)

ثُمَّ انصرفت فقال يا ابا بكر ما منعك ان
تثبت اذا امرتك قال ابو بكر ما
كان لابن قحافة ان يصلي بين يدي
رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لي
بآيتكم اكثر مما التصفيق من ثابته
مكي وفي صلواته فليستهم فاقه اذا سبهم
التفت اليه اشما التصفيق للنساء -

طرح نماز پڑھاتے رہیں۔ حضرت ابو بکر نے دونوں
ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابو بکر صلی
سے پیچھے بیٹھ کر صف میں مل گئے اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے مصلے پر آکر (بقیہ نماز کی) جماعت
کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا
”اے ابو بکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو ہاتھ
کرانے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابو بکر
نے جواب دیا ”ابن قحافہ سے یہ ہو ہی نہیں
سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے
ہوئے وہ جماعت کرائے“ پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا
تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارتے
تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان
اللہ کہا کرو۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو
امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عورتیں (امام کو ٹوکنے
کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان
کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابو بکر نے دونوں
ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اٹھے پاؤں لوٹ
کر صف میں مل گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن
لؤی میں صلح کرا نے تشریف لے گئے، بقیہ حدیث
حسب سابق ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب
آپ اٹھے تو آپ صفوں کو چیر کر پہلی صف میں شامل

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ
عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ أَبِي حَارِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ
ثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيُّ كِلَاهُمَا
عَنْ أَبِي حَارِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ
مَالِكٍ وَفِي حَدِيثِهِمَا قَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ
اللَّهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَأَى حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ
۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَزْزِيعٍ
قَالَ سَأَلْتُ أبا عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ عَنْ أَبِي حَارِمٍ
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الشَّاعِرِيِّ قَالَ ذَهَبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ
بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَرَأَى حَتَّى رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

جلد اول

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَقَ الصُّفُوفَ حَتَّى قَامَ عِنْدَ الصَّفِّ
الْمُقَدَّمِ وَفِيهِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجَعَ الْقَهْمَرَى -

ہو گئے اور حضرت ابو بکر اٹھے پاؤں پیچھے لوٹ
گئے۔

۸۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ
الْحَلَوَانِيُّ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ
نَاعِبُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَأَى ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي
ابْنُ شَرَهَابٍ عَنْ حَدِيثِ عِيَادِ بْنِ زِيَادٍ أَنَّ عُرْوَةَ
ابْنَ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَغِيرَةَ بْنَ
شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَزَامَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَوَّكَ قَالَ الْمَغِيرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْغَائِطِ وَ
حَمَلْتُ مَعَهُ إِذَا وَهَّ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا
رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
أَخَذْتُ أَهْرِي عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ وَ
غَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ
ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ جَبَّتَهُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَصَاقَ
كَمَا جَبَّتِي فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْجَبَّتَةِ حَتَّى
أَخْرَجَ ذِرَاعِيهِ مِنْ أَسْفَلِ الْجَبَّتَةِ وَغَسَلَ
ذِرَاعِيهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ تَوَضَّأَ أَعْلَى خَيْبِهِ
ثُمَّ أَقْبَلَ قَالَ الْمَغِيرَةُ فَأَقْبَلْتُ مَعَهُ حَتَّى
بَجَدَ النَّاسَ قَدْ قَدَّمَ مَوَاعِدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ
فَصَلَّى لَهُمْ فَأَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلَّى مَعَ النَّاسِ الرَّكْعَةَ الْآخِرَةَ
فَلَمَّا سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ صَلَاةٍ قَافِرًا ذَلِكَ الْمَسْلُومِينَ
فَاكْتَرُوا التَّسْبِيحَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ أَحْسَنْتُمْ أَوْ قَالَ قَدْ
أَصَبْتُمْ يَغِيظُهُمْ أَنْ صَلُّوا الصَّلَاةَ لَوْ قَاتَلَتْهَا -

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قضاہ حاجت کے لیے باہر نکلے، میں پانی
کا ایک اڈول لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز
سے پہلے چلا، جب آپ لوٹے تو میں ڈول سے
آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، آپ نے تین
بار دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا، اس کے
بعد آپ جب اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں
تنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے دونوں
ہاتھ جب کے اندر کیے اور اندر کی جانب باہر
نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا
اور بازوؤں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے، میں بھی
آپ کے ساتھ چلا جب پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں نے
حضرت عبد الرحمن بن عوف کو امام بنا لیا ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی، آپ نے
دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت
عبد الرحمن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے
ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انہوں نے
کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی
تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا
کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بروقت نماز
پڑھنے پر ان کی تعریف فرمائی۔

ن: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقرر ہو اور وقت پر نہ آئے تو کوئی شخص جماعت کرا دے۔
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے

۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْحَلَوَانِيُّ

قَالَ فَاَعْبَدَ الرَّمَّاقَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي
 ابْنُ شَهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ
 حَمْرَةَ بِنْتِ الْمُغِيرَةِ تَخَوَّحَ نَيْبُ عِبَادٍ قَالَ الْمُغِيرَةُ
 فَاَمَّا ذُو تَاخِيْرٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا -

بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ مغیرہ
 کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو پیچھے کرنا
 چاہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 دو۔

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

باب مذکور کی احادیث کے مسائل (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر نازکے

وقت پر نہ آسکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔
 اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔
 ۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر
 کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کی اور اس کا
 سبب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی نہ رہیں
 بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں کی اس سے
 معلوم ہوا کہ نماز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے
 کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کرانے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود
 حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے
 ۶۔ نماز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
 جائز ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں
 کو حکم دیا کہ وہ ایک ہاتھ کی تحصیل دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی
 آواز بھی عورت سے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔
 ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں بھی نماز پڑھی ہے

(اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)
 ۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے

ہاں صلح کرانے گئے

- ۱۰۔ امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جائے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔
- ۱۱۔ مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے طور وہ اس کی موافقت کرے۔
- ۱۲۔ ضرورت کی بنا پر نماز میں مڑ کر دیکھنا، کیونکہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔
- ۱۳۔ جب کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا استجاب، کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو برقرار رکھا۔
- ۱۴۔ نعمت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا جواز۔
- ۱۵۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابو بکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

۱۶۔ درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔

۱۷۔ جب مقبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو نہ کرنا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔

۱۸۔ حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصیبت سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابو بکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔

۱۹۔ اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔

۲۰۔ نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی فضیلت۔

۲۱۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بجاٹی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بجانا لہو و لعب ہے۔

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ

کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں
حضرت ابوسریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان
اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر دستک دیں۔

بَابُ تَسْبِيهِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيَةِ الْمَرْأَةِ

إِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو

التَّائِدُ وَنَاهِبُ بْنُ حَدَّادٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سَيَّانُ بْنُ

عَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ

بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَابُنْ وَهَبٌ

قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَابْنُ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَاهُ يُرَى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ
لِلنِّسَاءِ زَادَ حَوْمَلَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَقَدْ
رَأَيْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُسَبِّحُونَ وَيُصَفِّحُونَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت
کی ہے۔

۸۵۹. وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْقَضْلُ
يَعْنِي ابْنَ عِيَّانٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو
مَعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا
عِيْسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت
کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

۸۶۰. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَتَرَادَفَ فِي الصَّلَاةِ -

نماز کو خضوع و خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے
کا حکم

بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا
وَالْخُشُوعِ فِيهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جاع
کرانے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کیوں نہیں ادا کی
کیا نمازی نماز پڑھتے وقت یہ غور نہیں کرتا کہ وہ
کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ محض اپنے
نماز پڑھتا ہے! بخدا! اس بات میں کوئی شک
نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دکھا
ہوں جیسا کہ سامنے سے دکھتا ہوں۔

۸۶۱. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الْعَلِيِّ بْنِ
إِبْنِ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا تَمَّ النَّصْرَةَ وَقَالَ
يَا فُلَانُ لَا تَحْسِنُ صَلَاتَكَ إِلَّا يَنْظُرَ الْمُصَلِّي
إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّي لِنَفْسِهِ إِنِّي وَاللَّهِ لَا يَبُورُ
مِنْ وَرَأْيِي كَمَا أَبْصَرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ
ہو کہ میں صرف قبلہ کی طرف دیکھتا ہوں، بخدا مجھ

۸۶۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ
ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ هَلْ تَرُونَ قِبَلِي هَهُنَا فَوَاللَّهِ لَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ
وَلَا سُجُودُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ دَمَا إِذْ ظَهَرْتُمْ

۸۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا
نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ
يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ آتَمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَوَالَهُ إِذَا
لَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرَجَمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا
رَكَعْتُمْ وَتَسَجَّدْتُمْ -

۸۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ الْمَسْبُوعِيُّ قَالَ نَا
مُعَاذُ يُعْنِي ابْنَ هِشَامٍ قَالَ نَا ابْنُ حَرْبٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ كِلَابٍ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ آتَمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَوَالَهُ إِذَا
رَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَإِذَا مَا سَجَدْتُمْ -

نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے نہ سجدہ اور بے شک
میں تم کو اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ
اچھی طرح ادا کیا کرو، قسم اللہ کی بلا شک و شبہ میں تمہیں
اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا
میں تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا
رہتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ پورا
پورا کیا کرو پس بخدا میں اپنی پشت کے پیچھے سے
تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا
رہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان | امام بخاری روایت کرتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں تم
بخدا نہ مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی
ہے اور باطنی خضوع خشوع بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال هل ترون قبلي ههنا والله ما
يخفي علي ركوعكم ولا خشوعكم واني
لا اراكم من وراء ظهري -

بخاری اور مسلم کی ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران
اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال
میں سے کوئی حال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجدہ، ظاہر اور باطن شہادت اور غیب
سب آپ کے سامنے عیاں اور بیاں تھا، یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتی ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمدیہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیءٍ عکھا کن اریۃ الاما ایتہ فی

مقامی هذا حق الجنة والنار۔ لہ

اس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھادی گئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دکھادی گئی۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عارضی راقم الحروف کا ذوق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی کیونکہ نماز کے اندر اور باہر تمام کائنات کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کر اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے، ارشاد ہے:

لئن شکرتم لا نزيدنکم۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

(ابراہیم: ۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس صفت میں ترقی تو متوقع ہے کسی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علی وجہ الترقی ثابت ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

وقل رب ناد فی علما۔

زیادتی عطا فرما۔

(طہ: ۲۰)

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور کائنات کو ہمہ جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر روک لے گا یا دائماً علی سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

(بقرہ: ۱۴۳)

ویکون الرسول علیکم شہیداً۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال و اعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، گواہی اگرچہ سن کر بھی دی جاتی ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے۔

اللہ! اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انبیاء سابقین کی گواہی دیں گے میدان

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو رد کر دیں گے تو انبیاء کا فاعد سہارا حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا جب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر مہر لگا دیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منتظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هولاء شهيدا۔

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت پیش کریں گے۔

(نساء: ۴۱)

اللہ اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار نے — انبیاء کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر وہی ہے تو امت کے اعمال و احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دیکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی ہر ایک سے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں، اسے نور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ وہ کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او پیوست و حجابے کہ برآں از ترقی مجرب ماند است کدام است پس اوسے شناسد گناہاں شمارا و درجات شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

کیونکہ وہ نور نبوت سے سر دیندار کے دین پائے مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہنچانتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت دائمی تھی، وہ جب حیات ظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قرآن

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبعہ یوسفی کھنؤ

میں ہیں اب بھی سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت دائمی دینے کی پار و جہیں ہوتی ہیں اول یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچئے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابتداً دیتا ہی نہیں، اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کی صلاحیت والا ہی نہیں، اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی شرا کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے
قل ان اتبع الاما یوحی الی - (احقاف: ۹)

بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔
پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکر ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فصبح واطراف النهار لعلک ترضی -
آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے
راضی ہو جائیں۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی -
روز محشر کو (عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا
دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔

اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا رہ گیا نعمت واپس لینے کا چوتھا
سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر
اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا
کرے اور پھر واپس لے لے۔

مجازی محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے
تب بھی وسیع النظروں محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے
حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب
کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر
ہر جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرماتی ہے، کیوں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبات میں اللہ تعالیٰ نے کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی نیز خدا کی ذات و صفات کی گواہی بھی دیکھ کر وہی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال پر گماہ بنایا اور جنہوں نے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چوتھی وجہ یہ ہے کہ قانونِ محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کر اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دائمی ہے اور علی الترتیب دی ہے۔

ندائم کداحی سخن گویمت
کہ والا ترمی زانچہ من گویمت

اہل علم کی ضیافتِ طبع کے لیے معروض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ انی لاکر من وساء ظہری (بخاری) یہ جملہ اسمیہ سے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوامِ تجدوی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم ات اور لامِ خبر میں تاکیدوں سے مؤکد فرمایا آخر کوئی وجہ تو تھی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر مؤکد فرمایا، نیز دوامِ تجدوی انقطاع آئی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن لوازم میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجلیاتِ الہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور منہک ہوتے اور جب وہ اس کے جلوؤں میں کھوٹے ہوتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی، اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں ہوتا، واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجدوی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوامِ ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لحظہ کے لیے بھی انقطاع متصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شوقِ صدرِ مبارک کے بد قلبا طہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے: قلب سدید فیہ عینان تصوان واذنات تسمعات - ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۴)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالمِ محسوسات سے وراہ الوردِ حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی ادری ما لاترون واسمع ما لا

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور
وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

تسمعون۔

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بطور خرق عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں
اودکان پیدا فرمادیں ہیں تو اب یہ کہنا کہ ما دراد عالم محسوسات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا
احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک
کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احياناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الہیہ کی بنا پر کسی امر خاص
کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا اور
آخرے میں جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت
بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ ۵
شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادری ما یفعل بی ولا یکمل الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے
ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ اس حدیث میں روایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں
ہے، اور روایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جانتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ
کی تعلیم سے جانتے ہیں از خود نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل
قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے
اور وہ تمام منقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ
کے حواس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں،
اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے
حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے
کہ بعض روایات میں ہے: میں بندہ ہوں اور یہ نہیں
جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، اس کا جواب
یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور
اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالقرن
یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا پس پشت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:
صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آن حضرت
راصلی اللہ علیہ وسلم احاطہ ووسعتی در درک و علم منقولات
و اوزد حواس لطیف اور نیز احاطہ در درک محسوسات
بخشیدند و جہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند و
واللہ اعلم و این جا اشکالی می آزد کہ در بعضی روایات
آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ من بندہ ام نمیدانم آنچه در پس این دیوار است،
جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و روایت بدان
صحیح نشدہ است و اگر باشد گفتیم کہ آن اشکاف
مخصوص بجال نمازا است و اگر عام است موقوف
با اعلام الہی و خلق اوست علم را چنانکہ در سائر منیبات

۱۔ علامہ سید احمد کاظمی متوفی ۱۲۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

۲۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۲۶ھ، برابین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبعہ بلالی دہلی

جلداول

است و ولایت می کند بران حدیثی که واقع شده است که
یک باری ناقه آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان
گفتند کہ محمد خیر از آسمان میهد و در نمی یابد کہ ناقه او کجاست
چون این سخن منافقان بان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت
من نبیدانم و در نمی یابم مگر آنچه بدانند و در بابا ند مرابرو رگه
من متصل بهمین گفت کہ تحقیق راہ نمود مرابرو رگه و کار تعالی بران
ناقه کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شده است ہماروی
در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکہ خبر دارہ بود پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نہی یابد مگر آنچه در بابا ند و مرابرو رگه مبارک
تعالی خواہ در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال لہ

بَابُ تَحْرِيمِ سَبَقِ الْاِمَامِ بِرُكُوعٍ وَ سُجُودٍ وَ نَحْوِهَا

۸۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ
بْنُ مَجْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ بَكْرِ قَالَ ابْنُ مَجْرٍ اَنَا وَقَالَ أَبُو
بَكْرٍ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْقُلٍ عَنْ اَبِي
قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ
يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ
وَالسُّجُودِ وَلَا بِالْفِيَا مِرْوَاكٍ وَلَا بِالنِّصَافِ وَلَا بِ
اِرَاكُم مِّنْ اَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي
نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا آتَتْ لَصَحِيحَتُمْ
قَلِيلًا وَلَكِنَّكُمْ كَثِيرًا قَالُوا مَا دَارَ اَيْتَ يَا رَسُولَ

و بچھنا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ
کلا بچھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے
تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور
غیبیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے
اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ
یہ خبر نہیں کہ آپ کی اونٹنی کہاں ہے، جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں
بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلانے بغیر کسی چیز کو
انہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اونٹنی
غلاں جگہ ہے اور اس کی مہار غلاں درخت سے
اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق
وہاں اونٹنی مل گئی، پس حالت ناتر ہو یا غیر نماز اللہ
تعالیٰ کے بتلانے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

امام سے پہلے رکوع و سجدہ وغیرہ کرنے کی

ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی
نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف
متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام
ہوں، تم رکوع، سجدہ، قیام اور نماز کے اختتام میں
مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا ریب و شک میں تمہیں
سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔
پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے
اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو
تم ہنسو گے اور روؤ زیادہ، صحابہ کو ام نے عرض کیا

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اللّٰهُ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ -

یا رسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؛ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ قُضَيْبٍ جَمِيعًا عَنِ السُّعْحَارِيِّ بْنِ قُلْقُلٍ عَنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيثُ وَكَانَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَلَا بِالْإِضْرَافِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کہتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کی طرح بنا دے۔

۸۶۶ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ وَابُو الرَّبِيعِ الرَّهْمَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلْفُ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَخْشَى الَّذِي يُرْفَعُ رَأْسُهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَحْوَلَ اللَّهُ مَا أَسَّ نَاسَ الْعِمَارِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يُرْفَعُ رَأْسُهُ فِي صَلَاتِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَحْوَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ فِي صُورَةِ حِمَارٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے اللہ اس کے منہ کو گدھے کے منہ (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجُمُعِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ جَمِيعًا عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَانَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ كُلُّهُمُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَهْدَأُ غَيْرَانَ فِي حَدِيثِ رَبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ وَجْهَهُ وَجْهَ حِمَارٍ -

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ

غلاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کا وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیڑ کر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورتِ آفت میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہوجانے کی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدمی شخص کی صورت مسخ ہوگئی تو وہ عموم کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ
 نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی نیت

۸۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ تَيْمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهَيْنَ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعَ إِلَيْهِمْ -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیٹائی جاتی رہے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیٹائی جاتی رہے گی۔

۸۷۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهَيْنَ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُنْخَصِفَنَّ أَبْصَارُهُمْ -

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِي السَّلَامِ مِنْ زَكَاةٍ وَمَا تَوَعَّدُونَ -

(ذاریات: ۲۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور ان کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ وَاتِّمَامِ الصُّفُوفِ الْأُولَى وَالْتِرَاقِ فِيهَا وَالْأَمْرِ بِالْإِجْتِمَاعِ

سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم

۸۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ مَرَاذٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرْقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ تُسْبِسُ أُسْكُمُوا فِي الصَّلَاةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا قَرَأْنَا حَلَقًا فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ عِزِينَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَتَرَاخُصُونَ فِي الصَّفِّ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں سنبھلنے دیتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو، تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ پہلے پہلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک طرف کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسکی طرح مروی ہے۔

۸۷۲- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَ نَا وَكَيْعُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور تو سلام پھرنے کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نفل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو، ہاتھ سے اشارہ کرنے سے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

۸۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَيْعُ عَنْ مِسْعَرِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ نَا ابْنُ أَبِي تَمَّازَةَ عَنْ مِسْعَرِ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْقُبَيْطِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَاسْتَأْذَنَّا بِأَيْدِيهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا تَوْمُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ تُسْبِسُ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِخْذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى آخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارہ سے "السلام علیکم" "السلام علیکم"

۸۷۴- وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَرْوَانَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ خُرَاتٍ يَعْنِي الْقُرَّانَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَلَأْنَا

اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَتَنْظُرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُسَيِّرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهُمْ أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدٌكُمْ فَحَلَيْتُمْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْخِرُ بِيَدِهِ

کہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم ہر شخص گھوڑوں کی دھموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو، جب تم میں سے کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں اخاف کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتدائی امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج ہے اور یہ الگ واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے اسکنوا فی الصلوة۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا ہے جو نماز سے خارج ہے جو کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے، ان دونوں حدیثوں کو اخلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۲۸) ”رفع یدین“ میں گذر چکی ہے۔

نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی افضلیت کا بیان

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ وَإِقَامَتِهَا وَفَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَالْأَزْدِ حَامٍ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمَسَابِقَةِ عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أَوْلِي الْفَضْلِ وَتَقْرِيرِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے، بلا برکھڑے ہو آگے پیچھے کھڑے مت ہو، ورنہ تہات سے دل مختلف ہو جائیں گے، میرے قریب بانگ اور عقلمند لوگ کھڑے ہوں، پھر جوان کے قریب ہوں اور پھر جو ان کے قریب، حضرت ابو مسعود کہتے تھے کہ آج تو تم لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔

۸۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاعَبَهُ اللَّهُ بْنُ إِدْرِيسَ وَابْنُ مَعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرِ الشَّيْبِيِّ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوْوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلْبِسَنِي مِنْكُمْ أَوْلَا الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ فَإِنَّكُمْ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۷۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ ح وَ
حَدَّثَنَا ابْنُ نَحْتَمٍ قَالَ أَنَا يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ ح وَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ اور عظیم لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں (اس طرح تین بار فرمایا) نیز آپ نے فرمایا بازار کی لغواتوں سے بچو۔

۸۷۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَ
صَالِحُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ وَرْدَانَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ
قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنِ
إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلْبِسَنِي مِنْكُمْ
أَوْلِيَاءَ الْأَحْلَامِ وَاللَّهُمَّ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُهُمْ تَلَاوُثًا وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

۸۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَوْءَ اصْفُوقِكُمْ فَإِنْ تَسَوَّيْتُمُ الصَّفَّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ -
۸۷۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ هُوَيْرِثٍ صَهْبِيبٍ عَنْ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
آتَمُوا الصَّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ مَا حَدَّثَنَا أَبُو
هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّحَايَتُ
مِنْهَا وَقَالَ أَقِمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ أَقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ -

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے صفوں

۸۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عُنْدَهُ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَ
ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْخَطَّافِي
قَالَ سَمِعْتُ النَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَتَسَوَّنَّ صُفُوفُكُمْ أَوْلِيَاءَ الْفَرَسِ اللَّهُ سُبْحَانَ
۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ
عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْسَ يَوْمِي صُفْرًا حَتَّى كَأَنَّهَا يَسْوِي بِهَا الْقِدَاحَ
حَتَّى رَأَى أَنَا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمَ الْقِيَامِ
حَتَّى كَادَ يَكْبُرُ فَرَأَى رَجُلًا بَادِيًا صَدَدَةً مِنْ
الصَّفِّ وَقَالَ عِبَادَ اللَّهِ لَتَسَوَّنَّ صُفْرَكُمْ أَوْ
لِيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ.

کو اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو
برابر کر کے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے خیال
فرمایا کہ ہم نے (صفت درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر
ایک دن آپ نماز پڑھنے کے وقت تشریف لائے اور
تعمیر کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا
جس کا سینہ صفت سے باہر نکلا ہوا تھا، اس وقت
آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی
رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال
دے گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی
یہ روایت منقول ہے۔

۸۸۳ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَابُوسُ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو الْأَخْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَاتِقَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

۸۸۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَوَاتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي
الْبَدَائِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَن
يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتَهْمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي
التَّهْجِيرِ لَأَسْتَبِقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي
الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور
صفت اول میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان
کو قرعہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے
تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت
دور میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا
چل جائے تو وہ ضرور جائیں گے اور اگر انہیں پتا
چل جائے کہ مشاء اور صبح کی نماز میں جانے کا
کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے
کے لیے ضرور جائیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا آپ
نے فرمایا آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور میرے
بعد واپس تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جگہ
پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے
نفل سے موخر کر دے گا۔

۸۸۵ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَا
أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْحُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخَّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوا وَأَتَمُّوا
بِي وَلِيَأْتَكُمْ بِكُمْ مِنْ بَعْدِكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ
يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخَّرَهُمُ اللَّهُ -

۸۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

الدَّارِمِيُّ قَالَ نَامُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ
نَايَشْرِبُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنِ الْجَرِيرِيِّ عَنِ أَبِي تَهْرَةَ
عَنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فِي مَوْجِدِ الْمَسْجِدِ قَدْ كَرُمَتْهُ

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ
لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا اس کے بعد مثل سابق
حدیث ہے

۸۸۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
حَزْبِ الْعَاسِطِيُّ قَالَا نَاعَمْرُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو قَطَنِ
قَالَ نَاشِعَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جِلْدَاسٍ عَنْ أَبِي
زَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ
الْقَدَامِ لَكَانَتْ قُرْعَةً وَقَالَ ابْنُ حَزْبِ الصَّفِّ الْأَوَّلُ مَا كَانَتْ إِلَّا قُرْعَةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو
جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ہوتا
ہے تو تم اس کے لیے قرعہ اندازی کیا کرو۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ
عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ
الرِّجَالِ أَوْلَاهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ
النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوْلَاهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی
بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں
کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

۸۸۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاعَبْدُ الْعَزِيزِ
يَعْنِي الدَّارِمِيُّ عَنِ سَهِيلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ حدیث منقول ہے۔

ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص
کو صف اول میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام
کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو کسی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا
موقع ہوگا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ خود سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کر سکے گا،
اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا
چاہیے، اور قضا، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت، صلوة، تدریس، افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں
صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، علم اور کفو کے
مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے یہ
حدیث نمبر ۸۸۲ میں ہے اگر لوگوں کو تپا چل جائے کہ عتمہ (عشاء)
اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد ص ۱۳۷۵

کے لیے انا پڑھے تو وہ اٹھیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نمازوں پر بہت زیادہ براہِ کرم کیا ہے، اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے، کیونکہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے نیند اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار تھیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمة فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمة کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمة کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمة فرمانا بیانِ جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ دیہاتی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمة کا لفظ فرمایا۔

مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں
مردوں سے پہلے سجدے سے سر نہ اٹھائیں

بَابُ ۱۶۱ أَمْرُ النِّسَاءِ الْمُصَلِّيَاتِ وَمَا آءُ
الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرْفَعْنَ رُؤُسَهُنَّ مِنَ
السُّجُودِ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہ بندگی میں باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقع پر کئی شخص نے کہا کہ اسے عورتوں کی نماز میں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَادَيْتُهُ عَنْ سَفِيَّانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ عَنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِي أَرْبَاعِهِمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ مِثْلَ الصَّبْيَانِ مِنْ ضَيْقِ الْأُمْرِ رَخَلَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُمْ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

ت: اس حدیث میں شرمگاہ کے متر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ ۱۶۲ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ إِذَا الْوَيْتُ رَقِبَ عَلَيْهِ فِتْنَةٌ وَإِنَّهَا لَا تَخْرُجُ مُطَيَّبَةً

جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بشرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد ص ۱۸۲، المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

۸۹۱۔ حَدَّثَنَا عَدُوٌّ وَالثَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَاسُفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ سَالِمًا يَحْدِثُ عَنْ أَبِيهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنْتَ أَحَدًا كَمَا امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعُهَا

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے، راویا کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمر بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوئے تھے، اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

۸۹۲۔ حَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمْنَعُوا نِسَاءً كَمَا الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهِ لَمَنْعُهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أَخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللَّهِ لَمَنْعُهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندوبستوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو۔

۸۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي وَابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ نَافِعُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دو۔

۸۹۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ تَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاءً كَمَا إِلَى الْمَسَاجِدِ فَأَذِنُوا لَهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ بڑے کاموں کے لیے بہانہ بنا لیں گی۔ راوی

۸۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ مِنَ الْحُرِّ وَجَرَى إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ لَا تَدْعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فَيَتَّخِذْنَ دَخْلًا قَالَ فَرَجَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا نَدَّ عُهُنَّ .

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم باجرت نہیں دیں گے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقف نے کہا پھر یہ عمر تمہیں اس اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر مالا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دو جو وہ تم سے اجازت لیں ان کے بیٹے بلال نے کہا تم سبھلا ہم ان کو ضرور روکیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

۸۹۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَيْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيْسَى عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ .

۸۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا شَبَابَةٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَدْقَاءُ مَسْعُومٌ عَنْهُ وَعَنْ جَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَمْرٍَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَوَيْتُمُ السَّجْدَ وَاللَّيْلَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنُ لَهْ يُقَالُ لَهُ وَإِفْدًا إِذَا مَنَعْتَهُ دَعْلًا قَالَ قَضَرَ بَ فِي صَدْرِهِ وَ قَالَ أَحَدُ ثَمَكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا .

۸۹۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرَّبِيُّ قَالَ نَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ نَا كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ يَدْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُطُوهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللَّهِ لَنَسْتَعْمُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ أَنْتَ لَنَسْتَعْمُنَّ .

زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشاء کی ناز پڑھنے بلکے تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

۸۹۹- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ مَاتِبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شَرِهَاتُ أَحَدِكُمُ الْعِشَاءَ فَلَا تَطِيبْ بِتِلْكَ اللَّيْلَةِ .

۹۰۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا بِكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشْبَجِ عَنْ بُسْرِ

بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْنَبِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدْتَ إِحْدَاكَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَا تَمَسَّ طِبْئًا.

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

۹۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قُرَّةٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بِخُورٍ فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

۹۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنُ قَعْنَبٍ قَالَ نَاسِطِيَانُ يَعْنِي ابْنَ بَدَلٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لَوَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدَتْ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَنَعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ نَعَمْ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رہناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمرو سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انہوں نے کہا ہاں!۔

۹۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاعِبِدُ الْقَوَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو وَالتَّاقِدُ قَالَ نَاسِطِيَانُ بْنُ عَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

اہم مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے

روکنے کو منع فرمایا ہے یہ نہیں تنزیہی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جہاں عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوجھ عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جاسکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز سند بنار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مردو جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کہ ہم پر سبقت کہ گئے، ہم یہ تلاب

کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا ”تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھی گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گی“ (بحوالہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۶) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ اور مردہ وود میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار نیم عریاں لباس اور باناروں میں بے لہ لگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور شمع خانہ کو چراغ محفل شانے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی زیارت، اقامت کی عیادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر جاسکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جاسکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قون فی بیوتکن (احزاب: ۳۳) ”اپنے گھروں میں رہو“ کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۹۰۳ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک اپ میں طرح طرح کی بناؤ اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہر کی خواتین کا میک اپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (راوند آج کل بیوٹی پارلر میں جس طرح عورتیں میک اپ کراتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔) بعض خرابیاں حسب ذیل ہیں:

۱۔ عورتوں کا تنگ، چسپت اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔
ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھیر میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔

ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔

د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔

۴۔ بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔

۵۔ مردوں کی بھیر میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ (ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گول

ہونا، دفاتر، بیگوں، ہوشوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی سروسز میں اجنبی مردوں کے ساتھ

مخلوط رہ کر کام کرنا۔)

ز۔ عورتوں کا بطور سوسائٹی گرل محزب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا۔

ج۔ ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

- ط۔ بعض عورتوں کا جسم فرشتوں کے لیے بس شاپس، پارکوں، تفریحی گاہوں اور ہوٹلوں میں گاہکوں کو ناز و انداز کی مختلف ترغیبات اور تحریکات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔
- ی۔ کلبوں، حماموں اور سوئمنگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ تیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنا۔
- ک۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔
- ل۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، (آڈیو کے نام پر ٹی وی فڈاموں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا)۔
- ۲۔ موڈل گرل بننا اور فلم سٹوڈیوز میں اداکاری کے جوہر دکھانا، جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم آغوش ہونا اور دیگر فحش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم عریاں نشیب و فراز کو نئے نئے زاویوں سے دکھانا۔
- و۔ اجنبی مردوں کے ساتھ، کرکٹ، ہاکی، فٹ بال کھیلنا اور ووٹ میں حصہ لینا۔
- س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے تقریریں کرنا۔
- ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جلوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔
- ف۔ روپیہ کو بہ طور سکارف گلے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔
- ص۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔
- ش۔ مخلوط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔
- یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش امور کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریف اور باجیار خاتون کا پردہ کی حدود میں گھر سے نکلنا بھی ابتلاً معصیت کے خطرہ سے خالی نہیں رہا، ایک طرف مسجد میں باجماعت ناز پڑھنے کی فضیلت ہے اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیتے۔
- اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرمادیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم

کر کے اس کی بناء ابراہیم پر دوبارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ۱ ص ۲۲) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، (شمالی ترمذی ص ۵۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں بدبودار حالت میں مسجد جائیں، ان اماریت میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں خوشبو لگانے اور فاخرہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے یہ شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مساجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے اماریت کی روشنی میں لکھا ہے اور مذاہب ائمہ بیان کیے ہیں۔

بَابُ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ
الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا
خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسَدَةً

بہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ
قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ ولا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جاگرت کراتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو برا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں بلندی اور پستی کے درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیہ کریمہ ولا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها دیکھ کر میں نازل ہوئی۔

۹۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ جَمِيعًا عَنْ هُثَيْمِ بْنِ قَالِ بْنِ الصَّبَّاحِ تَاهُثِيمٍ قَالَ أَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ وَلَا تَخَافُتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِاصْتِحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ قِرَاءَتَكَ وَلَا تَخَافُتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ أَسْمِعُهُمُ الْقُرْآنَ وَلَا تَجْهَرُ ذَلِكَ الْجَهْرَ وَابْتِغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا يَقُولُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمَخَافَةِ -

۹۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ وَلَا تَخَافُتْ

المیزان، مصر، ۱۳۴۸ھ

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد مدنی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، موضحاً ومفصلاً، مطبوعہ ادارۃ الطباعہ

بِمَا قَالَ أَنْزَلَ بِهَذَا فِي الدُّعَاءِ -

۹۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَقَالَ نَاحِتَارُ
يَعْنِي ابْنَ تَرِيْدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْبٍ
قَالَ نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ كُلُّهُمُ عَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ
مِثْلَهُ **بَابُ الْإِسْتِمَاعِ لِلْقُرْآنِ**

۹۰۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمُ عَنْ جَبْرِ
قَالَ أَبُو بَكْرِ نَا جَبْرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُوسَى
بْنِ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي
قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحْرِكُ بِهِ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جَبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ
كَانَ مِمَّا يُحْرِكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفْتِيهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ
فَكَانَ ذَلِكَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى لَا تُحْرِكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ أَخْذُهُ
إِنْ عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ إِنْ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ
فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنُهُ فَتَقْرَأُهُ فَإِذَا قَرَأْتَاهُ
فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ أَنْزَلْنَا هُوَ فَاسْتَمِعْ لَهُ إِنْ
عَلَيْنَا بَيَانُهُ أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ فَكَانَ إِذَا
آتَاهُ جَبْرِيْلُ أَطْرَقَ فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا
وَعَدَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

۹۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو
عَوَانَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحْرِكُ
بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً كَانَ يُحْرِكُ
شَفْتِيهِ فَقَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا أَحْرَكُ لَهَا لَكَ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے
ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

قرآن مجید سننے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ
لا تحرك به لسانك کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب
جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم (یاد کرنے کی خاطر) اپنی زبان مبارک اور
ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک
و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرك به لسانك
لتعجل به ان علينا جمعه وقوانه آپ یاد کرنے کی خاطر
زبان کو جلدی نہ ہلائیے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع
کرنا اور آپ سے پڑھوانا ہمکے ذمہ ہے اور
فلذا اقراناه فاتبع قرآنہ۔ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم
آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اور ان
علینا بیانہ کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے
قرآن بیان کریں گے، اس کے بعد جب جبرائیل
آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ
چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق
پڑھنا شروع کر دیتے۔

حضرت ابن عباس لا تحرك به لسانك لتعجل به
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن
کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے
اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے، یہ کہہ کر حضرت
ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ
ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا
فَحَرَكَ شَفْتَيْهِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا حَرَكْتُهُمَا كَمَا
كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَكَ شَفْتَيْهِ فَأَنْزَلَ
اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ
عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ فِي صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَأُ
فَإِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَأَنْصِتْ
لَعَلَّكَ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ جَبْرِيلُ اسْتَمَعَ قِيَامًا
أَنْطَلَقَ جَبْرِيلُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ كَمَا أَقْرَأَهُ -

ہونٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہونٹ
ہلا کر دکھلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہونٹ
ہلائے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائی ہیں لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه
حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ
قرآن مجید کو آپ کے سینہ میں جمع کریں گے اور آپ سے
پڑھو انہیں گے اور فاذا قرأناہ فاتبعہ قرآنہ۔
اس کی تفسیر میں فرمایا آپ خاموشی سے قرآن مجید سنیں
پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے قرآن مجید پڑھو انہیں
اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سنتے اور جب جبرائیل
چلے جاتے تو آپ اس کی قرأت کے مطابق قرآن
مجید پڑھتے۔

قرآن مجید سننے کا شرعی حکم | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا
کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم
ترحمون۔ (اعراف، ۲۳)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

نماز اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے
مستعلق نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید
کا سننا اس وقت واجب ہے جب کوئی غدر نہ ہو، اسی وجہ سے قنیہ میں لکھا ہے کہ جب گھر میں بچہ
قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ
اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح
قرآن مجید پڑھنے کے دوران فقہ کو پڑھنے کا حکم ہے، اور صحیح التقدیر میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک
شخص فقہ کو لکھ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور لکھنے والے کے
لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص چھت
پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے
کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انہیں ایذا پہنچا رہا ہے، شرح المنیر میں لکھا ہے
کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے تاکہ قرآن مجید

کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہو گا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہو گا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہو گا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاة یحییٰ منقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض مین ہے۔ ۱۰

تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

متقدمین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہماری اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سننا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہو گا۔ ۱۱

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے

کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلہ کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہو گا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صرف اندر کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور چٹوں پر قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے ساتھے قرآن پڑھا اور نہ ان کو دیکھا بلکہ اصل واقعہ یہ

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ
وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِبْتِ
۹۰۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَأَى أَبُو
عَوَانَةَ عَنْ أَبِي يَشْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ مَا قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۱۱۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۶۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

فَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَمَا رَأَوْا هُمْ أَنْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيْطَانِ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَدَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ قَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوا مَا ذَلِكَ إِلَّا مِنْ نَتْنٍ وَحَدَثٍ فَأَضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانظُرُوا مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَاءِ فَانظُرُوا يَضْرِبُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَدَعَا النَّفَرُ الَّذِينَ أَحَدُوا أَنْحَوْتَهُمَا مَهْمًا وَهُوَ يَنْخُلُ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي يَا أَصْحَابِهِ صَلَوَةَ الْفَجْرِ فَمَا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ وَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَجَعَلُوا إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الْوَسْطِ فَأَمْتَابِهِمْ وَلَكِنْ نُشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحَدًا فَانزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أُوْحِي إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ -

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت جنات کا آسمان پر جانا اور وہاں سے خبریں لاتا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے جانے لگے، اس موقع پر جنات اپنی قوم کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی نیا واقعہ ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں پھرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد جنات نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں مقام نخل میں صحابہ کو ام کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز سنی تو غور سے سنتا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی قل ادھی الی انہ استمع نفر من الجن " آپ کہتے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"

۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي
عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُ
عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ شَهِدَ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِجِرِ قَالَ
فَقَالَ عَلْقَمَةُ أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ
فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِجِرِ
قَالَ لَا وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَعَدْنَا
فَالْتَمَسْنَا لَهُ فِي الْأَذْوِيَةِ وَالشَّعَابِ
فَقُلْنَا اسْتُطِيبَ أَوْ اغْتِيلَ قَالَ فَبِئْسَ
بَشِيرَ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَكُنَّا صَبِيحَنَا
إِذَا هُوَ جَاءَ مِن قِبَلِ حِرَاءَ قَالَ فَقُلْنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَعَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ
تَجِدْنَا فَبِئْسَ بَشِيرَ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ
فَقَالَ أَتَانِي دَاعِي الْجِجِرِ فَذَهَبْتُ مَعَهُ
فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ فَاذْهَبِي بِنَا
فَإِنَّا أَنَا أَشَارُهُمْ وَأَنَا نِيرَانُهُمْ وَ
مَالُوهُ الرِّيَاضُ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرٌ
اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيِّدِيكُمْ أَوْ قَرَمًا
يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفَتْ لِدَاؤِكُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ
إِنْحَوَانِكُمْ۔

عامر کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا
کیا حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الججنات سے
ملاقات کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت
عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی
لیلۃ الججنات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھا انہوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک)
آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، ہم پیاروں
کی نگاہوں اور داریوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے
ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن سے گئے یا کسی
نے آپ کو ہسید کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے
چینی سے گزارا، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا
کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آرہے ہیں، ہم
نے عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو آپ ہم سے اوجھل
ہو گئے، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر آپ انہیں ملے۔
یہ رات ہم نے اس طرح گزارا جیسے کوئی قوم سخت
کرب اور بے چینی سے رات گزارتی ہے، آپ
نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک
نامندہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے
سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے
گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار
دکھائے۔ جنات نے آپ سے اپنی خوراک کے
بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو
اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری خوراک
سے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے
پرہیز ہو جائے گی اور ہراونٹ کی مینگنی تمہارے
جانوروں کا چارہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں سے استنجاء

نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے
امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان
کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن
جزیرہ کے تھے۔

۹۱۱ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ
قَالَ نَأَسَمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوُدَ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَثَامَ يَنْبِرَانِهِمْ فَتَالَ
الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ وَكَأْتُوا مِنْ جَنِّ الْجَزِيرَةِ
إِلَى أُخْرِجَ الْحَدِيثُ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفْعَلًا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا
اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ
نہیں ہے۔

۹۱۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ قَالَتْ عَائِدَةُ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ
الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ وَثَامَ يَنْبِرَانِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور
میرا یہ تمنا تھی کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا
خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي
مُعْشَرَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْحَجِّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَوَدِدْتُ إِيَّاهُ كُنْتُ مَعَهُ -

معن کے والد نے مسروق سے پوچھا کہ
جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی مسروق
نے کہا مجھے تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے
بتلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی
خبر دی تھی۔

۹۱۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ وَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَأَبُو سَامَةَ عَنْ مِسْعَرِ
عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا
مَنْ أَذَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ
لَيْلَةَ اسْتَمْعُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُوكَ
يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ إِذْ نَتُّ بِهَذَا شَجَرَةً -

جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں
ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات
ہوئی ہے، اس تضاد کو علماء نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا
ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں قرآن سن لیا تھا، اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبدالعزیز مسعود نے جس ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شریعہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون - میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(ذاریات، ۵۶)

علامہ ابن حجر کی علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف مقام پر مشتمل ہیں مثلاً راقضہ شیبہ وغیرہ بد عقیدہ فرتے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شریعہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو مؤمن ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لا ملئن جہنم من الجنۃ والناس۔

میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھریں گا۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مؤمنین اور نیک جن جنات میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی حسن بصری، ضحاک، مالک بن انس اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کا مسلک ہے۔ جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرائت

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

۱۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنْزِيُّ قَالَ نَأْبُنْ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي الصَّرَّافَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھانے پر پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی دو سورتیں

۱۔ علامہ ابن حجر بیہقی کی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ ابن حجر ص ۴۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ محی الدین نووی متوفی ۷۶۶ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (تقسیم کیلئے) سنا تے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

قَتَادَةَ وَابْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فِيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكَعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيَقْصِرُ الثَّانِيَةَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دور رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آیت میں بھی سنا دیتے تھے اور آخری دور رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

۹۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَسْأَلُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دور رکعتوں میں اتنی دیر قیام کرتے تھے جتنی دیر میں سورہ الم تنزیل المسجدہ پڑھی جاتے، اور ظہر کی آخری دور رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دور رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دور رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دور رکعتوں میں پہلی دور رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

۹۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمِ بْنِ قَبِيحٍ تَابَ هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْمَدُ قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَرَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرًا قَدْرًا لَمْ تَنْزِيلُ التَّجْدَةِ وَحَرَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْآخِرَتَيْنِ قَدْرًا التَّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحَرَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ قِيَامِهِ فِي الْآخِرَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْآخِرَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْآخِرَتَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى التَّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَةِ التَّجْدَةِ تَنْزِيلًا وَقَالَ قَدْرًا ثَلَاثِينَ آيَةً

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دور رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دور رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا اس سے تیس آیتوں کی ادھی مقدار اور عصر کی پہلی دور رکعتوں

۹۱۸ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَأَى أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي يَسْرٍ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ قَدْرًا

میں پندرہ آیتوں کی مقدار قرأت کرتے اور آخری دور رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار۔

ثَلَاثِينَ آيَةً وَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْ رَخَّسَ عَشْرَ آيَةٍ أَوْ قَالَ نِصْفَ ذَلِكَ وَ فِي الْعَصْرِ فِي رُكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ قَدْ رَخَّسَ قِرَاءَةً خَمْسَ عَشْرَةَ وَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْ رَخَّسَ ذَلِكَ -

۹۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ شَكُوا سَعْدًا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوا مِنْ صَلَاتِهِ فَأُرْسِلَ عَلَيْهِ عَمْرٌ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ لَهُ مَا قَابَلُوهُ بِهِ مِنْ أُمْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ إِنِّي لَا صِلَى بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُحْدِثُ عَنْهَا إِنِّي لَا زَكُّدُ بِهِمْ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحْدِثُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کی شکایت کی، حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم۔ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابواسحاق تم سے مجھے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۹۲۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هَذَا الْإِسْنَادِ -

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْدِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عَمْرٌ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَرَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَمَا أَبَا قَامِدٌ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحْدِثُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَ مَا لَوْ مَا أَقْتَدَيْتَ بِهِمْ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ذَلِكَ ظَنِّي بِكَ -

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھاٹی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اہل کوفہ کی شکایت پر) حضرت سعد نے کہا یہ وہی

۹۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشِيرٍ عَنْ مُسْعِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَ أَبِي عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ وَ نَرَادُ فَقَالَ تَعْلَمُنِي

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

مجھے نماز سکھاتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور پھر کوئی شخص بقیع جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے تھے۔

تقریباً بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ باتیں پوچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ پوچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تیرے لیے بھلائی نہیں ہے کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور ہم میں سے کوئی شخص بقیع جا کر اپنے کام سے فارغ ہو کر آجاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ہوتے۔

صبح کی نماز میں قرأت

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھانی اور سورۃ المؤمنون کی قرأت شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کوشک ہے) تو رسول اللہ

الآخر اب بالصلاة۔

۹۲۳ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ نَالُوْلَيْدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قُرَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تَقَامُ فَيَذْهَبُ الدَّاهِبُ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِي وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِمَّا يَطْوِرُ لَهَا۔

۹۲۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ تَأْتِي الرُّحْمَانُ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ مَعَاوِيَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قُرَّةُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ مَكْتُومٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَأَسْأَلُكَ عَمَّا سَأَلْتُكَ هُوَ لَأَوْعَنُ عَنْكَ قُلْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ فِي ذَلِكَ مِنْ خَيْرٍ فَأَعَادَ مَا عَلَيْهِ فَقَالَ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تَقَامُ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى۔

باب القراءة في الصبح

۹۲۵ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَأْتِي حَبَّابُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَتَقَامُ بَا فِي اللَّفْظِ قَالَ تَأْتِي عَبْدِ الرَّمَّانِ قَالَ تَأْتِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُولُ أَسْمَعُ فِي رَسُولِ اللَّهِ

جلداول

marfat.com

Marfat.com

بْنِ سَقِيَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ الْمُسَيَّبِ بْنِ الْعَارِدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ
صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَمَهُ
سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ وَذَكَرَ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذَكَرَ هَيْسَلِي
مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشْكُ أَوْ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ أَخَذَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةً فَفَرَكَهُ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ ذَلِكَ وَ
فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فَحَدَّثَ فَرَكَهُ وَفِي حَدِيثِهِمْ وَعَبْدُ اللَّهِ
بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ -

صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو آپ نے قرأت متون
کردی اور رکوع میں چلے گئے۔

۹۲۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلْتُ
يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ وَابْنَ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ أَنَا ابْنُ يَشْرِ عَنْ مَسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ
بْنُ سَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُوَيْرِثٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقَجْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَسَ

حضرت عمرو بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
صبح کی نماز میں وایل اذاعسس سنا۔

۹۲۷ - حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قُضِيلُ
بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ
عَنْ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْرَأُ فِيهِ وَالْقُرْآنَ
الْمَجِيدَ حَتَّى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ قَالَ لَجَعَلْتُ
أَمْرًا ذَا ذَمٍّ وَلَا أَدْرِي مَا قَالَ -

حضرت قطیب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء
میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورہ بقرہ
والقرآن المجید - والنخل باسقات تک پڑھی، میں اس
آیت کو دہراتا رہا، راوی کہتا ہے مجھے پتا نہیں انہوں
نے کیا کہا۔

۹۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
شَرِيكَ بْنَ أَبِي عَمْرٍاءَ وَابْنَ عَمْرٍاءَ وَابْنَ عَمْرٍاءَ
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطَيْبَةَ
بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقَجْرِ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلَعُ نَضِيدٍ -
۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ
بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُبْحَ
فَقَرَأَ فِي رُكْعَتِهِ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلَعُ نَضِيدٍ

حضرت قطیب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
صبح کی نماز میں سنا آپ پڑھ رہے تھے - والنخل
باسقات لها طلع نضيد -

زیاد بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے
ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اقتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والنخل
باسقات لها طلع نضيد - کی قرأت کی اور بسا اوقات

کہتے ہیں کہ آپ نے سورہ ق کو پڑھا۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی
رکعت میں ق والقرآن المجید پڑھتے اور دوسری
رکعت میں تخفیف کرتے۔

۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَازِدَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ
حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقَاتٍ وَالْقُرْآنِ
الْمَجِيدِ وَكَانَ صَلَوَتُهُ بَعْدَ تَخْفِيفًا -

سماک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ
رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تھے
اور لوگوں کی طرح لمبی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ صبح
کی نماز میں ق والقرآن المجید۔ یا اس کی
مثل سورتیں پڑھتے تھے۔

۹۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ
بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ثنا يَحْيَى بْنُ
أَدَمَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ مِمَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ
بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلَاةَ وَلَا يُصَلِّيُ صَلَاةً هُوَ لِأَبِيهِ قَالَ
وَأَبَاؤُنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي
الْفَجْرِ بِقَاتٍ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَنَحْوَهَا -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں
واللیل اذا يغشى اور عصر کی نماز میں اس
کی مثل قرأت کرتے اور صبح کی نماز میں اس سے
لمبی قرأت کرتے۔

۹۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ
سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ
فِي الظُّهْرِ بِالْبَلْبَلِ إِذَا يَغْشَى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذَلِكَ
وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ مِنْ ذَلِكَ -

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں
سبح اسم ربك الاعلیٰ اور صبح کی نماز میں اس
سے لمبی قرأت کرتے تھے۔

۹۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَ
فِي الصُّبْحِ بِأَطْوَلَ مِنْ ذَلِكَ -

حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیتوں
سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۹۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ الثَّيْبِيِّ عَنْ أَبِي
الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرزَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعَصَاةِ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ -

حضرت ابو بزرہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں

۹۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكَيْفٌ عَنْ
سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

أَبِي بَرزَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفُوقُ فِي الْفَجْرِ بَيْنَ السَّيِّئِينَ إِلَى الْيَاسَةِ -

ساتھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنْ أَمَرَ الْقَضِيلُ بِنْتِ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بَنِي لَقَدْ ذَكَرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ لِأَنَّهَا لِأَخِي مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورہ والمہرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہنے لگیں اے میرے بیٹے تمہارے اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آ گیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ النَّاقِدُ قَالَا نَا سَقِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَا أَنَا عِنْدَ الرَّمَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الرَّهْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَرَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدَ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز نہیں پڑھائی۔

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ -

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورہ طور سنی۔

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُهَيْدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سَقِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَا أَنَا عِنْدَ الرَّمَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ كُلُّهُمْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قسرات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورہ والنتین والذیتون پڑھی

۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَأَى بِي قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ عِدِّي قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَحْتَدِثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْأَخْرَجَتْهُ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكَعَتَيْنِ وَالنَّتِينَ وَالذِّيْتُونَ -

۹۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأَى كَيْثُ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِدِّي بْنِ ثَابِتٍ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالنَّتِينَ وَالذِّيْتُونَ -

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، آپ نے سورہ والنتین والذیتون پڑھی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورہ والنتین والذیتون سنی، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کو میں نے ایسی خوش امکانی سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۹۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُيَيْمِرٍ قَالَ نَأَى بِي قَالَ نَأَى مِسْعَرٌ عَنْ عِدِّي بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِالنَّتِينَ وَالذِّيْتُونَ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنُ صَوْتًا مِنْهُ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اگر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے، ایک رات انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر اگر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر حالت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

۹۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَأَى سُهَيْبَانٌ عَنْ عُمَرَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا يَأْتِي فَيَوْمَ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ لَمَّا آتَى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَأَقْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَنْصَرَفَ فَأَنْصَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ لَمْ صَلَّى وَخَدَّاهُ وَأَنْصَرَفَ فَقَالَ لَهُ أَنَا فَتَتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللَّهِ وَ لَا يَتِيَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كُفْيَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّا

أَفْعَابُ نَوَاضِعِ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَأَنْ مَعَاذًا
مَلَى مَعَكَ الْعِشَاءَ لَمْ أَلِي قَا فَتَتَمَّ بِسُورَةِ
الْبَقَرَةِ قَا قَبَلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى مَعَاذٍ فَقَالَ يَا مَعَاذُ أَفْعَابُ أَنْتَ إِشْرَا
يَكُنَّا أَقْرَأُ يَكُنَّا أَقَالَ سَقِيَانُ فَقُلْتُ لِعَمْرٍو
أَنْ أَبَا الرَّبِ بِرِحَةَ مَنَا عَنْ جَابِرِ أَنَّهُ قَالَ أَقْرَأُ
وَالشَّمْسِ وَضُحُحَهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَسَبِّحْ
اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ عَمْرٍو وَنَحْوُ هَذَا -

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے
لگا یا رسول اللہ! ہم دن بھر اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے
ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا
پھر اگر ہماری جماعت کرائی، اور نماز میں سورۃ بقرہ
شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کی
طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے معاذ! کیا تم فتنہ پڑھ
ہو (نماز میں) فلاں فلاں سورت پڑھا کرو، حضرت
جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے و
الشمس وضوحها والليل اذا يغشى، سبح اسم ربك الاعلى
جیسی سورتیں بتائی تھیں۔

۹۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَكَلَّمْتُ
مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَنَا اللَّيْتُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
عَنْ جَابِرِ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ
بِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَأَنْصَرَفَ رَجُلٌ
مِنَّا فَصَلَّى فَأُخْبِرَ مَعَاذُ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَهُ مَا قَالَ مَعَاذُ
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرَيْدُ أَنْ
تَكُونَ قَتَانًا يَا مَعَاذُ إِذَا مَمَّتِ النَّاسَ فَأَقْرَأُ
بِالشَّمْسِ وَضُحُحَهَا وَسَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى
وَاقْرَأُ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء
کی جماعت کرائی اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی
تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ
ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا
چلا تو انہوں نے کہا وہ شخص منافق ہے اور
جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا
کہ (اس بناء پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق
کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
معاذ سے کہا۔ اسے معاذ! کیا تم فتنہ پڑھا کرنا چاہتے
ہو! جب تم جماعت کراؤ تو الشمس وضوحها،
سبح اسم ربك الاعلى، اقرا باسم ربك الاعلى
اور والليل اذا يغشى - جیسی
سورتیں پڑھا کرو۔

۹۲۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هَشِيمٌ
عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
عشاء کی نماز پڑھتے پھر جابر اپنی قوم کو عشاء کی نماز

پڑھتے۔

اللَّهُ عَلَيَّ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ -

۹۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الزَّيْبِغِ الزُّهْرِيُّ أَنِي قَالَ أَبُو الزَّيْبِغِ نَاحَتًا قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مَعَادٌ يُصَلِّيُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جا کر لوگوں کو جماعت کراتے۔

متنفل کی اقتدار میں مفترض کی نماز کی مخالفت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو بار پڑھتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جا کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب یہ ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء کی نماز پڑھتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو یہ جائز ہے، اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہذا امام سے اختلاف نہ کرو۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إنما جعل الامام لیؤتد بہ فلا تختلفوا علیہ الحدیث - ۲

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

۱۔ عبد الرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام منا من صلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام منا من صلہ

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متقن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفترض کی اقتداء میں منتقل کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معارف سے متغفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاجم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں، جمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے، حضرت معاذ بن جبل نے خود نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالف احتمال زیادہ قوی ہیں کیونکہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گذر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متغفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس نفل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاذ دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں امام احمد بن حنبل نے اور شرح معانی الآثار میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ کی لمبی قرأت کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تکن فتاناً اماناً فصلی معی واما ان تخفت عن قومک۔
اے معاذ تیرا مت ڈالو یا صرت میری اقتداء میں نماز پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔

۱۔ امام ابو علیسی ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
۳۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دوم مرتبہ نہیں پڑھے جلتے اور حضرت معاذ کے لیے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات معین کر دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں فرض پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ فرض پڑھائیں، اس کی مزید تفصیل علامہ زبیری کی عبارت میں ہے۔
 ۱۔ علامہ زبیری نے ذکر کیا ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دوم مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت معاذ ایسا کرتے تھے، بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا اور نسخ پر امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: لا تصلی صلوٰۃ فی یوم مرتین ایک نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھی جائے۔

۲۔ چونکہ حدیث معاذان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے حدیث معاذ کی توجیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام میتھے تھے اس لیے بامر مجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک متنفل کی اقتدار میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ متنفل کی اقتدار میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

۴۔ حدیث معاذ سے علی سبیل التبریل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوگی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر محضی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز خون پڑھانی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے، پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا یعنی ایک مرتبہ بطور فرض کے اور دوسری مرتبہ بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لیے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھا ہے تو پھر کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے یہ

*

بَابُ أَمْرِ الْأَيْمَةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلَاةِ فِي قَامٍ

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هَشِيمٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَدَقَّ أَحْرَقُ عَنْ صَلَاةِ الضُّمِيرِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ وَمَتَا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدُّ مَتَا فَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ فَأَنْتُمْ أَمْرُ النَّاسِ فَلْيُؤْخَرْ فَإِنَّ مِنْ ذَمَائِكُمُ الْكِبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَذَا الْحَاجَةِ -

۹۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا هَشِيمٌ وَوَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ تَمِيمٍ قَالَ أَنَا فِي حَرْفٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَيْرٍ قَالَ أَنَا سَفِيَانٌ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَشِيمٍ -

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَنَا الْمُغِيرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَدَامِيِّ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَدُكُمْ النَّاسُ فَلْيَخَفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكِبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالرَّيْفَ فَإِذَا صَلَّى وَحَدَّاهُ فَلْيَصِلْ كَيْفَ شَاءَ -

۹۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذَا مَا قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيثَ مِنْهَا وَقَالَ

امہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرأت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رہ جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا تھا، آپ نے فرمایا اسے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھانے کو تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حدیث سابقہ کی مثل روایت منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کو اسے تو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز پڑھائے) اس لیے کہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھانے کو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے

ہیں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا
أَمَّ أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفِ الصَّلَاةَ فَإِنَّ
فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ
صَلَاةَ مَا شَاءَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں
سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے
کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

۹۵۱ - وَحَدَّثَنِي حَرَمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ قَالَ أَنَا
ابْنُ دَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا
هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدًا كَرِهًا
لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ ذَا الْحَاجَةِ .

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی
یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی
جگہ بوڑھے کا لفظ ہے۔

۹۵۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ
اللَيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ
سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا
هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلِ السَّقِيمِ الْكَبِيرَ .

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ
تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ مجھے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا
میرے قریب ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے
سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر
میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر
فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرے
اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں
میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی
ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں
اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے
تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي قَالَ نَاعِمٌ وَابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ
مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي
الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَنَا أَمْرٌ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
أَجِدُنِي فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ إِذْ نَمَّ فَجَلَسَنِي بَيْنَ
يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَهُ كَفْرًا فِي صَدْرِي بَيْنَ كَتِفَيْ
ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيْ
ثُمَّ قَالَ أَمْرٌ قَوْمَكَ فَمَنْ أَمْرٌ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ
فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ فَإِنَّ
فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِنَّ فِيهِمُ ذَا الْحَاجَةِ فَإِذَا صَلَّيْتَ
أَحَدًا كَرِهًا فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ .

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

۹۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم جماعت کرو تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعِيَّةٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ قُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ قَالَ أَخْرَمَنَا عَهْدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آمَمْتَ قَوْمًا فَانْحَفْ بِهِمُ الصَّلَاةَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۵ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الزَّيْبِعِ الرَّهْمَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوجِزُ فِي الصَّلَاةِ وَيُتِمُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سب لوگوں کی بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَاتَانُ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَخْفِ النَّاسِ صَلَاةً فِي تَمَامٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف سے نماز نہیں پڑھی۔

۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْأَخْرُونَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُمَرِّعٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی ایسے بچہ کے رونے کی آواز سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو چھوٹی سورت پڑھ کر نماز میں تخفیف کر دیتے۔

إِمَامٍ قَطُّ أَخْفَ صَلَاةً وَلَا آتَمَّ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۹۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَهُ أُمَّهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ بِالشُّوْرَةِ الْحَقِيقَةِ أَوْ بِالشُّوْرَةِ الْقَصِيْدَةِ.

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے مبارک کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی

۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخِي لَا دَخَلَ الصَّلَاةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاخْفِ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمَّهِ بِهِ.

وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ | اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے ائمہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرأت کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرأت کیے ہیں۔ امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن مروان بن الحكم قال قال لي زيد بن ثابت مالك تقرأ في المغرب بقصاصة المفصل وقد رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بطولي الطولين قال ما طولي الطولين قال الاعراف والاخر الانعام وسالت انا ابن ابي مليكة فقال لي من قبل نفسه الماشدة والاعراف

مروان بن الحكم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اپنی طرف سے سورہ مائدہ اور سورہ اعراف بتلائے۔

سورہ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورہ انعام پون پارے کی ہے اور سورہ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورہ اعراف اور دوسری میں سورہ انعام یا سورہ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورہ انعام اور کبھی سورہ مائدہ پڑھتے تھے۔ یہ حال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کی مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرأت کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کو جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرأت کیے اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے والوں کو ایسا کیفیت اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماریوں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی رہنمائی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گذر جائے۔

۱۲۶۵ء امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور

اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمزور نماز پڑھتے تو ان کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، بیماریوں کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے، اور یہ ٹھیک ہے کہ مغرب کی نماز میں وقت کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قرائت کرتے تھے تو وقت کی نبضیں بھی رگ جاتی تھیں اور گردشیں لیل و نہار بھی ٹھہر جاتی تھی۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم [علامہ علاؤ الدین حنفی]

حنفی لکھتے ہیں،

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قرائت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص اگر ہلکا ہے اور اگر اس کو پتہ نہ ہو کہ کون سے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ شخص اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام سند بیا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور امام شافعی کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقتہً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لیے اس کی تکمیل نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے تذل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔

اگر امام کو پتہ نہ چلے کہ کون اگر ہلکا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تیسچیں زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشواری نہ ہو، تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنے سے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کہ جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں نہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے لیکن اس میں حقیقتہً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

امام علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہاشم رشیدی ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ مطبعہ

جلد اول

بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے، خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے، کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جائے تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبد اللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثورس سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے جیاد کا خیال نہ آئے، اسی بنا پر معراج میں رکھا ہے کہ اس کو اجرت ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ**۔ ”نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو“، اور منتہی میں لکھا ہے کہ مؤمن کو دوسرے سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو مثال کرنے کے لیے لمبی قرأت کہنا مہلک ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ دنیا داروں کو راہنی کرنے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر و شلوار ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی تاخیر کہنا مکروہ نہیں ہے۔

معصفت کا لے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرأت لمبی کہنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اولیٰ ضروری ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی تسبیح اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر معاذت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز میں قرأت کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اس کا نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا خواہ وہ دین دار ہو یا دنیا دار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بَابُ إِحْتِدَالِ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ وَ تَخْفِيفِهَا فِي تَمَامِ

نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا

۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبُكْرِيُّ وَ أَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَارِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَّانَةَ قَالَ قَالَ حَامِدٌ نَا أَبُو عَوَّانَةَ عَنْ هَدَّادِ بْنِ أَبِي حَمِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَمَقْتُ الصَّلَاةَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجِدْتُ قِيَامًا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام، رکوع، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا پھر سجدہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا، نماز سے فارغ ہونے

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متون ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

فَرُكِعَتَهُ فَاَعْتَدَ الْاَلَهُ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجَدَ لَهُ فَجَلَسَتْهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ
فَسَجَدَ لَهُ فَجَلَسَتْهُ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْاِنْصِرَافِ قَرِيبًا مِّنَ السَّرَاوِمِ سَبَبٌ بَرَابَرٌ تَحْتَهُ۔

۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيِّ
قَالَ نَأَىٰ أَبِي قَتَالَةَ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ قَتَالَ
غَدَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَّاكَ رَمَنْ
ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ تَهَابِي عُبَيْدُ اللَّهِ
أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَكَانَ يُصَلِّيُ فَيَاذَا رَفَعَ
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْ رَمَى قَوْلَ اللَّهِ
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلًّا السَّمَوَاتِ وَمِلًّا الْأَرْضِ
وَمِلًّا مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّنَاءِ
وَالسَّجْدِ لَا مَا نَعَرِ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَعْطَىٰ
مَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ
قَالَ الْحَكَمُ قَدْ كَرِهْتُ ذَلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ أَبِي لَيْلَى فَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ
يَقُولُ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ
مِنَ الرُّكُوعِ وَسُجُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ
قَرِيبًا مِّنَ السَّرَاوِمِ قَالَتْ شُعْبَةُ قَدْ كَرِهْتُ
لِعَبْدِ بْنِ مُرَّةٍ فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى
فَلَمْ تَكُنْ صَلَاةً هَكَذَا۔

کوف کے امیر نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہما سے کہا کہ آپ امامت کرائیں وہ جماعت کرتے
اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے
ہوتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیتا: اللہم ربنا لک الحمد
ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت من
شیء بعد اهل الشناء والمجد لا مانع لما اعطيت
لا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجدا منك الجدا۔
راے اللہ! تو اس ستائش اور تعریف کا مستحق ہے
جن سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو چاہے
بھر جائے تو ہی تعریف اور بڑائی کے لائق ہے
جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں
سکتا اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی
دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ
میں کامیاب ہو سکتی ہے) راوی کہتا ہے میں نے
یہ حدیث عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو سنائی انہوں نے کہا
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے
تھے جس میں رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھا کر
کھڑے ہوتے، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان
بیٹھنا تقریباً برابر ہوتے تھے، شنبہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن مرہ سے بیان کی تو انہوں
نے فرمایا کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے
وہ اس کیفیت سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہی حدیث ایک اور سند
سے بھی مروی ہے۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَثْنَىٰ وَإِبْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَأَىٰ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَىٰ شُعْبَةَ عَنِ
الْحَكَمِ أَنَّ مَطْرَ بْنَ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ
أَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَأَقِ الْحَدِيثَ۔

۹۶۳ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَنَاؤُ
 نُونٌ تَمَّ يَدُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِي لَّا لَو
 أَن أُصَلِّيَ بِكَو كَمَا نَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا قَالَ فَكَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ
 شَيْئًا لَّا أَرَا كَو تَصْنَعُونَ كَانَتْ إِذَا دَفَعَتْ رَأْسَهُ
 مِنَ التَّكْوِيمِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتَّى يَقُولَ
 الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَإِذَا دَفَعَتْ رَأْسَهُ مِنَ
 التَّبَعْدَةِ مَكَتَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ -

۹۶۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ
 قَالَ نَابَهْرُ قَالَ نَا حَنَاؤُ قَالَ أَنَا قَائِلٌ عَنْ
 أَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْ جَزَّ صَلَاةً
 مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي تَمَامٍ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَارِبَةً وَكَانَتْ صَلَاةُ أَبِي بَكْرٍ مُتَقَارِبَةً فَلَمَّا كَانَ عُمَرُو
 بْنُ الْخَطَّابِ مَدَّ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ
 لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتَّى يَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ
 ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ التَّبَعْدَتَيْنِ حَتَّى
 يَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 میں تمہیں ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی
 نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے راوی
 (ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں
 دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی، وہ جب
 رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے تو قومہ میں اتنی
 دیر لگاتے کہ کوئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے
 ہیں اس طرح جب سجدہ کر کے بیٹھتے تو اتنی دیر
 لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز کسی شخص کے
 پیچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود
 کمال ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام
 ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی جب
 عمر رضی اللہ عنہ اپنے دو رکعتوں میں صبح کی نماز پڑھتے
 تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اتنی
 دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ
 شاید آپ بھول گئے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان
 آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ وہم ہوتا کہ شاید آپ
 بھول گئے۔

رکوع اور سجدوں میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح

یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری
 معنی کے مطابق ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجدہ اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے
 اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے
 تھے ورنہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے
 تھے (یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیسلی عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس
 حدیث شریف کا یہ ہے کہ حضور نماز کے قیام میں لمبی قرأت کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ تسبیحات پڑھتے اور

اس کے بعد قوم رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا) میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورہ بقرہ پڑھ لی جائے اور رکوع اور سجدہ میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھ لی جائیں۔

باب ۱۱ مُتَابَعَةُ الْإِمَامِ وَالْعَمَلُ بَعْدَهُ
امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جانے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر جھکانی ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبین اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، تو ہم کھڑے ہوئے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبین اقدس

۹۶۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَازُ هَبِيرٌ قَالَ نَا أَبُو سَخْقٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو عَيْشَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ صَافُوا يَصَلُّونَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْنَا سَهْمًا مِنَ الرُّكُوعِ لَمَّا رَأَى أَحَدًا يَخْفَى ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ نَمَّ يَخْفَى مِنْ وَرَاءَهُ مُجَدًّا -

۹۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْدٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَخْقٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَوْ يَجْنُ أَحَدًا مَتَا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا لَمَّا نَقَعَ سُجُودًا بَعْدَهُ -

۹۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْمٍ الْأَنْطَاقِيُّ قَالَ نَا بَرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو سَخْقٍ الْقُنَائِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مَحَارِبِ بْنِ دَنَازٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدٍ يَقُولُ عَلَى الْيَنْبِغِيِّ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ أَنَّهُمْ كَانُوا يَصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعُوا

فَاِذَا رَفَعَ رَاسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ مِنِّي حَمْدًا
لَمْ نَزَلْ قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ وَصَعَ جَبْهَتَهُ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ تَتَبَعَهُ

زمین پر رکھ دیتے پھر ہم آپ کی اتباع میں سجدہ کرتے۔

۹۶۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ
قَالَا نَسَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنَا أَبَانُ وَغَيْرُهُ
عَنِ الْحَكِيمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَدَائِ
قَالَ لَمَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
يَحْتَوُوا أَحَدًا مِمَّا ظَهَرَهُ حَتَّى نَرَاهُ قَدْ سَجَدَ
وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ
أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى نَرَاهُ يَسْجُدُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز
پڑھتے، ہم میں سے کوئی شخص سجدہ کرنے کے
لیے اپنی کمر کو نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ
دیکھ لیتا۔

۹۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ بْنُ أَبِي عَوْنٍ
قَالَ تَاخَلَفْتُ بَنِي خَلِيفَةَ الْأَشَجِيِّ أَبُو أَحْمَدَ
عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سَرِيحٍ مَوْلَى آلِ عَمْرِو بْنِ مُرَيْثٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَيْثٍ قَالَ صَلَّى صَلَّى صَلَّى صَلَّى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ كَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ قَلْبًا
أَقْسَمَ بِالْخُسِّ الْجَوَارِ الْكُنْسِ وَكَانَ لَا يَحِيقُ
رَجُلٌ مِمَّا ظَهَرَهُ حَتَّى يَسْتَيْمَ سَاجِدًا

حضرت عمرو بن مرثد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں
صبح کی نماز پڑھی، اس وقت آپ یہ آیات تلاوت
فرماتے تھے فَلَاقَسَمَ بِالْخُسِّ الْجَوَارِ الْكُنْسِ
اور ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت
نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں اخاف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے
ہیں کہ سمع الله لمن حمده اور ما بنا لك الحمد دونوں کلمات کہے جبکہ اخاف یہ کہتے ہیں کہ امام صرف
سمع الله لمن حمده کہے اور مقتدی ما بنا لك الحمد کہیں اس حدیث میں اخاف کے مسلک
پر واضح دلیل ہے۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے
کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے
رہتے تھے۔

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ

۹۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأْبُو

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے
مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللہم بنا لک
الحمد ملا السموات وملا الارض وملا ما شئت
من شیء بعد۔

اے اللہ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام
آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو جو چاہے
وہ بھر جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات
کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو
ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور
زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس طرف کو تو چاہے
وہ بھر جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات
کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو
ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور
زمین بھر جائیں اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے
اے اللہ! مجھے برون اولوں اور ٹھنڈے پانی
سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں
اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے
سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔
امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع

مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ
عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ
مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

۹۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ
الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

۹۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ
عَنْ جُزْأَةَ ابْنِ نَاهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي
أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاوَاتِ
وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اللَّهُمَّ
طَهِّرْ بَنِيَّ بِالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَمَا فِي الْبَارِدِ اللَّهُمَّ
طَهِّرْ بَنِيَّ مِنَ الذُّكُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبُ
الذَّبِيصُ مِنَ الْوَسْخِ۔

۹۷۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ
نَا أَبِي حُرَيْرَةَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ
بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا إِلَّا سَكَدَ فِي رِوَايَتِهِ
مُعَاذٍ كَمَا يَنْقَى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّرَنِ وَفِي
رِوَايَةِ يَزِيدَ مِنَ النَّاسِ۔

۹۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْأَيْمِيُّ قَالَ نَا مَرْوَانَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْيَمَشَقِيُّ

قَالَ نَاسِعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ
عَنْ قُرَّةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلَادُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِثْلُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ
بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ
وَكَلَّمْنَاكَ عَبْدًا أَلْفَمَّا مَا نِعَ لِمَا أُعْطِيتَ
وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ
الْجَدُّ.

سے سر اٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ: اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو یہی ثناء اور بزرگی کے لائق اور بندے کے قول کا سب سے زیادہ عقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اسے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی پھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کو شش کرنے والے کی کو شش سو مند نہیں ہے۔

۹۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
هَشِيمُ بْنُ بُشَيْرٍ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ
قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ
مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلَادُ
السَّمَوَاتِ وَمِلَادُ الْأَرْضِ وَبَيْنَهُمَا وَمِثْلُ مَا
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ لَا
مَانِعَ لِمَا أُعْطِيتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ
ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَكَيْسٍ فِيهِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكَلَّمْنَاكَ عَبْدًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: اللہم ربنا لك الحمد ملا السموات وملا الارض وما بينهما وملا ما شئت من شئ بعد اهل الشئ والمجد لا مانع لما اعطيت ولا معطى لمانعت ولا ينفع ذا الجد منك الجدا اس حدیث میں احق ما قال العبد وکلناک عبد۔ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُسَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصُ قَالَ
نَاهِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
قَوْلُهُ مِلَادُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ وَلَوْ يَذْكُرُ مَا بَعْدَهُ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں ملا ما شئت من شئ بعد تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح

حمد سے آسمان اور زمین بھر جائیں گے اور زمین بھر جائیں اور یا جن طرف تو چاہے وہ بھر جائے یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی طرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو طرف تو چاہے وہ بھر جائے۔

غلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لا محدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں
سما سکتی بلکہ اس کے بعد اور طرف کی ضرورت پڑے گی، دو کبریاں مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی
نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کرنے کے — زمین اور آسمانوں
کو بھروسے تب بھی وہ اس کی پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا
ہے اور نہ اس کے پار اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسان
ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے
بلکہ ان کے علاوہ اور طرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے طاعلی قاری نے صحیح ابن حبان اور سنن دارقطنی کی احادیث کے حوالے
سے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریر کے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر معمول ہے یا نوافل پر۔

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی
ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفاق
میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت اصحاب کرام حضرت
ابوبکر کی اقتداد میں صف باندھے کھڑے تھے
آپ نے فرمایا اے لوگو! بشارات نبوت میں
سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں
ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے
کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع
اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع
کیا گیا اور رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور
سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو امید ہے
کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے
سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے تین بار فرمایا

بَابُ النَّهْيِ عَنِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي
الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۷۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَأْتِيَانِ بِنُ عَيْنَةَ
قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سَحِيمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِطَانَةَ وَ
النَّاسُ مَقُودٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا
النَّاسُ إِنَّهُ لَوَيْبِقٌ مِنْ مَبَشَرَاتِ النَّبِيِّ إِلَّا الرُّوْيَا
الْقَالِحَةَ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ كَرَى لَهَا أَلَا وَإِنِّي نَهَيْتُ
أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَإِنَّمَا الرُّكُوعُ
فَعَطِبُوا فِيهِ الرَّبِّيَّ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي
الدُّعَاءِ وَأَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ -

۹۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سَحِيمٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ

جداؤل

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّرُّ وَرَأْسُهُ مَقْصُوبٌ
فِي مَوْصِعٍ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَلِّغْهُ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ لَمْ يَبْعَ مِنْ مَبَشِّرَاتِ التَّبُوعَةِ
إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ يَبَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ
تَرَى لَهَا كَمَ ذَكَرَ بِشَدِّ حَدِيثِ سَفِيَانَ -

۹۷۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَخَزَمَةَ قَالَ
ثَابِتٌ وَهَبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ سَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي
إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ
سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ قَالَ نَأَى أَبُو سَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي
ابْنَ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ
يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَكَادَ كَرِهَ أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَنَا
ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي تَرِيذُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ
قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ
الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ
۹۸۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْحَاقُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَأَى
دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ
نَهَانِي جِبِّي أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۳ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ
عَلَى مَالِكٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ مَرْجَانٍ وَحَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ كَثِيرٍ
الْبَصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

اسے اللہ میں نے پہنچ کر دیا ہے نیز فرمایا
بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب
باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے
یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ
حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع
فرمایا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے
سے منع فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ
میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں
یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت
میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی
حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے (اس

روایت میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے

ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي
 مُدَيْكٍ قَالَ نَا الصَّخَّاءُ ابْنُ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا
 الْمُتَدَّرِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ بَجَلَانَ
 ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ الْأَيْلِيِّ قَالَ نَا ابْنُ
 وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَمِيمٍ ح وَحَدَّثَنَا
 يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ
 يَعْزُوبُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ
 عَمْرِو ح وَحَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا عَبْدُ
 عَنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ كُلُّهُ هُوَ لَدُنَّ عَنِ ابْنِ أَبِي
 بِنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ أَبِيهِ عَنِ عَلِيِّ الْأَخِي
 الصَّخَّاءُ وَابْنِ بَجَلَانَ قَالَتُهُمَا زَادَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
 عَنِ عَلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّمَهُمْ
 قَالُوا نَهَانِي عَنِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَّا أَكْرَهُ وَكَوَيْدُكُمْ
 فِي رَوَايَتِهِمُ النَّهْيَ عَنْهَا فِي السُّجُودِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ
 وَنَائِدُ بْنُ أَسْلَمَ وَالْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ وَدَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ
 ۹۸۴ - وَحَدَّثَنَا فَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ
 حَامِدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ مُحَمَّدِ
 بْنِ الْمُثَنَّبِيِّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ عَلِيِّ وَ
 لَمَّا يَدُكُ فِي السُّجُودِ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث
 ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
 کہ مجھ کو رکوع میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے

۹۸۵ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا
 مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ بَكْرِ بْنِ حَفْصِ
 عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ
 نَهَيْتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ وَأَنَّا أَكْرَهُ لَا يَدُكُ فِي
 الْإِسْنَادِ عَلَيْنَا -

حدیث نمبر ۹۸۴ میں ہے بشارات نبوت
 میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔
 اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی
 نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا
 سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

جلد اول

نماز میں قیام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود و زلت کی حالت ہیں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرمادیا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق رہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو نماز کی تعلیم دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگی جائے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ - کہے۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم نیشاپوری طحاوی، بیہقی اور حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ
انہ قال لما نزلت فسیح باسم ربك العظیم
قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوها
فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلی
قال لنا اجعلوها فی سجودکم۔ ۳۰

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیت مبارکہ فسیح باسم ربك العظیم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ) اور جب سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجدہ میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ)۔ کہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ۳۰

رکوع اور سجود میں کیا کہے

بَابُ مَا يَقُولُ فِي الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۸۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خَيْرَةَ عَنْ سَمِيْعِ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكَرَ أَنَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ فِي السُّجُودِ - ۹۸۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ و تسانی ابی مالک متوفی ۲۵۸ھ، اکمال الکمال المصنوع ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
 ۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ لمتان
 ۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ غَزِيَّةٍ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
فِي سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي كُلَّهُ وَقَهْ وَجَلَّهُ وَأَوْلَاهُ وَ
أَحْرَهُ وَعَلَانِيَةً وَسِرًّا -

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے
تھے اللہم اغفر لی ذنوبی کلہ وقہ وجلہ وأولہ وأخوہ
وعلانیتہ وسرہ۔ اے اللہ میرے تمام
گناہ ممان فرما دے، خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اول
ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا باطن۔

۹۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الصُّحَيْ
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ
وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں بہ کثرت
پڑھتے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک
اللہم اغفر لی۔ اے اللہ! ہمارے رب
تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو ذریعہ ہے، اے
اللہ میری مغفرت فرما، یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے
فسبح بحمد ربک واستغفرہ اپنے رب
کی پاکیزگی اور حمد بیان کر و اور اس سے مغفرت چاہو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے کثرت
یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو
كَرَيْبٍ قَالَا لَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اسْتَغْفِرُكَ وَ
اتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ
الْكَلِمَاتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحَدَثْتَهَا تَقُولُهَا قَالَ جُعِلَتْ
لِي عَلَامَةٌ فِي أُمَّتِي إِذَا رَأَيْتَهَا قُلْتُهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ
اللَّهِ وَالْفَتْحُ إِلَى أَحَدِ الشُّمُورَةِ -

استغفرک و اتوب الیک۔
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات
کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنہیں میں آپ
کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقرر کر
رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا
ہوں تو سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھتا ہوں (یعنی
اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں)۔

۹۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ثَمَّ
يَحْيَى بْنُ أَدَمَ ثَمَّ مَفْصَلٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سُلَيْمِ
بْنِ صَبِيحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا
رَأَيْتُ الْكَلِمَةَ الَّتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ نَزَلَتْ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
سے سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پر نازل ہوئی
اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ يُصَلِّيْ صَلَوةً اِلَادَعَا
اَوْ قَالَ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبِّيُّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْ لِيْ -

۹۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي
عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَادَا وَدَعَا عَامِرٌ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ
اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَرَأَيْكَ تَكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ
اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَيْرٌ لِيْ رَأَيْتُ إِيَّيْ سَأَرَى
عَلَامَةً فِي أُمَّتِيْ فَإِذَا رَأَيْتَهَا أَكْثَرَتْ مِنْ قَوْلِ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ
فَقَدْ رَأَيْتَهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ رَفَعَتْ مَكَّةَ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ
تَوَّابًا -

سبحانک دے و بھمدک اللھم اغفر لی سے
میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد زیبا ہے
اسے اللھ! میری مغفرت فرما۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت فرماتے
تھے سبحان اللہ و بھمدہ استغفر اللہ و اتوب الیہ
اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے
مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بہ کثرت
یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ و بھمدہ استغفر اللہ
و اتوب الیہ - آپ نے فرمایا مجھے میرے
پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت
میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو
دیکھوں تو کثرت سے سبحان اللہ و بھمدہ
استغفر اللہ و اتوب الیہ - پڑھوں اور
میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے :

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا -
یعنی فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام
میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح
بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری
ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو ڈھونڈا
اور میں پھر واپس آئی تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے،
اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانک و بھمدک
لا الہ الا انت الے اللہ حمد اور تسبیح تجھ ہی

۹۹۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحَلَوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ
رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ
قُلْتُ يَعْطَاةٌ كَيْفَ تَقُولُ أَنْتَ فِي التَّوَكُّؤِ قَالَ أَمَا
سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ فَأَخْبَرَنِي
ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ ذَهَبَ
إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَتَجَسَّسْتُ شَرًّا رَجَعْتُ فَإِذَا

هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَيَحْمَدُكَ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ فَقُلْتُ لِأَيِّ أَنْتَ وَأَيُّ رَأْيِي لَفِي
شَأْنٍ وَإِنَّكَ لَفِي الْخَرَدِ -

کو زیبا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت
نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ
پر خدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں
ہیں -

۹۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفَرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ
فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ
وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِرِضَالِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِدُعَاؤِكَ مِنْ
عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً
عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرا
ہاتھ آپ کے تلے پر پڑا اور وہ انحالیکہ آپ
سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے
تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے:

اللهم اني اعوذ برضالك من سخطك وبمعافاتك
من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصي ثناء
عليك انت كما اثنيت على نفسك
”اے اللہ! میں تیرے عفتہ سے تیری خوشنودی
کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی
کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی
پناہ میں آتا ہوں، میں تیری حمد و ثناء ایسی نہیں کر
سکا جیسی حمد و ثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود
میں یہ پڑھتے تھے: سبحان قدوس ربنا ورب
الملائكة والروح -

۹۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْعَبْدِيُّ قَالَ نَاسِعِيدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍوَةَ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَيْخِيرٍ
أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا
وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول
ہے -

۹۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو
دَاوُدَ قَالَ نَاسِعِيَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ
بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ الشَّخِيرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنِي هِشَامُ عَنْ
قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِهَذَا الْحَدِيثِ -

آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجدوں میں؟

نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضلیت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بغوی کا مسلک یہ ہے کہ بہ کثرت رکوع اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طول سجدوں (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریفین میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، نیز نماز سے مقصود تذلل اور عجز ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو پیروں تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرأت کرتا ہو اس سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے افسوس! اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ ۱۷

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناطق ہے، (والمسجد واقرب یعلق) ۱۹
 ”سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو“ نیز فرمایا سیما ہو فی وجوہہم من اثر السجود (الفتح، ۱۹) ان
 (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا، ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجدوں کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجدوں کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 افضل الصلوة طول القنوت۔ ۱۷

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:
 حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال
 احسنها۔ ۱۷

- ۱۷۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
- ۱۸۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۹۔ علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ مکتبۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ

اور سجدہ کی بہ نسبت قیام میں زیادہ مشقت ہے۔ نیز تواتر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت طویل قیام کھتے تھے، حدیث شریف میں ہے:

عن المغيرة قال قام النبي صلى الله عليه وسلم حتى تورت قدماه رله
حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ کے مبارک پیروں میں ورم آ گیا۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور حدیث شریف سے جب یہ ظاہر ہو گیا کہ سجدہ کی حالت میں نمازی اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سجدہ میں دعا مانگی ہے اور ہمیں بھی یقین کرنے سے اس لیے سجدہ میں انتہائی خضوع خشوع اور گہرے ذرازی کے ساتھ دعا کی کوشش کرنی چاہیے خصوصاً نوافل میں۔

حدیث نمبر ۹۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں بہ کثرت استغفار کرتے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محال | قرآن کی بعض آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے توبہ اور استغفار کا حکم دیا جیسے ارشاد ہے: فسبح بحمد ربك واستغفره الله كان توابا (النصر: ۳)

”اپنے رب کی حمد اور تسبیح کے ساتھ اس سے مغفرت طلب کیجیے بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے“ نیز ارشاد فرمایا: واستغفر لذنوبك (مؤمن: ۵۵ - محمد: ۱۹) ”اپنے رب ظاہر، خلاف اولیٰ کاموں پر توبہ کیجئے“

اور حدیث شریف میں ہے:

قال ابو هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول والله اني لا استغفر الله واتوب اليه في اليوم اكثر من سبعين مرة - ۲۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن میں اللہ سے ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه ليغان على قلبي وانى لا استغفر الله في كل يوم مائة مرة - ۲۶

حضرت مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل پریشان ہو جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، ”
۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مطبع مجتہبائی پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ

اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں، ہر قسم کے گناہ خواہ معنیہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمداً، اظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سب سے معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاب سے بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منہجرت طلب کرنے کا حکم کس حکمت کی بنا پر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعلق جوابات یہ ہیں:

۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبودیت کا تقاضا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔

۲۔ علامہ وشستانی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور تواضع تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت و جلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تر ہے سعیدی غفرلہ)

۳۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر سانس عبادت میں گزار دے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہذا آپ کا توبہ و استغفار کرنا اس تصور فطری کی بنا پر ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی نعمتوں کا متکفل نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ و استغفار کرنا اس عجز فطری کی بنا پر تھا۔

۵۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض رسالت، مصاحح امت اور تبلیغی امور میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات و صفات میں مہمک نہ رہتے اور اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطالعہ ذات و صفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول و براز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے مشاہدہ ذات و صفات نہ کرتے، اس بنا پر استغفار فرماتے۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (مثلاً نیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یاد الہی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار فرماتے۔

۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات

کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

- ۱۰۔ علامہ زر قانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔
- ۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو جائے۔
- ۱۲۔ شیخ ابو مسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔
- ۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند ہوتا تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔
- ۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرہ، ۲۲۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر اگر ہم رگاتا کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہوگی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکائیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہوگا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا تسلسل مشاہدہ کرنا آپ کے لیے باعث مشقت ہوگا، اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تجلیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیغان علی قلبی۔ ”میرے دل پر ابر آجاتا ہے“ ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا، تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیشین نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب ”امت میں کثرت کی علامت“ بتلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے فتح و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعتراف نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے، یا جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے، حضرت عائشہ کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے سے لگا دیاں مالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔

جلد اول

عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہانہ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم سے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ لذت حاصل ہو یا نہ ہو مطلقاً جسم عورت کے لمس سے وضو ٹوٹ جاتا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی مؤید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے تنوں کو ہاتھ لگایا اور اُن حالیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا | حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔ اسے اللہ میں تیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً فرمایا کہ اسے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں یا تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہوگی وہ متناہی ہوگی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبحان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک وغیرہ اور رب الملائک والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

معدان بن طلحہ لیمیری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے عرض کیا

۹۹۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلَ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْدَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعِيطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی ستونی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۹

مَعْدَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيُّ قَالَ لَقِيتُ ثَوْبَانَ
مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِي اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ
أَوْ قَالَ قُلْتُ يَا حَبِيبَ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ فَسَكَتَ
ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ
بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلَّهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلَّهِ
سَجْدَةً إِلَّا مَا فَعَلَكَ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ
عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةٌ قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيتُ
أَبَا النَّزْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِي مِثْلَ مَا قَالَ
لِي ثَوْبَانُ -

مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ
مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل
بتلائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب
ہو، حضرت ثوبان خاموش رہے میں نے دوبارہ
سوال کیا وہ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ
سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو
آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت
سجود کو لازم کر لو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک
سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند
کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا، سعدان
کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو ذرؓ
رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی
یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی حضرت ثوبان
والا جواب دیا۔

حضرت ربیعہ بن کعب سلمی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجاء
اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے
فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے" میں نے عرض کیا
میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ
نے فرمایا اس کے علاوہ "اور کچھ" میں نے کہا
مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ
سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

۹۹۷ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ
قَالَ نَا مَعْقِلُ بْنُ نِيَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ
قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ
قَالَ كُنْتُ آيُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوُصُوثِي وَحَاجَتِي فَقَالَ لِي سَلْ
فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مَرَاتِكَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ أَوْ
غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى
نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ -

کثرتِ سجود اور طولِ قیام کے ثواب میں موازنہ ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ

مٹتا ہے۔
حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرتِ سجود، طولِ قیام سے افضل ہے
کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو نمازی جتنے سجدے

کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن نازکی حالت قیام میں نازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طویل قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریفین میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ آتھ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور دوسرا حرف سے اور میم تیسرا حرف ہے یعنی صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح ناز میں جتنا طویل قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات یندھبن السيئات - ہود: ۱۱۳

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الاعمال افضل فقال احسنها - ۱۱

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طول قیام میں کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر درم آجاتا جبکہ سجدہ میں نازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الصلوة لول القنوت .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناز کے ارکان میں سب سے افضل رکن طول قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ - جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۸)

حدیث شریفین میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

۱۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۱ھ، جامع ترمذی و مستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ محمد جوزی ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ فی غریب الحدیث والاشراج ص ۲۴۰، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت | حدیث نمبر ۹۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا " مانگ کیا مانگتا ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا " مانگ کیا مانگتا ہے " اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں بشرط موافقت تقدیر عطا کریں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ: رفاقت جنت یا اس کے علاوہ جو کچھ اور چاہو اطلب ہذا وغیرہ مما شئت لہ

طلب کرو۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من اطلاقه عليه السلام الامر
بالسؤال ان الله تعالى مكنه من اعطاء كل ما
اراد من خزائن الحق ومن ثم قال اثمتنا من
خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بما
شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين
(رواه البخاري) وفي ترخيصه في النياحة لا
عطية في آل فلان خاصة (رواه مسلم)
قال النووي للشارح ان يخص من العموم
ما شاء وبالتخصية بالعناق لابي بردة
بن نيار وغيره وذكر ابن سبع في خصائصه
وغیره ان الله تعالى اقطعه ارض الجنة
يعطي منها ما شاء لمن شاء۔ ۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا " مانگو جو مانگتا ہے " اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانہ حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرمادیا ہے، اسی وجہ سے ہم سے اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں جیسے حضرت خزيمة بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کر دیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوحے کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شارع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کر دے جیسے ابو بکر بن نيار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کر دیا اور ابن سبع نے حضور کی خصوصیات میں توکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال العلم ج ۲ ص ۴۱۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۸۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ المدنیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

بَابُ اَعْضَاءِ السُّجُودِ وَالنَّهْيِ عَنِ
كَفِّ الشَّعْرِ وَالخُوبِ وَعَقْصِ الرَّاسِ
فِي الصَّلَاةِ

اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا
باندھنے اور نماز میں کپڑے موٹنے

کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت
میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع
کیا گیا ہے، یہ حدیث یحییٰ کی روایت کے مطابق
ہے اور ابو الزبیر کی روایت میں سات ہڈیوں پر
(سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں
کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے روہ سات ہڈیاں
پیر میں، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اور
پیشانی۔

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الزَّبِيرِ
الزُّهْرِيُّ قَالَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ أَبُو الزَّبِيرِ نَحْنُ
بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسِ بْنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُهِيَ أَنْ يَكْفِيَ
شَعْرًا أَوْ نَيْلًا بِهَذَا حَدِيثُ يَحْيَى وَقَالَ أَبُو
الزَّبِيرِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُهِيَ أَنْ يَكْفِيَ
شَعْرًا وَنَيْلًا بِرُكُفَيْنِ وَرُكُفَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ
وَالجَبْهَةِ -

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا
مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو
بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسِ بْنِ عَيْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ
أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا أَكْفِيَ تَوْبًا وَشَعْرًا -
۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ
عِيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ وَ
نُهِيَ أَنْ يَكْفِيَ الشَّعْرَ وَالنَّيْلَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں)
نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات راعضاً
پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور بال سنوارنے اور کپڑوں
کو موڑنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھ
سے ناک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں
اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَعْرُ
قَالَ نَا وَهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ الْجَبْهَةِ
وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَأَطْرَافِ

الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَكْفِتِ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ -

۱۰۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكْفِتِ الشَّعْرَ وَلَا الثِّيَابَ الْجَبْهَةَ وَالْأَنْفَ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ -

۱۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكَيْرًا أَحَدَهُمَا أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّيَ وَرَأَسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ دُمَائِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيَّ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الذِّئْبِ يُصَلِّيَ وَهُوَ مَكْتُوفٌ -

سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں -
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضائے) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نر بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں قدم،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عمارت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھا ہوا تھا، حضرت ابن عباس نے کھڑے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا، عبداللہ بن عمارت نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیڑ رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اعضائے سجدہ کے بیان میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضا پر سجدہ کرنا مشروع ہے، جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے۔ ۱۵

امام ابوحنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی لگانا سنت یا مستحب ہے۔ اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس باب کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی

۱۵۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۳۰۴-۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا غدر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر غدر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ ۱۷

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ ۱۸

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۷۱۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ ۱۹

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوة لمن لا یصیب انذہ من الارض ما نسیب الجبۃ۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۸)

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ ۲۰

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استصحاب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ اقادین بن جن کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی دو ہاتھ دو گھٹنے اور دو پیروں کی انگلیاں،"

(بخاری باب السجود علی سبعة اعضاء مسلحہ باب اعضاء السجود، ابوداؤد ایضاً نسائی باب السجود علی سبعة اعضاء، ترمذی باب السجود علی سبعة اعضاء، ابن ماجہ باب السجود)۔

ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷۔ علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۸۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۔ ابواسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۰۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۵۶۲ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد

بأعلى جبهته على قعاص الشعر -

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر والے حصے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ناک کا لگانا سنت یا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل ناک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد

احدکم فلیضع یدیه قبل ركبتيه ولا

یبرک برك البعیر۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال رایت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع

رکبتيه قبل یدیه واذا نهض رفع یدیه قبل

رکبتيه اخرجہ ابوداؤد والنسائی والترمذی

قال الخطابی هذا اصح من حدیث

ابی ہریرۃ وساری عن ابی سعید قال

کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا

بوضع الرکبتین قبل الیدین " و هذا

یدل علی نسخ ما تقدم وقد روی

الاشرم حدیث ابی ہریرۃ اذا سجد

احدکم فلیضع یدیه قبل

یدیه ولا یبرک بروک الفحل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ہم (سجدہ میں) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت کے منسوخ

۱۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی مشرفی، ۲۳۰ھ، المعنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ہونے پر دلیل ہے، اثرم نے ابو ہریرہ سے
اسی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص
سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر)
گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابو سعید کی روایت
سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ
کر حضرت وائل بن حجر کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ
پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

بعض متاخرین مشائخ، اخاف،
(قدوری، کرخی اور جصاص) نے یہ
سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق

کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب اخصاصہ) نے کہا ہے کہ
صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے
کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا
فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پر جتنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر
کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک
زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (در مختار، فتاویٰ رضویہ)۔
مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پر رکھنا ہے، البتہ ان
کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجدہ کا معنی ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

سجد یسجد سجوداً وضع جہتہ بالارض ۱۰

علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا
ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔

وفي السجود اساس جہتہ او انقہ

على الارض عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۱

۱۰۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۳ ص ۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی (اپریل ۱۳۷۲ھ)

۱۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۲، مطبوعہ المکتبۃ الترغویہ

۱۲۔ شمس الاممہ محمد بن احمد رحمہ اللہ متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وَسَجِدُ عَلَىٰ أُنْفِهِ وَجِبْتُهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاطْبَعَهُ عَلَيْهِ فَإِنَّ اقْتِصَارَ عَلَى
 أَحَدٍ شَأْنًا جَازٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ
 لَا يَجُوزُ إِلَّا اقْتِصَارُ عَلَى الْأَنْتِ إِلَّا مِنْ عَذْرٍ
 وَهُوَ مَا وَابَيْتَ عَنْهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْرٌ
 أَنْ اسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمَ وَوَعَدَ مِنْهَا الْجِبْتَةَ
 رِوَايَةً مِنْ رِوَايَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ السُّجُودَ يَتَحَقَّقُ
 بِرُتْمٍ بِعَيْنِ الْوَجْهِ وَهُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ إِلَّا أَنْ
 الْخُدْرَ وَالزَّقْنَ خَارِجًا بِالْإِجْمَاعِ وَالْمَذْكُورَ
 فِيمَا رَوَى الْوَجْهِ فِي الشَّهْرِ وَوَضْعَ
 الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا لِتَحَقُّقِ
 السُّجُودِ دُونَهُمَا وَأَمَّا وَضْعُ الْقَدَمَيْنِ
 فَقَدْ ذَكَرْنَا تَأْوِيلَ أَنَّ فَرِيضَةَ فِي
 السُّجُودِ - ط

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان
 میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
 کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابو یوسف اور امام
 محمد کے نزدیک بلا غدر ناک پر اقتصار کرنا جائز
 نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی
 طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
 مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ
 کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار
 کیا، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے
 بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے
 اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ ٹھوڑی
 اور رخسار بالا جماع سجدہ سے خارج ہیں، اور
 مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور ہاتھوں
 اور گھٹنوں کا رکھنا، ہمارے نزدیک سنت ہے
 کیوں کہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے
 رگ دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدری نے
 ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوعہ میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے
 کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی
 کپڑے اور بال نہ موڑے" اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی
 کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالة ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور
 استحباب دونوں میں مستعمل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار
 دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے، اور امام
 ابوحنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ ۲

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
 ۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ امرت مستعمل فیما هو اعلم من الندب والوجوب، وهو معنی طلب منی ذلك، ثم هو فی الجہتہ وجوب و فی غیرہا معہ اندب او فی التذاب بخصوصہ۔^۱

امرت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب اور استجاب میں عام ہے، اور اس کا معنی ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استجاب کے لیے یا بالخصوص استجاب کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما أعضاء السجود فسبعة وفريضة السجود تتعلق بعضو واحد منها في قول ابى حنيفة رحمه الله وهو الوجه۔^۲

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی یا ناک گننے سے زمین پر چہرہ لگا جاتا ہے، اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے گننے سے فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیرسوان کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذكر القدرى ان وضعهما فرض وهو ضعيف واما الیدان فنظاها الرواية عدم افتراض وضعهما قال في التجنیس والخلاصة وعليه فتوى مشائخنا۔^۳

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور راہم تقوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایت کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصہ الفتاویٰ میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۵، " " " " " "

۳۔ علامہ زین الدین بن نجیم مصری متوفی ۹۰۷ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فتویٰ ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما
سنة فتكون الكراهة تنزيهية - ۱۰

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دو رکعتوں
پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور
دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

ملاحصر و حنفی لکھتے ہیں:

وذكر الامام القسري تاشي ان اليدين والقديمين
سواء في عدم الفريضة وهو الذي
يدل عليه كلام شيخ الاسلام في مبسوطه و
هو الحق - ۱۱

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ
اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں،
مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت
کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے،
اور جلالی نے یہ فکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا
لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس
کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاویٰ قاضی خاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر
دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں
گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔ ۱۲

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھالیے تو یہ تعظیم اور
اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں
لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھایا تو یہ کراہت کے
ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ ۱۳
علامہ ابن ہمام کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطع الدلالة دلیل سے
ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انھوں نے شروع میں لکھا ہے، محقق کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

۱۰۔ علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۹۷ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۱۔ ملا احمد بن فراموز خسر و متوفی ۸۸۵ھ، درر الاحکام فی شرح غیر الاحکام ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشتور لکھنؤ ۱۱۹ھ
۱۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۶۵۳، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشتور لکھنؤ
۱۳۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب السلامؑ قاضی خاں اور اکثر فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے، نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھالیے جائیں، اور اگر دونوں پیر زمین پر لگے نہ ہوں صرف معمولی سے اٹھے ہوئے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں گھٹنوں کی طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ہاں پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لعل التیمین زمین پر رکھنا فرض ہے، خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے اور یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ بابرؒ حنفی کہتے ہیں:

قدومی نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھایا تو یہ حاکم نہیں ہے، اسی طرح کرنخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی خاں نے کہا مکروہ ہے، اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

واما وضع القدمین فقد ذكر القادری انه فرض في السجود فاذا سجد ورفع اصابع رجلیه عن الارض لا يجوز كذا ذكره الكرخي والجصاص ولو وضع احداهما جاز قال قاضی خان ویکراہ و ذکر الامام الترمذی ان الیدین والقدمین سواء فی عدم الفریضة وهو الذی یدل علیہ کلام شیخ الاسلام فی مبسوطه وهو الحق۔

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی کہتے ہیں:

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی

واختلف في محل اقامة فرض السجود قال اصحابنا الثلثة هو بعض الوجه وقال نافر والشافعي السجود فرض على الاعضاء السبعة الوجه واليدین و الركبتین والقدمین احتجاجاً بما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انما قال امرت

۱۔ علامہ محمد بن محمود بابرؒ متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہا مش فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

ان اسجد على سبعة اعظم الوجوه واليدین
والرکبتین والتدسین ولنا ان الامر تعلق
بالسجود مطلة آمن غیر تعیین عضو ثم
انعتدا اذ يماخ على تعیین بعض الوجوه
فلا يجوز تعیین غیره ولا يجوز تقييد
مطلقة الكتاب بخبر الواحد فنحصله على
بیان السنة عملا بالدلیلین ثم اختلفت
اصحابنا الثلاثة في ذلك البعض
قال ابو حنیفة هو الجبهة او الالف غیر
عين حتى لو وضع احدهما في حال
الاضطراب يجزیه

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ
کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے
اور دو پیر، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے
کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی عضو کے رکھنے
کی تعیین نہیں کی، پھر اس پر اجماع منفق ہو گیا کہ چہرہ کے
بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور
عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق
حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس
لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول
کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو، پھر ہمارے
اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ
بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض
ہے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک
سے لائلی تعیین، حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار
میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو
جانے گا۔

غور فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت
ثابت نہیں ہو سکتی تو قدوری، جصاص، کرنجی اور صاحب اعلامتہ میں یہ طاقت کہاں سے آنے لگی کہ ان کے اقوال
کا بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے تو پیروں
کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تقييد لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور
قدوری، جصاص اور کرنجی کے اقوال اور ان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تقييد
جائز ہو جائے فی اللاسف!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق
گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے ہم اس
مبارت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

ہا یہ میں یہ لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب
نازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، کرنجی اور جصاص نے بھی اسی

علامہ ابو بکر بن مسعود کا سان متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خاں نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام ترمذی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، بسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے، مجتبیٰ میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرمی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، اسحراج الراتق میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تشریحی ہوگا، عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے، اور لکھا ہے یہی حق ہے اور در میں اس کو بہ قرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لادم آئے گی، لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور روایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔ لے

میں کہتا ہوں کہ یہ تقریر میرا غلط ہے اقول تو اس لیے کہ شارح منیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی رقاہت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف چہرہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، بسوط، ہلایہ اور بدائع الصنائع کے حوالے گذر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی کے حوالوں سے یہ تصریح گذر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گذر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیہ نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نمازی صرف دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنے رکھوے اور پیر نہ رکھے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جاسکتی ہے اور ہیئت

لے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، یا من گھٹنے اور پتھیلیاں رکھے اور پیر نہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ تینوں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے صرف پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو اعلیٰ التینین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، باخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ فاغتنم هذا التحریر فانما من خصائص هذا الكتاب.

اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح الجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کفایہ میں زاہری، کرخی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھایا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھایا تو سجدہ ہو جائے گا، فیض میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور حلیم میں لکھا ہے اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور شربلایہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تائید یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلامرجح ہے، بلکہ ترجیح بالمرجح ہے اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے، اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔ لہ

علامہ شامی نے البحر الرائق کے ماشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔ لہ
علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشنگی ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶۷-۲۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ
۲۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہاشم ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے، جس طرح اگر بلا غدر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھایا تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ رملی نے حاشیہ البحر میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو برجنیدی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء منوی اور قہستانی نے جلالی سے نقل کیا ہے اور علیہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پلوں کو قبلہ کی طرف کرے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرقیہت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے ۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے (سجدہ غفرلہ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے علیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ (راہدی معتزل) کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے، اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔ ل

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ سجدہ میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ مشائخ نے سجدہ میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک سجدہ کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے، جن کے بغیر سجدہ ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا سجدہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (سجدہ غفرلہ) ۱۳۲۴ھ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول،

پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے، نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا لگانا سجدہ میں فرض یا واجب ہے، اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر ہوں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جائے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ یہ عمل سنت کے خلاف ہے اور صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے خلاف فتووں کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس غریب کو مسجد سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ نام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول صریح قرآن مجید، احادیث اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام نخعی، امام ترمذی، علامہ محمد بابر ترقی صاحب غنایہ، ملا نصر و صاحب درر غرہ، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور بس! البتہ اس کے تحقق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لای علی التعیین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض

ظنی ہے اس لیے یہ حکماً واجب ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کس نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے لکھا ہو اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے بعض نا پختہ ذہنوں اور متشدد لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہوگا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چیں بہ جیبیں ہولے کی پرواہ نہیں کرتا، ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم بغیر دلیل شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انہوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہاد ہی خطا ہے جس میں وہ عند اللہ ماجر ہیں۔ لیکن جب ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے تو ہم کو جان بوجھ کر مکھی پر مٹھی مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً تفسد اور تقویٰ میں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گمراہ کو بھی نہیں پہنچتے لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہاد ہی خطاؤں سے منزہ نہیں تھے اور نہ ہم ہیں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہاد ہی خطا نکل آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقر کے آفتاب اور ماہتاب ہیں، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلاوجہ سخت اور دشوار فتوے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ واخود دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المدینین فاشد الغما المحجلین وعلی

اصحابہ الکاملین الراشدين و آلہ الطيبين الطاهرين و ازواجہا و اہل بیتہ المؤمنین و علی جمیع اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین ۔

نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۹۹ کے آخر میں نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ۱۰۰۲ میں نماز میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔ ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ تنزیہی ہے۔ احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

”خلاصہ“ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح شرح بیئۃ المصلیٰ میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن ”خلاصہ“ اور ”بیئۃ المصلیٰ“ میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور ”مجتبیٰ“ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

فی الخلاصۃ ان لا یکرہ کذا فی شرح منیۃ المصلیٰ ویدخل ایضاً فی کف الثوب تشمیر کہ کما فی فتح القدر وظاہرہ الاطلاق و فی الخلاصۃ ومنیۃ المصلیٰ قید الکراہتہ بان یكون رافعاً کمیہ الی المرفقین وظاہرہ انہ لا یکرہ اذا کان یرفعها الی ما دونہا و الظاہر الاطلاق لصدق کف الثوب علی کل و ذکر فی المجتبیٰ فی کواہیۃ تشمیرۃ الکمین قولین ۔ ۱۷

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نمازی کے کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبل متونی ۶۲۰ ھ، المنی ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ
۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متونی ۹۷۰ ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ ھ

مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح نماز میں کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمیہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمیہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے یہ کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پانچوں کو موڑنا اور نیچے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزودی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے حلال ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع قریشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس بُرائی کو مٹانے کے لئے عوام نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

بَابُ الْإِعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ وَدَوْنِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْأَرْضِ وَرَفْعِ الْيَرْفَقَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخَذَيْنِ فِي السُّجُودِ

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ النَّوْكَعِيَّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَكَأَنَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیوں

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحة السخايق علی حاشیة البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

يَبْسُطُ أَحَدَكُمْ ذِرَاعَيْهِ ابْتِسَاطَ الْكَلْبِ -

کو (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھائے۔
امام مسلم کہتے ہیں ابن جعفر کی روایت میں ہے تم
میں سے کوئی شخص اپنی کلاٹیاں کتے کی طرح نہ بچھائے۔

۱۰۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ
حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ يَعْقِبِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ نَا
شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَكَأ
يَبْسُطُ أَحَدَكُمْ ذِرَاعَيْهِ ابْتِسَاطَ الْكَلْبِ -

۱۰۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عِنْدَ
اللَّهِ بْنِ إِيَادٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنِ النَّبَاءِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ
فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ -

۱۰۰۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ
وَهُوَ ابْنُ مِصْرَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْمَاجِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ بُجَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَدَجَرَ بَيْنَ
يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضَ ابْطِينِهِ -

۱۰۰۸ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ أَنَا
عِنْدَ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ
وَاللَيْثُ بْنُ سَعْدٍ يَلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ
يُجَنِّحُ فِي سُجُودِهِ حَتَّى يُرَى وَضَعُ ابْطِينِهِ وَ
فِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ
فَرَجَرَ يَدَيْهِ عَنْ ابْطِينِهِ حَتَّى إِذَا رَى بَيَاضَ ابْطِينِهِ -

۱۰۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا
جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصَمِيِّ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ
بْنِ الْأَصَمِيِّ عَنْ مِمْرُونََةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بُهْمَةٌ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ -

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو
تو اپنی مٹھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں زمین سے
بلند رکھو۔

حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحیثمہ رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس
وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ
رکھتے کہ آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے
تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ
کی ہاتھوں کی سفیدی (یا سفیدی کی جگہ سفید) نظر آتی اور
لیٹھ کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں سے
جلد رکھتے حتیٰ کہ میں آپ کی ہاتھوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان
کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح
سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی ہاتھوں کے درمیان
میں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں پیر پر بیٹھتے۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاذٍ نَزَّارِي قَالَ نَا عِيْدُ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْأَصْبَعِيِّ عَنْ يَزِيدِ بْنِ الْأَصْبَعِيِّ أَنَّ أَخْبَرَ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ حَوَى بِيَدَيْهِ وَجَنَّمَ حَتَّى يُرَى وَضَعُ الْبَطْنِ مِنْ وَرَائِهِ وَإِذَا قَعَدَ أَطْمَأَنَّ عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى -

حضرت میمونہ بنت عمار رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو در پہلوؤں سے جدا رکھتے حتیٰ کہ پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی۔

۱۰۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعَنْبِيٍّ وَقَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا وَكَيْعٌ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ الْأَصْبَعِيِّ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافَى حَتَّى يُرَى مِنْ خَلْفِهِ وَضَعُ الْبَطْنِ قَالَ وَكَيْعٌ تَعْنِي بَيَاضَهُمَا -

ن: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس بیئت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تذل ہے۔

نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشهد و دو سجدوں کے درمیان اور تشهد اول میں بیٹھنے

بَابُ مَا يُجِبُّ صِفَةَ الصَّلَاةِ وَمَا يَفْتَحُ بِهِ وَيُخْتَمُ بِهِ وَصِفَةُ الزُّكُوفِ وَالْإِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالشُّهُدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الرَّبَاعِيَّةِ وَصِفَةُ الْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

کے طریقہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت

وَفِي الشُّهُدِ الْأَوَّلِ
۱۰۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلَّمِ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ

جلد اول

أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا حَسِينُ الْعَلَمِ عَنْ بَدَائِلِ
 بِن مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوَزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالْكَبِيرِ وَالْقَمَامَةِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا دَاكَمَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ
 يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ
 الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ
 رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا
 وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ
 رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيُنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ
 يَنْهَى عَنِ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَقْتَرِشَ الرَّجُلُ اقْتِرَاشَ السَّبْعِ
 وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ وَفِي رِوَايَاتٍ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ
 أَبِي خَالِدٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ عِقْبِ الشَّيْطَانِ .

الحمد للرب العالمين سے شروع کرتے اور رکعت
 میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ
 اوپر، اور کمر سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے
 کمر سے ہونے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ
 سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک
 نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر
 دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھتے وقت)
 بائیں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔
 شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلاٹیاں
 بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ
 نماز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ
 عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقب
 شیطان کی تشریح شرح میں ملاحظہ کریں)۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کے سورہ فاتحہ کے جزئہ ہونے پر دلائل | حدیث نمبر ۱۰۱۲

میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔
 امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جزئہ نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمن
 الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً (بلند آواز سے) قرأت الحمد للہ رب العالمین سے
 شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جزئہ ہے اس لیے جہری
 نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (منہج ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۸۵) (نوری مع مسلم
 ج ۱ ص ۱۹۴) اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ
 کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد للہ
 رب العالمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 و ابابکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوة بالحمد
 للہ رب العالمین۔
 (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما
 نماز (میں قرأت) الحمد للہ رب العالمین
 سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد للہ رب
 العالمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورہ فاتحہ سے

شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحتاً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعت ابا و
انا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال
لی ای بنی محدث ایاک والمحدث قال ولو اراد احد من
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ
المحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابي بکر وعمر ومع
عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها
اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین۔
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبع سعید ائینہ ٹیکنی)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو چہرہ آگے سنا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اسے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو بڑا جانتے تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز میں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو چہرہ آگے، بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد لله رب العالمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد لله رب العالمین کو چہرہ نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن قتادة قال سمعت انس بن مالك
قال صليت خلف النبي صلي الله عليه وسلم وابي
بكر وعمر فلم اسمع احدا منهم يجهر بسم الله
الرحمن الرحيم وفي لفظ وكلهم يخفي بسم الله
الرحمن الرحيم وفي لفظ ان رسول الله صلي الله
عليه وسلم كان ليس بسم الله الرحمن
الرحيم و ابا بكر وعمر رواه ابن شابين۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شاپین نے بیان کیا)۔

۱۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۲۴۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

جداقل

ان اعاذیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز سرری ہو یا جہری ہر حال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنے کی اور جہری نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد لله رب العالمین سے (باآواز بلند) کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد لله رب العالمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آرام

اس حدیث میں ہر دو رکعات کے بعد التہیات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں تہیوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت کے بعد التہیات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلتی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۵) ”اس طرح نماز پڑھو جو جس طرح مجھے نماز پڑھتا، مولا دیکھتے ہو نیز آپ کا حکم ہے قولوا التہیات لله“ التہیات لہ“ پڑھو فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ نے التہیات سہواً رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی، (منہج ابن قدام ج ۱ ص ۳۱) علامہ ابن قدام نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب یعنی فرض سے رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

مسک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان كانت الصلوة تزيد على ركعتين
جلس في الركعتين للتشهد لنقل الغلث عن
السلف عن النبي صلى الله عليه وسلم وهو
سنة

اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو دو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔

اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذهب مالك وابوحنيفة وجماعة الى
ان التشهد ليس بواجب

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب یعنی فرض ہو کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طو پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ

۱۔ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدير ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکر

۲۔ علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵ھ، بلبلة المجتہد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے نزدیک بھی تشہد فرمیں نہ ہو بلکہ واجب ہو، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی سے کیونکہ علامہ عبدالرحمن جزیری نے بھی یہ تفریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے، نیز علامہ ابن رشد کی طرح علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء | اخلاف کے نزدیک نمازی میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پیر کھڑا کیا جائے اور باایاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیر بحث روایت میں مزاحمت مذکور ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک نمازی میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی باایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں جسے عورتیں بیٹھتی ہیں، امام شافعی کے نزدیک پہلے قدمہ میں تورک کے بیٹھے اور دوسرے قدمہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔ (شرح نووی مع مسلم ج ۱ ص ۱۹۵)۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھے کا طریقہ اخلاف کے مطابق ہے۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

السنة: ان يجلس بين السجدين مفترشا
وهو ان يثني رجله اليسرى فيسقطها ويجلس
عليها وينصب رجله اليمنى ويخرجها من تحت
ويجعل بطون اصابعه على الارض معتمدا عليها
لتكون اطراف اصابعها الى القبلة قال ابو حنيفة
في صفة صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثم ثني رجله اليسرى وقعد عليها ثم اعتدل
حتى رجع كل عظم في موضعه ثم هو سا جدا
وفي حديث النبي صلى الله عليه وسلم الذي
روته عائشة وكان يفرش رجله اليسرى
وينصب اليمنى - له
(متفق عليه)

نمازی میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ باایاں پیر موڑ کے بچھا لے اور اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی طرف جمی رہیں۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور باایاں پیر موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بائیں سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ سر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور باایاں پیر بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء اقطار سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے

۱۔ علامہ عبدالرحمن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

میں علامہ ابن قدام لکھتے ہیں:

ديكراه الاقعاء وهو ان يفرض قدميه و
يجلس على عقبه . ۱۰

اقعاء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر

بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔

در اصل اقعاء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقعاء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سر زمین پر بیٹھا جائے اس اقعاء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں علی العموم والا ستغراق دایاں پیر کھڑا کر کے اور بائیں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قدم میں بنیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بائیں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبرسنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بھی بیٹھے ہیں، اس لیے یہ حدیث کبرسنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آرا صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

نماز کی کنبی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تکمیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا ہے۔

مفتاح الصلوة الطهورا وتحريمها
التكبير وتحليلها التسليم . ۱۰

چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریم دونوں فرض ہیں اس لیے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

۱۰۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۱۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اشہد ان محمدًا عبداً ورسولہ کے بعد فرمایا:

فإذا قضيت هذا اوقال فاذا فعلت هذا فقط قضيت صلوٰتک فان شئت ان تقوم فقوم وان شئت ان تقعد فاقعد - لہ

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز ہوگئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احناف کے نزدیک فرض ہے، سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی اور فرمایا تھا صل فانک لہ فصل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (وہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احناف نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

نماز سے باہر آنے کے لیے احناف کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہوگی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہوگی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصد کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو (مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا) ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نماز میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی

خروج بصدقہ کی تحقیق

بنامہ پر سجدہ سہولاً لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی، (کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ لہ

علامہ ابوسعید بروعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصدقہ نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے، کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۵۲۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ ۳۲۷
۲۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی المشن رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول

جلد اول

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض ملتا ہے وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصر فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصر فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بروعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز توڑنے اور نہ توڑنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابو سعید بروعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بصر فرض کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ بروعی کی تخریج کی موافقت ہلایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز دانی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصر فرض نہیں ہے لہ۔ علامہ ابن نجیم کہتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصر فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ، اور امام اعظم نے خروج بصر فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بروعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصر فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہوگا، اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغیر سے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز سے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغیر کرتا ہے مجتہبی میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے مراجع الدرایہ میں ہے شمس الائمہ اکلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ لہ۔

علامہ کرخی شمس الائمہ اکلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زبیلی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتہبی اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصر فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے ہذا سب ثلاثہ کے علماء نے خروج بصر فرض کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن تہامہ حنبلی اور علامہ

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی متون ۱۲۵۲، رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷
 ۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متون ۹۰، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نوری شافعی اور علامہ دمشقی مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرے سے حجاب اٹھاؤں۔

اسلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ | امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حنبل کے سامنے کی طرف منہ کر کے کہے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرود اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو مرتبہ سلام پھیریں۔

بَابُ ۱۸۵ سِتْرَةِ الْمُصَلِّيِّ وَنُدْبِ الصَّلَاةِ إِلَى سِتْرَةٍ وَالتَّهْيِئَةِ عَنِ الْمُرَائِبِينَ يَدَايِ الْمُصَلِّيِّ وَحُكْمِ الْمُرَاوِدِ فِي الْمَاءِ وَجَدَائِزِ الْأَعْتِرَاضِ بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ وَالصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْأَمْرِ بِالذُّبُونِ مِنَ السُّتْرَةِ دَبْيَانِ السُّتْرَةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ

نازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کا حکم اور گزرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق

امور کا بیان

بِذَلِكَ

۱۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ فعلی متوفی ۲۶۲ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے سامنے سے گذرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گذرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو عیدت کراتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي كَثِيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْاْخِرَانِ نَا اِبُو الْاْخُوْصِ عَنْ سَمَاعٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اِبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعْتَ اِحْدَاكُمُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يَبْأِيْ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ -

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُنَيَّبٍ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ اِبْنُ كَثِيْرٍ نَاعِمٌ وَ بِيْنَ عُكَيْدِ الطَّنَافِيسِيِّ عَنْ سَمَاعِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اِبِيْهِ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيْ وَ اَلْاَوَابُ تَمَّ بَيْنَ اَيْدِيْنَا فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيْ اِحْدَاكُمْ ثُمَّ لَا يَصُرُّهٗ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ اِبْنُ كَثِيْرٍ كَلَيْصُرُّهُ مِنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ -

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاعِمٌ اللّٰهُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَنَا سَعِيْدُ بْنُ اِبِيْ اَيُّوبَ عَنْ اِبِيْ الْاَمْوِيْدِ عَنْ عُمَرَ وَ هٗ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّةِ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ -

۱۰۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُنَيَّبٍ قَالَ نَاعِمٌ اللّٰهُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَنَا حَيُّوْةٌ عَنْ اِبِيْ الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُمَرَ وَ هٗ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ فِيْ عُمَرَ وَ هٗ تَبُوْكَ عَنْ سُنَّةِ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ كَمُوْخِرَةِ الرَّحْلِ -

۱۰۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَلْمُنْثِقِ قَالَ نَاعِمٌ اللّٰهُ بْنُ مُنَيَّبٍ وَ حَدَّثَنَا اِبْنُ مُنَيَّبٍ وَ اَللَّفْظُ لَمْ قَالَ نَا اِبِيْ قَالَ نَاعِمٌ اللّٰهُ عَنْ تَاْفِيْرِ عَنِ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبِ فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ

بناءً پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

فِيصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَأَاهَا وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي
السَّفَرِ فَمِنْ كَثَرَاتِهَا أَلَامَرَأَاهَا -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیزہ گاڑ کر اس
کی طرف نماز پڑھتے۔

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَسْرُورٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ تَائِفٍ عَنِ
أَبِي عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرُكِّزُ
وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَغْرِزُ الْعَتْرَةَ وَيُصَلِّي إِلَيْهَا زَا وَابْنُ
أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ وَهِيَ الْحُرْبَةُ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز
پڑھتے تھے۔

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ
بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْرِضُ
مَا حِلَّتْ وَهُوَ يُصَلِّي إِلَيْهَا -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ
لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے۔

۱۰۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
مَسْرُورٍ قَالَا نَا أَبُو حَالِدٍ الْأَحْمَدُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى رَاحِلَتِهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَعِيرِهِ -

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا، آپ مقام ابطح میں سرخ چمڑے کے
ایک خمیہ میں تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت
بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وضو کا بجا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس
پانی کو مل لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو
چھڑک لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلقہ
(دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گویا میں اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی
کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ نے وضو فرمایا اور حضرت
بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا
رہا، وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور

۱۰۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ زُهَيْرُ نَا وَكِيعٌ
قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا عَوْزُ بْنُ أَبِي جَحِيْفَةَ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالرُّبْعِ فِي قَبَّةٍ لَهُ حَمَاءٌ مِنْ أَدِيمٍ
قَالَ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوئِهِ، فَمِنْ قَائِلٍ
نَا ظُهُرٍ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمَاءٌ آءٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى
بَيَاضِ سَاقِيهِ قَالَ فَتَوَضَّأَ وَأَذَانَ بِلَالٌ قَالَ
فَجَعَلَتْ أَتَدْبَعُ فَأَهْهَنَّا وَهْهَنَّا يَقُولُ يَمِيْنًا
وَشِمَاكَ يَقُولُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
قَالَ ثُمَّ رُكِبَتْ لَهُ عَتْرَةٌ فَتَدَّامَ فَصَلَّى
الظُّهْرَ رُكْعَتَيْنِ يَمِيْنُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْجَمَارُ وَالْكَلْبُ

جلد اول

لَا يَمْنَعُهُمْ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ
يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ

حی علی الفلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ
گاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات
پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے
اور کتے گزرتے رہے، لیکن آپ نے انہیں
نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات
پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نماز کی) دو رکعات
پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے
کے خمیر میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا
کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا
پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو
لینے کے لیے جھپٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس
نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے
اپنے ساتھی کے ہاتھ سے ہاتھ تڑکھ لیا، پھر میں
نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاٹا اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چمڑے پہنے ہوئے اس کو
سمٹتے ہوئے نکلے اور نیزے کی طرف کھڑے
ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے
دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گزر رہے
یہ (کیونکہ امام کاسترہ پوری جماعت کاسترہ ہوتا ہے۔ سعیدی عقلم)
امام مسلم نے ابو جحیفہ سے اس کی مثل ایک اور
روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت
بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان
دی۔

۱۰۲۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ
بَنِي كَالٍ نَاعِمًا وَبَنِي أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ
بْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ أَنَّ أَبَاهُ تَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةِ حِمْرَاءَ مِنْ أَدِيمٍ قَالَ وَ
رَأَيْتُ يَدَايَ يَخْرُجُ وَضُوءًا قَرَأْتُ الْقَاسَ
يَبْدُرُونَ ذَلِكَ الرُّضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا
تَشَبَّهَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلْبَلٍ
يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ يَدَايَ يَخْرُجُ عَنِّي شَرَكُومًا
وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَلَكَةٍ
حِمْرَاءَ مُشْتَمِرًا فَصَلَّى إِلَى الْعَتْرَةِ بِالنَّاسِ
رَكَعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ الْقَاسَ وَالنَّاسَ يَمْرُونَ
بَيْنَ يَدَيْ الْعَتْرَةِ

۱۰۲۳ - حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْسُورٍ وَوَسْبُدُ بْنُ
حَمِيدٍ قَالَا أَنَا جَعْنَا بَنِي سَرِيٍّ قَالَ أَنَا أَبُو عَمِيْسٍ
ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَ نَاحِسِينَ بِنِ
عَلِيٍّ عَنِ زَائِدَةَ قَالَ نَامَالِكُ بْنُ مَعْوَلٍ يَلَانَمَا
عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَدَايَ سَيَّانًا وَ
عَمْرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَفِي
حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ مَعْوَلٍ فَلَمَّا كَانَ بِالنَّاحِسَةِ خَرَجَ

بَدَلًا فَنَادَىٰ بِالصَّلَاةِ -

۱۰۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَدُوِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَحِيْفَةَ قَالَ مَخْرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْهَاجِ حُجْرَةَ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى الطُّهْمَ رَكَعَتَيْنِ وَالْعَصُو رَكَعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَنِي عَوْنٌ عَنْ أَبِيهِ أَبِي جَحِيْفَةَ وَكَانَ يَمُرُّ مِنْ وَرَائِهِ هَآلِمَاءٌ وَالْحِمَادُ -

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو بطحاکر کی طرف گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھیں۔ آپ کے اگے نیزہ تھا جس کے پار غوز میں اور گدھے گزر رہے تھے۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کر رہے تھے میں صف کے سامنے آکر اتر اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کر رہے تھے حضرت ابن عباس کے سامنے گدھے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض صفوں کے سامنے سے گزرا وہ اس سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے۔

۱۰۲۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا ابْنُ تَهْمَدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِإِسْنَادَيْنِ جَمِيْعًا مِثْلَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ الْعَدُوِّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ -

۱۰۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ ذَا كَيْبٍ عَلَى آقَابِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَرْتُ الْإِخْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْقَاسِ بَيْنِي فَتَدَرَّتْ بَيْنَ يَدَيْ الصَّفِّ فَتَرَلْتُ فَأَرْسَلْتُ الْإِثْمَانَ تَرْتَمُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ -

۱۰۲۷ - حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ عَلَيَّ جَمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بَيْنِي فِي حُجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَ فَسَارَ الْجَمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ -

۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِعَرَفَةَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔

جلد اول

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے ثابت ہے اس میں نہ کسی کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ یا حجتہ الوداع کا ذکر ہے۔

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَا إِذَا عَبَدَ الرَّسُولَ قَالَ أَنَا مَعَهُ مِنَ الرَّسُولِ بِهَذَا الْإِسْتِئْذَانِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَدِي وَمَنِي وَلَا عَرَفَةَ وَقَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَوْ يَوْمِ الْفَتْحِ -

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گزرنے نہ دے جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ سے یہ حکم منسوخ ہے، سعیدی

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا يَدْرَأُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَبِي فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ هُوَ الشَّيْطَانُ -

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ابوسعید کا ایک جوان آیا اور اس نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا، حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گزرنے لگا، حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابوسعید سے لڑنے لگا، اس نے ابوسعید کو گالی دی اور لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے جا کر شکایت کی، حضرت ابوسعید مروان کے پاس گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے کیا شکایت ہے، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گزرے تو اس کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ قُرَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ الْبُخَيْرِ قَالَ نَأَى ابْنُ هِلَالٍ يَعْنِي حَمِيدًا قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبِي تَتَدَاكُرُ حَيْثُ إِذْ قَالَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَانُ أَنَا أَحَدُ ثَلَاثٍ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ إِذْ جَاءَ دَجُلٌ وَثَابِتٌ مِنْ أَبِي مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ يَجْتَنِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَنِي فِي نَحْرِهِ فَتَنَزَّرْتُ لَمْ يَجِدْ مَسَافًا لَابْتِنَ يَدِي إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَعَادَ فَدَفَعَنِي فِي نَحْرِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُولَى فَمَثَلَ قَائِمًا فَتَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ ذَا حَمَلَ النَّاسُ نَحْرَهُ فَدَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَى إِلَيْهِ مَا لَقِيَ قَالَ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ لِمَ مَرْوَانَ مَالِكٌ وَرَبَابُ أَخِيكَ جَاءَ يَشْكُوكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدًا أَنْ يَجْتَنِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فِي نَحْرِهِ فَإِنَّ أَبِي فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ هُوَ الشَّيْطَانُ -

۱۰۳۲ - حَدَّثَنَا ثَنَا هَارُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَثَنَا

بْنُ دَاوُدَ

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي كَدَيْلٍ عَنِ الثَّعَالِبِ
ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَمْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ
أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى
فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْقَرِينُ -

۱۰۳۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا
أَبُو بَكْرِ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ نَا الطَّحَّالُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ
نَا صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَمَرَ يَقُولُ إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَمْتَلِكُ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی
کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اگر وہ
نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے
ساتھ شیطان ہے۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی
اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى

مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ
بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ لِيَسْأَلَهُ
مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَاءِ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي قَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَاءُ
بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ
أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ
أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ
أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً -

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد
جہنی نے انھیں حضرت ابو جہیم انصاری کے پاس
یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے
گزرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا ہے؟
حضرت ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے
والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی
کے آگے سے گزرنے کی نسبت چالیس تک
کھڑے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابو النضر کہتے
ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس
ماہ یا چالیس سال۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ بِنِ

الْحَيَّانِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ
عَنْ سَالِحِ بْنِ النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ
بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ
مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ

حضرت سہیل بن سعد سے حدیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

۱۰۳۶ - حَدَّثَنِي يَعْتَرِبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنَ اَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ مَسْنِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَسْرُ الشَّاةِ -

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَحَمَدُ بْنُ مَتْنِي وَاللَّفْظُ لِابْنِ مَتْنِي قَالَ اسْحَقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ مَتْنِي نَا حَمَادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدِ يَعْنِي ابْنَ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْاَكُوْعِ اِنَّهٗ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ لِيَسْبَحُ فِيْهِ وَ ذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى ذٰلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرَ مَسْرِ الشَّاةِ -

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کر رہے تھے، میں نے کہا اسے ابو سلم تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مَكِّيٌّ قَالَ يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَلَمَةُ يَتَحَرَّى الصَّلُوَّةَ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لَهٗ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَ اَنَّكَ تَتَحَرَّى الصَّلُوَّةَ عِنْدَ هَذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلُوَّةَ عِنْدَهَا -

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے، میں نے کہا ابو ذر سیاہ کتے کی کیا تخصیص ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو

۱۰۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اسْمِعِيلُ بْنُ عُكَيْتَةَ مَرَّ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اسْمِعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ يُوْسُفَ عَنْ حَمِيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَاِنَّهٗ يَسْتُرُهٗ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اَخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اَخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلُوْتَهٗ الْجِنَارُ وَ الْمَرَاةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ قُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ

پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا اسے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔

الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ مِنْ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ
قَالَ يَا ابْنَ أَبِي سَالْتٌ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ.

چونکہ دوسری احادیث سے شرہ کے بغیر عورت کا نماز کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گزرنے سے نماز کا حضور و خضوع اور خشوع با تاربتا ہے، بشرطیکہ نماز ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ سعیدی غفرلہ!

امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعدد اسانید سے اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۲۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْحٍ قَالَ سَأَلْتُ
سَلِيمَانَ بْنَ الْمَعْبُورِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
وَأَبْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ
ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَهَبُ بْنُ جَوَيْبِرٍ
قَالَ نَا أَبِي حَرْبٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ
بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ أَبِي الدِّيَالِ ح وَ
حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ حَبَّادٍ لَمَعْنِي قَالَ نَا زِيَادُ
الْبِكَائِيُّ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ كُلُّهُ هُوَ لَا عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ هِلَالٍ يَأْتِيهِ يُونُسُ كَتَبُوا حَدِيثَهُمْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اور اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے آگے پالان کی پھپھی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں خانہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا
الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ
نَا عُبَيْدِ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ نَا يَزِيدُ
ابْنُ الْأَسَدِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَدَاةُ وَالْجَمَادُ
وَالْكَلْبُ وَبَقِيَ ذَلِكَ مِثْلُ مُوْتَجِدَةِ الرَّحِيلِ.

۱۰۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو
التَّائِبُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ
عِيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ وَهَابٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ
وَإِنَّمَا مَعْرُوضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَمَا عَرَّضَ الْجَنَازَةَ.

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنیر سترہ کے اگر نماز کے سامنے عورت ہو تو اس کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا حضور و خضوع با تاربتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو

یا آپ کا منع کرنا تمزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہتھ کی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں لیٹی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

۱۰۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلُ صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ كُلِّهَا وَأَنَا مُعْتَرِفَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يُوتِرَ يَقْظِيهَا فَأَوْتَرْتُ -

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت بڑا جانور ہے؛ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

۱۰۴۴ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ قُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْجِنْدُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَأَبْتِ سُورٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَرِضَةً كَأَعْتِرَاضِ الْجِنْدِ وَهُوَ يُصَلِّي -

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہہ کر دیا۔ سجدہ میں آنے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چار پائی پر لیٹی ہوتی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اغیار دینا ناپسند کرتی، چار پائی کے پاؤں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

۱۰۴۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ قَالَ سَأَلْتُ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ سَأَلْتُ أَبِي قَالَ نَأَى الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسَلَّمِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذَكَرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْجِنْدُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحَمِيرِ وَالْكَلابِ وَاللَّهُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِلُ وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبَدُّ وَإِلَى الْحَاجَةِ فَأَكْرَهُ أَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چار پائی پر لیٹی

أَجْلِسَ فَأَوْذَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلَّ مِنْ عِنْدِي رَجُلِيهِ -

۱۰۴۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُ جَرِيرًا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَدَلْتُمُونَا بِالْكَلابِ وَالْحَمِيرِ لَقَدْ

ذَابِيحِي مُطَهَّرَةً عَلَى الشَّرِيْرِ فَيَجِيءُ رَسُوْلُ
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ الشَّرِيْرَ
فَيُصَلِّيْ فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْبِغَهُ فَاَنْسَلُ مِنْ قِبَلِ
رَجُلٍ الشَّرِيْرِ حَتَّى اَنْسَلُ مِنْ يَحَافِيْ -

۱۰۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ
عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا مَبِيْن
يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَايَ فِي
قِبْلَتِيْ فَاِذَا سَجَدَا غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رَجُلِيْ وَ
اِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبَيْوْتُ يَوْمَئِذٍ
لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحٌ -

۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا خَالِدُ
بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ اَنَا
عَبَادُ بْنُ الْعَوَّامِ جَبِيْعًا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا اَصَابَنِيْ نَوْبًا اِذَا سَجَدَا -

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ اَنَا وَكَيْعَةُ قَالَ اَنَا طَلْحَةُ
بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ
يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَاَنَا اِلَى جَنْبِهِ وَاَنَا حَائِضٌ
وَعَلَى مِرْطَا وِعَلَيْهِ بَعْضُهُ اِلَى جَنْبِهِ -

رہتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور چار پائی کے درمیان میں نماز پڑھتے
مجھے آپ کے سامنے سے نکلنا برا محسوس ہوتا
تو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف کھسک کر محبت
سے باہر آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب
ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیر دبا دیتے ہیں
ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں
ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں
گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ميمونه
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی
تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا مجھ سے
لگ جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے
اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی
مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا

سترہ نماز کی ادھ اور آٹھ بنا نے کو کہتے ہیں
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم اس کے دو فائدے سے ہیں ایک تو نماز کی کو کہ اس کی نظر سترہ کے
پار نہ پاسکے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انھیں نماز کی کے سامنے سے گزرنے میں تکلیف نہ
ہو کیونکہ نماز کے آگے سے گزرنے کا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نماز کی کے درمیان سترہ

مائل ہوگا تو وہ سترہ کے پار گذر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ ودا تہ کا ہونا چاہیے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر جمع کر کے اوپر تلے بھی رکھے جاسکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کھینچا جاسکتا ہے سینوں اور داڑھی میں بعض احادیث اس کی مؤید ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اونٹ یا اونٹنی یا کوئی اور جانور آگے ہو تو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن نمازی کا عبادت اسے قصد محض ستر کی عبادت ہو جانور کی تنظیم پیش نظر ہو جن جانوروں کی عبادت کی جاتی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھاٹے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، (ستر کی جانب نہ ہوتا کہ سترہ کو سمجھ کرنے کا وہم نہ ہو)۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

حضرت مقلاد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لکڑی ستون یا درخت کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

عن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله الی حاجبه الایمن او الایسر ولا یعمد له عمدًا۔

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن مرفیانی متوفی ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کھینچنا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی ۸۶۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:-

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهہ شیئاً وان لم یجد فلینصب عصاً وان لم یکن عصاً فلیخط خطاً ولا یضر ما مر امامہ۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جاسکتا ہے کیونکہ فتاویٰ اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

علامہ ہارثی حنفی لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گذرنے والا گذر سکتا ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، نسخ القدر ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ ندویہ رضویہ سکھر

مکروہ سے اور اگر مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سہرہ گاہ سے دو یا تین صف کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گزرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی مشروع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظرہ سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گزرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑھی ہوئی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضیلت کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ قال فواللہ ما تنخد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منهم فذک بہا وجہہ وجلدہ و اذا امرہم ابتروا امرہ وان توفنا کادوا ان یقتلون علی وضوئہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ پتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس رینٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

رینٹ طبعماً مکروہ اور گھناؤنی ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی رینٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ رینٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک و عنبر سے بہتر خوشبودار ہو شہد سے زیادہ میٹھو تو کون بد بخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

رینٹ تو روہ کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب و طاہر تھا، صحابہ کو ام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص پچھنے لگا کہ علاج کی خاطر آپ کی رگ کا ٹٹا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا امت کے حق میں آپ کے تمام فضیلت کہ یہ طاہر ہیں۔

علامہ سیوطی مسند ابویعلیٰ، حاتم، دارقطنی اور ابو نعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حضرت ام المین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ سنئے اور فرمایا آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کو بیماری نہیں ہوگی۔

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فغانة فی جانب البیت فبال فیہا فقامت من اللیل وانا عطشاً فشربت ما بینہا فلما اصبح اخبرته فضحك وقال انک لن تشتکی بطنک بعد یومک هذا ابداً۔ لہ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلت طاہر ہیں، جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام المین برکہ حبشیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابو طیب نے اس کو پ

فضلاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طاہرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وهو المعتمد لان ام ایمن بركة الحبشیة شربت بوله صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یبلغ النار بطنک صحیحہ الدارقطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاہر لان ابا طیبہ شربہ و فعل مثل ذلک ابن الزبیر وهو غلام حین اعطاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حمامہ لیدقنہ فشربہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لم تمسه النار

۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص سبیری ج ۱ ص ۱۷۷، طبع مصر

جلد اول

وهذا الاحاديث المذكورة في كتب الحديث الصحيحة وذكرها فقهاءنا وتبعها الشافعية كالشربيني في شرح الغاية وفقهاء مالكية والحنابلة فكانت كالمجمع عليه فحيت ثبت ان فضلاته عليه الصلاة والسلام تنجي من النار فكيف من ربي من دمهيا ولحمها ربي من بطنها ومن كان من اصل خلقته الشريفة يدخل النار له

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوا ہوا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو انھوں نے اس کو پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے تو (آپ کی والدہ) جن کے خون اور گوشت سے آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے پیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباء و اجداد جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ کیسے جہنم میں جائیں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں: (باوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستقل پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور کے جسم سے لگ کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

وقد تكثر الأدلة على طهارة فضلاته وعدالة ذلك من خصائصه - ۱۰

اور علامہ بدر الدین حنفی حضور کے وضو والے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:

الماء الذي يتقاطر من أعضائه الشريفة فأبو حنيفة ينكر هذا ويقول نجاسته ذلك فحاشا من وكيف يقول ذلك وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته - ۱۱

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، الفوائد السامیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

۳۔ علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

اور اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے۔

ومن ثم اختار كثيرون عن اصحابنا طهارة فضلاته عليه السلام

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشری غلاظتوں سے پاک، صاف، منزہ اور طیب و طاہر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقع ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور کے تمام آباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اس حدیث میں تصدیق ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کراہت بھی ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْوَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَوْ يَرِدُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ابوداؤد ص ۵۶۳)

ایک اور حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ دَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مَصْبُوعٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گذرا اور اس نے دوسرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

بعضاً موردًا فقال ما هذا فانطلقت فاحرقته
فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما صنعت
بشوبك فقلت احرقته قال افلا كسوتها بعض
اهلك -

(البرداء ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابا رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے
دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے
جا کر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس
آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے
عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم
نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے، سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے
کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علاوہ ازیں یہ سنن کی احادیث
ہیں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے، اس لیے علامہ شامی نے سرخ
لباس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ اور آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے
لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت | حدیث نمبر ۱۰۲۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ نمازی کے سامنے

کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ
جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۲۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے
برابر کر دیا!

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت
عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سید احمد
بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال
سے زیادہ برا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توہین ہے!

از و سوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر
است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن
از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ
بدر از استغراق در صورت گاؤن خود است
زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا
خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین
خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی
توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ
۲۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

میں استغراق سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے

باس کی صفت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

صِفَةُ لُبْسِهِ

۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ أَوْ لِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ۔

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنَا حَزْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بِنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ كَلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باآواز بلند پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَكُنَّا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَادَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّصَلِّي أَحَدُنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ أَوْ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ۔

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِدِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَمَيْلٍ قَالَ نَأَى أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ مکان میں اس طرح ایک کپڑا لپیٹے ہوئے نماز

پڑھنے سے تھے کہ اس کے دونوں کنارے آپ کے کندھوں پر تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توشیح کا بھی ذکر ہے (توشیح کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہو اسے بائیں ہاتھ کے

نیچے سے لے جائے اور جو بائیں شانہ پر ہو اسے دائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ کے مکان میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں میں تبدیلی کر رکھی تھی۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو پینٹا ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توشیح کیا ہوا تھا۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں سے منقول ہے، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُّشْتَبِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَاضْطَافَ رَفِيءٌ عَلَى عَائِقِيهِ -

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْحُو بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكَيْعٍ قَالَ تَابَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ وَاسْمَاءُ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا غَيْرَ أَنَّهَا قَالَتْ مَتَوَشَّحًا وَلَوْ يَعْلُ مُشْتَبِلًا -

۱۰۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَتَّادُ بْنُ تَرِيذٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ -

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى بْنُ حَتَّادٍ قَالَا نَا لَلَيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُّلتَجِعًا مُخَالَفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ تَرَادُّ يَجْبَى بْنُ حَتَّادٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ عَلَى مَنكِبَيْهِ -

۱۰۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابَ وَكَيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُّتَوَشَّحًا بِهِ -

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُيَرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعْتَمِدِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا بِهَذَا إِسْنَادٍ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُيَرٍ قَالَ دَخَلْتُ

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۱۰۶۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ سَأَلَ ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُصَلِّي فِي شَوْبٍ قَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ عِنْدَهُ ثِيَابُهُ وَقَالَ جَابِرٌ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْنَعُ ذَلِكَ -

۱۰۶۱ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالتَّائِقِدَا وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَالتَّلْفِظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ سَأَلْنَا الْأَعْمَشَ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ لَمَّا حَدَّثَنَا أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَأَيْتَهُ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَأَيْتَهُ يُصَلِّي فِي شَوْبٍ قَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ -

۱۰۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا سُؤدَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ عَمْرَةَ بِنْتُ مَسْهَمٍ كَلَامًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ وَاصْطِعَا حَدَفَيْهِ عَلَى عَائِقِيهِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ وَسُؤدَةَ مُتَوَشِّحًا بِهِ -

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے موجود تھے، حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں، اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں توشیح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی کئی اسانید سے مستقول ہے ابو کریم کی ثقافت میں ہے کہ آپ نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابو بکر اور سوید کی روایت میں توشیح کا ذکر ہے۔

نماز کی حالت میں ستر عورت فرض
عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل ہے، مرد کا ستر ناز سے لے

کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم سے صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔ مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دیا ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر مقلدین حضرات اس باب کی احادیث سے نکلے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیریانی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر نہ ڈھانپنے کے لیے وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور ہیئت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے

جلد اول

سائے جانا خلافت اور برگردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سائے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہیے۔
علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب
قمیص و ازار و عمامۃ۔^{۱۷}

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، آہنڈ اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع الله فوسعوا۔^{۱۸}

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا صلى احدكم فليلبس ثوبيه فان الله عز وجل احق ان يزين له۔^{۱۹}

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے نیت اختیار کی جائے۔

عن نافع قال دانی ابن عمر وانا اصلی فی ثوب واحد فقال له افسك قلت بلی قال فلو بعثتك كنت قد هب هكدا قلت لا قال فان الله احق ان تزين له۔^{۲۰}

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

۱۷۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۸۱ھ۔
۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
۱۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶۔ مطبوعہ نشر البیتہ طہان۔
۲۰۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ طہان۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے نرزحانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

حرف آخر

۱۶ شعبان ۱۴۱۳ھ / ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اول کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہو گئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کمزور اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرایا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے ماضی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری کمر میں شدید درد رہتا تھا، اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پر شدید دباؤ تھا، میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پر شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم کچھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آ رہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا عطا محمد گولڑوی نے کہا "کراچی جانے کے بعد" مقالات سعیدی" کی ٹکڑی کوئی کتاب اُنی چاہیے" اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سعیدی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرایا، یہ سب اس قادر قیوم اور کریم درحیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان و دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور سائیلین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بار بار اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا، اس کو تاقیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کرنا، اور جس

طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سادت عطا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق سمجھنے اور باطل سے امتیاز کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اس کے بارے میں اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب سے محفوظ رکھا اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب العالمین! بحرمۃ حبیبک سید العالمین. وأخود عوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاهرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔



وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا لاشعرا بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہ کی ایک اور فنکارانہ اور علمی تصنیف

قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

تبیان القرآن

اہل علم اور اربابِ ذوق کی تسکین کے لیے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

چند خصوصیات

- ★ قرآن مجید کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح،
 - ★ احادیث، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح،
 - ★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط،
 - ★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح،
 - ★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی،
 - ★ مشکلاتِ اعرابِ قرآن کا حل، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہبِ باطلہ کا مہذب رد،
- ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہل ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت اہمیت اور افادیت صدیوں سے باقی رہے گی۔

پیشے کتب: فرید بک سٹال

۳۸- اردو بازار، لاہور

ماخذ و مراجع

کتاب البیہ

۱. قرآن

۲. تورات

۳. انجیل

کتاب احادیث

- ۴ - صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
- ۵ - صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ
- ۶ - جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ
- ۷ - سنن ابوداؤد، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
- ۸ - سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
- ۹ - سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ
- ۱۰ - صحیح ابن خزمیہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزمیہ متوفی ۳۱۱ھ
- ۱۱ - مشرط امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
- ۱۲ - مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنٹر کراچی، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
- ۱۳ - مؤطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
- ۱۴ - کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۷۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
- ۱۵ - کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
- ۱۶ - مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتبہ السومی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
- ۱۷ - مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ
- ۱۸ - معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد ایوب اللغنی الطبرانی، متوفی ۳۶۰ھ

جلد اول

marfat.com

Marfat.com

- ۱۹ - سنن کبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۱ھ، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
- ۲۰ - مجمع کبیر مطبوعہ العراق، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الیوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ
- ۲۱ - مسند ابوعوانہ مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفراہی متوفی ۳۱۶ھ
- ۲۲ - البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن ۱۴۰۹ھ، امام احمد بن محمد بن عبد الخالق عتیکلی بزار متوفی ۲۵۶ھ
- ۲۳ - نوادر الاصول فی مؤلفہ احادیث الرسول، مطبوعہ دارالریان التراث القاہرہ ۱۴۰۸ھ، امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی ۲۵۵ھ
- ۲۴ - معرفۃ السنن والأثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۲۵۸ھ
- ۲۵ - مسند احمد بن حنبل، مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ
- ۲۶ - سند داری، مطبوعہ مطبع نظامی کراچی، ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمن داری متوفی ۲۵۵ھ
- ۲۷ - سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، طمان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ
- ۲۸ - شمائل ترمذی، مطبوعہ نوری محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ
- ۲۹ - شرح معانی الآثار، مطبوعہ مجتہائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۲ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ
- ۳۰ - سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ، طمان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۲۵۸ھ
- ۳۱ - کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۶ھ
- ۳۲ - مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب العربی، ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۶ھ
- ۳۳ - شرح السنۃ، مطبوعہ مکتبہ اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود نبوی متوفی ۵۱۶ھ
- ۳۴ - الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سائیکلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
- ۳۵ - المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
- ۳۶ - جامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفت، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ۳۷ - مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نوری محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، متوفی ۲۴۵ھ
- ۳۸ - فردوس الاخبار، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت، حافظ شیریہ بن شہر دار الدلمی متوفی ۵۰۹ھ
- ۳۹ - تلخیص المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ہی متوفی ۸۴۸ھ
- ۴۰ - خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ۴۱ - اجواب النقی، مطبوعہ نشر السنۃ طمان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان مارودینی ترمکانی متوفی ۸۴۵ھ
- ۴۲ - نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سوات ہند، ۱۳۵۴ھ، حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زلیحی متوفی ۷۴۲ھ
- ۴۳ - مشکوٰۃ، مطبوعہ صحیح المطابع دہلی، شیخ ملا الدین تبریزی متوفی ۷۲۲ھ
- ۴۴ - اعلام السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی ۱۳۹۴ھ
- ۴۵ - کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۰۵ھ
- ۴۶ - الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۴ھ، امیر علاؤ الدین علی بن حبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ
- ۴۷ - مسند طبالیسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طبالیسی متوفی ۲۰۳ھ

- ۷۴ - الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ علیم شیخ طنطاوی جوہری
- ۷۵ - تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفت بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ
- ۷۶ - تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۲ھ، علامہ احمد مصطفیٰ مراغی
- ۷۷ - تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ
- ۷۸ - تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ۷۹ - انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ
- ۸۰ - الفتوحات الالہیہ مطبوعہ مطبوعہ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بابجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ
- ۸۱ - الدر المنثور، مطبوعہ مطبوعہ مینہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۸۲ - تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ ادارۃ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۴۱ھ
- ۸۳ - تفسیر صاوی، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر، علامہ احمد صاوی مالکی
- ۸۴ - فتح البیان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
- ۸۵ - خزائن العرفان، تاج کپنی لاہور، صدر الافاضل، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ
- ۸۶ - بیان القرآن، مطبوعہ تاج کپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
- ۸۷ - حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند، علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی، متوفی ۹۵۱ھ
- ۸۸ - حاشیہ القرآن، مطبوعہ تاج کپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ، و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ
- ۸۹ - معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۹۰ - مدارک التنزیل، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
- ۹۱ - البحر المحیط، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابوالکحیمان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، متوفی ۷۵۴ھ
- ۹۲ - فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری
- ۹۳ - احکام القرآن، مطبوعہ دارالمعرفت بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ
- ۹۴ - زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۵۹ھ
- ۹۵ - تفسیر القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۹۶ - نور العرفان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ
- ۹۷ - ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
- ۹۸ - مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علوم قرآن

- ۹۹ - البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زکشی، متوفی ۷۹۴ھ
- ۱۰۰ - الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتاب شرح حدیث

- ۱-۱ - تحقیق الحواکب الدلاری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
- ۱-۲ - عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ، علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
- ۱-۳ - فتح الباری، مطبوعہ دار النشر للکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
- ۱-۴ - ارشاد الساری، مطبوعہ مطبوعہ مبینہ مصر، ۱۳۰۶ھ علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۱-۵ - فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
- ۱-۶ - فیوض الباری، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء علامہ محمود احمد رضوی، لاہور
- ۱-۷ - تفسیر البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ، فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد
- ۱-۸ - شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ کبیری بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ
- ۱-۹ - اکمال الکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ
- ۱-۱۰ - مکمل اکمال المعلم، " " " " علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ
- ۱-۱۱ - السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیقی حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
- ۱-۱۲ - فتح الملکیم مطبوعہ مکتبہ السحان کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ
- ۱-۱۳ - الحکر الثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ المطبوعہ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۱-۱۴ - تحفۃ الذاکرین ببدء الحصن الحصین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی داود مصر، ۱۳۵۰ھ، شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
- ۱-۱۵ - الاذکار، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ، علامہ کبیری بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
- ۱-۱۶ - فیض القدر شرح جامع الصغیر، مطبوعہ دار الموفتہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی ۱۰۰۳ھ
- ۱-۱۷ - اوجز المسائل، مطبوعہ مکتبہ یحویہ سہارنپور، شیخ محمد زکریا
- ۱-۱۸ - شرح سفر السعاده، مطبوعہ مطبع منشئ نواکشتور لکھنؤ، ۱۹۰۳ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ
- ۱-۱۹ - لمعات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ
- ۱۲۰ - معالم السنن، مطبوعہ دار الموفتہ بیروت، ابوسلمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی متوفی ۳۸۸ھ
- ۱۲۱ - مختصر البوداؤد، " " " " علامہ زکی الدین ابو محمد منذری، متوفی ۶۵۶ھ
- ۱۲۲ - مکمل فتح الملکیم، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۳۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی
- ۱۲۳ - تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبدالرحمن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ
- ۱۲۴ - بذل المجهود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۲۶ھ
- ۱۲۵ - عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ
- ۱۲۶ - تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ، لاہور، ۱۳۰۴ھ، حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۶۳۳ھ
- ۱۲۷ - مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۳ھ

- ۱۲۸- اشعة اللمعات، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار، کھنؤ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
- ۱۲۹- منتقى، مطبوعہ مطبع السعادة، مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۶۴ھ
- ۱۳۰- شرح الموطا، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ
- ۱۳۱- فیض القدير، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی، متوفی ۱۰۰۳ھ
- ۱۳۲- شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
- ۱۳۳- التعلیق المنفی، مطبوعہ نشر السنة لبنان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ
- ۱۳۴- التعلیق المجد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبدالحق کھنؤی متوفی ۱۳۰۴ھ
- ۱۳۵- تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کازانہ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود احسن دیوبندی، ۱۳۳۹ھ
- ۱۳۶- سراج منیر، شرح الجامع الصغیر، مطبع خیریه مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ شیخ علی بن شیخ احمد عزیزی
- ۱۳۷- فیض القدير، شرح الجامع الصغیر دارالمعرفہ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ
- ۱۳۸- اوجزہ المساک، مطبوعہ المكتبة الميمنية، سہارن پور ہند، شیخ محمد زکریا
- ۱۳۹- جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
- ۱۴۰- شرح الشامل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ

اسماء رجال

- ۱۴۱- تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
- ۱۴۲- تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۴۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر سخاانی متوفی ۸۵۲ھ
- ۱۴۳- لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۴۶ھ
- ۱۴۴- فلامہ تہذیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خنجر جی
- ۱۴۵- الاکمال فی اسما الرجال، مطبوعہ اصح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۲۲ھ
- ۱۴۶- کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان مٹی، متوفی ۳۵۴ھ
- ۱۴۷- کتاب الجرح والتعديل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۰۱ھ، حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۰ھ
- ۱۴۸- کتاب الموضوعات، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ ابو الفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۰ھ
- ۱۴۹- مرآة الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالشہر بن سعد بن علی بن سلیمان ابی یحییٰ الیمینی المالکی ۴۸ھ
- ۱۵۰- الجواهر المصیئیہ، مطبوعہ میر محمد کراچی، علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود، ۶۹۶ھ
- ۱۵۱- معجم المؤلفین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، عمر رضا کمالہ
- ۱۵۲- الکامل فی صفات الرجال، مطبوعہ دار الفکر بیروت، حافظ ابواحمد عبدالشہر بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ
- ۱۵۳- میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، کھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
- ۱۵۴- المقاصد الحسنیہ، مطبوعہ مکتبہ النجاشی، مصر، ۱۳۰۵ھ، ابوالکثیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ

- ۱۵۵۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ
- ۱۵۶۔ الحلال المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اشریہ فیصل آباد، ۱۳۰۱ھ، علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی، متوفی ۵۵۹ھ
- ۱۵۷۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علمی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث مدرسی
- ۱۵۸۔ تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، علامہ شمس الدین زہبی متوفی ۴۲۸ھ
- ۱۵۹۔ المعارف، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ابو محمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
- ۱۶۰۔ اللالی المصنوعہ، مطبع علمی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ۱۶۱۔ کشف الحقائق مزمل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ النعزالی، دمشق، علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی متوفی ۱۱۶۲ھ

لغات

- ۱۶۲۔ المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۲۲ھ، علامہ حسین بن محمد رغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ
- ۱۶۳۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۲ھ، علامہ محمد بن اشیر الجوری، متوفی ۶۰۶ھ
- ۱۶۴۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ
- ۱۶۵۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشئ نو لکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
- ۱۶۶۔ لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب اکوڑہ، قم ایران، ۱۳۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
- ۱۶۷۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبوعۃ الخیریہ مصر، سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۳۰۵ھ
- ۱۶۸۔ المنجد، مطبوعہ المطبوعۃ القاؤلیکہ بیروت، ۱۹۲۷ع، لوئیس معلوف الیسوی
- ۱۶۹۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوی
- ۱۷۰۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع منشئ نو لکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ
- ۱۷۱۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
- ۱۷۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف برنائیکا، ۱۹۵۰ع
- ۱۷۳۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرين، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ع، علامہ محمد فرید وجدی
- ۱۷۴۔ الصحاح، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۳۰۲ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوزی، متوفی ۳۹۸ھ
- ۱۷۵۔ فقہ المسلمین، مطبوعہ شرکت دارالقبیلۃ للثقافت الاسلامیہ جدہ، علامہ سید سابق
- ۱۷۶۔ معجم البلدان، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی
- ۱۷۷۔ بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
- ۱۷۸۔ مفتی الادب، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۲۲ھ، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
- ۱۷۹۔ معجم متن اللغة، مطبوعہ دارمکتبۃ الحیاء بیروت، ۱۹۸۵ع، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۲۸ع
- ۱۸۰۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الحکیم
- ۱۸۱۔ کتاب العین، مطبوعہ دارالہجرت، قم ایران، ۱۳۰۵ھ، امام ابو عبدالرحمن الخلیل بن احمد فراہندی، متوفی ۱۷۵ھ

- ۱۸۱- اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران، ۱۳۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتوتی لبنان
 ۱۸۲- قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم، ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری
 ۱۸۳- فیروز اللغات، مطبوعہ فیروز سنز لمٹیڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، الحاج فیروز الدین
 ۱۸۴- فرہنگ اصفیہ، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم، مولوی سید احمد دہلوی

فضائل و سیرت

- ۱۸۵- شفاء، مطبوعہ عبدالقواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ
 ۱۸۶- نسیم الرياض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
 ۱۸۷- شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد اقارمی حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ
 ۱۸۸- سعادت الدارین، مطبوعہ مطبوعہ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
 ۱۸۹- مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
 ۱۹۰- الوفاہ باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ عبدالرحمن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
 ۱۹۱- زاد المعاد، مطبوعہ مطبوعہ المصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف ...
 با بن قیم جوزیہ، متوفی ۵۱۰ھ
 ۱۹۲- المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
 ۱۹۳- شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ
 ۱۹۴- البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
 ۱۹۵- انسان العمیون، مطبوعہ مطبوعہ المصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ
 ۱۹۶- ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سمیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ
 ۱۹۷- حجت اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
 ۱۹۸- نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
 ۱۹۹- دلائل النبوت، مطبوعہ دارالتقاسم، امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ
 ۲۰۰- مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی
 ۲۰۱- السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
 ۲۰۲- الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ
 ۲۰۳- استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ
 ۲۰۴- الاخبار الطوال، مطبوعہ دار المسیرۃ بیروت، ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری، متوفی ۲۸۲ھ
 ۲۰۵- حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ ...
 اصہبانی متوفی ۴۳۰ھ

- ۲۰۶ - دلائل النبوت، مطبوعہ دار الفکر بیروت، حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ
- ۲۰۷ - اصحاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۲۰۸ - اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
- ۲۰۹ - تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۷ھ
- ۲۱۰ - تاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسہ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار کبری
- ۲۱۱ - الروض الاثف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ
- ۲۱۲ - مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبوعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالولاب نجدی، متوفی ۱۲۴۲ھ
- ۲۱۳ - سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صاکی، متوفی
- ۲۱۴ - المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور ابن الکحاج، متوفی ۳۷۷ھ
- ۲۱۵ - الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
- ۲۱۶ - تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ
- ۲۱۷ - تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ
- ۲۱۸ - تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۲۱۹ - مرآة البیان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۸ھ
- ۲۲۰ - وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۲۲۱ - الجواهر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۲ھ
- ۲۲۲ - الجواهر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
- ۲۲۳ - کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ کبیری بن شرف نوری، متوفی ۶۷۶ھ
- ۲۲۴ - الصائم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ
- ۲۲۵ - لوائح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالولاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
- ۲۲۶ - الصواعق المحرقة، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ
- ۲۲۷ - الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ھ، علامہ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ
- ۲۲۸ - تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شافعی المعروف
- ... بابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ
- ۲۲۹ - سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ
- ۲۳۰ - حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان، علامہ یوسف بن اسماعیل نہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
- ۲۳۱ - جلال الافہام، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر لائل پور، علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ
- ۲۳۲ - معارج النبوة، مطبوعہ مطبعہ منشی لواکشور، ۱۲۹۲ھ، ملا مبین اکحاج محمد قرابی (المعروف بلامسکین) متوفی ۹۵۴ھ
- ...

- ۲۸۷- اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۳۰۶ھ
- ۲۸۸- بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ
- ۲۸۹- فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمن مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۹۰- فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبوعہ مبینہ مصر ۱۳۱۰ھ، علامہ خیر الدین رحلی، متوفی ۱۰۸۱ھ
- ۲۹۱- حاشیہ ابی السعود، علی طاسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوالسود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ
- ۲۹۲- فتاویٰ سعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی، ۱۳۰۷ھ، شاہ محمد مسعود بلوچی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۹۳- جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
- ۲۹۴- نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی ہند، علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلی متوفی ۷۶۲ھ
- ۲۹۵- امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، شیخ ابشر علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
- ۲۹۶- کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۲۹۷- غمزیون البصائر، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی جموی
- ۲۹۸- انسانی اعصاب کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۹۹- پروائیڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، " " " "
- ۳۰۰- اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۳۰۱- رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۳۰۲- ۵- اسے زیلدار پاک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۳۰۳- برجندی علی شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نو کشور کھٹو، ۱۳۲۲ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
- ۳۰۴- حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۳۰۵- مقالات کوثری، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ زاہد الکوثری متوفی ۱۳۷۱ھ
- ۳۰۶- کنز الدقائق، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
- ۳۰۷- شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع مجتہبی، ۱۳۲۷ھ، صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمد متوفی ۷۲۷ھ
- ۳۰۸- حاشیہ مولوی الیاس، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ سنز کراچی
- ۳۰۹- فتاویٰ نوریہ مطبوعہ کبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء، مولانا نور اللہ نسیمی بصیر پوری متوفی ۱۳۰۳ھ
- ۳۱۰- فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد مظہر اللہ بلوچی متوفی ۱۳۸۶ھ
- ۳۱۱- عرفان شریعت، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، طبع دوم، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
- ۳۱۲- فتاویٰ عزیز، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ
- ۳۱۳- الطیب الوجیز فی امتنۃ الوریق والا بریز، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
- ۳۱۴- فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۱۱ھ، علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ

....

جلد اول

کتاب فقہ شافعی

- ۳۱۵۔ کتاب الام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۲ھ
- ۳۱۶۔ المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ ابوالسحاق شیرازی شافعی، متوفی ۲۵۵ھ
- ۳۱۷۔ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
- ۳۱۸۔ تکملة شرح المہذب، " " ، علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
- ۳۱۹۔ فتح العزیز شرح الوجیز، " " ، علامہ ابوالقاسم محمد رافعی، متوفی ۶۲۳ھ
- ۳۲۰۔ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
- ۳۲۱۔ احیائے علوم الدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
- ۳۲۲۔ السخاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۳۲۳۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۲ھ
- ۳۲۴۔ روضۃ الطالبین و غمدۃ المنفین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۲۰۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
- ۳۲۵۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۲۰۱ھ، ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کتاب فقہ مالکی

- ۳۲۶۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۲۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
- ۳۲۷۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دارالفکر بیروت، قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
- ۳۲۸۔ الشرح الصغیر علی اقرب المساک، مطبوعہ دارالمعارف مصر ۱۳۲۸ھ، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدرودیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ
- ۳۲۹۔ اتاج والاکیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبیدی مالکی متوفی ۸۹۷ھ
- ۳۳۰۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالبرکات سیدی احمد درودیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
- ۳۳۱۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ شمس الدین بن محمد عرفہ دسوقی مالکی، متوفی ۱۲۱۹ھ
- ۳۳۲۔ حاشیۃ الصادمی علی الشرح الصغیر للدرودیر، مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۹۴۷ھ، علامہ احمد بن محمد صادق مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
- ۳۳۳۔ مواہب السجیل، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الخطاب المغربي، متوفی ۹۵۲ھ

کتاب فقہ حنبلی

- ۳۳۴۔ المتقنع، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۲۰۵ھ، علامہ ابوالقاسم عمر بن حسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
- ۳۳۵۔ المنقذ، " " ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
- ۳۳۶۔ المنقذ مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۲۰۴ھ، " " ، " " ، " " ، " "
- ۳۳۷۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۲۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۸۲ھ

جلد اول

- ۳۶۱۔ بیچ البلاغہ مع اردو ترجمہ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز
- ۳۶۲۔ شرح بیچ البلاغہ، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی اسامعیلیان ایران، شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی اکحید، متوفی ۵۶
- ۳۶۳۔ تفسیر تبیان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰
- ۳۶۴۔ تفسیر مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۶۱ء، شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸
- ۳۶۵۔ تفسیر منہج الصادقین، خیابان ناصر خسرو، شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۰۰
- ۳۶۶۔ تفسیر قمی، مطبوعہ مؤسسہ دارالکتبۃ والنشر قم ایران، ۱۳۰۶ء، شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۰
- ۳۶۷۔ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۲۳ء، جسے از نویسندگان
- ۳۶۸۔ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۳۰۴ء، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ۱۴۰۹
- ۳۶۹۔ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی، شیخ ابوالقاسم، انخونی
- ۳۷۰۔ احتجاج، مطبوعہ دارالنفوس ایران، شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی، متوفی ۶۲۰
- ۳۷۱۔ حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۲۴ء، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰
- ۳۷۲۔ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انصاف پریس لاہور، " " " " " "
- ۳۷۳۔ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقت لاہور، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰
- ۳۷۴۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرهنگی ایران، ۱۳۶۲ء، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۶۰
- ۳۷۵۔ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ۱۴۰۹
- ۳۷۶۔ المیزان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۰۲ء، شیخ محمد حسین طباطبائی، متوفی ۱۲۹۳
- ۳۷۷۔ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دارالعلم بیروت، شیخ محمد جواد مننہ
- ۳۷۸۔ ناسخ المتواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ء، میرزا محمد تقی مؤرخ شہیر، متوفی ۱۲۹۰
- ۳۷۹۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ، طهران، ۱۳۹۲ء، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰
- ۳۸۰۔ القرآن المبین تفسیر المتقین، مطبوعہ شمیم جنرل بک ایجنسی لاہور، شیخ امداد حسین کاظمی مشہدی
- ۳۸۱۔ فدک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تهران، ۱۳۹۸ء، فقیر سید محمد حسن قزوینی
- ۳۸۲۔ شرح بیچ البلاغہ، مطبوعہ مؤسسہ النصر ایران، ۱۳۸۷ء، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۵۹
- ۳۸۳۔ رجال کشتی، مؤسسہ الاعلیٰ للطبوعات ایران، شیخ ابو عمر و محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشتی من علماء القرن الرابع
- ۳۸۴۔ حیات القلوب (فارسی)، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تهران ایران، ملا باقر مجلسی، ۱۱۱۰

کتب عقائد و کلام

- ۳۸۵۔ شرح عقائد نفسی، مطبوعہ نور محمد مع المطابع کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتانانی، متوفی ۷۹۱
- ۳۸۶۔ شرح مراقف، مطبوعہ مطبع منشی نو کشتور کھنڈو، میر سید شریف علی بن محمد ہیرجانی، متوفی ۸۱۶
- ۳۸۷۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ ابابہ و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ء، ملا علی بن سلطان محمد افغانی، متوفی ۱۳

جد اول

- ۲۳۹- عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبوعہ ممیزہ مصر، ۱۳۰۵ء علامہ زکریا بن محمد بن محمود
- ۲۴۰- الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۰۲ء
- ۲۴۱- تکمیل الایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
- ۲۴۲- منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبوعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ حنالی، متوفی ۷۲۸ھ
- ۲۴۳- تقویٰ الایمان، مطبوعہ مطبوعہ علمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
- ۲۴۴- تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ء، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ھ
- ۲۴۵- ثابت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
- ۲۴۶- شامہ امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۳۰۵ء، حاجی امداد اللہ صاحب مدنی، متوفی ۱۳۱۷ھ
- ۲۴۷- امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
- ۲۴۸- فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ صاحب مدنی، متوفی ۱۳۱۷ھ
- ۲۴۹- المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ، ۱۳۰۰ء، ملا علی بن سلطان محمد القاری، ۱۰۱۴ھ
- ۲۵۰- البجد العلم، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۳۰۳ء، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
- ۲۵۱- الدرر الکامنتہ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۲۵۲- قاعدہ جلید فی التوسل والوسیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۲۷۳ء، شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ
- ۲۵۳- ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میوہ پریس دہلی، ۱۳۲۵ء، علامہ کیمی بن شرف نوری، متوفی ۶۷۶ھ
- ۲۵۴- نماز یا رسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رفہا لاہور، ۱۳۰۵ء، علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
- ۲۵۵- کشف الشبہات، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ
- ۲۵۶- الصواعق الالہیہ، مطبوعہ مکتبہ الیشیق استنبول، شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ
- ۲۵۷- آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام السجان، مطبوعہ مطبوعہ خیر کثیر کراچی، قاضی ابوالعبداللہ محمد بن عبداللہ شبل حنفی متوفی ۷۶۹ھ
- ۲۵۸- شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
- ۲۵۹- الفوائد الضیائیہ (شرح جامی)، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ
- ۲۶۰- لوائح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبوعہ مصطفیٰ التہابی و اولادہ بمصر، ۱۳۸۱ء، علامہ عبدالوہاب شترانی متوفی ۹۷۳ھ
- ۲۶۱- فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ گولہ اشرفیہ ۱۹۸۸ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ
- ۲۶۲- روزنامہ جگ کراچی، میر خلیل الرحمن (مدیر اعلیٰ)
- ۲۶۳- جہرۃ النساب العرب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۰۳ء، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
- ۲۶۴- التلخیص الجبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۲۶۵- ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، پیر محمد کرم شاہ الازہری
- ۲۶۶- اکیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ دار الاشااعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
- ۲۶۷- احسن الفتاویٰ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۳۰۷ء، مفتی رشید احمد

علامہ نثار سول سعیدی کی تصانیف

حیات
استاذ العلماء

توضیح
البیان

ذکر بالجمہر

فاضل بریلوی کا
فانقہی مقام

شرح صحیح مسلم

ضیائے
کثر الايمان

پندرہ مرتبہ
المحدثین

نظام مصطفیٰ رضی اللہ عنہما
ضرورت اور اہمیت

مقام ولایت
نبوت

مقالات
سعیدی

لفظ خدا کی
تحقیق

معانی شریعہ
کے ناموں

ابن عربیہ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف نینف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت ولیا شاہ محمد علی محدث دہلوی رضویہ
اردو ترجمہ و حاشی

علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
علامہ محمد سعید الحکیم شرف قادری نقشبندی

فیوض غوثیہ

ترجمہ

افتح الرزائی

از محبوب بھائی حضرت شیخ سعید القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شواہد الحقیقہ

فی الاستیعاب سبیل الخلق

تصنیف، امام علامہ یوسف بن اسماعیل نہبانی قدس سرہ

ترجمہ، مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ

موطا امام مالک

ترجمہ و تفسیر علامہ مولانا سعید الحکیم اختر شاہ جہانپوری مدظلہ

منہجہ صحیح بخاری سنن ابن ماجہ سنن ابوداؤد وغیرہ

حجج اللہ علیہ السلام

تالیف

حضرت قطب الدین حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی

غنیۃ الطالبین

از محبوب بھائی حضرت شیخ سعید القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ، مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم علامہ محمد سعید الحکیم شرف قادری جاموہ نظامیہ رضویہ

فریدی بک سٹال © ۳۸- اردو بازار لاہور فون ۳۱۲۱۴۳
۲۲۲۸۹۹

شرح صحیح مسلم

(جلد ۱)

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم فیروز کراچی

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے

جدید مسائل کا معتقانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

• یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے

بے نیاز کرے گی۔

سنن ابو داؤد شریف مترجم

امام ابو داؤد سیمان بن اشعث بختانی روایت (۳ جلد)

مترجم مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ بہا پوری

سنن نسائی مترجم

(جلد ۳)

امام ابو عبد الرحمن یحییٰ بن یسب بن علی بن یحییٰ نسائی

ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر مولانا غلام محمد و بدانت قادری

مشکوٰۃ شریف مترجم

(جلد ۳)

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب تلمسانی

مترجم افاضل شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ بہا پوری

بخاری شریف مترجم

(جلد ۳)

امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری روایت

مترجم مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ بہا پوری

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی

(جلد ۲)

محدث طویل امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی روایت

مترجم مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاری

طحاوی شریف مترجم

مع خلاصہ مضامین

(سیت چار جلد پر مشتمل)

محدث طویل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی بخاری روایت

مترجم علامہ محمد صدیق ہزاری مترجم ترمذی شریف ریاض الضامین
تقدیم علامہ غلام رسول سعیدی شایع علم شریف

ریاض الضامین مترجم

(جلد ۲)

شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم مولانا محمد صدیق ہزاری مدظلہ

تقدیم محمد عبد الحکیم شرف قادری

سنن ابن ماجہ مترجم

(جلد ۲)

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربیع القزوی روایت

مترجم مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ بہا پوری

دیگر مطبوعات کے فہرست کے لیے جوائے لٹاؤ ارسال فرمائیں

۴۳۱۲۱۴۳
۴۲۲۲۸۹۹

۳۸ اردو بازار لاہور

فریڈنک سٹال